سسپنس ڈائجسٹ کا مقبول سلسلہ
دیوتا
بارھواں حصہ

قصبہ سوق الغرب کے قریب پہنچ کر ڈرائیور نے مقامی زبان میں کچھ کہا۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر اس زبان کا ترجمہ سمجھا۔ ٹیکسی میں بیٹھنے سے پہلے ڈرائیور نے انگریزی زبان میں مجھے مخاطب کیا تھا۔ تب ہی میں نے اس کے لب و لہجے کو ذہن نشین کر لیا تھا۔ بہرحال وہ پوچھ رہا تھا کہ میں سوق الغرب میں کہاں جانا چاہتا ہوں؟

"ایسی جگہ لے چلو جہاں پے انگ گیسٹ کی حیثیت سے ایک رات کے لیے ٹھکانہ مل جائے۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولا "کیا پہلی بار بیروت آئے ہو؟"

"یوں ہی سمجھو۔"

"سمجھ تو رہا ہوں، تمہیں بھی سمجھانا چاہتا ہوں۔ یہاں آدمی آدمی کا دشمن ہے۔ کوئی مسلم ملیشیا سے تعلق رکھتا ہے، کوئی دروز ملیشیا سے اور کوئی فلنجی ملیشیا سے۔ ان متحارب گروہوں کے درمیان ایک عام شخص غیر جانبدار نہیں رہ سکتا۔ کوئی بھی غیر ملکی لبنان کی سرزمین پر قدم رکھنے سے پہلے یہ سوچ لیتا ہے کہ اسے کہاں جانا چاہیے؟ دوست کہاں مل سکتے ہیں؟ اور دشمن کہاں ٹکرا سکتے ہیں؟"

"یہاں میں دوست اور دشمن کی پہچان کیسے کروں؟"

"سیدھی سی بات ہے جس مذہب سے تعلق رکھتے ہو، اسی عبادت گاہ میں چلے جاؤ۔ دوست مل جائیں گے۔"

"میں مسلمان ہوں۔"

اس نے گاڑی ایک طرف موڑتے ہوئے کہا "الحمدللہ میں بھی مسلمان ہوں۔ کیا اپنا پاسپورٹ دکھا کر مجھے مطمئن کر سکتے ہو؟"

میں نے اپنا پاسپورٹ اس کی طرف بڑھا دیا۔ اس نے گاڑی کی اندرونی لائٹ کو آن کیا۔ پاسپورٹ کے اس حصے کو دیکھا جہاں میرا مذہب لکھا ہوا تھا لیکن میرے پاسپورٹ میں مسلم لکھا ہوا تھا۔ اس نے مطمئن ہو کر اسے واپس کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے ایک مکان کے سامنے گاڑی روک دی، ہارن بجایا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ مخصوص انداز میں ہارن بجا رہا ہے، جس گلی میں اس نے گاڑی کھڑی کی ہے، اس کے آس پاس کے تمام مکان والوں کو اطلاع دے رہا ہے کہ ایک اجنبی مسلمان ان کے محلے میں آیا ہے۔

اس مکان کا دروازہ کھل گیا۔ ایک بوڑھی عورت نظر آئی۔ میں نے گاڑی سے اتر کر دیکھا، آس پاس کے مکانوں کے دروازے کھل گئے تھے۔ کہیں مرد نظر آ رہے تھے اور کہیں کھڑکیوں سے عورتیں جھانک رہی تھیں۔ ایسی جگہ میرے لیے مناسب نہیں ہو سکتی تھی جہاں میں پہنچتے ہی عام لوگوں کی نظروں میں آجاؤں۔ میں اپنے کمرے میں تنہا رہتا۔ تب بھی محلے والے میرے متعلق متجسس رہتے اور شاید تاک جھانک کرتے کہ میں رات کو سو رہا ہوں یا پراسرار سرگرمیوں میں

مصروف ہوں۔

مکان کے دروازے سے نکل کر آنے والی بوڑھی عورت نے پوچھا۔ "اجنبی! کسے تلاش کر رہے ہو؟ کیا یہاں کوئی تمہارا شناسا ہے؟"

"میں آج رات کہیں قیام کرنا چاہتا ہوں لیکن یہ جگہ میرے لیے مناسب نہیں ہے۔"

بوڑھی عورت نے مجھے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "کیوں مناسب نہیں ہے؟ تم کیسی جگہ چاہتے ہو؟ کس گروہ سے تعلق رکھتے ہو؟"

"میں لبنان میں پہلی بار آیا ہوں۔ میں کسی ملیشیا کے متعلق نہیں جانتا۔"

بوڑھی خاتون نے کہا۔ "ہم کسی اجنبی کو بھٹکنے نہیں دیتے۔ اپنے ہاں پناہ دیتے ہیں لیکن تم مطمئن نہیں ہو۔ میرا مشورہ ہے کسی ہوٹل میں قیام کرو تاکہ رات بے فکری سے گزار سکو۔"

میں نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا۔ "مجھے لے چلو۔ میں راستے میں فیصلہ کروں گا، مجھے کیا کرنا چاہیے۔"

میں پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر بیٹھنے لگا۔ بوڑھی خاتون نے قریب آکر میرے شانے پر ہاتھ رکھا۔ میں رک گیا۔ اس کی طرف پلٹ کر دیکھا تو اس کی آنکھوں میں گہری اداسی تھی۔ میں نے محسوس کیا، ان آنکھوں کے پیچھے بہت ہی گہرا دکھ چھپا ہوا ہے۔ وہ بول رہی تھی۔ "بیٹے! یہاں سے جا رہے ہو تو میرا ایک مشورہ یاد رکھنا۔ کسی اجنبی پر بھروسہ نہ کرنا۔ میں نہیں چاہتی کہ میری طرح تمہاری ماں بھی تمہارا انتظار کرتی رہے اور انتظار کرتی ہی رہ جائے۔"

خاتون کی آواز میں بلا کا کرب تھا۔ اس کے لہجے میں ممتا کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ میں نے اس کے بوڑھے ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر کہا۔ "میری ماں نہیں ہے۔ میں اس لمحے سے تمہیں اپنی ماں سمجھ رہا ہوں۔ کیا میرے آنے سے تمہارا انتظار کسی حد تک ختم ہو سکتا ہے؟"

"ہاں، اگر تم میرے ہاں رات گزارنا پسند کرو۔"

میں خاتون کے ساتھ چلتا ہوا اس کے دروازے تک پہنچا۔ پھر وہاں سے پلٹ کر ڈرائیور سے کہا۔ "میرا سوٹ کیس اندر لے آؤ۔"

اگر میں ٹیلی پیتھی نہ جانتا تب بھی اس خاتون پر اعتماد کر لیتا۔ ممتا میں وہ جادو ہوتا ہے جو تنویمی عمل کی طرح انسان کو تسخیر کر لیتا ہے۔ چونکہ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں، اس لیے احتیاطاً ذرا سی دیر میں خاتون کے بہت سے خیالات پڑھ لیے۔ اس کا بیٹا جہاد کے دوران شہید ہو گیا۔ اس طرح کہ ماں نے اس کی لاش تک نہیں دیکھی۔ لاش ملی ہی نہیں تھی۔ وہ یقین کرنے کو تیار نہیں تھی کہ بیٹا شہید ہو چکا ہے۔ وہ اسے زندہ سمجھ رہی تھی اور اس کا انتظار کرتی رہتی تھی۔ اس بوڑھی عورت کا دل کہتا تھا، بیٹا اچانک ایک دن اس کے پاس آئے گا اور حیران کر دے گا۔ کہے گا۔ "ماں! میں تیرے لیے ابھی تک زندہ ہوں۔ تیرا انتظار ختم ہو چکا ہے۔"

میں بوڑھی خاتون پر بھروسہ کر سکتا تھا اور اسی کے ہاں رہ کر سرجری میک اپ کے ذریعے خود کو تبدیل کر سکتا تھا۔ میرا کرسٹوفر میکی والا میک اپ مستقل نہ ہوتا، صرف کام نکالنے کی حد تک کچھ عرصہ کرسٹوفر بنا رہتا۔ بوڑھی خاتون کا دماغ بتا رہا تھا کہ کچھ عرصے تک اس پر اور آس پاس کے رہنے والے مسلمانوں پر بھرپور اعتماد کر سکتا ہوں۔

جب ڈرائیور میرا سوٹ کیس لے آیا تو میں نے ٹیکسی کا کرایہ ادا کرتے ہوئے کہا۔ "میرا ایک کام کرنا چاہو تو ہوٹل انٹر کان چلے جاؤ۔ وہاں پارکنگ ایریا میں ایک انگریز آئے گا۔ وہ اپنا نام ڈاکٹر شیفرڈ بتائے گا۔ تم اسے یہاں لے آنا۔"

ڈرائیور نے مجھے شبہے کی نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "ابھی تم کہہ رہے تھے یہاں اجنبی ہو۔ تمہارا کوئی شناسا نہیں ہے، پھر یہ ڈاکٹر شیفرڈ کون ہے؟"

اس وقت تک محلے والے دروازے پر آ گئے تھے۔ چند جوان اور ادھیڑ عمر کے مرد نظر آ رہے تھے۔ میں نے کہا۔ "آپ اندر آ جائیں میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آپ لوگوں پر کس حد تک اعتماد کر سکتا ہوں۔"

وہ سب اندر آ گئے۔ ایک نے دروازے کو بند کرتے ہوئے کہا کہ اگر تم دوست ثابت ہوئے تو ہم تمہارے لیے جان پر کھیل جائیں گے۔ دشمن نکلے تو تمہاری جان سے کھیل جائیں گے۔"

میں نے یوں سر جھکا لیا جیسے اس کی باتوں پر غور کر رہا ہوں۔ دراصل میں اس کے خیالات پڑھ رہا تھا اور ان کی طرف سے مطمئن ہو رہا تھا۔ میں نے کہا۔ "آپ لوگ اطمینان سے بیٹھ جائیں۔ میں مختصر طور پر اپنے متعلق بتاتا ہوں۔"

میں نے اپنے سوٹ کیس کو کھولا۔ پھر اس میں سے کرسٹوفر میکی کی تصویر نکال کر ان کی طرف بڑھاتے ہوئے پوچھا۔ "آپ اسے جانتے ہیں؟"

تصویر دیکھتے ہی سب چونک گئے۔ ایک نے پوچھا۔ "تم کرسٹوفر کو کیسے جانتے ہو؟ اس کی تصویر ہمیں کیوں دکھا رہے ہو؟"

میں نے کہا۔ "یہ ہم سب کا دشمن ہے۔ فلسطینی مجاہدین کو بہت مہنگے داموں ہتھیار سپلائی کرتا ہے۔ یہ سپلائی محض دولت حاصل کرنے کے لیے ہے ورنہ یہ مجاہدین کا بدترین دشمن ہے۔"

ایک نے پوچھا۔ "تم کون ہو، کہاں سے آئے ہو اور کرسٹوفر کے متعلق کیسے جانتے ہو؟"

"میں ایک پاکستانی ہوں۔ مجاہدین کی امداد کے لیے ہزاروں میل کا سفر طے کر کے آیا ہوں، یہاں آنے سے پہلے میں نے مختلف ذرائع استعمال کیے اور کرسٹوفر کے متعلق اتنی معلومات حاصل کی ہیں کہ خود کرسٹوفر میکی بن کر مجاہدین کو مفت ہتھیار سپلائی کر سکتا ہوں۔ وہ ایک بدنام اسمگلر ہے۔ اس کے کئی طرح کے دھندے ہیں۔"

ایک شخص نے میری بات کاٹ کر پوچھا۔ "ابھی تم نے کہا ہے خود کرسٹوفر میکی بن سکتے ہو۔ یہ کیسے ممکن ہے؟"

"میرے لیے ممکن ہے۔ ابھی میں نے ڈرائیور سے جس ڈاکٹر شیفرڈ کا ذکر کیا ہے وہ پلاسٹک سرجری میں بین الاقوامی شہرت کا حامل ہے۔ یہاں آکر معمولی سرجری کے ذریعے مجھے کرسٹوفر میکی کا ہم شکل بنا دے گا۔ میں کرسٹوفر کو غائب کر دوں گا اور اس کی جگہ پہنچ جاؤں گا۔"

ایک بوڑھے نے کہا۔ "تم قصے کہانیوں جیسی باتیں کر رہے ہو۔ عملی زندگی میں یہ ممکن نہیں ہے۔"

"سانچ کو آنچ کیا ہے۔ آپ لوگ مجھ پر اعتماد کریں۔ میں آپ کے سامنے کرسٹوفر میکی بن کر دکھاؤں گا۔ مجھے آپ لوگوں کا پرخلوص اور با اعتماد تعاون چاہیے۔"

"تم کیا چاہتے ہو؟"

"فی الحال یہی کہ یہ ڈرائیور ہوٹل انٹر کان جائے۔ وہاں ایک ادھیڑ عمر کا شخص ہاتھ میں نیلے رنگ کا بیگ لے کر ہوٹل سے باہر آئے گا۔ ڈرائیور اسے کوڈ ورڈز میں مخاطب کرے گا۔ وہ کوڈ ورڈز یہ ہیں۔ "کرسٹوفر لوفر ہے۔" اس کے جواب میں ڈاکٹر شیفرڈ کہے گا۔ "اور ہم لوفر کا خاتمہ کرنے آئے ہیں۔"

ڈرائیور نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا۔ "میں جا رہا ہوں۔ اسے یہاں لے آؤں گا۔"

وہ چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد ایک بوڑھے نے کہا۔ "تمہاری باتوں سے ظاہر ہوتا ہے، تم فلسطینی مسلمانوں کے لیے دل کی گہرائیوں سے کچھ کرنے آئے ہو۔ ویسے ہم دودھ کے جلے ہیں، چھاچھ پھونک پھونک کر پینا چاہتے ہیں۔"

"میں آپ کی ہر طرح تسلی کر سکتا ہوں۔"

"بیٹے! ہم سے کچھ نہ چھپاؤ۔ تم بتاؤ کہ کیسے کیسے ذرائع کے مالک ہو۔ تم نے پاکستان میں بیٹھ کر کرسٹوفر کے متعلق اتنی ساری معلومات حاصل کر لیں۔ اب خود کرسٹوفر بن کر اس کا رول ادا کرنا چاہتے ہو۔ کیا اس کا رول ادا کرنے کے دوران کہیں بھی تم سے لغزش نہیں ہو گی اور اگر ہو گی تو کیا دشمن تمہیں معاف کر دیں گے؟"

"میرے بزرگ، آپ جہاندیدہ ہیں۔ اس لیے وقت سے پہلے مجھے اپنی لغزشوں کو سمجھنے کی نصیحت کر رہے ہیں۔ میں آپ کا شکر گزار ہوں۔ آپ سے اپنی اصلیت نہیں چھپاؤں گا۔ میں کچھ حیرت انگیز علوم جانتا ہوں۔ مثلاً میں ایک پامسٹ یعنی نجومی ہوں۔ ہاتھ کی لکیریں دیکھ کر ماضی، حال اور مستقبل کے متعلق سچی پیشن گوئیاں کرتا ہوں۔ قیافہ شناس بھی ہوں۔ اپنے سامنے بیٹھے ہوئے آدمی کا چہرہ پڑھ کر اس کے اندر کی باتیں بتا سکتا ہوں۔"

سب حیرانی سے میری باتیں سن رہے تھے۔ ایک نے پوچھا۔ "تم ہزاروں میل دور پاکستان میں رہتے ہو۔ پھر تم نے کرسٹوفر میکی کا چہرہ کیسا پڑھا۔ کیسے اس کے ہاتھ کی لکیریں دیکھیں؟"

میں نے تصویر اٹھا کر کہا۔ "یہ تصویر اس کا چہرہ ہے۔ میرے ایک آدمی نے کرسٹوفر کے دونوں ہاتھوں کے پرنٹ میرے پاس بھیجے تھے۔ میں نے ان ہاتھوں کی لکیروں کا گہرا مطالعہ کیا اور اس کے متعلق تمام معلومات حاصل کر لیں۔"

دور بیٹھی ہوئی ایک خاتون نے پوچھا۔ "مسٹر! کیا میرا چہرہ پڑھ کر دل کا بھید بتا سکتے ہو؟"

میں نے مسکرا کر پوچھا۔ "کیا عورت کبھی دل کا بھید کسی کو بتاتی ہے؟ تم دنیا کی پہلی خاتون ہو جو بھرے مجمع میں اپنے دل کا بھید کھولنا چاہتی ہو۔ میرے سامنے آؤ اور یہ ثابت کرو کہ عورت اپنے دل کی بات نہیں چھپاتی۔"

وہ فوراً ہی انکار میں سر ہلا کر بولی۔ "نہ نہیں، میں نے تو یونہی کہہ دیا تھا۔"

سب ہنسنے لگے۔ ایک نے کہا۔ "عورت پھر عورت ہے۔ وہ نہیں چاہتی کہ دل کا چور پکڑا جائے۔"

بوڑھے شخص نے کہا۔ "بیٹا! میں تمہارے سامنے بیٹھا ہوں۔ میرے متعلق کچھ بتاؤ۔ میں سب کے سامنے تصدیق کروں گا کہ تم حیرت انگیز علوم جانتے ہو۔"

میں نے بزرگ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں۔ یوں تو جب سے وہ گفتگو کر رہے تھے، میں رہ رہ کر ان کے دماغ سے معلومات حاصل کرتا جا رہا تھا۔ محض دکھاوے کے لیے چند لمحوں تک ان کی آنکھوں میں جھانکتا رہا۔ پھر میں نے کہا۔ "انسان کا جسم اس کا گھر ہے اور آنکھیں گھر کی بھیدی ہیں۔ میرے بزرگ! آپ کی آنکھیں، کشادہ پیشانی، آپ کی جلالت کی مظہر ہیں۔ آپ کا نام کچھ ایسا ہونا چاہیے جس کا تعلق رعب اور جلال سے ہو۔"

بزرگ نے حیرانی سے کہا۔ "واقعی تم میرے نام کے قریب پہنچتے جا رہے ہو۔ کیا میرا نام بتا سکتے ہو؟"

"میں پورا نام بتا تو نہیں سکتا لیکن دعویٰ کر سکتا ہوں کہ اس کا تعلق جلال یا جلالت سے ہے۔"

دوسرے شخص نے فوراً ہی کہا۔ "تم درست کہہ رہے ہو۔ ان کا نام جلیل القدر ہے۔"

یہ نام میں پہلے ہی اس کے دماغ سے پڑھ چکا تھا لیکن خود بتانا نہیں چاہتا تھا۔ ٹیلی پیتھی اور دست شناسی یا قیافہ شناسی میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ ٹیلی پیتھی، دل اور دماغ کی ایک ایک بات کھول کر بتا دیتی ہے لیکن قیافہ شناسی اور دست شناسی میں باتیں گول مول کر کے بیان کی جاتی ہیں میں نے بزرگ کا ہاتھ تھام کر اُن کی لکیروں کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "آپ یہاں کے ایک پناہ گزین کیمپ بروج البراجنہ میں زیادہ وقت گزارتے ہیں۔ اس کیمپ میں جتنے نوجوان ہیں انھیں بظاہر روزگار سے لگاتے ہیں لیکن خفیہ طور پر اُنھیں ہتھیار دے کر....!"

میں نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ پھر مسکرا کر پوچھا۔ "کیا میں وہ راز بتاؤں جن کا تعلق فلسطینی مجاہدین اور اُن کی جدوجہد سے ہے؟"

وہ سب حیرانی سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ اُن کی حیرانی کے دوران میں نے ڈاکٹر شیفرڈ کو بتا دیا کہ ایک ٹیکسی ڈرائیور آرہا ہے۔ اس کی ٹیکسی کا نمبر بھی بتا دیا اور وہ کوڈ ورڈز بھی اُسے سمجھا دیے۔ بزرگ جلیل القدر نے کہا۔ "میں مانتا ہوں، تم ہمارے دشمن ہوتے تو اپنے حیرت انگیز علوم کے ذریعے ہمیں نقصان پہنچا سکتے تھے۔ کرسٹوفر مسکی ہمارا دشمن ہے۔ اس کا تعلق فلنجی ملیشیا سے ہے۔ وہ زیادہ سے زیادہ منافع حاصل کرنے کے لیے دوسرے ذرائع سے ہتھیار ہمیں پہنچاتا ہے لیکن وہ ہتھیار زنگ آلود ہوتے ہیں یا تقریباً ناکارہ ہوتے ہیں۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "میں سب جانتا ہوں۔ پہلے آپ لوگ اس سے ہتھیار لے کر اسرائیل میں فلسطینی مجاہدین تک پہنچاتے تھے۔ پھر کرسٹوفر نے ہتھیاروں کی سپلائی میں کمی کر دی۔ اُس نے اپنا ایک ایجنٹ تل ابیب میں مقرر کر دیا۔ اس کے ذریعے وہ ہتھیار اور زیادہ مہنگے داموں ملتے ہیں۔ انشاء اللہ کل شام تک آپ لوگوں کو مفت ہتھیار ملیں گے۔"

سب خوش ہو گئے۔ ایک نے پوچھا۔ "کیسے ملیں گے؟ کہاں ہیں ہتھیار؟"

"آپ جلد بازی سے کام نہ لیں۔ میں وہ جگہ بتاؤں گا اور یہ بھی مشورہ دوں گا کہ کون سے مناسب وقت پر وہاں چھاپا مار کر ہتھیار حاصل کیے جا سکتے ہیں۔"

میں نے دائیں طرف ذرا سر گھما کر دیکھا۔ ایک چادر پوش میرے قریب آکر کھڑی ہو گئی تھی۔ سر سے پاؤں تک چھپی ہوئی تھی۔ صرف اس کے دو گورے گورے گلابی گلابی ہاتھ نظر آرہے تھے۔ اس کا ایک ہاتھ میری طرف بڑھا۔ وہ مجھے پرچی دے رہی تھی۔ میں نے اُسے لے کر کھولا۔ پھر پڑھا۔ اس میں لکھا تھا:

"میرا نام حدیقہ ہے۔ میں سائنس کی طالبہ ہوں۔ میں نے قسم کھائی ہے جب تک میرے منگیتر کا سراغ نہیں ملے گا، اس وقت تک چپ رہوں گی۔ کسی سے نہیں بولوں گی اور اپنا چہرہ نہ کسی کو دکھاؤں گی نہ خود آئینے میں دیکھوں گی۔

ابھی تمہاری باتیں سُن کر یقین ہو رہا ہے کہ تم اپنے علوم کے ذریعے میرے منگیتر کا سراغ لگا سکتے ہو۔ صرف اتنا بتا دو، وہ کہاں ہے؟ اگر دشمنوں کی قید میں ہے تو میں جان کی بازی لگا کر اُسے لے آؤں گی۔ اگر وہ ظلم و ستم برداشت کر رہا ہے تو آج کی رات ظلم و ستم کی آخری رات ہو گی۔ میں اس کے ساتھ مر جاؤں گی یا مظالم ڈھانے والوں کو ہمیشہ کے لیے اپاہج بنا کر آؤں گی۔"

ایک خاتون نے کہا۔ "حدیقہ نے ایک ہفتے سے اپنی زلفیں نہیں سنواری ہیں۔ سنگھار کرنا تو دور کی بات ہے۔ اس نے چہرے کو نقاب میں چھپا رکھا ہے۔ تاکہ کسی آئینے کے قریب سے گزرے تو اپنے چہرے کو نہ دیکھ سکے۔ اس نے قسم کھائی ہے، چہرے پر جو نقاب ہے، وہ اس کا منگیتر آکر اٹھائے گا۔ پہلے وہ دیکھے گا پھر یہ اپنے آپ کو اُس کی آنکھوں میں دیکھے گی۔"

میں نے کہا۔ "مجھے اپنے منگیتر کی کوئی تصویر دکھاؤ۔ میں قیافہ شناسی کے ذریعے اس کے چہرے کو پڑھوں گا۔ پھر اس کے متعلق سراغ لگا سکوں گا۔"

اس کا ایک ہاتھ چادر کے اندر گیا۔ میرا دل دھڑک رہا تھا، سوچ رہا تھا، اگر اس کا منگیتر جہاد میں کام آگیا ہو تو میں اُسے کیا بتاؤں گا۔ کیا وہ کبھی اپنی زلفیں نہیں سنوارے گی۔ ساری عمر اپنے چہرے کو نقاب سے چھپائے رہے گی اور مرتے دم تک خود اپنے آپ کو نہیں دیکھے گی۔ ہائے محبت بھی کیا چیز ہے۔ آج معلوم ہوا کہ زندگی کی آخری سانس تک اپنی قسم پر قائم رہنے کا نام محبت ہے۔

چادر کے اندر سے وہ ہاتھ باہر آیا تو مجھے ایک نوجوان کی تصویر نظر آرہی تھی۔ میں نے وہ تصویر لی۔ اُسے قریب سے دیکھا۔ پھر اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے اس کے دماغ تک پہنچنے لگا۔ میرے چاروں طرف بیٹھنے والوں نے جیسے دم سادھ لیا تھا۔ بڑے غور سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ سمجھ رہے تھے کہ میں تصویر کے چہرے کو پڑھ رہا ہوں اور یقیناً کوئی کام کی بات بتانے والا ہوں۔ اُدھر حدیقہ کا دل دھڑک رہا ہو گا، ایک اندیشہ ہو گا۔ "کیا میرا منگیتر! نہیں نہیں، ایسا نہیں ہو سکتا۔" مجھے یونہی احساس ہوا جیسے حدیقہ کہہ رہی ہو۔ "اے قیافہ شناس اجنبی! ہمارے لیے رحمت کا فرشتہ بن جا۔ اے دست شناس نجومی! میرے ہاتھ کی اندھی، گونگی لکیروں سے گزرتا ہوا میرے منگیتر تک پہنچ جا۔"

میں نے سر اٹھا کر چادر والی کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں تمہارا چہرہ نہیں دیکھ سکتا کیونکہ تم اپنا چہرہ خود نہیں دیکھ رہی ہو۔ اپنا ہاتھ تو دکھا سکتی ہو۔ میں تمہارے ہاتھ کی لکیروں کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ کیا یہ لکیریں تمہارے منگیتر تک پہنچ سکتی ہیں؟"

اس نے اپنا بایاں ہاتھ میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے اُس کے ہاتھ کو تھام لیا۔ ذرا دیر تک اس ہاتھ کی لکیروں کو دیکھتا رہا۔ لکیروں کے متعلق میں زیادہ کچھ نہیں جانتا اور مجھے جاننے کی ضرورت بھی کیا تھی۔ تھوڑی دیر بعد میں نے اس ہاتھ کو چھوڑ دیا۔

سبھی تشویش میں مبتلا تھے۔ جلیل القدر نے پوچھا۔ "کیا ہوا؟"

"اس ہاتھ کی لکیریں اپنے منگیتر تک نہیں پہنچ سکتیں، لیکن یہ خوش خبری سُنا دوں کہ صبح ہونے تک اس کا منگیتر اس کے پاس ہو گا۔"

سبھی نے خوشی کا نعرہ لگایا۔ بزرگ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر محبت بھرے انداز میں ڈانٹتے ہوئے کہا۔ "خاموش رہو۔ کیا دور دور کے علاقوں میں یہ تاثر دینا چاہتے ہو کہ ہم ایک جگہ جمع ہیں اور کوئی خفیہ جلسہ کر رہے ہیں؟"

سب خاموش ہو گئے تھے۔ حدیقہ دوسری طرف منہ پھیر کر ایک کاغذ پر کچھ لکھ رہی تھی۔ پھر اُس نے کاغذ کو میری طرف بڑھایا۔ میں نے پڑھا، اس نے لکھا تھا۔ "اگر میرے ہاتھ کی لکیریں میرے منگیتر تک پہنچنے میں رکاوٹ بن رہی ہیں، اعتراض کر رہی ہیں تو میں اپنا یہ ہاتھ جلا ڈالوں گی۔ مجھے صرف اس کا پتا بتا دو۔"

میں نے کہا۔ "ہاتھ کو جلا ڈالنے سے لکیریں بجھ سکتی ہیں، لیکن اچھی بُری تقدیر کبھی نہیں بجھ سکتی۔ تقدیر تو اپنا کام دکھاتی ہی رہتی ہے۔ تمہارا ہاتھ بتا رہا ہے کہ تم ضدی ہو۔ اگر میں تمہارے منگیتر کا پتا بتا دوں تو ابھی یہاں سے دوڑتی ہوئی اس کے پاس پہنچنا چاہو گی، اور میں یہ نہیں چاہوں گا۔"

چادر کے اندر سے ایسی آوازیں سُنائی دیں جیسے وہ غرا رہی ہو۔ اب تب میں مجھ پر حملہ کرنے ہی والی ہو، میری گردن دبوچ کر مجھ سے اپنے محبوب کا پتا دریافت کرنے والی ہو۔

میں نے کہا۔ "اگر غراؤ گی، تمہاری آواز چادر سے باہر آئے گی تو قسم ٹوٹ جائے گی۔ تمھیں بالکل خاموش رہنا چاہیے۔ خاموشی کا ایک مطلب ہوتا ہے، صبر و تحمل اور آنے والے وقت کا مناسب انتظار۔ میں کہہ چکا ہوں، صبح تک تمہارا منگیتر تمہارے پاس ہو گا۔"

وہ فوراً ہی خاموش ہو گئی تھی۔ غرانا بند ہو گیا تھا۔ اُسے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تھا کہ اس طرح قسم ٹوٹ رہی ہے۔ ایک شخص نے دریافت کیا۔ "کیا منگیتر خود ہی صبح تک یہاں پہنچ جائے گا؟"

میں نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ "دو مسلح جوان یہاں سے ایک گاڑی لے کر جائیں گے۔ وہ بہت زخمی ہے۔ اگرچہ اب بھی وہاں سے فرار ہو کر یہاں تک پہنچنے کا حوصلہ رکھتا ہے لیکن اسے کسی گاڑی میں لانا زیادہ مناسب ہو گا۔"

کتنے ہی جوانوں نے بیک آواز کہا۔ "ہم جائیں گے۔ ہم جائیں گے۔"

میں نے ہاتھ اٹھا کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ پھر کہا۔ "پہلے حدیقہ کو یہاں سے جانے کے لیے کہا جائے۔ میں ان بزرگ سے مشورہ کروں گا۔ یہ اپنے طور پر دو جوانوں کا انتخاب کریں گے۔ وہی دو جوان میرے بتائے ہوئے پتے پر یہاں سے جائیں گے۔ یہ پتا میں سب کو نہیں بتاؤں گا۔ حدیقہ کو معلوم ہو گا تو یہ سر پھری لڑکی میرے منع کرنے کے باوجود وہاں ضرور جائے گی، میرا علم کہتا ہے یہ وہاں جائے گی تو نقصان اٹھائے گی۔ ہو سکتا ہے پھر کبھی واپس نہ آسکے۔"

جلیل القدر نے حدیقہ کو وہاں سے جانے کا حکم دیا۔ اُسی وقت ڈاکٹر شیفرڈ پہنچ گیا۔ میں نے اُٹھ کر اس سے مصافحہ کیا۔ جلیل القدر بزرگ سے اس کا تعارف کرایا۔ پھر درخواست کی کہ وہاں سے بھیڑ چھٹ جائے۔ صرف وہ بزرگ رہ سکتے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد ہی کمرہ خالی ہو گیا۔ میں نے دروازے کو بند کرنے کے بعد ان سے کہا۔ "محترم! میں آپ کو بتا رہا ہوں۔ دریائے آوالی کے ساحل پر ایک غیر معروف سی بستی کا نام مونشو ہے۔ وہاں ایک کھنڈر نما مکان میں حدیقہ کے منگیتر کو قید کر کے رکھا گیا ہے۔ اس پر مظالم ڈھائے جا رہے ہیں۔ اس سے پوچھا جا رہا ہے کہ بروج البراجنہ کے کیمپ میں جتنے فلسطینی ہیں ان میں سے کتنے نوجوان خفیہ سرگرمیوں میں مصروف رہتے ہیں۔ منگیتر نے اب تک زبان نہیں کھولی ہے۔ صبح تک اس نے ان کے سوالوں کا جواب نہیں دیا تو اُسے گولی مار دی جائے گی۔ آپ ایسے دو نوجوانوں کا انتخاب کریں جن میں سے ایک بہت ہی دلیر اور حاضر دماغ ہو۔ دوسرا دلیر ہو مگر زیادہ سمجھ دار نہ ہو۔ بس کوئی بے وقوف سا جوان ہو۔"

بزرگ نے حیرانی سے پوچھا۔ "یہ کیسا انتخاب ہے۔ کیا واقعی کسی بے وقوف جوان کو وہاں بھیجا جائے گا؟"

"میں آپ کو صحیح مشورہ دے رہا ہوں۔ آپ فوراً عمل کریں۔"

وہ کمرے سے باہر چلے گئے۔ صرف ڈاکٹر شیفرڈ میرے پاس رہ گئے۔ میں نے دروازے کو بند کیا۔ پھر کرسٹوفر کی تصویریں

ان کے سامنے رکھ دیں اور کہا۔" آپ ان تصویروں کا مطالعہ کریں۔ ذرا میں ان بزرگ کے دماغ سے ہو کر آتا ہوں۔"

اسی وقت میزبان بزرگ خاتون نے آکر پوچھا۔" ابھی کچھ کھاؤ گے یا اپنے میک اَپ کے بعد۔۔۔"

میں نے مسکرا کر اُنھیں محبت سے دیکھا اور کہا۔" آپ کی ممتا سے پیٹ بھر گیا ہے ویسے قہوہ مل جائے تو پی لوں گا۔"

"میں ابھی لاتی ہوں۔"

اس نے اپنے گریبان میں ہاتھ ڈال کر ایک تصویر نکالی پھر بوڑھے لرزتے ہوئے ہاتھ سے میری طرف بڑھائی۔ میں نے دیکھا وہ ایک نوجوان لڑکا تھا۔ خاتون ممتا بھرے انداز میں تھرتھراتے ہوئے لہجے میں کہہ رہی تھی۔" بیٹا! ابھی تم نے حدیقہ کے منگیتر کے بارے میں جو کچھ بتایا ہے، یہ کہاں تک درست ہے صبح تک معلوم ہو جائے گا لیکن ایک ماں کا دل کہہ رہا ہے کہ تم سچ کہتے ہو۔ تمہارا علم سچا ہے۔ میں تم سے کچھ نہیں چاہتی۔ میرے بیٹے کے متعلق سچ سچ بتا دو۔ کیا میرا انتظار کبھی ختم نہیں ہو گا؟"

میں تصویر کی آنکھوں میں جھانکتا رہا، مگر مجھے اس کا دماغ نہیں ملا۔ میں تھوڑی دیر تک سر جھکائے خاتون کے سامنے کھڑا رہا۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا، کس زبان سے حقیقت بیان کروں۔ ماں کا دل مضبوط چٹان کی طرح ہوتا ہے لیکن شیشے کی طرح نازک بھی ہوتا ہے۔

میزبان خاتون تھوڑی دیر تک مجھے تکتی رہیں۔ پھر میرے ہاتھ سے تصویر لیتے ہوئے آنسو بھری آواز میں جبراً مسکراتے ہوئے کہا۔" ارے بیٹا! تم تو خواہ مخواہ میرے معاملے میں اُلجھ گئے۔ ابھی تمھیں کتنے سارے کام کرنے ہیں۔ کتنوں کے کام آنا ہے۔ تم جہاد کے راستے پر ہو اور میں تمہارا وقت ضائع کر رہی ہوں۔ کوئی بات نہیں، تم اطمینان سے میرے بیٹے کی تصویر دیکھنا۔ اس کے چہرے کو پڑھنا۔ یہ زندہ ہے۔ میرا بیٹا زندہ ہے۔ تم پریشان کیوں ہوتے ہو؟"

وہ بولتی جا رہی تھی اور ڈگمگاتے ہوئے قدموں سے پیچھے ہٹتی جا رہی تھی۔" میں جانتی ہوں، میرے جگر کے ٹکڑے کو کچھ نہیں ہوا۔ کبھی کبھی علم جھوٹا پڑ جاتا ہے۔ ممتا کبھی جھوٹی نہیں پڑتی۔ ماں کا اعتماد کبھی نہیں ڈگمگاتا۔ کوئی بات نہیں بیٹا، تم اپنے میک اپ میں مصروف ہو جاؤ۔ میں پھر تمہارے پاس آؤں گی۔ میں تمہارے لیے گرما گرم کھانا تیار کر رہی ہوں۔"

وہ کہتے کہتے دروازے سے نکل کر دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ میری نظروں سے اوجھل ہو گئی لیکن میری خیال خوانی سے اوجھل نہیں ہو سکتی تھی۔ میں نے ایک گہری سانس لی۔ پھر کرسی پر بیٹھ کر ڈاکٹر شیفرڈ سے کرسٹو فرمیکی کے متعلق باتیں کرنے لگا۔

دوسری طرف رسونتی کا طیارہ انقرہ سے روانہ ہو کر بھارت کی طرف جا رہا تھا۔ اس کے برابر والی سیٹ پر دوسری مسافر عورت آگئی تھی۔ وہ ہندوستانی تھی۔ رسونتی سے خوب گھل مل کر باتیں کر رہی تھی۔ میں اس ہندوستانی عورت کے دماغ کو پڑھنے لگا۔ اس سے پہلے رسونتی اُسے پڑھ چکی تھی۔ وہ مطمئن تھی۔ میں بھی مطمئن ہو گیا۔

میں نے سونیا سے رابطہ قائم کیا۔ اُس نے کہا۔" رسونتی وقتاً فوقتاً رابطہ قائم کرتی رہتی ہے۔ میں اُس کی طرف سے مطمئن ہوں۔ ہم آگے پیچھے ایک گھنٹے کے فرق سے دہلی پہنچیں گے۔ نیپال کے ایئر پورٹ میں چھوٹے طیاروں کی گنجائش ہوتی ہے۔ اس لیے ہم دہلی سے ایئر انڈیا کے ایک چھوٹے طیارے میں جائیں گے۔ میرے ساتھ بیٹھا ہوا ہمسفر انا میریا کے ساتھ کئی بار نیپال کا سفر کر چکا ہے۔ اسے اچھی خاصی معلومات حاصل ہیں۔ یہ بتا رہا تھا، بیرونی ممالک سے نیپال جانے والوں کے لیے مخصوص طیارہ دہلی سے روانہ ہوتا ہے لہٰذا جس طیارے میں رسونتی جائے گی، اُسی طیارے میں ہمیں بھی جگہ مل جائے گی۔"

میں نے مرجانہ کے پاس پہنچ کر معلومات حاصل کیں۔ وہ سو رہی تھی۔ اپنے دماغ میں سوچ کی لہروں۔۔۔۔۔ کو محسوس کرتے ہی بیدار ہو گئی۔ میں نے رسونتی کے لب و لہجے میں کہا۔" میں خیریت معلوم کرنے آئی ہوں۔"

اس نے کہا۔" میں یونان کے مشرقی ساحل پر پہنچ گئی ہوں۔ یہاں ایک ریسٹ ہاؤس میں رات گزار رہی ہوں۔ صبح چار بجے ہماری موٹر بوٹ جزیرہ یونانی کسیس کی طرف روانہ ہوگی۔"

"اچھی بات ہے، آرام سے سو جاؤ۔ میں پھر آؤں گی۔"

میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ سونیا، رسونتی اور مرجانہ سے رابطہ قائم کرنے اور گفتگو کرتے رہنے کے دوران ڈاکٹر شیفرڈ میرے میک اَپ میں مصروف تھا۔ اپنی سرجری کا کمال دکھا رہا تھا۔ تقریباً دو گھنٹے میں میک اَپ مکمل ہو گیا۔ اب آئینے کے سامنے میں خود کو کرسٹو فرمیکی کے روپ میں دیکھ رہا تھا۔ تین مختلف زاویوں سے کھینچی ہوئی تصویروں کو بار بار دیکھتے ہوئے اپنے چہرے کا جائزہ لے رہا تھا۔ ڈاکٹر شیفرڈ بھی محدب شیشے کے ذریعے میرا گہرا مطالعہ کر رہا تھا۔ میں نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر اس کے دونوں بازوؤں کو محبت اور عقیدت سے تھام کر کہا۔" ڈاکٹر! دُنیا کہتی ہے میری ٹیم میں عورتیں زیادہ ہیں ایسا کہنے والے آپ کو بھول جاتے ہیں۔ یقیناً آپ نے جس طرح ساتھ دیا ہے اور ساتھ دیتے آرہے ہیں اس سے آپ کی محبت اور اپنائیت کا بے پناہ اور پُرخلوص اظہار ہوتا ہے۔ آپ میری خاطر تمام

مصروفیات چھوڑ کر ایک ملک سے دوسرے ملک چلے آتے ہیں۔ میں آپ سے بہت محبت کرتا ہوں۔"

اس نے مجھے گلے لگایا۔ میری پیٹھ کو تھپکتے ہوئے کہا۔" میں تمہاری دوستی پر فخر کرتا ہوں۔ کیا یہ فخر کی بات نہیں ہے کہ میں دُنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک تمہارے لیے سفر کرتا ہوں اور سفر کرتا رہوں گا۔ یہ اعزاز کسی اور کو حاصل نہیں ہے۔"

اس نے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔" مجھے جانا چاہیے۔ تم بہت مصروف ہو۔ کبھی کبھی خیال خوانی کے ذریعے رابطہ قائم کر لیا کرو۔ میں اکثر تمہارے لیے پریشان رہتا ہوں۔"

میں نے رابطہ قائم کرنے کا وعدہ کیا۔ پھر اس ٹیکسی ڈرائیور کو بلا کر کہا کہ ڈاکٹر کو واپس ہوٹل میں پہنچا دے۔ ٹیکسی ڈرائیور اور وہ بزرگ جب کمرے میں آئے تو مجھے دیکھ کر حیران رہ گئے۔ میں نے مسکرا کر کہا۔" میں وہی اجنبی مہمان ہوں جسے آپ دو گھنٹے پہلے یہاں دیکھ کر گئے تھے۔"

بزرگ نے حیرانی سے ڈاکٹر شیفرڈ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "واقعی آپ باکمال ہیں بلکہ آپ دونوں ہی باکمال ہیں۔"

ڈاکٹر ان سے مصافحہ کر کے رخصت ہو گیا۔ جب وہ ٹیکسی ڈرائیور کے ساتھ چلا گیا تو میں نے جلیل القدر بزرگ سے کہا۔" آپ ان دو نوجوانوں کو میرے سامنے لے آئیں۔"

وہ دونوں میرے سامنے حاضر ہوئے۔ میں نے ان سے گفتگو کی۔ ان میں سے ایک ذرا کم سمجھ دار تھا۔ دوسرے لفظوں میں بے وقوف تھا۔ میں نے ایسے جوان کا انتخاب اس لیے کیا تھا کہ اس کے دماغ کو کنٹرول میں رکھ کر خاطر خواہ کام نکال سکوں اور وہ اپنی دماغی کیفیت اگر اپنے لوگوں میں بیان کرے تو لوگ کبھی یہ سمجھ نہ سکیں کہ جو کچھ ہوا تھا وہ خیال خوانی کا کمال تھا بلکہ وہ اس جوان کو احمق سمجھتے رہیں۔ اس کی احمقانہ باتوں پر یقین نہ کریں۔ جو کارنامہ وہ انجام دے کر واپس آئے اُسے محض اتفاق سمجھتے رہیں۔

اس احمق کا نام دلبر تھا۔ میں نے دوسرے جوان سے کہا۔ "سنو! اس مہم میں تم دو آدمیوں کی ایک ٹیم ہے۔ اس ٹیم میں دلبر تمہارا لیڈر رہے گا۔"

اس جوان نے ناگواری سے دلبر کو دیکھا مگر اعتراض کرنے کی جرأت نہیں تھی۔ بزرگ نے اُنھیں پہلے سمجھا دیا تھا کہ میں جو کچھ کہوں گا اس پر بے چون و چرا عمل کیا جائے۔ اس نے کہا "محترم! آپ کہتے ہیں تو میں اسے لیڈر تسلیم کر لیتا ہوں لیکن اس کی حماقت کی وجہ سے میں بھی مارا جاؤں گا۔"

"جب میں پیشین گوئی کر چکا ہوں کہ صبح تک منگیتر یہاں آجائے گا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس کو لانے والے بھی واپس آئیں گے، جو کہہ رہا ہوں، اس پر عمل کرو۔ اب یہاں سے جاؤ۔"

وہ ایک پرانی سی جیپ کار میں وہاں سے روانہ ہو گئے۔

رات کا ایک بج رہا تھا۔ اُن کی سوچ نے بتایا کہ وہ ایک گھنٹہ بیس منٹ کے اندر دریائے آدالی کے اس ساحلی علاقے مون شور تک پہنچ جائیں گے۔ اُن کے جانے کے بعد محلے کے کتنے ہی گھروں سے عورتیں اپنے اپنے ہاتھوں میں ٹرے اور پلیٹیں اٹھا کر میرے پاس آنے لگیں۔ سب اپنے گھر سے کھانے کو کچھ نہ کچھ لا رہی تھیں۔ اِدھر میری بوڑھی میزبان خاتون نے میرے لیے گرما گرم کھانا تیار کیا تھا۔ میں نے سب سے معذرت چاہتے ہوئے کہا۔" میں جس کے ہاں مہمان ہوں، اس میزبان کا حق پہلا ہے۔ لہٰذا پہلے اس گھر کا کھانا کھاؤں گا۔"

بزرگ نے کھانے میں میرا ساتھ دیا۔ اس کے بعد میں نے کہا۔" ایک گھنٹہ گزر چکا ہے۔ وہ جوان مون شور تک پہنچنے والے ہیں۔ لہٰذا مجھے مراقبے میں جانا ہو گا تاکہ میں اُن کے متعلق معلومات حاصل کرتا رہوں۔"

میری فرمائش پر مجھے تنہا چھوڑ دیا گیا۔ میں نے دروازے کو بند کیا۔ پھر ایزی چیئر پر آرام سے بیٹھ گیا۔ خیال خوانی کرنا چاہتا تھا، اسی وقت بوڑھی میزبان خاتون کمرے میں آئیں تاکہ پلیٹیں سمیٹ کر لے جائیں۔ مجھے دیکھ کر وہ ممتا سے مسکرائیں۔ اُن کی آنکھوں سے گہرا کرب چھلک رہا تھا۔ اگر آنکھیں نہ بتاتیں تب بھی میں آنکھوں میں جھانک کر دیکھ سکتا تھا۔ وہ اندر سے تقریباً ٹوٹ چکی تھیں۔ فقط حوصلے سے دونوں پاؤں پر کھڑی ہوئی تھیں، چل رہی تھیں۔ ایک مسلمان میزبان خاتون کا فرض انجام دینے کے لیے میری خدمت کرنے کے لیے اپنے دکھوں سے لڑ رہی تھیں۔

میں مجبور تھا۔ بہت مجبور تھا۔ میں کسی کے دُشمنوں سے لڑ سکتا تھا مگر کسی کی تقدیر سے نہیں لڑ سکتا تھا۔ میں نے لمبی سے ایک گہری سانس لی، پھر آنکھیں بند کر کے خیال خوانی کی پرواز شروع کر دی۔ میں کبھی کرسٹو فرمیکی کے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کر رہا تھا اور کبھی منگیتر کے دماغ میں پہنچ کر اس کی حالت کا اندازہ کر رہا تھا۔ وہ بے چارہ زخموں سے چُور تھا۔ اس میں اتنی سکت نہیں تھی کہ وہ اُٹھ کر اپنے پاؤں پر کھڑا رہ سکے لیکن زمین پر گھسٹ گھسٹ کر آہنی سلاخوں تک پہنچ جاتا تھا اور بڑے کرب سے سلاخوں کو مٹھیوں میں بھینچ کر آواز نکالنا چاہتا تھا مگر آواز لڑکھڑانے لگتی تھی۔ بول نہیں سکتا تھا۔ صرف چیخ کر رہ جاتا تھا۔

ان دنوں لبنانی مسلمانوں کے خلاف عیسائی ملیشیا اور اسرائیل کے یہودیوں نے خفیہ محاذ بنا رکھا تھا۔ یہودی، عیسائی ملیشیا کو مسلم ملیشیا اور دروز ملیشیا کے خلاف امداد دیتے رہتے تھے، اسی طرح عیسائی ملیشیا کے افراد یہودیوں کی لبنان کی جنوبی سرحدوں میں گھس آنے اور تخریبی کارروائیاں کرنے کے سلسلے میں خفیہ طور سے مدد کرتے تھے۔ آن پناہ گزین فلسطینی مسلمانوں کی نشاندہی کرتے تھے جو یہودیوں کے خلاف سرگرم عمل رہا کرتے تھے۔ اسی سلسلے میں اس کو بھی گرفتار کر کے اُنھوں نے غیر قانونی طور پر ایک کھنڈر نما مکان میں قید کر رکھا تھا۔ اس مکان کے چاروں طرف چار مسلح عیسائی ملیشیا کے افراد پہرہ دے رہے تھے۔ اندر دو آدمی تھے جن کی آوازوں اور لب و لہجے کو میں گرفت میں اس طرح لے چکا تھا کہ وہ کئی بار اس کے پاس آ چکے تھے اور اُنھوں نے اُسے وارننگ دی تھی کہ صبح تک اُس نے زبان دکھولی اور اپنے چھاپا مار ساتھیوں کی نشاندہی نہ کی تو اُسے گولی ماردی جائے گی۔

وہ جوان وہاں پہنچ گئے۔ اس کھنڈر نما مکان سے تقریباً ایک فرلانگ کے فاصلے پر رک گئے۔ چاندنی رات میں وہ مکان دور سے نظر آ رہا تھا۔ ذرا اُونچائی پر تھا، اس لیے واضح طور پر دیکھا جا سکتا تھا۔ میں چھ مسلح پہرے داروں کی ایک ایک پوزیشن سے واقف تھا۔ دلبر نے کہا "یہاں سے ہم رینگتے ہوئے چلیں گے۔ جہاں میں کہوں تم اُدھر جانا۔ تمھیں ایک مسلح پہرے دار نظر آئے گا۔ کوشش یہ کرنا کہ فائرنگ کی نوبت نہ آئے۔ چپ چاپ اُسے پیچھے سے دبوچ لیا جائے۔ اس طرح دوسرے پہریدار ہوشیار نہیں ہوں گے۔ ہم ان کی غفلت میں ہی ان کو آسانی سے مار کر اپنے ساتھی کو لا سکتے ہیں۔"

وہ اپنے لیڈر ساتھی کی ہدایت کے مطابق کبھی ہاتھوں کے اور گھٹنوں کے بل چل رہا تھا۔ کبھی جھک جھک کر دوڑتا جا رہا تھا۔ اس طرح وہ مکان کے بالکل قریب پہنچ گئے۔ وہ حیران تھا کہ دلبر اتنی دانش مندی سے کیسے مشورے دے رہا ہے۔ واقعی اس مکان کے آس پاس چھ مسلح پہرے داروں کے علاوہ بے شمار دُشمن ہو سکتے تھے۔ دانش مندی یہی تھی کہ فائرنگ کی نوبت نہ آنے دی جاتی۔

بہر حال وہ دلبر کی ہدایت پر عمل کرتا ہوا اس کی بتائی ہوئی جگہ پر پہنچا۔ مکان کے دائیں طرف ایک مسلح جوان کھڑا ہوا نظر آیا۔ وہ سر جھکائے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کی آڑ میں سگریٹ سلگا رہا تھا۔ اس جوان نے اچانک ہی پیچھے سے جا کر اُسے دبوچ لیا۔ ایک ہاتھ سے اس کی گردن پر نیک لاک لگایا تھا۔ میں کوشش کر رہا تھا کہ اس پہرے دار کے حلق سے آواز نہ نکلے۔ جب اس جوان نے ریوالور کے دستے سے اس کے سر پر ایک ضرب لگائی، تب میں نے دُشمن پہرے دار کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اس کے بعد پے در پے سر پر ریوالور کی ضربیں اس طرح لگائی گئیں کہ وہ دوبارہ اُٹھ نہ سکا۔ میں نے دلبر کے پاس پہنچ کر دیکھا، وہ آہستہ آہستہ زمین پر رینگتا ہوا ایک پہرے دار کے قریب پہنچ رہا تھا۔ دوسرے لفظوں میں اب میں اس پہرے دار کی طرف جا رہا تھا۔ میرے دائیں ہاتھ میں چاقو تھا۔ ریوالور کو جیب میں رکھ لیا تھا۔ پھر میں نے اس پہرے دار پر چھلانگ لگائی۔ ——— اُس کی گردن کو پیچھے سے دبوچتا ہوا اُسے لے کر لڑھکتا ہوا زمین پر ذرا دور تک گیا۔ پھر میں نے وہ خنجر اس کے سینے میں اُتار دیا۔ اس کے حلق سے آواز نکلنے کا موقع ہی نہیں دیا۔

چاندنی رات میں چھپے ہوئے دُشمن اُنھیں دیکھ سکتے تھے۔ اس لیے میں بڑی احتیاط سے کبھی دلبر کے پاس اور کبھی اُس کے ساتھی کے پاس جاتا تھا۔ اُنھیں ایسے عمل پر مجبور کرتا تھا جس سے اُن کی موجودگی کا کسی کو پتا نہ چلے، ذرا سی آہٹ بھی نہ ملے۔ پندرہ منٹ کے اندر اُنھوں نے چار مسلح پہرے داروں کو ختم کر دیا۔ اندر دو پہرے دار رہ گئے تھے۔ اُن میں سے بھی ایک ختم ہو گیا۔ دوسرا رہ گیا تھا۔ وہ قیدی کے پاس آخری وارننگ دینے گیا تھا۔ دلبر نے اپنے ساتھی سے کہا "میں اس تنہا شخص سے نمٹ لوں گا تم واپس جاؤ اور اپنی جیپ لے کر ادھر چلے آؤ۔ جلدی کرنا ورنہ دیر ہوئی تو ہم اپنے ساتھی کو لے جا نہیں سکیں گے۔"

اس کے ساتھی نے اُسے واقعی لیڈر تسلیم کر لیا تھا۔ اس کے حکم کے مطابق وہاں سے کبھی رینگتا ہوا اور کبھی جھک جھک کر دوڑتا ہوا اپنی جیپ کی طرف جانے لگا۔ جب وہ کچھ دور نکل گیا تو میں دلبر کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ ویسے وہ دماغی طور پر خود حاضر تھا لیکن یہ محسوس کر رہا تھا کہ اُس سے دانش مندانہ حرکتیں سرزد ہو رہی ہیں اور وہ ضرورت سے کچھ زیادہ دلیر بن گیا ہے۔ یہ دلیری اس کا حوصلہ بڑھا رہی تھی۔ وہ اس کمرے کی طرف جا رہا تھا جہاں آہنی سلاخوں والا دروازہ تھا۔ دروازے کے پاس کھڑا ہوا مسلح پہرے دار محبوب سے کہہ رہا تھا "ایک ہی بار ملنے والی زندگی پر غور کرو۔ یہ بار بار نہیں ملے گی۔ صبح ختم ہو جاؤ گے تو تمھارے لیے یہ ساری دُنیا ختم ہو جائے گی۔ پھر یہ کس کام کی زندگی ہماری بات مان لو۔ ساری عمر عیش کرو گے۔ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک سیر و تفریح کرو گے۔ دنیا کا ہر عیش و آرام تمھیں میسر ہو گا۔"

محبوب سلاخوں کو تھام کر کھڑے ہونے کی کوشش کر رہا تھا

لیکن اتنا دم خم نہیں رہا تھا۔ وہ اس کی باتیں سن کر نفرت سے اس پر تھوکنا چاہتا تھا۔ اس کے منہ سے تھوک نکلا ضرور لیکن رال کی صورت میں باچھوں سے بہہ گیا۔ اس بے چارے کی حالت بہت ہی نازک تھی۔ یوں لگتا تھا صبح گولی مارنے سے پہلے ہی مر جائے گا۔

وہ مسلح پہرے دار آگے کچھ نہ کہہ سکا۔ اس سے پہلے ہی دلبر نے پیچھے سے اس کے سر پر ایک زوردار ضرب لگائی تھی۔ وہ نپے تُلے انداز میں حملے کرتا ہوا یہاں تک پہنچا تھا۔ اس کا ہر حملہ کامیاب رہا تھا۔ پہرے دار ذرا جی دار تھا۔ اتنی سخت ضرب لگنے کے باوجود اس کی طرف پلٹ گیا۔ مقابلہ کرنے لگا۔ دلبر تنہا نہیں تھا۔ میں اس کے اندر رہ کر مقابلہ کر رہا تھا۔ ذرا دیر بعد ہی میں نے اُسے بھی ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا۔ اس کی جیب سے چابیاں نکال کر آہنی دروازے کو کھولا۔ پھر قیدی کو اپنی پیٹھ پر لاد کر وہاں سے دوڑتا ہوا مکان کے باہر جانے لگا۔ جیپ کار کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ جب دلبر اُسے پیٹھ پر لادے جیپ کی طرف جا رہا تھا تو اس کا ساتھی مُردہ پہرے داروں کی اسٹین گنیں وغیرہ سمیٹ کر جیپ میں رکھ رہا تھا تاکہ وہ ہتھیار آئندہ کام آ سکیں۔

اور وہ یقیناً اُن کے کام آئے۔ جیپ کار کی آواز رات کے سناٹے میں دور تک گئی تھی۔ اس مکان کے آس پاس جو دُشمن آرام کر رہے تھے وہ چونک پڑے تھے لیکن انھیں دیر ہو گئی تھی۔ اس وقت تک دلبر جیپ کار ڈرائیو کرتا ہوا جا رہا تھا۔ پیچھے اس کا ساتھی اسٹین گن لے کر بیٹھ گیا تھا۔ مون شور کے علاقے میں ہلچل مچ گئی تھی۔ کئی گاڑیاں تعاقب میں آ رہی تھیں لیکن جیپ کار کے پچھلے حصے سے اسٹین گن سے فائرنگ ہونے لگی تو تعاقب کرنے والے احتیاطاً ذرا پیچھے رہ گئے۔ وہ جان بوجھ کر فائرنگ کی زد میں نہیں آ سکتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تعاقب کرنے والے پیچھے ہی رہ گئے۔ مون شور کے علاقے سے باہر وہ جوابی فائرنگ نہیں کر سکتے تھے اور نہ ہی دلبر کا ساتھی اب فائرنگ کر سکتا تھا۔ آگے بیروت کی حدود میں قانوناً باز پرس ہو سکتی تھی۔ بہر حال وہ بڑی کامیابی سے قیدی کو لے کر حدیقہ کے مکان کے سامنے پہنچ گئے۔ پورے محلّے میں جیسے رت جگا منایا جا رہا تھا۔ سب اپنے مجاہد کی واپسی پر خوش بھی تھے اور حیران بھی ہو رہے تھے۔

کچھ لوگ منگیتر کو ہاتھوں ہاتھ اٹھا کر حدیقہ کے مکان کے ایک کمرے میں لے گئے۔ وہ آنکھیں بند کیے بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا۔ اس کے ساتھی اُسے مخاطب کر رہے تھے۔ طرح طرح کے مختصر سوالات کر رہے تھے۔ حدیقہ چادر میں لپٹی ہوئی چپ چاپ کھڑی تھی۔ ابھی اس نے زبان نہیں کھولی تھی۔ کیونکہ پہلے اپنے منگیتر کی آواز سننا چاہتی تھی۔ ابھی اس نے چہرے سے نقاب نہیں اٹھایا تھا۔ اس کی قسم تھی کہ منگیتر اپنے ہاتھوں سے اس کا نقاب اٹھائے گا۔

ڈاکٹر کے آنے کے بعد اس کی حالت سنبھل سکتی تھی۔ میں تھوڑی دیر کے لیے دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ صبح کے چار بج چکے تھے۔ اب تب میں اذان ہونے والی تھی۔ مجھے چائے کی طلب محسوس ہو رہی تھی۔ میں نے سوچا، خود کچن میں جا کر بناؤں لیکن اس سے پہلے میزبان خاتون کے متعلق معلوم تو کر لوں کہ وہ سو رہی ہیں یا ابھی تک امیری خدمت کے لیے بیدار ہیں۔

میں نے اُن کے دماغ میں جھانکنے کی کوشش کی تو میرے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ میں اپنی جگہ سے اُٹھ کر تیزی سے چلتا ہوا خاتون کے کمرے میں پہنچا۔ وہ اپنے بستر کے سرہانے نیم دراز تھیں ایک ہاتھ سینے پر رکھا ہوا تھا اور اس ہاتھ اور سینے کے درمیان بیٹے کی تصویر تھی۔ انھوں نے بیٹے کو دل کی دھڑکنوں سے لگایا تھا اور دھڑکنوں کی زبان سے پوچھا تھا "میرے بچے تم کب آؤ گے؟ کب میرا انتظار ختم ہو گا؟"

خاتون کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ دھڑکنیں تھم چکی تھیں اور انتظار ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو چکا تھا۔

ہماری دنیا میں محبت کے کیسے کیسے رشتے جنم لیتے ہیں اور محبت کے کیسے کیسے مقدس رشتے فنا ہو جاتے ہیں۔ جب میں پیدا ہوا تو میری والدہ کا انتقال ہو گیا تھا۔ میں نے ماں کا چہرہ نہیں دیکھا۔ آج بڑی مدت کے بعد میں نے ایک ماں کا چہرہ دیکھا تھا۔ جس نے مجھے بیٹا کہا تھا۔ آج ایک ماں پھر مجھے اس دنیا میں چھوڑ کر چلی گئی تھی۔

دروازے پر دستک ہونے لگی۔ میں نے بیرونی دروازے پر پہنچ کر اُسے کھولا۔ جلیل القدر بزرگ کتنے ہی لوگوں کے ساتھ آئے تھے۔ سب خوش ہو کر میری تعریفیں کر رہے تھے۔ میں نے ہاتھ اٹھا کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ پھر بزرگ سے کہا "میں بڑے افسوس کے ساتھ کہہ رہا ہوں، میری میزبان خاتون کو بیٹے کے غم نے کھا لیا ہے اب وہ اس دنیا میں نہیں رہیں۔"

میری باتیں سُن کر سب کے مسرت بھرے چہرے جھک گئے۔ سب اُداس ہو گئے۔ کچھ لوگ ان بزرگ کے ساتھ تیزی سے مکان میں داخل ہوئے اور خاتون کے بیڈ روم کی طرف جانے لگے۔ میں اپنے کمرے میں ایک طرف بیٹھا رہا۔ تھوڑی دیر بعد ہی حدیقہ میرے سامنے پہنچ گئی۔ وہ اُسی طرح چادر میں چھپی ہوئی تھی۔ اس نے میری طرف ایک پرچی بڑھائی۔ میں نے اسے کھول کر پڑھا

لکھا تھا: "خدا اور رسولؐ کے بعد آپ میرے لیے سب سے زیادہ محترم ہیں۔ آپ نے مجھے وہ خوشی دی ہے، جس کا صلہ شاید مرتے دم تک نہ دے سکوں۔ آپ کی مہربانیوں سے میرا منگیتر میرے گھر تک پہنچ گیا ہے لیکن وہ چپ ہے۔ اس کی حالت بڑی نازک ہے۔ خدا کے لیے اپنے کسی بھی علم کو کام میں لائیے اور اسے بولنے اور سننے کے قابل بنایئے۔ میں اس کی آواز سُننا چاہتی ہوں۔ میں چاہتی ہوں، وہ آنکھیں کھول کر مجھ پر ایک نظر ڈالے، اپنی حدیقہ کو دیکھے۔ پلیز، کیا آپ میرے ساتھ میرے گھر تک چل سکتے ہیں؟"

میں اُسے پڑھنے کے بعد اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ حدیقہ آگے آگے تھی۔ میں کچھ لوگوں کے ساتھ اس کے پیچھے چل رہا تھا۔ جب اس کے مکان میں پہنچا تو وہاں ڈاکٹر آچکا تھا۔ اس کا معائنہ کرنے کے بعد ایک انجکشن لگا رہا تھا۔ اس نے ہمیں دیکھ کر کہا۔ "مجھے افسوس ہے، ان کی حالت بہت ہی نازک ہے۔ انھیں کسی اچھے اسپتال میں داخل کرانا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کو منظور رہا تو انھیں ایک نئی زندگی مل جائے گی۔"

میں منگیتر کے دماغ میں جھانک کر دیکھنے لگا۔ اس کا دماغ ڈوب رہا تھا۔ وہ کچھ سوچنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ دماغ میں دُھند چھائی ہوئی تھی۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ کہاں ہے اور کس حالت میں ہے؟

انجکشن کے بعد وہ ذرا توانائی محسوس کر رہا تھا۔ دماغ سے ہلکی ہلکی سی دُھند چھٹ رہی تھی۔ پھر وہ آہستہ آہستہ آنکھیں کھولنے لگا۔ حدیقہ فوراً ہی اس کے قریب پہنچ کر بیٹھ گئی۔ اس پر جھک گئی اس کا انداز کہہ رہا تھا کہ منگیتر کی زبان سے ایک لفظ ہی ادا ہو جائے۔ وہ حدیقہ نہ کہہ سکے، پیار سے حادی کہہ دے۔ پھر قسم ٹوٹ جائے گی۔ اس کے بعد وہ بولے گی۔ خوب بولے گی، منگیتر سے جُدا ہونے کے بعد ایک ایک لمحہ کیسے گزرا؟ وہ ایک ایک لمحے کی بات سُنائے گی۔

محبوب نے دیدے گھما کر اُسے دیکھا۔ چہرہ چھپا ہوا تھا۔ محبوب کے ہاتھ میں نقاب اٹھانے کی سکت نہیں تھی۔ حدیقہ نے اس کے ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔ اسے سہلانے لگی ——— گرمی پہنچانے لگی، لیکن ہاتھ سرد ہوتا جا رہا تھا۔ بے حس ہوتا جا رہا تھا۔ پھر اس ہاتھ کو ایک ہلکا سا جھٹکا لگا۔ حدیقہ کا دل دھک سے رہ گیا۔ اس جھٹکے کے ساتھ ہی منگیتر کا سر ڈھلک گیا تھا۔ آنکھیں ہمیشہ کے لیے بند ہو چکی تھیں۔

ڈاکٹر نے آگے بڑھ کر اس کا معائنہ کیا۔ پھر مایوسی سے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ "افسوس۔"

حدیقہ کے حلق سے ایک چیخ نکلی۔ شاید وہ اس کی آخری چیخ تھی۔ آخری چیخ کا مطلب یہ نہیں تھا کہ وہ بھی ختم ہو چکی تھی۔ وہ زندہ تھی لیکن اس نے اپنے منگیتر کے ساتھ ساتھ اپنی آواز کو ہمیشہ کے لیے مار ڈالا تھا۔ اب وہ کبھی نہیں بولے گی۔ منہ سے کبھی آواز نہیں نکالے گی۔ اس کی قسم جاری رہے گی۔

ہاں، قسم جاری تھی اس لیے چہرہ بھی چھپا رہے گا۔ وہ کبھی نقاب نہیں اٹھائے گی۔ کیونکہ نقاب اٹھانے والے ہاتھ اب اس دنیا میں نہیں رہے تھے۔

میں سر جھکا کر اس مکان سے باہر آگیا۔ اس علاقے میں پہنچ کر میں نے وہاں کے مسلمانوں کو بڑی خوشیاں اور بڑے حوصلے دیے تھے۔ ساتھ ہی ماتم بھی ہو رہا تھا۔ یہ میرے بس میں نہیں تھا تقدیر کو جو منظور تھا وہی ہو رہا تھا۔ ورنہ اپنی دانست کے مطابق اور اپنے علم کے مطابق میں نے بھرپور کوشش کی تھی۔ یہ ماننا پڑتا ہے، کاتبِ تقدیر کے آگے کوئی تدبیر کام نہیں آتی۔ ٹیلی پیتھی کی پرواز بھی دم توڑ دیتی ہے۔

میں اپنی میزبان مرحومہ کے مکان میں آگیا۔ صبح ہو رہی تھی۔ رات کو ایک ذرا پلک جھپکانے کا موقع نہیں ملا تھا اور آثار بتا رہے تھے کہ دن میں بھی سونے کا موقع نہیں ملے گا۔ ابھی مجھے سونیا، مرجانہ وغیرہ کے ساتھ خیال خوانی کے ذریعے بہت سا وقت گزارنا تھا۔ اس کے علاوہ کرسٹو فر میکی کا رول ادا کرنا تھا اور کرسٹو فر کو اس کی جگہ سے غائب کر دینا تھا۔

میں نے آئینے میں دیکھتے ہوئے لیلیٰ ثانی کے دماغ میں ذرا جھانک کر دیکھا۔ یہ جان کر حیرانی ہوئی کہ وہ تمام رات سو نہیں سکی تھی۔ زندگی میں پہلی بار اپنے مزاج کے خلاف بستر پر کروٹیں بدلتی رہی تھی۔ میں نے ایزل ہارڈی کی حیثیت سے جو خط چھوڑا تھا، اس خط کی تحریر نے اُسے الجھا کر رکھ دیا تھا۔ اُسے پورا یقین تھا کہ وہ فرہاد علی تیمور کے ساتھ اچھا خاصا وقت گزار چکی ہے۔ اس کے وجود سے انکار کرتے ہوئے کسی ایزل ہارڈی کو جبراً برداشت کرتی رہی تھی۔ اب وہ کسی طرح پرواز کرتے ہوئے بیروت پہنچنا چاہتی تھی۔ اُسے یقین تھا، یہاں مجھ سے ملاقات ہو سکے گی۔ اس کے لیے اس نے بار بار اپنے آفیسر سے بیروت جانے کا تقاضا کیا تھا۔ یہ تو پہلے ہی طے ہو چکا تھا۔ وہ دوپہر کی فلائٹ سے یہاں آنے والی تھی لیکن یہاں آنے کے بعد بھی مجھے پہچان نہیں سکتی تھی۔

آئینے میں میرے سامنے کرسٹو فر میکی کھڑا ہوا تھا۔ جب وہ یہاں آئے گی تو کرسٹو فر میکی کو دیکھے گی۔ شاید اس کے ساتھ وقت بھی گزارے گی جیسے ایزل ہارڈی کے ساتھ گزارا تھا۔ اس دنیا میں تقریباً سبھی اپنے چہرے پر کوئی نہ کوئی نقاب اوڑھے رہتے ہیں، کوئی دانستہ اور کوئی نادانستہ۔

حدیقہ نے قسم کھائی تھی، اس کے چہرے سے نقاب نہیں ہٹے گا اور میں نے طے کر لیا تھا کہ اپنے ساتھیوں کا دائرہ محدود کرنے کے لیے لیلیٰ ثانی کے سامنے میرے چہرے پر بھی کسی نہ کسی چہرے کا نقاب رہا کرے گا۔ وہ میرے سامنے آئے گی لیکن مجھے پہچان نہیں سکے گی۔ ایزل ہارڈی کی طرح یہاں بھی میرے ساتھ وقت گزارے گی۔ پھر اُسے تقدیر جانے کہاں لے جائے۔ مجھے کہاں پہنچا دے۔ ویسے جب بھی سامنا ہوگا میرا ایک نیا روپ ہوگا۔ وہ میرے ساتھ ہوگی مگر ساتھی سے بے خبر رہے گی۔

*

مرجانہ اور ربلبا موٹر بوٹ کے ذریعے جزیرہ یونانی رسس پہنچ گئے تھے۔ جزیرے میں داخل ہونے کے لیے جو کاغذات تیار کرائے گئے تھے، اُن کی رُو سے وہ مچھلیوں کے تھوک بیوپاری تھے اور اس جزیرے میں مال خریدنے آئے تھے، لیکن مرجانہ پہچان لی گئی تھی۔

سونیا نے صحیح مشورہ دیا تھا کہ اُسے اپنے اصلی رُوپ میں جانا چاہیے۔ میک اَپ کر کے جاتی، تب بھی اس کے ساتھ وہی سلوک کیا جاتا جو اس سے پہلے جمی فاؤنڈر اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ کیا گیا تھا۔

وہاں پہنچنے کے ایک گھنٹے بعد ہی یوگو ہنٹر اور اپالو اپنے دس مسلح ماتحتوں کے ساتھ گیسٹ ہاؤس میں پہنچ گئے۔ یوگو ہنٹر نے مرجانہ کے کاغذات اُس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "یہ کاغذات پڑھ کر مجھے حیرانی ہوئی۔ تم نے اپنا اصل نام لکھوایا ہے صرف مقصد غلط ہے کہ مچھلیاں خریدنے آئی ہو۔"

"اگر میں ایسا نہ لکھواتی تو جزیرے تک آنے کی اجازت نہ ملتی۔ میں نے سوچا، شاید میرا نام یہاں پہچانا نہیں جائے گا مگر تم نے پہچان لیا ہے۔"

"مس مرجانہ! دوسروں کی طرح تم بھی غلط فہمی میں مبتلا ہو کر یہاں آئی ہو۔"

"میں نہ تو کبھی غلط فہمی میں مبتلا ہوئی ہوں نہ خوش فہمی میں۔ پہلے تصدیق کر لیتی ہوں پھر اُس طرف رُخ کرتی ہوں۔ صبح یہاں آئی ہوں۔ شام سے پہلے فرہاد علی تیمور اور اعلیٰ بی بی تک پہنچ کر بتاؤں گی۔"

اپالو نے ناگواری سے اپنی زبان میں کہا۔ "یہ عورت چیلنج کر رہی ہے۔ میں ایک ہاتھ جماؤں گا تو زمین میں دھنس جائے گی۔"

یوگو ہنٹر نے بھی مقامی زبان میں جواب دیا۔ "میں تمھیں سمجھا چکا ہوں کہ مرجانہ کیا چیز ہے! اس کے ساتھ بھی وہی سلوک کرنا ہوگا۔ ہم جمی فاؤنڈر کی طرح اسے بھی یہاں سے جانے پر مجبور کر دیں گے۔"

یہ کہہ کر اس نے مرجانہ کو دیکھا۔ پھر کہا۔ "میں جانتا ہوں تم بہت ضدی ہو۔ جب یہاں پہنچ گئی ہو تو آگے جانے کے لیے جبراً راستہ بناؤ گی۔ لہٰذا ہم تمھارے لیے راستہ کھول دیتے ہیں لیکن ہماری کچھ شرطیں ہیں۔"

"وہ کیا؟"

"پہلے تو اپنے کاغذات پر واپسی کے دستخط کر دو۔"

مرجانہ نے مسکرا کر کہا۔ "تاکہ یہ ظاہر ہو کہ میں اپنے ساتھی کے ساتھ یہاں سے جا چکی ہوں۔"

"یہاں ہم تمھاری حرام موت کے ذمے دار نہیں ٹھہرائے جائیں گے۔ یہ کاغذات ظاہر کریں گے کہ تم اپنے ساتھی کے ساتھ جا چکی ہو۔"

"دوسری شرط کیا ہے؟"

"پہلے کاغذات پر دستخط کرو پھر آگے بات ہوگی۔"

مرجانہ نے قلم لے کر مختلف کاغذات پر دستخط کر دیے۔ یوگو ہنٹر نے وہ کاغذات لے کر اپنے ایک ماتحت سے کہا۔ "مچھلیوں کے کاروباری صبح یہاں آئے تھے وہ جا چکے ہوں گے۔ جو نہیں گئے انھیں فوراً روانہ کر دو۔ جزیرے میں کوئی اجنبی نہیں رہے گا۔"

پھر اُس نے ایک ماتحت کو جزیرے کا نقشہ لانے کے لیے کہا۔ تھوڑی دیر میں ایک بڑا سا نقشہ سامنے میز پر بچھا دیا گیا۔ یوگو ہنٹر اس نقشے پر ایک جگہ انگلی رکھ کر بولا۔ "ابھی تم یہاں گیسٹ ہاؤس میں ہو۔ ہم اعتراف کرتے ہیں کہ فرہاد اور اعلیٰ بی بی ہماری قید میں ہیں۔ تمھیں ان کے پاس پہنچنے کے لیے ان راستوں سے گزرنا ہوگا۔ اِدھر کہیں دلدل ہے۔ کہیں دریا اپنی گہرائی کے ساتھ بہتا ہے اور پُرخطر جنگلات بھی ہیں۔ جب تم یہاں سے نکل کر تقریباً ایک میل کا فاصلہ طے کر لو گی تو تمھارے پیچھے شکاری کتے چھوڑ دیے جائیں گے۔ اب فرہاد تک پہنچنا یا نہ پہنچنا تمھارے مقدر کی بات ہے۔"

اس نے اپنے ایک ماتحت کو اشارہ کیا۔ دو ماتحتوں نے آگے بڑھ کر رسی کا ایک بڑا بنڈل مرجانہ اور ربلبا کے سامنے رکھ دیا۔ چند ہتھیار رکھے جن میں سے ایک لمبے پھل کا چاقو تھا۔ دوسرا درانتی نما ہتھیار تھا۔ مرجانہ اور ربلبا نے اپنے لیے ایک ایک ہتھیار کا انتخاب کیا۔ ربلبا نے رسیوں کے بنڈل کو اپنے شانے پر لاد

لیا۔ میں نے مرجانہ کو چپکے سے ایک مشورہ دیا۔ وہ بولی "مسٹر یوگو ہنٹر! ہم نے تمہاری تمام شرائط مان لیں۔ اس لیے کہ ہم ضرورت مند ہیں۔ کیا تم ہماری ایک شرط تسلیم کرو گے؟"

"وہ کیا؟"

"ہم دس منٹ بعد یہاں سے روانہ ہوں گے۔ میں چاہتی ہوں، ہماری روانگی کے وقت آس پاس کوئی نہ رہے۔ کیا تم اپنے تمام ماتحتوں کے ساتھ یہاں سے کم از کم دو سو گز کی دوری پر جا سکتے ہو۔ تاکہ ہم اپنے منصوبے کے مطابق یہاں سے نکل سکیں۔"

یوگو ہنٹر نے ہنستے ہوئے کہا "تم دو سو گز کہتی ہو، ہم دو سو میل دور چلے جائیں گے لیکن خونخوار کتے اس جزیرے کے آخری سرے تک تمہاری جان نہیں چھوڑیں گے۔"

وہ سب وہاں سے جانے لگے۔ یوگو ہنٹر اپنی جیپ کے پاس آیا۔ تاکہ وہاں سے چابی نکال کر جیب میں رکھ لے۔ جب وہ چابی نکال کر رکھنے لگا تو میں نے اُسے کھانسنے پر مجبور کیا۔ وہ کھانستے کھانستے یوں جھکا کہ ہاتھ میں پکڑی ہوئی چابی کو سیٹ پر رکھ کر سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اپنے سینے کو سہلاتے ہوئے پلٹ کر اپالو سے بولا "پتا نہیں یہ اچانک کھانسی کہاں سے شروع ہو گئی؟"

وہ دونوں وہاں سے دور جانے لگے۔ اپالو نے مقامی زبان میں کہا "مرجانہ کی یہ شرط میری سمجھ میں نہیں آئی۔ دس منٹ تک وہ ہمیں اپنے سے دور کیوں رہنے کے لیے کہہ رہی ہے۔ تم نے چابی اپنی جیب میں رکھ لی ہے نا؟"

میں اس کے دماغ پر قابض تھا۔ بھلا وہ انکار کیسے کرتا۔ اس نے کہا "چابی میری جیب میں ہے۔ اتنا احمق نہیں ہوں کہ اُسے جیپ کار لے جانے کا موقع دوں۔"

وہ وہاں سے دور ہوتے چلے گئے۔ میں نے مرجانہ سے کہا "تمہارے لیے راستہ صاف ہے۔ جیپ کی چابی اس کی ڈرائیونگ سیٹ پر رکھی ہوئی ہے۔ ایک بات یاد رکھو، راستہ سیدھا ہے مگر آسان نہیں ہے۔ کتے ہر حال میں تعاقب کریں گے۔ جیپ کار کی رفتار اور کتوں کی رفتار میں کتنا فرق ہے، یہ آنے والا وقت بتائے گا۔ اس کے علاوہ یہ بھی یاد رکھنا کہ یوگو ہنٹر کے ہاتھ سے وہ جیپ نکل جائے گی تو وہ اور اپالو اپنے ہیلی کاپٹر میں تمہارا تعاقب کریں گے۔ یعنی نیچے خوں خوار کتے ہوں گے اوپر ہیلی کاپٹر سے فائرنگ ہوتی رہے گی، اب حالات کا اندازہ خود کر لو اور جیپ تک جلد سے جلد پہنچو۔"

اس نے بلبا کو دیکھا، پھر کہا "آؤ ہم ثابت کریں کہ زندگی کس طرح موت سے کھیلتے کھیلتے خود کو آخری سانس تک قائم رکھتی ہے۔"

وہ گیسٹ ہاؤس سے نکل گئے۔ میں سمجھ رہا تھا، وہ کتنا خطرناک کھیل کھیلنے جا رہی ہے۔ اگر وہ خوں خوار کتوں اور ہیلی کاپٹر سے حملہ کرنے والوں سے خود کو بچا کر اس مکان تک لے بھی جاتی تو یوگو ہنٹر کے دماغ کو میں پڑھ چکا تھا۔ اپالو نے اس سے کہا تھا، آخری وقت جب وہ ہاتھ نہیں آئے گی تو خونخوار شیروں کے پنجرے کھول دیے جائیں گے۔

یہ وہ لمحات ہوتے جب میری ٹیلی پیتھی بھی کام نہ آتی۔

*

اصولاً مجھے مرجانہ اور بلبا کا ذکر کرتے رہنا چاہیے کیوں کہ وہ ایک سنسنی خیز سچویشن سے دوچار ہیں لیکن حسبِ وعدہ موجودہ قسط کے سو صفحات پورے ہونے والے ہیں۔ اس قسط کے اختتام تک مجھے داستان کے ان تمام پہلوؤں کو سمیٹنا ہے جنھیں میں نے جاری رکھا ہے۔ ایک پہلو تو میرا اور لیلیٰ ثانی کا ہے جسے میں ایک دلچسپ موڑ پر لے آیا ہوں۔ دوسرا پہلو مرجانہ اور بلبا سے متعلق ہے۔ وہ ایک نہایت ہی سنسنی خیز ڈرامائی سچویشن سے گزر رہے ہیں۔ اب تیسرا پہلو سونیا اور رسونتی کا ہے۔ ان دونوں کے سامنے ایک تیسری ہستی آ رہی ہے اور ان تینوں کی وجہ سے میری داستان ایک نہایت ہی عجیب و غریب اور جذباتی موڑ پر پہنچ رہی ہے۔

رسونتی دہلی پہنچنے کے بعد ائیر انڈیا کے ایک طیارے سے کٹھمنڈو پہنچ گئی تھی۔ اس طیارے میں اس کے یہودی محافظوں کے علاوہ سونیا بھی موجود تھی۔ رسونتی سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ قائم ہوتا رہتا تھا۔ سونیا نے اُسے اچھی طرح سمجھا دیا تھا۔ "کٹھمنڈو پہنچ کر میں اپنی ٹیم کے ساتھ ایک مقامی ہوٹل میں قیام کروں گی لیکن تم پر کڑی نظر رکھوں گی۔ میرے منصوبے کے مطابق تم یہاں سے انا میریا کے روپ میں جاؤ گی۔ اس کا ماسک میرے چہرے پر موجود ہے۔ یہ ماسک میں تمہارے چہرے پر لگا دوں گی۔ میک اپ کے ذریعے مکمل انا میریا بناؤں گی۔ تم مجھ سے یا انا میریا سے قد میں دو انچ چھوٹی ہو لیکن فرق نہیں پڑے گا۔ صرف یہاں سے نکل جانا ہے۔ اتنی دیر میں کوئی تمہارے قد پر توجہ نہیں دے سکے گا۔"

رسونتی نے کہا "میں اپنے ان سیکرٹ سروس کے ساتھیوں کے دماغوں میں پہنچ چکی ہوں۔ تم جس کو کنٹرول کرنے کے لیے کہو گی، خیال خوانی کے ذریعے اُسے اپنے قابو میں کر لوں گی۔ دو سیکرٹ ایجنٹ فرہاد کی مٹھی میں رہے گا۔ باقی دو سے تم نمٹ لو گی۔ یہ تمہارا منصوبہ ہماری ٹیلی پیتھی اور تمہاری صلاحیتوں کے ذریعے قابلِ عمل ہے۔ انشاء اللہ میں جلد ہی یہاں سے نکل کر تم لوگوں کی پناہ میں پہنچ جاؤں گی۔"

کٹھمنڈو پہنچنے کے بعد رسونتی دربار اسکوائر کے علاقے میں گئی تاکہ کستھا منڈپ مندر میں جائے۔ حالاں کہ اب وہ مندروں اور پوجا پاٹ کی طرف مائل نہیں تھی۔ اس کی دوبارہ ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں نے اُسے ہماری طرف مائل کر دیا تھا لیکن یہودیوں کو یہی بتایا گیا تھا کہ رسونتی اپنے پیدائشی مقام تک جائے۔ اُسے وہاں کا ماحول ملے، وہاں کے مندروں میں جاتی رہے تو شاید ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں واپس آ جائیں۔ لہٰذا اپنے سیکرٹ سروس کے محافظوں کو مطمئن کرنے کے لیے وہ کستھا منڈپ مندر کے سامنے پہنچی جہاں اس نے اپنا بچپن گزارا تھا۔

اس مندر سے اس کے ماضی کی ایک دلچسپ داستان وابستہ ہے۔ اُسے میں آئندہ بیان کروں گا تاکہ رسونتی کا ماضی میرے پڑھنے والوں کے ذہن میں رہے۔ اس وقت میں رسونتی یا سونیا کے دماغ میں نہیں تھا۔ اصولاً مرجانہ اور بلبا کے ساتھ تھا۔ کیونکہ وہ خطرات میں گھرے ہوئے تھے۔ بہرحال اُدھر رسونتی جب اپنے لوگوں کے ساتھ کستھا منڈپ کے سامنے پہنچی تو اس کے محافظ اُس سے بہت دور تھے۔ سونیا بھی دور ہی تھی مگر رسونتی کو اپنی نگاہوں میں رکھے ہوئے تھی۔

وہ مندر کی سیڑھیوں کے پاس آ کر رُک گئی۔ پوجا کرنے والی عورتیں اور مرد اکثر سیڑھیوں پہ آ کر بیٹھ جاتے تھے اور ایک دوسرے کو پرساد تقسیم کرتے تھے۔ وہیں ایک نہایت ہی حسین لڑکی نظر آئی۔ رسونتی اُسے دیکھ کر آگے نہ بڑھ سکی۔ اس میں عجیب سی کشش تھی۔ اتنی حسین عورت اس نے پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔ وہ اپنے حلیے سے ہندستانی نظر نہیں آتی تھی۔ کوئی غیر ملکی تھی۔ حیرانی کی بات یہ تھی کہ اس لڑکی کی گود میں ایک بچہ تھا۔ بیمار بچہ۔

وہ بچے کو یوں سینے سے لگائے ہوئے تھی، جیسے اس کا اپنا بچہ ہو۔ اس کی عمر، اس کا چہرہ، اس کی جسامت بتا رہی تھی کہ وہ شادی شدہ نہیں ہے۔ بھلا بچے کی ماں کیسے ہو سکتی تھی؟

رسونتی اس کے پاس آ کر ممتا کے جذبے سے بیٹھ گئی۔ اس نے پارس کو سینے سے لگا رکھا تھا۔ دوسرے بچے کو دیکھتے ہی پتا چل جاتا تھا کہ اُسے سوکھے کی بیماری ہے۔ اس نے پوچھا "بہن! تم کون ہو! یہ کس کا بچہ ہے؟"

اس حسینہ نے ایک گہری سانس لی۔ پھر کہا "یہ میرا ہے۔"

"کیا تمہاری شادی ہو چکی ہے؟"

اس نے سر اٹھا کر رسونتی کو دیکھا۔ کیسی بڑی بڑی پُرکشش آنکھیں تھیں۔ ان آنکھوں میں بلا کی گہرائی تھی۔ اس نے کہا۔ "مسئلہ یہ نہیں ہے کہ میں شادی شدہ ہوں یا بچے کی ماں ہوں یا نہیں۔ میرا مسئلہ اس بچے کی بیماری ہے۔ میں نے اس کا بہتیرا علاج کرایا۔ پتا نہیں اچانک یہ بیماری کیسے لگ گئی!"

رسونتی نے کہا "میں سمجھ گئی۔ تم انگریزی دواؤں سے مایوس ہونے کے بعد یہاں کسی وید راج سے علاج کرانے آئی ہو۔"

وہ بچے کو سینے سے لگا کر بولی "یہ میرے پاس کسی کی امانت ہے۔ اگر اسے کچھ ہو گیا تو میں اُسے منہ دکھانے کے لیے زندہ نہیں رہوں گی۔ جب آدمی دواؤں سے مایوس ہو جاتا ہے تو دعاؤں کی طرف آتا ہے۔ میں مندروں اور دوسری عبادت گاہوں میں جانے کی قائل نہیں ہوں، لیکن انقرہ میں ایک ہندوستانی نجومی نے بچے کو دیکھنے کے بعد یقین سے کہا ہے کہ اسے ماں کا دودھ مل جائے گا تو اس کی بیماری جاتی رہے گی۔"

رسونتی نے کہا "میں پہلے ہی سمجھ گئی تھی، تم ماں نہیں ہو۔ سچ سچ بتاؤ، بچے کی ماں کون ہے! کہاں ہے؟"

"میں کچھ نہیں بتا سکتی۔ بس اتنا جانتی ہوں کہ نجومی کی بات پر مجھے یقین کرنا پڑا۔ اس معصوم کو بچانے کا اور کوئی راستہ نہیں ہے۔ نجومی نے کہا، اگر میں نیپال پہنچ جاؤں اور یہاں کستھا منڈپ مندر کی سیڑھی پر بیٹھی رہوں تو اس بچے کو ماں کا دودھ مل جائے گا۔"

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی "میں نہیں جانتی کہ نجومیوں کی باتیں کس حد تک درست ہوتی ہیں۔ میں تو اس بچے کی خاطر ٹوٹ رہی ہوں۔ کوئی راستہ سجھائی نہیں دے رہا تھا، اس لیے یہاں سیڑھی پر آ کر بیٹھ گئی ہوں۔"

اس کی باتوں کے دوران رسونتی نے سمجھ لیا کہ یہ صحیح بات نہیں بتائے گی۔ اس کے دماغ کو کرید کر حقیقت معلوم کرنا چاہیے۔ اور اس بچے کی ماں کا پتا لگانا چاہیے۔ یہ سوچتے ہی وہ سوچ کی لہروں کے ذریعے اس کنواری ماں کے دماغ کو ٹٹولنے لگی۔ پتا چلا اس کا نام ثبانتہ ہے اور وہ فرہاد علی تیمور کی ہونے والی دلہن ہے۔

رسونتی کے لیے یہ چونکا دینے والی بات تھی لیکن اس سے بھی زیادہ چونکا دینے والی بات یہ تھی کہ اس کنواری ماں کی گود میں جو بچہ تھا، اس کا نام پارس تھا۔ پارس۔ اس کا اپنا پارس جسے اس نے جنم دیا تھا اور جنم دینے کے بعد اب تک بھول بھلیوں میں ایک فرضی پارس سے خود کو بہلاتی آئی تھی۔ آج ثبانتہ کے دماغ میں پہنچ کر وہ حقیقت کو سمجھ رہی تھی۔ ایک بار میں نے اس سے کہا تھا۔ رسونتی! یہودی تمہیں دھوکا دے رہے ہیں۔ تمہاری گود میں تمہارا اپنا بیٹا نہیں ہے۔ تمہارے بیٹے کو میں نے ایک محفوظ پناہ گاہ میں رکھا ہوا ہے لیکن اس نے میری بات پر یقین نہیں کیا تھا۔ یہ

بہت عرصہ پہلے کی بات ہے۔

اب اُسے یقین کرنا پڑا کیونکہ میں شبانہ کے دماغ میں نہیں تھا اس کا دماغ بالکل کورا، سچا تھا۔ جو کچھ اس کی سوچ کہہ رہی تھی کہ اس میں ذرہ برابر کھوٹ نہیں تھا، جھوٹ نہیں تھا، فریب نہیں تھا۔ وہ پارس کے متعلق بالکل سچ کہہ رہی تھی۔

اس کی گود میں فرہاد کا بیٹا پارس ہے۔ وہ پارس جو اپنی ماں سے جنم لینے کے بعد ہی جدا کر دیا گیا تھا۔

رسونتی ایک دم سے تڑپ گئی۔ شبانہ کو انقرہ میں ہندوستانی نجومی نے بتلایا تھا "اس کا علاج صرف ماں کا دودھ ہے۔ نیپال جاؤ۔ اسے دوا مل جائے گی۔"

رسونتی نے فرضی پارس کو سیڑھی پر بیٹھا دیا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ وہ تڑپ کر بولی "میرا بچہ میرا پارس، میرا لال۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے شبانہ کی گود سے پارس کو چھین لیا۔ اسے ممتا بھرے انداز میں سینے سے لگا کر ساری سے ڈھانپ دیا تاکہ کسی کی نظر نہ لگے۔ اکثر مائیں بچوں کو دودھ پلاتے وقت آنچل سے ڈھانپ دیا کرتی ہیں۔

یہ تو ہو گیا کہ رسونتی ایک مدت کے بعد اپنے اس بیٹے تک پہنچ گئی جسے اس نے جنم دیا تھا۔ آگے کیا ہونے والا تھا، یہ بات آگے آنے والی تھی لیکن دور کھڑی ہوئی سونیا پریشان ہو گئی کیونکہ رسونتی نے ممتا کے جذبے سے تڑپ کر بلند آواز سے کہا تھا "میرا بیٹا، میرا پارس، میرا لال" اور یہ کہہ کر اس نے ایک پرائی لڑکی کی گود سے اس بچے کو چھین لیا تھا۔ جسے اپنا بچہ سمجھ کر اتنے عرصے تک کلیجے سے لگاتے رکھا تھا، اسے سیڑھی پر بیٹھا دیا تھا۔ دوسرے بچے کو دودھ پلا رہی تھی۔ ایسا کیوں ہوا؟ یہ سیکرٹ سروس کے ایجنٹ دیکھ رہے تھے۔ سوچ رہے تھے۔ کچھ سمجھ رہے تھے۔

یقیناً اگر کوئی عورت یہ کہتی کہ میری گود کا بچہ تمھارا اپنا ہے، جسے تم نے جنم دیا ہے تو رسونتی کبھی یقین نہ کرتی۔ یقین تو صرف ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہو سکتا تھا۔ کیا رسونتی کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں واپس آگئی ہیں؟

یہ سوال یقیناً سیکرٹ سروس کے ایجنٹوں کے دماغوں میں چبھ رہا ہو گا۔

سونیا پریشان ہو کر سوچ رہی تھی، اگر عین وقت پر راز فاش ہو گیا تو رسونتی کو انا میریا کے روپ میں یہاں سے لے جانا تقریباً ناممکن ہو جائے گا۔

اور وہ یہودی سیکرٹ سروس ایجنٹ گہری ٹٹولتی ہوئی نظروں سے رسونتی کو دیکھ رہے تھے۔

سونیا کے لیے بڑی مشکل سچویشن تھی۔ وہ دور سیڑھیوں پر بیٹھی ہوئی رسونتی کو بھی دیکھ رہی تھی اور سیکرٹ سروس کے افراد کو بھی تاڑ رہی تھی۔ اگر یہودی سیکرٹ ایجنٹ رسونتی کی حقیقت کو جان لیتے تو پھر بات بنائی نہیں جا سکتی تھی، کیوں کہ رسونتی نے بلند آواز میں جذباتی ہو کر پارس کو "میرا بچہ، میرا لال، میرا پارس" اور جانے کیا کیا کہا تھا۔ اگر وہ اتنا ہی کہہ کر چپ ہو جاتی تو بات ڈھکی رہ سکتی تھی لیکن اس کے آنسو بھی بہتے جا رہے تھے۔ چہرہ ممتا کی دمک سے تمتما رہا تھا۔ وہ رہ رہ کر اپنے پارس کو سینے سے لگائے بھینچ رہی تھی۔ ماں کے سینے سے ممتا کا چشمہ پھوٹ رہا تھا، اور جب چشمہ پھوٹ پڑتا ہے تو پھر وہ سنگلاخ چٹانوں کو توڑتا ہوا اپنا راستہ بناتا چلا جاتا ہے۔ پھر وہ کسی سمت کی پروا نہیں کرتا۔ رسونتی کو بھی دوست یا دشمن کسی کی بھی پروا نہیں تھی۔

جیسا کہ میں نے کہا ہے، میں وہاں خیال خوانی کے ذریعے موجود نہیں تھا۔ میرا مرجانہ اور ربلیا کے ساتھ رہنا نہایت ضروری تھا — وہ بڑے ہی پُرخطر حالات سے گزر رہے تھے۔ اِدھر صرف سونیا ہی اچانک بدلنے والے حالات پر قابو پا سکتی تھی۔ یہودی سیکرٹ ایجنٹوں کے متعلق میں نے بعد میں جو معلومات حاصل کیں، وہ یہ تھیں کہ انھوں نے بھی رسونتی کی زبان سے پارس کا نام سُن لیا تھا مگر ان سے یہ کہا جاتا کہ اس بیمار بچے کا رسونتی سے کوئی تعلق نہیں ہے، وہ صرف ہمدردی کے طور پر اسے اپنا دودھ پلا رہی ہے، تو وہ ہرگز یقین نہ کرتے۔ رسونتی ممتا بھرے انداز میں تڑپ تڑپ کر کئی بار اسے "میرا بچہ" کہہ چکی تھی۔

وہ اپنے آپ کو کوس رہی تھی اور بڑبڑانے کے انداز میں کہہ رہی تھی "ہائے، میں کیسی بدنصیب ہوں۔ اتنی مدت سے میرا بچہ جانے کہاں کہاں بھٹکتا رہا، کس کس کی گود میں رہا۔ یقیناً فرہاد نے اسے حفاظت سے رکھا ہو گا لیکن اسے وہ ممتا تو نہیں دے سکتا تھا، اسے ماں کا وہ پیار تو نہیں دے سکتا تھا، جو آج اسے مل رہا ہے۔"

قریب ہی سیڑھیوں پر بیٹھی ہوئی شبانہ اس کا منہ تک رہی تھی کیونکہ رسونتی اپنی مادری زبان میں بڑبڑا رہی تھی۔ شبانہ وہ زبان نہیں سمجھتی تھی، اس کے برعکس ان چار یہودی سیکرٹ ایجنٹوں میں سے دو ایجنٹ یہ زبان سمجھتے تھے۔ وہ آہستہ آہستہ اس کے قریب آگئے تھے اور اس کی بڑبڑاہٹ صاف طور پر سُن رہے تھے۔

اِدھر سونیا پریشان تھی۔ رسونتی اس سے کافی فاصلے پر تھی۔ اگر وہ اشارہ کرتی تب بھی وہ ممتا کے جذبوں میں اتنی ڈوب گئی تھی کہ کسی اور طرف دھیان نہیں دے سکتی تھی۔

رسونتی کے ساتھ بطور باڈی گارڈ آنے والے سیکرٹ ایجنٹوں کے لیڈر کا نمبر ون ادنائین تھا۔ وہ اسی نمبر سے پکارا جاتا تھا۔ دوسری

ادھیڑ عمر کی ایجنٹ عورت کا نمبر سیون سیون تھا۔ وہ اپنے ساتھی کا بازو تھام کر بولی "ون ادنائین! کیا اس وقت رسونتی کی گود میں اس کا اپنا ہی پارس ہے؟"

اس نے جواب دیا "میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔ یقیناً یہ اصلی پارس ہے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ پارس پیدا ہوتے ہی ماں سے جُدا کر دیا گیا تھا۔ اب تک اسکی گود میں ایک فرضی پارس پرورش پا تا رہا ہے۔"

سیون سیون آہستگی سے بولی "تم کسی بات کو اتنی تفصیل سے بیان نہ کیا کرو۔ کام کی بات سوچو۔ کام کی بات کرو۔ کیا رسونتی نے اپنے اصلی پارس کو پہچان لیا ہے؟ اگر پہچان لیا ہے تو کس طرح؟"

ون ادنائین نے اپنی ساتھی ایجنٹ کو چونک کر دیکھا اور کہا۔ "میں بھی یہی سوچ رہا ہوں، کیا اس لڑکی نے رسونتی کو بتایا ہے کہ بیمار بچہ اس کا اصلی بیٹا ہے؟"

"اگر اس لڑکی نے بتایا ہے تب بھی رسونتی یقین نہ کرتی۔ فرہاد نے ہمارے اندازے کے مطابق بار بار رسونتی کو اصلی اور فرضی پارس کے متعلق بتایا ہو گا لیکن رسونتی اسی فرضی پارس کو سینے سے لگائے رہی۔ اسی کو اپنا بیٹا سمجھتی رہی پھر اچانک ایک اجنبی لڑکی کی باتوں پر کیسے یقین کر لیا؟"

"یہ ایک اہم نکتہ ہے اور اس نکتے پر جتنا بھی غور کیا جائے... بات یہی سمجھ میں آتی ہے کہ رسونتی نے خیال خوانی کے ذریعے اپنے اصلی پارس کو پہچانا ہے۔"

"دوسرا اہم نکتہ یہ ہے کہ رسونتی کی آنکھوں سے اس طرح آنسو بہہ رہے ہیں جیسے مدتوں سے بچھڑے ہوئے رشتے کو گلے لگاتے وقت بہتے ہیں۔"

"ایک اور اہم سوال پیدا ہوتا ہے۔ یہ بیمار بچہ اگر اصلی پارس ہے تو اس نوجوان لڑکی کی گود میں کیسے آیا؟ یہ لڑکی کون ہے؟ ذرا دیکھو تو، کس قدر حسین ہے۔ اس کی تعریف کرنے کا مقصد یہ نہیں ہے کہ میں شاعری کر رہی ہوں بلکہ صرف یہ بتا رہی ہوں کہ یہ شاہکار حسن بالکل بے داغ ہے۔ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ شادی شدہ نہیں ہے، پھر پارس یا وہ بیمار بچہ اس کی گود میں کہاں سے آیا؟ یہ لڑکی کہاں سے آئی ہے؟ کون ہے؟"

ون ادنائین نے کہا "ابھی ہم اپنے کچھ آدمیوں کو لڑکی کے پیچھے لگا دیں گے۔ ہمیں یقین ہے، بہت جلد اس کے متعلق تفصیلی معلومات حاصل ہو جائیں گی۔"

ون ادنائین اپنے نائب ایجنٹوں کی طرف چلا گیا ——

سیون سیون تیزی سے چلتی ہوئی رسونتی کے پاس آئی۔ پھر زینے پر بیٹھے ہوئے فرضی پارس کو اٹھا کر اپنے سینے سے لگا کر تھپکتے ہوئے کہا "ہائے ہائے، مادام! آپ نے اپنے پیارے پیارے بچے کو، جگر کے ٹکڑے کو اس طرح سیڑھی پر بٹھا دیا ہے، دیکھیے تو بیچارہ کیسا اداس ہو گیا ہے؟ آپ ہی کو دیکھے جا رہا ہے۔ بچے سال بھر کے بعد بڑے حساس ہو جاتے ہیں۔ اپنی ماں کو اور خاص طور پر اس کی ممتا کو خوب سمجھتے ہیں، اگر ماں کی گود میں کوئی دوسرا بچہ آجائے تو احساسِ کمتری میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ پلیز، اپنے بچے کو لیجیے۔"

سیون سیون بڑی چالباز تھی۔ جہاندیدہ عورت تھی۔ ایک ماں کے سامنے بڑی چالاکی سے بچوں کا موازنہ کر رہی تھی اور سمجھنا چاہتی تھی کہ رسونتی دونوں میں سے کسے ترجیح دے گی؟

اُدھر سونیا چاہتی تھی، کسی طرح رسونتی خیال خوانی کے ذریعے اس سے رابطہ قائم کرے۔ جب اس نے دیکھا کہ ممتا کا جذبہ اُسے ٹیلی پیتھی کی طرف مائل نہیں کرے گا تو وہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اُن کے قریب آنے لگی۔ اس وقت تک یوں بھی ان کے آس پاس اچھی خاصی بھیڑ لگ گئی تھی۔ مندر میں آنے جانے والے پجاریوں اور عام پوجا کرنے والوں کو رسونتی کے آنسوؤں نے متاثر کیا تھا۔ کچھ جوان اور منچلے قسم کے بھگوان بھگت تھے، جو شبانہ کو دیکھ کر ٹھٹک جاتے تھے۔ اُسے نظر بھر کر دیکھنا چاہتے تھے۔ اس کے سراپا اور چہرے کے دلکش نقوش میں مشرقی اور مغربی حسن کا ایک دلفریب امتزاج تھا۔ بہر حال سونیا کو انا میریا کی حیثیت سے اس بھیڑ میں پہنچنے کا موقع مل گیا۔ اس وقت تک اس نے سوچ لیا تھا کہ ان حالات میں کیا کرنا ہے۔

وہ رسونتی اور شبانہ کے قریب پہنچتے ہی شبانہ کو مخاطب کرتے ہوئے بولی "ارے تم یہاں بیٹھی ہو اور میں تمھیں کہاں کہاں تلاش کر رہی ہوں۔ میرے بچے سے محبت کرنے کا مطلب یہ تو نہیں کہ مجھے اطلاع دیے بغیر یہاں لے آؤ۔ دیکھو روبی! میں تمھیں پہلے بھی سمجھا چکی ہوں، علاج، دوا دارو سے ہی ہو گا۔ میں مندروں میں جانے کی قائل نہیں ہوں۔ آخر تمھیں کس نے سمجھا دیا ہے کہ یہاں آکر بیٹھو گی تو کسی کی دعا یا آشیرواد سے بچہ صحت مند ہو جائے گا؟"

پہلے تو شبانہ اور رسونتی نے اسے حیرت سے دیکھا، پھر فوراً ہی بات سمجھ میں آگئی۔ شبانہ کو پہلے ہی سمجھا دیا گیا تھا کہ پارس کا بھید کھلنا نہیں چاہیے۔ وہ ایسی نادان بھی نہیں تھی، رسونتی کی ممتا کو پہچان گئی تھی۔ نجومی کی پیش گوئی کی قائل ہو گئی تھی۔ اچھی طرح سمجھ رہی تھی کہ اصلی پارس کا راز فاش ہو رہا ہے۔ اب حالات کو قابو میں لانا چاہیے۔

دوسری طرف رسونتی کو بھی اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تھا۔ وہ ممتا کے اندھے جذبوں سے جھانک کر کھلی آنکھوں سے اس حقیقت کو دیکھ رہی تھی۔ سمجھ رہی تھی کہ اصل پارس کا راز فاش ہوا تو یہ سیکرٹ ایجنٹ اس پارس کو بھی اس کے ساتھ رکھنے پر اصرار کریں گے اور ان کا اصرار غلط نہیں ہو گا۔ دوسرے لفظوں میں رسونتی کے ساتھ ساتھ

اصلی پارس بھی یہودیوں کے دائرہ اختیار میں چلا جائے گا۔

شبانہ نے احسان مندی اور تعریفی نظروں سے سونیا کو دیکھا، جس نے کمال ذہانت سے اشارہ دیا تھا کہ اب اسے کیا کرنا چاہیے۔ وہ فوراً ہی رسونتی سے بولی: "بہن! تم کون ہو؟ میرے بھتیجے کو بیمار دیکھتے ہی تڑپ کر اسے گود میں کیوں لے لیا؟ کیوں اسے دودھ پلا رہی ہو؟"

رسونتی نے اپنے دل پر پتھر رکھتے ہوئے پارس کو شبانہ کی گود میں دے دیا۔ پھر سیکرٹ ایجنٹ سیون سیون کی گود سے فرضی پارس کو لے کر اپنے سینے سے لگاتے ہوئے سونیا سے کہا: "بہن! میں نے تمھارے بیمار بچے کو دیکھا تو یوں لگا جیسے میرے اپنے بچے کو سوکھے کی بیماری ہوگئی ہے۔ میرا بچہ ماں کے دودھ کے لیے ترس رہا ہے۔ بس مجھ سے برداشت نہ ہوا۔ میں نے تمھارے بچے کو بے ساختہ اٹھا لیا۔ مجھے شرمندگی ہے، میں نے تم سے اجازت نہیں لی۔"

سونیا نے فوراً اس کے آگے گھٹنے ٹیک کر اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا اور کہا: "اس میں شرمندگی کی نہیں، فخر کی بات ہے۔ تم نے نیکی کی ہے اور نیکی کرنے کے لیے کسی سے اجازت لینی نہیں پڑتی۔ میں دیکھ رہی ہوں کہ میرا بچہ بڑا مطمئن نظر آ رہا ہے۔"

سونیا نے شبانہ کی گود سے بچے کو لیا۔ پھر رسونتی سے پوچھا: "تم کہاں رہتی ہو؟ اگر یہ درست ہے کہ میرے بچے کو کسی بچے والی عورت کا دودھ ملنا چاہیے تو کیا آئندہ بھی تم یہ مہربانی کرو گی؟"

"مہربانی کی کیا بات ہے، میں تمھارے بچے کے کام آؤں گی تو خدا میرے بچے پر کرم کرے گا۔ ویسے تم اس کی ماں ہو، کیا اسے اوپری دودھ پلاتی ہو؟"

"ہاں، مجبوری ہے۔ میں ماں ہوں لیکن ممتا کا چشمہ خشک ہے۔ اسی لیے میرے بچے کی یہ حالت ہوگئی۔"

سونیا، رسونتی اور شبانہ نے بڑی خوبصورتی سے اس سچویشن پر قابو پا لیا تھا لیکن سیکرٹ ایجنٹ سیون سیون نادان نہیں تھی۔ وہ بڑی گہری نظروں سے ان تینوں کو دیکھتی جا رہی تھی۔ سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی کہ معاملہ کیا ہے۔ پہلے ایک نوجوان لڑکی بچے کو گود میں لیے ہوئے تھی۔ رسونتی نے اس بیمار بچے کو اپنی گود میں لیا۔ پھر تیسری نے آ کر بچے کو اپنی گود میں لے لیا اور یہ ثابت کر رہی ہے کہ وہ بیمار بچے کی ماں ہے۔ مگر حقیقت کیا ہے؟ بچہ تیسری کا ہے۔ گود میں دوسری کے تھا اور رسونتی نے اسے ممتا بھرے انداز میں رو رو کر تڑپ تڑپ کر سینے سے لگایا ہے۔ بچے کو تو کوئی بھی گود میں لے کر خود کو ماں کہہ سکتی ہے۔ حقیقتاً رونے اور تڑپنے والی صرف ماں ہوتی ہے۔

سیون سیون جو کچھ سوچ رہی تھی، اس کے متعلق بعد میں مجھے اور رسونتی کو معلوم ہوا۔ بہرحال وہ اس وقت سوچ رہی تھی: "سب سے اہم نکتہ یہ ہے کہ کوئی بھی بچے والی عورت دوسرے بچے کو بیمار دیکھ کر اس سے ہمدردی کر سکتی ہے۔ اس کے علاج کے سلسلے میں مشورے دے سکتی ہے۔۔۔ اگر ممکن ہو تو اپنے پلے سے رقم خرچ کر سکتی ہے، لیکن رسونتی نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ وہ بیمار بچہ ماں کے دودھ کا محتاج ہے؟"

اسی دوران میں سونیا اور رسونتی کی نظریں ملیں۔ سونیا نے فوراً ہی آنکھ ماری۔ رسونتی سوچ میں پڑ گئی۔ پہلے تو سمجھ میں نہیں آیا۔ دوسرے ہی لمحے عقل آ گئی کہ اتنی دیر سے وہ خیال خوانی سے غافل ہے۔ اس نے فوراً سونیا کے دماغ میں پہنچ کر پوچھا: "تم کیا کہہ رہی ہو؟"

"اوہ رسونتی! تمھیں اتنی دیر سے کیا ہو گیا ہے؟ میں کب سے انتظار کر رہی ہوں کہ تم سوچ کے ذریعے گفتگو کرو گی۔ فوراً اس لیڈی سیکرٹ ایجنٹ کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کرو کہ وہ اور اس کے سیکرٹ ایجنٹ ساتھی اس سچویشن کے متعلق کس نتیجے پر پہنچ رہے ہیں؟"

"میں ابھی معلوم کرتی ہوں۔ کیا تم میرے سامنے موجود رہو گی؟"

"میں پارس اور اس لڑکی کو اپنے ساتھ لے جا رہی ہوں۔"

رسونتی تڑپ کر بولی: "میں پارس کو دل بھر کر اپنے سینے سے بھی نہیں لگا سکی۔ ایسا لگ رہا ہے جیسے تم میرے سینے سے میرا دل نکال کر لے جا رہی ہو۔"

"جذباتی نہ ہو۔ اگر واقعی یہ تمھارا اپنا پارس ہے تو میرے ہاتھوں سے کہیں نہیں جائے گا۔ کیا تمھیں سونیا پر اعتماد نہیں ہے؟"

"ہاں، ہاں، اعتماد ہے۔ میں یہی سمجھوں گی کہ وہ اپنی ماں کی گود میں ہے۔ اسے لے جاؤ اور اس کی حفاظت کرو۔ خدا تمھاری حفاظت کرے گا۔"

وہ سیکرٹ ایجنٹ سیون سیون کے دماغ میں پہنچ گئی۔ سونیا، شبانہ کے متعلق نہیں جانتی تھی کیونکہ میں نے اس کا ذکر نہیں کیا تھا۔ اگر شبانہ کا ذکر کرتا تو سونیا کو پارس یاد آ جاتا۔ میں نے ایک بار تنویمی عمل کے ذریعے سونیا کے دماغ سے پارس کو بھلا دیا تھا۔ تب سے اب تک اس نے پارس کو یاد نہیں کیا تھا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ ایسی ڈرامائی سچویشن میں پارس نگاہوں کے سامنے آ گیا تھا۔ اب بہت سے سوالات اس کے دماغ میں کلبلا رہے تھے۔ وہ مجھ سے بہت کچھ پوچھنا چاہتی تھی لیکن میں اس کے دماغ میں موجود نہیں تھا۔

اس نے شبانہ کو روبی کہہ کر مخاطب کیا تھا۔ پارس کو اپنی گود میں پیار سے تھپکتے ہوئے بولی: "روبی چلو، میرا بچہ پُرسکون ہے۔ اسے آرام مل رہا ہے۔ ہم پھر کبھی اس بہن سے ملاقات کریں گے۔ ویسے بہن، تمھارا نام کیا ہے؟"

رسونتی خیال خوانی میں مصروف تھی۔۔۔ چونک کر بولی: "کیا کہا تم نے؟"

"میں تمھارا نام اور پتا پوچھ رہی ہوں۔ کبھی میرے بچے کو تمھاری ضرورت پڑی تو میں آؤں گی۔"

رسونتی نے اپنا نام اور موجودہ پتا بتایا۔ سونیا اور شبانہ پارس کو لے کر وہاں سے جانے لگیں۔ ذرا دور نکلنے کے بعد سونیا نے پوچھا: "میں نے تمھیں روبی کہہ کر مخاطب کیا۔ ویسے تمھارا نام کیا ہے؟"

"یہی کچھ میں پوچھنا چاہتی ہوں تم کون ہو اور اچانک ہمارے سامنے آ کر بچے کی ماں کیسے بن گئیں؟"

"اگر نہ بنتی تو ہمارے آس پاس پھیلے ہوئے دشمن تمھیں کبھی اس بچے کی ماں تسلیم نہ کرتے۔ اپنی عمر، اپنے حسن کی شادابی دیکھو۔ کیا تم پارس کی ماں نظر آتی ہو؟"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی: "یہی تو مشکل ہے۔ جب سے یہ میری گود میں آیا ہے، میں اپنے آپ کو ماں بنا کر رکھنا چاہتی ہوں، ممتا اور توجہ سب کچھ اس بچے کو دیتی ہوں، لیکن دنیا والے مجھے اس کی ماں تسلیم نہیں کرتے۔ بائی دی وے تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ اس کا نام پارس ہے؟ وہ عورت جو اسے دودھ پلا رہی تھی، اسے تو میں سمجھ گئی ہوں۔ وہ رسونتی ہے، مگر تم؟"

"میرا نام انا میریا ہے۔ تمھاری جیسی کنواری ماں اور رسونتی کی بے اختیار ممتا نے مجھے مشکلوں میں ڈال دیا ہے۔ میں نے پارس کو اپنا بیٹا بنا لیا۔ حالانکہ میرے پاسپورٹ میں کسی بچے کی انٹری نہیں ہے۔ اگر دشمنوں نے چھان بین کی تو مجھے فرہاد علی تیمور سے وابستہ سمجھ لیں گے۔"

"کیا تم فرہاد علی تیمور کی ٹیم سے تعلق نہیں رکھتی ہو؟ میں یقین سے کہہ سکتی ہوں، تم فرہاد کو اچھی طرح جانتی ہو۔ اگر نہ جانتیں تو اس طرح عین وقت پر ہماری مدد کو نہ پہنچتیں۔ تم نے اچانک اس بچے کی ماں بن کر ہمیں بڑی الجھنوں سے نجات دلائی ہے۔"

سونیا نے چلتے چلتے شبانہ کو مسکرا کر دیکھا۔ پھر کہا: "تم حسین بھی ہو اور ذہین بھی۔"

"تم نے میری کس بات سے ذہانت کا اندازہ لگایا ہے؟"

"میں نے تمھارے متعلق سوالات کیے لیکن تم نے ایک کا بھی جواب نہیں دیا۔ الٹا مجھ سے سوالات کر رہی ہو۔"

"تم میرے وقت پر کام آئی ہو۔ میں تمھیں اپنے متعلق سب کچھ بتا سکتی ہوں لیکن پہلے اپنے اعتماد میں لو۔ اپنے متعلق سب کچھ بتاؤ۔"

"میں نے اپنا نام انا میریا بتایا ہے۔ میرا کاروبار اسمگلنگ ہے۔ میں بہت بری عورت ہوں۔ کیا تم مجھ پر بھروسہ کرو گی؟"

شبانہ نے ہچکچاتے ہوئے اسے دیکھا۔ پھر کہا: "تم مجھ سے کچھ چھپا رہی ہو؟"

"دیکھو لڑکی، میں اپنے متعلق جو کچھ بتاؤں گی، تم اس پر یقین نہیں کرو گی۔ یقین کرنے کے لیے قابل اعتماد گواہ چاہیے۔ میری گواہی رسونتی دے سکتی ہے۔ آئندہ اس سے ملاقات ہوگی تو وہ تمھیں میرے متعلق بتائے گی۔ تم رسونتی کو فرہاد اور پارس کے رشتے سے سمجھتی ہو، لہٰذا اس پر اعتماد کرو گی۔ جب اس پر اعتماد کرو گی تو مجھ پر بھی کرو گی۔ یہ بات اس وقت کے لیے چھوڑ دو۔ اب اپنے بارے میں بتاؤ، کیا نام ہے تمھارا؟ یہاں پارس کے پاس کیوں آئی ہو؟"

"میں رسونتی کو بتا چکی ہوں۔ انقرہ میں ایک ہندوستانی نجومی سے ملاقات ہوئی تھی۔ وہ ویدراج بھی ہے۔ اس نے پارس کو دوائیں دینے سے پہلے اس کا معائنہ کیا۔ پھر اس کا زائچہ بنایا۔ اس کے بعد مشورہ دیا کہ میں اسے لے کر یہاں آؤں اور کستھامنڈپ مندر کی سیڑھیوں پر بیٹھوں تو پارس کو ماں کا دودھ مل جائے گا۔"

سونیا نے پوچھا: "کیا فرہاد نے تمھیں یہ نہیں بتایا تھا کہ پارس کو رسونتی کے پاس نہیں پہنچنا چاہیے؟"

"مجھے سب کچھ بتایا گیا ہے لیکن میں مجبور تھی۔ اگر میں فرہاد کی ہدایت پر عمل کرتی تو بچے کی جان کو خطرہ تھا۔ میں نے اس کی سلامتی کو فرہاد کی ہدایت پر ترجیح دی اور یہاں آ گئی۔"

"تم نے ابھی تک اپنا نام نہیں بتایا ہے۔"

"میں نام چھپا کر کیا کروں گی؟ میرا پاسپورٹ موجود ہے۔ میں نہ تو غلط نام سے آئی ہوں، نہ میرے چہرے پر نقاب چڑھا ہوا ہے۔ میرا نام شبانہ ہے۔ میرا تعلق وادیٔ قاف سے ہے۔ میں وہاں کے مطلق العنان سربراہ ٹارزن غلبا کی بیٹی ہوں۔"

سونیا نے چونک کر پوچھا: "یعنی تم ٹارزن بلبا کی بہن ہو؟"

"ہاں۔ کیا تم میرے بھائی کو جانتی ہو؟"

"میں نے ابھی دو دن پہلے اسے پیرس میں دیکھا ہے۔ یوں ہی سرسری سی ملاقات ہوئی تھی۔ اس کے ساتھ ایک قد آور سی لڑکی تھی۔ اس کا نام کچھ مسلمانوں جیسا تھا۔ مجھے یاد نہیں ہے۔"

شبانہ نے خوش ہو کر کہا: "اس کا نام مرجانہ ہے۔ وہ میری ہونے والی بھابی ہے۔"

سونیا نے اس کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا: "فرہاد سے تمھارا کیا رشتہ ہے؟"

اس کی نظریں جھک گئیں۔ چہرے پر لالی بکھر گئی۔ کیسی اُجلی اُجلی، پیاری پیاری سی رنگت تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے دودھ کی اُجلی سطح پر گلاب تیر رہا ہو۔ سونیا کو فرہاد پر غصہ آ رہا تھا۔ وہ وقتی طور پر شبانہ اور پارس کو بھول گئی تھی تو فرہاد نے بھی اس کے دماغ سے انھیں بھلائے رکھا تھا۔

جب تل ابیب میں رسونتی کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں واپس

آرہی تھیں اور اس نے خیال خوانی کے ذریعے سونیا سے رابطہ قائم کیا تھا تو پارس کا بھی ذکر چلتا رہتا تھا۔ سونیا کو اتنا ہی یاد آیا تھا کہ رسونتی کی گود میں جو پارس ہے، وہی اپنا ہے... آج دوسرے اور اصلی پارس کو دیکھ کر تنویمی عمل کے ذریعے بھلائی ہوئی ساری باتیں یاد آگئی تھیں۔

ثبانہ چلتے چلتے رک گئی۔ ایک ہوٹل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: "میں اس چھوٹے سے ہوٹل میں ٹھہری ہوئی ہوں۔ میرے ساتھ چلو اور کچھ وقت گزارو۔"

"تم اپنا سامان یہاں سے لے چلو۔ اب میرے ساتھ رہو گی۔ میں نے سب کے سامنے اس بچے کو اپنا بیٹا کہا ہے۔ لہٰذا تمھارا اور اس بچے کا میرے ساتھ رہنا ضروری ہوگیا ہے۔"

وہ دونوں ہوٹل کے اندر آئیں۔ ثبانہ کے پاس ایک اٹیچی اور ایک ہینڈ بیگ تھا۔ وہ اپنا تمام سامان اٹیچی اور بیگ میں سمیٹ کر رکھتے ہوئے بولی: "انا میریا! تم یقیناً فرہاد کے متعلق بہت کچھ جانتی ہو۔ تم اسمگلر یا اور کوئی بُری عورت نہیں ہو۔ اگر ہم سے لاتعلق ہوتیں تو اچانک ہمارے پاس آکر پارس کو اپنا بیٹا کیوں کہتیں؟ کیوں ہمارے معاملے میں پڑتیں؟ دیکھو، مجھ سے کچھ نہ چھپاؤ۔ چلو اتنا ہی بتادو، فرہاد کے متعلق کیا جانتی ہو؟"

"وہی جو ساری دنیا جانتی ہے کہ جو فرہاد کے پیچھے جاتی ہے، وہ ساری عمر سر پکڑ کر پچھتاتی رہتی ہے۔"

"پلیز، ایسا نہ کہو۔ وہ بہت اچھے ہیں۔"

"میں نے کب کہا، وہ بُرے ہیں۔ دیکھو لڑکی، محبت ایک ایسا پھل ہے جسے نہ کھاؤ تو دل للچاتا رہتا ہے، کھالو تو ساری عمر پچھتانا پڑتا ہے۔ کیا تم نے فرہاد کا ریکارڈ پڑھا ہے؟"

"ہاں، پڑھا ہے۔ مرجانہ نے بھی بہت کچھ بتایا ہے۔"

"کیا تم نے یہ نہیں سنا کہ اس کی زندگی میں آنے والی پہلی لڑکی سونیا اب تک پچھتا رہی ہے؟"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی: "میں نے سونیا کے متعلق اتنا کچھ سنا ہے کہ یقین سے کہہ سکتی ہوں، وہ پچھتانے والی عورت نہیں ہے۔ بلکہ فرہاد نے کبھی اس سے بے وفائی کی تو ساری عمر پچھتاتے رہیں گے۔"

اس نے ہوٹل کا بل ادا کیا۔ پھر دونوں باہر آگئیں۔ سونیا سوچ رہی تھی: "رسونتی کو اب نیپال اور ہندوستان کی سرحدوں سے نکال لے جانا آسان نہیں ہوگا۔ کھیل بگڑ گیا ہے۔ جب تک وہ اپنے سیکرٹ ایجنٹوں کے دماغوں کو اچھی طرح ٹٹول کر مجھے مطمئن نہیں کرے گی، میں اپنے کسی منصوبے پر عمل نہیں کرسکوں گی۔"

صرف چند سیکرٹ ایجنٹوں کو زیر کرکے رسونتی کو وہاں سے نکال لے جانا کچھ مشکل نہ تھا۔ سونیا ایسے ایجنٹوں کو انگلیوں پر نچا سکتی تھی مگر ان کے علاوہ بھی بڑی رکاوٹیں تھیں۔ رسونتی پیدائشی طور پر ہندوستانی تھی۔ آج بھی وہ ہندوستانی شہریت رکھتی تھی۔ بھارتی حکام کو ٹیلی پیتھی جیسا غیر معمولی اور مؤثر ہتھیار مل جاتا تو اس سے بڑی بات اور کیا ہوتی۔ بھارت دنیا کے بڑے ملکوں سے بھی بڑا بن جاتا۔ کوئی بھی ملک بڑا اور طاقت ور کیسے کہلاتا ہے؟ محض اپنے قدرتی وسائل، دولت اور جدید ترین ہتھیاروں کے ذریعے، سائنس اور ٹیکنالوجی کے ذریعے مہلک بموں، میزائلوں اور خلائی تسخیر کے ذریعے لیکن سب سے زیادہ مؤثر، سب سے زیادہ طاقتور ہتھیار صرف ٹیلی پیتھی ہے اور رسونتی بھارتی حکومت کی ملکیت ہے، اس کی جاگیر ہے۔ بھارتی حکومت اس کی صلاحیتوں سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کا حق رکھتی ہے۔

یہ باتیں سونیا خوب سمجھتی تھی۔ یہ پہلے جان گئی تھی کہ رسونتی ہندوستان پہنچے گی تو بھارتی حکومت اس میں زیادہ دلچسپی لے گی۔ سفارتی تعلقات کی بنا پر رسونتی کو اسرائیل سے آنے والی مہمان فرض کرکے سفارتی سطح پر اس کے لیے حفاظتی انتظامات کرے گی لیکن اس کے علاوہ بھی اندر ہی اندر بہت کچھ ہوگا اور ہو رہا تھا۔ جب وہ پچھلی رات دہلی پہنچی تھی تو بھارت کی ایک سیکرٹ ایجنٹ نے ملازمہ کے روپ میں رسونتی سے ملاقات کی تھی۔ اس سے التجا کی تھی کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے تو خیال خوانی کے ذریعے اس سے رابطہ قائم کرے یا نیپال میں کوئی ایسا موقع تلاش کرے۔ جہاں تنہائی میں گفتگو ہوسکے۔

رسونتی نے اس سے وعدہ کیا تھا اور خیال خوانی کے ذریعے سونیا کو بتایا تھا کہ وہ ملازمہ بھارتی انٹیلی جنس سے تعلق رکھتی ہے اور اپنی حکومت کی طرف سے رابطہ قائم کرکے رسونتی کو اپنی جنم بھومی سے محبت کرنے، بھارت کی وفادار رہ کر اپنے دیش کے کام آنے کی ترغیب دینا چاہتی ہے۔

آثار ایسے تھے کہ رسونتی اگر محبِ وطن بن کر بھارت میں رہنا چاہتی، بھارتی حکومت کے کام آنا چاہتی تو اسرائیل سے تعلقات بگڑ جاتے۔ دوستی دشمنی میں تبدیل ہوجاتی۔ ابھی تو اسرائیل کے وہ چاروں سیکرٹ ایجنٹ اور کھٹمنڈو میں اسرائیلی سفارت خانے کے لوگ خفیہ طور پر رسونتی کی نگرانی کررہے تھے۔ اس کے علاوہ بھارتی جاسوس بھی اس تاک میں لگے ہوئے تھے کہ کسی طرح اس سے تنہائی میں تفصیلی ملاقات ہو اور اس کا علم یہودیوں کو نہ ہوسکے۔

سونیا، ثبانہ اور پارس کو لے کر ہوٹل کرسٹل میں آئی۔ وہاں اس نے پہلے ہی ڈبل بیڈ روم لے رکھا تھا۔ ارادہ تھا جب رسونتی کو اغوا کرے گی تو اسی بیڈ روم میں لاکر چھپائے گی۔ وہیں اس کے چہرے پر انا میریا کا میک اپ کرے گی۔ اب اس مرحلے تک پہنچنے میں بڑی دشواریاں نظر آرہی تھیں۔

ہوٹل کے کمرے میں پہنچتے ہی رسونتی نے خیال خوانی کے ذریعے اسے مخاطب کیا۔ سونیا نے ثبانہ سے کہا: "تم پارس کو سنبھالو، میں باتھ روم سے آتی ہوں۔"

وہ باتھ روم میں آگئی۔ رسونتی نے پوچھا: "یہ ثبانہ آخر ہے کون؟ میرا بیٹا اس کے پاس کس طرح پہنچا؟ میں نے مختصر سی معلومات حاصل کی ہیں لیکن مجھے زیادہ خیال خوانی کا موقع نہیں ملا۔ تم نے تو اس سے پوچھا ہی ہوگا؟"

"ثبانہ اور پارس کے متعلق بعد میں تفصیلی گفتگو ہوسکتی ہے۔ پہلے تم سیکرٹ ایجنٹوں کے متعلق بتاؤ۔ وہ تمھارے اور پارس کے متعلق کیا سوچ رہے ہیں؟"

"وہ شبہ کررہے ہیں کہ مجھ میں خیال خوانی کی صلاحیتیں ہیں اور میں نے خیال خوانی کے ذریعے اصلی پارس کو پہچانا ہے۔"

"وہ شبہ کرنے میں حق بجانب ہیں۔ تم بالکل بے قابو ہوگئی تھیں۔ تمھیں سوچنا تو چاہیے تھا کہ آس پاس چاروں طرف جاسوس پھیلے ہوئے ہیں۔ صرف یہودی نہیں ہندوستانی بھی۔"

"میں سمجھتی ہوں، مگر کیا کروں۔ کیا تم ممتا کو نہیں سمجھ سکتیں؟ میرا بچّہ، میرے جگر کا ٹکڑا، میں نے اُسے جنم دیا اور وہ مجھ سے اب تک بچھڑا رہا، اچانک میرے سامنے آیا تو میں اپنے آپ کو کیسے سنبھال سکتی تھی؟"

سونیا نے پوچھا: "وہ لوگ تمھاری حقیقت معلوم کرنے کی تدبیریں سوچ رہے ہوں گے؟"

"ہاں، ایک تو وہ یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ جسے ابھی میں نے دودھ پلایا تھا، وہ واقعی میرا اپنا پارس ہے یا نہیں۔ تم نے اچانک ان کے سامنے آکر اور پارس کو اپنا بیٹا کہہ کر انھیں الجھن میں ڈال دیا ہے۔ لہٰذا وہ تمھارے اور پارس کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے لیے انھوں نے اپنے سیکرٹ ایجنٹوں کو تمھارے تعاقب میں روانہ کیا ہے۔ وہ لڑکی ثبانہ بھی ان کی نظروں میں ہے۔"

"اس وقت تمھارے ساتھ کتنے سیکرٹ ایجنٹ ہیں؟"

"صرف سیون سیون میرے ساتھ لگی ہوئی ہے۔ ایجنٹ ون اوناٹین ایک دیسی شراب خانے میں بیٹھا شراب پی رہا ہے اور حالات پر سنجیدگی سے غور کررہا ہے۔ وہ بہت پریشان ہے۔ اس کے خیال کے مطابق اگر میں خیال خوانی کرسکتی ہوں اور اس کے ذریعے میں نے اپنے پارس کو پہچانا ہے، تو مجھے یہاں لاکر بڑی غلطی کی گئی ہے۔ کہیں میری ٹیلی پیتھی کا علم بھارتی حکام کو نہ ہوجائے۔"

سونیا نے کہا: "میں اس بات کو سمجھ رہی ہوں۔ یہودی تمھاری صلاحیتوں کو بھارتی حکام سے چھپائے رکھنے کی کوشش کریں گے۔"

"ان کے ساتھ ایک اور پریشانی ہے۔ اگر میرا وہ بیمار بیٹا اصلی پارس ثابت ہوگیا تو اسے کس طرح حاصل کیا جائے گا؟ اگر تم سے اور ثبانہ سے زبردستی کی گئی تو بھارتی سراغ رسانوں کو اس کا علم ہوجائے گا۔ پھر وہ بھی اصلی پارس کو بھارت سے باہر لے جانے نہیں دیں گے اور یہودی میرے اس بیٹے کو آئندہ میری کمزوری نہیں بنا سکیں گے۔ ون اوناٹین ہر پہلو پر غور کررہا ہے۔ سونیا! میرے بیٹے کو کہیں چھپادو۔ مجھے بڑا ڈر لگ رہا ہے۔ میں اب اس سے جدا رہ کر زندہ نہیں رہ سکتی۔"

"فکر نہ کرو۔ اسے کچھ نہیں ہوگا۔"

"تم نہیں جانتیں ان ایجنٹوں نے سوچ رکھا ہے کہ مجھے اپنے بیمار پارس کو دودھ پلانے کا موقع نہیں دیں گے۔ اس طرح یہ تصدیق کریں گے کہ میں اس کی ماں ہوں یا نہیں۔ اگر ماں ہوں تو تمام رکاوٹیں توڑ کر، تمام پابندیوں سے گزر کر پارس کے لیے تمھارے یا ثبانہ کے پاس پہنچوں گی؟"

سونیا نے تائید میں سر ہلا کر کہا: "ہوں، انھوں نے تمھاری ممتا کو آزمانے کے لیے بڑی اچھی تدبیر سوچی ہے۔ یقیناً وہ تمھارے اور پارس کے درمیان بہت مضبوط دیوار بننے کی کوشش کریں گے۔ ان کی کوشش یہی ہوگی کہ ایک ماں کی مامتا کو مسئلہ بنادیں۔"

"یہ سب سے اہم مسئلہ ہے۔ میں ہر حال میں اُس سے ملوں گی۔ اس کی دوا کروں گی۔ اس کی بیماری دور کروں گی۔ میں اس کی ماں ہوں۔ میں کسی رکاوٹ کی پروا نہیں کروں گی۔"

"دیکھو رسونتی، جوش میں نہ آنا۔ ہوش میں رہنا۔ ایسا نہ ہو کہ ممتا اندھی ہوکر تمھارے پارس کو تم سے ہمیشہ کے لیے جدا کردے۔"

"نہیں، نہیں۔ سونیا ایسے الفاظ منہ سے نہ نکالو۔ میرا بیٹا مجھ سے اب کبھی جدا نہیں ہوگا۔"

"اگر تم چاہتی ہو کہ پارس پھر تمھاری گود میں آئے اور تمھاری ممتا اس کے لیے دوا بن جائے تو صبر اور تحمل سے کام لو۔ جتنی رکاوٹیں پیدا ہوتی ہیں ہونے دو۔ بیماروں کو عموماً تین وقت دوائیں دی جاتی ہیں۔ تم نے پارس کو صرف ایک وقت دودھ پلادیا ہے۔"

"کیا میں دوسری بار بھی پلاسکوں گی؟"

"ضرور، میں وعدہ کرتی ہوں، جب بیمار پارس کے لیے دوسری خوراک کا وقت آئے گا تو میں اسے تمھارے پاس پہنچادوں گی۔ تم تمام رکاوٹوں کے باوجود اسے دودھ پلاؤ گی۔ دشمن منہ دیکھتے رہ جائیں گے۔

مرجانہ اور بلبا موت کے راستے پر سفر شروع کرنے کے لیے

بالکل تیار رہتے۔

انھوں نے یوگو ہنٹر سے اپنی ایک شرط منوائی تھی۔ وہ یہ کہ سفر شروع کرنے سے پہلے، دس منٹ کے لیے ہنٹر اپنے آدمیوں کے ساتھ اس گیسٹ ہاؤس سے دور چلا جائے۔ دس منٹ کے بعد مرجانہ اپنے ساتھی بلبا کے ساتھ موت کے سفر پر روانہ ہوگی۔

یوگو ہنٹر نے ان کی یہ شرط تسلیم کرلی تھی لیکن احتیاطاً جیپ کی چابی اپنے پاس رکھنا چاہتا تھا۔ میں نے اسے ایسا نہیں کرنے دیا۔ چابی وہیں اس کی ڈرائیونگ سیٹ پر رکھوا دی۔ مرجانہ کو اطلاع دے دی کہ چابی اسے جیپ میں مل جائے گی۔

ادھر اپالو اور یوگو ہنٹر گیسٹ ہاؤس سے ذرا دور ایک مکان میں آ گئے تھے۔ اپالو وھسکی کی بوتل کھول کر منہ سے لگا رہا تھا۔ تمام مسلح ماتحت بھی گیسٹ ہاؤس سے دور اپنے مالکان کے آس پاس اگلے حکم کے منتظر تھے۔ مالکان کا مطلب یہ ہوا کہ اس جزیرے کا بچہ بچہ اپالو اور ہنٹر دونوں کو آقا اور ان داتا سمجھتا تھا۔ یوگو ہنٹر اس جزیرے کا مالک تھا۔ ان کا ان داتا تھا اور اپالو اس جزیرے کا منتظم تھا۔ وہاں زندگی گزارنے والے جنگلی جانوروں سے لے کر انسانوں تک سب اس کے اشاروں پر ناچتے تھے۔ اس سے ڈرتے تھے۔ اسے اپنا آقا سمجھتے تھے۔ اس کا سامنا ہوتے ہی گھٹنوں کے بل جھک جاتے تھے۔ دوسرے لفظوں میں یوگو ہنٹر صرف ان داتا تھا۔ لوگ اس کے احسانمند تھے لیکن اپالو ایک عفریت کی طرح دل و دماغ پر چھایا رہتا تھا۔ وہ اپنے مزاج کے خلاف کوئی بات برداشت نہیں کرتا تھا۔ جزیرے کا کوئی آدمی اگر ذرا سی حکم عدولی کرتا یا حکم کی تعمیل میں تاخیر کرتا تو وہ اس سے ایسا ہی سلوک کرتا جیسا کسی سرکش درندے کو چابک مار مار کر سزا بھی دے رہا ہو اور سدھا بھی رہا ہو۔

دس منٹ کی جو مہلت ملی تھی اس میں سے چار منٹ گزر چکے تھے۔ جب مرجانہ اور بلبا جیپ کی طرف دوڑنے لگے تو میں نے کہا۔ "رسیاں تیار رکھنا۔ یوگو ہنٹر تمھاری طرف آرہا ہے۔"

یہ کہہ کر میں یوگو ہنٹر کے دماغ پر قابض ہوگیا۔ اس نے پریشانی کی حالت میں اپنی جیبیں ٹٹولتے ہوئے کہا: "اوہ، جیپ کی چابی پتا نہیں کہاں رہ گئی۔ میں نے جیب میں رکھی تھی۔ شاید گر گئی ہے یا پھر اسی جیپ میں۔۔۔"

اس نے بات ادھوری چھوڑ کر جیپ کی طرف دیکھا، پھر اُدھر دوڑ لگا دی۔ اس کے ایک ماتحت نے پیچھے سے آواز دی: "سر! آپ ٹھہر جائیں۔ میں جا کر تلاش کرتا ہوں۔"

مگر وہ دوڑ لگا چکا تھا۔ اپالو نے اپنی زبان میں ماتحت سے کہا: "اسے جانے دو۔ کیا فرق پڑتا ہے۔"

میں اس ماتحت کے لب و لہجے کو پہلے ہی ذہن نشین کر چکا تھا۔

اس کا نام گارسن تھا۔ اس کے علاوہ دو ماتحت تھے جو کسی وقت بھی میری ٹیلی پیتھی کے لیے آلہ کار بن سکتے تھے۔ بہرحال یوگو ہنٹر جیپ کے پاس پہنچا تو مرجانہ اور بلبا بھی پہنچ چکے تھے۔ بلبا نے فوراً پیچھے سے ہنٹر کی گردن دبوچ لی۔ دوسرے ہاتھ سے کھلے ہوئے چاقو کو اس کے سینے پر رکھ دیا۔ پھر بلند آواز سے للکارتے ہوئے کہا: "اگر کوئی ادھر آئے گا تو اپنے مالک کی لاش پائے گا۔"

یوگو ہنٹر نہ تو بزدل تھا نہ کمزور۔ وہ بھی اپالو کی طرح شیروں اور ریچھوں کے پنجروں میں نہتا جاتا تھا۔ اپالو کے ساتھ مل کر ان درندوں سے لڑتا تھا۔ بلبا سے بھی لڑ سکتا تھا لیکن وہ ٹیلی پیتھی کے قابو میں تھا۔ میری مرضی کے بغیر ہاتھ پاؤں نہیں ہلا سکتا تھا۔ میں نے برائے نام اسے جدوجہد کرنے کا موقع دیا تاکہ اپالو اور اس کے ماتحت یہ نہ سمجھیں کہ ہنٹر کو کسی غیر معمولی قوت کے ذریعے بے بس کر دیا گیا ہے۔

بلبا اپنی دانست میں اسے بے بس کر کے جیپ کے پچھلے حصے کی طرف لے آیا تھا۔ مرجانہ رسیاں لے کر اسے گاڑی کے پیچھے یوں باندھ رہی تھی، جیسے کیریئر پر سامان سفر باندھ رہی ہو۔ جب مجھے اس بات کا اطمینان ہوگیا کہ ہنٹر ہاتھ پاؤں نہیں چلا سکے گا۔ رسیوں کے ذریعے بے بس ہوگیا ہے تو میں گارسن کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اپالو اطمینان سے کھڑا بوتل کو منہ سے لگا کر غٹاغٹ چند گھونٹ پیتا تھا، پھر جیپ کی طرف دیکھ کر مسکراتا، جیسے مرجانہ اور بلبا کی حرکتوں کو بچوں کا کھیل سمجھ کر ٹال رہا ہو۔

گارسن نے بڑے ادب سے کہا: "سر! آپ ہمیں حکم دیجیے۔ ہم ابھی باس کو چھڑا لائیں گے۔"

"اپنے باس کو گاڑی کے پیچھے بندھا رہنے دو۔ کیا فرق پڑتا ہے!"

دوسرے ماتحت نے پریشان ہوکر کہا: "اگر باس پیچھے بندھے رہیں گے تو ہم کُتے کیسے چھوڑیں گے؟ تعاقب کرنے والے کُتے سب سے پہلے باس پر ہی جھپٹیں گے۔ کیونکہ وہ پیچھے بندھے ہوئے ہیں۔ کُتوں کی زد میں پہلے آئیں گے۔"

وہ سرد لہجے میں بولا: "کیا فرق پڑتا ہے۔" یہ کہہ کر پھر اس نے بوتل کو منہ لگا لیا۔ تمام ماتحت بے چینی سے کبھی دور جاتی ہوئی جیپ کو دیکھ رہے تھے اور کبھی اپالو کو۔ ان میں اتنی جرأت نہیں تھی کہ اپنے باس کی مدد کر سکتے۔ ایک نے تھوک نگل کر ذرا جرأت کرتے ہوئے کہا: "سر! ہمارے خونخوار کُتے صرف آپ کو اور ان کی رکھوالی کرنے والے دو آدمیوں کو پہچانتے ہیں۔ وہ باس کو چیر پھاڑ کر رکھ دیں گے۔"

"کیا اسے چیر پھاڑ دینے سے تم لوگ یتیم ہو جاؤ گے؟" وہ پھر سرد مہری سے بوتل کو منہ سے لگا کر وھسکی کے گھونٹ حلق سے اتارنے لگا۔ سب نے اپنے اپنے سر جھکا لیے تھے۔ جب سے وہ اس جزیرے میں آباد ہوئے تھے، اس کے سامنے سر جھکاتے آئے تھے۔

اس نے پوچھا: "کیا ایک نیام میں دو تلواریں رہ سکتی ہیں؟"

چند ماتحتوں نے انکار میں سر ہلا کر کہا: "نہیں سر!"

"کیا ایک جزیرے کے دو مالکان اچھے لگتے ہیں؟"

سب نے پھر سر جھکا لیے۔ وہ غرّا کر بولا: "میں جواب چاہتا ہوں۔"

سب نے باری باری اپنے طور پر جواب دیا۔ ان کے جواب کا متن یہی تھا کہ آپ آقا ہیں اور غلام اپنے آقا کے سامنے جواب نہیں دیتے۔ صرف سر جھکاتے ہیں۔

اس نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی کو دیکھتے ہوئے کہا: "اگر وہ دونوں دلدلی راستوں سے جاتے، اپنے پیروں پر چلتے تو انھیں ایک میل تک جانے کی چھوٹ دی جا سکتی تھی۔ مگر اب ان سے کوئی رعایت نہیں کی جا سکتی۔ کُتوں کو چھوڑ دو۔"

ایک ماتحت حکم کی تعمیل کے لیے وہاں سے جانے لگا۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ سکتا تھا۔ اسے روک سکتا تھا یا اسے ہلاک کر سکتا تھا تاکہ وہ کُتوں کو مرجانہ اور بلبا کے پیچھے نہ لگائے، لیکن ایک کو ہلاک کرنے سے کیا ہوتا؟ کُتوں کا دوسرا رکھوالا موجود تھا۔ میں اسے بھی ہلاک کر دیتا تو اپالو ان کا کنٹرول سنبھال لیتا۔ میں نہ اس کے دماغ میں پہنچ سکتا تھا، نہ کسی طرح اسے روک سکتا تھا۔

اپالو نے گارسن کو دیکھتے ہوئے کہا: "میں ہیلی کاپٹر لے کر جا رہا ہوں۔ میری ضرورت پیش آئے تو ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم کرنا۔"

وہ جانے لگا۔ میں نے مرجانہ کے پاس پہنچ کر اپالو کے متعلق تفصیل سے بتایا۔ یوگو ہنٹر گاڑی کے پیچھے بے بسی سے بندھا ہوا تھا۔ اس کے پیچھے بلبا ہاتھ میں کھلا چاقو لیے کُتوں کا انتظار کر رہا تھا۔ جیپ تیز رفتاری سے بھاگی جا رہی تھی۔

مرجانہ نے مجھ سے تمام باتیں سننے کے بعد کہا: "اقتدار کی ہوس ہر شخص کو ہوتی ہے۔ اپالو میں بھی ہے۔ وہ اس جزیرے کا مالک بننا چاہتا ہے۔ یہ نکتہ ہم نے فراموش کر دیا تھا۔ کیا تم کسی طرح اپالو کے دماغ میں پہنچ نہیں سکتیں؟"

میں نے کہا: "میں کوشش کر چکی ہوں۔ وہ صرف مقامی زبان بولتا ہے۔ اب ہیلی کاپٹر میں آنے والا ہے۔ میں اسے کنٹرول نہیں کر سکوں گی۔ ایک تدبیر ہے۔ تم یوگو ہنٹر کو اس کے خلاف بھڑکاؤ، ثبوت پیش کر سکتی ہو کہ اپالو کس طرح غداری کر رہا ہے اور اس کی جان کا دشمن بنا ہوا ہے۔ اسی لیے اس نے جان بوجھ کر کتے چھوڑ دیے ہیں۔"

اس نے تیز رفتاری سے جیپ ڈرائیو کرتے ہوئے بلند آواز سے کہا: "مسٹر ہنٹر! میری باتوں کو غور سے سنو۔ اگر ہم نے تمھیں جیپ کے پیچھے باندھ رکھا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم تمھیں کتوں کے حوالے کرنا چاہتے ہیں۔ اس طرح ہم بھی کُتوں کی زد میں آئیں گے۔

ہم میں سے کوئی نہیں بچے گا۔ میں تمھیں دوست اور دشمن میں تمیز کرنا سکھا رہی ہوں۔"

اُس نے غرا کر کہا: "میں نادان بچہ نہیں ہوں۔ اپنے دوستوں اور دشمنوں کو خوب سمجھتا ہوں۔ اپالو کبھی کُتے نہیں چھوڑے گا۔ وہ دیکھ چکا ہے کہ تم لوگوں نے مجھے گاڑی کے پیچھے باندھ رکھا ہے۔"

"ابھی تمھاری خوش فہمی ختم ہو جائے گی۔" مرجانہ نے کہا۔

بلبا نے کہا: "اور جب ختم ہوگی، تو بہت دیر ہو چکی ہوگی۔ کیا تم خود کو ان کُتوں سے بچا سکو گے؟ کیا وہ کُتے تمھارے اشاروں پر حملہ کرنے سے باز رہیں گے؟"

اس کی بات ختم ہوتے ہی دُور بہت دُور کُتوں کے بھونکنے کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ بلبا نے کہا: "سنو، کان لگا کر سنو۔ تمھارے رشتے دار آرہے ہیں۔"

یوگو ہنٹر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دور دیکھ رہا تھا۔ تھوک نگل رہا تھا۔ یقین نہیں آرہا تھا کہ کُتے اس کے پیچھے چھوڑے جا سکتے ہیں۔ اس نے ہکلاتے ہوئے کہا: "یہ، یہ نہیں ہو سکتا۔ اپالو ایسا نہیں کر سکتا۔ پلیز مرجانہ! ڈیش بورڈ میں ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر رکھا ہوا ہے، مجھے دو، میں اپالو سے رابطہ قائم کروں گا۔ میں پوچھوں گا، وہ ایسی حماقت کیوں کر رہا ہے؟"

مرجانہ نے پوچھا: "کیا تمھاری عقل گھاس چرنے گئی ہے؟ خود اپنے کانوں سے کُتوں کی آوازیں سن رہے ہو۔ پھر اس سے کیا پوچھو گے۔ تمھارا وہ وفادار ملازم تمھاری جان کا دشمن بنا ہوا ہے۔ کیا رابطہ قائم کرتے ہی دشمنی سے توبہ کرلے گا؟"

مرجانہ نے جیپ کی رفتار اور تیز کر دی تھی۔ کُتے خواہ کتنی ہی تیز دوڑتے، وہ جیپ کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ مرجانہ نے کہا: "مسٹر ہنٹر! عقل سے کام لو۔ سوچو کہ اپالو سے زندگی کی بھیک مانگنے کے بجائے تم اپنا بچاؤ کس طرح کر سکتے ہو؟ تمھارے ساتھ ہمیں بھی اپنی زندگی عزیز ہے۔ ہم ایک دوسرے کے تعاون سے۔۔۔۔" وہ کہتے کہتے رک گئی۔ کان لگا کر سننے لگی۔

بلبا نے کہا: "ایک ہیلی کاپٹر بہت دور سے آتا نظر آرہا ہے۔"

وہ ابھی بہت دور تھا۔ یوگو ہنٹر رسیوں سے بندھا ہوا کسمساتے ہوئے بولا: "میں اپنے ہیلی کاپٹر کو دور سے بھی آواز سن کر پہچان سکتا ہوں۔ وہ میرا ہے۔ یقیناً اپالو آرہا ہے۔"

مرجانہ نے پوچھا: "اب بھی تمھیں عقل آئی یا نہیں؟ اگر وہ تمھاری مدد کے لیے آرہا ہے تو اس نے تمھارے پیچھے کُتے کیوں چھوڑ دیے؟ وہ تمھارا برسوں کا پالتو کُتا فضائی حملہ کرنے آرہا ہے۔ جلدی سے سوچو، جلدی بتاؤ، کیا ہم کہیں ایسی جگہ پناہ لے سکتے ہیں، جہاں وہ پرواز کے دوران ہم پر فائرنگ نہ کر سکے؟ کیا اس کے

پاس ہینڈ گرنیڈ ہیں؟"

یوگو ہنٹر بہت زیادہ خوفزدہ تھا۔ کبھی وہ دور آسمان کی طرف دیکھتا تھا، جہاں ہیلی کاپٹر صاف نظر آرہا تھا۔ قریب سے قریب تر ہو رہا تھا۔ کتوں کی آوازیں بہت پیچھے رہ گئی تھیں۔ مرجانہ نے جیپ کی رفتار بہت تیز کر دی تھی۔ وہ گھبرا کر بولا: "میں نہیں جانتا، اپالو کے پاس ہینڈ گرنیڈ ہیں یا نہیں ہیں؟ بہرحال ذرا آگے جا کر سڑک کے کنارے ایک بہت بڑا پتھر نظر آئے گا۔ اس کے ساتھ ہی ایک کچی سڑک بائیں طرف چلی گئی ہے۔ گاڑی کو اس طرف موڑ دینا۔ وہاں سے چار فرلانگ کے فاصلے پر ایک بستی ہے۔ اس بستی میں ہمیں ہتھیار مل سکتے ہیں۔ اوہ گاڈ! ہتھیار کی بات پر یاد آیا۔ پچھلی سیٹ کے نیچے ایک ٹامی گن رکھی ہوئی ہے۔ تم اس سے ہیلی کاپٹر کو گرا تو نہیں سکتے لیکن فائرنگ کرکے دور ہی دور پرواز کرنے پر مجبور کر سکتے ہو۔ اس طرح وہ قریب آکر ہم پر فائرنگ نہیں کر سکے گا۔"

یہ سنتے ہی بلبا نے پچھلی سیٹ کی گدی کو ایک جھٹکے سے اٹھایا، اس کے نیچے سے ٹامی گن اور کارتوس کی پیٹیاں نکال لیں۔ مرجانہ نے جیپ کو بائیں طرف کچے راستے پر موڑ لیا وہ رفتار برقرار رکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

اس وقت تک ہیلی کاپٹر قریب آگیا تھا۔ دور ہی سے اپالو نے فائرنگ شروع کر دی تھی۔ ادھر سے بلبا نے جوابی فائرنگ کی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ذرا دور رہ کر پرواز کرنے لگا۔ ایک دوسرے کی طرف سے جو فائرنگ ہو رہی تھی، وہ محض دھمکانے کے لیے تھی۔ بلبا کی طرف سے چیلنج تھا کہ وہ ہیلی کاپٹر کو قریب نہیں آنے دے گا۔ فی الحال اپالو کی طرف سے کسی قسم کے نقصان کا اندیشہ نہیں تھا۔

خونخوار کتوں کا خطرہ بڑھ گیا تھا۔ کچے راستے پر جیپ کی رفتار سست ہو گئی تھی۔ اگرچہ وہ بہت دور تھے لیکن جیپ کی سست رفتاری سے وہ سر پر آپہنچے۔ بلبا نے کہا: "کتے قریب آئیں گے تو میں ان پر فائرنگ کھول دوں گا۔ لیکن اوپر سے وہ کمبخت فائرنگ کرنے کے لیے آجائے گا۔"

یوگو ہنٹر نے کہا: "برداشت کرو۔ اب ہم دس منٹ کے اندر اس بستی میں پہنچ جائیں گے۔ میں اس جزیرے کا مالک ہوں۔ بستی کے لوگوں کو معلوم ہوگا کہ اپالو مجھ سے دشمنی کر رہا ہے تو وہ سب اس کے خلاف ہو جائیں گے۔ وہاں ہمیں ہتھیار بھی مل جائیں گے اور پناہ بھی ملے گی۔ پھر میں اس غدار نمک حرام سے نمٹ لوں گا۔"

وہ اس سے آگے کچھ نہ کہہ سکا۔ خوفزدہ نظروں سے خوں خوار کتوں کی طرف دیکھنے لگا، جو لمحہ بہ لمحہ قریب آتے جا رہے تھے۔ وہ موت کے خوف سے گڑگڑاتے ہوئے بولا: "پلیز، فائر کرنا شروع کرو۔ ورنہ وہ کسی بھی لمحے مجھ پر جھپٹ پڑیں گے۔"

بلبا نے کہا: "تمھیں کچھ نہیں ہوگا۔ تم صحیح سلامت بستی تک پہنچو گے۔ میں اس وقت تک فائر نہیں کروں گا جب تک وہ میری گن کی رینج میں نہیں آجاتے۔"

یہ کہتے ہی اس نے ہوائی فائرنگ کی کیونکہ ہیلی کاپٹر قریب آنا چاہتا تھا۔ پھر وہ دور چلا گیا۔ اس فائرنگ کا نتیجہ یہ ہوا کہ قریب آنے والے کتے اپنی سمت بدلنے لگے۔ وہ تربیت یافتہ تھے فائرنگ یا کسی اور خطرے کے وقت مختلف سمتیں بدل کر حملہ کرنا جانتے تھے۔

اب گھنے درختوں اور جھاڑیوں کے پیچھے چھپی ہوئی بستی نظر آنے لگی۔ وہاں ان کے پہنچنے سے پہلے ہی دہشت پھیل گئی۔ بستی کے لوگوں نے کتوں کی فوج کو ایک جیپ کے پیچھے دوڑتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ ان کا رُخ بستی کی طرف تھا۔ سب کو اپنی اپنی جان پیاری تھی۔ عورتیں اپنے بچوں کو اٹھا اٹھا کر گھروں کی طرف بھاگنے لگیں۔ مرد اپنی عورتوں، بچوں کو چیخ چیخ کر آوازیں دینے لگے۔ کوئی اپنے مویشیوں کو کھینچ کر احاطے میں لے جا رہا تھا۔ ہر طرف بھگدڑ مچ گئی تھی۔ جیپ بستی میں داخل ہوئی تو راستے اور گلیاں سنسان ہو چکی تھیں۔ باہر ایک بچہ بھی نظر نہیں آرہا تھا۔ سب نے اپنے گھروں کے دروازے بند کر لیے تھے۔ کھڑکیوں سے جھانک رہے تھے۔ جیپ کے پیچھے کتے بھی بستی میں داخل ہو رہے تھے۔

یوگو ہنٹر کی رہنمائی میں مرجانہ نے جیپ ایک پختہ مکان کے سامنے روک دی۔ تیزی سے اُتر کر پچھلے حصے کی طرف آئی اور یوگو ہنٹر کی رسیاں کھولنے لگی۔ بلبا پچھلی سیٹ پر کھڑا ہوا فائرنگ کر رہا تھا۔ وہ بالکل قریب آچکے تھے۔ لیکن فائرنگ کی وجہ سے اپنی سمتیں بدل رہے تھے۔ بھونکے جا رہے تھے، غرا رہے تھے جھپٹنے کے لیے آتے پھر پلٹ کر دور چلے جاتے تھے۔

ہنٹر نے رسیوں سے آزاد ہوتے ہی دوڑ کر مکان کا دروازہ کھول دیا۔ وہ تینوں اندر چلے گئے۔ پھر دروازے کو بند کر لیا۔ اب کتے بھونکتے اور غراتے ہوئے دروازوں اور بند کھڑکیوں پر جھپٹ رہے تھے ان سے ٹکرا رہے تھے۔ ہیلی کاپٹر مکان کے اوپر چکر لگا رہا تھا۔ فائرنگ رُک رُک کر ہو رہی تھی۔ وہ گھوم کر ادھر آتا تھا اور فائرنگ کرتا ہوا گزر جاتا تھا۔

بستی کے گھروں سے عورتوں، مردوں اور بچوں کے چیخنے چلانے کی آوازیں آرہی تھیں۔ کتے صرف ایک ہی دروازے پر نہیں تھے، مختلف دروازوں اور کھڑکیوں پر جھپٹ رہے تھے۔ جیسے جہاں جہاں انسانوں کی بو ملتی تھی، وہاں پہنچ جاتے تھے۔ ہیلی کاپٹر سے ہونے والی فائرنگ نے بھی بستی والوں کو دہشت زدہ کر رکھا تھا۔

مرجانہ اور بلبا یوگو ہنٹر کے ساتھ مختلف کمروں سے گزرتے ہوئے ایک کمرے میں پہنچے، جہاں مختلف قسم کے ہتھیار رکھے ہوئے تھے۔ بلبا کے پاس پہلے ہی ایک چاقو موجود تھا۔ اس نے ایک برین گن اٹھائی اور کارتوس کی پیٹیاں اپنے بائیں شانے پر ڈال لیں۔ اس نے کہا: "میں چھت پر جا کر ہیلی کاپٹر کو بھگانے کی کوشش کرتا ہوں۔"

مرجانہ نے کہا: "وہ اتنی دیر سے فائرنگ کر رہا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے پاس ہینڈ گرنیڈ وغیرہ نہیں ہے۔ ورنہ وہ ضرور دھماکے کرتا۔"

یوگو ہنٹر بولا: "ہیلی کاپٹر کی آواز دور ہوتی جا رہی ہے۔ وہ سمجھ گیا ہے کہ ہم ہتھیاروں کے ذخیرے تک پہنچ گئے ہیں۔ اب آسانی سے اس کا اور کتوں کا مقابلہ کر سکیں گے۔ وہ دوسری بار یقیناً آئے گا اور بھرپور تیاریوں کے ساتھ آئے گا۔ اس سے پہلے ہمیں کتوں سے نجات حاصل کرنا چاہیے۔"

یوگو ہنٹر اور مرجانہ نے بھی اپنی اپنی پسند کے ہتھیار سنبھالے اور وہ تیزی سے زینے پر چڑھتے ہوئے پہلی منزل پر پہنچے۔ وہاں سے انھوں نے سڑک کی طرف مورچہ بنایا اور کتوں پر فائرنگ کرنے لگے۔

تھوڑی دیر بعد ہی میدان صاف ہونے لگا۔ بہت سے کتوں کی لاشیں نظر آرہی تھیں۔ جو زندہ تھے وہ دور بھاگ رہے تھے۔ انھیں کنٹرول کرنے والا ایک شخص موٹر سائیکل پر ساتھ آیا تھا۔ وہ دور ہی سے سیٹی بجا کر کتوں کو ہدایات دے رہا تھا۔

یوگو ہنٹر نے کہا: "اب کتوں کو واپس چلنے کا سگنل دے رہا ہے۔ اسی لیے میدان صاف ہوتا جا رہا ہے۔"

موٹر سائیکل کی آواز دور ہوتی جا رہی تھی۔ کتے بھی بھونکتے ہوئے بستی سے باہر جا رہے تھے۔ ذرا دیر بعد ہی بھونکنے کی آوازیں فضا میں گم ہوتی چلی گئیں۔ خونخوار بلائیں ٹل گئی تھیں۔ وہ تینوں نیچے آگئے۔ دروازہ کھول کر جیپ میں سوار ہوئے۔ اس بار بلبا ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ یوگو ہنٹر پچھلی سیٹ پر کھڑا ہو کر چیختے ہوئے کہنے لگا: "بستی کے لوگو! خطرہ ٹل گیا ہے۔ باہر آجاؤ۔ دیکھو! میں نے خطرناک کتوں اور اس سرپھرے اپالو سے تم لوگوں کو نجات دلا دی ہے۔ وہ پاگل ہو گیا ہے۔ نمک حرام بن گیا ہے۔ مجھ پر فائرنگ کر رہا تھا۔ مجھے جان سے مار ڈالنا چاہتا تھا۔ میرے ان دو مہمانوں نے میری جان بچائی ہے۔ باہر آجاؤ۔ کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

جیپ جن راستوں اور گلیوں سے گزر رہی تھی، وہاں سے بستی کے لوگ دروازے کھول کر باہر نکلنے لگے۔ ان کے ہاتھوں میں سلاخیں، ڈنڈے اور چھرے چاقو تھے تاکہ کوئی کتا کہیں سے اچانک جھپٹ پڑے تو اس سے نمٹ لیں۔

کچھ لوگ جیپ کے سامنے آکر کھڑے ہو گئے اور ہاتھ اٹھا کر اسے رکنے کے لیے کہا۔ جیپ رک گئی تو ایک بوڑھے نے کہا: "مالک! آپ ہمیں اس حال میں چھوڑ کر کہاں جا رہے ہیں؟ اگر اپالو آگیا تو کیا ہوگا؟"

یوگو ہنٹر نے کہا: "اس سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے میں تمھاری حفاظت کروں گا۔" پھر اس نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا: "اے بستی کے جوانو! صاف صاف بتاؤ، اپالو کے سامنے خوفزدہ ہو کر جھک جاؤ گے یا اپنے مالک سے وفاداری کرو گے؟"

ان سب لوگوں نے کہا: "اگر ہمیں اپنی حفاظت کرنے کا موقع دیا جائے تو ہم آپ کے وفادار رہیں گے۔"

"میرے اس مکان میں جاؤ اور وہاں سے اپنی اپنی پسند کے ہتھیار نکال لو۔ اپالو بستی میں آنے نہ پائے۔ اسے بستی کے باہر ہی روک دو۔ جیسے پاگل کتے کو گولی ماردی جاتی ہے، اسی طرح سے اسے ختم کر دو۔ بے شک وہ جسمانی طور پر بہت طاقتور ہے لیکن تمھاری گولیوں سے چھلنی ہو جائے گا۔ اس سے بالکل نہیں ڈرنا۔ میں تمھارے ساتھ ہوں۔"

وہ تقریر بھی کر رہا تھا اور جیپ کی پچھلی سیٹ پر کھڑا بستی کی گلیوں اور راستوں سے گزرتا جا رہا تھا۔ تمام لوگوں کو حوصلہ دے رہا تھا۔ تھوڑی دیر میں ہی بستی کے تمام جوانوں نے اپنی اپنی پسند کے ہتھیار اٹھا لیے۔ یوگو ہنٹر سے وعدہ کیا کہ وہ اپالو کا مقابلہ کریں گے۔

ان بستی والوں کی طرف سے مطمئن ہونے کے بعد یوگو ہنٹر نے مرجانہ سے کہا: "میرے ساتھ چلو۔ میں تم دونوں کو فرہاد اور اعلیٰ بی بی تک پہنچاؤں گا۔ اب میری آنکھیں کھل گئی ہیں۔ مجھے اپالو سے دشمنی قائم رکھنے کے لیے تم لوگوں سے دوستی کرنا ہی پڑے گی۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ فرہاد کی ساتھی بھی کسی اپالو سے کم نہیں ہوتیں۔ وہ ان کے سامنے ٹھہر نہیں سکے گا۔ میرے آگے جھکے گا یا جزیرے سے بھاگنا چاہے گا، لیکن میں اسے بھاگنے نہیں دوں گا۔ اسے خاک میں ملا دوں گا۔"

وہ چیختا جا رہا تھا۔ جیپ بستی سے نکل کر پختہ اس سڑک کی طرف جا رہی تھی۔ میں نے کہا: "مرجانہ! اپالو کی ایک حماقت نے تم لوگوں کے لیے راستہ صاف کر دیا ہے۔ اس جزیرے کا مالک تمھارا دوست بن گیا ہے۔ وہ اپالو کو خاک میں ملانے کا دعویٰ کر رہا ہے لیکن اندر ہی اندر دہشت زدہ ہے۔ جانتا ہے اپالو کیسا پاگل ہاتھی ہے کسی کے بس میں نہیں آئے گا۔ یہ جانتا ہے کہ تم،

بلبا، فرہاد اور اعلیٰ بی بی اس کی حمایت کرو گے تو اس کی طاقت بڑھ جائے گی۔ اپالو تم لوگوں کے سامنے کمزور پڑ جائے گا بہرحال میں اس کے دماغ میں پھر جا رہی ہوں۔ دیکھتی ہوں کہ وہ صحیح رہنمائی کر رہا ہے یا نہیں۔ ویسے مجھے اس سرنگ کا راستہ معلوم ہے جہاں سے گزر کر تم اعلیٰ بی بی اور فرہاد تک پہنچ سکتی ہو۔ اگر وہ صحیح رہنمائی نہیں کرے گا تو میں تمھیں وہاں تک پہنچا دوں گی۔"

مرجانہ نے کہا: "یہ تو ہو جائے گا لیکن ابھی یہ معلوم کرو کہ اپالو ہیلی کاپٹر لے کر کہاں چلا گیا ہے جو وہ ابھی تک واپس نہیں آیا ہے۔ یقیناً کوئی گہری چال چلے گا۔"

"میں مجبور ہوں۔ اپالو کے دماغ تک نہیں پہنچ سکتی۔ اندازہ کر سکتی ہوں کہ وہ ہیلی کاپٹر کے ذریعے اسی مکان تک پہنچے گا جہاں اعلیٰ بی بی اور فرہاد کو قید کیا گیا ہے۔ وہ سچ مچ پاگل ہاتھی ہے۔ تم لوگوں سے ضرور ٹکرائے گا۔"

مرجانہ نے کہا: "اسے آنے دو۔ تم یہ بتاؤ، کیا بلیک شیڈو کے اس خاص آدمی کو جانتی ہو جو ہمارے ساتھ یونان کے مشرقی ساحل تک آیا ہے اور اب اپنی ٹیم کے ساتھ ہمارا انتظار کر رہا ہے؟"

میں نے کہا: "میں اسے جانتی ہوں۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ چکی ہوں۔ اس کا نام راجر اسمتھ ہے۔"

"ویری گڈ۔ کسی طرح اسے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ میں اسے یہاں بلانا چاہتی ہوں۔ وہ اپنی ٹیم کے ساتھ ہیلی کاپٹر میں ادھر آئے۔ تم اس مکان تک اس کی رہنمائی کر سکتی ہو؟"

"میں کسی پر ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کو ظاہر نہیں کرنا چاہتی پھر بھلا راجر اسمتھ کو یہاں تک کیسے لا سکتی ہوں؟"

"کوئی تدبیر کرنا ہوگی۔"

"تم بھول رہی ہو۔ یوگو ہنٹر نے کہا تھا کہ گاڑی کے ڈیش بورڈ میں ایک چھوٹا ٹرانسمیٹر رکھا ہوا ہے۔ کیا راجر اسمتھ سے ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم نہیں کر سکتیں؟"

"اوہ، میں تو بھول ہی گئی تھی۔ ابھی رابطہ قائم کرتی ہوں۔"

وہ ڈیش بورڈ سے ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نکال کر اُسے آپریٹ کرنے لگی۔ میں یوگو ہنٹر کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ وہ صحیح معنوں میں رہنمائی کر رہا تھا۔ ذرا سی دیر میں مرجانہ نے راجر اسمتھ سے رابطہ قائم کر لیا۔ اسے ہدایات دینے لگی: "اپنے تمام جنگجو ساتھیوں کے ساتھ پوری طرح مسلح ہو کر جزیرے کے اس حصے میں پہنچو، جہاں جنگلی درندوں کے بہت سارے پنجرے نظر آئیں گے۔ ان پنجروں کے درمیان ایک دو منزلہ مکان ہے۔ اس مکان کے سامنے ہزاروں گز کے رقبے میں ایک بہت بڑا باغ ہے۔ اس باغ میں ہیلی کاپٹر اتارا جا سکتا ہے۔"

راجر سے گفتگو کر کے مرجانہ نے ٹرانسمیٹر آف کیا تو یوگو ہنٹر نے حیرانی سے پوچھا: "تمھیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ جنگلی درندوں کے پنجروں کے درمیان ہزاروں گز کے رقبے میں کوئی مکان ہے جہاں ہیلی کاپٹر بھی اتارا جا سکتا ہے؟"

"ہمارے ذرائع بہت وسیع ہیں۔ پھر کبھی بتاؤں گی۔ فی الحال تم ہمیں راستہ بتاتے رہو۔ اور کتنی دور جانا ہے؟"

وہ گیراج کے قریب آگیا تھا۔ جہاں جیپ کو کھڑا کیا جاتا تھا۔ [illegible] اج کے فرش کی تہ سے وہ [illegible]نگ اس مکان تک گئی تھی، جس کے تہ خانے میں [illegible] اعلیٰ بی بی اپنی رہائی کے منتظر تھے۔

میں تھوڑی دیر پہلے انھیں چھوڑ کر راجر اسمتھ کے دماغ میں پہنچا۔ وہ اپنے جنگجو ساتھیوں کو احکامات دے رہا تھا تمام ساتھی یکے بعد دیگرے ہیلی کاپٹر میں سوار ہو رہے تھے۔ چند منٹوں میں وہ وہاں سے روانہ ہونے ہی والا تھا۔

مجھے اپالو کی طرف سے فکر تھی۔ آخر وہ اتنی دیر سے کہاں گم ہو گیا تھا۔ مرجانہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ جیپ میں بیٹھ کر بستی سے اس گیراج تک آئی تھی۔ کافی وقت لگا تھا۔ اس عرصے میں وہ ہیلی کاپٹر لے کر واپس نہیں آیا تھا۔ مجھے گارسن یاد آیا جو اپالو کا اسسٹنٹ تھا۔ فوراً اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پتا چلا کہ ہیلی کاپٹر کا ایندھن ختم ہو گیا تھا۔ وہ مجبور ہو کر جزیرے کے اس حصے میں پہنچ گیا تھا، جہاں سے دوبارہ ایندھن لے کر پرواز کر سکتا تھا۔ اس کام میں وقت لگ رہا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ مرجانہ کا تعاقب گیراج تک نہیں کر سکا تھا۔

میں چند لمحوں تک سوچتا رہا، کیا کرنا چاہیے۔ پھر میں نے گارسن کو آلۂ کار بنایا۔ وہ ہیلی کاپٹر کی ٹنکی میں پٹرول بھر رہا تھا۔ میں نے اس کے دل میں سگریٹ پینے کی خواہش پیدا کی۔ اس نے جیب سے ایک سگریٹ نکالا۔ اسے ہونٹوں میں دبایا پھر اُسے سلگانا ہی چاہتا تھا کہ اچانک اس کے منہ پر گھونسا پڑا۔ گھونسا ایسا زبردست تھا کہ وہ دوبارہ زمین سے اٹھ نہ سکا۔ اپالو غرا کر کہہ رہا تھا: "ذلیل کُتے! کمینے! پٹرول ڈالتے وقت سگریٹ سلگا رہا ہے کیا ہیلی کاپٹر کو تباہ کرنا چاہتا ہے تاکہ میں دشمنوں تک نہ پہنچ سکوں؟"

اس کا ایک ہی ہاتھ ایسا زبردست تھا کہ گارسن جواب دینے کے قابل نہیں رہا تھا۔ وہ زمین پر تڑپ رہا تھا۔ میں اس کے دماغ میں رہ کر اس کی حالت کو سمجھ سکتا تھا۔ یہ بات تو سمجھ میں آگئی کہ میں اسے آلۂ کار نہیں بنا سکوں گا۔ نہ ہی اس کے ذریعے کبھی اپالو پر حملہ کر سکوں گا۔ گارسن ایک ہی ہاتھ میں میرے کسی کام کا نہیں رہا تھا۔

اپالو جیب سے ٹرانسمیٹر نکال کر کسی سے رابطہ قائم کر رہا تھا۔ جب رابطہ قائم ہو گیا تو وہ اپنی مقامی زبان میں بولنے لگا۔ گارسن ہوش میں تھا ــــ میں اس کے ذریعے اپالو کی باتوں کو سمجھ رہا تھا۔ اس نے

اپنے ان ماتحتوں سے رابطہ قائم کیا تھا جو مکان کی چھت پر مشین گن لیے ہوئے بیٹھے تھے۔ تاکہ جمی فاؤنڈر دوبارہ ہیلی کاپٹر لے کر ادھر نہ آئے اسی مکان کے تہ خانے میں مرجانہ اور بلبا پہنچنے والے تھے۔

اپالو ان ماتحتوں سے کہہ رہا تھا: "غور سے سنو، میں نے یوگو ہنٹر کے خلاف بغاوت کر دی ہے۔ تم لوگوں نے ہمیشہ میرا ساتھ دینے کا وعدہ کیا ہے۔ اب یوگو ہنٹر مرجانہ کے ساتھ اس مکان کے تہ خانے میں پہنچنے والا ہے۔ اسے تہ خانے کے باہر نہ آنے دو۔ میں ابھی تمھارے پاس پہنچنے والا ہوں۔ مکان کے سامنے ہیلی کاپٹر کے اترنے کے لیے راستہ صاف رکھو۔ مجھ سے پہلے دشمنوں کو وہاں نہیں جانا چاہیے۔ مکان کے اندر ہمارے جو ساتھی ہیں، انھیں بھی صورتِ حال سے آگاہ کر دو۔ میں آ ہی رہا ہوں۔ اوور اینڈ آل۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ جمی فاؤنڈر کسی وقت بھی ہیلی کاپٹر کے ذریعے اُدھر آ سکتا ہے۔ اسے یہ نہیں معلوم تھا کہ مرجانہ نے راجر اسمتھ کو اس کی ٹیم کے ساتھ ہیلی کاپٹر کے ذریعے وہاں آنے کے لیے کہا ہے۔

میں نے مرجانہ کے پاس پہنچ کر اسے اپالو کے متعلق بتایا۔ تمام باتیں سننے کے بعد وہ بولی: "میں کوشش کر رہی ہوں کہ جلد سے جلد اس سرنگ کو پار کر لوں۔ بڑی لمبی سرنگ ہے۔ پتا نہیں ہم کب اس مکان تک پہنچیں گے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ٹارچ کی روشنی میں ایک دروازہ نظر آیا۔ یوگو ہنٹر نے کہا: "یہ تہ خانے کا دروازہ ہے۔"

وہ اس دروازے کو کھول کر اندر پہنچے۔ دو مسلح جوان وہاں کھڑے تھے۔ اعلیٰ بی بی اور سجاد ایک جگہ سر جھکائے بیٹھے تھے۔ مرجانہ کو دیکھتے ہی اعلیٰ بی بی خوشی سے اچھل پڑی۔ دونوں مسلح جوان ایک دم سے چوکنا ہو گئے، لیکن اپنے باس یوگو ہنٹر کو دیکھتے ہی اٹینشن ہو گئے۔ یوگو ہنٹر نے حکم دیا: "اوپر مکان میں جاؤ اور اپنے ساتھیوں کو میرے سامنے حاضر کرو۔"

حکم کی تعمیل ہوئی۔ وہ دونوں مسلح جوان آگے آگے چلتے ہوئے اوپری حصے میں پہنچے جہاں میکنزم کے ذریعے اس مکان میں پہنچنے کا راستہ بنایا جا سکتا تھا۔ مرجانہ مجھے اپنے دماغ میں محسوس کر رہی تھی۔ اُس نے کہا: "سونی! بلبا سے کہو، ہوشیار رہے۔ جیسے ہی کمرے میں پہنچنے کا راستہ کھلے، اندھا دھند فائرنگ شروع کر دے۔ اپالو نے اپنے جن آدمیوں کو تہ خانے تک محدود رہنے کا حکم دیا ہے، وہ اس کمرے میں ضرور موجود ہوں گے۔ جہاں ابھی ہم پہنچنے والے ہیں۔"

میں نے بلبا کو صورتِ حال سے آگاہ کیا۔ اسے بالکل مستعد رہنے کے لیے کہا۔ اس نے جواب دیا: "فکر نہ کرو۔ میں ایک ایک کو بھون کر رکھ دوں گا۔"

پھر ایسا ہی ہوا۔ جیسے ہی یوگو ہنٹر کے ساتھ چلنے والے ایک مسلح جوان نے کمرے کا بیرونی دروازہ کھولا، مرجانہ اور بلبا نے یکبارگی فائرنگ شروع کر دی۔ تڑا تڑ اتڑ کے ساتھ گولیاں چلتی گئیں۔ کمرے میں چار مسلح جوان گھس گئے تھے وہ اچانک فائرنگ کے لیے تیار نہیں تھے۔ انھوں نے سوچا ہوگا جیسے ہی تہ خانے سے یوگو ہنٹر اپنے مددگاروں کے ساتھ آئے گا، انھیں نشانے پر رکھ کر بے بس کر دیا جائے گا لیکن مرجانہ اور بلبا کی اچانک فائرنگ نے انھیں موت کی نیند سلا دیا۔

دو مسلح جوان یوگو ہنٹر کے ساتھ آئے تھے۔ وہاں چار کی لاشیں پڑی تھیں۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ مکان کی چھت پر مشین گن کے پاس جو چار مسلح تھے، ان میں سے دو اتر کر نیچے کمرے میں آ گئے تھے اور اب دو جوان چھت پر رہ گئے تھے۔

یوگو ہنٹر نے کہا: "میں ابھی ان دو جوانوں کو نیچے بلاتا ہوں۔ وہ بھی میرے تابعدار ہیں میرے نمک خوار ہیں۔"

مرجانہ نے میری ہدایت کے مطابق کہا: "وہ تمھارے وفادار نہیں ہیں۔ اپالو اتنا نادان نہیں ہو سکتا۔ اس نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے ان آدمیوں سے رابطہ قائم کیا ہوگا۔ پہلے ہی انھیں اپنی طرف کر چکا ہوگا۔ یقین نہ ہو تو انھیں یہاں سے آواز دو۔ ابھی ان کے قریب نہ جاؤ۔"

ان کی باتوں کے دوران ہیلی کاپٹر کی آواز آنے لگی۔ کبھی آواز تیزی سے قریب آتی، کبھی دور ہو جاتی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ ہیلی کاپٹر ان جنگلی جانوروں کے پنجروں کے چاروں طرف گھوم رہا تھا شاید نیچے اُترنے کی مناسب جگہ تلاش کر رہا تھا۔

مرجانہ نے کہا: "یہ یقیناً ہمارے آدمی ہیں۔"

ایسا کہتے ہوئے اس نے ٹرانسمیٹر کو آن کیا۔ پھر راجر اسمتھ سے رابطہ قائم کیا۔ وہی تھا۔ وہ کہہ رہا تھا: "میں یہاں سے اس مکان کو دیکھ رہا ہوں۔ مکان کے سامنے ہیلی کاپٹر اتارنے کے لیے کافی وسیع جگہ ہے۔ لیکن چھت پر دو مشین گن والے بیٹھے ہوئے ہیں۔ اوور۔"

مرجانہ نے کہا: "ہم ابھی ان مشین گن والوں کو اپنے قابو میں کرتے ہیں۔ ذرا انتظار کرو۔ اوور اینڈ آل۔"

رابطہ ختم ہوتے ہی یوگو ہنٹر تیزی سے چلتا ہوا مکان کے برآمدے تک آیا۔ پھر اونچی آواز میں کہا: "لاری اور ایڈی، میری آواز سنو۔ میں حکم دیتا ہوں، مشین گن چھوڑ کر نیچے آ جاؤ۔ تم لوگ میرے نمک خوار ہو۔ مجھے تم لوگوں پر فخر ہے اور میں جانتا ہوں کہ تم میرے وفادار ہو گے اور فوراً حکم کی تعمیل کرو گے۔"

اُس کی آواز بتدریج... ڈوبتی چلی گئی تھی کیونکہ فضا میں ہیلی کاپٹروں کا شور بڑھ گیا تھا۔ دوسرا ہیلی کاپٹر بھی پہنچ گیا تھا۔ دونوں ہی فضا میں چکر لگا رہے تھے۔ یقیناً دوسرے میں اپالو پرواز کر رہا ہوگا اور اپنے آدمیوں سے ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم کر رہا ہوگا۔

اسی وقت ایڈی کی آواز سنائی دی۔ وہ چیخ کر کہہ رہا تھا: "مسٹر ہنٹر! ہمیں افسوس ہے، ہم آپ کا ساتھ نہیں دے سکتے۔ ہمارا آقا اپالو آگیا ہے۔ ٹرانسمیٹر کے ذریعے لاری بات کر رہا ہے۔ ہم اپالو کے لیے جان دے دیں گے۔ اپنے آدمیوں سے کہہ دو، کوئی چھت پر آنے کی کوشش کرے گا تو اپنی جان سے جائے گا۔"

مرجانہ نے پھر ٹرانسمیٹر کے ذریعے راجر اسمتھ سے رابطہ قائم کیا۔ اس نے کہا "راجر اسمتھ! دوسرا ہیلی کاپٹر یہاں اترنے نہ پائے۔ اس کے پیچھے لگے رہو۔ اوور۔"

"کیا وہ مشین گن والے اس ہیلی کاپٹر والے کے آدمی ہیں؟ اوور۔"

"ہاں، وہ اپالو کا ساتھ دے رہے ہیں۔ جب بھی وہ اپنا ہیلی کاپٹر یہاں اتارنے آئے، تم اس کے ساتھ لگے رہنا۔ اس طرح مشین گن والے تمھاری طرف فائرنگ نہیں کرسکیں گے۔ اس طرح اپالو کا ہیلی کاپٹر بھی فائرنگ کی زد میں آئے گا۔ جب تک چھت سے فائرنگ ہو سکے تم اسے اترنے کا موقع نہ دو۔ وہ مجبور ہو کر پرواز کرتا ہوا دور چلا جائے گا۔ میں ٹرانسمیٹر اٹینڈ کرتی رہوں گی۔ کوئی دشواری ہو، تو مجھے اطلاع دینا۔ اوور اینڈ آل۔"

بلیا نے کہا "ہمیں چھت پر جانے کی کوشش کرنا چاہیے۔"

وہ دونوں زینے کی طرف چلنے لگے۔ یوگو ہنٹر ان کے پیچھے تھا۔

جیسے ہی انھوں نے زینے پر قدم رکھا، اس کے اوپری حصے سے فائرنگ ہوئی۔ وہ سب اچھلتے ہوئے زینے سے پرے ہٹ گئے۔ اوپر سے مقامی زبان میں یوگو ہنٹر کو مخاطب کرکے کہا گیا "مسٹر ہنٹر! ہم آپ کے نہیں، اپالو کے وفادار ہیں۔ لہٰذا اس زینے پر چڑھنے کی کوشش نہ کرنا۔ ہم کسی کو چھت پر پہنچنے کا موقع نہیں دیں گے۔"

یوگو ہنٹر دیدے پھیلائے اوپر تک رہا تھا۔ ابھی مکان کے اندر آکر اس نے جن دو مسلح جوانوں کو اپنا وفادار اور نمک خوار کہا تھا، وہ ان کی غفلت سے فائدہ اٹھاکر اوپری منزل پر چلے گئے تھے۔ وہاں سے دھمکیاں دے رہے تھے اور اپالو کی وفاداری کا فخریہ دعویٰ کررہے تھے۔

مرجانہ نے طنزیہ انداز میں یوگو ہنٹر کو دیکھتے ہوئے کہا "میں تمھیں پہلے ہی کہہ چکی تھی، اپنے کسی ملازم پر بھروسہ نہ کرو۔ بیشک تم اس جزیرے کے مالک ہو، لیکن جزیرے کے باشندوں سے اعتماد کا ووٹ حاصل کرنا چاہو گے تو تمھارے مقابلے میں اپالو جیت جائے گا۔"

اعلیٰ بی بی کھڑکی کے پاس کھڑی دور فضا میں دو ہیلی کاپٹروں کو قریب قریب پرواز کرتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ یقیناً راجر اسمتھ، اپالو کے ہیلی کاپٹر کا راستہ روک رہا تھا۔ میں نے اعلیٰ بی بی سے پوچھا "کیا تم غیر معمولی موتیوں کی مالا کو استعمال کرسکتی ہو؟"

اس نے پوچھا "کس سلسلے میں استعمال کرنا ہے؟"

"کیا یہاں سے کسی موتی کے ذریعے اپالو کے ہیلی کاپٹر کو نشانہ بنا سکتی ہو؟"

"وہ بہت دور ہے۔ پھر یہ کہ ریوالور یا مشین گن وغیرہ کی گولیوں کی رفتار کے مقابلے میں موتیوں سے نکلنے والی لیزر شعاع کی رفتار سست ہے۔ جتنی دیر میں شعاع ہیلی کاپٹر تک پہنچے گی، وہ پرواز کے دوران اپنی پوزیشن بدل چکا ہوگا۔ ہوسکتا ہے اسی دوران میں راجر اسمتھ کا ہیلی کاپٹر پرواز کرتا ہوا اس شعاع کی زد میں آجائے۔"

میں نے تائید کی "ہاں ایسا ہوسکتا ہے۔"

"تم اچھی طرح جانتے ہو، جب میں ہر طرح سے مجبور ہوجاتی ہوں اور بچاؤ کا کوئی راستہ نہیں ہوتا یا کسی بہت اہم منصوبے پر عمل کرنے کے لیے موتیوں کی اس مالا کو استعمال کرنا پڑتا ہے، تب ہی استعمال کرتی ہوں۔ ورنہ خاموش تماشائی بنی رہتی ہوں۔ ابھی تو مرجانہ، بلیا اور یوگو ہنٹر کے پاس ہتھیار ہیں۔ کافی کارتوس ہیں۔ یہ استعمال کریں گے، مقابلہ کریں گے۔ میں خاموش تماشائی بنی رہوں گی۔"

یوگو ہنٹر نے مرجانہ سے ٹرانسمیٹر لے کر آپریٹ کیا اور رابطہ قائم کرنے لگا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ اپالو سے باتیں کرنا چاہتا ہے۔ ذرا دیر بعد رابطہ قائم ہوگیا۔ اس نے چیخ کر کہا "اپالو! کمینے، نمک حرام! آخر تم نے اپنی اصلیت دکھا ہی دی۔ تم نے مجھ سے دشمنی مول لے کر اپنی موت کو آواز دی ہے۔ میں اب بھی تمھیں معاف کرسکتا ہوں۔ اپنی غلطی تسلیم کرو اور ہیلی کاپٹر یہاں سے لے جاؤ۔ اوور۔"

"ہنٹر! میں بیس برس سے تمھاری خدمت کرتا آرہا ہوں۔ تمھارے لیے خونخوار جانوروں کو زندہ پکڑ کر لاتا ہوں۔ ان کی پرورش کرتا ہوں۔ ان کا سودا ہوتا ہے تو منافع تمھاری تجوری میں جاتا ہے۔ میں اس قدر محنت کرنے کے باوجود تمھارا ملازم کہلاتا ہوں، جبکہ یہ جانور میرے اشاروں پر ناچتے ہیں۔ میں انھیں خوراک پہنچاتا ہوں۔ یہ مجھے پہچانتے ہیں، تمھیں نہیں پہچانتے۔ اس جزیرے کے بچے اور بوڑھے میرے آگے جھکتے ہیں۔ تمھارے آگے نہیں جھکتے۔ پھر یہاں کا مالک، یہاں کا آقا کون ہوا؟ تم یا میں؟ لیکن تم اسے تسلیم نہیں کرو گے۔ میں نے سوچا تھا، جیپ کے پیچھے باندھے جانے کے بعد خونخوار کتوں کا لقمہ بن کر تم اس ...... دنیا سے چلے جاؤ گے، لیکن قسمت اچھی ہے، مرجانہ اور بلیا نے تمھیں بچا لیا ہے، لیکن کب تک؟ جہاں تم ابھی ہو، وہاں سے نکل نہیں سکتے۔ میں نے سرنگ کا راستہ بند کرا دیا ہے۔ گیراج کے چاروں طرف میرے مسلح جوان موجود ہیں اور اس مکان سے تو نکلنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ چاروں طرف خونخوار جانوروں کے پنجرے ہیں۔ تمھاری موت وہیں ہوگی۔ اگر تم زندہ رہنا چاہتے ہو تو میرے آگے گھٹنے ٹیک دو۔ اپنے ساتھیوں

سے کہو ہتھیار ڈال دیں۔ میں ابھی بتاؤں گا کہ ہمارے درمیان صلح نامہ کس طرح ہوگا۔ پہلے تم بتاؤ صلح کے لیے تیار ہو؟ اوور۔"

یوگو ہنٹر غصے میں اسے گالیاں دینا چاہتا تھا لیکن میں نے اس کے مزاج کو بدل دیا۔ وہ طنزیہ انداز میں بولا "ذرا میں بھی تو سنوں کہ تم کس طرح صلح کرنا چاہتے ہو؟ تمھارا طریقۂ کار کیا ہے؟ اوور۔"

"طریقۂ کار یہ ہے کہ پہلے میں ہیلی کاپٹر کے ذریعے تمھیں اس مکان سے نکالوں گا۔ تم میرے ساتھ چل کر تحریری معاہدہ کرو گے۔ اس جزیرے کو میرے نام کردو گے۔ اس کے عوض میں تمھارے تمام اخراجات تاحیات برداشت کرتا رہوں گا۔ اگر تم راضی نہ ہوئے تو تمھاری موت کے بعد یہ جزیرہ اور اس کے سارے انتظامات پہلے کی طرح میرے ہی ہاتھ میں ہوں گے۔ یہاں کے باشندوں کی تمام آرا میرے حق میں ہوگی۔ اگر کوئی یہاں کے جانوروں اور اس جزیرے کا خریدار آئے گا تو میرے اشاروں پر ناچے گا۔ میں اسے کبھی سر اٹھانے کا موقع نہیں دوں گا۔ تمھارا سر آج بھی اٹھا ہے، اسے اٹھا رہنے دو۔ مجھے مجبور نہ کرو کہ اس سر کو قلم کرکے قدموں میں جھکا دوں۔ اوور۔"

"اپالو! آج صبح جب ہمیں معلوم ہوا تھا کہ مرجانہ نے اس جزیرے میں قدم رکھا ہے، تب ہی میں نے کہہ دیا تھا کہ ہوشیار رہنا۔ آج ہماری سب سے کڑی آزمائش کا وقت ہوگا۔ جہاں فرہاد کا کوئی ساتھی ہوتا ہے ــــ وہاں اس کے ساتھ موت کے ہزاروں نادیدہ ہاتھ ہوتے ہیں، لیکن تم نے میری بات کو اہمیت نہیں دی تھی۔ اب اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہو۔ میں تمھارے فضائی حملے سے محفوظ رہا۔ خونخوار کتے مجھ تک نہ پہنچ سکے۔ اب مرجانہ کسی وقت بھی اس چھت پر تمھارے آدمیوں تک پہنچ سکتی ہے۔ پھر کیا ہوگا؟ کیا تم اپنا ہیلی کاپٹر اتار سکو گے؟ اوور۔"

"چھت پر بیٹھے ہوئے لاری اور ایڈی مجھ سے رابطہ قائم کرتے رہتے ہیں۔ انھوں نے بتایا ہے کہ تم نے جن دو مسلح ماتحتوں کو اپنا وفادار بنائے رکھنا چاہا تھا وہ بھی تم سے باغی ہوگئے ہیں اور اوپری منزل میں پہنچ کر تم لوگوں کا راستہ روک رہے ہیں۔ وہی دونوں تم میں سے کسی کو بھی چھت پر پہنچنے نہیں دیں گے۔"

اس کے ساتھ ہی اپالو کا قہقہہ سنائی دیا۔ اس نے کہا۔ "وہ دیکھو، جس ہیلی کاپٹر کو میرے پیچھے لگایا گیا تھا، وہ دریا کے کنارے اتر رہا ہے۔ یقیناً اس ہیلی کاپٹر میں کوئی خرابی ہوگئی ہوگی یا ایندھن ختم ہورہا ہوگا۔ ذرا ٹھہرو، پہلے میں اس ہیلی کاپٹر کے سواروں سے نمٹ لوں۔ پھر تمھاری شہ رگ تک پہنچوں گا۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ میں نے مرجانہ کو اپالو کی گفتگو مختصر طور پر سنائی۔

اس نے فوراً یوگو ہنٹر سے ٹرانسمیٹر لے کر راجر اسمتھ سے رابطہ قائم کیا۔ میں راجر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کا ہیلی کاپٹر جنگلی جانوروں کے پنجروں کے اس پار ذرا دور دریا کے کنارے اتر رہا تھا۔ ٹرانسمیٹر سے سگنل ملتے ہی اس نے اسے آن کیا۔ پھر کہا "مادام! میں اٹینڈ کر رہا ہوں۔ میرے ساتھ مجبوری ہے۔ ایندھن اب برائے نام رہ گیا ہے۔ صرف اتنا کہ ایندھن کا انتظام نہ ہوسکے تو میں اسے جزیرے کے باہر یونان کے مشرقی ساحل تک لے جاسکوں۔ میں نے احتیاطاً ایسا کیا ہے۔ کیا یہاں ایندھن کا انتظام ہوسکتا ہے؟ اوور۔"

"انتظار کرو۔ میں ابھی بتاتی ہوں۔ اوور اینڈ آل۔"

میں پھر مرجانہ کے پاس گیا۔ وہ یوگو ہنٹر سے پوچھ رہی تھی۔ "ہمارے ہیلی کاپٹر کے لیے ایندھن کہاں مل سکتا ہے؟"

"ہمارے پاس اسٹاک ہے۔ ایندھن دستیاب ہوسکتا ہے۔ میں اس جگہ کی نشاندہی کرتا ہوں۔ تم اپنے آدمیوں کو وہاں ہیلی کاپٹر لے جانے کے لیے کہو۔"

میں نے مداخلت کرتے ہوئے مرجانہ سے کہا "ایسی حماقت نہ کرنا، اپالو اس ہیلی کاپٹر کو کبھی اس جگہ تک پہنچنے کا موقع نہیں دے گا۔ دوسری بات، جہاں بھی راجر اسمتھ ہیلی کاپٹر لے کر جائے گا، وہاں اپالو کے آدمی ہوں گے۔ یوں کہنا چاہیے کہ جزیرے میں بیشتر اپالو کے ہی آدمی ہیں۔ ہنٹر خوش فہمی میں مبتلا ہے۔ لہٰذا تم کسی طرح کا رسک نہ لو۔ راجر اسمتھ سے کہہ دو کہ وہ سیدھا یونان کے مشرقی ساحل جائے اور وہاں سے ٹنکی فل کرانے کے بعد واپس آئے۔"

میں پھر راجر اسمتھ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے باتیں کرنے کے دوران ہیلی کاپٹر کے باہر دیکھ رہا تھا۔ دوسرا ہیلی کاپٹر اس سے کچھ فاصلے پر اتر رہا تھا۔ اس نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے کہا "مادام! اپالو نے بھی اپنا ہیلی کاپٹر یہاں اتار لیا ہے۔ اس کے ساتھ بھی کوئی مجبوری ہے یا پہلے ہم سے نمٹنا چاہتا ہے۔ میں بعد میں آپ سے رابطہ قائم کروں گا۔ اوور اینڈ آل۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی اپالو کے ہیلی کاپٹر کی طرف سے فائرنگ شروع ہوگئی۔ راجر اسمتھ کے لوگ بڑے جنگجو تھے۔ انھوں نے دوسرے ہیلی کاپٹر کو اترتے دیکھا تھا تو اسی وقت اپنا اپنا مورچہ سنبھال لیا تھا۔ اب وہ جوابی فائرنگ کررہے تھے۔

میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ میں دماغی طور پر لبنان پہنچ گیا۔ وہاں سوق الغرب کے علاقے میں میں میزبان بوڑھی کا مہمان تھا۔ جو اب اس دنیا میں نہیں رہی تھی۔ اس بزرگ خاتون کے ساتھ ساتھ حدیقہ کے محبوب کی بھی تجہیز و تکفین کے انتظامات کیے جارہے تھے۔ اس وقت دن کے گیارہ بج چکے تھے۔ میں

پچھلی رات سے سو نہیں سکا تھا۔ سونے کی خواہش تھی۔ ذرا آرام کرنا چاہتا تھا۔ جلیل القدر بزرگ نے دروازے پر دستک دی۔ میں نے آگے بڑھ کر اسے کھولا۔ انھوں نے کہا "بیٹے! تم ابھی تک جاگ رہے ہو۔ میں تو سمجھ رہا تھا کہ پچھلی رات کی نیند پوری کر رہے ہو۔"

"میں جب بھی ایک رات جاگتا ہوں تو دوسرے دن بارہ بجے تک مراقبے میں رہتا ہوں۔ ابھی آپ نے میرے مراقبے کا سلسلہ توڑ دیا۔"

انھوں افسوس ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ "مجھے معلوم نہیں تھا ورنہ کبھی مداخلت نہ کرتا۔ میں جا رہا ہوں۔ ہماری ضرورت ہو تو ایک آواز دینا، ایک ہزار خدمت گار پہنچ جائیں گے۔"

"اب میں دو بجے کے بعد سوؤں گا اور شام کے چھ بجے بیدار ہوں گا۔"

"تم نے وعدہ کیا تھا کہ ہمیں ایسی جگہ بتاؤ گے جہاں سے ہم چھاپا مار کر ہتھیار حاصل کر سکیں گے اور شام سے پہلے حاصل کر سکیں گے۔"

"میں جگہ بتاؤں گا۔ وہاں آدھی رات کے بعد چھاپا مارنا بہتر ہوگا۔ آپ ایسے جوانوں کو تیار رکھیں جو دلیر بھی ہوں اور ہمہ وقت چاق چوبند رہتے ہوں۔ میں شام کے چھ بجے کے بعد اس جگہ کی نشاندہی کروں گا۔"

بزرگ وہاں سے چلے گئے۔ میں نے دروازے کو بند کیا۔ پھر خیال خوانی کے لیے اپنی جگہ آ کر بیٹھ گیا۔ میں رسونتی، ثبانہ اور دونوں پارس کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لیے نیپال کا رخ نہیں کر سکتا تھا۔ جزیرہ یونانی سِس میں میرا ہر لمحے موجود رہنا ضروری تھا، پتا نہیں کس وقت کس کے حق میں بازی پلٹ جاتی۔

یوں بھی جہاں سونیا ہوتی ہے وہاں کیلیے میں فکر مند نہیں رہتا۔ مجھے یقین تھا کہ نیپال میں حالات ہمارے کتنے ہی خلاف کیوں نہ ہوں، سونیا اپنی تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ رسونتی، ثبانہ اور دونوں بچوں کی حفاظت کرے گی۔ سونے پر سہاگہ یہ کہ ثبانہ بھی کسی سے کم نہیں تھی۔ موت سے کھیلتے رہنے کی عادت اس کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔ لیکن وہ کتنی ذہین ہے، کتنی حاضر دماغ ہے، اس کی آزمائش موجودہ حالات میں ہونے والی تھی۔

میں جزیرہ یونانی سِس پہنچ گیا۔ میں نے راجر اسمتھ سے پہلے اپنوں کی خبر لی۔ جو اس مکان میں قید ہو کر رہ گئے تھے وہاں فائرنگ کا تبادلہ ہو رہا تھا۔ نیچے سے بلبا اور سجاد فائرنگ کرتے ہوئے اوپری منزل تک پہنچنا چاہتے تھے، اوپر چھپے ہوئے دو مسلح جوان جوابی فائرنگ کر رہے تھے اور انھیں پیش قدمی سے روک رہے تھے۔

مرجانہ نے یوگوسنز سے پوچھا "اس مکان کے باہر پانی یا گٹر وغیرہ کے پائپ ہوں گے، جو چھت تک گئے ہوں۔"

"ہاں۔ مکان کے دائیں طرف ہیں۔"

اعلیٰ بی بی نے آگے بڑھ کر کہا "مرجانہ! تم پائپ کے ذریعے چھت پر نہیں جاؤ گی۔"

"کیا تم سمجھتی ہو، وہ لوگ مجھے نقصان پہنچائیں گے؟"

"نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ ویسے تم وہاں جا کر کیا کرو گی؟ زیادہ سے زیادہ انھیں زیر کر سکو گی، مشین گن اپنے قابو میں کر لو گی اور اپالو کا ہیلی کاپٹر یہاں اترنے نہیں دو گی۔"

"کیا مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے؟"

"ایسا کرنے کا فائدہ کیا ہوگا؟ تم سن چکی ہو کہ سرنگ کے راستے فرار ہونا ممکن نہیں رہا۔ گیراج کے چاروں طرف اپالو کے مسلح آدمی موجود ہیں۔ یہاں سے ہم مکان کے باہر تو نکل سکتے ہیں لیکن ان پنجروں کو پار کر کے جزیرے کے دوسرے حصے میں نہیں پہنچ سکتے۔ اپالو نے ہمیں قید کر رکھا ہے۔ میرا مشورہ ہے، اسے اپنا ہیلی کاپٹر یہاں اتارنے دو۔ یہیں ہماری قسمت کا فیصلہ ہو جائے گا۔"

میں نے کہا "مرجانہ! اعلیٰ بی بی درست کہہ رہی ہے۔ بلبا اور فرہاد کو فائرنگ سے روکو۔ آئندہ کے لیے زیادہ سے زیادہ کارتوس بچاؤ۔ اوپر چھت والوں کو اس خوش فہمی میں مبتلا رہنے دو کہ تم وہاں تک نہیں پہنچ سکو گی۔"

میں اسے سمجھانے کے بعد راجر اسمتھ کے پاس پہنچ گیا۔ وہاں فائرنگ بند ہو چکی تھی۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ اس کے ساتھ جو چار جنگجو آئے تھے، ان میں کے تین مارے گئے ہیں۔ ایک روپوش ہے۔ کہیں کسی جھاڑی کے پیچھے اپالو کی تاک میں ہوگا۔

راجر اسمتھ ایک گھنے درخت کی آڑ میں کھڑا ہوا تھا۔ اس کا اندازہ تھا کہ اس درخت کے پیچھے کچھ فاصلے پر جو دوسرا گھنا درخت ہے، اس کے پیچھے اپالو موجود ہے۔ لیکن دونوں طرف سے فائرنگ نہیں ہو رہی تھی۔ راجر اسمتھ مجبور تھا۔ اس کے کارتوس ختم ہو گئے تھے۔ شاید دوسری طرف بھی یہی مجبوری ہوگی لیکن دشمن کی کوئی خاموش چال بھی ہو سکتی تھی۔

راجر نے چند لمحوں تک سوچنے کے بعد اپنے قدموں کے پاس پڑے ہوئے ایک چھوٹے سے پتھر کو اٹھایا۔ پھر اسے دور درخت کے پاس پھینکا جہاں سے اپالو جوابی فائرنگ کر سکتا تھا۔ پتھر ادھر جا کر گرا لیکن فائرنگ نہیں ہوئی۔ تب راجر نے ریوالور والا ہاتھ درخت کے پیچھے سے نکالتے ہوئے کہا "اپالو! میں سمجھ گیا ہوں، تمھارے پاس کارتوس نہیں ہیں۔ دیکھو میرا ریوالور پوری طرح لوڈ ہے۔ اپنی خیریت چاہتے ہو تو سامنے آ جاؤ۔"

وہ نہ تو راجر اسمتھ کے ریوالور کے سامنے آ سکتا تھا، نہ کوئی دوسری زبان بول سکتا تھا۔ چند لمحوں کی خاموشی کے بعد درخت کے پیچھے سے اپالو کا بایاں ہاتھ باہر آیا۔ اس نے اپنی ہتھیلی پھیلا دی تھی، جیسے خاموش زبان سے کہہ رہا ہو "لو میری ہتھیلی ٹارگٹ بنی ہوئی ہے۔ گولی چلاؤ۔"

راجر اسمتھ اس اشارے کو سمجھ رہا تھا۔ دشمن معلوم کرنا چاہتا تھا کہ واقعی اس کے ریوالور میں گولی ہے یا نہیں۔ اگر ہوگی تو وہ چیلنج کے طور پر ایک بار ضرور فائر کرے گا۔ راجر ذرا تذبذب میں رہا۔ پھر دانت پیس کر بولا "یو بلڈی فول! تم چالاکی دکھا رہے ہو۔ میں اپنی گولیاں تمھاری ہتھیلی پر ضائع نہیں کروں گا۔ یہ تمھاری کھوپڑی اور تمھارے سینے میں پیوست ہونے کے لیے ہیں۔"

ایسا کہتے ہوئے اس کی نظر سامنے والے درخت کے پیچھے پڑی۔ اسے اپنا چوتھا جنگجو ساتھی نظر آیا۔ اس نے دونوں ہاتھوں میں درخت کی ایک کٹی ہوئی موٹی سی شاخ پکڑی ہوئی تھی۔ دبے قدموں چلتا ہوا یوں آگے بڑھ رہا تھا جیسے پیچھے سے اپالو پر حملہ کرنے والا ہو۔

راجر نے سوچا، اپالو کو پیچھے سے ہونے والے حملے کا علم نہیں ہونا چاہیے۔ لہٰذا اس نے باتوں میں لگائے رکھنے کے لیے کہا "اپالو! اپنا ہاتھ کیا دکھا رہے ہو۔ میں کوئی نجومی نہیں ہوں۔ مرد ہو تو سامنے آؤ۔"

درخت کے پیچھے سے غصیلی آواز آئی۔ جیسے کوئی جنگلی درندہ غرا رہا ہو۔ اپنے شکار پر جھپٹنے کے لیے پینترا بدلنے والا ہو۔ اسی وقت راجر اسمتھ کے ساتھی نے اپنے ہاتھوں میں پکڑی ہوئی موٹی اور مضبوط شاخ سے حملہ کر دیا۔ ایک زوردار کھٹاک کی آواز سنائی دی۔ اسی لمحے اس کے ساتھی کے حلق سے کراہ نکلی۔ وہ الٹ کر پیچھے جا گرا تھا۔ دور کھڑا راجر اسے زمین پر چاروں شانے چت پڑا ہوا دیکھ رہا تھا۔ وہ بے حس و حرکت ہو گیا تھا۔ پتا نہیں اپالو کس طرح اس کے حملے سے بچ گیا تھا اور کس طرح اس نے جوابی حملہ کیا تھا کہ ایک ہی ضرب کھانے کے بعد راجر کا ساتھی زمین سے اٹھنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ شاید وہ بے ہوش ہو گیا تھا۔

راجر اسمتھ اور اس کے ساتھی اپالو کے جنگی اور جنگلی تجربات سے واقف نہیں تھے۔ اس نے برسوں گھنے جنگلات میں زندگی گزاری تھی۔ خونخوار درندوں سے مقابلہ کرتا آیا تھا۔ درندوں کی طرح ہی جنگل میں رہ کر ہلکی سے ہلکی آہٹ سن لینے کا عادی تھا۔ اپنے آس پاس بو سونگھ کر محسوس کر لیتا تھا کہ شکار کہاں ہے۔ پیچھے سے حملہ کرنے آ رہا تھا، خواہ کتنے ہی دبے قدموں آ رہا ہو، اس کی آہٹ وہ سن چکا تھا۔ اس لیے خود کو حملے سے بچا کر اس نے ایک ہی جوابی حملے میں اسے زمین بوس کر دیا تھا۔

راجر اسمتھ نے چیخ کر کہا "بزدل! کمینے! سامنے آ۔"

بات ختم ہوتے ہی اس کے قریب جیسے دھماکہ ہوا۔ وہ ایک دم سے اچھل کر ایک طرف ہٹا۔ پھر بے اختیار ریوالور کے ٹریگر پر انگلی دباتا چلا گیا۔ کھٹ کھٹ کی آواز آتی رہی۔ فائرنگ نہیں ہو سکتی تھی۔ ریوالور کا چیمبر خالی تھا۔ دوسری طرف سے اپالو نے ایک پتھر پھینکا تھا۔ کوئی دھماکہ کرنے والا بم نہیں پھینکا تھا۔ دوسرے لفظوں میں خونخوار درندوں سے کھیلنے والے نے راجر اسمتھ کی نفسیات سے کھیلا تھا۔ اسے محض چونکا دیا تھا تاکہ وہ بے اختیار فائر کرنے پر مجبور ہو جائے اور وہ مجبور ہو گیا تھا۔ یہ ظاہر کر چکا تھا کہ اس کا ریوالور خالی ہے۔ جب راجر اسمتھ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا تو دیر ہو چکی تھی۔ درخت کے پیچھے سے اپالو نکل کر سامنے آ گیا تھا۔

وہ ایسا قد آور تھا کہ راجر اسے سر سے پاؤں تک، پھر پاؤں سے سر تک دیکھنے لگا، جیسے پہاڑ کو یا ایسی اونچی اور مضبوط چٹان کو دیکھ رہا ہے، جسے تراش کر انسان بنایا گیا ہو۔ اس کی دونوں ہتھیلیاں ایسی مضبوط، ایسی پھیلی ہوئی تھیں کہ ان کی گرفت میں آنے والا زندگی سے تو چھوٹ سکتا تھا، ان ہتھیلیوں سے نہیں چھوٹ سکتا تھا۔

راجر اسمتھ بزدل یا کمزور نہیں تھا۔ بلیک شیڈو کے گروہ میں مانا ہوا بلیک بیلٹر سمجھا جاتا تھا۔ اکیلا پانچ پانچ، چھ چھ فائٹروں سے مقابلہ کرتا تھا اور سب کو زیر کر دیتا تھا۔ اس کے سامنے تو اپالو اکیلا تھا۔ اس نے پینترا بدل کر کراٹے کا ایک پوز بنایا۔ اپالو گہری سنجیدگی سے اسے دیکھتے ہوئے مسکرانے لگا۔ وہ چپ چاپ ایک جگہ کھڑا ہوا تھا۔

راجر اسمتھ نے پینترا بدل کر کراٹے کا دوسرا پوز بنانے کے ساتھ ایک نعرہ لگاتے ہوئے اچانک چھلانگ لگائی۔ اپالو کے قریب پہنچا۔ پھر کراٹے کا ایک ہاتھ اس کی گردن پر رسید کیا۔ چونکہ چھلانگ لگا کر ہاتھ جمایا تھا، اس لیے وہ گردن تک پہنچ گیا تھا۔ ورنہ قد میں اس کے سینے تک ہی آتا تھا۔ بہرحال وہ دوسری بار حملہ نہ کر سکا۔ اپالو نے اپنی ایک ہتھیلی کے شکنجے میں اس کی کھوپڑی کو جکڑ لیا تھا۔

راجر اسمتھ کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے سر پر لوہے کی ٹوپی پہنا دی گئی ہو اور وہ آہنی ٹوپی اس کے سر کو چاروں طرف سے جکڑ رہی ہو۔ اس کی انگلیاں انتہائی مضبوط تھیں۔ راجر اسمتھ کا سر جیسے چٹخنے لگا تھا۔ اس نے ہاتھ پاؤں چلانے شروع کیے۔ پے در پے کئی گھونسے رسید کیے، کراٹے کے ہاتھ جمائے، پاؤں سے بھی ٹھوکریں ماریں۔ اپالو نے صرف ایک ہاتھ استعمال کیا تھا۔ ایک ہتھیلی کے شکنجے میں اسے جکڑ رکھا تھا۔ راجر نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اس کی کلائی کو پکڑا اور اسے موڑنے کی کوشش کرنے لگا۔ پتا چلا جیسے اس کا مقابل چٹان ہو۔ اپنی جگہ سے ہلایا نہ جا سکتا ہو۔ وہ اپنی قوت صرف کرتے ہوئے دونوں ہاتھوں سے اپالو

کی ایک کلائی کو موڑنے کی کوشش کر رہا تھا کسی طرح اس کے ہاتھ کو اپنی کھوپڑی پر سے ہٹانا چاہتا تھا لیکن اس بات کا اعتراف کرنے پر مجبور تھا کہ وہ ہاتھ کو اس کی جگہ سے ہلا نہیں سکے گا۔ اس کی قوت جواب دے رہی تھی۔ سر چٹخ رہا تھا۔ دماغ کام نہیں کر رہا تھا۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا رہا تھا۔ پھر اپالو نے ہی اسے ہولے سے دھکا دے کر اس کی کھوپڑی کو چھوڑ دیا۔

وہ پیچھے ہٹ کر ڈگمگانے لگا۔ زمین پر گرنے کو تھا مگر اپنی قوتِ ارادی کے باعث پیروں پر کھڑے رہنے کی کوشش کر رہا تھا۔ دونوں ہاتھوں سے اپنی کھوپڑی کو سہلا رہا تھا۔ اپالو نے مقامی زبان میں کہا۔ "صرف ریچھ اور شیر ایسے جانور ہیں جن پر مجھے بار بار حملے کرنے پڑتے ہیں۔ کسی بھی انسان پر میں صرف ایک بار حملہ کرتا ہوں۔ پہلا اور آخری حملہ۔ میں نے آج تک کسی پر دوسری بار ہاتھ نہیں اٹھایا۔ لو، میرا پہلا اور آخری ہاتھ سنبھالو۔"

اس نے اپنا ایک ہاتھ فضا میں بلند کیا۔ ہتھیلی کو سخت کیا پھر راجراسمتھ کی کھوپڑی پر کھڑی ہتھیلی کی ایک ضرب لگائی۔ راجر کے حلق سے ایک دلدوز چیخ نکلی۔ وہ ایک دم سے اچھل کر پیچھے ہٹا اور زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔

اس پہاڑ جیسے درندے نے درست کہا تھا، وہ ایک کے بعد دوسرا ہاتھ کبھی کسی شخص پر نہیں اٹھاتا ہے۔ اس کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی۔ میں راجر کے دماغ میں رہ کر محسوس کر رہا تھا کہ وہ زندگی کے ہاتھوں سے چھوٹ کر موت کی تاریکیوں میں ڈوبتا جا رہا ہے۔ چوں کہ دماغ پر چوٹ لگی تھی، اس لیے تڑپ رہا تھا۔ جاں کنی کی حالت میں تھا۔ اس کا دم ذرا مشکل سے نکل رہا تھا۔

میں اس کے دماغ سے نکل گیا۔ مجھے اس بات کا افسوس ہو رہا تھا کہ میں اس کی مدد نہ کر سکا۔ چونکہ میں اس کے دماغ میں رہ کر اس کے ہاتھ پاؤں کو ہی استعمال کر سکتا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ اپنی قوتوں کو استعمال کر سکتا تھا، مگر اس سے کیا ہوتا۔ دو پہلوان اپنی قوتیں صرف کر کے آگے بڑھنے والے بلڈوزر کو نہیں روک سکتے۔ روکنا چاہیں گے تو وہ ان پر سے گزر جائے گا۔ اپالو سچ مچ ایک بلڈوزر تھا جو کسی کے روکے نہیں رک سکتا تھا۔

میں نے مرجانہ کے پاس پہنچ کر کہا۔ "بری خبر ہے، بلیک شیڈو کا وہ بلیک بیلٹر راجراسمتھ اپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ مارا گیا ہے۔ اس سے پہلے میں نے اپالو کو شیروں سے خالی ہاتھ لڑتے دیکھا تھا۔ اس وقت میں سمجھ رہی تھی کہ شیر بلاشبہ طاقت ور ہوتے ہیں۔ صرف جسمانی طاقت سے مقابلہ کرتے ہیں۔ ذہنی صلاحیتیں ان میں نہیں ہوتیں۔ ہاں، اپالو اگر کسی طاقت ور انسان سے ٹکرائے تو اسے پتا چلے کہ جسمانی طاقت کے ساتھ ساتھ انسان کی ذہنی قوت بھی اسے پچھاڑ سکتی ہے، لیکن میں نے راجراسمتھ جیسے بلیک بیلٹر کو اس کے سامنے ایک چیونٹی کی طرح مرتے دیکھا ہے۔"

مرجانہ نے پوچھا۔ "رسونتی! کیا تم مجھے بچی سمجھ کر اس سے ڈرانا چاہتی ہو؟"

"میں ڈرانا نہیں چاہتی، اس کے متعلق صحیح معلومات فراہم کر رہی ہوں۔ وہ دعویٰ کرتا ہے کہ کسی بھی انسان پر صرف ایک بار حملہ کرتا ہے، دوسری بار اس پر ہاتھ اٹھانے کی نوبت نہیں آتی۔ یہ میں دیکھ چکی ہوں۔ پہلی بار اس نے اپنے ماتحت گارسن کو ایک ہاتھ مارا تو وہ زمین پر تڑپنے لگا۔ دوسری بار راجراسمتھ کا ساتھی پیچھے سے حملہ کرنے آ رہا تھا۔ اس پر بھی اس نے صرف ایک ہی بار حملہ کیا پھر وہ شخص زمین سے نہ اٹھ سکا۔ یہی حال راجراسمتھ کا ہوا۔ میں تمہیں مشورہ دیتی ہوں، اس سے دور رہو۔ بلبا کو اس سے ٹکرانے دو۔"

وہ ناگواری سے بولی۔ "تمہارا کام صرف اتنا ہے کہ ہمارے لیے وہ معلومات فراہم کرتی رہو، جو ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہی حاصل ہو سکتی ہیں۔ آئندہ مجھے بزدلانہ مشورے دو گی تو میں تمہیں اپنے دماغ میں آنے کی اجازت نہیں دوں گی۔"

اسی وقت دور سے، ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دینے لگی۔ ظاہر تھا، اپالو آ رہا تھا۔ دوسرے ہیلی کاپٹر کے سوار ایک ایک کر کے ختم ہو چکے تھے۔ میں نے اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ کر اپالو کے متعلق بتایا تو وہ تشویش میں مبتلا ہو کر مرجانہ کو دیکھنے لگی۔ پھر اس نے سوتج کے ذریعے کہا۔ "میں کوشش کروں گی، یہ لڑکی اس پہاڑ جیسے درندے کے مقابل نہ جائے۔"

یوگو ہنٹر، بلبا اور سجاد نے دروازوں اور کھڑکیوں کے پاس آ کر اپنی اپنی پوزیشن سنبھال لی تھی تاکہ ہیلی کاپٹر مکان کے سامنے اترنا چاہے تو فائرنگ شروع کر دیں۔

بلبا جس کھڑکی کے پاس کھڑا ہوا تھا، اس کا ایک پٹ بند تھا۔ کھڑکی کے پیچھے سے اس نے کچھ دیکھا پھر بجلی کی تیزی سے پلٹ کر فائر کیا۔ اس کمرے سے جو زینہ بالائی منزل کی طرف گیا تھا، اس کے اوپری حصے سے ایک مسلح جوان آ کر ان پر گولی چلانا چاہتا تھا۔ وہ کھڑکی کے شیشے میں نظر آ گیا تھا۔ گولی نشانے پر بیٹھی تھی۔ وہ سینہ پکڑ کر آگے کو جھکتا ہوا زینے پر گرا پھر لڑھکتا ہوا نیچے آنے لگا۔

دوسرے ہی لمحے سجاد نے گولی چلائی وہ کھلے ہوئے دروازے پر کھڑا ہوا تھا۔ باہر ہیلی کاپٹر پرواز کرتا ہوا نیچے آنا چاہتا تھا۔ اس نے ایک فائر کے ذریعے دھمکی دی تھی یہ سمجھا دیا تھا کہ مکان کے سامنے ہیلی کاپٹر اترنا چاہے گا تو اس پر گولیاں ہی برستی رہیں گی۔

سجاد کی فائرنگ کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہیلی کاپٹر نیچے نہیں آیا۔ پرواز کرتا ہوا ان کے سامنے ایک چکر کاٹتا ہوا نظروں سے اوجھل ہو گیا مگر اس کی آواز آ رہی تھی۔ پھر وہ آواز مکان کے اوپر سنائی دی۔ اعلیٰ بی بی نے سر اٹھا کر چھت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "شاید وہ ہیلی کاپٹر سے سیڑھی کے ذریعے چھت پر پہنچنے والا ہے۔"

میں نے کہا۔ "اب اپالو کے آس پاس کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو اپنی مقامی زبان کے علاوہ کوئی دوسری زبان بولتا ہو۔ میں کسی کے دماغ میں پہنچ نہیں سکتا۔ یہ معلوم نہیں کر سکتا کہ اس مکان کے باہر چھت کے اوپر کیا ہو رہا ہے۔"

میری باتوں کے دوران ہیلی کاپٹر کی آواز دور جانے لگی، پھر رفتہ رفتہ وہ آواز گم ہو گئی۔ خاموشی چھا گئی۔ یوگو ہنٹر نے کہا۔ "میں اچھی طرح جانتا ہوں، اپالو چھت پر پہنچ گیا ہے۔ اس کا پائلٹ ہیلی کاپٹر کو واپس لے گیا ہے۔"

ایک منٹ بعد ہی ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا۔ مرجانہ نے اسے آن کر کے پوچھا۔ "ہیلو، میں مرجانہ ہوں۔ تم کون ہو؟"

جواب میں اجنبی زبان سنائی دی۔ یوگو ہنٹر نے فوراً ہی مرجانہ سے ٹرانسمیٹر لے کر اس زبان میں کہا۔ "اپالو! اپنی سلامتی چاہتے ہو تو بغاوت سے باز آ جاؤ۔ تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

دوسری طرف سے اپالو نے کہا۔ "میں اس وقت شیروں کے ایک پنجرے کے اوپر کھڑا ہوا ہوں۔ تم سب اپنی اپنی رائفلیں، اسٹین گنیں، ٹامی گن اور ریوالور وغیرہ سنبھال لو۔ میں ان درندوں کو آزاد کر رہا ہوں۔ ظاہر ہے، وہ اس پنجرے کے دوسری طرف نہیں جا سکیں گے۔ ادھر ہی نکلیں گے جدھر یہ مکان ہے۔"

اس کی باتوں کے دوران اچانک فائرنگ کی آواز آئی۔ سب چونک گئے۔ انھوں نے زینے کی طرف دیکھا۔ سجاد دبے پاؤں تقریباً اونچائی تک پہنچ گیا تھا۔ وہیں سے اس نے گولی چلائی تھی جس کے جواب میں ایک چیخ سنائی دی۔ ایک اور مسلح جوان مر گیا تھا، وہ بھی لڑھکتا ہوا نیچے آ گیا۔

مرجانہ نے مسکرا کر کہا۔ "فرہاد! میں پہلی بار تمہیں ایک ہتھیار استعمال کرتے دیکھ رہی ہوں۔ تمہارا نشانہ واقعی سچا ہے۔"

بے چاری، سجاد کو فرہاد سمجھ رہی تھی اور فرہاد جو اس کے دماغ میں آ کر بولتا تھا، اسے رسونتی سمجھتی رہتی تھی۔ مرجانہ میری ایسی ساتھیوں میں سے تھی جو جان دے کر بھی میرا راز فاش نہ کرتی۔ اس کے باوجود میں نے اپنے آپ کو اس سے چھپائے رکھا تھا۔ صرف اس لیے۔ دشمن تنویمی عمل کے ذریعے اور کبھی برین واشنگ کے ذریعے میرے لوگوں کو مجبور کر دیتے ہیں کہ وہ میرے یا پارس وغیرہ کے متعلق حقیقت اگل دیں۔ میں نے احتیاطاً مرجانہ سے خود کو چھپائے رکھا تھا جس کا مجھے افسوس تھا، مگر مجبوری تھی۔

ٹرانسمیٹر سے رابطہ ختم ہو گیا تھا لیکن مکان کے باہر سے یوگی بلند آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ چیخ چیخ کر چھت پر موجود اپنے ساتھیوں سے کہہ رہا تھا۔ "تم سب چھت سے اتر کر دوسری منزل کے کمرے میں چلے جاؤ۔ وہاں تمہارے مسلح ساتھی موجود ہیں۔ اپنے دشمنوں کو دوسری منزل تک نہ پہنچنے دو۔"

میں یوگو ہنٹر کے دماغ میں رہ کر اپالو کی بات سمجھ رہا تھا۔ یہ سنتے ہی میں سجاد کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پھر میں نے اسے دبے قدموں چلاتے ہوئے اوپری منزل کے اس کوریڈور میں پہنچا دیا جہاں سے ایک زینہ چھت کی طرف جاتا تھا۔ وہ زینے کے پاس چھپ کر بیٹھ گیا۔ اوپر سے ٹاری اور ایڈی آ رہے تھے۔ انھوں نے مشین گن کو چھت پر چھوڑ دیا تھا۔ زینے کے اوپری حصے پر پہنچتے ہی وہ سجاد کو نظر آ گئے۔ وہ اپنے شانے سے اسٹین گن اتار کر اپنے ہاتھوں میں سنبھالتے ہوئے دبے قدموں نیچے آنے لگے ــــــ دو چار سیڑھیاں اتر کر انھوں نے محتاط نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھا۔ پھر اپنے ساتھیوں کو آواز دی۔

میں سجاد کے دماغ پر پوری طرح قابض ہو گیا تاکہ اس کا نشانہ چُوکنے نہ پائے۔ وہ فوراً اپنی چھپنے کی جگہ سے نکل کر ایک دم سامنے آیا۔ پھر اتنی تیزی سے ٹریگر کو دبایا کہ مقابل کو اسٹین گن استعمال کرنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ وہ یکے بعد دیگرے چیخیں مارتے ہوئے اچھل کر گرے اور لڑھکتے ہوئے بلندی سے پستی میں پہنچ گئے۔ وہ انھیں پھلانگتا ہوا زینے طے کر کے اوپر پہنچا۔ پھر اس نے چھت کی طرف کھلنے والے دروازے کو اندر سے بند کر دیا تاکہ اپالو ہیلی کاپٹر سے چھت پر اتر کر وہاں سے اندر نہ آ سکے۔

مکان کے باہر شیروں کے دہاڑنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ میں اعلیٰ بی بی کے پاس آ گیا۔ انھوں نے تمام دروازے بند کر دیے تھے۔ کھڑکیوں پر لوہے کی جالیاں تھیں، اس لیے کھلی رکھی گئی تھیں ہم وہاں سے دیکھ رہے تھے۔ دور سے نظر آنے والے آہنی پنجرے کے دروازے کھل چکے تھے۔ اور بھی دروازے کھل چکے ہوں گے جو کھڑکیوں سے نظر نہیں آ رہے تھے۔ ان دو دروازوں میں سے شیر ببر اور چیتے باہر نکل رہے تھے۔ ٹہلنے کے انداز میں اِدھر اُدھر یوں دیکھ رہے تھے جیسے شکار کو تلاش کر رہے ہوں۔

پھر ایک عجیب سی آواز سنائی دی۔ یوگو ہنٹر نے کہا۔ "یہ اپالو اپنے حلق سے آواز نکال رہا ہے۔ تمام درندے اس کی مختلف قسم کی آوازوں کو خوب پہچانتے ہیں اور ان آوازوں کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ اس وقت وہ انھیں سمجھا رہا ہے کہ مکان کے جن حصوں سے ٹکرایا جا سکتا ہے ان سے ٹکرایا جائے، یعنی وہ انھیں دروازے سے ٹکرانے کی ترغیب دے رہا ہے۔"

یوگو ہنٹر نے درست کہا تھا۔ اس مخصوص آواز کو سننے

کے بعد شیر اور چیتے مکان کی طرف دیکھ رہے تھے، غرّا رہے تھے۔ اور اپنے اپنے جسم کو یوں بل دے رہے تھے جیسے حملہ کرنے کے لیے پینترا بدلنے والے ہوں، یا سمتوں کا تعین کر رہے ہوں۔ اچانک انھوں نے مکان کی طرف جست لگائی۔ سب کے سب دروازے کی طرف آ رہے تھے۔ اعلیٰ بی بی نے چیخ کر کہا "فائر۔"

تڑ تڑ اتڑ کی آواز کے ساتھ گولیاں چلنے لگیں۔ بہت سے درندے دروازے سے آ کر ٹکرائے لیکن فائرنگ کی آواز کے ساتھ ہی بدک کر اِدھر اُدھر چھلانگیں لگا کر نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ صرف ایک چیتا مکان کے برآمدے کے سامنے مردہ پڑا تھا۔ بلبا نے بچپن ہی سے مختلف ہتھیاروں کو استعمال کرنے کی ٹریننگ حاصل کی تھی اور سب ہی ہتھیاروں کو استعمال کرنے میں مہارت رکھتا تھا۔ اس نے سمجھ لیا تھا کہ جو رائفل اس کے پاس ہے اس کی ایک گولی سے شیر کبھی نہیں مرے گا۔ اسی لیے اس نے مسلسل فائرنگ کی تھی۔ بہت سی گولیاں اس چیتے کے جسم میں اتار دی تھیں۔ دوسری طرف مرجانہ نے بھی صحیح نشانہ لگایا تھا لیکن جس شیر کو اپنا نشانہ بنایا تھا، وہ ایک گولی کھانے کے بعد زخمی حالت میں بھاگ گیا تھا۔

مرجانہ نے اطمینان کا سانس لے کر کہا "وہ بھاگ گئے۔"

یوگو ہنٹر نے مسکرا کر اسے دیکھا۔ پھر کہا "تم نے شہروں میں رہ کر انسانوں سے لڑنا اور اُن کی نفسیات کو سمجھنا سیکھا ہے جانوروں کی نفسیات نہیں سمجھ سکتیں۔ شیر ہمیشہ شکاری کو دھوکا دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ فائرنگ کی آواز پر بھاگ گئے ہیں۔ مگر مختلف سمتوں سے شکاری کو گھیرتے رہتے ہیں۔ یہ پھر آئیں گے اور بار بار آتے رہیں گے۔ جب تک اپالو انھیں پنجروں میں واپس جانے کا مخصوص اشارہ نہیں کرے گا، یہ ہمارا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔"

وہ پھر آ گئے لیکن بہت دور تھے۔ ٹہلنے کے انداز میں سر گھما کر مکان کے دروازوں اور کھڑکیوں کی طرف دیکھ رہے تھے۔ غرّا رہے تھے، کبھی دہاڑ رہے تھے۔ پھر دو شیروں نے تیزی سے دوڑتے ہوئے جست لگائی۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ سیدھے دروازے سے آ کر ٹکرائیں گے اور کمرے کے اندر گھس آئیں گے، لیکن ان میں سے ایک ہی ٹکرایا۔ دوسرا چھلانگ لگا کر شاید مکان کی دوسری منزل کے برآمدے میں پہنچ گیا ہو گا۔ میں اعلیٰ بی بی کے پاس تھا اور اعلیٰ بی بی تمام ساتھیوں کے ساتھ کمرے میں بند تھی۔ اوپر شیر پہنچ کر کیا کر رہا ہو گا کسی کو پتا نہیں تھا۔ اس نے چیخ کر سجاد کو آواز دی، کیونکہ وہ تھوڑی دیر پہلے دوسری منزل پر گیا تھا۔

سجاد نے ایک کھڑکی کے پاس سے مسکرا کر کہا "میں یہاں موجود ہوں۔"

"کیا تم نے اوپری منزل کے دروازے بند کر دیے ہیں؟"

"میں نے تمام کمرے نہیں دیکھے۔ البتہ جو دروازہ چھت کی طرف جاتا ہے، اسے بند کر دیا ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی سب کے سب زینے کے اوپری حصے کی طرف دیکھنے لگے۔ اوپر خاموشی تھی۔ یوگو ہنٹر نے کہا "شیروں کی عادت ہوتی ہے، یوں تو وہ خوب دہاڑتے ہیں لیکن شکار تک پہنچنا ہوتا ہے تو بہت ہی دبے پاؤں رینگتے ہوئے آتے ہیں۔ یقیناً وہ اوپر پہنچنے والا شیر جان بوجھ کر خاموش ہے۔ ہمیں بہت محتاط رہنا ہو گا۔"

بلبا نے زینے کی طرف جاتے ہوئے کہا "میں اسے دیکھتا ہوں، تم سب کھڑکیوں پر ڈٹے رہو۔ ایسا نہ ہو کہ درندے بار بار دروازے سے ٹکرائیں اور دروازے ٹوٹ جائیں۔"

وہ زینے کے ایک ایک پائیدان پر بہت آہستہ آہستہ قدم رکھتا ہوا اوپر جانے لگا۔ مرجانہ، یوگو ہنٹر اور سجاد کھڑکی کے پاس مستعد کھڑے تھے۔ باہر بھی دیکھ رہے تھے اور بلبا کی طرف بھی دھیان تھا۔ اس کے پیچھے اعلیٰ بی بی زینے تک پہنچ گئی۔ اس کا ایک ہاتھ اپنی مالا پر تھا اور وہ ایک موتی کو چٹکی میں دبائے ہوئے تھی۔ میں اس کے ارادے کو سمجھ رہا تھا۔ مرجانہ نے آواز دی "اعلیٰ بی بی! وہاں کیوں جا رہی ہو؟ واپس آ جاؤ۔"

اعلیٰ بی بی کی نظریں اوپری منزل کی طرف تھیں لیکن وہ مرجانہ کی باتوں کا جواب دیتے ہوئے کہہ رہی تھی "اگر تم مجھے سمیرا کہہ کر مخاطب کرو اور شیر سے ڈراؤ تو شاید سمیرا واپس آ جائے لیکن بابا صاحب مرحوم نے مجھے کچھ سوچ سمجھ کر ہی اعلیٰ بی بی بنایا تھا۔ اعلیٰ بی بی واپس نہیں آئے گی۔ تم اپنے محاذ پر رہو اور باہر سے حملہ کرنے والے درندوں کا خیال رکھو۔"

یہ کہنے کے بعد وہ بھی زینے کے ایک ایک پائیدان پر بے آواز پاؤں رکھتے ہوئے اوپر جانے لگی۔ بلبا سے کافی پیچھے تھی۔ پھر بھی اتنا فاصلہ رکھا تھا کہ شیر اس پر حملہ کرے تو یہ بھی جوابی کارروائی کر سکے۔

وہ دونوں آگے پیچھے آہستہ آہستہ زینے پر چڑھتے ہوئے اوپری منزل پر پہنچ گئے۔ آگے دور تک کوریڈور ویران نظر آ رہا تھا۔ کوریڈور کے اطراف جو کمرے تھے، ان کے دروازے کھلے ہوئے تھے اور ان کھلے ہوئے دروازوں کے پیچھے جو کمرے اور ایک بڑا سا ہال تھا، ان میں کہیں... وہ شیر ہو سکتا تھا۔ شکاری اچھی طرح جانتے ہیں کہ ان حالات میں شیر کس طرح جھاڑیوں کے پیچھے یا اونچی گھاس کے درمیان دبک کر رینگتے ہیں۔ اور اپنے شکار پر اچانک جھپٹ پڑتے ہیں اور اب یہی ہونے والا تھا۔

میں اعلیٰ بی بی کے ذریعے بلبا کو دیکھ رہا تھا۔ وہ آہستگی

سے قدم رکھتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ ایک ذرا آہٹ نہیں ہو رہی تھی۔ اس کا چوکنا رہنے کا انداز ایسا ہی تھا جیسے ہمیشہ سے جنگلوں میں شکار کھیلتا آیا ہو۔ یہ کوئی غلط بات بھی نہیں تھی۔ اسے اور ثنا ء کو بچپن ہی سے صرف انسانوں کا ہی مقابلہ کرنے کی نہیں، بلکہ خونخوار درندوں کا مقابلہ کرنے کی بھی تربیت دی گئی تھی۔ وہ دونوں بھائی بہن بچپن سے اب تک سپاہیوں اور شکاریوں جیسی زندگی گزارتے آئے تھے۔

کوریڈور کے دائیں طرف جو کمرہ تھا اُس کا دروازہ ذرا کھلا ہوا تھا۔ اتنا کھلا ہوا تھا کہ ایک شخص اندر داخل ہو سکتا تھا۔ بلبا نے اُدھر دھیان نہیں دیا تھا۔ وہ سمجھ گیا تھا، شیر اس کمرے میں نہیں گیا ہے۔ اگر جاتا تو دروازہ شیر کے گزرنے کی حد تک کھلا رہتا۔

اس نے پلٹ کر اعلیٰ بی بی کو دیکھا۔ پھر اشارے سے واپس جانے کے لیے کہا۔ اعلیٰ بی بی نے انکار میں سر ہلا کر اشارے ہی سے کہا۔ "تم آگے بڑھو۔ میں پیچھے رہوں گی۔"

اس نے اعلیٰ بی بی کو تشویش زدہ نظروں سے دیکھا۔ مرجانہ اسے بتا چکی تھی کہ بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے اور فرہاد کی ٹیم کے تمام افراد اعلیٰ بی بی کے فیصلوں کی قدر کرتے ہیں کیونکہ وہ ہمیشہ صحیح وقت پر صحیح فیصلے کرتی ہے۔

آگے کوریڈور میں بائیں طرف کمرے کا دروازہ پوری طرح کھلا ہوا تھا۔ وہ کمرہ نسبتاً بڑا بھی تھا۔ اس میں رہائش کا سامان بھی برائے نام تھا۔ گویا میدانِ جنگ کی طرح خالی پڑا ہوا تھا۔ بلبا دیوار سے لگ گیا۔ اس نے اعلیٰ بی بی کی طرف دیکھا۔ اسے دور رہنے کا اشارہ کیا۔ پھر آہستہ آہستہ دیوار سے لگ کر کھسکتا ہوا دروازے کے قریب جانے لگا۔ کمرے میں گہری خاموشی تھی۔ ایسا سناٹا تھا جیسے وہاں کوئی نہ ہو۔ بلبا نے ایک ذرا سر آگے جھکا کر کمرے کے اندر دیکھا۔ جہاں تک نظر گئی، کچھ نہیں تھا۔ اس نے رائفل کے کندے کو زور سے دروازے پر مارا تاکہ ہلکا سا بھی دھماکا ہو تو شیر بھڑک جائے۔ چھپا ہو تو نکل آئے۔

وہ دیوار سے ہٹ کر دروازے کے وسط میں آ گیا۔ اب پورا کمرہ نگاہوں کے سامنے تھا۔ کمرے کے دور افتادہ حصے میں ایک عارضی پارٹیشن لگا ہوا تھا۔ جیسے لباس بدلنے کے لیے اس پارٹیشن کے پیچھے جاتے ہوں اور جب ضرورت نہ ہو تو اس پارٹیشن کو ہٹا دیا جاتا ہو۔ صرف شکاری اپنے شکار سے کھیلنا نہیں جانتا بلکہ شکار بھی اپنے شکاری سے خوب کھیلنا جانتا ہے۔ اچانک اس پارٹیشن میں ایک زلزلہ سا آ گیا۔ شیر کے دہاڑنے کے ساتھ ہی جیسے بجلی چمکی ہو۔ اس نے وہاں سے جست لگائی اور سیدھا بلبا پر آیا۔ اعلیٰ بی بی کے حلق سے چیخ نکل گئی۔

ٹھائیں سے گولی چلنے کی آواز ایک ہی بار ابھری تھی۔ پھر شیر کی دہاڑ میں وہ آواز گم ہو گئی۔ رائفل ہاتھ سے چھوٹ گئی تھی۔ شیر زخمی ہوا تھا لیکن بلبا کو زمین بوس کر چکا تھا۔ اس پر چھا رہا تھا۔ وہ ایک ہاتھ سے اپنا دفاع کر رہا تھا، دوسرے ہاتھ سے لمبے پھل کا چاقو نکال لیا تھا۔

اعلیٰ بی بی ایک موتی کو چٹکی میں تھامے اسے یوں دیکھ رہی تھی، جیسے شیر کا نشانہ لے رہی ہو۔ اس کے حساب سے شیر نشانے پر رہتا تھا لیکن وہاں کشتی ہو رہی تھی۔ کبھی شیر زیر ہوتا تھا، کبھی بلبا زیر۔ بلبا اس کے اوپر آ کر چاقو کا وار کرتا تھا۔ پھر شیر اسے اچھال کر دوسری طرف پھینک دیتا تھا۔ یوں اعلیٰ بی بی صحیح طور پر اس درندے کا نشانہ نہیں لے سکتی تھی۔

بلبا لڑتا ہوا دوسرے دروازے سے گزرتا ہوا اوپری منزل کے برآمدے میں پہنچ گیا تھا۔ دوسری طرف ایک پنجرے کی بلندی پر کھڑا ہوا اپالو قہقہے لگا رہا تھا کچھ چیختا بھی جا رہا تھا۔ میں بلبا اور اعلیٰ بی بی کو چھوڑ کر یوگو ہنٹر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اپالو کے قہقہے بتا رہے تھے کہ وہ بلبا کو شیر کے مقابلے میں نہایت کمزور اور کمتر سمجھ رہا تھا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ اتنی بڑی دنیا میں صرف وہ تنہا خالی ہاتھوں شیر سے مقابلہ کر سکتا ہے۔ اگرچہ بلبا کے پاس چاقو تھا۔ پھر بھی شیر کے صرف دہاڑنے کی آواز سن کر لوگوں کی جان نکل جاتی ہے، ایک چاقو سے کیا ہوتا ہے؟

اپالو کے قہقہے گھٹ گئے۔ یقیناً اب وہ حیران اور پریشان ہو گا۔ اپنی آنکھوں کے سامنے بلبا کو بڑی دلیری اور جوانمردی سے شیر کا مقابلہ کرتے دیکھ کر بھی یقین نہیں آ رہا ہو گا۔ جب میں نے اعلیٰ بی بی کے ذریعے دیکھا کہ شیر ادھ موا ہو چلا ہے اور بلبا پے در پے چاقو کے حملے کر رہا ہے تو میں نے اعلیٰ بی بی کو کھڑکی کی طرف جانے کے لیے کہا۔ وہاں سے اس نے اپالو کو دیکھا۔ وہ یوں حیرانی سے بلبا کی جانب دیکھ رہا تھا جیسے زندگی میں پہلی بار کسی شخص کو شیر پر غالب آتے دیکھ رہا ہو۔ پھر اس نے یکبارگی قہقہہ لگایا۔ چند لمحوں تک قہقہے لگانے کے بعد کچھ کہنے لگا۔ میں فوراً ہی یوگو ہنٹر کے دماغ میں پہنچ گیا۔

اپالو کہہ رہا تھا "مجھے زندگی میں پہلی بار ایک انسان سے مقابلہ کرنے میں مزہ آئے گا مگر افسوس ہمیں مقابلے پر آنے میں بڑی دیر ہے۔ پہلے یہ درندے تم لوگوں کا محاصرہ کرتے رہیں گے۔ تم لوگوں کے ریوالوروں، رائفلوں، اسٹین گنوں سے گولیاں ختم ہوتی رہیں گی۔ جب مجھے یقین ہو جائے گا کہ تم سب نہتے ہو چکے ہو تو سب سے پہلے میں تمھیں ملاؤں گا۔ تمھاری گردن توڑنے کے لیے۔"

میں مکان کے پچھلے حصے میں یوگو ہنٹر کے پاس تھا، وہاں سے بلبا کا جواب سن رہا تھا۔ وہ بھی للکار رہا تھا لیکن اس کی للکار ایالو کے پلے نہیں پڑ رہی تھی اور ایالو کی بات اس کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ اسی وقت کئی شیر دہاڑتے ہوئے، دوڑتے ہوئے، چھلانگیں لگاتے ہوئے ادھر آنے لگے یعنی وہ نچلے حصے کے دروازے سے بھی ٹکرانے آ رہے تھے اور اوپر بلبا پر بھی جھپٹنا چاہتے تھے۔ نیچے سے تڑ تڑ اتڑ کی آواز کے ساتھ کئی گولیاں چلیں۔ دو شیر بُری طرح زخمی ہو کر دوسری طرف اچھلتے ہوئے نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ ایک بہت ہی اونچی چھلانگ لگاتا ہوا اوپری برآمدے تک پہنچ رہا تھا۔ اسی وقت وہ فضا میں قلابازی کھا گیا۔ اعلیٰ بی بی نے صحیح نشانہ لیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی وہ چیخ کر کہہ رہی تھی: "بلبا اندر آ جاؤ۔ دروازہ بند کر دو۔"

وہ دوڑتا ہوا اندر آیا۔ پھر اس نے کمرے کے دروازے کو بند کر دیا۔ اس کے بعد دونوں نے دوسرے کمروں کے دروازوں کو اچھی طرح چیک کیا۔ وہ سب اندر سے بند تھے۔ پھر وہ نیچے آ گئے۔ مرجانہ نے پریشان ہو کر کہا: "ہم کب تک یہاں قید رہیں گے؟ سرنگ کے راستے سے نہیں جا سکتے۔ اس مکان سے باہر نہیں نکل سکتے۔"

یوگو ہنٹر نے کہا: "ایالو کہہ چکا ہے، جب تک ہمارے کارتوس ختم نہیں ہوں گے، اس وقت تک وہ جانوروں کو پنجرے کے اندر نہیں بھیجے گا۔"

بلبا نے کہا: "ہم اوپر چھت پر جا کر کھلی فضا میں شیروں پر فائرنگ کر سکتے ہیں۔ وہاں سے ایالو کو بھی نشانہ بنا سکتے ہیں لیکن شیروں کی چھلانگ بہت اونچی ہوتی ہے۔ ہم ایک دو کو ماریں گے چاروں طرف سے جانے کتنے آ جائیں گے۔"

میں اپنی جگہ بیٹھا سوچ رہا تھا۔ آخر یہ سلسلہ کب تک چلتا رہے گا؟ میں پچھلی رات سے جاگ رہا تھا۔ سونے کا ذرا موقع نہیں مل رہا تھا۔ دماغ کو تر و تازہ رکھنے کے لیے، مناسب وقت پر مناسب کارروائی کرنے کے لیے ذہن کو تھوڑا سلانا بھی پڑتا ہے۔ سلانے کے بعد ہی اُسے پوری طرح بیدار رکھا جا سکتا ہے۔

یوں تو میری زندگی میں ایسا بھی وقت آیا ہے جب میں نے مسلسل کئی دن، کئی راتیں جاگ کر خیال خوانی کی ہے۔ سونے کا ذرا موقع نہیں ملا۔ اب بھی میں مسلسل خیال خوانی کر سکتا تھا لیکن میرے تمام اہم ساتھی دو سمتوں میں بٹے ہوئے تھے۔ ایک طرف مرجانہ، بلبا، اعلیٰ بی بی اور سجاد تھے۔ دوسری طرف سونیا، رسونتی، ثنایہ اور دو عدد پارس تھے۔ میرے یہ تمام اپنے لوگ جب تک محفوظ پناہ گاہ تک نہ پہنچتے اور انھیں اطمینان سے کھانے پینے اور سونے کا موقع نہ ملتا اس وقت تک میں اطمینان سے سو نہیں سکتا تھا۔

کچھ دیر بعد میں اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچا تو وہاں متواتر فائرنگ ہو رہی تھی۔ اعلیٰ بی بی چیخ چیخ کر کہہ رہی تھی: "فائر کرو۔ کرتے رہو۔ تمام کارتوس، ضائع کر دو۔"

یوگو ہنٹر تلملا رہا تھا۔ پاؤں پٹختا ہوا اعلیٰ بی بی کی طرف بڑھتے ہوئے کہہ رہا تھا: "یہ کیا حماقت ہے؟ کیا تم جیسی عورتوں کی عقل پر عمل کر کے میں اپنے آپ کو ایالو کے رحم و کرم پر چھوڑ دوں؟"

مرجانہ نے کھڑکی کے پاس سے پلٹ کر کہا: "مسٹر ہنٹر! اعلیٰ بی بی کے قریب نہ جاؤ۔ ورنہ میری رائفل کی ایک گولی تمھاری کھوپڑی کو اڑا دے گی۔"

وہ چند قدم پیچھے ہٹ کر حیرانی سے بولا: "تم سب آخر کیا ہو؟ اس عورت کے حکم پر عمل کیوں کر رہے ہو؟" پھر اس نے سجاد کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "مسٹر فرہاد! تمام دنیا میں آپ کے نام کا ڈنکا بجتا ہے۔ آپ بھی اس عورت کے مشورے پر فائرنگ کیے جا رہے ہیں۔"

سجاد کھڑکی کے پاس سے پلٹ کر کچھ کہنا چاہتا تھا، مرجانہ نے کہا: "مسٹر ہنٹر! ہمارا تعلق بابا فرید واسطی صاحب کے ادارے سے ہے۔ ہمارا یقین ہے کہ اس ادارے کی اعلیٰ بی بی کوئی غلط فیصلہ نہیں کر سکتی۔ کبھی غلط مشورے نہیں دیتی۔ اگر یہ ہمیں مسلسل فائرنگ کرنے کے بعد نہتا کر دینا چاہتی ہے، ہمارے پاس کوئی ہتھیار ہو یہ اسے منظور نہیں تو ہمیں یہ بھی منظور ہے۔"

میں نے سجاد کے دماغ میں اپنے طور پر سوچ پیدا کی۔ اس نے کہا: "مسٹر ہنٹر! میں ٹیلی پیتھی جانتا تھا اور انسانوں کے دماغوں میں پہنچ جایا کرتا تھا۔ یہ اعلیٰ بی بی جانوروں کے دماغوں میں پہنچ جاتی ہے۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے جانوروں سے معاہدہ ہو چکا ہے۔ وہ کہتے ہیں ہم ہتھیار پھینک دیں گے تو وہ سب پنجرے میں چلے جائیں گے۔ لہٰذا ہمیں جلد سے جلد ہتھیار پھینک دینے چاہئیں۔"

یوگو ہنٹر نے غصے سے کہا: "تم مجھے بیوقوف بناتے ہو؟ ابھی ایالو نے مجھ سے کہا ہے کہ ہمارے پاس کارتوس ختم ہو جائیں گے تو وہ جانوروں کو خود ہی پنجروں میں واپس بلائے گا۔ کیا یہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے؟ کیا تم مجھے بے وقوف سمجھتے ہو؟"

اُس کی بات پر سب قہقہے لگانے لگے۔ میں بڑے فخر سے مسکرا رہا تھا۔ یہ میرے ساتھی تھے۔ جب سر سے کفن باندھتے تھے اور جب موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر زندگی کو اس سے چھیننے کی کوشش کرتے تھے، تب بھی قہقہے لگاتے تھے۔ بے شک یہ میرے ساتھی تھے۔

اعلیٰ بی بی نے انھیں ہتھیار پھینکنے کا حکم کیوں دیا تھا؟ اس لیے کہ اس کے پاس موتیوں کی مالا تھی۔ کبھی موت کے پنجے سے زندگی کو چھیننے کا وقت آتا، تو وہ موتیوں کو استعمال کر سکتی تھی۔ مجھ سے گفتگو کے دوران اس نے کہا: "اس کے سوا کوئی راستہ نہیں تھا۔ آخر ہم کتنی دیر تک فائرنگ کر سکتے تھے۔ چند کارتوس بچا کر کیا کرتے؟ نہ ہم مکان سے باہر جا سکتے ہیں نہ سرنگ کے راستے سے گزر سکتے ہیں۔ پتا نہیں کچن میں کتنے دنوں کا راشن ہے، فرض کرو ہم مختلف ذرائع سے اسرائیلی سیکرٹ ایجنٹ جمی فاؤنڈر یا بلیک شیڈو کے آدمیوں کو یا دوسری خطرناک تنظیموں کو اپنے حالات سے آگاہ کر دیں اور وہ سب ہماری مدد کے لیے آ پہنچیں تب بھی کچھ نہیں ہوگا۔ ایالو آدمی کم، درندہ زیادہ ہے۔ آخری وقت جب وہ دیکھے گا کہ بازی ہاتھ سے جا رہی ہے تو اس مکان کو بم کے دھماکوں سے اڑا سکتا ہے۔ بیرونی امداد آنے تک کسی نہ کسی طرح ہم سب کو ختم کر سکتا ہے لہٰذا اسے خوش فہمی میں مبتلا رکھنا چاہیے۔ اسی لیے میں نے ہتھیار پھینکنے کا مشورہ دیا ہے۔"

تھوڑی دیر بعد سب نے یکے بعد دیگرے کھڑکی سے باہر ہاتھ نکال نکال کر ہتھیاروں کو مکان کے سامنے پھینکنا شروع کیا۔ چیخ چیخ کر کہنے لگے۔ "ہمارے پاس کارتوس ختم ہو چکے ہیں۔" ان کی باتوں کو یوگو ہنٹر مقامی زبان میں ایالو تک پہنچا رہا تھا۔ پھر وہ خاموش ہو کر ایالو کی باتیں سننے لگا۔

سجاد نے پوچھا: "وہ کیا کہہ رہا ہے؟"

"وہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے آدمیوں کو ہیلی کاپٹر لانے کے لیے کہہ رہا ہے۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ اپنے مسلح جوانوں کو یہاں بلا رہا ہے۔"

"دیکھیں، وہ کیا کرتا ہے۔ تمھاری اس اعلیٰ بی بی نے تو ہمیں نہتا کر دیا ہے۔ اب یہی ان سے نمٹے گی۔"

اعلیٰ بی بی نے گہری سنجیدگی سے یوگو ہنٹر کو دیکھا، پھر مرجانہ سے کہا: "تم سب یہاں ٹھہرو۔ میں اوپری منزل سے آتی ہوں۔"

وہ زینے طے کرتے ہوئے اوپر جانے لگی۔ باہر سے ایالو کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ وہ اپنے منہ سے عجیب عجیب سی آوازیں نکال رہا تھا۔ مرجانہ نے پوچھا: "کیا یہ جانوروں کو پنجروں کے اندر جانے کے لیے کہہ رہا ہے؟"

یوگو ہنٹر نے اثبات میں سر ہلایا، مگر وہ اعلیٰ بی بی کو سوالیہ نظروں سے دیکھتا جا رہا تھا۔ سوچ رہا تھا، یہ تنہا عورت اوپری منزل میں کیا کرنے گئی ہے؟

میں اعلیٰ بی بی کے ارادوں کو سمجھ گیا تھا۔ میں نے اُسے جانے دیا تھا۔ یوں بھی اوپری منزل میں خطرہ نہیں رہا تھا۔ تمام دروازے اندر سے بند تھے اور ایالو کے مخصوص اشاروں کے مطابق جانور اپنے اپنے پنجروں میں جا رہے تھے...... یہ سب کچھ میں مرجانہ کے ذریعے دیکھ رہا تھا۔

ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دینے لگی۔ میں اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے کہا: "تم یوگو ہنٹر کے پاس رہو۔ ایالو ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے آدمیوں کو حکم دے گا اور انھیں اترنے کے لیے مخصوص جگہ بتائے گا، وہ جگہ تمھیں معلوم ہونی چاہیے۔"

ایالو مسلسل چیخ چیخ کر بول رہا تھا۔ میں یوگو ہنٹر کے ذریعے سمجھ رہا تھا۔ وہ دھمکیاں دے رہا تھا۔ کہہ رہا تھا۔ "اگر ہم میں سے کسی نے ہتھیار چھپا کر رکھے ہوں، کچھ کارتوس بچا رکھے ہیں، تو انھیں پھینک دیا جائے ورنہ اس کے مسلح جوان آئیں گے اور جس کے پاس ہتھیار دیکھیں گے اُسے گولی مار دیں گے۔"

میں نے اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ کر اُسے ایالو کی باتیں بتائیں۔ اس وقت ہیلی کاپٹر قریب آ گیا تھا اور مکان کے چاروں طرف جانوروں کے پنجروں کے اوپر پرواز کر رہا تھا۔ اعلیٰ بی بی مکان کے پچھلے حصے میں ایک کھڑکی کے پاس کھڑی ہوئی تھی۔ اس کی ایک چٹکی میں موتی دبا ہوا تھا اور وہ بالکل مستعد تھی۔ صحیح وقت کا انتظار کر رہی تھی۔ جیسے ہی ہیلی کاپٹر اس موتی کے ٹارگٹ پر آیا، اس نے نشانے پر اُسے رکھ لیا۔ وہ اچانک ڈگمگانے لگا۔ جیسے پرواز کے قابل نہ رہا ہو۔ موتی میں ذخیرہ شدہ شمسی توانائی خارج ہو کر ہیلی کاپٹر کے ونڈ اسکرین کو توڑتی ہوئی پائلٹ تک پہنچ گئی تھی۔ پائلٹ ایک ساعت ضائع کیے بغیر اندھا ہو گیا تھا۔ پلک جھپکنے سے پہلے ہی زندگی سے موت کی آغوش میں چلا گیا تھا۔ اب اس ہیلی کاپٹر کو کوئی سنبھالنے والا نہیں تھا۔ وہ ڈگمگا رہا تھا اور ایک سمت گرتا چلا جا رہا تھا۔ پھر یکبارگی اتنا زوردار دھماکہ ہوا کہ تمام جانوروں کے پنجرے لرز گئے۔ شیر، چیتے، ریچھ اور جانے کون کون سے جانور تھے جو چیخ رہے تھے، چنگھاڑ رہے تھے، دہاڑ رہے تھے۔ باہر کیا ہو رہا تھا، یہ مکان کے اندر رہنے والے نہیں دیکھ سکتے تھے لیکن ایالو یقیناً دیکھ رہا ہوگا اور ششدر رہ گیا ہوگا۔

یوگو ہنٹر نے حیرانی سے پوچھا: "آخر یہ دھماکہ کیسا ہے، معلوم ہوتا ہے جیسے قیامت آ گئی ہے۔"

مرجانہ نے اوپری منزل کی طرف دیکھتے ہوئے آہستگی سے کہا۔ "وہ اوپر گئی ہے۔ قیامت تو آنا ہی تھی۔"

میں نے مرجانہ سے کہا: "یوگو ہنٹر سے کہو، وہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے ایالو سے رابطہ قائم کرے اور یوں ظاہر کرے جیسے وہ پریشان ہو گیا ہے۔ ہمت ہار رہا ہے اور ایالو کی برتری تسلیم کرنے کے لیے تیار ہے۔"

مرجانہ نے یہی بات یوگو ہنٹر سے کہی۔ وہ مٹھیاں بھینچ کر سینہ تان کر بولا: "میں اس سے کمتر نہیں ہوں۔ اس ذلیل نمک حرام کو کبھی برتر تسلیم نہیں کروں گا۔"

"دیکھو مصلحت کا یہی تقاضا ہے۔ اسے خوش فہمی میں مبتلا

کرو۔ ٹرانسمیٹر کے ذریعے پوچھو کہ آخر یہ دھماکہ کیسا ہے؟ اسے تاثر دو کہ تم بہت پریشان ہو۔ تمھیں اپنی جان کی فکر ہے اور تم مکان سے باہر آنا چاہتے ہو۔"

بہت سمجھانے بجھانے کے بعد اس نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم کیا۔ اپالو سے وہی بات کہہ دی جو مرجانہ نے سمجھائی تھی۔۔۔ دوسری طرف اپالو نے غصے سے دہاڑتے ہوئے کہا: "بکواس بند کرو۔ ابھی میں تمھاری التجا سننے کے موڈ میں نہیں ہوں۔ میرا ہیلی کاپٹر تباہ ہوگیا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا یہ کیسے ہوا؟ کہیں سے فائرنگ کی آواز نہیں ہوئی تھی۔ کسی نے اس ہیلی کاپٹر کو تباہ نہیں کیا۔ پھر وہ کیسے بلندی سے پستی میں چلا گیا؟"

مکان کے گراؤنڈ فلور میں جو کھڑکیاں تھیں، وہاں سے پچھلے حصے کی طرف دور تک دیکھا جاسکتا تھا، حالانکہ پنجروں کے باعث دور کا منظر دکھائی نہیں دیتا تھا۔ اس کے باوجود دھواں اور آگ کے شعلے نظر آرہے تھے، پھر زبردست دھماکے ہوئے، جیسے ہیلی کاپٹر بار بار دھماکوں کے ذریعے پھٹ رہا ہو، ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا ہو۔

اعلیٰ بی بی زینے سے اترتی ہوئی نیچے کمرے میں آگئی۔ یوگو ہنٹر نے پوچھا: "وہ ہیلی کاپٹر کیسے تباہ ہوگیا؟"

اعلیٰ بی بی نے حیرانی کا اظہار کرتے ہوئے کہا: "میں کیا جانوں؟ میں تو اپنی لپ اسٹک تلاش کرنے گئی تھی۔ پتا نہیں کہاں رکھ دی ہے۔"

یوگو ہنٹر نے جھنجلا کر کہا: "کیا تم مجھے نادان بچہ سمجھتی ہو؟ مجھے بے وقوف بنا رہی ہو؟ یہاں ہم سب کی جان پر بنی ہے اور تم لپ اسٹک تلاش کر رہی ہو؟"

سجاد نے بڑی سنجیدگی سے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا: "مسٹر یوگو ہنٹر! کیا تمھارے لیے اتنا کافی نہیں ہے کہ ہم تمھارے نمک حرام باغی کو منہ توڑ جواب دے رہے ہیں؟ وہ اپنے مسلح جوانوں کو یہاں بلا رہا تھا مگر ہیلی کاپٹر تباہ ہوگیا۔ کیسے ہوا؟ یہ نہ دیکھو۔ آم کھاؤ۔ پیڑ نہ گنو۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا: "مسٹر ہنٹر! اپالو سے پوچھو، کیا ہم باہر جاسکتے ہیں؟"

اس نے گھور کر اعلیٰ بی بی کو دیکھا، پھر ٹرانسمیٹر سے رابطہ قائم کرنے کے بعد وہی بات پوچھی۔ دوسری طرف سے جواب ملا: "تم سب مکان کے برآمدے تک آسکتے ہو۔ اس سے آگے نہ بڑھنا۔ میں نہتا ہوں۔ اگر تم لوگ نہتے نہ ہوئے تو میں مرتے مرتے بھی جانوروں کے پنجرے کھول دوں گا۔"

یوگو ہنٹر نے کہا: "ہم قسم کھا کر کہتے ہیں، ہمارے پاس اب ایک بھی ہتھیار نہیں رہا۔ ہاں مرجانہ اور بلبا کو یہاں آتے وقت جو چاقو اور دراتی نما ہتھیار دیے گئے تھے، وہ ان کے پاس ہیں۔"

میں اعلیٰ بی بی کو اس کی باتوں کا ترجمہ سنا رہا تھا۔ وہ بولی: "اس سے کہو، ہم وہ چاقو اور دراتی نما ہتھیار یہاں پھینک کر باہر جائیں گے۔"

ہنٹر نے بڑی حیرانی سے اعلیٰ بی بی کو دیکھا، پھر پوچھا: "کیا تم ہماری مقامی زبان سمجھتی ہو؟ تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ اپالو ہتھیار کے متعلق باتیں کر رہا ہے؟"

"تم کام کے وقت غیر ضروری سوالات کرتے ہو۔ پلیز! اپالو سے معاملہ طے کرو۔ ہم باہر نکلیں گے۔"

معاملہ کیا طے ہونا تھا، اپالو بس یہی چاہتا تھا کہ سب نہتے رہیں۔ وہ سب باہر برآمدے میں آئے۔ پھر بلبا برآمدے سے نکل کر مکان کے سامنے کھلے حصے میں پہنچا۔ اس نے دور پنجرے کے اوپر کھڑے ہوئے اپالو کو دیکھا۔ اپالو بھی اسے دیکھ رہا تھا۔ بلبا کے جسم پر جا بجا خون کے دھبے تھے۔ شیر نے اسے پنجوں سے زخمی کیا تھا، اگرچہ زخم گہرے تھے مگر اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے بہت معمولی سی خراشیں پڑی ہوں۔ وہ بالکل تازہ دم نظر آرہا تھا۔

اپالو اسے دیکھتا ہوا پنجروں کے اوپر بچھی ہوئی آہنی جالیوں پر ٹہلنے کے انداز میں ایک طرف بڑھ رہا تھا۔ نیچے پنجرے میں شیر اچھل رہے تھے اور پنجرے کی بلندی پر اپالو کے پیروں تک پہنچ جاتے تھے۔ وہ غرّا کر کسی قسم کی مخصوص آواز نکالتا تھا تو اچھلنے کودنے اور جھپٹنے والے درندے سرد پڑ جاتے تھے۔ پنجرے کے اندر رہنے لگتے تھے لیکن سر اٹھا اٹھا کر اس کی طرف دہاڑتے رہتے تھے۔

وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا ایک خالی پنجرے کے اوپر پہنچا۔ وہاں اس نے ایک ذرا ہاتھ رکھ کر آہنی سلاخوں کے ایک حصے کو اوپر کی طرف اٹھایا۔ وہ دروازہ تھا، اٹھتا چلا گیا۔ پھر اس نے اپنی زبان میں کہا: "بلبا سے کہو وہ پنجرے کے اندر آجائے۔ اس کے اطمینان کے لیے پہلے میں اندر جا رہا ہوں۔"

یہ کہتے ہی وہ اوپر سے نیچے جھولتا ہوا پنجرے کے اندر پہنچ گیا۔ پھر دونوں ہاتھ کمر پر رکھتے ہوئے بولا: "میں ایک ایک پنجرے کے اندر بلاؤں گا اور اسے ختم کرتا جاؤں گا۔ جو مجھے ختم کرے گا، وہ اس قید سے رہائی پالے گا۔ سرنگ کے ذریعے باہر جانے کا نہیں ہے، وہاں میری موت کے بعد بھی میرے آدمی موجود رہیں گے۔ ادھر سے کوئی راہِ فرار نہیں ہے۔ ہاں تمھارے پاس ٹرانسمیٹر ہے، اس کے ذریعے باہر سے امداد طلب کر سکتے ہو۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا: "ہنٹر! اس سے پوچھو، کیا ہم ابھی ٹرانسمیٹر کے ذریعے بیرونی امداد طلب نہیں کر سکتے؟"

یوگو ہنٹر نے پھر حیرانی سے اپنی زبان میں کہا: "تعجب ہے۔ تم واقعی ہماری زبان سمجھتی ہو؟ اگر سمجھتی ہو تو تم نے مجھے اس زبان میں اس کا ترجمہ اعلیٰ بی بی کو بتا چکا تھا۔ اس نے انگریزی میں

کہا: "میں تمھاری زبان سمجھ سکتی ہوں مگر بول نہیں سکتی۔ کیوں وقت ضائع کرتے ہو۔ جو پوچھ رہی ہوں وہ سوال اپالو سے کرو۔"

یوگو ہنٹر نے وہی سوال اپالو سے کیا۔ اس نے جواب دیا: "ہاں، تم چاہو تو ٹرانسمیٹر کے ذریعے بیرونی امداد طلب کر سکتی ہو لیکن انجام برا ہوگا۔ میں نے پہلے ہی اپنے آدمیوں کو اچھی طرح سمجھا دیا ہے کہ اگر اس جزیرے میں کوئی طیارہ یا ہیلی کاپٹر آئے یا اجنبی لوگ کسی بھی راستے سے آنا چاہیں تو ان کا مقابلہ اس وقت تک کیا جائے جب تک کہ وہ اس پنجرے کے قریب نہ پہنچیں۔ اگر یہ اندیشہ ہو کہ دشمن یہاں پہنچ سکتے ہیں تو میرے آدمی بم کے دھماکوں سے ہلچل پیدا کریں گے۔ جن کے باعث یہ خونخوار درندے مشتعل ہوں گے، اچھلیں گے، چنگھاڑیں گے اور اس پنجروں سے باہر نکلنے کے لیے مچل جائیں گے۔ ایسے وقت میں تمام پنجروں کے دروازے کھول دوں گا۔ اگر اس سے پہلے تم لوگوں نے مجھے ہلاک کرنا چاہا تو پھر بھی یہاں سے نجات نہیں ملے گی۔ میرے آدمی اب تک سرنگ میں بارودی مائن بچھا چکے ہوں گے۔ ڈائنامیٹ کے ذریعے دو چار دھماکے ہوں گے پھر اس مکان کی اینٹ سے اینٹ بجے گی۔ یہ آہنی پنجرے بھی زمین سے اکھڑ جائیں گے۔ پھر کیا ہوگا، یہ تم سب تصور میں دیکھ سکتے ہو۔"

اعلیٰ بی بی نے یوگو ہنٹر کے ذریعے کہلوایا: "تم بچکانہ انداز میں چیلنج کر رہے ہو۔ بلبا وغیرہ سے مقابلہ کر کے تمھیں کیا حاصل ہوگا؟"

وہ قہقہہ لگاتے ہوئے بولا: "یہ میری فطرت ہے۔ میں خواہ مخواہ ہی ان خونخوار درندوں سے لڑنے لگتا ہوں۔ تمھارے اس آدمی نے شیر سے مقابلہ کر کے ایک طرح سے چیلنج کیا ہے۔ میں بتانا چاہتا ہوں کہ مجھ میں اور اس میں کیا فرق ہے۔ یہ مقابلہ کر کے کسی درندے کو مار سکتا ہے مگر میں تو کسی درندے کو زندہ پکڑتا بھی ہوں اور اسے مارتا بھی ہوں۔"

اس کی باتوں کے دوران بلبا اطمینان سے چلتا ہوا پنجرے کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے ساتھ ہی اپالو نے پنجرے کے دوسری طرف کی آہنی سلاخ کے پاس ہاتھ رکھا اور کسی میکنزم کو استعمال کیا۔ اس کے بعد پنجرے کا کھلا ہوا دروازہ بند ہوگیا۔ اب ان کے آس پاس کے پنجروں میں شیر اور چیتے تھے اور درمیانی خالی پنجرے میں دو انسان تھے جو اب درندوں کی طرح ٹکرانے والے تھے اور ایک دوسرے کے خلاف پینترے بدل رہے تھے۔

وہ دونوں چاہتے تھے کہ حملہ کرنے میں پہل نہ کریں۔ اپنے مقابل کو موقع دیں تاکہ اس کے انداز کو سمجھ سکیں۔ دیر تک پینترا بدلتے رہنے کے بعد اپالو نے جھنجلا کر خود ہی حملہ کیا لیکن اس کا حملہ ناکام رہا۔ بلبا نے اپنا بچاؤ کرتے ہوئے سمجھا دیا کہ وہ اناڑی نہیں ہے۔ اپالو کو اس پر ہاتھ رکھنے کے لیے اپنی تمام جنگی صلاحیتوں کو آزمانا ہوگا۔

دوسری بار بلبا نے مناسب موقع دیکھتے ہوئے اس پر حملہ کیا۔ تقریباً وہ بھی ناکام رہا۔ بس ایک چھچھلتا ہوا سا ہاتھ اپالو کو لگا۔ اس کے بعد دونوں پینترے بدلنے لگے۔ آخر انھوں نے زور آزمائی کے لیے ایک دوسرے کے ہاتھوں کو گرفت میں لینا شروع کیا۔ ایک دوسرے کی انگلیوں میں انگلیاں ڈال دیں۔ پنجے لڑانے لگے۔ دو طرح کا زور تھا۔ ایک تو پنجے لڑاتے وقت کوشش یہ تھی کہ کسی کی کلائی پر دباؤ ڈالا جائے۔ دوسرے یہ کہ مقابل کو پیچھے دھکیلتے ہوئے پنجرے کی آہنی سلاخوں تک پہنچا دیا جائے۔ دونوں کی زور آزمائی قابلِ دید تھی۔ یوں لگتا تھا، دو بلڈوزر ایک دوسرے سے ٹکرا گئے ہوں اور اپنے ہارس پاور کے زور پر ایک دوسرے کو پیچھے دھکیل کر آگے بڑھنا چاہتے ہوں۔ پہلی بار بلبا نے اپنی قوت کا مظاہرہ کیا۔ آہستہ آہستہ اپالو کو پیچھے دھکیلتا ہوا شیر کے پنجرے تک لے جانے لگا۔ اچانک اپالو نے دہاڑتے ہوئے ایک جھٹکا دیا اور پوری قوت سے بلبا کو پیچھے رگیدنے لگا۔ اسے شیر کے پنجرے تک پہنچانے لگا۔ بلبا شکست کھا رہا تھا۔ پیچھے ہٹ رہا تھا۔ دیکھنے والے سب دم سادھے دیکھ رہے تھے۔ بلبا کی پشت پر جو شیر کا پنجرہ تھا، وہ صرف ڈیڑھ گز کے فاصلے پر رہ گیا تھا۔ اچانک بلبا گر پڑا۔ گرتے ہی اس نے دونوں ٹانگوں پر اپالو کو اچھال کر پیچھے کی طرف الٹا دیا۔ الٹانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ اپالو سیدھا شیر کے پنجرے کی آہنی سلاخوں سے جا کر لگ گیا۔ یکبارگی وہ غصے سے دہاڑا کیونکہ دوسری طرف سے شیر نے اس کی پشت پر پنجہ مارا تھا۔ وہ الٹ کر پھر بلبا کے اوپر آیا۔ اب وہ دونوں ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہوگئے تھے۔ زمین پر لڑھک رہے تھے۔ اپالو کی پیٹھ پر شیر کے پنجوں کا گہرا زخم آیا تھا۔ اس کے باوجود جیسے کچھ نہیں ہوا تھا۔ ان دونوں کے لیے زخم کھانا ایسا تھا، جیسے تین وقت کا کھانا کھا رہے ہوں۔

رفتہ رفتہ ان کی لڑائی تیزی اور شدت اختیار کرنے لگی۔ وہ کبھی لپٹتے تھے، کبھی گرتے تھے۔ کبھی ایک دوسرے پر پے در پے حملے کرتے تھے۔ دونوں کا حملہ بڑا ہی سخت ہوتا تھا۔ جب بھی کسی کا ہاتھ کسی پر پڑتا تھا تو ایک زخم کا نشان چھوڑ جاتا تھا۔ اپالو نے بلبا کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا تھا۔ وہ ثابت کر رہا تھا کہ زبردست ہے۔ دوسری طرف بلبا اس کے قدم اکھاڑ رہا تھا۔ زخموں سے چور ہونے کے باوجود یہ ثابت کر رہا تھا کہ تھوڑی دیر میں ہی وہ اپالو کو زمین چٹا دے گا۔

پھر بلبا نے اچانک اسے ٹکر ماری۔ یہ ٹکر ایسی تھی کہ اپالو کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا۔ یوں لگ رہا تھا، جیسے بلبا نے اپنے سر سے نہیں آہنی ہتھوڑے سے مارا ہو۔ دوسری بار پھر

ٹکر لگی تو اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ وہ دہاڑتے ہوئے پنجرے کی آہنی سلاخوں تک گیا۔ پھر اس کا ہاتھ ایک جگہ پر پڑا۔ اس نے میکینزم کو استعمال کیا۔ یکبارگی شیر کے پنجرے کا دروازہ کھل گیا۔ اس پنجرے میں ایک ہی شیر تھا۔ وہ دہاڑتا ہوا اندر آیا۔ یوں اس پنجرے میں درندے کا اضافہ ہو گیا تھا۔ دو انسان نما درندے تھے اور ایک سچ مچ خونخوار درندہ تھا۔ جو آتے ہی پہلے اپالو پر جھپٹنا چاہتا تھا لیکن وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے اپنے منہ سے مخصوص آواز نکال رہا تھا جس کے نتیجے میں اس پر جھپٹنے والا شیر اچانک پلٹ گیا تھا، اب وہ بلبا پر جھپٹ رہا تھا۔

مرجانہ نے پنجرے کے باہر سے چیخ کر کہا: "اپالو! یہ سراسر بے ایمانی ہے، مردانہ وار مقابلہ نہیں ہے۔ اوّل تو تمھیں شیر کو پنجرے میں آنے کا موقع نہیں دینا چاہیے تھا اور جب موقع دیا ہے تو تم دونوں برابر اس کا مقابلہ کرو۔ تم اپنے مخصوص اشاروں کے ذریعے اس درندے کو صرف بلبا پر جھپٹنے کی ترغیب دے رہے ہو۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ تم دو ایک طرف ہو اور بلبا تنہا ہے۔ دروازہ کھولو۔ میں اندر آؤں گی۔"

یوگو ہنٹر مرجانہ کی باتوں کا ترجمہ اپالو کو سنا رہا تھا۔

اس وقت اپالو اس پنجرے میں چلا گیا تھا جہاں سے وہ شیر آیا تھا۔ شیر کا پنجرہ خالی تھا۔ اس نے دروازہ بند کر لیا۔ اب بلبا شیر کے ساتھ تنہا لڑنے کے لیے رہ گیا تھا۔ بڑی جی داری سے مقابلہ کرنے لگا لیکن یہ مقابلہ صرف ایک منٹ تک رہا۔ دوسرے منٹ کے آغاز میں ہی شیر ایک دم سے تڑپ کر بلبا سے الگ ہوا، پھر زمین پر گر کر لوٹنے لگا۔ اپالو نے خالی پنجرے سے حیران ہو کر اس شیر کی جانب دیکھا پھر چیختے ہوئے کہا: "میں جانتا ہوں کسی نے اپنے پاس ہتھیار چھپا رکھا ہے۔ تم سب کی موت آ گئی ہے۔ مجھے بتاؤ یہ کس طرح مر رہا ہے؟ تم میں سے کس نے ہتھیار استعمال کیا ہے؟ میں سمجھ رہا ہوں، وہ ہیلی کاپٹر بھی اسی طرح تباہ ہوا تھا۔ یہ شیر بھی اسی طرح دم توڑ رہا ہے۔"

اعلیٰ بی بی نے ہجے ذریعے اس کی باتوں کو سمجھتے ہوئے . . . یوگو ہنٹر سے کہا: "اس سے کہو ہتھیار کسی کے پاس ہو اور کوئی سا ہو، اس ہتھیار سے اس کی زندگی کا بھی خاتمہ ہو سکتا ہے۔"

یوگو ہنٹر وہی بات کہنے لگا۔ اپالو پنجرے کا دروازہ کھول کر پیچھے ایک ریچھ کے پنجرے میں پہنچ گیا۔ ریچھ اس پر جھپٹنا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ہی اس نے ایک زوردار فلائنگ کک ماری۔ ریچھ غراتا ہوا پیچھے جا کر آہنی سلاخوں سے ٹکرا گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ اٹھ کر دوسری بار حملہ کرتا، اپالو سلاخوں کے ذریعے اوپر چڑھتا چلا گیا۔ ریچھ کی پہنچ سے دور ہو گیا۔ صرف شیروں کے پنجروں پر آہنی سلاخوں کی چھتیں بنی ہوئی تھیں کیونکہ شیر اونچی چھلانگ لگاتے ہیں، لہٰذا انھیں روکنے کے لیے چھتیں ضروری تھیں۔ باقی جانور اونچی چھلانگ نہیں لگا سکتے، اس لیے ان کے پنجرے اوپر کی جانب کھلے ہوئے تھے۔ اپالو وہاں سے دوسرے پنجروں کی طرف گیا اور ان کی چھتوں پر سے گزرتا ہوا دور نکلتا چلا گیا۔

اعلیٰ بی بی جہاں کھڑی ہوئی تھی، وہاں سے اپالو کا نشانہ نہیں لے سکتی تھی ورنہ اسے فرار ہونے کا موقع نہ دیتی۔ یوگو ہنٹر نے کہا: "وہ گالیاں دیتا ہوا اور چیلنج کرتا جا رہا ہے کہ ہمیں یہاں سے نکلنے کا موقع نہیں دے گا۔ اور اگر ہم یہاں سے نکل بھی گئے تو جزیرے میں اس کے وفادار قدم قدم پر موت بن کر ہم سے ٹکرائیں گے۔"

● مرجانہ نے کہا: "پہلے بلبا کو پنجرے سے کسی طرح نکالو۔"

یوگو ہنٹر نے کہا: "میں ان پنجروں کے میکنزم کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ ہر دروازے کو کھول سکتا ہوں اور بند کر سکتا ہوں۔"

اس نے ذرا سی دیر میں اس پنجرے کے دروازے کو کھول دیا۔

مرجانہ، اعلیٰ بی بی اور سجاد تیزی سے بلبا کے پاس پہنچے۔ وہ زخموں سے چور تھا۔ کوئی اور ہوتا تو اس میں ہلنے کی ذرا بھی سکت نہ ہوتی مگر وہ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ ڈگمگاتے ہوئے پنجرے کی آہنی سلاخوں کو تھامے ہوئے تھا۔ اعلیٰ بی بی نے کہا: "مسٹر ہنٹر! یہاں سے نکلنے کا راستہ ضرور ہونا چاہیے۔"

ہنٹر نے کہا: "راستہ ضرور ہے مگر ذرا دشوار ہے۔ یہ تمام پنجرے یکے بعد دیگرے دور تک چلے گئے ہیں۔ ادھر ہر پنجرے کا دروازہ دوسرے پنجرے میں کھلتا ہے۔ ہم پہلے سامنے والے پنجرے سے اس ریچھ کو ہانکتے ہوئے دوسرے پنجرے میں جانے پر مجبور کر دیں گے۔ اس طرح ریچھ کا پنجرہ خالی ہو گا تو ہم اس دروازے کو بند کر کے ریچھ کے پنجرے میں پہنچیں گے۔ پھر وہاں سے دوسرے دروازے کے ذریعے اگلے پنجرے تک جائیں گے اور وہاں کے جانوروں کو اسی طرح ہانک کے کسی دوسرے پنجرے میں منتقل کر دیں گے۔"

"یہ اچھی تدبیر ہے۔ ہمیں کچھ نہ کچھ کرنا چاہیے اور فوراً، ورنہ اپالو سرنگ کے دوسرے حصے پر پہنچتے ہی اپنے آدمیوں کو ڈائنامائٹ کے ذریعے دھماکے کرنے کے لیے کہے گا۔"

یوگو ہنٹر نے اپنی کوششیں شروع کر دیں۔ اعلیٰ بی بی اور سجاد اس کا ساتھ دے رہے تھے۔ مرجانہ دوڑتی ہوئی گئی اور اندر سے فرسٹ ایڈ کا باکس اٹھا لائی۔ بلبا ایک کپڑے سے اپنے زخموں کو صاف کر رہا تھا۔ مرجانہ ان پر مرہم لگا رہی تھی۔ اس دوران میں تقریباً یکے دیگرے تین پنجرے خالی ہو گئے تھے۔ وہاں کے جانوروں کو کسی طرح ہانکتے ہوئے دوسرے پنجروں میں منتقل کر دیا گیا تھا۔ بلبا نے مرجانہ

کا سہارا لیا۔ پھر اس کے ساتھ چلتا ہوا ان تین پنجروں سے گزر کر چوتھے پنجرے میں پہنچ گیا۔ اس طرح وہ مکان سے دور ہوتے جا رہے تھے۔

جب وہ گیارھویں پنجرے میں پہنچے تو مکان کی طرف ایک دھماکا ہوا۔ تمام پنجرے آہستہ سے لرزنے جیسے زلزلے کا ہلکا سا جھٹکا لگا ہو۔ آئندہ یہ جھٹکے زبردست بھی ہو سکتے تھے۔ وہ جلدی جلدی دوسرے پنجروں کے جانوروں کو بھی ہانک کر دوسری طرف منتقل کرنے لگے۔ اب جو جانور رہ گئے تھے وہ زیادہ خونخوار نہیں تھے۔ بن مانس اور گوریلوں کے پنجرے ان سے دور تھے۔ لیکن اندیشہ تھا کہ اگر مکان کی طرف دھماکے ہوتے رہیں گے تو یہ پنجرے ضرور زمین سے اکھڑیں گے اور جانور آزاد ہو جائیں گے۔

یوگو ہنٹر جانوروں کو ہانکتا جا رہا تھا۔ پنجروں کے اندر سے راستہ بناتا جا رہا تھا اور غصّے میں بڑبڑاتا جا رہا تھا: "میں نے برسوں کی محنت سے لاکھوں ڈالر خرچ کر کے ان جانوروں کو حاصل کیا ہے۔ میرے لاکھوں ڈالروں کا نقصان ہو رہا ہے۔ اس نمک حرام اپالو کو یہ تو سمجھنا چاہیے کہ یہ درندے آزاد ہو گئے تو پورے جزیرے میں دہشت پھیل جائے گی۔ کوئی انسان ان سے محفوظ نہیں رہ سکے گا۔ یہ انسانی گوشت اور خون کے عادی ہوتے چلے جائیں گے پھر انھیں قابو میں رکھنا ناممکن ہو جائے گا۔"

دوسری بار دھماکہ ہوا پھر زلزلے کا سا جھٹکا محسوس ہوا۔ دور مکان کے اندر سے شعلے نکل رہے تھے۔ ویسے دو دھماکوں کے باوجود وہ مکان اتنا مضبوط تھا کہ اس کی چار دیواری ابھی ثابت و سالم نظر آ رہی تھی۔ تیسرا دھماکہ ہونے سے پہلے ہی وہ تمام پنجروں کو عبور کرتے ہوئے دوسری طرف کھلی فضا میں پہنچ گئے۔ کافی فاصلے پر وہ ہیلی کاپٹر تباہ شدہ حالت میں پڑا ہوا تھا۔ وہ سب دوڑتے ہوئے ادھر گئے۔ ہیلی کاپٹر کے کتنے ہی ٹکڑے دور دور تک بکھرے ہوئے تھے۔ ایک جگہ انھیں بہت سا آتشی اسلحہ پڑا ہوا نظر آیا۔ ان میں رائفلیں، اسٹین گنیں اور کارتوس کی پیٹیاں تھیں۔ ان سب نے اپنی اپنی پسند کے ہتھیار اٹھا لیے۔

اس تمام عرصے میں میرے دو ہی کام رہے تھے۔ میں انھیں مناسب مشورے دیتا تھا یا یوگو ہنٹر کے ذریعے اپالو کی باتوں کا ترجمہ پیش کرتا تھا۔ میں اس سے زیادہ بھی ان کے کام آ سکتا تھا۔ لیکن ابھی کوئی موقع نہیں مل رہا تھا۔ ویسے وہاں اعلیٰ بی بی، اور بلبا نے بڑی عمدگی سے اپنی اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا تھا۔ مرجانہ کو اس کا موقع نہیں ملا تھا۔ وہ کہہ رہی تھی: "بلبا! آئندہ اپالو سے سامنا ہوا تو تم پیچھے رہو گے، میں آگے جاؤں گی۔"

بلبا زخموں سے چور، تکلیف سے نڈھال ہیلی کاپٹر کے ایک شکستہ حصے سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔ اس نے کہا: "جب تک میں پیروں پر کھڑا رہ سکتا ہوں، اس وقت تک ہر آفت کا مردانہ وار مقابلہ کر سکتا ہوں۔ جب گر پڑوں تو تم آگے بڑھنے کے متعلق سوچنا۔"

وہ سخت لہجے میں بولی: "تم پھر ضد کر رہے ہو۔ میں کئی بار سمجھا چکی ہوں، مجھ سے بحث نہ کیا کرو۔ میں تمھاری باتیں مانتی ہوں تم بھی میری باتیں مانو گے اور اگر نہیں مانو گے تو اپالو سے پہلے میں تمھیں زمین پر گرا دوں گی۔ پاؤں پر کھڑے رہنے کے قابل نہیں چھوڑوں گی۔ پھر تم مجھے اپالو کے مقابل جانے سے نہیں روک سکو گے۔"

وہ زہر خند سے بولا: "تم مجھے زخموں سے چور دیکھ کر سمجھ رہی ہو کہ میں کمزور ہو گیا ہوں، کیا تم مجھے زمین پر گرا دو گی؟ آؤ آزما کر دیکھ لو۔"

میں نے مرجانہ سے کہا: "یہ تم نے کیسی تکرار شروع کر دی ہے؟ وہ جاہل اور غیر مہذب ہے۔ تم تو نہیں ہو۔ حالات کو سمجھو اور خاموش رہو۔ جب اپالو سامنے آئے گا تو دیکھا جائے گا۔"

میں نے اعلیٰ بی بی سے کہا: "یوگو ہنٹر سے کہو، اپالو اپنے آدمیوں تک پہنچ چکا ہو گا۔ ٹرانسمیٹر کے ذریعے اس سے گفتگو کی جا سکتی ہے۔ کوشش یہ کی جائے کہ اپالو کے جو خاص ماتحت ہوں اور انگریزی زبان جانتے ہوں، وہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے یوگو ہنٹر سے گفتگو کریں تاکہ میں ان کے دماغوں میں موجود رہوں اور ان کے ذریعے اپالو کی حرکتوں کو، اس کے منصوبوں کو سمجھتا رہوں۔"

اعلیٰ بی بی نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ اس کے مطابق یوگو ہنٹر نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپالو سے رابطہ قائم کیا۔ دوسری طرف سے وہ کہہ رہا تھا: "اگر تم مجھے مخاطب کرتے، تب بھی میں تمھیں مخاطب کرتا۔ آخری بار تمھاری آواز سنتا کیونکہ اب جو تیسرا دھماکہ ہونے جا رہا ہے اس کے بعد تم میں سے کوئی زندہ نہیں بچے گا۔ اگر بچ بھی گیا تو خونخوار درندوں کا لقمہ بن جائے گا۔ دیکھو، ایک طرف وہ مکان ہے، دوسری طرف جانوروں کے پنجرے ہیں، اب کہاں جاؤ گے؟ دس تک گنتے رہو، ٹھیک دس پر دھماکہ ہو گا۔"

اپالو سمجھ رہا تھا کہ یوگو ہنٹر اپنے ساتھیوں کے ساتھ ابھی تک اسی مکان کے پاس ہے اور تیسرا دھماکہ ان سب کو لے ڈوبے گا۔ دس تک گننے میں جتنا وقت لگتا ہے، اس وقت کے بعد واقعی تیسرا زبردست دھماکہ ہوا۔

پھر جیسے قیامت آ گئی ہو۔ دور تک زمین لرز رہی تھی۔ مکان کے در و دیوار تو اب نہ رہے ہوں گے لیکن جنگلی جانوروں کے پنجرے بھی زمین سے اکھڑ گئے تھے۔ اُن کے چیخنے چلّانے اور

دہاڑنے کی آوازیں دُور تک سُنائی دے رہی تھیں غنیمت یہ ہُوئی تھی کہ جدھر وہ سب کھڑے ہوئے تھے، وہاں کے پنجروں تک دھماکے کا اثر نہیں ہوا تھا۔ اپالو محض مکان کو تباہ کرنا چاہتا تھا۔ اس نے یہی کیا تھا یقیناً ادھر مکان کے آس پاس والے پنجروں کے درندے آزاد ہو گئے ہوں گے لیکن وہاں سے نکل کر ادھر نہیں آسکتے تھے میرے ساتھی اور جزیرے کے دوسرے باشندے ابھی اُن سے محفوظ تھے۔ اگر وہ مزید دھماکے کرتا رہتا تو اُن درندوں سے صرف میرے ساتھیوں ہی کو نہیں بلکہ انھیں بھی نقصان پہنچ سکتا تھا۔ یہ توقع کی جاسکتی تھی کہ اپالو نادانی نہیں کرے گا کیونکہ اسے اس جزیرے میں رہنا تھا۔ یہاں کے باشندوں کی حمایت حاصل کرنا تھی۔ انھیں دہشت میں مبتلا کر کے وہ انھیں اپنی حمایت پر آمادہ نہیں کرسکتا تھا۔

ایسے وقت مجھے غنودگی کا احساس ہُوا۔ اونگھنے کے طور پر ہلکا سا جھٹکا لگا۔ میں نے اعلیٰ بی بی سے کہا: "میں صرف پندرہ منٹ کے لیے نیند پوری کر رہا ہوں اس کے بعد تمھارے پاس آجاؤں گا۔"

"پندرہ منٹ میں کیا ہوتا ہے؟ تم ایک گھنٹے کے لیے چلے جاؤ۔ ہماری فکر نہ کرو۔ میں ان لوگوں کو سنبھال لوں گی۔ ویسے اب ہم سب کے پاس ہتھیار ہیں۔"

"اتنی دیر تک غیر حاضر رہ کر میں مطمئن نہیں رہ سکتا۔ تم ذرا حالات پر غور کرو۔ جزیرے کے تقریباً تمام لوگ اپالو سے ڈرتے ہیں، اس کا ساتھ دے رہے ہیں اور اہم حصّوں میں مثلاً جہاں تم لوگوں کو ہیلی کاپٹر کے لیے ایندھن مل سکتا ہے، وہاں اپالو کے آدمی چھپے بیٹھے ہوں گے۔ یوگو منٹر نے جہاں گولہ بارود اور ہتھیاروں کا اسٹاک رکھا ہے، وہاں بھی اپالو کا قبضہ ہوگا۔ وہ ہر طرح سے پریشان کرسکتا ہے۔ چاروں طرف سے تم لوگوں کو گھیر سکتا ہے۔ اس کی کوشش یہی ہوگی کہ تم میں سے کوئی جزیرے سے باہر نہ نکل سکے۔ اور ایک ایک کر کے یہیں ختم ہو جائے۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا: "میں چاہوں تو ٹرانسمیٹر کے ذریعے باہر سے کسی کو بلاسکتی ہوں۔ ہماری مدد کے لیے سب ہی دوڑے چلے آئیں گے۔ بس ایک قباحت ہے۔ ہمارے یہودی دوست نما دشمن اور دوسری خطرناک تنظیموں کے لوگ جو ہماری مدد کے لیے آئیں گے، وہ مجھے اور سجاد کو اپنے ساتھ ضرور لے جانا چاہیں گے۔ کسی نہ کسی طرح ہمیں دوستانہ حراست میں رکھیں گے جب کہ ہم یہاں سے تنہا جانا چاہتے ہیں اور سیدھے بابا صاحب کے ادارے میں پہنچنا چاہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم باہر سے ابھی امداد طلب نہیں کرسکتے۔ بہرحال میں تمھیں اطمینان دلاتی ہوں۔ تم ایک گھنٹے کے لیے اپنی نیند پوری کر لو۔"

میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر اپنے دماغ کو ہدایت دی کہ آدھے گھنٹے تک اطمینان اور سکون سے سوتا رہوں۔ اس دوران میں کوئی مداخلت ہو تو آنکھ کھل جائے۔ میں ایک گھنٹے تک وہاں سے غیر حاضر نہیں رہ سکتا تھا۔ اس لیے آدھے گھنٹے کا وقت مقرر کیا تھا۔ سونے جاگنے کے لیے یہ طریقہ بھی مناسب تھا۔ حالات کے مطابق مصروفیات کی زیادتی کے باعث میں کبھی پندرہ منٹ، کبھی آدھے گھنٹے اور کبھی پون گھنٹے کے لیے اپنے دماغ کو سُلا دیتا۔ نیند کے دوران میں تمام فکر و آلام سے نجات حاصل کر لیتا۔ کوئی پریشانی نہیں ہوتی کسی سے کوئی گفتگو نہ ہوتی۔ نظارہ ہوتا نہ سماعت ہوتی۔ دماغ اتنی دیر کے لیے آرام کرتا۔ نیند کے تقاضے پُورے ہو جاتے اور دماغ پھر تر و تازہ ہو جاتا۔

جب میں آدھے گھنٹے بعد بیدار ہُوا تو واقعی تازگی اور فرحت محسوس کر رہا تھا۔ میں نے باتھ رُوم میں جا کر منہ پر پانی کے چھینٹے مارے، تولیے سے پونچھا۔ پھر اپنی جگہ آ کر بیٹھ گیا۔ چائے کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی، کچھ بھوک بھی لگی تھی لیکن کسی کو بُلانے یا کھانے کی فرمائش کرنے کا مطلب یہ ہوتا کہ میں ان کے ساتھ بھی تھوڑی دیر کے لیے مصروف ہو جاتا۔ خواہ مخواہ وقت ضائع ہوتا۔ اعلیٰ بی بی نے ایک گھنٹے تک سونے کا مشورہ دیا تھا۔ میں نے سوچا جب آدھ گھنٹہ پہلے ہی بیدار ہو گیا ہُوں تو کیوں نہ سونیا، رسونتی اور ثباتہ کی خیریت معلوم کر لُوں۔ میں اُن کے پاس پہنچ گیا مگر تاخیر سے پہنچا۔ اتنی دیر میں حالات کچھ سے کچھ ہو گئے تھے۔

پچھلی بار میں نے انھیں اس حال میں چھوڑا تھا کہ رسونتی فرضی پارس کو لے کر یہودی سیکرٹ ایجنٹوں کے ساتھ چلی گئی تھی۔ سونیا پارس کو لے کر ثباتہ کے ہوٹل میں آئی تھی۔ وہاں سے ثباتہ کا سامان لے کر اپنے ہوٹل کرسٹل میں آگئی تھی۔

اب صورتِ حال یہ تھی کہ رسونتی اپنے بچّے کے لیے تڑپ رہی تھی۔ اس کا اپنا لختِ جگر ذرا دیر کے لیے ہاتھ آیا تھا، گود میں پہنچا تھا، سینے سے لگ کر ممتا کی دھڑکنوں کو ذرا سکون پہنچایا تھا۔ اپنے دُودھ کا حق حاصل کیا تھا۔ اس کے بعد حالات نے پھر اسے جدا کر دیا۔ وہ ہرگز اپنے بیٹے سے جُدا نہ ہوتی۔ ایک عرصے بعد حقیقت معلوم ہونے پر وہ اپنے جگر کے ٹکڑے کو پھر چھوڑ دے، یہ ہو نہیں سکتا تھا لیکن سونیا نے اشارۃً اسے سمجھا دیا تھا کہ حالات سے سمجھوتہ کرنا ہوگا۔ اگر وہ اپنے پارس کو سینے سے لگائے رہے گی، اس سے بھرپور ممتا ظاہر کرے گی تو یہ راز فاش ہو جائے گا کہ اصلی پارس اس کے پاس پہنچ گیا ہے۔ اس کے بعد حالات اور سنگین ہو جائیں گے۔ فرہاد اور اس کی ٹیم کے لیے مزید پریشانیاں بڑھیں گی کیونکہ وہ پارس تمام خطرناک تنظیموں کے درمیان اور خاص طور پر اسرائیل اور بھارت کے درمیان تنازعہ کا باعث بن جائے گا۔

دُوسری طرف بھارتی حکومت، وہاں کے سراغ رساں اور بھارتی

سیکرٹ ایجنٹ، رسونتی کو اپنے ہی دیس میں رکھنے کی کوششوں میں مصروف تھے۔ بظاہر وہ رسونتی کو اسرائیل سے آنے والی مہمان کی حیثیت دے رہے تھے لیکن اندرُونی سرگرمیاں جاری تھیں۔ رسونتی قانوناً بھارت کی سنتان (پیدائش) تھی لہٰذا بھارتی سرکار کا اس پر حق تھا۔

دوسری طرف یہودی ایجنٹ بڑے معصوم بنے ہوئے تھے۔ بھارتی حکام کو خوش فہمی میں مبتلا کر رہے تھے کہ وہ اُن کی سرگرمیوں سے بالکل بے خبر ہیں۔ سیکرٹ ایجنٹ وَن اوناین نے بہت ہوشیاری اور خفیہ طریقے سے اسرائیلی حکومت تک یہ پیغام پہنچا دیا تھا کہ رسونتی کو نیپال پہنچانے وقت ہمارے ذہن میں یہ بات نہیں تھی کہ بھارتی سرکار رسونتی میں پھر سے دل چسپی لینے لگے گی، حالانکہ ہمیں سوچنا چاہیے تھا کیونکہ رسونتی ایک غیر معمولی صلاحیت کی مالک ہے۔ یہ پیدائشی طور پر بھارتی ہے لہٰذا یہاں کی حکومت اسے اپنی سرحدوں تک محدود رکھنے کی ہر ممکن کوشش کرے گی۔

عمر رسیدہ لیڈی سیکرٹ ایجنٹ بھی رسونتی پر کڑی نظر رکھے ہُوئے تھی۔ اس نے طے کر لیا تھا کہ وہ بچّہ جسے اُس نے مندر کی سیڑھیوں پر دودھ پلایا تھا، دوبارہ اس کے پاس نہ آئے اور اگر رسونتی دوبارہ اسے دُودھ پلائے گی تو ظاہر ہو جائے گا کہ وہی اصلی پارس ہے ٹھوس ثبوت کے لیے وہ لیڈی سیکرٹ ایجنٹ مزید انتظار کرسکتی تھی۔ اگر ماں بیٹے کا رشتہ ہوگا تو رسونتی بار بار اپنے بچّے کی طرف دوڑے گی کسی نہ کسی بہانے اسے اپنے پاس رکھنے کی کوشش کرے گی جب اس کی حرکتوں اور ممتا کی دیوانگی سے ثابت ہو جائے گا کہ وہ اصلی پارس ہے تو وہ تمام سیکرٹ ایجنٹ پارس کو اغوا کر کے اسے رسونتی کی کمزوری بنائیں گے۔ وہ مجبور ہو کر دوبارہ اسرائیل جائے گی۔ اپنے بچّے کے لیے جائے گی۔ ایسے میں بھارتی حکومت بھی اُسے روک نہیں سکے گی۔

اتنی تفصیل بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ قارئین رسونتی اور پارس کے آس پاس ہونے والی رسّہ کشی کو بخوبی سمجھ لیں۔ بات صرف یہیں تک محدود نہیں تھی۔ ابھی تو میں سُپر ماسٹر اور ماسک مین وغیرہ کی طرف توجہ نہیں دے رہا تھا، اپنے لوگوں کے معاملات میں اُلجھا ہُوا تھا۔ یقیناً ان کی خطرناک تنظیمیں گونگی، بہری اور اندھی نہیں ہوسکتیں۔ جب یہ مجھے حاصل کرنے کے لیے جوڑ توڑ میں مصروف رہتے ہیں۔ اور بولیاں دے کر خریدنے کی باری آتی ہے تو خریدنے سے بھی باز نہیں آرہے ہیں تو یقیناً وہ رسونتی کے متعلق بھی بہت کچھ جانتے ہوں گے۔ ان تنظیموں کے افرادِ رسونتی کے پیچھے اسرائیل سے نیپال ضرور آئے ہوں گے اور یہاں اپنے طور پر کچھ چالیں چل رہے ہوں گے۔

میں ماسک مین کے دماغ تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ البتہ نئے سپر ماسٹر کے دماغ تک پہنچ چکا تھا۔ لہٰذا پھر ایک بار خیال خوانی کی پرواز کی اور اس کے پاس پہنچ کر معلومات حاصل کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد یہ علم ہُوا کہ سُپر ماسٹر کو رسونتی کے متعلق تازہ ترین اطلاعات ملتی جارہی ہیں۔ ان میں دو اطلاعات اہم تھیں، ایک تو یہ کہ سپر ماسٹر کے ایک ماتحت نے نیپال سے پیغام بھیجا تھا کہ وہاں ماسک مین کے بھی آدمی دیکھے گئے ہیں۔ دوسری اہم اطلاع یہ تھی کہ رسونتی نے ایک بیمار بچّے کو مندر کی سیڑھیوں پر بیٹھ کر دُودھ پلایا ہے۔ آئندہ چند گھنٹوں میں اس کی ممتا شاید یہ ثابت کر دے کہ وہ بیمار بچّہ اصلی پارس ہے۔

سونیا جب ثباتہ اور پارس کو لے کر ہوٹل کرسٹل میں آئی تو انھیں کمرے میں چھوڑ کر باتھ رُوم میں چلی گئی۔ وہاں اس نے چھوٹے ٹرانسمیٹر کے ذریعے چرس اسمگل کرنے والی گینگ کے ایک اہم فرد سے رابطہ قائم کیا۔ وہ ثباتہ کو ابھی اپنی اصلیت اور اپنی موجودہ مصروفیات کے متعلق نہیں بتانا چاہتی تھی، اسی لیے باتھ رُوم میں آگئی تھی۔ اگر میں اس کے دماغ میں موجود رہتا تو پہلے وہ غصّہ دکھاتی، مجھ سے لڑتی جھگڑتی کہ میں نے تنویمی عمل کے ذریعے پارس کو فراموش کرا دیا تھا تو بعد میں پھر اس کی یاد کیوں نہیں دلائی۔ ثباتہ کے سلسلے میں بھی وہ اپنے اندر کچھ غبار لیے میرا انتظار کر رہی تھی۔ اس وقت میں اُس کے پاس نہیں تھا۔

جب ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم ہوگیا تو اس نے کوڈ ورڈز استعمال کرنے کے بعد کہا: "جیمز میکلے! میں انا میریا بول رہی ہوں سُنا ہے تم بڑی تیز رفتاری سے کسی بھی کام کی تکمیل کرتے ہو۔ تمھاری آزمائش کا وقت ہے۔ میں دو عورتوں کو میک اَپ کے ذریعے فوراً تبدیل کرنا چاہتی ہُوں۔ اگر ماسک میک اَپ ہو تو بہتر ہوگا۔ ایک عورت کے لیے ہندوستانی میک اَپ کا فوری انتظام ہونا چاہیے۔ دُوسری اپنی زبان، لب و لہجے، قد و قامت اور رنگ کے اعتبار سے انگریز لگتی ہے اس پر کسی انگریز عورت کا میک اَپ چل جائے گا۔ بتاؤ کتنی جلدی میک اَپ ہوسکتا ہے؟"

"مادام! آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ ان عورتوں کو ابھی میرے خفیہ اڈّے تک پہنچا دیا جائے تو ایک یا دو گھنٹے کے بعد کوئی انھیں پہچان نہیں سکے گا، وہ خود اپنے آپ کو حیرانی سے دیکھیں گی۔"

"کیا اُن کے پاسپورٹ اور دوسرے ضروری کاغذات بھی دستیاب ہو جائیں گے؟"

"آپ جانتی ہیں، اسمگلنگ کے سلسلے میں ہم مختلف پاسپورٹ اور اہم کاغذات تیار رکھتے ہیں آپ انھیں جہاں چاہیں بھیج سکتی ہیں۔"

چرس اسمگل کرنے والا گینگ لیڈر پیرس میں رہتا تھا۔ اُس کا اسسٹنٹ جیمز میکلے تھا۔ وہ اکثر کھٹمنڈو میں رہ کر سمگلنگ کے سلسلے میں گینگ کے افراد کو مختلف ذرائع اور مختلف پہلوؤں سے مدد پہنچاتا رہتا تھا۔ اسی لیے سونیا نے میک اَپ کے سلسلے میں اُس سے رابطہ قائم کیا تھا۔ وہ بولی: "میکلے! دراصل ان عورتوں کو بے شمار نگاہوں سے بچا کر تمھارے خفیہ اڈّے تک پہنچانا ہوگا۔ اس سلسلے میں تمھارے کتنے آدمی کام آسکتے ہیں؟"

"فی الحال کھٹمنڈو میں ہماری گینگ سے تعلق رکھنے والی پانچ عورتیں اور دس مرد انگریز ہیں۔ باقی پچیس مقامی باشندے ہیں۔ آپ جہاں اُن سے ملنا چاہیں گی، انھیں جہاں بلانا چاہیں گی، اور جس طرح اُن سے کام لینا چاہیں گی وہ آپ کے ایک ایک اشارے پر ناچتے رہیں گے۔"

ٹرانسمیٹر سے گفتگو کے دوران سونیا کو اپنے دماغ میں رسونتی کی آواز سُنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی "میں یہاں سے نکلنا چاہتی ہوں۔ میرا بچہ میرے لیے بے چین ہوگا۔ اُسے پیدائش کے بعد پہلی بار میری گود ملی تھی۔ میں اس کے پاس آنا چاہتی ہوں۔ سونیا پلیز! کچھ کرو۔"

اس نے ٹرانسمیٹر میں کہا "میکلے! میں ابھی کچھ دیر بعد تم سے رابطہ قائم کرتی ہوں، اوور اینڈ آل۔"

سونیا نے اُسے آف کرنے کے بعد رسونتی سے پوچھا "مجھے یہ بتاؤ، کھٹمنڈو میں ایسی کوئی جگہ، کوئی بازار، کوئی مندر یا کوئی ایسا علاقہ ہے جہاں بہت زیادہ بھیڑ رہتی ہو۔ اور اس بھیڑ میں مردوں سے زیادہ عورتیں نظر آتی ہوں؟"

"کیا تم مجھے اس بھیڑ میں گم کرنا چاہتی ہو؟"

"یہی طریقہ سمجھ میں آرہا ہے۔"

"دربار اسکوائر میں کستھا منڈپ مندر کے سامنے جہاں میرا پارس مجھے ملا تھا، وہاں اب اچھی خاصی بھیڑ لگ رہی ہوگی۔ ابھی وہاں سے کماری کنیا کا جلوس نکلے گا۔ وہ جلوس دیکھنے کے قابل ہوتا ہے۔ نیپال کے تمام علاقوں سے مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے اس جلوس میں شریک ہونے آتے ہیں حتیٰ کہ شاہ نیپال بھی پہلے دن تشریف لاتے ہیں۔ یہ تقریب کئی دن تک جاری رہتی ہے۔"

"کیا تمھیں پورا یقین ہے کہ یہ جلوس بہت ہی پُرہجوم ہوگا اور اس میں عورتیں زیادہ نظر آئیں گی؟"

"زیادہ تو نہیں کہہ سکتی مگر ہاں، مرد عورتیں اتنے ہوں گے کہ دُور تک صرف سر ہی سر نظر آئیں گے۔"

"تم اپنے سیکرٹ ایجنٹ محافظوں سے کہو کہ یہ جلوس تمھارے مذہبی تہوار سے تعلق رکھتا ہے لہٰذا تم اس میں شریک ہونے جاؤ گی۔"

"میں ضرور جاؤں گی۔"

"تم کس رنگ کی ساری پہنو گی؟ فرضی پارس کے جسم پر کون سا کپڑا ہوگا؟ اپنی مکمل پہچان بتاؤ۔"

رسونتی نے کچھ سوچ کر کہا "میں گیروے رنگ کی ساری پہنوں گی جیسا کہ مندر کی دیوداسیاں پہنتی ہیں۔ پارس کے بدن پر ایک چیک شرٹ اور نیکر ہوگی۔"

"اس بھیڑ میں چند اجنبی تمھیں اغوا کرنے کے انداز میں جدھر لے جائیں، تم اُدھر چلی جانا۔"

"مجھے ان کی پہچان بتاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ میں دھوکا کھا جاؤں، کوئی دوسرے مجھے کہیں لے جائیں۔"

"میں اُن کی پہچان اور کوڈ ورڈز سمجھا دوں گی۔"

"کیا وہ اجنبی مجھے میرے بچے کے پاس پہنچا دیں گے؟"

"ہاں میک اپ کے ذریعے تمھیں تبدیل کیا جائے گا تاکہ دشمن پہچان نہ سکیں پھر تمھارا اپنا پارس تمھاری گود میں پہنچ جائے گا۔"

وہ خوش ہو کر بولی "اوہ سونیا! تم بہت عظیم ہو۔ تم نے بارہا مجھ پر احسانات کیے ہیں۔ یہ احسان تو میں کبھی نہیں بھولوں گی۔"

"رسونتی! تمھیں اپنا پارس مل جائے گا۔ وہ جو فرضی پارس تمھاری گود میں ہے اس کا کیا کرو گی؟"

"آں!" وہ چونک گئی پھر اُسے سینے سے لگا کر بولی "نہیں یہ بھی میرا اپنا ہے۔ میں نے اس کی خدمت کی ہے۔ میں نے راتیں جاگ جاگ کر اس کی دیکھ بھال کی ہے، اسے اپنی بھرپور ممتا دی ہے۔ میں اس کی عادی ہوگئی ہوں۔ یہ میرا عادی ہوگیا ہے۔ اپنے بچے کو پاکر ایک پرائے بچے کو بُھلا دینا، اسے چھوڑ دینا یا نظرانداز کر دینا بہت ہی غیر انسانی فعل ہے۔ میں اسے کبھی اپنے سے جُدا نہیں کروں گی۔ سونیا پلیز! جہاں تم نے مجھ پر بے شمار احسانات کیے ہیں وہاں ایک احسان اور کرو۔ مجھے ایسی عورت کے میک اپ میں رکھو جو دو بچوں کی ماں لگے تاکہ میں دونوں بچوں کو اپنی آغوش میں سمیٹ کر رکھ سکوں۔"

"میں اس سلسلے میں جیمز میکلے سے گفتگو کر رہی ہوں تم سُنتی رہو۔"

اُس نے میکلے سے رابطہ قائم کیا پھر اس سے پُوچھا "کیا ایسی کسی ہندوستانی عورت کا ماسک میک اپ ہو سکتا ہے جو دو بچوں کی ماں ہو اور اس کے دونوں بچے تقریباً ڈیڑھ برس کے ہوں؟"

میکلے نے جواب دیا "ہماری گینگ میں ایک ایسی مقامی عورت ہے جس کے پاس بیرونی ممالک کے پاسپورٹ اور دیگر کاغذات موجود ہیں۔ اس کے دو بچے ہیں لیکن ایک تین برس کا ہے اور دُوسرا شاید ڈیڑھ برس کا ہے۔"

رسونتی نے سوچ کے ذریعے کہا "سونیا! تم نے بیمار پارس کو دیکھا ہے۔ وہ بیماری کے باوجود قد اور جسامت میں میرے فرضی پارس سے بڑا لگتا ہے۔ اسے تین برس کا تسلیم کیا جا سکتا ہے اور میرے پاس جو پارس موجود ہے اس کی عمر ہم ڈیڑھ برس بتا سکتے ہیں۔"

سونیا نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے کہا "میکلے! یہ بات طے پاگئی ہے۔ تم اس عورت کے ماسک میک اپ کے لیے بالکل تیار رہو۔ آج تم ایک ایسی غیر معمولی عورت سے ملاقات کرو گے جو فرہاد کی طرح دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک مشہور ہے۔ سب اُسے جانتے ہیں اور شاید تم بھی اسے جانتے ہو، اس کا نام رسونتی ہے۔ اوور۔"

دوسری طرف میکلے نے حیرت اور مسرت سے کہا "مادام! کیا واقعی میں مادام رسونتی سے ملاقات کر سکوں گا؟ کیا اب تک آپ اُنہی کے سلسلے میں گفتگو کر رہی تھیں؟ اوور۔"

"ہاں میں رسونتی کا ماسک میک اپ کرانا چاہتی ہوں۔ غور سے سنو۔ ابھی دربار اسکوائر سے کماری کنیا نامی ایک بہت بڑا جلوس نکلے گا۔ وہاں اتنا ہجوم ہوگا کہ مردوں اور عورتوں کے صرف سر نظر آئیں گے۔ کیا تم نے پہلے کبھی رسونتی کو دیکھا ہے؟"

"نہیں مادام! یہ میری بدنصیبی ہے۔ آج تک نہ دیکھ سکا۔ آج میری خوش نصیبی ہوگی۔"

"وہ اس بھیڑ میں گیروے رنگ کی ساری پہنے ہوئے ہوگی۔ اس کی گود میں جو بچہ ہوگا اس کے بدن پر چیک کی شرٹ اور نیکر ہوگی۔ تم اپنے تمام آدمیوں کو اچھی طرح سمجھا دو۔ رسونتی کی سخت نگرانی ہو رہی ہے۔ نگرانی کرنے والے ایک دو نہیں بے شمار ہیں۔ بھارتی حکومت کے اہم افراد بھی ہیں۔ اسرائیلی سیکرٹ ایجنٹ بھی ہیں۔ سپر ماسٹ اور ریڈ پاور کی خطرناک تنظیموں کے افراد بھی ہیں۔ ان سب کی نظروں سے بچا کر رسونتی اور اس بچے کو نکال لے جانا ہے۔"

"آپ نے جتنے دشمنوں اور خطرناک تنظیموں کا ذکر کیا ہے میں ان سے مرعوب نہیں ہوں۔ میرے اندر ایک بے چینی پیدا ہوگئی ہے۔ اب تو میں نیپال میں آپ کی خدمت کر رہا ہوں دوسرے مجھے مادام رسونتی کے کام آنا ہے۔ میرے لیے اتنا بڑا اعزاز ہے کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ میں سوچ رہا ہوں کہ جان لڑا دوں لیکن ناکام نہ رہوں۔ ہر حال میں مادام کو اور اُن کے بچے کو اپنے خفیہ اڈے میں لے آؤں۔ میری کامیابی کا مطلب یہ ہوگا کہ کبھی آپ لوگوں کی داستان لکھی جائے گی تو اس میں میرا نام بھی ضرور آئے گا۔"

سونیا نے مسکرا کر کہا "ہاں ضرور آئے گا۔ اب دوسری لڑکی کے متعلق سنو۔ اس کی گود میں بھی بچہ ہے۔"

"یعنی مجھے اس کے لیے بھی کسی بچے والی عورت کو تلاش کرنا ہوگا؟"

"نہیں۔ وہ ایک نوخیز لڑکی ہے۔ وہ حسن، صحت اور اپنے قد و قامت کے اعتبار سے بیس بائیس برس کی لگتی ہے۔ اب اس کے پاس جو بچہ ہے وہ رسونتی کے پاس چلا جائے گا۔ یہ لڑکی بچے کو لے کر آدھے گھنٹے بعد ہوٹل کرسٹل سے نکلے گی۔ ہم بھی دربار اسکوائر کی طرف جائیں گے اور اس ہجوم میں گم ہونے کی کوشش کریں گے۔ اس نے گہرے نیلے رنگ کا بلاؤز اور اسکرٹ پہنا ہوا ہے۔ اس کے رنگ کے لباس میں سفید دھاریاں ہیں۔ اس کی آنکھیں ہلکی نیلی ہیں۔ وہ اپنے حسن اور چہرے کی تازگی کے باعث لاکھوں میں منفرد ہوگی۔ آسانی سے پہچان لی جائے گی۔ میں اس کے ساتھ رہوں گی اور اس بچے کے سر پر سُرخ رومال باندھ دوں گی۔ کیا اتنی پہچان کافی ہے؟"

"یس مادام! ابھی ہم یہاں سے نکلیں گے۔ آدھے گھنٹے سے پہلے ہمارے آدمی ہوٹل کرسٹل کے سامنے پہنچ جائیں گے تاکہ وہاں سے دربار اسکوائر تک جہاں بھی موقع ملے، دشمنوں کی نظریں بچا کر اس لڑکی کو بچے سمیت لے جائیں۔"

رسونتی نے سوچ کے ذریعے کہا "سونیا! میرے ساتھ جو چار سیکرٹ ایجنٹ آئے ہیں اُن میں سے ایک نوجوان لڑکا ہے اور دوسری نوجوان لڑکی۔ وہ دونوں اس وقت ہوٹل کرسٹل میں موجود ہیں۔"

"مجھے بتاؤ وہ کہاں ہیں اور ہمارے سلسلے میں کس منصوبے پر عمل کرنے آئے ہیں؟"

"وہ نوجوان سیکرٹ ایجنٹ ہوٹل کے بار میں بیٹھا شراب کی چسکیاں لے رہا ہے۔ اس کی ساتھی لڑکی ابھی تھوڑی دیر پہلے تمھارے ہوٹل کے کمرے کے سامنے سے گزر کر گئی ہے۔ [illegible] اور جینز پہنی ہوئی ہے۔ اس کی رسٹ واچ ایک ننھا سا ٹرانسمیٹر ہے۔ اہم موقع پر وہ اپنے بڑے ایجنٹوں سے رابطہ قائم کرے گی۔ دوسرے نوجوان ایجنٹ نے نیلے رنگ کی پتلون اور سفید شرٹ پہنی ہوئی ہے۔ اس کے سر پر نیلے رنگ کی ماؤ کیپ ہے۔ ان دونوں کو اپنی طرف سے اقدامات کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ یہ صرف تمھاری نگرانی کر رہے ہیں۔ تم شبانہ اور پارس کو لے کر نکلو گی تو یہ اپنے بڑوں کو اطلاع دیں گے۔ وہ چاہتے ہیں کہ میرے بچے کو مجھ تک پہنچنے میں دشواری ہو اور وہ آزماتے رہیں کہ میری ممتا کتنی رکاوٹوں سے گزر کر، کتنے جھمیلے کر کے اور کس طرح فریب دے کر اپنے بچے تک پہنچتی ہے۔ جب میں اس طرح پہنچوں گی تو ثابت ہو جائے گا کہ میرا بیمار بچہ ہی اصلی پارس ہے۔"

سونیا نے یہ باتیں جیمز میکلے کو بتائیں اس نے کہا "وہ گھڑی نما ٹرانسمیٹر اس لڑکی کی کلائی میں بندھا ہوا ہے۔ میں اس کی کلائی کاٹ کر لے جاؤں گا۔ نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔ نہ ٹرانسمیٹر رہے گا نہ وہ اطلاع دے سکے گی۔"

سونیا نے کہا "یہ نہ بھولو کہ اُن دونوں کے علاوہ دوسرے بھی نگرانی کر رہے ہوں گے۔ اس وقت رسونتی کا بیٹا پارس تمام دشمنوں کی نظروں میں ہے۔"

"میں یہ باتیں نہیں بھولوں گا۔ ہر پہلو پر توجہ دیتا ہوا اپنا کام کر گزروں گا۔"

رسونتی نے کہا "وہ لڑکی اگرچہ میرے خلاف ڈیوٹی پر ہے، اپنا فرض پُورا کر رہی ہے۔ جیمز میکلے سے کہو، اس کی کلائی کو نقصان نہ پہنچے۔ کام اس طرح ہو کہ یہ جو اسرائیلی سیکرٹ سروس کے طلبہ و طالبات ہیں، انھیں زیادہ نقصان نہ پہنچے۔ اتنا ہی سبق سکھایا جائے کہ آئندہ یہ ہمارے خلاف محاذ بنانے سے گریز کریں۔"

سونیا، رسونتی اور جیمز میکلے ایک دوسرے سے دُور تھے لیکن ٹیلی پیتھی اور ٹرانسمیٹر کے ذریعے قریب آ گئے تھے۔ بہت سوچ سمجھ کر منصوبے بنا رہے تھے، ایک ایک پہلو پر غور کر رہے تھے۔ جب وہ ہر طرح سے مطمئن ہو گئے تو سونیا نے کہا "اب میں پندرہ منٹ کے بعد ہوٹل سے نکلوں گی۔"

جیمز میکلے نے کہا "مادام! پندرہ منٹ اور انتظار کریجیے۔ میرے آدمی ہوٹل میں پہنچنے ہی والے ہیں۔ وہ اُن دونوں سیکرٹ ایجنٹ، دودھ پیتے بچوں کو اٹھا کر نرسری میں لے جائیں گے۔"

سونیا نے کہا "ذرا ٹھہرو۔ کوئی بات مجھے کھٹک رہی ہے۔ جب تک میں مطمئن نہیں ہوں گی، تم اپنی طرف سے کوئی اقدام نہ کرنا۔ اور کسی دشمن کو نہ چھیڑنا خواہ وہ نوجوان طالبہ اور طالب علم ہی کیوں نہ ہوں۔ میں ابھی پانچ منٹ میں رابطہ قائم کروں گی۔"

اُس نے ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ رسونتی نے پوچھا "اب کیا دشواری ہے؟ میں تمھارے دماغ کو پڑھ رہی ہوں تو پتا چل رہا ہے تم موجودہ منصوبے سے مطمئن نہیں ہو۔ ابھی تمام پلاننگ کے دوران تم بے چینی اور تشنگی محسوس کرتی رہیں جیسے یہ پلاننگ تمھیں مطمئن نہیں کر رہی ہو۔"

"میں ذرا سوچنا چاہتی ہوں۔ مجھے ایک منٹ کے لیے تنہا چھوڑ دو۔"

"میں ایک منٹ کے بعد آؤں گی۔"

وہ چلی گئی۔ جب ایک منٹ کے بعد واپس آئی تو سونیا ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم کر رہی تھی۔ رسونتی نے کہا "میں آ گئی ہوں۔"

رابطہ قائم ہوتے ہی سونیا نے کہا "جیمز میکلے! یہ طالب اور طالب علم جو ہماری نگرانی کر رہے ہیں انھیں ایک ذرا نہ چھیڑنا۔"

میکلے نے حیرانی سے پوچھا "آخر کیوں مادام؟"

"ہم انھیں چھیڑیں گے، انھیں غائب کر دیں گے یا نقصان پہنچائیں گے تو دشمنوں کو یقین ہو جائے گا کہ ہم اُن کی مخالف نہ کارروائیوں سے باخبر ہیں۔ ہم ان نوجوان سیکرٹ ایجنٹوں کو نقصان پہنچا سکتے ہیں تو رسونتی کی نگرانی کرنے والوں کے خلاف بھی جوابی کارروائی کر سکتے ہیں لہٰذا وہ رسونتی کے آس پاس اپنا پہرہ اور سخت کر دیں گے۔ ایسے انتظامات کریں گے کہ وہاں تمھاری کامیابی مشکوک ہو جائے گی۔"

"واقعی مادام! میں نے اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا۔ ہمیں دشمنوں کو زیادہ سے زیادہ خوش فہمی میں مبتلا رکھنا چاہیے، اور انھیں فریب دیتے رہنا چاہیے۔"

"اسی لیے چاہتی ہوں کہ میں اپنی ساتھی لڑکی اور اُس بچے کے ساتھ یہاں سے نکلوں تو میری نگرانی کرنے والے دشمنوں کو بالکل نہ چھیڑا جائے۔ میں انھیں ایسے چکر دیتی رہوں گی کہ وہ مجھ میں زیادہ سے زیادہ دل چسپی لیں گے اور تجسس میں مبتلا رہیں گے۔ لہٰذا ان کی ساری توجہ میری طرف ہو گی۔ اس دوران میں تم رسونتی کو ہجوم سے نکال کر ایئر اڈے تک لے جا سکو گے۔"

"اچھی بات ہے۔ میں آپ کی ہدایت پر عمل کروں گا۔"

"جب رسونتی تمھارے پاس پہنچ جائے تو اس کے بعد میرے ساتھ رہنے والی لڑکی اور اُس کے بیمار بچے کو اس بھیڑ سے نکال لے جانا۔ اس کے لیے تم مجھ سے کس طرح رابطہ قائم کرتے رہو گے کس طرح اس لڑکی اور بچے کو لے جاؤ گے؟ یہ تمام ہدایات تمھیں مجھ سے ملتی رہیں گی۔ رسونتی جو طریقہ کار بتلائے اسی پر عمل کرتے رہو اوور اینڈ آل۔"

رابطہ ختم کرنے کے بعد رسونتی نے پوچھا "میں بھلا کیا طریقہ بتاؤں گی۔ میں تمھاری طرح اتنی گہری چالیں نہیں چل سکتی۔"

"گہری چال یہ ہے کہ جب تم جیمز میکلے کے پاس پہنچ جاؤ تو مجھ سے یوں ہی دماغی رابطہ قائم کرتی رہو گی۔ میں تمھیں بتاؤں گی کہ اس ہجوم میں کہاں ہوں۔ موقع محل کے لحاظ سے شبانہ اور پارس کو لے جانے کا طریقہ کار کیا ہو گا یہ میں تمھیں بتاؤں گی اور تم اس کو حکم دو گی۔ وہ تمھارے ہر حکم کی تعمیل کرے گا۔"

"اوہ، اچھا اسی لیے تم نے میکلے سے کہہ دیا ہے کہ وہ میری ہدایات پر عمل کرے اور میرے طریقہ کار پر چلے۔"

"ہاں، اب میں باتھ روم سے نکل رہی ہوں۔ شبانہ آواز دے چکی ہے کہ آخر میں اتنی دیر تک باتھ روم میں کیا کر رہی ہوں۔ ٹھیک دس منٹ کے بعد ہوٹل سے نکلوں گی، مجھ سے رابطہ قائم کرتی رہنا۔"

وہ باتھ روم سے باہر آ گئی۔ شبانہ نے حیرانی سے پوچھا "تم اب تک کیا کر رہی تھیں؟"

وہ شبانہ کو اپنی پلاننگ کے متعلق بتانے لگی۔ تمام باتیں سن کر اُس نے پوچھا "آخر تم کون ہو؟ تم میرے پارس اور رسونتی کے لیے اتنی جدوجہد کیوں کر رہی ہو؟ آخر تم میرے سوال کا جواب کیوں نہیں دیتیں؟ فرہاد کی ٹیم سے تمھارا گہرا تعلق ہے۔ میں یقین سے کہتی ہوں کہ بہت گہرا تعلق ہے۔"

سونیا نے کہا "اپنے یقین پر قائم رہو۔ جب میں تم پر بھروسا کرنے لگوں گی تو اپنے متعلق سب کچھ بتا دوں گی۔"

"تم مجھ پر کس طرح بھروسا کر سکتی ہو؟"

"کیا تم جانتی ہو کہ رسونتی کے پاس ٹیلی پیتھی کی صلاحیت ہے؟"

"جانتی ہوں۔ یہ بھی سنا ہے کہ وہ صلاحیت اب اس میں نہیں رہی ہے۔"

"تم نے غلط سنا ہے، وہ خیال خوانی کر سکتی ہے لیکن دشمنوں نے بہت زیادہ مصروف کر رکھا ہے۔ اتنی فرصت نہیں مل رہی ہے کہ تمھارے دماغ میں جھانک کر تمھارے متعلق تفصیلی معلومات حاصل کی جائیں۔ جب یہ معلومات حاصل ہو جائیں گی تو ہم تم پر اعتماد کرنے لگیں گے۔ فی الحال تم سے دوستی کرنے اور تمھارے کام آنے کی صرف ایک وجہ ہے اور وہ یہ کہ تم فرہاد کی ہونے والی دلھن ہو۔ تم نے اب تک پارس کی حفاظت کی ہے اس کے لیے در بدر ہو کر یہاں تک آ گئی ہو۔"

"جب میں پارس کے لیے اتنی قربانیاں دے سکتی ہوں اور فرہاد سے منسوب ہو سکتی ہوں تو کیا قابلِ اعتماد نہیں ہو سکتی؟"

"بالکل ہو۔ ہم اپنے تمام معاملات میں تمھیں شریک کریں گے لیکن پہلے تو آزما لیں کہ کسی آزمائشی مرحلے سے گزرنے کے دوران کوئی دشمن تم پر تشدد کرے اور تم پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے جائیں تو کیا ہمارا راز فاش کر دو گی؟"

شبانہ بڑے اعتماد سے مسکرانے لگی، پھر اس نے کہا "تم درست سوچ رہی ہو۔ پہلے مجھے آزما لو۔ میں زبان سے کچھ نہیں کہتی۔ جو کہنا چاہتی ہے کر کے دکھاتی ہوں۔"

"تم ٹارزن بابا کی بہن ہو۔ تمھارے قبیلے سے بھی کچھ واقفیت ہے۔ اس کے پیشِ نظر کہہ سکتی ہوں کہ درندوں سے لڑنے، دشمنوں کی سازشوں کو سمجھنے، جوابی کارروائیاں کرنے اور جان پر کھیل جانے کی بھرپور صلاحیتیں ہوں گی اور غیر معمولی حوصلہ بھی ہو گا لیکن ذہانت کس حد تک ہے؟ یہ میں دیکھنا چاہتی ہوں۔ میں نے اپنا تمام منصوبہ تمھیں سنا دیا ہے۔ اس میں کوئی مناسب ترمیم کر سکتی ہو؟"

شبانہ نے اثبات میں سر ہلا کر کہا "ہاں جب تم مجھے اپنی پلاننگ سنا رہی تھیں تو میرا دماغ سوچ رہا تھا۔ اِدھر رسونتی کو فرضی ماں کے ساتھ دشمنوں سے بچا کر لے جانا ہے۔ اُدھر وہ لوگ مجھے پارس کے ساتھ لے جانے والے ہیں۔ اُن میں دو باتیں مشترک ہیں، وہ یہ کہ ہم دونوں عورتوں کے ساتھ ایک ایک بچہ ہے اور بچے کے ساتھ عورت کو اغوا کرنا، انھیں دشمنوں کی نظروں سے بچا کر لے جانا نسبتاً مشکل ہو گا۔ اگر عورت تنہا رہے، بچہ کسی اور کے پاس رہے تو آسانی ہو گی۔"

"ذرا اور وضاحت سے بیان کرو۔"

شبانہ نے کہا "تمھاری پلاننگ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں تمھارے ذرائع بہت وسیع ہیں لہٰذا اپنے آدمیوں سے کہو ایسی عورتوں کا انتظام کریں جو اس بھیڑ میں اپنی اپنی گود میں ایک ایک بچے کو لیے رہیں۔ اس ہجوم میں بچہ تبدیل کر دیں گے۔ میں پارس کو تمھاری کسی بھروسے والی عورت کو دے دوں گی اور اس کا بچہ تمھارے کسی اور آدمی کے حوالے کر دیا جائے گا۔ رسونتی کے بچے کے ساتھ بھی اسی تدبیر پر عمل کیا جا سکتا ہے۔ اس طرح ہم سے پہلے ہمارے دونوں بچوں کو... تمھارے آدمیوں کی نگرانی میں کسی محفوظ جگہ پہنچایا جا سکتا ہے۔ اس کے بعد وہ ہمیں لے جا سکتے ہیں۔"

سونیا نے مسکرا کر کہا "شاباش، ذہین ہو۔ ہماری ٹیم میں رہو گی تو ذہانت میں اور پختگی آئے گی۔"

شبانہ نے سوالیہ نظروں سے دیکھا، پھر پوچھا "کیا میری اس پلاننگ میں کوئی خامی رہ گئی ہے؟"

"یوں تو ہر طرح سے مکمل ہے ویسے میں خامی کی نشاندہی کر دوں۔ جب رسونتی اپنے پارس کو کسی عورت کی گود میں دے گی تو مان لیتی ہوں کہ دشمنوں کی نظر بچا کر ایسا کیا جا سکتا ہے، لیکن جب وہ خالی گود رہے گی تو دشمن زیادہ دیر تک اندھے نہیں رہ سکتے۔ اس کی خالی گود انھیں سوچنے، سمجھنے اور زیادہ چوکنا رہنے پر مجبور کرے گی۔ وہ سمجھ لیں گے کہ اس بھیڑ سے بچہ غائب ہوا ہے تو اب تب میں رسونتی بھی غائب ہونے والی ہے لہٰذا وہ اور زیادہ محتاط ہو جائیں گے۔ اس کے چاروں طرف گھیرا تنگ کر دیں گے اور ہمارے لیے مشکلات پیدا ہو جائیں گی۔"

شبانہ نے اچانک ایک قہقہہ لگایا۔ سونیا نے حیرانی سے پوچھا "کیا میں تمھارے منصوبے کا غلط تجزیہ کر رہی ہوں؟"

شبانہ ہنستے ہوئے دوسری طرف نکل گئی۔ پھر پلٹ کر اس کی طرف انگلی بڑھاتے ہوئے بولی "تم میری ذہانت کا امتحان لے رہی تھیں اور میں پاس ہو گئی۔"

سونیا نے پوچھا "کیا کمزور مشورہ دے کر اپنی ذہانت پر فخر کر رہی ہو؟"

شبانہ آہستہ آہستہ آگے بڑھی، اس کے قریب آئی پھر آہستگی سے بولی "میں کمزور مشورہ نہ دیتی تو تمھاری مکمل پلاننگ کے انداز کو اور تمھاری تمام تر مکاریوں کو کیسے سمجھتی؟"

یہ کہتے ہی اس نے سونیا کے آگے گھٹنے ٹیک دیے۔ اس کے دائیں ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر کہا "مادام سونیا! میں نے آپ کو بے نقاب کرنے کے لیے یہ احمقانہ مشورہ دیا تھا۔" یہ کہہ کر اس نے سونیا کی ہتھیلی کی پشت کو عقیدت سے چوم لیا۔

✂

کماری کنیا کا جلوس جہاں سے گزر رہا تھا، وہاں بھیڑ بڑھتی جا رہی تھی۔ مرد اور عورتیں اپنے اپنے بچوں کو گود میں لیے یا کاندھوں پر بٹھائے اس جلوس میں شریک تھیں۔ عورتیں رنگا رنگ لباس میں نظر آ رہی تھیں۔ رنگ برنگی جھنڈیاں بھی تھیں اور جھنڈے بھی تھے۔ رنگ و رامش کا سیلاب تھا۔ گیت اور سنگیت فضا میں گونج رہے تھے۔ عورتیں اور مرد تین رتھوں کے اطراف ناچ رہے تھے، خوشی سے جھوم رہے تھے۔ پہلا رتھ بڑی خوبصورتی سے سجا ہوا تھا۔ اس رتھ کے اونچے سنگھاسن پر نیپال کی سب سے حسین کماری کنیا بیٹھی ہوئی تھی۔

کماری کنیا کے اس جلوس کو اندرا جاترا کہتے ہیں۔ کھٹمنڈو میں ایک چوراہے کا نام بھی اندرا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ دونوں باتیں اندرا گاندھی سے منسوب ہیں۔ دراصل ہندی زبان میں اندرا کے معنی ہیں بارش کا دیوتا۔ جب موسم برسات کی آمد آمد ہوتی ہے اور کماری کنیا کی جوانی میں پہلا ساون آتا ہے تو اسے رتھ کے اونچے سنگھاسن پر بٹھا کر شہر کی شاہراہوں پر پھرایا جاتا ہے، بتایا جاتا ہے کہ اس کماری کی زندگی میں بارش کا دیوتا آنے والا ہے۔

یہ دیوتا کی داستان ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کا ایک نہایت ہی حقیر بندہ ہوں۔ کچھ لوگ میری صلاحیتوں سے متاثر ہو کر مجھے دیوتا کہتے ہیں۔ اگر کسی کو اس کی صلاحیتوں سے، اس کی نیکیوں سے، اس کے کارناموں سے متاثر ہو کر دیوتا یا فرشتہ کہا جائے تو وہ بے چارا 'فرشتہ' کیسے اعتراض کر سکتا ہے؟

بہرحال کماری کنیا کی زندگی میں جو دیوتا آتا ہے اسے خوش نصیب کہا جاتا ہے۔ آج سے تقریباً پانچ برس پہلے میں بھی ایک ایسی ہی کماری کنیا کی زندگی میں آیا تھا۔ اس کماری کا نام ہے رسونتی۔

چونکہ اس کماری کنیا کا جلوس مجھ سے اور رسونتی سے تعلق رکھتا ہے، اس لیے میں قارئین کی دل چسپی کے لیے رسونتی کے ماضی کی مختصر سی کہانی سناتا ہوں۔ اس طرح کماری کنیا کے جلوس کی وضاحت ہو جائے گی۔

نیپال میں ہندوؤں اور بدھ مت کے ماننے والوں کا یہ عقیدہ ہے کہ نیواری دیوی نیپال کے شاہی خاندان کی محافظ ہوتی ہے۔ دیوی کے متعلق مشہور ہے کہ وہ نہایت حسین و جمیل تھی۔ ایک بار وہ صدیوں پہلے شاہِ نیپال کے ساتھ ایک تنہا محل میں بیٹھی جوا کھیل رہی تھی۔ ہمارے اسلام میں جوا کھیلنا اور نشہ کرنا غیر اخلاقی، غیر سماجی اور غیر قانونی فعل ہے لیکن ہندو ہولی میں بھنگ پیتے ہیں، خوب نشہ کرتے ہیں۔ دیوالی میں دل کھول کر جوا کھیلتے ہیں۔ بہرحال نیواری دیوی کے ساتھ جوا کھیلنے کے دوران شاہ کی توجہ کھیل کی طرف نہیں تھی۔ وہ دیوی کے حسن سے متاثر ہوتا جا رہا تھا۔ آخر شاہ نے ذرا حوصلہ کرتے ہوئے دیوی کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اس کے ساتھ ہی دیوی ناراض ہو کر وہاں سے غائب ہو گئی۔ پھر وہ نظر نہیں آئی لیکن اس کا پیغام موصول ہوا۔ نیواری قوم کی دھارمک کتابوں میں اس کا یہ پیغام لکھا ہے۔ "میں شاہی خاندان کی محافظ ہوں۔ میں جا رہی ہوں لیکن اس خاندان کی حفاظت کرتی رہوں گی اور اپنے حسن و جمال کے مطابق نیواری قوم میں پیدا ہونے والی کسی حسین لڑکی کے روپ میں آیا کروں گی۔"

اس دھارمک کتاب کے مطابق نیواری قوم میں پیدا ہونے والی حسین لڑکیوں کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ ان حسیناؤں میں جو سب سے زیادہ حسین ہوتی ہے، اسے فرض کر لیا جاتا ہے کہ نیواری دیوی اسی لڑکی کے روپ میں آئی ہے۔

آج بھی کھٹمنڈو میں ایک تالیجو مندر ہے۔ وہاں کماری سلیکشن کمیٹی قائم ہے۔ یہ کمیٹی مہا پجاریوں، مہارشیوں اور وید راجوں پر مشتمل ہے۔ یہ حسین ترین لڑکی کو ہر اعتبار سے جانچتے ہیں کہ یہ بچپن سے جوان ہونے تک کس قدر حسین ہوتی چلی جائے گی۔ اس کمیٹی میں علم الاجسام کے ماہرین بھی ہوتے ہیں جو انسانی جسم کے نشوونما پانے کے مختلف مدارج کا تجربہ رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ کسی لڑکی کو حسین ترین قرار دینے کے لیے ان کے پاس بتیس نکات ہوتے ہیں۔ جو ان نکات پر پوری اترتی ہے، وہ حسین ترین کہلاتی ہے۔

چونکہ رسونتی میری زندگی میں آ چکی ہے اور میں نے اس کو آنکھوں سے دیکھا ہے، سمجھا ہے، پرکھا ہے، اس کے ساتھ زندگی کا ایک خاصا وقت گزارا ہے، تو اس کے پیشِ نظر معیارِ حسن کے ان بتیس نکات کو خوب سمجھتا ہوں۔ جب رسونتی پیدائش کے بعد مندر میں لائی گئی تو کماری سلیکشن کمیٹی والوں نے اسے پوری طرح جانچ لیا تھا کہ وہ سرو قد ہو گی۔ اس کے ہاتھوں کی انگلیاں مخروطی اور گلابی گلابی، چمکیلے اور عکس ریز ہوں گے۔ دونوں ہاتھ برتتے رقص کے دوران، شاخِ گل بن جائیں گے۔ کلائیوں میں لچک، ہتھیلیاں کنول کی طرح کھلی ہوں گی۔ لانبی زلفیں ریشم کی طرح ملائم اور گھٹاؤں کی طرح کالی ہوں گی۔ چہرے کے نقوش اجنتا الورا کی حسین مورتیوں کو مات کریں گے۔ گردن صراحی دار ہو گی۔ کمر کے متعلق ہمارے شاعروں میں بڑی تکرار ہوتی ہے۔ ایک شاعر نے کہا "میرے محبوب کی کمر اتنی پتلی اور نازک ہے کہ مٹھی میں آ جاتی ہے" دوسرے شاعر نے کہا، میرے محبوب کی کمر بال سے بھی باریک ہے۔ تیسرے شاعر نے کہا "سنا ہے کہ ان کی کمر ہی نہیں۔"

میں تصدیق کر سکتا ہوں کہ رسونتی کی کمر ہے۔ اس کے حسن کے بتیس نکات اب مجھے یاد نہیں رہے۔ آپ کسی کتاب کو کر اس کا خلاصہ تو یاد رکھ سکتے ہیں تفصیل یاد نہیں رکھ سکتے میرا حال ہے۔

جب رسونتی کا انتخاب کماری کنیا کی حیثیت سے کیا گیا تو اسے اس کے ماں باپ سے لے لیا گیا۔ پھر ایک بڑے سے مکان میں بند کر دیا گیا۔ یہ وہاں کا دستور تھا۔ انتخاب کے بعد اس لڑکی کو سلیکشن کمیٹی کے ممبران دیکھ سکتے تھے کیونکہ وہ اس کی پرورش کے ذمہ دار تھے اس کے علاوہ کوئی اسے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اس کے ماں باپ بھی اس سے ملاقات نہیں کر سکتے تھے۔

اس بند مکان میں رسونتی کا ابتدائی ماحول بڑا ہی اور بھیانک تھا۔ اسے چھوٹی عمر میں ہی بڑی آزمائشوں سے گیا تھا۔ یہ صرف رسونتی کے ساتھ نہیں دوسری تمام کماری کن

کے ساتھ ہوتا رہتا ہے۔ ہوتا یوں ہے کہ جس مکان میں کماری کنیا قید رہتی ہے وہاں مختلف کمرے ہوتے ہیں۔ ایک کمرے میں خونخوار جانوروں کے کٹے ہوئے سر ہوتے ہیں اور ایک دیا روشن ہوتا ہے۔ اس کی ٹمٹماتی ہوئی روشنی میں وہ سر کٹے درندے اتنے بھیانک اور خونخوار نظر آتے ہیں، جیسے اب تب میں جھپٹنے ہی والے ہوں۔ اگر ایسی صورت میں وہ کماری کنیا چیخ پڑے یا دہشت زدہ ہو جائے تو سمجھا جاتا ہے کہ نیواری دیوی اس کے اندر موجود نہیں ہے۔

جب رسونتی کامیابی کے ساتھ ان آزمائشوں سے گزر گئی تو اسے مقامی زبان کے علاوہ ہندی اور سنسکرت سکھائی گئی۔ کماری کنیائیں جوان ہونے تک جس بند مکان میں رہتی ہیں اس کی کھڑکیوں پر کیلیں ٹھونک دی جاتی ہیں، دروازے مقفل کر دیے جاتے ہیں۔ صرف روشندان ایسا ہوتا ہے جہاں سے آسمان نظر آتا ہے۔ لیکن وہاں سے جھانکو تو کسی انسان کا چہرہ نظر نہیں آتا۔ نہ کوئی اسے دیکھ سکتا ہے۔ ایسی قید تنہائی میں انہیں زیادہ سے زیادہ مصروف رکھا جاتا ہے۔

مصروف رکھنے کے لیے یوگا کی مشقیں کرائی جاتی ہیں۔ آواگون کے عقیدے کے مطابق بتایا جاتا ہے کہ ایک جنم کے بعد دوسرا جنم لیا جاتا ہے۔ اس لیے مرنے کے بعد روح جسم سے الگ ہو کر ایک جگہ سے دوسری جگہ کس طرح بھٹکتی ہے۔ اس کا عمل کرنے کے لیے سانس روکنا اور اپنے جسم سے روح کو الگ کرنے کا علم حاصل کرنا پڑتا ہے۔

رسونتی نے اسی لیے سانسیں روکنے کی مشق کی تھی۔ جلتے ہوئے دیے کے سامنے بیٹھ کر، اس پر نظریں جما کر اپنے ذہن کو ایک خیال پر مرکوز کیا تھا۔ اس کا رخ شمال کی طرف ہوتا تھا۔ پجاریوں اور پنڈتوں کا خیال تھا کہ اس طرح وہ دھیان سے گیان حاصل کرے گی لیکن ان کی توقع کے بالکل خلاف دھیان اور گیان کے دوران رسونتی کی سوچ کی لہروں نے آہستہ آہستہ پرواز کرنا شروع کی۔ اس طرح وہ ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرتی رہی۔

بچپن گزارنے کے بعد جب تک کماری کنیا سنِ بلوغ کو نہ پہنچے، اس وقت تک اسے مکان کے اندر قید رکھا جاتا ہے۔ سولہ برس کی عمر میں جب یہ انکشاف ہوا کہ رسونتی کو ٹیلی پیتھی کا علم حاصل ہو گیا ہے اور وہ پجاریوں، پنڈتوں اور سلیکشن کمیٹی کے تمام ممبروں کے دماغوں میں پہنچ کر ان کے دل کی باتیں بتا دیا کرتی ہے تو سب حیران ہو گئے تھے۔

بچپن سے جوانی تک کماری کنیا کی پرورش کے سلسلے میں شاہ نیپال تک تمام تفصیلات پہنچائی جاتی تھیں۔ جب یہ معلوم ہوا کہ ایک کنیا کماری کو ٹیلی پیتھی کا علم حاصل ہو گیا ہے تو وہ بہت زیادہ اہمیت اختیار کر گئی تھی۔ اگر ان کے بس میں ہوتا تو وہ رسونتی کو پھر ہاتھ سے نکلنے کا موقع نہ دیتے۔ ان میں سے کوئی اس سے شادی کر لیتا۔ اسے سہاگ کے بندھن میں جکڑ لیتا لیکن دھرم کے مطابق ان کا یہ عقیدہ ہے کہ ایسی کنیا کماری دیوتاؤں کی امانت ہوتی ہے، انہیں کوئی انسان ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ صدیوں پہلے دھارمک کتاب کے مطابق جب نیپال کے ایک شاہ نے نیواری دیوی کو ہاتھ لگایا تھا تو وہ ناراض ہو کر غائب ہو گئی تھی۔ اب وہ کماری کنیا یا رسونتی کے روپ میں آنے والی نیواری دیوی کو ناراض نہیں کرنا چاہتے تھے۔

اندرا جاترا کی تقریب میں کماری کنیا کا جلوس پہلے دن نکلتا تھا۔ باقی دو دن بھی جشن منایا جاتا تھا۔ پہلے دن شاہِ نیپال خود کماری کنیا کے پاس آتا تھا اور وہ کنیا، شاہ کے ماتھے پر تلک لگاتی تھی۔ یہ تلک اس بات کی ضمانت ہوتا تھا کہ نیواری دیوی شاہی خاندان کی آج بھی محافظ ہے اور آئندہ بھی حفاظت کرتی رہے گی۔ اپنے اپنے دھرم اور عقیدے کی بات ہوتی ہے، ورنہ رسونتی نے جب کماری کنیا کی حیثیت سے شاہِ نیپال کے ماتھے پر حفاظتی تلک لگایا تھا تو اس سے پہلے ہی بھارتی انٹیلی جنس نے معلوم کر لیا تھا کہ رسونتی کی اہمیت کیا ہے۔ انہوں نے شاہِ نیپال سے رسونتی کا مطالبہ کیا اور اس طرح رسونتی بھارتی سیکرٹ سروس میں پہنچ گئی۔ ان ہی دنوں جب وہ ایک اہم مشن میں بھارت کی طرف سے مختلف ممالک سے ہوتی ہوئی ترکی پہنچی تھی تو وہاں مجھ سے پہلی ملاقات ہوئی تھی۔

آج پھر نیپال کے شہر کھٹمنڈو میں وہی اندرا جاترا کا جشن تھا اور کماری کنیا کا جلوس نکل رہا تھا۔ رسونتی جو سابقہ کماری کنیا تھی وہ اس جلوس میں شریک تھی۔ اس کی گود میں فرضی پارس تھا۔ نیپال سرکار، بھارت سرکار، اسرائیل سرکار اور دوسری خطرناک تنظیموں کے تمام افراد کی نگاہیں صرف رسونتی پر تھیں۔ موجودہ کماری کنیا اپنے تمام تر حسن و جمال کے ساتھ رتھ پر سوار تھی۔ لوگوں کی توجہ موجودہ کماری کنیا کی طرف تھی۔ اس کے باوجود عوام میں بھی جو لوگ رسونتی کو پہچانتے تھے، وہ اسے دور سے دیکھتے ہی بھیڑ کو چیرتے ہوئے اس کے قریب آنا چاہتے تھے۔ پاس آ کر ہاتھ جوڑنے کے بعد عقیدت مندی کے باعث اس کے قریب ہی رہنا چاہتے تھے۔ اس طرح رسونتی کے آس پاس بھیڑ بڑھتی جا رہی تھی۔ ایسے ہی وقت رسونتی کے قریب ایک زوردار دھماکہ ہوا۔ یکبارگی بھگدڑ مچ گئی۔ عورتوں، بچوں کی چیخ پکار گونجنے لگی۔ دھماکے کے ساتھ دھواں پھیلتا جا رہا تھا۔ اس دھوئیں میں لوگ نظروں سے اوجھل ہو رہے تھے۔ بھیڑ اتنی تھی کہ انسانوں کے درمیان سے سوئی نہیں گزر سکتی تھی۔ جب عورتیں اور مرد گزرتے ہوئے راہِ فرار تلاش کر رہے تھے، ایسے ہی وقت رسونتی فرضی پارس کے ساتھ اور شبانہ اصلی پارس کے ساتھ غائب کر دی گئیں۔

انھیں وہاں سے لے جانے کا طریقہ یہ تھا کہ رسونتی نے چادر اوڑھ لی تھی۔ اور ثباتہ اپنے لباس کے اندر ایک اور لباس پہن کر آئی تھی۔ اس نے دھماکہ ہونے ہی اور دھواں پھیلتے ہی اوپری لباس اتار دیا تھا۔ دوسرے لباس میں کھڑی رہی۔ ایک شخص فوراً ہی سرگوشی میں کوڈورڈز کے ذریعے اپنا تعارف کرانے کے بعد اصلی پارس کو اس سے لے گیا تھا۔

رسونتی کے پاس آکر کوڈورڈز کے ذریعے متعارف ہونے والے نے اسے ایک انگوٹھی دیتے ہوئے کہا۔ "اسے فوراً پہن لیجیے۔ اپنی ہتھیلی بالکل کھلی رکھیے۔ مٹھی بند کریں گی تو اس کی سوئی آپ کو چبھے گی۔ اور آپ بے ہوش ہو جائیں گی۔ یہ صرف دشمن کے لیے ہے۔ کوئی راستہ روکے تو فریادی بن کر اس کا ہاتھ تھام لیجیے گا۔ سوئی اسے چبھے گی اور وہ ہمارے راستے سے کانٹے کی طرح صاف ہو جائے گا۔"

یہی ہوا تھا، جب جلوس کالو بھیرب کے مندر کے قریب سے گزر رہا تھا، تب ہی یہ دھماکہ ہوا تھا اور یہ ساری کارروائیاں عمل میں آئی تھیں۔ جیمز میکلے کی پلاننگ کے مطابق اس کے آدمی رسونتی کو کالو بھیرب کے مندر میں لے گئے تھے۔ ظاہر تھا کہ دوسرے دشمن اور خطرناک تنظیم کے افراد بالکل ہی نادان نہیں ہو سکتے تھے۔ وہ بھی ایسے مندروں اور خفیہ راستوں میں موجود تھے۔ مندر کے تہ خانے میں اترنے سے پہلے ہی دو آدمیوں نے ان کا راستہ روک لیا۔ ایک نے بڑے ادب سے پوچھا۔ "مادام! آپ کہاں جا رہی ہیں؟"

رسونتی نے گھبراتے ہوئے انداز میں آگے بڑھ کر راستہ روکنے والے سے کہا۔ "مجھے بچاؤ، اس آدمی سے بچاؤ، یہ پتا نہیں مجھے کہاں لیے جا رہا ہے۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے سہارے کے لیے اس کا ہاتھ تھام لیا، اس کے ساتھ ہی وہ نروس ہو گیا۔ رسونتی نے آگے بڑھ کر دوسرے کا سہارا لیا۔ اس کی بھی وہی حالت ہوئی۔ اس وقت تک پہلا شخص زمین پر گھٹنے ٹیک کر اوندھا ہو رہا تھا۔ اس پر بے ہوشی طاری ہو رہی تھی۔ دوسرے کی حالت بھی نازک تھی۔ وہ انھیں اسی حال میں چھوڑ کر اپنے اجنبی دوستوں کے ساتھ تہ خانے کی سیڑھیاں اترتے ہوئے مندر کی پچھلی طرف بھاگتی چلی گئی۔ وہاں ان کے لیے ایک گاڑی تیار تھی۔ اس گاڑی میں بیٹھ کر جیمز میکلے کے خفیہ اڈے تک پہنچنا زیادہ مشکل نہیں رہا تھا۔

سونیا اس بھیڑ میں تنہا رہ گئی تھی لیکن اس کی چھٹی حس اتنی بیدار تھی کہ آس پاس، دور دور تک دشمنوں کی چبھتی ہوئی نظروں کو محسوس کر رہی تھی۔ سمجھ رہی تھی کہ اس کے اطراف گھیرا تنگ ہو رہا تھا اور اطمینان بھی تھا کہ اس کا کام پورا ہو چکا ہے۔ پندرہ منٹ کے اندر ہی اس کی تصدیق ہو گئی۔ رسونتی نے سوچ کے ذریعے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔ "اوہ، سونیا ڈارلنگ! تم جو کہتی ہو، کر دکھاتی ہو۔ تم نے کہا تھا: میرے بچے کو دوسری بار بھوک لگے گی تو وہ میرے پاس پہنچ جائے گا۔ دیکھو، نہیں نہیں، تم دیکھ نہیں سکتیں۔ میرے ذریعے معلوم کر سکتی ہو۔ میرا بچہ میرے پاس پہنچ گیا ہے۔ لئے! مجھ سے ایسے چپک گیا ہے جیسے مقناطیس ہو، میرے سینے سے لگا ہوا ہے جیسے ممتا سے اپنا حق وصول کر رہا ہو۔ اب میں اسے کبھی جدا نہیں کروں گی۔"

سونیا نے پوچھا۔ "کیا ثباتہ وہاں پہنچ گئی ہے؟"

"نہیں مگر جیمز میکلے کہہ رہا ہے کہ وہ آنے ہی والی ہے۔"

"رسونتی! تمھیں کیا ہو گیا ہے؟ تم جیمز میکلے پر تکیہ کر رہی ہو۔ فوراً خیال خوانی کے ذریعے ثباتہ کے پاس پہنچو۔"

"سونیا! تم بھی تو اس بھیڑ میں اکیلی ہو۔ تمھارے چاروں طرف دشمن ہیں۔"

"میری پروا مت کرو۔ ثباتہ کو تمھاری مدد کی ضرورت ہے۔ فوراً جاؤ۔"

رسونتی ثباتہ کے پاس پہنچ گئی۔ سونیا نے بالکل صحیح مشورہ دیا تھا۔ وہ ایسے وقت پہنچی جب وہ چاروں طرف سے دشمنوں میں گھری تھی۔ اس کے سامنے ایک شخص پستول تانے کہہ رہا تھا۔ "بہت چالاک بننے کی کوشش کر رہی تھیں۔ نیلے رنگ کا لباس پہنا ہوا تھا اسے اس ہجوم میں اتار کر پھینک دیا۔ سر پر ہیٹ پہن کر اسے سامنے کی طرف جھکا لیا تاکہ چہرہ صاف طور پر نظر نہ آئے۔ لیکن ہم اڑتی چڑیا کے پر گن لیتے ہیں تم تو ابھی چیز ہی کیا ہو۔"

ثباتہ کے پیچھے اور دائیں بائیں تین نیپالی کھڑے تھے۔ وہ اپنے اپنے ہاتھ میں بھجالی لیے ہوئے تھے۔ بھجالی اس لمبے چوڑے پھل والے چھرے کو کہتے ہیں جسے نیپالی خاص طور پر لڑائی کے وقت استعمال کرتے ہیں۔

رسونتی نے سوچ کے ذریعے کہا۔ "ثباتہ! میں تمھارے پاس موجود ہوں۔" ثباتہ کو ٹیلی پیتھی کے رابطے پر حیرانی نہیں ہوئی۔ اس سے پہلے میں کئی بار ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس سے رابطہ کر چکا تھا۔

وہ دشمنوں کے درمیان ایک مندر میں تھی۔ مندر کی چھت سے چھوٹی بڑی گھنٹیاں اور گھنٹے لٹک رہے تھے۔ رسونتی نے کہا۔ "تمھارے دماغ میں رہ کر اس چال کو سمجھ رہی ہوں جو تم اپنے دشمن کے خلاف چلنا چاہتی ہو۔ ابھی تم اچھل کر پستول والے کے منہ پر ٹھوکر مارنا چاہتی ہو۔ اس کی کیا ضرورت ہے؟ میں اس کے پستول گرا دیتی ہوں لیکن ٹھہرو۔ پہلے اسے ہی اپنے پستول استعمال کرنے دو۔ جیسے ہی وہ ہاتھ کو تھوڑا سا اوپر اٹھا کر گولی مارنا چاہے گا، تم فوراً بیٹھ جانا۔"

ثباتہ نے یہی کیا۔ جیسے ہی پستول والے نے ہاتھ کو فائر کرنے کے لیے ہلکا سا جھٹکا دیا، ثباتہ بیٹھ گئی۔ گولی چلی اور پیچھے والے نیپالی کے سینے میں دھنس گئی۔

وہ جنگجو قوم کی بیٹی تھی۔ صرف رسونتی کی ٹیلی پیتھی پر تکیہ نہیں کر سکتی تھی۔ ادھر گولی چلی، ادھر وہ فوراً فضا میں قلابازی کھا کر اوپر لٹکے ہوئے گھنٹے کی زنجیر پکڑ کر جھولتی ہوئی پستول والے تک پہنچی، پھر اس کے ہاتھ پر ٹھوکر رسید کی۔ پستول والا ہکا بکا تھا کہ اس نے اپنے ہی ایک ساتھی پر گولی کیسے چلا دی؟ حیرانی دور نہیں ہوئی تھی کہ ہاتھ سے پستول نکل گیا۔ پستول جہاں گرا تھا وہاں تک وہ فوراً پہنچ نہ سکا۔ اس سے پہلے ثباتہ پہنچ گئی تھی۔

دو نیپالی اس کی طرف دوڑے لیکن اس کے ہاتھ میں پستول دیکھتے ہی اپنی اپنی جگہ ٹھٹک گئے۔ خوفزدہ ہو کر پیچھے ہٹنے لگے۔ ثباتہ نے کہا۔ "میں خواہ مخواہ کسی کی زندگی سے نہیں کھیلتی مگر ہاں، دشمنوں کو اس قابل نہیں چھوڑتی کہ وہ پیچھا کر سکیں۔"

یہ کہتے ہی اس نے تڑاتڑ فائرنگ کر دی۔ سب کی ٹانگوں پر گولی ماری۔ پھر پستول کو چیک کیا۔ اس میں اب گولی نہیں رہی تھی۔ وہ تینوں زمین پر گر پڑے تھے۔ اپنی اپنی ٹانگوں کو پکڑ کر تکلیف کی شدت سے کراہ رہے تھے۔ اس نے پستول کو دور پھینکتے ہوئے کہا۔ "تمھاری جیب میں گولیاں ہوں تو جاؤ پستول کو اٹھا لو۔"

رسونتی نے پوچھا۔ "یہ کیا کر رہی ہو؟ آئندہ تمھیں اس کی ضرورت پڑے گی۔ ان کی تلاشی لو اور جتنی گولیاں مل سکیں، اپنے پاس رکھ لو۔"

"مجھے مرجانہ نے بتایا ہے، فرہاد کے ساتھی کبھی اپنے پاس ہتھیار نہیں رکھتے۔ مجبوری کی حالت میں دشمنوں کے ہتھیار دشمنوں پر استعمال کرتے ہیں پھر انھیں پھینک دیتے ہیں۔ اگر تم اس مندر کے متعلق جانتی ہو تو بتاؤ کہ مجھے کس راستے سے جانا چاہیے؟" اس نے رسونتی کو جواب دیا۔

رسونتی اس کی رہنمائی کرنے لگی۔ پھر اس نے پوچھا۔ "کیا جیمز میکلے کا کوئی آدمی تمھارے ساتھ نہیں ہے؟"

ثباتہ نے اس کے بتائے ہوئے راستے پر چلتے ہوئے کہا۔ "ایک شخص کوڈورڈز کے ذریعے مجھ سے متعارف ہوا تھا۔ اس نے مجھے بتایا تھا کہ اس مندر کے پیچھے جانا ہے۔ جب میں مندر کے دروازے سے داخل ہو رہی تھی تو کچھ لوگ راستہ روکنا چاہتے تھے۔ میری رہنمائی کرنے والے نے ان کا راستہ روک لیا تھا اور مجھے اندر جانے کے لیے کہا تھا۔ میں اندر آئی تو یہاں بھی چار آدمیوں نے گھیر لیا، جن کا انجام تم دیکھ چکی ہو۔"

وہ سوچ کے ذریعے رسونتی سے گفتگو کر رہی تھی اور تیزی سے چلتی ہوئی مندر کی پیچ در پیچ راہداریوں سے گزر رہی تھی۔

دوسری طرف کماری کنیا کے جلوس میں دھماکہ ہونے سے لوگ بھاگ رہے تھے۔ ایک دوسرے کو کچل رہے تھے۔ انتظامیہ اس افراتفری پر قابو پانے کی پوری کوشش کر رہی تھی۔ پولیس والے پریشان تھے کیونکہ دھوئیں کی زیادتی سے قریب کے لوگ بھی صاف طور سے نظر نہیں آتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ وہ ایک کو روکتے تھے تو دس سے ٹکرا جاتے تھے۔ ایسے ہی وقت سونیا کے پیچھے ایک شخص نے غرا کر کہا۔ "میرے ہاتھ میں ریوالور ہے اور چادر میں چھپے ہوئے اس ریوالور کا رخ تمھاری طرف ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی دائیں بائیں دو آدمیوں نے سونیا کے بازوؤں کو مضبوطی سے پکڑ لیا، کہنے لگے۔ "آپ بھیڑ میں کچلی جائیں گی، آئیے ہم آپ کو سہارا دے کر لے جائیں نہیں جائیں گی تو ریوالور والا آپ کو لے جائے گا۔"

وہ اسے کھینچتے ہوئے، دھکیلتے ہوئے یوں لے جانے لگے، جیسے بھیڑ سے بچا کر کسی محفوظ جگہ پہنچانا چاہتے ہوں۔ اس کے سامنے کئی افراد تھے۔ جو بڑی کوششوں سے بھیڑ کو چیرتے جا رہے تھے، اس کے لیے راستہ بناتے جا رہے تھے۔ وہ خود کو خوفزدہ اور پریشان ظاہر کر رہی تھی، ان کے ساتھ کھنچی جا رہی تھی۔ جب راستہ صاف ہو رہا ہو، بھیڑ چھٹتی جا رہی ہو تو پھر وہ بے بس کیسے رہ سکتی تھی۔ اچانک اس نے دونوں ہاتھوں کی ایک ایک انگلی میں پہنی ہوئی انگوٹھیوں کو آس پاس والے آدمیوں کے جسم میں چبھو دیا۔

اس انگوٹھی کی ننھی سوئی سے انجیکٹ ہونے والا رقیق مادہ زیادہ مہلک نہیں تھا۔ جس طرح نشے کا انجیکشن دیا جاتا ہے، اسی طرح چرس اسمگل کرنے والوں نے وہ انگوٹھی مخصوص طور پر بنوائی تھی۔ اس کے ذریعے وہ نشیلی دوا انجیکٹ کرتے تھے۔ دوا اتنی زود اثر ہوتی تھی کہ کسی کو مدہوش کر کے اسے پیروں پر کھڑے رہنے کے قابل نہیں چھوڑتی تھی۔ وہ شرابی کی طرح لڑکھڑا جاتا تھا، گر پڑتا تھا۔ لیکن اس کا اثر دیرپا نہیں ہوتا تھا، نشے کی طرح اتر جاتا تھا۔

جتنی دیر تک اس کا اثر رہتا، اتنی دیر میں تو سونیا نے اس ہجوم میں دھماکہ سا کر دیا تھا۔ دونوں طرف والے دشمنوں کے بازوؤں کے سہارے ہی الٹی قلابازی کھا کر پیچھے ریوالور والے کے منہ پر ایک زبردست ٹھوکر ماری۔ آگے بھیڑ کو چیر کر جانے والے دشمن ٹھٹک گئے تھے۔ جب وہ رکے تو بھیڑ میں مرد، عورتیں پھر اس طرح گڈمڈ ہو گئے جیسے چاروں طرف سے پانی راستہ بنا کر آ گیا ہو۔

انسانوں کے سیلاب میں سب ڈوب رہے تھے، ابھر رہے تھے۔ اپنے لیے راستہ بنا رہے تھے جیسے تیر رہے ہوں، ویسے ہی ہاتھ پاؤں

مارتے ہوئے انسانی ادھروں کو چیرتے جا رہے تھے۔ ایسی افراتفری میں سونیا کہاں تھی، یہ دُشمن نہ دیکھ سکے۔ وہ بھیڑ میں تقریباً بیٹھ گئی تھی۔ جانتی تھی کہ بیٹھنے سے کُچل جائے گی لیکن دوسرے ہی لمحے وہ چاروں ہاتھ پاؤں کے بل رینگتے ہوئے، کبھی جھکتے ہوئے قریب سے گزرنے والے رتھ کے پیچھے پہنچ گئی۔

وہ رتھ چھ پہیوں پر چل رہا تھا۔ ویسے خود نہیں چلتا تھا۔ بہت سے عقیدت مند اسے کھینچ کر لے جاتے تھے۔ اس کے نیچے اتنی جگہ تھی کہ سونیا چاروں ہاتھ پاؤں سے رینگتے ہوئے تھوڑی دور تک گئی۔ رتھ کے پچھلے حصّے میں اوپر ایک اونچا سنگھاسن تھا، جس پر کماری کنیا بیٹھی ہوئی تھی۔ سنگھاسن کے اندر خلا تھا۔ وہ خلا رتھ کے نیچے سے نظر آتا تھا۔ بالفاظِ دیگر وہ خلا ایک چھوٹے سے اسٹور کی طرح تھا۔ جہاں مختلف قسم کے اوزار رکھے گئے تھے تاکہ رتھ میں کوئی خرابی ہو تو اوزار کے ذریعے اس کی مرمت کی جاسکے۔ وہ رتھ کے نچلے حصّے سے چپک کر سنگھاسن کے خلا میں پہنچی پھر لیٹے ہی لیٹے وہاں سے لڑھک کر اس اسٹور تک پہنچ گئی جہاں اوزار رکھے ہوئے تھے۔ اب وہ آرام سے وہاں لیٹی رہ سکتی تھی۔

دوسری طرف رسونتی کی رہنمائی میں ثباتہ اس مندر کی پیچ در پیچ راہداریوں سے گزرتے ہوئے پچھلے دروازے سے باہر پہنچی۔ اُدھر ایک گلی تھی۔ دروازے سے نکلتے ہی اسے ایک جیپ نظر آئی۔ وہاں جو لوگ نظر آئے اُن کی وردیاں بتا رہی تھیں کہ وہ بھارتی فوجی ہیں۔ ایک افسر نے ریوالور دکھاتے ہوئے کہا۔ "جہاں ہو، وہیں رک جاؤ۔ اپنے آس پاس دیکھو، اگر ذرا بھی حرکت کی تو چاروں طرف سے گولیاں برسیں گی۔"

ثباتہ تیزی سے چلتے ہوئے دروازے کے باہر آئی تھی اور جیسے ہی باہر آئی تھی، دروازے کے پٹ بند کر دیے گئے تھے۔ اس کے بعد پتا چلا کہ باہر بھی دو مسلح جوان چھپے ہوئے تھے۔ اب وہ چاروں طرف سے رائفلوں اور اسٹین گنوں سے گھری ہوئی تھی۔ اس نے سوچ کے ذریعے پوچھا "رسونتی! یہ تم مجھے کہاں لے آئی ہو؟"

سونتی نے پریشان ہو کر کہا۔ "جیمز میکلے نے مجھے یہی بتایا تھا۔ پیچھے ایک جیپ ہے، جس میں تمھیں بیٹھ کر جانا ہے۔"

جیمز میکلے نے درست کہا تھا۔ رسونتی نے بھی غلط رہنمائی نہیں کی تھی۔ جیپ جیمز میکلے کے آدمیوں کی ہی تھی لیکن وہ جیپ کے پیچھے بندھے پڑے تھے۔ رسونتی نے کہا۔ "اب ان سے اُلجھنا دانشمندی نہیں ہے۔ تم ان کے ساتھ گاڑی میں جا کر بیٹھو۔ وہاں بیٹھے ہوئے فوجیوں سے باتیں کرتی رہو۔ خصوصاً ڈرائیور کو نہ ۔ مخاطب کرنا۔ میں ان کے دماغوں میں پہنچتی رہوں گی۔ جہاں بھی مناسب موقع ہوگا، انھیں خیال خوانی کے ذریعے بے بس کرنے کی کوشش کروں گی۔"

رسونتی، یہ مشورہ نہ دیتی تب بھی ثباتہ چپ چاپ ان کی حراست میں چلی جاتی۔ وہ جنگ کرنے کا طریقہ جانتی تھی۔ اسے سکھایا گیا تھا کہ شکست کا موقع آئے تو چپ چاپ ہتھیار ڈال دو اور آئندہ میدان جیت لینے کی راہیں ہموار کرتے رہو۔

وہ خاموشی سے جیپ میں جا کر بیٹھ گئی۔ گاڑی ۔ سٹارٹ ہو کر آگے بڑھنے لگی تو اس نے ایک فوجی سے سوال کیا۔ "تم لوگوں نے مجھے کیوں حراست میں لیا ہے؟ میرا جرم کیا ہے؟"

اس فوجی نے جواب نہیں دیا۔ دوسرے افسر نے کہا۔ "میں نے تمھیں مخاطب کیا تھا۔ صرف میں ہی تم سے بات کروں گا۔ جو کچھ پوچھنا ہے مجھ سے پوچھو اور یہ سوال جو تم نے کیا ہے، اس کا جواب ہمارے دفتر پہنچ کر مل جائے گا۔"

ثباتہ نے کہا۔ "میں اس طرح تم لوگوں کے ساتھ نہیں جاؤں گی۔ یہ سراسر ظلم ہے۔ کسی کو اس کا جرم بتائے بغیر یا سرچ وارنٹ کے بغیر گرفتار نہیں کیا جا سکتا۔"

ایک فوجی، ان کے سامنے والی سیٹ پر بیٹھا ہوا جیپ ڈرائیو کر رہا تھا۔ وہ ہاتھ بڑھا کر اس کے شانے کو جھنجھوڑتے ہوئے بولی۔ "اے گاڑی روکو میری طرف دیکھو۔ میری بات جواب دو۔"

وہ اپنی جگہ ٹس سے مس نہ ہوا۔ جیپ چاپ گاڑی چلا رہا۔ اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے افسر نے ثباتہ کا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف ہٹاتے ہوئے کہا۔ "تم عورت ہو۔ ہم زیادتی کرنا نہیں چاہتے سیدھی طرح ہمارے ساتھ چلو۔"

وہ سیدھی ہو کر اپنی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ رسونتی نے کہا۔ "میں اس فوجی افسر کے دماغ میں رہ کر معلوم کر چکی ہوں۔ انھیں اندیشہ ہے کہ ہم چونکہ فرہاد علی تیمور سے تعلق رکھتے ہیں اس لیے فرہاد ان کے دماغوں میں نہ پہنچ جائے۔ لہٰذا صرف وہی بول رہا ہے اور کسی کو بولنے کی اجازت نہیں ہے تمھاری کوششیں بیکار ہوں گی۔"

"کیا مشکل ہے، جب سے تم اور سونیا ملی ہو، میں ان کے متعلق ڈھیر ساری باتیں پوچھنا چاہتی ہوں۔ مگر حالات اتنی تیزی سے بدل رہے ہیں کہ موقع ہی نہیں ملتا۔"

"میں بھی تم سے بہت کچھ پوچھنا چاہتی ہوں۔ آخر تم فرہاد کو کس طرح جانتی ہو اور اس سے تمھارے کیا تعلقات ہیں؟"

"تم فرہاد اور سونیا کے ساتھ رہتی آئی ہو لیکن تمھیں باتیں بنانے کا سلیقہ نہیں آیا۔ کیا مجھے نادان سمجھتی ہو؟ جب ٹیلی پیتھی جانتی ہو تو میرے دماغ میں پہنچ کر جانے کیا کچھ معلوم کر چکی ہو۔ میں صرف فرہاد کے متعلق باتیں کر رہی ہوں، اور یہ موقع نہیں ہے کہ تم سے زیادہ پوچھ سکوں۔ صرف اتنا بتا دو، وہ بخیریت ہیں تو کہاں ہیں؟"

"وہ بخیریت ہیں لیکن جہاں ہیں، وہاں کے متعلق بتانا شروع کروں گی تو صبح سے شام ہو جائے گی۔ بس اتنا سمجھ لو کہ مرجانہ اور تمھارا بھائی مارٹر بلبا فرہاد کو دشمنوں کی قید سے رہائی دلانے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔"

وہ خوش ہو کر بولی۔ "مجھے اپنے بھائی پر فخر ہے۔ میں یقین سے کہتی ہوں، مرجانہ اور بلبا میرے فرہاد کو ضرور رہائی دلائیں گے اور دشمنوں کو عبرتناک سبق سکھائیں گے۔"

ثباتہ نے 'میرے فرہاد' کہا تھا۔ یقیناً رسونتی کے دل پر بجلی گری ہوگی۔ ماضی روشن ہو گیا ہوگا اور سامنے صرف پچھتاوا رہ گیا ہوگا۔ بہرحال ثباتہ نے پوچھا "کیا پارس تمھارے پاس پہنچ گیا ہے؟"

"ہاں، میرے پاس ہے۔ اس کی فکر نہ کرو۔"

"کیسے نہ کروں؟ فرہاد نے اسے میری ذمّے داری پر چھوڑا تھا۔ جب تک میں اسے تندرست و توانا نہیں دیکھوں گی اور فرہاد کی امانت اسے واپس نہیں کروں گی، مجھے اطمینان نہیں ہوگا۔"

"ماں کے ہوتے ہوئے تم اسے فرہاد تک پہنچانے والی کون ہو؟"

"رسونتی! تمھارا لہجہ میرے لیے ناقابلِ برداشت ہے۔ یاد رکھو، میں کوہِ قاف کی شہزادی ہوں۔ ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتی لہجہ درست کرو، یا میرے دماغ سے چلی جاؤ۔"

رسونتی نے فوراً ہی نرم لہجے میں کہا۔ "سوری ثباتہ! میں اپنے مزاج سے پریشان ہوں۔ اسی بدمزاجی نے مجھے فرہاد سے جدا کر دیا۔ مجھے اپنا محاسبہ خود کرتے رہنا ہوگا۔ میں نے جس انداز میں تم سے گفتگو کی، اس کے لیے پھر ایک بار معذرت چاہتی ہوں۔"

"کوئی بات نہیں۔ تم نے پارس کو جنم دیا ہے۔ تم ہمارے لیے معزز ہو۔ یوں بھی ہمارے قبیلے کا دستور ہے کہ ہمارا سربراہ جس سے پہلی شادی کرتا ہے، وہ ملکہ کہلاتی ہے اور دوسری بیویوں کے مقابلے میں برتر تسلیم کی جاتی ہے۔ لہٰذا تم میرے لیے برتر ہو۔"

میں اس وقت ان کے درمیان موجود نہیں تھا۔ بعد میں، میں نے رسونتی کے دماغ کو کُریدنے کے بعد معلوم کیا، ثباتہ کی یہ بات اس کے دل کو لگی تھی۔ اس نے ایک سرد آہ بھر کر سوچا تھا۔ 'کاش فرہاد مجھے طلاق نہ دیتے۔ یوں ہی چھوڑ دیتے تو آج میں فرہاد کی دوسری ساتھیوں سے برتر سمجھی جاتی۔' ثباتہ کو جب معلوم ہوگا کہ میں مطلقہ ہوں تو کیا وہ مجھے برتر تسلیم کرے گی؟"

ثباتہ نے مخاطب کیا۔ "تم خاموش کیوں ہو؟ کیا جا چکی ہو؟"

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی۔ "نہیں، موجود ہوں۔"

"کیا بات ہے؟ میں تو ناراض نہیں ہوں۔ تم سے جو غلطی ہوئی، اسے فراخدلی سے نظرانداز کر دیا ہے۔"

"یہ بات نہیں ہے۔ میں سوچ رہی تھی، اگر تمھیں یہ معلوم ہو کہ میں فرہاد کی نظر میں کچھ نہیں رہی، اس کی بیوی بھی نہیں ہوں، کیا ایسے میں تم میری عزت کرو گی؟"

"کیسی باتیں کر رہی ہو؟ میں نے کہا نا، پارس کے رشتے سے تم ہمارے لیے ہر حال میں معزز ہو۔"

اس نے پھر ایک سرد آہ بھری۔ پارس کے رشتے سے معزز ہے، لیکن فرہاد کے رشتے سے کچھ نہیں ہے۔

جیپ کٹھمنڈو کی ایک پرانی عمارت کے سامنے رک گئی۔ وہ ثباتہ کو محاصرے میں لے کر اس عمارت کے اندر جانے لگے۔ رسونتی نے کہا "میں ابھی سونیا سے ایک مشورہ کر کے آتی ہوں۔"

یہ کہتے ہی وہ سونیا کے پاس پہنچ گئی۔ وہ رتھ کے سنگھاسن کے نیچے اسی اسٹور نما جگہ میں لیٹی ہوئی تھی۔ دشمنوں کی نظروں سے چھپی ہوئی تھی۔ جہاں وہ جلوس جا کر ختم ہوتا، وہاں تک پہنچتے پہنچتے تمام دشمن اسے تلاش کرنے کے بعد یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتے کہ سونیا ہجوم میں نہیں رہی۔ وہ پہلے ہی یہاں سے نکل کر کہیں چلی گئی ہے۔ لہٰذا جلوس کے اختتام پر وہ رتھ کے نیچے سے نکل کر جیمز میکلے تک پہنچ سکتی تھی۔

رسونتی نے پوچھا "یہ تم کہاں پہنچ گئی ہو؟"

"میں جہاں بھی ہوں، بخیریت ہوں۔ یہ بتاؤ ثباتہ کس حال میں ہے؟"

اس نے مختصر طور پر ثباتہ کے متعلق بتایا۔ پھر کہا "میرے دماغ میں یہی بات آ رہی ہے کہ اپنی خیال خوانی ظاہر کر دوں۔ چونکہ بھارتی فوجیوں نے ثباتہ کو حراست میں لیا ہے اور میرے متعلق ہی سوالات کرنے والے ہیں، تو کیوں نہ میں انھیں مخاطب کروں اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے مرعوب کر کے ثباتہ کو رہا کرنے پر مجبور کر دوں؟"

"نہیں رسونتی! اپنی خیال خوانی ظاہر نہ کرنا۔ تمھاری ٹیلی پیتھی ظاہر ہوتے ہی تم ایک ایسا ہیرا بن جاؤ گی جس کی کوئی قیمت ادا نہیں کر سکتا۔ ایک ایسا دہشت ناک ہتھیار ہو گی جس کا کوئی جواب نہیں ہوگا۔ بھارتی سرکار تمھیں ہر حال میں اپنے پاس رکھنے اور تمھارے باہر جانے کے تمام راستے مسدود کرنے کی انتہا کر دے گی۔"

رسونتی نے کہا۔ "بھارتی سرکار میرے اچانک گم ہو جانے

سے ایک دم بپھر گئی ہے۔ پورے ایکشن میں ہے۔ ثباتہ اب ان کے ہاتھ آئی ہے تو وہ اس سے میرے متعلق اگلوانے کے لیے تشدّد کی انتہا کر دیں گے۔ اس کے لیے کچھ کرنا ہی ہوگا۔“

”تم فرہاد بن کر ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کرو۔ یوں بھی اسرائیلی سرکار کو معلوم ہے۔ اب بھارت سرکار کو بھی معلوم ہو جائے گا۔“

”کیا وہ شبہ نہیں کر سکتے کہ میں فرہاد بن کر مخاطب کر رہی ہوں۔“

”ہرگز نہیں۔ انھیں شبہ ہوگا تو یہودیوں کی طرف سے ٹیلی پیتھی کی تصدیق ہو جائے گی۔“

یہ وہی وقت تھا جب میں آدھے گھنٹے کی نیند پوری کر کے بیدار ہوا تھا۔ مجھے مرجانہ اور اعلیٰ بی بی وغیرہ کی طرف جانا چاہیے تھا، چونکہ آدھ گھنٹہ پہلے بیدار ہو گیا تھا، اس لیے سونیا کے پاس چلا آیا تھا۔ میں نے مخاطب کیا ”سونیا! میں آگیا۔“

سونیا نے مجھے نظر انداز کرتے ہوئے کہا ”رسونتی! تم ثباتہ کے پاس جاؤ۔“

وہ جانا چاہتی تھی۔ میں نے کہا ”ٹھہرو، ثباتہ کے پاس پہنچ کر اسے سمجھا دینا کہ تم فرہاد کے لہجے اور آواز میں دشمنوں کو مخاطب کرو گی۔ اس طرح وہ اپنے دماغ میں میری موجودگی کو نہیں سمجھ سکے گی۔“

رسونتی چلی گئی۔ میں نے سونیا سے پوچھا ”کیا بات ہے، تمھارا لہجہ کچھ اکھڑا ہوا سا ہے؟“

”میں تمھیں آخری بار سمجھاتی ہوں۔ میرے دماغ میں آئندہ نہ آنا۔ مجھ سے کوئی تعلق نہ رکھنا۔“

”بھئی بات کیا ہے؟ تم تو خواہ مخواہ ہی غصّہ دکھا رہی ہو۔“

”زیادہ بننے کی کوشش مت کرو۔ تم نے تنویمی عمل کے ذریعے پارس کو میرے ذہن سے محو کر دیا۔ خیر کوئی بات نہیں۔ یہ پارس کے لیے حفاظتی تدابیر تھیں۔ میں اس سے اتفاق کرتی ہوں، لیکن یہودیوں کے ہاتھوں برین واشنگ کے بعد میں وقتی طور پر ثباتہ کو بھول چکی تھی۔ کیا تم اس کا ذکر نہیں کر سکتے تھے؟“

”سونیا! تم اپنے حالات کو اچھی طرح سمجھ رہی ہو۔ ہماری مصروفیات نے اتنا موقع ہی نہیں دیا کہ ہم موجودہ مسائل سے ہٹ کر کوئی گفتگو کرتے۔“

”زیادہ باتیں بنانے کی کوشش مت کرو۔ تمھارے جیسا ہرجائی اور بے مروّت پیدا ہونے کے بعد اس دنیا میں اور کوئی ایسا جنم نہیں لے گا۔“

”تم جھگڑے کے موڈ میں ہو اور ادھر ثباتہ کے پاس پہنچنا ضروری ہے۔“

”تو جاؤ، میرے پاس کیوں ناک رگڑ رہے ہو؟“

”یہ عورت کی فطرت ہے۔ وہ اوپر سے غصّہ دکھاتی ہے، اندر سے خوش ہوتی ہے کہ مرد اس کی خوشامد کر رہا ہے۔“

”سونیا خوشامد کی بھوکی نہیں ہے۔ ویسے میری خوشامد کرنے والے کتنے ہی فرہاد پیدا ہوتے رہتے ہیں۔“

”کون سے میٹرنٹی ہوم میں؟“

”تم جاؤ گے یا نہیں؟ ثباتہ مصیبت میں ہے۔“

”اس سے جلتی بھی ہو، کڑھتی بھی ہو، اس کی وجہ سے غصّہ بھی دکھاتی ہو اور اس کی مصیبت کا بھی خیال ہے۔“

”یہ تم سے کس نے کہا کہ میں ثباتہ سے جلتی کڑھتی ہوں۔ میں نے اس کے خلاف ابھی ایک لفظ بھی کہا ہے؟ وہ بے حد حسین ہی نہیں، بے حد ذہین بھی ہے۔ میں نے اس کی ذہانت کو آزمایا ہے۔ اس نے بڑے ہی ڈرامائی انداز میں اپنی ذہانت کا ثبوت دیا ہے۔ میں سوچتی ہوں، عورت کتنی ہی ذہین کیوں نہ ہو جائے، وہ ایک دن سر پکڑ کر روتی ہے اور ثباتہ کے ساتھ بھی یہی ہونے والا ہے، اب جاؤ۔“

میں نے کہا ”بک رہی ہو جنوں میں جو کچھ بھی۔ کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی۔ تمھارا موڈ ٹھیک نہیں ہے۔ میں پھر آؤں گا۔“

میں ثباتہ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایک بڑے سے ہال میں تھی۔ ہال تقریباً سامان سے خالی تھا۔ ایک طرف ایک بڑی سی میز تھی۔ جس کے اطراف فوجی افسران کھڑے ہوئے تھے۔ میز کے آخری سرے پر ثباتہ کو دیوار سے لگ کر کھڑے رہنے کا حکم دیا گیا تھا اور وہ حکم کی تعمیل کر رہی تھی۔ جس وقت میں پہنچا اس وقت ایک افسر نے پاسپورٹ اس کی طرف میز پر پھینکتے ہوئے کہا ”اس پاسپورٹ میں تمھارے ساتھ ایک بچّے کا ذکر ہے۔ وہ بچّہ کہاں ہے؟“

”ابھی میں جلوس سے نکل کر پولیس اسٹیشن جانے والی تھی۔ کسی نے میرے بچّے کو مجھ سے چھین لیا ہے۔ اس سے پہلے کہ میں اس کا تعاقب کرتی، وہ اس بھیڑ میں گم ہو گیا۔“

دوسرے افسر نے میز پر گھونسا مارتے ہوئے کہا ”تم جھوٹ بول رہی ہو۔ تم نے جان بوجھ کر اس بچّے کو کسی کے حوالے کیا ہے۔“

”کوئی اپنے بچّے کو کسی دوسرے کے حوالے کر سکتا ہے؟“

”یہ بھی جھوٹ ہے۔ وہ تمھارا بچّہ نہیں ہے۔ کیا تم شادی شدہ ہو؟ کیا تم ایک بچّے کی ماں ہو؟“

”نہیں۔ میں نے اپنے پاسپورٹ میں بچّے کا اندراج کرانے سے پہلے درخواست دی تھی کہ وہ میری مرحوم بہن کا بچّہ ہے۔ میرے ساتھ رہے گا۔ وہ بہت بیمار تھا۔ میں علاج کے لیے یہاں آئی تھی لیکن یہ تو اندھیر نگری ہے۔ بچّہ میرا اغوا کیا گیا ہے اور مجھ ہی

سے سوالات کیے جا رہے ہیں۔ مجھے غصّہ دکھایا جا رہا ہے۔ آخر یہ کیا تُک ہے؟“

ایک افسر نے کہا ”رسونتی کے ساتھ تم دو عورتیں ہو۔ دوسری کا نام انا میریا ہے۔ ہم ہوٹل سے اس کا بھی سامان اٹھا لائے ہیں، وہ بھی جلد ہماری گرفت میں آنے والی ہے۔“

ایک اور افسر نے کہا ”تم کسی خوش فہمی میں مبتلا نہ رہو، رسونتی ان دو بچّوں کے ساتھ نیپال سے باہر نہیں جا سکے گی۔ ہم نے ہر طرف ناکہ بندی کر دی ہے۔ کٹھمنڈو سے باہر جانے والے ایک ایک راستے پر فوج اور سپاہیوں کا پہرہ ہے۔ فضائی راستے سے بھی فرار ہونا ممکن نہیں ہے۔ ہم ہر اس عورت کو چیک کر رہے ہیں، جس کے ساتھ دو بچّے ہوں۔ اگر ایک بچّہ ہو تب بھی اور نہ ہو تب بھی۔ اسے اینٹی میک اپ کیمرے کے سامنے سے گزرے بغیر جانے کی اجازت نہیں دی جاتی ہے۔“

ثباتہ نے کسی طرح مرعوب ہوئے بغیر بڑے ہی ٹھہرے ہوئے انداز میں کہا ”آپ لوگوں کی گفتگو سے ظاہر ہوتا ہے، میرا بچّہ اغوا ہونے کے بعد مادام رسونتی کے پاس پہنچ گیا ہے، اسی لیے ان کے ساتھ دو بچّوں کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ اگر رسونتی صاحبہ کے پاس ہے تو مجھے اطمینان ہے، کیونکہ مجھے ایک نجومی نے، جو ویدراج بھی تھا، یہ بتایا تھا کہ اگر میں کٹھمنڈو پہنچ جاؤں اور کستھا منڈپ مندر کی سیڑھی پر جا کر بیٹھ جاؤں تو میرے بچّے کو ایک عورت دودھ پلائے گی۔ جس کے بعد وہ صحت مند ہونے لگے گا۔ لہٰذا اگر وہ اس کے پاس صحت مند ہو سکتا ہے، میرے بچّے کو نئی زندگی مل سکتی ہے تو . . .“

ایک افسر نے ڈانٹ کر کہا ”تم اسے بار بار اپنا بچّہ مت کہو۔“

”بہن کا بچّہ اپنا بچّہ ہوتا ہے۔ اگر تمھیں سنتے ہوئے شرم آ رہی ہے تو کانوں میں انگلیاں ٹھونس لو۔“

”بہت زیادہ اسمارٹ بننے کی کوشش مت کرو۔ یُو . .“

وہ افسر ”یُو“ کہنے کے بعد اسے گالی دینے والا تھا۔ اسی وقت میں نے اس کے منہ سے ایک لمبی پھُوں کی آواز کے ساتھ ہوا نکال دی۔ دوسرے تمام افسر اسے چونک کر دیکھنے لگے۔ وہ پریشان ہو کر پہلے تو سیدھا کھڑا ہو گیا، پھر بولنے کے لیے منہ کھولا۔ اس کے ساتھ پھر اس کے منہ سے خالی ہوا نکل گئی۔ میں نے ثباتہ سے کہا ”میں رسونتی ہوں، مگر فرہاد کے لہجے میں بول رہی ہوں۔ تم ان سے کہو، یہ افسر مجھے گالی دینے والا تھا، اس لیے منہ سے ہوا نکل گئی۔ ان میں سے کوئی بھی خلافِ تہذیب گفتگو کرے گا تو پہلے اسی طرح تماشا بنے گا۔ اگر زیادتی پر اتر آئے گا تو اس کے ساتھ جو زیادتی ہوگی، وہ دنیا دیکھے گی۔“

ثباتہ نے یہی بات ان سے کہہ دی۔ ایک افسر اپنے ہاتھ میں بید لیے کھڑا ہوا تھا۔ اس نے ثباتہ کی طرف بید نچاتے ہوئے کہا ”تم کیا بکواس کر رہی ہو؟ ہماری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ البتہ یہ چیلنج سمجھ میں آ گیا کہ تم پر زیادتی نہیں کرنی چاہیے۔ بے شک تمھارا بدن پھول کی طرح شگفتہ ہے۔ بے حد حسین ہو۔ اگر یہ بید جسم کے کسی حصے پر پڑ جائے تو وہاں خون کی لکیر بن جائے گی۔“

ثباتہ نے میری سوچ کے مطابق پوچھا ”بھلا کیسے خون کی لکیر بنے گی؟ میں دیکھنا چاہتی ہوں۔“

اس کے ساتھ ہی میں اس افسر کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اس کا ہاتھ بید کے ساتھ گھوما لیکن وہ بید ایک افسر کے منہ پر پڑی۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے ہٹا، گالیاں دیتا ہوا، دہاڑتا ہوا بولا ”واٹ دا ہیل وِدھ یو۔ آر یو گوانگ ٹو بی میڈ؟“

دو افسران بید کھانے والے کی دلجوئی کے لیے اس کے پاس آ گئے تھے۔ باقی تین افسران بید مارنے والے کے پاس پہنچ کر حیرانی سے پوچھ رہے تھے ”مسٹر اماراؤ! یہ آپ نے کیا کیا؟ ایسا تو کوئی پاگل ہی کرتا ہے۔“

ثباتہ قہقہے لگانے لگے۔ سب اسے دیکھنے لگے۔ پھر ایک نے پوچھا ”کیا تمھاری ہنسی کا مطلب یہ ہے کہ تم نے کسی کالے عمل سے ہمارے ساتھی کو پاگل بننے پر مجبور کر دیا؟“

ثباتہ نے دونوں ہاتھ کمر پر رکھے۔ سینہ تان کر گردن اونچی کرتے ہوئے بولی ”کالا علم نہیں، ٹیلی پیتھی۔“

اب وہ افسران گہری سنجیدگی سے اس کا منہ تک رہے تھے۔ وہ بولی ”جب ایک بچّے کے سلسلے میں مجھے پکڑ کر لائے ہو اور وہ بچّہ پارس ہے تو پھر یہ کیوں نہیں سوچتے کہ اس کے ساتھ ساتھ ٹیلی پیتھی کی بلا بھی تمھارے دماغوں میں پہنچے گی؟“

ایک افسر نے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا ”اگر شریمتی رسونتی دیوی ٹیلی پیتھی کے ذریعے یہاں موجود ہیں تو ہم خوشی سے ان کا سواگت کرتے ہیں۔ ہم ان کے سیوک ہیں اور ان سے بنتی (التجا) کرتے ہیں کہ وہ ہمارے پاس آ جائیں۔ ہم ان سے اہم باتیں کرنا چاہتے ہیں۔“

اسی وقت ایک افسر نے کہا ”یہاں رسونتی نہیں فرہاد علی تیمور موجود ہے اور اس وقت تم سے مخاطب ہے۔“

وہ سب اپنے ساتھی افسر کو حیرانی اور سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ اس نے کہا ”میں سچ کہہ رہا ہوں، میں فرہاد علی تیمور ہوں۔ اگر یقین نہ ہو تو ابھی اپنی موجودگی کا ثبوت دے چکا ہوں۔ پھر دے سکتا ہوں۔ بشرطیکہ اس آفیسر کے بعد کوئی دوسرا بھی بید کھانے یا اس سے بھی کڑی سزا پانے کے لیے تیار ہو۔“

بھلا کون اپنی خوشی سے سزا پانا چاہتا ہے۔ انہوں نے

اس افسر کو دیکھا جو فرہاد علی تیمور ہونے کا دعویٰ کر رہا تھا۔ پھر اس سے کہا: "ہم تسلیم کرتے ہیں، آپ مسٹر فرہاد علی تیمور ہیں اور ہمارے ساتھی کے دماغ میں پہنچ کر اس کی زبان سے بول رہے ہیں۔ اگر شریمتی رسونتی دیوی بھی ہمارے درمیان آنا چاہیں تو ہم کسی لیڈی آفیسر کو بلاتے ہیں۔ دیوی جی ان کے ذریعے ہم سے گفتگو کر سکیں گی۔"

میں نے اس افسر کی زبان سے کہا: "رسونتی کا دماغ بہت کمزور ہے۔ فلائنگ اسپتال کے بین الاقوامی شہرت رکھنے والے ڈاکٹروں نے اس کے دماغ کی کمزوری کے سرٹیفکیٹ دیے ہیں۔ وہ خیال خوانی کے قابل نہیں ہے۔"

"مسٹر فرہاد علی تیمور! ہم تسلیم کرتے ہیں کہ دیوی جی کا دماغ ابھی کمزور ہے۔ وہ خیال خوانی کے قابل نہیں ہیں لیکن ایک بات سمجھ میں نہیں آئی۔ ہم نے یہاں دیوی جی کا شایانِ شان استقبال کیا۔ مہمان نوازی میں کوئی کمی نہیں چھوڑی پھر وہ اچانک روپوش کیوں ہو گئیں؟"

میں نے کہا: "اپنے رویّے کے متعلق سوچو۔ رسونتی نے مندر کی سیڑھی پر بیٹھ کر ایک بچّے کو گود میں لیا تو، تم لوگوں نے بات کا بتنگڑ بنا دیا۔ صرف تم لوگوں نے نہیں، دنیا کی جتنی خطرناک تنظیمیں ہیں، ان کے افراد اس وقت کھٹمنڈو میں موجود ہیں۔ اسرائیلی سیکرٹ ایجنٹ کے لوگ بھی رسونتی کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ میں ایسی صورت میں اس کی حفاظت نہیں کروں گا۔ اسے دنیا والوں سے چھپا کر نہیں رکھوں گا۔ تو کیا دشمن اس کی حفاظت کریں گے؟"

"یقیناً دیوی جی کی حفاظت آپ ہی کر سکتے ہیں لیکن وہ ہماری زمین پر ہیں۔ ہمارا بھی فرض بنتا ہے کہ ہر طرح ان کی خدمت کرتے رہیں اور دشمنوں سے انھیں محفوظ رکھیں۔ آپ ہم پر اعتماد کریں۔ ہم ان پر دشمنوں کا سایہ بھی نہ پڑنے دیں گے۔ دیوی جی ہمارے دیس سے تعلق رکھتی ہیں۔ وہ یہاں پیدا ہوئی تھیں۔ ہمارا بھی ان پر حق ہے۔"

"جب لڑکی جوان ہو جاتی ہے اور بیاہ کر پرائے گھر، پرائے شہر یا پرائے ملک چلی جاتی ہے تو پھر میکے والوں کا اس پر حق نہیں رہتا۔ زیادہ سے زیادہ یہی ہو سکتا ہے کہ جب وہ آیا کرے تو میزبانی کا فرض ادا کر لیا جائے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ آپ نے میزبانی کے فرائض انجام دیے، اس کے بعد آپ کی ضرورت نہیں رہی۔ صرف میں اس کی حفاظت کروں گا۔"

دوسرے افسر نے کہا: "ہم اس سلسلے میں آپ سے زیادہ بحث نہیں کر سکتے۔ آپ نے جو کچھ کہا ہے، وہ باتیں ہم اپنے اعلیٰ افسران تک پہنچائیں گے۔ جو جواب ہوگا وہ آپ کو معلوم ہو جائے گا۔"

"جواب تو بعد میں معلوم ہوگا۔ ابھی ثباتہ کو رہا کر دیا جائے۔"

"سوری، مسٹر فرہاد علی تیمور! یہ ہمارے اختیار میں نہیں ہے۔ اگر آپ ہم پر زیادتی کریں گے، ہمیں ٹیلی پیتھی کے ذریعے بے بس کریں گے تو ہم کوئی دوسرا راستہ اختیار کریں گے لیکن اپنی ذمّے داری پر مس ثباتہ کو رہا نہیں کریں گے۔"

اس کی باتوں کے دوران ایک افسر نے میز پر رکھے ہوئے کال بیل کے بٹن کو مخصوص انداز میں دبایا۔ میں نے فوراً خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ اس کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کیا۔ اس نے ہال سے باہر بیٹھے ہوئے افسران کو مخصوص اشارہ کیا تھا۔ انھیں پہلے ہی ٹیلی پیتھی کے سلسلے میں اندیشہ تھا۔ لہٰذا ایسے افسران کا پہلے سے انتخاب کیا گیا تھا، جو گونگے بن کر ان کی جگہ لے سکیں۔ ان افسران کو جن کی آوازیں میں سن چکا ہوں، انھیں قرنطینہ میں بھیج دیا جائے۔ یعنی ایسی جگہ جہاں کوئی ان افسروں کے پاس جا کر نہ اپنی آواز سنائے نہ ان کی باتیں سنے۔

کال بیل کے اشارے کے بعد ہال کا دروازہ کھلا۔ باہر سے دو افسران اور دس مسلّح فوجی جوان اندر آ گئے۔ انھوں نے تمام افسران کو ریوالوروں اور رائفلوں کی زد میں رکھ لیا تھا۔ انھیں اشارے سے ہال کے باہر چلنے کے لیے کہہ رہے تھے۔ میں نے ایک افسر کی زبان سے کہا: "فرہاد کی باتیں سننے اور ان کا جواب دینے کے لیے یہاں دو افسران کی موجودگی لازمی ہے۔"

دو افسران رہ گئے۔ باقی ان مسلّح سپاہیوں کے نرغے میں باہر چلے گئے۔ انھیں ایک بند گاڑی میں بٹھایا گیا تاکہ وہ نہ کسی سے گفتگو کر سکیں اور نہ کسی کی آواز سن سکیں۔ جب تک وہ گاڑی اس عمارت کے سامنے سے دور نہیں چلی گئی، تب تک پولیس اسٹیشن کے تمام سپاہی اور فوجی جوان گونگے بنے رہے۔ یہ باتیں میں ان دو افسران کے دماغوں کے ذریعے معلوم کر رہا تھا جو میری ترجمانی کے لیے وہاں موجود رہ گئے تھے۔

میں نے ایک افسر سے کہا: "اپنے اعلیٰ حکام سے فوراً رابطہ قائم کرو۔ انھیں میرا پیغام پہنچا دو کہ ثباتہ، فرہاد کی ایک فیملی ممبر ہے۔ اس کے ساتھ کوئی ناروا سلوک کیا گیا تو اس دھرتی پر ٹیلی پیتھی کا وہ زلزلہ آئے گا کہ تم میں سے کوئی اپنے پیروں پر کھڑا نہ رہ سکے گا۔ ثباتہ کو کم از کم دو گھنٹے کے اندر رہا کر دیا جائے۔ میں دو گھنٹے کے بعد پھر آؤں گا۔"

میں نے ثباتہ کے دماغ میں پہنچ کر کہا: "میں جا رہی ہوں۔ تم اطمینان رکھو۔ یہ تمھارے ساتھ افسرانہ انداز میں پیش نہیں آئیں گے۔"

ثباتہ سن رہی تھی اور خلا میں تک رہی تھی۔ پھر اس نے کہا: "رسونتی! تم کتنی کامیابی سے فرہاد کے لہجے اور آواز کی نقل کر لیتی ہو۔ وہ شخص بالکل اسی لہجے اور اسی آواز میں بول رہا تھا۔ آہ، ریکارڈ ہو تو بار بار سنا جائے۔ اس آواز کو دوسری بار کیسے سنوں؟ کیا تم پھر ایک بار اسی آواز میں، اسی لہجے میں بولو گی؟"

"ثباتہ! میں بہت مصروف ہوں۔ سونیا بھی مشکلات میں گھری ہوئی ہے۔ مجھے اس کی مدد کے لیے جانا ہے۔ میں پھر تمھارے پاس آؤں گی۔"

میں ذرا دیر کے لیے دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوا۔ اب وہاں سے سونیا کے پاس پہنچنا چاہتا تھا۔ اسی وقت رسونتی کی آواز سنائی دی۔ وہ آہستگی سے کہہ رہی تھی: "میں سن رہی تھی، تم فوجی افسر سے کہہ رہے تھے، عورت جب بیاہ کر پرائے شہر یا پرائے ملک چلی جاتی ہے تو پھر میکے والوں کا اس پر حق نہیں ہوتا۔"

اس نے ذرا توقف کیا۔ پھر ہچکچاتے ہوئے پوچھا۔ "فرہاد! کیا میں اب بھی سسرال والی ہوں؟ تمھیں خدا کا واسطہ، میرا دل نہ توڑنا۔"

"میں دل توڑنے والا کون ہوتا ہوں۔ جو تقدیر کو منظور ہے، وہی ہو رہا ہے۔"

"میں نے بھگوان کی جگہ اللہ تعالیٰ کہنا شروع کیا ہے۔ اپنا عقیدہ، اپنا دھرم بدل دیا ہے۔ اب مجھے یقین ہے، تقدیر سے کچھ نہیں ہوگا۔ وہی ہوگا جو منظورِ خدا ہوگا۔"

"جو اللہ توکّل رہتے ہیں، وہ زیادہ نہیں بولتے ہیں۔ تمھیں بھی نہیں بولنا چاہیے۔ صبر اور یقین سے انتظار کرنا چاہیے دیکھیں پردۂ غیب سے تمھارے لیے کیا ظاہر ہوتا ہے۔"

ہم سونیا کے پاس پہنچ گئے۔ وہ اسی طرح رتھ کے اس خلا میں لیٹی ہوئی تھی۔ اب وہ رتھ کہیں رک گیا تھا۔ سونیا نے رتھ کے نیچے سے ذرا جھانک کر دیکھا۔ دور تک عورتوں اور مردوں کے پاؤں نظر آ رہے تھے۔ اسی وقت کسی کی آواز سنائی دی۔ "مادام انامیریا! باہر آ جاؤ۔ ہم تمھاری حفاظت کرتے ہوئے یہاں تک آئے ہیں۔"

پھر دوسرے شخص کی آواز سنائی دی: "تم نے اس رتھ کے نیچے پناہ لے کر ہمیں بڑی دردِسری سے بچا لیا۔ ہمیں دوسرے دشمنوں سے تمھیں چھپا کر رکھنا نہیں پڑا۔ بھئی کمال کر دیا۔ اب ہمارے لیے نکل آؤ۔"

رسونتی نے سونیا سے پوچھا: "یہ کیا ہو گیا؟ ایسے ہی وقت کہتے ہیں، آسمان سے گری کھجور میں اٹکی۔"

میں نے کہا: "ایسے وقت کہتے ہیں، فرہاد سے لڑی، پرائی جھولی میں پڑی۔"

وہ "اونہہ" کہہ کر رتھ کے خلا سے نکلی۔ زمین پر آئی، پھر وہاں سے رینگتی ہوئی باہر نکل آئی۔ باہر چاروں طرف مسلّح افراد کھڑے ہوئے تھے۔ ان میں اسرائیلی سیکرٹ ایجنٹ ون او نائین بھی تھا۔ اس نے کہا: "انامیریا! کیا تم بحث و تکرار کے بغیر ہمارے ساتھ چلوگی؟ بھارتی انٹیلی جنس کے ایک آفیسر نے تمھارے ہوٹل کا سامان ضبط کر لیا ہے۔ سب تمھاری تلاش میں ہیں۔ ہم سے بچ کر نکلوگی تو ان سے نہیں بچ سکوگی۔ بہتر ہے ہماری دوستی کی قدر کرو۔"

میں نے سونیا سے کہا: "ابھی قدر کر لو۔ بعد میں موقع نکال کر رسونتی کے پاس پہنچ جانا۔"

سونیا نے مسکرا کر کہا: "میں تم لوگوں کے ساتھ چلنے کو تیار ہوں۔"

وہ ان کے ساتھ چلتے ہوئے ایک ویگن میں آ کر بیٹھ گئی۔ مسلّح جوان اس کے آس پاس بیٹھ گئے۔ گاڑی اسٹارٹ ہو کر آگے جانے لگی تو سیکرٹ ایجنٹ ون او نائین نے کہا۔ "انامیریا! سیٹ میں ذرا دھنس کر بیٹھ جاؤ۔ تاکہ باہر والے تمھیں دیکھ نہ سکیں۔"

سونیا ذرا نیچی ہو کر، دھنس کر بیٹھنے کے انداز میں بولی۔ "مجھے کہاں لے جانا چاہتے ہو؟ کیوں لے جانا چاہتے ہو؟"

"کیوں لے جانا چاہتے ہیں، یہ تم اچھی طرح جانتی ہو۔ مندر کی سیڑھیوں کے پاس تم نے ثباتہ کے بچّے کو اپنا بچّہ کہا تھا۔ ہمیں پورا یقین نہیں تھا بلکہ ہم نے وقتی طور پر یہ فرض کر لیا تھا کہ بچّہ تمھارا ہی ہوگا لیکن بعد کے حالات نے ثابت کر دیا، وہ اصلی پارس ہے۔"

سونیا نے کہا: "آج کل اصلی پارس کہاں ملتا ہے؟ سنا ہے یہ پارس پتھر جس چیز کو چھو لے، وہ سونا بن جاتی ہے۔"

"فضول باتوں میں ٹالنے کی کوشش نہ کرو، پارس کہاں ہے؟"

"کون پارس؟"

"وہی بچّہ جسے تم مندر کی سیڑھیوں کے پاس سے لے گئی تھیں۔"

"تمھیں غلط فہمی ہوئی ہے، نہ میں کسی بچّے کو جانتی ہوں، نہ میں نے کسی بچّے کی ماں بننے کا دعویٰ کیا، اور نہ کسی کو اپنے ساتھ لے گئی۔"

"کمال ہے۔ تم اتنی ڈھٹائی سے جھوٹ بول رہی ہو۔ ہماری دوستی کو دشمنی میں تبدیل کرنا چاہتی ہو؟"

سونیا نے ڈرائیور کے شانے پر ہاتھ رکھ کر پوچھا: "کیوں مسٹر، کیا میں دشمنی مول لے رہی ہوں؟"

وہ ڈرائیو کرتے ہوئے مسکرا کر بولا "یس مادام! آپ ہمارے باس کی بات مان لیں "

سونیا نے دوسرے مسلح جوان کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ "مسٹر! تمھارا کیا خیال ہے ؟"

اس نے بھی وہی جواب دیا۔ سیکرٹ ایجنٹ ون او نائین نے ذرا جھنجلا کر پوچھا "تم ان سب سے کیوں پوچھ رہی ہو؟ یہ کیا حماقت ہے ؟"

"بعض اوقات جو حماقت نظر آتی ہے، اس کے پیچھے کوئی دانش مندی چھپی ہوتی ہے "۔

وہ درست کہہ رہی تھی۔ اپنے آس پاس تمام مسلح جوانوں کو مخاطب کرنے کا مقصد یہی تھا کہ وہ جواب دیں۔ اس طرح میں اور رسونتی ان کے دماغوں میں پہنچتے جائیں۔

ویگن اسرائیلی سفارت خانے کے احاطے میں پہنچ کر ایک گیراج کے اندر چلی گئی۔ ون او نائین نے کہا "اسی طرح بیٹھی رہو۔ تھوڑی دیر بعد ہم اس کوٹھی کے اندر جائیں گے "۔

دوسرے جوان اتر کر چلے گئے۔ سونیا کے آگے پیچھے صرف دو مسلح جوان رہ گئے۔ تھوڑی دیر بعد ایک عورت چادر میں لپٹی ہوئی گیراج کے اندر آئی۔ پھر اس نے وہ چادر سونیا کی طرف بڑھا دی۔ ایجنٹ ون او نائین نے کہا "جس طرح یہ عورت چادر میں لپٹی یہاں آئی ہے، اسی طرح تم اس چادر میں کوٹھی کے اندر چلی جاؤ۔ یہاں سے وہاں تک ہمارے مسلح جوان ہیں۔ کوئی چالاکی دکھاؤ گی تو اتنی گولیاں برسیں گی کہ اپاہج بن جاؤ گی۔ ہم تمھیں اس وقت تک جان سے نہیں ماریں گے، جب تک رسونتی اور پارس کا صحیح پتا ٹھکانہ معلوم نہیں کرلیں گے "۔

وہ گاڑی سے اتر گئی۔ پھر چادر کو اپنے اطراف لپیٹتے ہوئے بولی "آخر یہ احتیاط کیوں ؟"

"بھارتی جاسوس ہمارے سفارت خانے کے چاروں طرف پھیلے ہوئے ہیں سادہ لباس میں ہماری سرگرمیوں پر نظر رکھ رہے ہیں۔ وہ تمھیں دیکھ لیں گے تو یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل جائے گی کہ انا میریا اسرائیلی سفارت خانے میں پہنچ گئی ہے "۔

وہ چادر کو اچھی طرح لپیٹ کر گیراج سے نکلتے ہوئے اس سے ملحقہ کوٹھی کے اندر جانے لگی۔ میں نے کہا "ایک گھنٹہ گزر چکا ہے۔ میں نے مرجانہ، بلبا، اعلیٰ بی بی اور سجاد وغیرہ کی خبر نہیں لی ہے۔ وہ جزیرے میں ہیں۔ انھیں چاروں طرف سے دشمنوں نے گھیر رکھا ہے وہاں میرا پہنچنا ضروری ہے "۔

"پھر دیر کیوں کر رہے ہو؟ فوراً جاؤ۔ میری فکر نہ کرو۔ رسونتی میرے ساتھ ہے "۔

میں نے رسونتی سے کہا "میں جا رہا ہوں۔ پریشانی کی بات ہو تو مجھے فوراً اطلاع دینا "۔

وہ خوش ہو کر بولی "اتنے عرصے کے بعد تم نے براہ راست مجھے مخاطب کیا ہے اور اپنے پاس آنے کی اجازت بھی دے رہے ہو۔ میں ضرور آتی رہوں گی "۔

میں اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ مرجانہ، بلبا، سجاد اور لوگو ہنٹر اس ہیلی کاپٹر کے پاس تھے جسے راجر اسمتھ چھوڑ چکا تھا اس میں ایندھن نہیں تھا۔ اعلیٰ بی بی نے مجھے محسوس کرتے ہی کہا "میں نے ایک موتی کے ذریعے اپالو کے ہیلی کاپٹر کو تباہ کر دیا تھا۔ لوگو ہنٹر کے بیان کے مطابق جزیرے میں ان کا دوسرا ہیلی کاپٹر نہیں ہے۔ لہٰذا اپالو اسے حاصل کرنے آئے گا۔ میں نے پہلے ہی یہاں پہنچ کر اس کے چاروں طرف گھیرا ڈال دیا ہے "۔

"میں تمھارے ذریعے دیکھ رہا ہوں۔ تمھارا اندازہ درست نکلا۔ اپالو اپنے آدمیوں کے ساتھ تم لوگوں کے اطراف گھیرا تنگ کر رہا ہے "۔

"کئی بار فائرنگ کا تبادلہ ہو چکا ہے۔ ان کے کئی آدمیوں کی چیخیں سنائی دی ہیں۔ مجھے سجاد کی زیادہ فکر ہے۔ یہ زندگی میں پہلی بار ہمارے ساتھ عملی میدان میں آیا ہے اور ایسے پُرخطر حالات سے گزر رہا ہے۔ اس کے ذرا سے اناڑی پن کے باعث کہیں سے بھی آنے والی گولی اسے لگ سکتی ہے۔ میں اسے اپنے قریب رکھنے کی کوشش کر رہی ہوں "۔

میں اعلیٰ بی بی کے دماغ کے ذریعے سمجھ سکتا تھا۔ وہ سجاد کو کس طرح اپنے قابو میں کر رہی ہے۔ وہ میرے دوسرے ساتھیوں کی طرح اپنی کارکردگی دکھانا چاہتا تھا۔ چونکہ تنویمی عمل کے بعد خود کو فرہاد سمجھ رہا تھا، اس لیے فرہاد کے شایانِ شان کوئی کارنامہ انجام دینا چاہتا تھا۔ اعلیٰ بی بی اسے بڑے ہی پیار سے، ناز و انداز سے اپنے قریب رکھے ہوئے تھی۔

میں رسونتی کی حیثیت سے مرجانہ کے دماغ میں پہنچ گیا پھر اس سے کہا "جب اس مکان میں تیسرا دھماکہ ہوا تو ہمارا دھیان بٹ گیا تھا، ورنہ ہم نے لوگو ہنٹر کے ذریعے اپالو کے ان آدمیوں تک پہنچنے کے متعلق سوچا تھا، جو انگریزی جانتے اور بول سکتے ہوں۔ میں ان کے ذریعے اپالو کی حرکات و سکنات پر نظر رکھ سکوں گی "۔

مرجانہ نے کہا "میں اس سلسلے میں تمھارا ہی انتظار کر رہی تھی۔ ابھی لوگو ہنٹر سے کہتی ہوں "۔

پھر اس نے ہنٹر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "تم اپالو کو ٹرانسمیٹر کے ذریعے مخاطب کرو۔ کچھ پتا تو چلے وہ کیا کر رہا ہے، کیا چاہتا ہے ؟"

لوگو ہنٹر نے کہا "وہ کوئی نادان بچہ نہیں ہے۔ ہمیں تیرتے رہنے کا طریقۂ کار کبھی نہیں بتائے گا "۔

"بلا سے نہ بتائے لیکن اپالو کو ٹرانسمیٹر کے ذریعے مخاطب کرنے کے دوران چیخ چیخ کر اس کے آس پاس والوں کو اپنی آواز سنا سکتے ہو۔ انھیں نمک حلال پر آمادہ کر سکتے ہو "۔

یہ بات ہنٹر کی سمجھ میں آ گئی۔ وہ ٹرانسمیٹر سے رابطہ قائم کرنے لگا۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ رابطہ قائم ہوتے ہی اس نے اپالو کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "کیا تم اپنی بغاوت سے باز نہیں آؤ گے ؟"

اپالو نے پوچھا "کیا تم یہی فضول باتیں کرنے کے لیے مجھے مخاطب کر رہے ہو ؟"

لوگو ہنٹر نے چیخ کر کہا "گارسن، جیکی یا رینی کو ٹرانسمیٹر دو۔ مسٹر فرہاد علی تیمور ان سے انگریزی میں گفتگو کرنا چاہتے ہیں "۔

"صاف کیوں نہیں کہتے، میرے آدمیوں کو بہکا کر مجھ سے توڑنا چاہتے ہو "۔

"یہ بات نہیں ہے۔ میرے مکان میں ایک اہم دستاویز رہ گئی ہے۔ میں گارسن، جیکی یا رینی پر اس سلسلے میں بھروسہ کر سکتا ہوں "۔

دوسری طرف اپالو سوچ میں پڑ گیا ہوگا کیونکہ اس کی طرف سے جواب نہیں مل رہا تھا۔ آخری بات میں نے ہی لوگو ہنٹر کے دماغ میں پیدا کی تھی۔ یہ بات اپالو کے دل اور دماغ کو لگی ہوگی۔ دستاویز کا مطلب یہی ہو سکتا تھا کہ جزیرے کے متعلق کوئی اہم سند ہے جو لوگو ہنٹر کی موت کے بعد اپالو کے کام آ سکتا ہے۔

میرا یہ داؤ کام آ گیا۔ تھوڑی دیر بعد ہی ٹرانسمیٹر سے رینی کی آواز سنائی دی۔ وہ ادھیڑ عمر کی ایک عیسائی عورت تھی۔ اس وقت اپالو اور اس کے آدمیوں کو کھانا پہنچانے آئی تھی تاکہ وہ میدان میں ڈٹے رہیں۔ رینی نے پوچھا "ہیلو باس! آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟"

لوگو ہنٹر نے کہا "رینی! میں اس جزیرے کا مالک ہوں۔ تم لوگوں کو مجھ سے وفاداری کرنا چاہیے "۔

رینی نے جواب دیا "سوری ماسٹر! پرانی کہاوت ہے، جس کے ہاتھ میں لاٹھی ہوتی ہے اسی کی بھینس ہوتی ہے۔ ہم لگ بھینسیں ہیں۔ اگر آپ کی لاٹھی مضبوط ہے تو ہم آپ کے اشاروں پر چلیں گے۔ ابھی تو اپالو بابا کے اشارے پر چل رہے ہیں۔ تم کون سی اہم دستاویز کے متعلق کچھ کہنا چاہتے ہو؟"

"جب تم میں سے کوئی میرا وفادار نہیں رہا تو میں اپنا اہم راز کیوں بتاؤں؟ جاؤ دفع ہو جاؤ "۔

اس نے ٹرانسمیٹر کو آف کر دیا پھر مرجانہ سے کہا "اسی لیے میں اپالو کو مخاطب نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میں جانتا تھا، جزیرے کے اکثر لوگ اس کی حمایت کریں گے۔ میری آواز کوئی نہیں سنے گا۔ سب طوطا چشم ہیں۔ سب نمک حرام ہیں "۔

میں اسے بڑبڑاتا چھوڑ کر رینی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ایک چھوٹا ٹفن کیریئر اپنے جوان بیٹے جیکی کے سامنے کھول رہی تھی۔ اسے کھانا کھلانے آئی تھی۔ اپالو وغیرہ بھی ایک ہاتھ سے سینڈوچز کھا رہے تھے اور دوسرے ہاتھ میں اسٹین گنیں، ٹامی گنیں لیے ہوئے اپنے اپنے مورچے پر ڈٹے ہوئے تھے۔

میں نے رینی کے ذریعے جیکی کی آواز سنی۔ اس کا لب و لہجہ ذہن نشین کیا۔ اپالو کا تیسرا ماتحت گارسن پہلے ہی میری ٹیلی پیتھی کی مٹھی میں تھا لیکن وہ اپالو سے مار کھانے کے بعد زخمی ہو گیا تھا۔ اسی جگہ تھا جہاں اپالو کے ہیلی کاپٹر کی ٹنکی فل کی جا رہی تھی۔

میں نے اعلیٰ بی بی کے پاس آ کر کہا "اپالو کے تین خاص ماتحت میری ٹیلی پیتھی کی گرفت میں ہیں۔ اب میں رینی کے ساتھ اس بستی کی طرف جا رہا ہوں جہاں سے وہ کھانا لے کر آئی تھی۔ یقیناً بستی میں بھی تھوڑی بہت انگریزی جاننے والے ہوں گے "۔

میری باتوں کے دوران بھی فائرنگ کا تبادلہ ہو رہا تھا کئی گولیاں ہیلی کاپٹر کی باڈی پر آ کر لگی تھیں۔ میں نے گارسن کے دماغ میں پہنچ کر اسے بھڑکانا شروع کیا۔ اس کی سوچ میں کہا "اپالو بالکل درندہ ہے۔ غیر مہذب ہے۔ اس سے بہتر لوگو ہنٹر ہے۔ ہم نے اس کا نمک کھایا ہے۔ اس سے وفاداری کرنا چاہیے "۔

وہ گھبرا کر ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے بولا "یہ میں کیسی باتیں سوچ رہا ہوں۔ اگر اپالو کو پتا چل گیا تو وہ میری کھال کھینچ لے گا "۔

ایک گارسن ہی کی کیا بات تھی، جزیرے کا بچہ بچہ اپالو سے ڈرتا تھا۔ میں رینی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ بستی سے گزرتے ہوئے لوگوں سے کچھ نہ کچھ بات کرتی جا رہی تھی لیکن وہ مقامی زبان بول رہی تھی۔ ایک جگہ اس نے انگریزی میں کسی کو مخاطب کیا۔ جواب بھی انگریزی میں ملا۔ میں نے اس کے دماغ کو بھی اپنی گرفت میں لے لیا۔ وہ بستی کا ایک بوڑھا شخص تھا۔ رینی کی بات کا جواب دینے کے بعد اپنے مکان کے اندر آ گیا تھا۔ مکان میں اس کی ایک بیٹی اور ایک جوان بیٹا تھا۔ اپالو کے حکم کے مطابق بستی کے سب ہی جوان مسلح ہو کر دریا کے کنارے ہیلی کاپٹر کی طرف گئے تھے۔ اس بوڑھے کا بیٹا ذرا بیمار تھا، اس لیے نہیں جا سکا تھا۔ اس کا نام کیڈی ولسن تھا۔ میں نے کیڈی کو اس بستی سے باہر جانے پر آمادہ کر لیا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ اسے لوگو ہنٹر سے ہمدردی ہے۔ اگر ہمدردی نہ بھی ہوتی تو میں پوری طرح اس کے دماغ پر قابض ہو کر اپنا کام نکالنے کی کوشش کرتا۔

ویسے اپنی ٹیم کے افراد کو جزیرے سے نکال لے جانے کے لیے یونان کے مشرقی ساحل پر اسرائیلی سیکرٹ ایجنٹ جی فاؤنڈر اپنی ٹیم کے ساتھ موجود تھا۔ وہ میرے ایک حکم پر ہیلی کاپٹر کے ذریعے وہاں پہنچ سکتا تھا۔ اپالو کے تمام مورچوں پر ہینڈ گرینیڈ وغیرہ سے بمباری کرسکتا تھا لیکن اسے بلانے کا مطلب یہی ہوتا کہ وہ سجاد کے پیچھے پڑ جاتا۔ اسے اپنے ساتھ اسرائیل لے جانے کی ہر ممکن کوشش کرتا۔ اسی لیے میں بیرونی امداد سے گریز کر رہا تھا۔

میں کیڈی ولسن کو اس جگہ لے گیا، جہاں گارسن موجود تھا۔ راستے میں اسے اس بات پر آمادہ کرتا رہا کہ وہاں سے ہیلی کاپٹر کے لیے ایندھن لے جائے گا۔ اس کے لیے کشتی کے ذریعے دریائی راستہ اختیار کرے گا اور اپنے مالک یوگو ہنٹر کی ہر ممکن مدد کرے گا۔

جب وہ گارسن کے قریب پہنچا تو میں نے ذرا دیر کے لیے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ پھر اعلیٰ بی بی اور مرجانہ کو باری باری بتایا کہ ایک نوجوان کشتی میں پٹرول کے دو چھوٹے ڈرم لے کر آئے گا۔ اسے نقصان نہ پہنچایا جائے۔ میں تھوڑی دیر بعد آؤں گا۔ اس وقت تک تم سب فیصلہ کرو کہ ہیلی کاپٹر میں سب ہی کو جانا ہے یا ابھی اپالو کا مقابلہ کرکے اسے عبرتناک سزا دینا ہے۔

بلبا نے مرجانہ سے کہا "میں اس وقت تک یہاں سے نہیں جاؤں گا، جب تک اپالو کا سر نہیں کچل دوں گا۔"

"میں تم سے پہلے کہہ چکی ہوں، تم نہیں، میں اس کا سر کچلوں گی۔"

"دیکھو، ہمیں رسوتی نے لڑنے جھگڑنے سے منع کیا تھا۔ چلو ایسا کرتے ہیں، اپالو جس کے ہاتھ لگے گا، وہی اس سے مقابلہ کرے گا۔"

"منظور ہے۔"

میں انھیں چھوڑ کر پھر کیڈی ولسن کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت وہ گارسن کے سامنے تھا اور گارسن اس سے پوچھ رہا تھا "تم بستی چھوڑ کر یہاں کیوں آئے ہو؟"

"گارسن! میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔ ایک جذبہ مجھے کھینچ لایا ہے۔ میرا ضمیر کہتا ہے، ہمارے جزیرے کا مالک یوگو ہنٹر ہے۔ ہمیں اس کی بھرپور مدد کرنا چاہیے۔"

گارسن نے دبی زبان سے کہا "لڑکے! آہستگی سے بولو۔ اگر کسی نے سن لیا تو ابھی زمین پر تڑپتے نظر آؤ گے۔"

"میری فکر نہ کرو۔ کیا تم مجھے اتنا ایندھن دے سکتے ہو جو اس ہیلی کاپٹر کو یونان اور ترکی تک پہنچا سکے؟ میں چاہتا ہوں، ہمارا باس یہاں سے بخیریت چلا جائے۔"

گارسن اپنی جگہ سے اٹھ کر ٹہلنے کے انداز میں چھوٹے سے پختہ مکان کے باہر چاروں طرف جاکر دیکھنے لگا۔ جب اسے اطمینان ہوگیا کہ ان کی باتیں سننے والا کوئی نہیں ہے تو اس نے کیڈی کے قریب آکر کہا "میں دے رہا ہوں۔ یہ چھوٹا ڈرم کافی ہوگا۔ اسے اٹھاکر دریا کے کنارے چلے جاؤ۔ وہاں ایک درخت سے کشتی بندھی ہوئی ہے۔ شاید تم زندہ سلامت اپنے مالک کی خدمت کرنے کے لیے ہیلی کاپٹر تک پہنچ جاؤ۔ اگر نہ پہنچ سکو تو یاد رکھنا، میں نے اپنے مالک کے ساتھ ڈھکی چھپی وفاداری کی ہے۔ میرا نام اپالو کے سامنے نہ لینا۔"

"میں اپنے بوڑھے باپ کی قسم کھاکر کہتا ہوں، تمہارا نام کبھی زبان پر نہیں لاؤں گا۔"

جب مجھے اطمینان ہوگیا کہ کیڈی کو دماغی طور پر کنٹرول کرنے کی ضرورت نہیں ہے، وہ خود ہی کشتی کے ذریعے ہیلی کاپٹر تک پہنچ جائے گا تو میں اپنی کے دماغ میں چلا آیا۔

اس ادھیڑ عمر کی عورت کے ساتھ دس منٹ گزارنے کے دوران اس بستی کے چار آدمیوں کے دماغوں تک پہنچ گیا۔ وہ تھوڑی بہت انگریزی بول لیتے تھے۔ میرے لیے اتنا ہی کافی تھا۔ اسی وقت اپالو کا ایک آدمی جیپ میں آکر مقامی زبان میں بول رہا تھا۔ اسے یوگو ہنٹر کے اس مکان تک جانا ہے، جہاں بہت اسلحہ اور گولہ بارود ہے۔ یہ تمام ضروری چیزیں اپالو کے مورچے تک پہنچانا ہیں۔

میں نے ان چاروں کی سوچ کے ذریعے انھیں جیپ میں بیٹھ کر جانے پر آمادہ کرلیا۔ وہ وہاں سے دوسری بستی میں پہنچے، جہاں پہلے مرجانہ اور بلبا یوگو ہنٹر کے ساتھ پہنچ چکے تھے۔ وہاں کے ایک مکان سے انھوں نے ٹامی گنیں اور رائفلیں حاصل کی تھیں۔ جیپ ڈرائیو کرنے والے نے جیپ میں ہینڈ گرینیڈ زیادہ رکھے۔ اپالو نے اسے سمجھا دیا تھا کہ ہیلی کاپٹر کو تباہ کرنے کے لیے ہینڈ گرینیڈ ضروری ہیں۔

وہ تمام ضروری سامان لے کر بستی سے جانے لگے تو آدھے گھنٹے تک سفر کرنے کے بعد انھیں مسلسل فائرنگ کی آوازیں سنائی دیں۔ ہیلی کاپٹر کے قریب فائرنگ کا تبادلہ ہو رہا تھا۔ میں نے جیپ میں بیٹھے ہوئے ایک شخص کے دماغ پر قابض ہو کر اس کے ریوالور کو اس شخص کی کھوپڑی سے لگا دیا جو ڈرائیو کر رہا تھا۔ پھر اس نے سخت لہجے میں کہا "گاڑی روک دو، ورنہ گولی کھوپڑی کے پار ہو جائے گی۔"

وہ گاڑی روکتے ہوئے بولا "کیا تمہارا دماغ خراب گیا ہے؟"

"دماغ تو تم لوگوں کا خراب ہے جو اپنے مالک کو چھوڑ کر نمک حرامی کرتے ہوئے اپالو کا ساتھ دے رہے ہو۔"

ڈرائیو کرنے والا مقامی زبان بول رہا تھا لیکن میں دوسرے آلہ کاروں کے ذریعے اس کی بات سمجھ رہا تھا۔ میں نے وہاں وقت ضائع نہیں کیا۔ ان میں سے ایک کے ذریعے ڈرائیور کو ختم کردیا۔ پھر چاروں نے بڑے بڑے تھیلوں میں ہینڈ گرینیڈ ڈالے۔ انھیں اپنے شانوں سے لٹکایا۔ اس کے بعد ٹامی گن اور کارتوس کی پیٹیاں لے کر دو مختلف سمتوں میں جانے لگے۔

مجھے ان چاروں کے دماغوں کو مجبور کرنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ وہ یوگو ہنٹر کے وفادار تھے ـــــــ ضمیر کو بیدار کرنے پر اپنے مالک کی خاطر جان کی بازی لگانے کے لیے تیار ہوگئے تھے۔ صرف انھیں گائڈ کرنے کی ضرورت تھی اور میں کرتا جا رہا تھا۔

وہ دو دو کی ٹیم بنا کر دو مختلف سمت گئے تھے۔ میں نے ان کے ذہن میں یہ بات بٹھا دی کہ حملہ کرتے وقت اگر ایک آدمی ہینڈ گرینیڈ پھینکے گا تو دوسرا ٹامی گن کے ساتھ تیار رہے گا۔ تاکہ مورچے سے پلٹ کر بھاگنے والوں پر مسلسل فائرنگ کی جائے۔ پانچ منٹ کے بعد ہی ہینڈ گرینیڈ کے زبردست دھماکے ہونے لگے۔

یہ دھماکے ایسے ہی وقت ہو رہے تھے، جب دوسری طرف دریائی راستے سے کیڈی ولسن ہیلی کاپٹر کے لیے ایندھن لے کر آرہا تھا۔ میں نے وقت کا خاص خیال رکھا تھا۔ تاکہ ادھر اپالو اور اس کے آدمیوں کا دھیان دھماکوں کی طرف رہے، اُدھر ہیلی کاپٹر کی ٹنکی ایندھن سے بھرتی رہے۔

اپالو اور اس کے آدمی سمتوں کے لحاظ سے شرقاً غرباً بیک وقت فائرنگ میں گھر گئے تھے۔ اس لیے شمالاً جنوباً فرار کا راستہ بنا رہے تھے۔ میں بستی کے چار جوانوں کے دماغوں میں باری باری پہنچتا جا رہا تھا۔ ان کے ذریعے دیکھتا جا رہا تھا۔ اپالو کبھی درختوں اور جھاڑیوں کے پیچھے چھپ جاتا تھا، کبھی دوڑتا ہوا کسی ٹیلے کی آڑ میں جاکر جوابی فائرنگ کرتا تھا۔

جوابی فائرنگ میں بستی کے دو جوان ہلاک ہوگئے۔ آخر وہ درندہ جنگل کے خونخوار درندوں کو شکار کرتا آیا تھا۔ انھیں کبھی مردہ اور کبھی زندہ پکڑ کر لاتا تھا۔ پھر وہ بے چارے ناتجربہ کار جوان اس کے سامنے کیا اہمیت رکھتے تھے۔ اس نے صرف پندرہ منٹ کے اندر دو جوانوں کو ختم کردیا تھا۔ میری کوشش تھی کہ باقی دو جوان زندہ سلامت رہیں اور اپالو کو گھیر کر زیادہ دور جانے کا موقع نہ دیں۔ تاکہ مرجانہ اور بلبا اسے آسانی سے تلاش کرسکیں۔

وہ تنہا نظر آرہا تھا۔ اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ اس کے دوسرے ساتھی دو طرفہ فائرنگ کے اور ہینڈ گرینیڈ کے دھماکوں کے نتیجے میں ختم ہوگئے ہیں۔ صرف وہی بچا ہے اور اس کی امداد کے لیے مختلف بستیوں سے لوگ اسی وقت آسکتے تھے، جب وہ مدد کے لیے پکارتا لیکن وہ کسی کو پکار نہیں سکتا تھا۔ اندیشہ تھا کہ پہنچتے ہی اس کے مخالف آواز کی سمت فائرنگ شروع کردیں گے۔

پھر بھی اسے غصے سے چیخنا پڑا۔ ساتھ ہی وہ تیزی سے کچھ بول رہا تھا۔ میں بستی کے دو جوانوں کے ذریعے اس کی باتوں کو سمجھ سکتا تھا۔ اس نے دور سے پہلے گڑگڑاہٹ کی آواز سنی تھی پھر سمجھ گیا کہ پنکھا گردش کر رہا ہے۔ ہیلی کاپٹر پرواز کر رہا ہے۔ وہ گالیاں دیتے ہوئے یوگو ہنٹر، سجاد اور مرجانہ کو اب بھی چیلنج کر رہا تھا کہ وہ جزیرے سے باہر نہیں جاسکتے۔ ایک بار اسے قریب آنے کا موقع مل جائے تو وہ ہیلی کاپٹر سمیت ان سب کو تباہ کردے گا۔

وہ جوان چند لمحوں کے لیے لڑائی بھول کر ہیلی کاپٹر کو پرواز کرتے ہوئے دیکھنے لگے۔ یہ دیکھنا بڑا مہنگا پڑا۔ اچانک تڑتڑاتڑ کی آواز کے ساتھ فائرنگ ہوئی، پھر وہ دونوں تڑپ کر زمین پر گرے۔ اپالو نے اپنا غصہ ان پر اتارا لیکن دشمنوں کے ہاتھ سے نکل جانے کا غصہ کم نہیں ہو رہا تھا۔ یہ اچھی طرح سمجھتے ہوئے بھی کہ ہیلی کاپٹر بہت اوپر ہے، وہ اپنا غصہ اتارنے کے لیے اس پر فائرنگ کرنے لگا۔ ذرا دیر بعد ہی فائرنگ کی آواز گھٹ کر رہ گئی۔ کارتوس ختم ہوگئے تھے۔ اس نے آس پاس دیکھا، کچھ نہیں تھا۔ اس کے شانے سے جو بیلٹ لٹک رہا تھا، وہ کارتوس سے خالی ہوچکا تھا۔ یہ سب کچھ میں مرجانہ کے ذریعے دیکھ رہا تھا۔ وہ اور بلبا اس سے تقریباً ایک فرلانگ کے فاصلے پر تھے مگر اسے دیکھ سکتے تھے۔ مرجانہ نے اچانک ہی اس کی طرف فائرنگ کی۔ اس طرح کہ اسے گولی نہ لگے۔ وہ بوکھلا کر وہاں سے بھاگنے لگا۔ بلبا نے سخت لہجے میں کہا "مرجانہ! یہ کیا حماقت ہے۔ اس پر فائرنگ کروگی تو وہ مقابلے کے بغیر مر جائے گا۔ میری حسرت دل میں رہ جائے گی۔"

مرجانہ نے کہا "صرف میری حسرت دل میں رکھو، باقی بھول جاؤ۔"

وہ تیزی سے اس سمت میں بڑھتی جا رہی تھی، جہاں اپالو گیا تھا۔ وہ ابھی نظر نہیں آرہا تھا۔ بلبا نے کہا "مرجانہ! ہم دوست ہیں۔ دوست کی حیثیت سے میری بات مان لو۔"

"یہی میں کہتی ہوں میں بھی دوست ہوں، تم میری بات مان لو۔ مقابلے کا خیال دل سے نکال دو۔ میں نے تم سے کتنی التجا کی کہ

ہیلی کاپٹر میں چلے جاؤ مگر تم ضدی ہو۔ کیا اپنی مرجانہ کی بات نہیں مانو گے؟"

"میں میدانِ جنگ میں صرف قوّتِ بازو کو مانتا ہوں اور اپنے ہتھیاروں سے منواتا ہوں۔"

وہ بھی تیزی سے دوڑتا ہوا مرجانہ کے قریب سے گزر کر آگے نکل جانا چاہتا تھا۔ مرجانہ نے اس کی ٹانگ میں ٹانگ اڑا دی۔ وہ دھپ سے اوندھے منہ زمین پر گر پڑا۔ ایک تو زخموں سے چُور تھا، دوسرے کمزور ہو چلا تھا۔ زمین پر گرنے کے بعد اٹھنے میں ذرا وقت لگا۔ اتنی دیر میں مرجانہ اس سے کئی گز دور نکل گئی تھی۔ فائرنگ کرتے ہوئے اپالو کو چیلنج کرنے کے انداز میں خطرے کی گھنٹیاں سناتے ہوئے آگے بڑھتی جا رہی تھی۔

اچانک اس کی پشت پر دھپکا سا ہوا۔ بلبا نے رائفل کے کُندے سے اس کی پیٹھ پر ضرب لگائی تھی۔ وہ لڑکھڑا کر اوندھے منہ گھاس پر گر پڑی۔ بلبا اس کے اٹھنے کا انتظار کیے بغیر دوڑتا ہوا آگے نکل گیا۔ میں نے رسونتی بن کر کہا: "مرجانہ! یہ کیا حماقت ہے؟ بلبا

گیا۔ میں نے رسونتی بن کر کہا: "مرجانہ! یہ کیا حماقت ہے؟ بلبا
غیر مہذّب، جاہل اور انسان نما درندہ ہے۔ تم تو انسان ہو۔ عقل سے کام لو۔ اگر وہ مقابلہ کرنا چاہتا ہے تو اسے اپالو تک پہنچنے دو۔ جب مقابلے کا وقت آئے گا تو میں بلبا کو اس سے دور لے جانے کی کوشش کروں گی یا پھر لڑائی کا دستور یہ ہے کہ تم اپالو سے پہلے مقابلہ شروع کر دو گی تو تمہارا مقابلہ ختم ہونے تک یا تمہارے پیچھے ہٹنے تک بلبا اس کو ہاتھ نہیں لگائے گا۔ یہ اس کی مردانگی کے خلاف ہو گا کہ اپالو کے مقابل دو ہوں۔ لہٰذا تم دونوں ساتھ چلو۔ میں ابھی اعلیٰ بی بی کے پاس سے آ رہی ہوں۔"

میں اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ہیلی کاپٹر کی اگلی سیٹ پر بیٹھی پائلٹ کے فرائض انجام دے رہی تھی۔ مجھے محسوس کرتے ہی کہنے لگی "میں نے مرجانہ اور بلبا کو بہت سمجھایا کہ میرے ساتھ چلیں۔ ابھی اپالو سے انتقام لینے کا خیال دماغ سے نکال دیں، مگر دونوں ہی لڑائی کے وقت انسان کے بجائے بھری ہوئی بندوق بن جاتے ہیں، یہ نہیں سوچتے کہ ان کی گولی دوستوں کو لگے گی یا دشمنوں کو۔"

"کیا تم سجّاد کو اپنے ادارے کے لوگوں تک پہنچانے جا رہی ہو؟"

"یونان کے مشرقی ساحل پر شیخ الفارس غلام حسین البرقی کے خاص لوگ موجود ہیں۔ مرجانہ نے مجھے تفصیل سے بتایا تھا کہ شیخ الفارس کے ساتھ کس طرح معاملات طے ہوئے ہیں۔ ان کے آدمی سجّاد کو بابا صاحب کے ادارے میں بخیریت پہنچا دیں گے۔"

میں نے پریشان ہو کر کہا "جب میرے تمام ساتھی مختلف سمتوں میں بٹ جاتے ہیں تو میری توجہ بھی بٹ جاتی ہے اور مصروفیات بھی بڑھ جاتی ہیں۔ اب یہی دیکھو کہ تم سب جزیرے میں ایک جگہ تھے تو ایک ہی طرف توجہ تھی لیکن اب کبھی مرجانہ اور بلبا کے پاس رہنا ہو گا، کبھی تمہارے اور سجّاد کے پاس آنا ہو گا۔ ثبانہ بھارتی فوج کی حراست میں ہے۔ سونیا یہودی سیکرٹ ایجنٹوں کے دام میں آ گئی ہے۔ رسونتی اگرچہ ایک خفیہ اڈے میں محفوظ ہے، تاہم اس وقت تک پارس اور اس کی طرف سے اطمینان نہیں ہو سکتا، جب تک وہ بابا صاحب کے ادارے میں نہ پہنچ جائے۔ اتنی سمتوں میں تقسیم ہونے کے بعد مجھے بیروت میں بھی دماغی طور پر حاضر رہنا ہے۔ یہاں میری اپنی مصروفیات ہیں۔"

"تم ہماری فکر نہ کرو۔ میں سجّاد کو بحفاظت بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا دوں گی۔"

"بیشک، مجھے تمہاری صلاحیتوں پر پورا بھروسہ ہے۔ تم جانتی ہو، ہم سب سونیا کی صلاحیتوں پر زیادہ بھروسہ کرتے ہیں۔ اس کے باوجود میں اس کے پاس پہنچتا رہتا ہوں۔ ہمارے تجربات نے سکھایا ہے کہ جہاں ہمیں اطمینان ہوتا ہے، کوئی نہ کوئی ایسی نئی بات، نئی مشکلات پیدا ہو جاتی ہیں کہ پھر ہمیں سنبھلنے کے لیے مہینوں لگ جاتے ہیں۔ فی الحال میں مرجانہ کے پاس جا رہا ہوں۔ یونان پہنچنے تک تمہارے پاس آؤں گا۔"

میں پہلے یوگو ہنٹر کے دماغ میں پہنچا۔ وہ مرجانہ اور بلبا سے بہت پیچھے تھا اور جنگل کے نشیب و فراز سے گزرتا ہوا اسی طرف بڑھ رہا تھا، جہاں سے کبھی کبھی مرجانہ اور بلبا کی آواز سنائی دیتی تھی یا فائرنگ کی آواز گونجنے لگتی تھی۔ وہ سوچتا جا رہا تھا "میں کن کمبختوں کے درمیان میں پھنس گیا ہوں۔ یہ آپس میں دوست ہیں۔ ایک دوسرے کو چاہتے ہیں لیکن اپالو تک پہنچنے کے لیے دشمنوں کی طرح لڑ رہے ہیں۔ میں نے ایسی دوستی اور دشمنی اپنی زندگی میں نہیں دیکھی۔ کمبخت یہ عورت ہے مگر بلبا جیسے بلڈوزر کو گرا دیتی ہے۔ بہرحال وہ تو زخموں سے چُور ہے۔ کیا واقعی اپالو سے مقابلہ کر سکے گی؟"

وہ سوچتا ہوا تیزی سے آگے بڑھتا جا رہا تھا۔ مرجانہ اور بلبا کو عقل آ گئی تھی کہ ایک دوسرے سے لڑتے ہوئے جائیں گے تو شاید اپالو تک نہ پہنچ سکیں اور اپالو کسی ایسی بستی میں پہنچ جائے گا جہاں اُسے اپنے آدمیوں کی مدد حاصل ہو جائے گی۔ لہٰذا ان دونوں نے اپنی سمتیں بدل دی تھیں۔ ایک دوسرے سے الگ مختلف راستوں سے اپالو کو تلاش کرتے جا رہے تھے۔

جنگل میں راستے نہیں ہوتے، کہیں کہیں پگڈنڈیاں ہوتی ہیں، ورنہ اونچے نیچے رہ گزر ہوتے ہیں۔ کانٹے دار جھاڑیاں اور

دلدلیں ہوتی ہیں، یا پھر ایسی خندقیں ہوتی ہیں جو جانوروں کو پھانسنے کے لیے کھودی جاتی ہیں۔ ایسی ہی ایک خندق میں بلبا گرتے گرتے بچ گیا۔

اس کے راستے میں ایسی جگہ آ گئی تھی، جہاں ضرورت سے زیادہ گھاس اور جھاڑیاں نظر آ رہی تھیں۔ ایسی جگہ ہمیشہ خطرناک ہوتی ہے۔ بلبا کو ان باتوں کا تجربہ تھا۔ غیر قدرتی طور پر جہاں گھاس زیادہ ہو اور اوپر سے جھاڑیاں بچھی ہوں تو اس کی تہ میں خندق ہوتی ہے۔ مزید اطمینان کرنے کے لیے اس نے ذرا آگے بڑھ کر اپنے رائفل کے کُندے کو اس گھاس کے ڈھیر پر رکھا تاکہ خندق کی موجودگی کا یقین کر سکے۔

اسی لمحے اس کی چھٹی حس نے خطرے سے آگاہ کیا۔ وہ فوراً بیٹھ گیا۔ بیٹھتے ہی کوئی تیزی سے اس کے سر پر سے گزرا۔ وہ اپالو تھا۔ اس نے پیچھے سے اسے لات مار کر خندق میں گرانا چاہا تھا، لیکن بلبا بیٹھ گیا تھا اور وہ اس کے سر کے اوپر سے گزر گیا۔ اسے خندق میں گر جانا چاہیے تھا مگر ایسا نہیں ہوا۔ وہ بھی خندق کے دوسری طرف پہنچ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

اصل میں دونوں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر تھے۔ دونوں ہی جنگلوں میں زندگی گزارنا، اپنے شکار کو مختلف ہتھکنڈوں سے دام میں لانا خوب جانتے تھے۔ اپالو ایک اونچے درخت سے لٹکنے والے رسّے کو پکڑ کر جھولتا ہوا بلبا کے پیچھے آیا تھا تاکہ لات مار کر گراتا ہوا خندق کے دوسری طرف پہنچ جائے۔ وہ تو اسی طرح جھولتا ہوا دوسری طرف پہنچ گیا تھا لیکن بلبا بھی محفوظ رہ گیا تھا۔ وہ بھی اٹھ کر دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ خندق کے ادھر یہ، اُدھر وہ، دونوں ایک دوسرے کے لیے چیلنج بنے ہوئے تھے۔ زندگی سوچ رہی تھی، کس کا ساتھ دے۔ موت سوچ رہی تھی، کسے ساتھ لے جائے۔

اپالو دوسری طرف سے اس کے قریب آ کر اسے سر سے پاؤں تک دیکھتے ہوئے، ہاتھ کے اشارے سے کچھ کہنے لگا۔ اس کی زبان سمجھ میں تو نہیں آئی لیکن اشارہ سمجھ میں آ گیا۔ وہ بلبا کے زخموں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے شاید کہہ رہا تھا کہ اب وہ کیا مقابلہ کر سکے گا؟

بلبا نے اشارے کو سمجھتے ہوئے جواب دیا "شاید تم بھول گئے کہ زخمی شیر زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔"

وہ بھی اپالو کے قریب پہنچ رہا تھا۔ دونوں ایک دوسرے کی زبان نہیں سمجھ رہے تھے البتہ ہاتھوں اور لاتوں کی زبان خوب سمجھتے تھے۔ اس لیے ان کے درمیان وہی بولی شروع ہو گئی۔ بلبا نے ہاتھوں سے سوال کیا۔ اپالو نے لاتوں سے جواب دیا۔ پھر بلبا نے اپنے داؤ آزمائے تو کبھی اپالو اپنا بچاؤ کرتا تھا۔ کبھی داؤ میں آ جاتا تھا، کبھی مار کھاتا تھا۔ یہ ثابت ہو رہا تھا کہ واقعی زخمی شیر زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔

اب اپالو بلبا کے جسم کے ایسے حصّوں پر حملے کر رہا تھا، جہاں اسے سخت چوٹیں آئی تھیں۔ وہ زخمی بھیڑیے کی طرح غرّاتا تھا۔ شیر کی طرح دہاڑتا تھا پھر جوابی حملے کرتا تھا — جہاں پہلے ہی زخم تھے، دشمن وہاں اور زخم لگا رہا تھا۔ ایسے میں سنبھلنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ بلبا خواہ کیسا ہی پہاڑ ہو، چٹان ہو، بلڈوزر کی طرح بڑے بڑے پہاڑوں کو کاٹ کر گزر جانا جانتا ہو، تاہم زخموں کے ساتھ لڑنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ ہزار ضبط کے باوجود وہاں سے لہو بھی رِستا ہے۔ درد کی ٹیسیں بھی اٹھتی ہیں۔ وہ حصّہ کمزور ہوتا چلا جاتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ کمزور ہوتا جا رہا تھا۔ ضد کی وجہ سے پاؤں پر کھڑا ہوا تھا اور اس کے مقابلے پر ڈٹا ہوا تھا۔ اپالو سمجھ گیا کہ یہ تھوڑی دیر کا مہمان ہے۔ ابھی زمین پر گرے گا اور مٹی کے کیڑے سے زیادہ اس کی پہچان نہیں رہے گی۔

ایسے ہی وقت دور کہیں سے مرجانہ کی پکار سنائی دی۔ "بلبا! تم کہاں ہو؟"

اس کی آواز جنگل کے سنّاٹے میں دور تک گونج رہی تھی۔ میں بلبا کے ذریعے آس پاس کا ماحول دیکھ رہا تھا۔ اب اس کی آنکھوں کے سامنے دھندلکا چھا رہا تھا۔ وہ دیکھنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ مرجانہ کی آواز سن کر اس میں ایک ذرا سی تازگی پیدا ہوئی۔ وہ پاؤں زمین پر اچھی طرح جما کر پینترا بدلنا چاہتا تھا، اپالو پر حملہ کرنا چاہتا تھا، لیکن آگے بڑھتے ہی لڑکھڑا کر گر پڑا۔

پھر مرجانہ کی آواز چاروں طرف گونجنے لگی "اپالو! تم چھپ کر نہیں رہ سکو گے۔ میں جنگل جنگل، بستی بستی تمہارا پیچھا کروں گی۔"

اپالو قہقہہ لگا کر اپنی زبان میں کچھ کہنے لگا۔ شاید کہہ رہا ہو، ناگ کا سر تو کچلا جا رہا ہے، اب ناگن اس کا انتقام لینے آ رہی ہے۔ آئیے، آ جائیے . . .

یہ کہہ کر اس نے آواز لگائی۔ اپنی زبان میں کچھ کہا۔ اس کی آواز بھی دور تک گونجنے لگی۔ میں نے مرجانہ کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ وہ اس کی آواز سن رہی تھی۔ میں نے کہا "بلبا کا بُرا حال ہے۔ وہ لڑتے لڑتے زخموں کی تاب نہ لا کر زمین پر گر پڑا ہے۔ میں تمہاری رہنمائی کرتی ہوں۔ ادھر دوڑتی ہوئی جاؤ۔"

مرجانہ نے دوڑ لگائی۔ میں اس کی رہنمائی کرتا رہا۔ پھر وہ اسی خندق کے قریب ذرا فاصلے پر پہنچ کر ٹھٹک گئی۔ اس کی آنکھوں کے سامنے بلبا کا پورا جسم خون میں لت پت تھا۔ پہچانا نہیں جا رہا تھا

زمین پر گرنے کے باعث لہو سے مٹی اور گھاس وغیرہ چپک گئی تھی۔ عجیب حلیہ بن گیا تھا۔ زمین پر سے اٹھنا چاہتا تھا لیکن پالو اسے اٹھنے کا موقع نہیں دیتا تھا۔ پے در پے ٹھوکریں مار کر اسے گرا دیتا تھا۔

وہ رستہ جس کے ذریعے اپالو جھول کر خندق سے اس پار پہنچا تھا وہ واپس اسی درخت کے پاس پہنچ کر جھول رہا تھا۔ پھر مرجانہ رستے کو کیسے نہ استعمال کرتی۔ اچانک اپالو کے منہ پر ایک زبردست ٹھوکر پڑی۔ وہ پیچھے گرا۔ مرجانہ رستے سے جھولتے ہوئے آئی۔ اسے ٹھوکر مارتے ہوئے اس کے پاس سے گزری اور دوسری طرف پہنچ کر زمین پر کھڑی ہو گئی تھی۔ اپالو فوراً ہی اٹھ کر بیٹھ گیا لیکن کھڑا نہ ہو سکا۔ جو ٹھوکر اس کے منہ پر لگی تھی، اس کا دل ہی دل میں تجزیہ کر رہا تھا۔ کیا ایک عورت کے پاؤں اتنے مضبوط ہو سکتے ہیں کہ وہ ٹھوکر مارے تو آہنی ہتھوڑے کی طرح لگے؟

پھر وہ کھڑا ہو گیا۔ غور سے مرجانہ کے پاؤں کی طرف دیکھنے لگا۔ شاید اس نے لوہے کے جوتے پہنے ہیں لیکن اس نے شکاریوں جیسے جوتے پہنے ہوئے تھے۔ وہ پینترا بدلتے ہوئے بولی "میرے قدموں کو ہی دیکھتے رہو۔ سر اٹھاؤ گے تو آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا جائے گا۔"

وہ غرا کر پینترے بدل رہا تھا۔ پہلے تو اس نے سوچا تھا کہ اس عورت کو چٹکی میں مسل دے گا لیکن ایک ہی ٹھوکر نے سمجھا دیا تھا۔ پینترا بدلے بغیر ناپ تول کر حملہ نہیں کرے گا تو مار کھا جائے گا۔

اسی وقت یوگو ہنٹر کی آواز سنائی دی۔ وہ دور سے چیخ کر کہہ رہا تھا "مرجانہ! اس سے دور ہی رہ کر مقابلہ کرنا۔ ورنہ مار کھا جاؤ گی۔"

مرجانہ کا ذہن ذرا بھٹک گیا۔ اتنی سی دیر میں اپالو نے کامیاب حملہ کیا۔ اس کے منہ پر ایک ایسا زبردست گھونسا رسید کیا کہ وہ لڑکھڑا کر پیچھے ہٹی۔ پھر کراٹے کا ہاتھ اس کی گردن پر پڑا۔ وہ ذرا اور پیچھے چلی گئی۔ اپنے دونوں ہاتھ اور ہتھیلیاں یوں پھیلا دیں جیسے گھبرا رہی ہو۔ مار کھا کر بس بس کہہ رہی ہو۔ اپالو ہنسنے لگا۔

وہ ہنسی دوسرے ہی لمحے ختم ہو گئی۔ وہ جو ہتھیلی اسے روکنے کے لیے پھیلی ہوئی تھی، اب اس ہتھیلی کی انگلیاں پھیل رہی تھیں۔ جیسے پنجہ لڑانے کی دعوت دے رہی ہوں۔ اپالو نے اپنی زبان میں کچھ کہا۔ یوگو ہنٹر قریب پہنچ چکا تھا۔ میں اس کے ذریعے سمجھ گیا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا "تم عورت ہو۔ آنکھیں لڑاتے اچھی لگو گی، پنجہ کیوں لڑانا چاہتی ہو؟ بہرحال میں تمہاری حسرت پوری کر دیتا ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے آگے بڑھ کر مرجانہ سے پنجے ملائے۔ دونوں کی انگلیاں ایک دوسرے سے الجھ گئیں۔ اس کے ساتھ ہی اپالو کے ہوش اڑ گئے۔ پہلے ٹھوکر لگی تھی۔ اب انگلیوں سے انگلیاں پھنسی ہوئی تھیں۔ یوں لگ رہا تھا، جیسے آہنی شکنجے میں پھنس ہوں۔ وہ پریشان ہو کر مرجانہ کو دیکھنے لگا۔

وہ بڑی سفاکی سے مسکرا رہی تھی۔ لڑنے کے دوران میں اپنا توازن قائم رکھنے کے خاص انداز میں کھڑی ہوئی تھی۔ یوں لگتا تھا، سامنے چٹان آ گئی ہو۔ وہ زور لگا کر مرجانہ کو پیچھے دھکیلنے لگا۔ مرجانہ آہستہ آہستہ پیچھے ہٹ رہی تھی لیکن کہتی جا رہی تھی "تم مجھے جہاں تک رگیدتے رہو گے، میں جاتی رہوں گی لیکن میری انگلیوں سے اپنی انگلیاں چھڑا نہیں سکو گے۔"

وہ سمجھ رہا ہو گا، بڑے سے بڑے پہلوانوں کی گرفت سے کوئی بھی نکل سکتا ہے لیکن شکنجہ آہنی ہو تو اس میں سے انسانی ہاتھ نہیں نکل سکتا۔ اس کی انگلیاں چٹخ رہی تھیں۔ اس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو اب تک انگلیاں ٹوٹ کر رہ جاتیں لیکن وہ شیروں اور ریچھوں سے لڑتا آیا تھا۔ اس کے ہاتھ بھی پتھر کی طرح مضبوط تھے۔ ویسے پتھر اور فولاد میں فرق ہوتا ہے اور وہ فرق اب سمجھ میں آ رہا تھا۔

اس نے کئی طرح کے داؤ استعمال کیے۔ الٹی قلابازی کھا کر خود کو اس کی گرفت سے نکال سکتا تھا لیکن اس کے لیے بڑے حوصلے کی ضرورت تھی۔ ہاتھوں کو مختلف زاویوں سے حرکت دیتے ہی انگلیاں یوں چٹخنے لگتی تھیں جیسے اب تب میں ٹوٹنے ہی والی ہوں۔ مرجانہ نے اونچی آواز میں کہا "یوگو ہنٹر! اسے اپنی زبان میں سمجھاؤ، میں نے صرف شکنجے میں لیا ہے انگلیاں موڑنا چاہوں گی تو یہ میرے قدموں میں بیٹھا رہ جائے گا۔ اٹھ نہیں سکے گا۔"

یوگو ہنٹر اس کا ترجمہ سنا رہا تھا۔ اس کے بعد مرجانہ نے خود ہی اپالو کو دھکا دیتے ہوئے اس کی انگلیوں کو آزاد کر دیا ساتھ ہی یکے بعد دیگرے کراٹے کے ہاتھ جمائے۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا مار کھاتا ہوا پیچھے ہٹا پھر اچانک پلٹ کر دوڑتے ہوئے خندق کے دوسری طرف چلا گیا۔ وہ دونوں ہاتھوں کو یوں جھٹک رہا تھا جیسے انگلیوں میں ہونے والی شدید تکلیف کو دور کر رہا ہو اس کے چہرے پر کراٹے کا جو ہاتھ پڑا تھا، اس کے بعد وہ کراہنا تو نہیں چاہتا تھا مگر غرا رہا تھا۔

دوسری طرف کھڑا ہوا یوگو ہنٹر تالیاں بجا رہا تھا۔ بچوں کی طرح خوش ہو کر اچھلتے ہوئے کہہ رہا تھا "اوہ گاڈ! میں عجب تماشا دیکھ رہا ہوں۔ اے اپالو! کیا ہوا تمھیں؟ تم درندوں سے مقابلہ کرتے ہو۔ شیروں کے جبڑے چیر دیتے ہو اور ریچھوں کے لمبے لمبے ناخنوں کی پروا نہ کرتے ہوئے انھیں بے بس کر دیتے ہو۔ یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں؟ تم ایک عورت سے شکست کھا رہے ہو؟ اس سے دور خندق کے دوسری طرف چلے گئے ہو؟ مجھے شرم آ رہی ہے۔"

اپالو غصے سے یوگو ہنٹر کو گالیاں دینے لگا۔ پھر چیلنج کرنے لگا "ابھی مرجانہ سے نمٹنے کے بعد تمہاری گردن توڑوں گا۔ اس عورت سے ذرا دور ہٹ گیا ہوں تو کیا ہوا؟ میں شیروں سے لڑتا ہوں اور شیروں کا انداز اپناتا ہوں۔ وہ جب بھی اپنے شکاریوں پر جھپٹتے ہیں، تو پہلے فائرنگ کی رینج سے دور رہ کر چاروں طرف چکر لگاتے ہیں۔ شکاریوں کی پوزیشن کو اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ اس کے بعد حملہ کرتے ہیں۔ میں نے اس عورت کو سمجھنے میں غلطی کی۔ اس غلطی نے مجھے اچھا سبق سکھایا ہے۔ اب میں اسے سبق سکھاؤں گا۔"

یہ کہنے کے بعد وہ اپنے پاؤں کے دونوں پنجوں کے بل اچھلنے لگا جیسے داؤ لگانے والے یا ورزش کرنے والے اسکپنگ کرتے ہیں۔ اپنے ہاتھوں کو جھٹکتا بھی جاتا تھا اور کبھی جھک کر سیدھے ہو کر، دائیں بائیں گھوم کر ورزش بھی کرتا جاتا تھا۔ وہ اپنے جسم کے تمام پٹھوں کو فارم میں لا رہا تھا۔ اس دوران میں مرجانہ کے قریب بھی آتا جا رہا تھا۔

جب وہ تقریباً دو گز کے فاصلے پر رہ گیا تو مرجانہ نے کراٹے کا پوز لیتے ہوئے ایک چیخ ماری۔ کراٹے باز اسی طرح چیخ مار کر اپنے مقابل کو للکارتے ہیں کہ سنبھل جاؤ۔

اپالو سنبھل گیا۔ اس نے دیکھا، وہ کراٹے کے لیے پینترا بدل رہی ہے۔ وہ بھی پینترا بدلنے لگا۔ اچانک مرجانہ نے فضا میں قلابازی کھائی۔ وہ سمجھ گیا کہ ٹھوکر مارے گی۔ اس سے پہلے ہی وہ بیٹھ گیا لیکن پھر بھی اندازے کی غلطی ہوئی۔ مرجانہ کا یہ پرانا داؤ تھا کہ فلائنگ کک مارنے کے انداز میں پہلے وہ فضا میں قلابازی کھاتی تھی لیکن مقابل کے اوپر سے گزر کر پیچھے چلی جاتی تھی۔ پھر اس سے پہلے کہ مقابل حیران ہو کر اسے دیکھتا یا حملے کے انداز کو سمجھتا، اس کے منہ یا سینے پر زوردار ٹھوکر پڑتی تھی، اور یہی ہوا۔ اپالو کی آنکھوں کے سامنے بجلی سی کوند گئی۔ وہی آہنی ہتھوڑا منہ پر لگا۔ وہ ذرا سا لڑکھڑایا۔ پھر اس کے سینے پر ایک لات پڑی۔ اس کے بعد تو جیسے کھوپڑی گھوم کر رہ گئی۔ وہ بلندی سے پستی میں گرتا چلا گیا۔ بے ساختہ اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ حالانکہ وہ دہشت زدہ ہونا نہیں جانتا تھا۔ بعد میں اسے پتا چلا کہ وہ خندق میں گرتا جا رہا ہے۔

وہ گہری تاریکی میں پہنچ کر دھپ سے گرا لیکن فوراً اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس پر ڈھیر سارا کچرا گر رہا تھا۔ کچرا کیا تھا، گھاس اور جھاڑیاں تھیں جو خندق کے اوپر بچھائی گئی تھیں۔ اب وہاں تاریکی نہیں تھی۔ وہ جھاڑیوں کو اپنے اوپر سے ہٹا کر ایک طرف پھینکتے ہوئے اوپر دیکھنے لگا۔ مرجانہ دونوں ہاتھ کمر پر رکھے کھڑی ہوئی کہہ رہی تھی "اپالو! یہ خندق دس فٹ کے دائرے میں کھودی گئی ہے۔ اس کی گہرائی تقریباً بیس یا پچیس فٹ ہو گی۔ اگر میں بھی اس خندق میں پہنچ جاؤں تو؟"

"آ جاؤ، نیچے آ جاؤ۔ میں تمہاری لاش یہیں دفن کرنے کے بعد اوپر جاؤں گا۔"

"میں تمھیں اوپر ہی بھیجنا چاہتی ہوں۔ فیصلہ تم پر چھوڑتی ہوں۔ یہاں کھلی جگہ مقابلہ کرو گے یا اس خندق میں جہاں تم دس فٹ سے زیادہ دور نہیں جا سکو گے؟ شیروں کی طرح اپنے شکاری کی پوزیشن کو سمجھ کر حملے نہیں کر سکو گے؟ یہی حال میرا ہو گا۔ بولو کیا چاہتے ہو؟"

میں نے اس سے کہا "تم ابھی خندق کے اندر نہ جانا۔ پہلے یہ طے ہو جائے کہ تمھیں وہاں سے کون نکالے گا۔ ایک یوگو ہنٹر وہاں موجود ہے۔ مجھے اس کے دماغ میں موجود رہنا پڑے گا۔ اس سے پہلے ذرا اعلیٰ بی بی اور فرہاد کی خبر لے لوں۔ تم اس وقت تک اپالو کو طیش دلاتی رہو۔ جنگ لڑنے کا سب سے اہم ہتھکنڈہ یہ ہے کہ مقابل کو زیادہ سے زیادہ طیش دلایا جائے میں ابھی آتی ہوں۔"

یہ کہتے ہی میں اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ گیا۔ ہیلی کاپٹر کا سفر ختم ہو چکا تھا۔ وہ یونان کے مشرقی ساحل پر پہنچ گئی تھی۔ اس کے بعد ایک بند گاڑی میں سجاد کے ساتھ بیٹھ کر کسی چھوٹے سے بنگلے میں پہنچ رہی تھی۔ مجھے محسوس کرتے ہی اس نے اپنے آس پاس بیٹھے ہوئے لوگوں کو دیکھا پھر ان کے ساتھ گاڑی سے اتر کر کوٹھی کے دروازے کی طرف جاتے ہوئے بولی "یہ بلیک شیڈو کے آدمی ہیں۔ پتا نہیں شیخ الفارس کے تمام لوگ کہاں رہ گئے؟ میرے ہیلی کاپٹر کے پاس یہی لوگ پہنچ گئے تھے۔ میں ان کے ساتھ جانا نہیں چاہتی تھی۔ جانے کا مطلب یہ ہوتا کہ سجاد، بلیک شیڈو کی تحویل میں چلا جاتا۔ اب بھی شاید یہی ہو رہا ہے۔ میں نے بلیک شیڈو کے آدمی سے کہا تھا کہ مجھے اپنے ادارے کے لوگوں کے پاس جانا ہے۔"

وہ سوچ کے ذریعے باتیں کرتے ہوئے دروازے تک پہنچ گئی تھی۔ اس نے کہا "بلیک شیڈو کے آدمی نے مودبانہ انداز

میں یقین دلایا کہ ہم جہاں بھی جانا چاہیں گے، ہمیں پہنچا دیا جائے گا۔ میں نے وہ پتا بتایا، جہاں ہمارے ادارے کے لوگ موجود تھے۔ وہ مجھے اسی وعدے پر گاڑی میں بٹھا کر یہاں تک لے آئے۔ میں پتا تو جانتی ہوں لیکن راستے نہیں پہچانتی۔"

"پھر تم کیسے کہہ سکتی ہو کہ تمھیں بلیک شیڈو کے پاس لے جایا جا رہا ہے؟"

"اس بنگلے کے احاطے میں پہنچتے ہی میں نے دیکھا ہے، یہ سب اجنبی ہیں۔ ہمارے ادارے کا کوئی بھی شخص نہیں ہے۔"

وہ سجاد کے ساتھ ایک بڑے ہال میں پہنچ گئی تھی۔ وہ ہال بھی سامان سے خالی تھا۔ اس کے دور افتادہ حصے میں ایک شیشے کی دیوار تھی۔ اس دیوار کے پار ایک سایہ نظر آ رہا تھا۔ بلیک شیڈو۔

بلیک شیڈو کی گونجتی ہوئی آواز سنائی دی "خوش آمدید مسٹر فرہاد علی تیمور! خوش آمدید مادام اعلیٰ بی بی!"

اعلیٰ بی بی نے کہا "ابھی خوش آمدید کہہ رہے ہو اور پیرس میں مرجانہ سے خوشامدیں کر رہے تھے۔ اسے یقین دلا رہے تھے کہ ہمارے بھروسے والے دوست ہو۔"

"اس میں کیا شک ہے؟ تم جب چاہو ہماری دوستی کو آزما سکتی ہو۔"

"یہ دوستی کا کون سا انداز ہے؟ میں اپنے ادارے کے لوگوں میں جانا چاہتی تھی۔ تمھارے آدمیوں نے ہمیں یہاں پہنچا دیا۔"

"یہاں بھی دوست ہیں۔ ہم دوست ہیں، اعلیٰ بی بی۔"

"یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے۔ سوال پھر دہراتی ہوں۔ اگر دوست ہو تو ہماری منزل تک پہنچانے کے بجائے ہمیں یہاں کیوں لایا گیا ہے؟"

"ہم نے مرجانہ کو اپنے پروگرام کی تفصیل بتائی تھی۔ یہ بھی بتایا تھا کہ ہم کتنے ڈمی فرہاد تیار کر رہے ہیں۔ اس سلسلے میں خطرناک تنظیموں اور دوسرے بڑے ممالک کو بلیک میل کریں گے۔ فریب دیں گے اور ڈمی فرہاد ان کے ہاتھوں فروخت کریں گے۔ اصل فرہاد علی تیمور ہمارے ساتھ رہیں گے اور دوست بن کر رہیں گے۔"

اعلیٰ بی بی نے پوچھا "یعنی ایسی ہی دوستی، جیسی یہودی اب تک کرتے آئے ہیں؟ وہ بھی اسی انداز میں دوستی کا دعویٰ کرتے ہیں۔ تم بہت احمق ہو بلیک شیڈو! اگر ہم سے دوستی کرنے کا سلیقہ نہیں تھا تو دشمنی کی راہ پر کیوں چل پڑے؟ وہ دوست نما دشمن جو ہمیں دوستی کی آڑ میں ہمارے مزاج کے خلاف اپنے راستے پر چلانا چاہتے ہیں، اپنی شرائط منوانا چاہتے ہیں، ان کا انجام آج تک کیا ہوتا رہا؟ کیا تم نہیں جانتے؟"

بلیک شیڈو نے کہا "خوب جانتا ہوں، لیکن تم نہیں جانتیں، مرجانہ کو بتا چکا ہوں۔ تم کسی زندہ انسان کو اس کے عبرت ناک انجام تک پہنچا سکتی ہو لیکن محض ایک سائے کو کیا سزا دے سکتی ہو؟ تم اس سائے کے سینے میں خنجر گھونپنا چاہو گی۔ سایہ زمین پر ہو گا تو خنجر زمین میں پیوست ہو گا۔ دیوار پر ہو گا تو گولی سائے کے سینے میں نہیں، دیوار میں چھید کرے گی۔ اگر اس سائے کو پانی میں ڈبونا چاہو گی تو سایہ پانی کی سطح پر رہے گا۔ ڈبونے والا خود ڈوب جائے گا۔"

"فلسفہ بیان کر رہے ہو۔ کیا ہم مان لیں کہ تم محض سایہ ہو اور اس سائے کا کوئی وجود نہیں ہے؟"

"ماننا ہی ہو گا۔ آج نہیں تو کل ماننا ہو گا جب فرہاد علی تیمور کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں واپس آئیں گی تو وہ میرے سامنے بے دست و پا ہو جائے گا۔ اسے بھی میری برتری تسلیم کرنا ہو گی۔ اس پر بھی یہ انکشاف ہو گا کہ سوچ کی لہریں زندہ انسانوں تک پہنچ سکتی ہیں اور ان پر اثر انداز ہو سکتی ہیں لیکن سائے کا کوئی دماغ نہیں ہوتا۔ ٹیلی پیتھی اس پر اثر نہیں کر سکتی۔ آزمائش شرط ہے۔"

اعلیٰ بی بی نے سوچ کے ذریعے پوچھا "فرہاد! اس کا چیلنج سن رہے ہو؟"

"سن رہا ہوں۔ ذرا اس کے دماغ میں پہنچ کر ابھی آتا ہوں۔"

میں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ بلیک شیڈو کے لب و لہجے کے کاندھوں پر سوار ہو کر اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کرنے لگا۔ پھر میں نے اس کی آواز کو اچھی طرح یاد کیا۔ اس کے سہارے میں نے اسے تلاش کیا۔ پھر بڑی حیرانی سے واپس آ گیا۔ اعلیٰ بی بی نے پوچھا "کیا ہوا؟"

"میں ناکام رہا ہوں۔ وہ نہیں ہے، اس دنیا میں نہیں ہے۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو؟ ہوش میں تو ہو؟ میں اس کی آواز سن رہی ہوں، اس سے گفتگو کر رہی ہوں۔ اس کا سایہ میرے سامنے دیوار پر نظر آ رہا ہے اور تم کہہ رہے ہو، اس کا وجود نہیں ہے۔"

"اعلیٰ بی بی! میں کیا کروں؟ میں اس بہروپیے بلیک شیڈو کو تلاش نہیں کر سکتا۔ میری سوچ کی لہریں واپس آ گئیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ عدم وجود کو تسلیم کر لوں۔ ضرور کوئی بھید ہے۔ ضرور کوئی ایسا ہتھکنڈہ آزمایا گیا ہے جو میری ٹیلی پیتھی کی لہروں کو بھٹکا دیتا ہے۔"

اعلیٰ بی بی نے دور شیشے کے پار دیوار پر بلیک شیڈو کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے سوچ کے ذریعے کہا "تم سب نے کتنے پاپڑ بیلنے کے بعد مجھے اور سجاد کو اس جزیرے سے رہا کرایا۔ شطرنج کی اس بساط پر ہم دو مہرے پھر ایک بار پھنس گئے ہیں۔"

میں نے پھر ایک بار بلیک شیڈو کی آواز کو، اس کے لب و لہجے کو اچھی طرح ذہن نشین کیا۔ اپنا رخ شمال کی طرف کیا۔ تاکہ شمال سے چلنے والی مقناطیسی لہریں میری سوچ کی لہروں کو پرواز کرنے میں اور زیادہ مددگار ثابت ہوں۔ مگر بے سود۔

بلیک شیڈو نے درست کہا تھا۔ اگر میرے سینے میں خنجر گھونپنا چاہو گے۔ سایہ زمین پر ہو گا تو خنجر زمین میں پیوست ہو گا۔ مجھے پانی میں ڈبونا چاہو گے تو میں سایہ ہوں۔ پانی کی سطح پر رہوں گا۔ ڈبونے والا خود ڈوب جائے گا۔ میری ٹیلی پیتھی کا بھی یہی حال ہو رہا تھا۔ میری سوچ کی لہریں دور تک ڈوبتی جاتی تھیں مگر اس کو نہیں پاتی تھیں اور ناکام واپس آ جاتی تھیں۔

میں حیران تھا۔ اعلیٰ بی بی حیران تھی۔ آخر یہ کیا ہے؟ طلسم ہے؟ اسرار ہے؟ یا شعبدے بازی ہے؟

یہ شعبدہ بازی ہو سکتی تھی۔

یہ کبھی نہیں ہو سکتا تھا کہ سامنے سایہ موجود ہو اور انسان موجود نہ ہو۔ اعلیٰ بی بی اور سجاد کے بس میں ہوتا تو وہ سامنے والی شیشے کی دیوار توڑ کر سائے تک ضرور پہنچنے کی کوشش کرتے لیکن ہال میں مسلح جوان مستعد کھڑے ہوئے تھے جو انھیں بلیک شیڈو کی مرضی کے خلاف کوئی حرکت کرنے کی اجازت نہیں دے سکتے تھے۔

ابھی مجبوری تھی۔ ہم اس پُراسرار سائے کی تہ تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔ ایک اندازہ کر سکتے تھے کہ یہ محض شعبدہ بازی بھی ہو سکتی ہے۔ بعد میں یہ انکشاف بھی ہو سکتا تھا کہ یہ نئی سائنسی ایجاد ہے یا کوئی کمپیوٹر ہے جو ایک مخصوص لب و لہجے میں بول رہا ہو۔ اپنی آواز سنا رہا ہو اور خیال خوانی کی لہریں اس کمپیوٹر تک پہنچنے میں ناکام ہو رہی ہوں۔ انسان کے دماغ کو خواہ کتنا ہی کمپیوٹر کے اصولوں میں ڈھال لیا جائے پھر بھی انسان کا دماغ رہتا ہے۔ اس لیے خیال خوانی کی لہریں وہاں تک پہنچ جاتی ہیں۔ اگر وہ دماغ نہیں ہے، صرف کمپیوٹر ہے، تو یہ سمجھنا ہو گا، کیا ایسے کمپیوٹر ہوتے ہیں کہ ان کے روبرو جو سوالات کیے جائیں، وہ فوراً ان کا صحیح جواب دیتے رہیں؟

یہ بحث بھی ہو جائے گی۔ میں اپنے قارئین کو زیادہ الجھن میں نہیں رکھنا چاہتا۔ اتنا بتا دوں کہ یہ کوئی کمپیوٹر نہیں تھا۔

بلیک شیڈو نے مجھے ایک طویل عرصے تک الجھا کر رکھا تھا۔ اگر میں اتنے عرصے تک اُسے پُراسرار بنا کر اپنی داستان میں پیش کرتا رہوں تو یہ مناسب نہیں ہو گا۔ اب جبکہ میں داستان قلمبند کر رہا ہوں تو میرے سامنے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو چکا ہے۔ میں سمجھ گیا ہوں کہ بلیک شیڈو کی حقیقت کیا ہے۔ بس اپنے قارئین کو بھی بتا دوں۔

بتانے سے پہلے البتہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پچھلے ماہ میں نے اپنی داستان کو جس موڑ پر چھوڑا تھا، وہیں میں نے یہ انکشاف کیوں نہیں کیا؟

اس لیے کہ میں اکثر اپنی داستان کو ادھوری ایسے ہی موڑ پر چھوڑتا ہوں جہاں واقعات اور کردار میرے پڑھنے والوں کے لیے سوالیہ نشان بن کر رہ جائیں اور وہ سوچیں، اپنے ذہن کو آزمائیں، گتھی کو سلجھانے کی کوشش کریں کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے۔ یقیناً ہمارے قارئین بے حد ذہین ہیں۔ وہ اکثر قسطوں کے اختتام پر چھوڑے ہوئے سوالوں کے جواب بڑی کامیابی سے ڈھونڈ لیتے ہیں لیکن کچھ سوال ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے جواب تک وہ نہیں پہنچ سکتے۔ مجھے یقین ہے وہ بلیک شیڈو کے ہتھکنڈے کو نہیں پا سکے ہیں۔ پہلے میں بتائے دیتا ہوں۔

اس کا تعلق ساؤنڈ ریکارڈنگ یعنی صدابندی کی تکنیک سے ہے۔ آواز کی لہروں کو ایک مائیک سے لے کر لاؤڈ اسپیکر تک کس طرح پہنچایا جاتا ہے؟ آواز کی لہریں فضا میں سفر کرتے ہوئے ہمارے کانوں تک پہنچتی ہیں۔ اس دوران ساؤنڈ ریکارڈ کرنے والے آواز کی ان لہروں میں بڑی تبدیلیاں پیدا کرتے ہیں۔ مثلاً آواز کی رفتار کو تیز کیا جا سکتا ہے یا اس آواز کو سست کیا جا سکتا ہے۔ آواز کو بلند کیا جا سکتا ہے یا دھیما کیا جا سکتا ہے۔ آواز میں مختلف قسم کے مخصوص اثرات پیدا کیے جا سکتے ہیں اور اسے ان اثرات کے ذریعے تبدیل کیا جا سکتا ہے۔

بلیک شیڈو کا تعلق اس بین الاقوامی ادارے سے ہے جو فضا میں ماضی کی گمشدہ آوازوں کو ریکارڈ کرنے کی جدوجہد میں مصروف ہے۔ اس ادارے کے کارپردازوں کا دعویٰ ہے کہ ہم اب سے ایک سیکنڈ پہلے کی، ایک صدی پہلے کی یا ایک ہزار صدی پہلے کی آواز کو تلاش کر کے ریکارڈ کر سکتے ہیں جس دن ہم کامیاب ہو جائیں گے، اپنے آبا و اجداد کی گزری ہوئی ایک ایک گفتگو سن سکیں گے۔

یہ ان سائنسدانوں کا دعویٰ ہے جو ساؤنڈ ریکارڈنگ کے شعبے سے تعلق رکھتے تھے۔ بلیک شیڈو بھی اسی شعبے سے تعلق رکھنے والا ایک سائنسداں تھا۔ اس نے صدابندی کے سلسلے میں کچھ نئے تجربات کیے تھے۔ مائیک سے لے کر اسپیکر تک اپنی آواز پہنچانے کے درمیان میں مختلف آلات نصب کیے تھے۔ جب وہ مائیک کے سامنے بیٹھ کر بولتا تو اس کی آواز مختلف آلات سے ٹکراتے ہوئے، اپنے لب و لہجے میں کمی بیشی کرتے ہوئے، آواز کے ٹیمپو میں ذرا اتار چڑھاؤ پیدا کر کے اسپیکر تک پہنچتی تھی۔ اس طرح وہ آواز جو مائیک کے پاس کچھ ہوتی تھی، اسپیکر تک پہنچتے پہنچتے کچھ اور ہو جاتی تھی۔

اتنی وضاحت سے یہ بات سمجھ میں آ گئی ہو گی کہ بلیک شیڈو مائیک کے سامنے بولتا تھا لیکن اس کی اصل آواز اور لب و لہجہ اسپیکر

تک پہنچتے پہنچتے بڑی حد تک تبدیل ہوجاتا تھا۔ اس حد تک کہ جسے میں سن کر خیال خوانی کی پرواز کرتا تو مجھے اس لب ولہجے والا اس آواز والا شخص نہیں ملتا تھا کیونکہ وہ آواز اور وہ لب ولہجہ تو مختلف آلات کی پیداوار تھا جو اسپیکر سے خارج ہوتی تھی اور مجھ تک پہنچتی تھی۔ مائیک کے پیچھے بیٹھا ہوا بلیک شیڈو اپنی مخصوص آواز اور مخصوص لہجے کے ساتھ میری ٹیلی پیتھی کی زد سے محفوظ رہتا تھا۔

ایک اور وضاحت کر دوں۔ بلیک شیڈو وہاں موجود نہیں تھا جہاں اعلیٰ بی بی اور سجاد تھے۔ وہ پتا نہیں کتنی دور تھا۔ ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنی آواز نشر کرتا تھا۔ دو ٹرانسمیٹر تھے۔ ایک سننے کے لیے آن رہتا تھا، ایک اپنی آواز نشر کرنے کے لیے۔ اگر اعلیٰ بی بی اور سجاد شیشے کی دیوار توڑ کر اس سائے تک پہنچنے کی کوشش کرتے تو انھیں صرف وہ ٹرانسمیٹر نظر آتا جس سے آواز خارج ہو رہی تھی۔

شیشے کی دیوار کے پیچھے جو دیوار نظر آتی تھی اور جس پر بلیک شیڈو کا سایہ نظر آتا تھا، دراصل وہ دیوار نہیں تھی۔ ایک بہت بڑا اسکرین تھا۔ اس اسکرین کے پیچھے ایک شخص بیٹھا ہوا تھا جس کے پیچھے سے روشنی پھینکی جاتی تھی۔ اس کا سایہ اسکرین پر دیوار کے منظر کے ساتھ صاف طور سے نظر آتا تھا۔ جس کا سایہ تھا، وہ گونگا بنا رہتا تھا۔ ٹرانسمیٹر کے ذریعے بلیک شیڈو کی آواز نشر ہوتی تھی، اس آواز کے مطابق وہ اپنے ہونٹ ہلایا کرتا تھا۔ جب ہونٹ ہلتے تو یوں لگتا تھا جیسے وہی بول رہا ہو۔

اتنی وضاحت کے بعد میں داستان کے اس حصے کی طرف آتا ہوں جہاں سے یہ سلسلہ منقطع ہوا تھا۔

◆

میں اور اعلیٰ بی بی دونوں ہی شدید حیرانی میں مبتلا تھے۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا، یہ کیا ہے؟ طلسم ہے؟ اسرار ہے؟ یا شعبدہ بازی ہے؟

ہمارے سامنے ایک انسان کا سایہ موجود تھا لیکن اس انسان کا دماغ نہیں مل رہا تھا۔ میں نے اعلیٰ بی بی سے کہا "ابھی تو مشکل ہے۔ اس اسرار کو سمجھنے کے لیے کچھ وقت چاہیے۔"

بلیک شیڈو نے پوچھا "اعلیٰ بی بی! اتنی دیر سے خاموش کیوں ہو؟ مسٹر فرہاد علی تیمور! آپ تو میری توقع کے خلاف بالکل ہی مجسمے بنے ہوئے ہیں۔ اب تک ایک لفظ بھی زبان سے ادا نہیں کیا۔ کہیں تم ڈمی تو نہیں ہو؟"

سجاد نے کہا "ہاں، جب ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں نہ رہیں تو ڈمی ہی کہلاؤں گا۔ ابھی میں یہی کوشش کر رہا تھا۔ خیال خوانی کی پرواز ذرا دیر کے لیے ہوجاتی تو میں تمھاری شہ رگ تک پہنچ کر دکھاتا۔"

بلیک شیڈو نے قہقہہ لگایا۔ پھر کہا "میری دعا ہے تمھاری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں جلد واپس آئیں۔ تم میرے پاس رہو گے تو میری انتہائی کوشش یہی ہوگی تمھیں ہر طرح کا آرام پہنچایا جائے گا۔ میں تمھاری ذہنی آسودگی کے لیے اور تمھارے دماغی علاج کے لیے دنیا کے بڑے سے بڑے ڈاکٹر کی خدمات حاصل کروں گا۔ میں چاہتا ہوں کہ تم ٹیلی پیتھی والے مکمل فرہاد بن جاؤ، پھر دیکھو ہم دونوں مل کر کتنی بڑی طاقت بن جاتے ہیں۔ میں پُراسرار ہوں۔ صرف سایہ ہوں۔ کوئی مجھ تک نہیں پہنچ سکتا اور ٹیلی پیتھی کی دہشت ایسی ہے کہ کوئی تمھارے قریب آنے کی جرأت نہیں کرتا۔ ہم دونوں ہی پوری دنیا کو تسخیر کرلیں گے۔"

اعلیٰ بی بی نے اچانک خوش ہو کر کہا "مجھے تو نہیں معلوم تھا کہ تمھارے عزائم اتنے بلند ہیں۔ ہم بھی ساری دنیا کو تسخیر کرنا چاہتے ہیں۔ اگر واقعی ہمارے ساتھ مل کر یہ کارنامہ انجام دینا چاہتے ہو تو میں اور فرہاد تیار ہیں۔"

سجاد نے حیرانی سے پوچھا "یہ کیا کہہ رہی ہو؟ پہلے بابا صاحب کے ادارے میں جائیں گے۔ وہاں اپنے بڑوں سے مشورہ کریں گے۔"

بلیک شیڈو نے کہا "مسٹر فرہاد علی تیمور! ان سے بھی مشورہ کرنے کا موقع دیا جائے گا لیکن ایک بات یاد رکھیں۔ ہر طرح آزادی ہونے کے بعد بھی آپ میری دسترس میں رہیں گے۔ کبھی بھاگنے کی کوشش کی تو یہ نہ بھولنا کہ میں سایہ ہوں۔ روشنی میں آجاتا ہوں۔ تاریکی میں نظر نہیں آؤں گا۔ جو چیز نظر نہ آئے، وہ سب سے زیادہ دہشت ناک ہوتی ہے، کیونکہ موت حادثے کی صورت میں، خودکشی کی صورت میں، کسی اور صورت میں آئے تو اس کی آمد کا پتا چل جاتا ہے۔ تاریکی میں سایہ گم ہو کر آئے تو اس کی آہٹ بھی نہیں ملتی۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "اگر خود کو بہت زیادہ پُراسرار بنا کر پیش کرو گے تو شاید ہمارے درمیان سمجھوتہ نہ ہو سکے۔ اختلافات ہو گئے تو ہم تمھارے منصوبے کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔ اس طرح ہم دونوں کا نقصان ہوگا۔ لہٰذا یا تو ہمارے سامنے بے نقاب ہو جاؤ یا یہ خیال دل سے نکال دو کہ فرہاد علی تیمور کبھی تمھارا دست نگر ہوگا اور تمھارے مشورے کا محتاج رہ کر کام کرے گا۔"

"میں ایسا نہیں سوچتا۔ میں فرہاد علی تیمور کی شخصیت کو سامنے رکھ کر معاملات طے کروں گا۔ بشرطیکہ پہلے اپنے دل اور دماغ کو پوری طرح میری دوستی کی طرف مائل کرلو۔"

میں نے اعلیٰ بی بی سے کہا "تم سمجھوتے کی باتیں کرو، بلیک شیڈو کو خوش فہمی میں مبتلا کرو، ہم بعد میں اس سے نمٹ لیں گے۔ مرجانہ کے پاس جانا ضروری ہے۔ میں تھوڑی دیر بعد واپس آؤں گا۔"

میں مرجانہ اور اپالو کو مقابلہ کرتے ہوئے چھوڑ آیا تھا۔ اپالو خندق میں گرا ہوا تھا۔ مرجانہ بھی خندق میں پہنچ کر اس سے مقابلہ کرنا چاہتی تھی۔ میں نے اسے ایسا کرنے سے روک دیا تھا تاکہ خندق سے نکلنا پڑے تو کسی کا وہاں ہونا ضروری تھا۔

وہاں دو شخص موجود تھے۔ بلبا کی موجودگی نہ ہونے کے برابر تھی۔ وہ تقریباً نیم مردہ ہو چلا تھا۔ لہو میں ایسا تر ہوگیا تھا کہ پہچانا نہیں جا رہا تھا۔ جگہ جگہ زخم کھل گئے تھے اور اندر سے سرخ گوشت جھانکتا ہوا نظر آرہا تھا۔

دوسرا شخص یوگو ہنٹر تھا۔ میں اسے اپنے طور پر استعمال کرسکتا تھا۔ مرجانہ کو کبھی خندق سے باہر آنے کی ضرورت پیش آتی تو ہنٹر درخت سے لٹکنے والے رسّے کو مرجانہ تک پہنچا سکتا تھا جس کے ذریعے وہ اوپر آسکتی تھی۔

میں نے اس کے پاس پہنچ کر کہا "میں آگئی ہوں۔"

اس نے پوچھا "اتنی دیر تک کیا کر رہی تھیں؟ اعلیٰ بی بی اور فرہاد خیریت سے تو ہیں؟"

"بس خیریت ہی ہمارے ساتھ نہیں ہوتی۔ باقی مصیبتوں کا حال پوچھو تو پوچھنے سے پہلے ہی حاضر ہوجاتی ہیں۔"

"کیا وہ کسی نئی مصیبت میں پھنس گئے ہیں؟"

"ان کی بات چھوڑو۔ یہاں اپالو سے کس طرح نمٹنا چاہتی ہوں" میں نے تمھارے مشورے کو مان کر ابھی تک اسے طیش دلائے رکھا ہے۔ وہ غصے سے جھنجلا رہا ہے۔ اپنی بوٹیاں نوچنے کی کسر رہ گئی ہے۔ رہ رہ کر غصے سے خندق کی دیواروں کے پاس جاتا ہے اور ان میں اپنے ناخن گاڑتے ہوئے اوپر چڑھنے کی کوشش کرتا ہے۔ بیس پچیس فٹ کی اونچائی تک چڑھنا ممکن نہیں ہے۔ وہ پھر نیچے گر پڑتا ہے۔ مجھے گھونسا دکھا دکھا کر کچھ کہتا ہے۔ یقیناً گالیاں دیتا ہوگا۔"

"میرا مشورہ ہے خندق میں نہ جاؤ۔ میں کسی اور مسئلے میں الجھ جاؤں گی، کسی اور سمت مصروف رہنا پڑے گا یا میری خیال خوانی کا سلسلہ کسی وجہ سے ٹوٹ جائے گا تو یوگو ہنٹر کو تمھارے لیے استعمال نہیں کرسکوں گی۔ لہٰذا ایسی جگہ جانا ہی نہیں چاہیے جہاں سے واپس آنے کے لیے کسی کے سہارے کی ضرورت ہو۔"

مرجانہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اس درخت کے پاس گئی پھر اس رسّے کو تھام کر جھولنے لگی۔ وہ جھولتے ہوئے خندق کے اوپر آئی تھی۔ اپالو اوپر دیکھ کر اچھلتا تھا۔ اسے گھونسا دکھاتا تھا۔ یقیناً گالیاں بھی دیتا تھا۔ وہ بار بار ہنستی ہوئی، جھولتی ہوئی خندق کے اوپر سے گزرتی تھی۔ کبھی اس کی نظروں سے اوجھل ہوتی تھی کبھی پھر جھولتی ہوئی آجاتی تھی۔

اس نے جان بوجھ کر رسّے کے نچلے حصے کو خندق میں پھینک دیا۔ اپالو نے لپک کر اسے تھام لیا پھر تیزی سے چڑھنے لگا۔ مرجانہ رسّے کو جھلاتی جا رہی تھی، جس کے نتیجے میں اپالو کبھی خندق کی اس دیوار سے ٹکراتا تھا، کبھی اس دیوار سے۔ جب وہ ذرا اوپر آنے لگا تو مرجانہ چھلانگ لگا کر رسّے کو چھوڑتی ہوئی خندق کے دوسرے کنارے پر پہنچ گئی۔

وہ اوپر آگیا۔ وہ تھکنا یا ہانپنا نہیں جانتا تھا، صرف غصے سے ہانپ رہا تھا، غرا رہا تھا۔ یوگو ہنٹر تیزی سے چلتا ہوا مرجانہ کے پیچھے جا کھڑا ہوا۔ تاکہ وہ مرجانہ کا غصہ اس پر نہ اتارسکے۔ وہیں سے بولا "اپالو! تم نے بلبا کو شیر کے حوالے کر کے اسے ادھ موا کردیا تھا۔ مرجانہ کا کیا کرو گے؟ اس سے تو تمھیں اکیلے ہی نمٹنا پڑے گا؟"

وہ غصے سے ان کی طرف لپکا۔ مرجانہ نادان نہیں تھی۔ اتنا جانتی تھی کہ لڑائی کے وقت آنکھوں کو کھلا اور ذہن کو بیدار رکھنا چاہیے۔ جیسے ہی اپالو نے اس پر چھلانگ لگائی، وہ پھرتی سے ایک طرف ہٹ گئی، اور بولی "ارے، ارے! تم اُدھر گر پڑے میں تو اِدھر ہوں۔"

ہنٹر نے اس کا ترجمہ سنایا۔ اپالو پھر دہاڑتا ہوا مرجانہ کی طرف لپکا۔ اس بار دونوں کی مڈبھیڑ ہوگئی، ہاتھا پائی ہونے لگی۔ اپالو بڑے بڑے داؤ آزما رہا تھا۔ لڑائی کے سارے ہتھکنڈے استعمال کر رہا تھا۔ مرجانہ پر اس نے کئی کامیاب حملے کیے لیکن ہر حملے کے بعد اسے تسلیم کرنا پڑا کہ اس عورت پر ہاتھوں سے حملہ کرنا ایسا ہی ہے جیسے دیوار سے طاقت آزمائی کرنا۔ اس پر تو لوہے کی سلاخوں سے حملہ کرنا چاہیے۔

اپالو کی بدقسمتی تھی کہ اسے وہاں کوئی آہنی سلاخ نہیں مل سکتی تھی۔ لیکن مرجانہ کے آہنی ہاتھ برابر پڑ رہے تھے۔ جب بھی کوئی ہاتھ پڑتا تھا تو اپالو کی آنکھوں کے سامنے تارے ناچنے لگتے تھے۔

میں نے کہا "مرجانہ! یہ بھی تم سے کم نہیں ہے۔ میں تمھارے دماغ میں رہ کر سمجھ سکتی ہوں۔ تم اس کے ہاتھوں کی ضربوں کو بڑی شدت سے محسوس کرتی ہو۔"

"ہاں، کرتی ہوں لیکن میں نے آہنی ذرات کے ڈھیر پر ہاتھوں اور پاؤں سے ضربیں لگانے کی مشقیں کی ہیں۔ اسی لیے میرا جسم بیرونی حملوں کی شدت کو بہت کم محسوس کرتا ہے۔ تاہم یہ بھی بڑا جی دار ہے۔"

"اپالو نے راجرا سمتھ کی کھوپڑی کو ایک ہاتھ کے شکنجے میں جکڑ لیا تھا۔ وہ بے چارا اپنے آپ کو چھڑا نہ سکا۔ کیا تم بھی ایسا کرسکتی ہو؟"

چند لمحوں کے بعد ہی وہ اچانک فضا میں قلابازی کھا کر اپالو کے سر کے اوپر سے گزرتے ہوئے پشت کی طرف گئی۔ پھر جتنی دیر میں اپالو پلٹ کر جوابی حملہ کرتا، اس کی کھوپڑی مرجانہ کی دونوں ہتھیلیوں کے شکنجے میں آگئی تھی۔

وہ اس کی طرف پلٹ نہ سکا۔ جب بھی پلٹنا چاہتا تو اس کی کھوپڑی پر آہنی انگلیوں کی گرفت سخت ہوجاتی تھی۔ وہ تکلیف کی شدت سے غرانے لگتا تھا۔ اس میں اور مرجانہ میں یہی ایک فرق

تھا۔ اس نے راجہ اسمتھ سے مقابلہ کرنے کے دوران صرف ایک ہتھیلی کے شکنجے میں کھوپڑی کو جکڑ رکھا تھا جبکہ مرجانہ پوری قوت صرف کرتے ہوئے دونوں ہاتھوں سے اس کی کھوپڑی کو دبا رہی تھی۔ میں اس کی مجبوری کو سمجھ رہا تھا۔ اپالو کا سر اس کی جسامت کے لحاظ سے شیر ببر کی طرح تھا۔ مرجانہ اسے ایک ہاتھ سے شکنجے میں نہیں لے سکتی تھی۔ اتنا ہی کافی تھا کہ اُس نے اپالو کو بے بس کر دیا تھا۔

وہ پیچھے کی طرف ہاتھ گھما گھما کر اس پر حملے کرنا چاہتا تھا۔ پلٹنا چاہتا تھا لیکن جب بھی وہ کوشش کرتا، اس کی کھوپڑی پر آہنی گرفت مضبوط ہو جاتی۔ اس کا سر جیسے چٹخنے لگتا۔ یوگو ہنٹر نے میری ہدایت کے مطابق کہا۔ "اپالو! یاد کرو یہی عبرت حاصل کرنے کا مقام ہوتا ہے۔ تم کمزور لوگوں کے سروں کو اسی طرح اپنی آہنی گرفت میں لیتے تھے۔ کوئی بے چارا تم سے نجات نہیں پا سکتا تھا۔ آج تم ایک عورت کے شکنجے سے نجات حاصل کرنے میں ناکام ہو رہے ہو۔"

میں ہنٹر کے دماغ کے ذریعے محسوس کر رہا تھا۔ جیسے زمین بہت آہستہ آہستہ دہل رہی ہو۔ جیسے بہت سے لوگ چلے آ رہے ہوں۔ ایک سمت سے نہیں، کئی سمتوں سے۔ کوئی فوج چاروں طرف سے گھیرا ڈال رہی ہو۔

چند لمحوں کے بعد ہی اپالو نے چیخ کر کہا۔ "آ گئے! میرے ساتھی آ گئے! اب تم میں سے کوئی زندہ نہیں بچے گا۔"

وہ کہتے کہتے تکلیف کی شدت سے چیخ پڑا۔ اس کی کھوپڑی پر مرجانہ کی گرفت بہت ہی سخت ہو گئی تھی۔ وہ تڑپ کر اس کی گرفت سے نکلنے کی کوشش کرنے لگا۔ ایک بار وہ کامیاب ہو گیا لیکن نجات پانے کے باوجود سر ابھی تک جکڑا ہوا لگ رہا تھا۔ دماغ کام نہیں کر رہا تھا۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا رہا تھا۔ وہ ذرا سنبھلنا چاہتا تھا لیکن مرجانہ اسے سنبھلنے کا موقع کہاں دیتی؟

اس نے اپالو کے منہ پر ٹھوکر ماری۔ وہ گرا تو فضا میں قلابازی کھاتی ہوئی نیچے آئی۔ اس کے دونوں پاؤں ٹھیک اس کے چہرے پر پڑے۔ مرجانہ کے جسم کے تمام بوجھ کے ساتھ آہنی پاؤں کی ضرب لگے تو اس کے چہرے کا حُلیہ کیا بن گیا ہوگا، اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ میں یوگو ہنٹر کے ذریعے دیکھ رہا تھا۔ اس بار اپالو کی قوتِ برداشت جواب دے چکی تھی۔ پہلے وہ ہزار طرح کی چوٹیں کھا کر اور ضربیں برداشت کر کے صرف درندوں کی طرح غرا کر رہ جاتا تھا۔ اس بار وہ انسانوں کی طرح چیخ پڑا۔ تکلیف سے تڑپنے لگا۔ مرجانہ اس کے اوپر سے ہٹ گئی تھی۔ اب اس کے چہرے کے کبھی دائیں طرف اور کبھی بائیں طرف ٹھوکریں مار رہی تھی۔ اسی وقت لوگوں کا ہجوم نظر آیا۔ بستی کے بے شمار لوگ رائفلوں، اسٹین گنوں، ٹامی گنوں، لاٹھیوں اور چاقوؤں سے لیس ہو کر چاروں طرف سے چلے آ رہے تھے۔

یوگو ہنٹر نے دونوں ہاتھ اٹھا کر چیختے ہوئے کہا۔ "قریب نہ آنا، سب دور رہو اور اپنی آنکھوں سے اس درندے کو دیکھو، جس سے تم لوگ آج تک خوف زدہ ہوتے چلے آئے ہو۔ دیکھو، آنکھیں کھول کر دیکھو۔ یہ ایک عورت کے ہاتھوں کس بری طرح پڑ رہا ہے۔ خوار ہو رہا ہے۔ اس کے غرور کا سر نیچا کرنے کے لیے شاید قدرت نے اس عورت کو یہاں بھیجا ہے تاکہ دوسرے عبرت حاصل کریں۔ خدا جب کسی مغرور کا سر نیچا کرنا چاہتا ہے تو وہ اس کے مقابل کسی زبردست کو نہیں لاتا بلکہ زیردست رہنے والے کو لاتا ہے اور اس کے ذریعے اس کا سر نیچا کرتا ہے۔"

وہ سب آنے والے اپنی اپنی جگہ ٹھہر گئے تھے۔ وہ لوگ مرجانہ، بلبا، اپالو اور یوگو ہنٹر کے اطراف دور تک ایک دائرے کی شکل میں کھڑے ہوئے تھے۔ چاہتے تو اپالو کو مرجانہ کے حملوں سے بچا سکتے تھے لیکن وہ لڑائی کے وقت خود ہی اپنے لوگوں سے غرا کر کہتا تھا، کوئی درمیان میں نہ آئے۔ لہٰذا جب بھی انسانوں یا جنگلی جانوروں سے لڑتا تھا تو کوئی اس وقت تک آگے نہیں بڑھتا تھا جب تک وہ مداخلت کا حکم نہ دے دیتا۔

یوگو ہنٹر نے میری سوچ کے مطابق چیختے ہوئے کہا۔ "اے جزیرے کے باسیو! میرے وفادارو! اگر تم میں سے کوئی اپالو سے وفاداری کا دم بھرتا ہے تو آج اس کا انجام دیکھ لے اور اس کا ساتھ دینے سے باز آ جائے۔ میں اب بھی تمہارا مالک ہوں۔ تمہاری غلطیوں کو معاف کر دوں گا۔ اگر تم اسے شہ زور سمجھتے ہو تو چپ چاپ لڑنے کا تماشا دیکھو۔ اگر یہ شہ زور ثابت ہوگا تو میں تم سب کے سامنے قسم کھا کر کہتا ہوں، میں بھی تمہارے ساتھ ساتھ اس کے سامنے گھٹنے ٹیک دوں گا اور اسے اپنے جزیرے کا مالک بنا دوں گا۔"

آخر لوگ اپالو سے کیوں ڈرتے تھے؟ اس کی شہ زوری سے، اس کے رعب اور دبدبے سے، اس کے قد اور اس کی جسامت سے۔ سب پر یہ دہشت طاری رہتی تھی کہ وہ جو خونخوار چیتوں اور شیروں سے لڑتا ہے، انھیں پلک جھپکتے ہی خاک میں ملا دے گا۔ اب وہ اسے خاک میں ملتے دیکھ رہے تھے۔

ان میں سے کچھ لوگوں نے کہا بھی۔ "ماسٹر اپالو! اگر آپ اجازت دیں تو ہم اس عورت کو ابھی مزہ چکھا دیں۔"

ان کی مخالفت میں دوسرے چند لوگوں نے کہا۔ "ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ ماسٹر اپالو! بزدل اور کمزور نہیں ہے۔ وہ اس عورت سے پورا مقابلہ کرے گا۔ ابھی ہار جیت کا فیصلہ نہیں ہوا ہے۔ اگر فیصلہ ہو گیا اور ماسٹر کمزور پڑ گیا تو کیا تم لوگ کسی کمزور کو اپنا آقا مان لو گے؟ کیا اس کے آگے جھکنا پسند کرو گے؟ سوچ سمجھ کر جواب دو؟"

ان باتوں کے دوران یوگو ہنٹر نے بستی کے ایک آدمی سے ریوالور لے لیا تھا۔ میں اس کے ارادے کو سمجھ رہا تھا۔ اس نے فیصلہ کیا۔ ایک نیام میں دو تلواریں نہیں رہ سکتیں۔ مجھے یہاں کا مالک بن کر رہنا ہے تو اس کانٹے کو فوراً ہی نکال پھینکنا ہوگا۔ ورنہ شاید لڑائی کے دوران یہ مرجانہ پر برتری حاصل کر لے۔ پھر میری بھی شامت آ جائے گی۔ یہ جو لوگ تماشا دیکھ رہے ہیں، چشم زدن میں میرے مخالف ہو جائیں گے۔ اگر اپالو نہ رہا، اگر میں اسے مار ڈالوں تو یہ میرے ہی آگے جھکیں گے۔ یہاں مجھ سے برتر اور مجھ سے قابلِ احترام اور میرے جیسا گاڈ فادر ان کے لیے کوئی دوسرا نہیں ہے۔"

یہ سوچ کر اس نے اپالو کی طرف دیکھا۔ وہ بڑی مشکل سے سر کو جھٹک کر زمین پر سے اٹھ رہا تھا۔ غرا کر، لڑکھڑاتے ہوئے پینترا بدل رہا تھا۔ جیسے اب تب میں مرجانہ پر جھپٹ پڑے گا۔ لیکن جھپٹنے کا لفظ اس کے لیے غلط تھا۔ اس میں اتنی تازگی، اتنی پھرتی اور توانائی نہیں رہی تھی کہ وہ جھپٹ سکتا۔ بس لڑکھڑا کر آگے بڑھ سکتا تھا۔ مرجانہ ذرا ایک طرف ہو جاتی یا ٹانگ اڑا دیتی تو اوندھے منہ گر جاتا۔

اس سے پہلے ہی یوگو ہنٹر نے اس کا نشانہ لیا اور گولی چلا دی۔ پہلی گولی اس کی کھوپڑی میں لگی۔ وہ الٹ کر گر رہا تھا کہ دوسری گولی اس کی پشت پر لگی۔ اس کے بعد وہ زمین سے اٹھ نہ سکا۔ وہیں تڑپنے لگا لیکن بڑا ہی جی دار تھا۔ ابھی اس میں جان تھی۔ جو شہ زور ہوتے ہیں، ان کا دم آسانی سے نہیں نکلتا۔ وہ تڑپ رہا تھا، مرنے ہی والا تھا۔ اس سے پہلے ہی سارے بستی والے یوگو ہنٹر کے سامنے گھٹنے ٹیک کر سر جھکانے لگے، اپنے ہتھیار زمین پر رکھنے لگے۔

مرجانہ، یوگو ہنٹر کو ناگواری سے دیکھ رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "اپنے تیور درست کرو۔ میں سمجھتی ہوں، تم بلبا کی شکست کا انتقام لینے کے لیے اسے اپنے ہاتھوں سے مار ڈالنا چاہتی تھیں۔ تمہاری یہ حسرت پوری نہیں ہوئی لیکن حالات کو سمجھا کرو۔ یوگو ہنٹر نے آخری وقت گولی چلا کر اپنے اور تمہارے حق میں بہتر کیا ہے۔"

"میں مان لیتی ہوں اس نے بہتر کیا ہے لیکن میری اور بلبا کی حسرتیں دل میں ہی رہ گئیں۔"

"یہ تو سوچو، بلبا نے شکست نہیں کھائی ہے۔ اپالو نے لڑائی میں دیانتداری سے کام نہیں لیا۔ اس نے بلبا کو شیروں کے حوالے کر دیا تھا۔ اس وجہ سے وہ قدرے کمزور پڑ گیا۔ رہ گئی تمہاری بات، تو تم اس پر حاوی ہو رہی تھیں۔ یقیناً دو چار ہاتھ میں اسے ختم کر ڈالتیں۔ اس سے پہلے یوگو ہنٹر نے ایسا کیا ہے۔ تو کیا فرق پڑتا ہے۔ جیت بہرحال تمہاری ہے۔"

یوگو ہنٹر کے حکم کے مطابق تمام بستی والوں نے جو ہتھیار ڈال دیے تھے، انھیں پھر اٹھا لیا تھا۔ اب وہ اپالو کو اٹھا کر خندق میں پھینک رہے تھے۔ ہنٹر کہہ رہا تھا۔ "اسے خندق میں پڑا رہنے دو۔ جو بھی جنگلی جانور اس خندق میں گرے گا، اسے اچھی خوراک مل جائے گی۔"

ایک مسلح جوان نے بلبا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔ "اس زخمی کا کیا کیا جائے؟"

ہنٹر نے پہلے بلبا کو دیکھا۔ پھر مرجانہ کو گھورتی ہوئی نظروں سے چند لمحوں تک دیکھتا رہا۔ مرجانہ نے کہا۔ "سونتی! ذرا اس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھو۔ یہ مجھے کیوں ایسے گھور رہا ہے؟"

اس سے پہلے کہ میں اس کے دماغ میں پہنچتا، اس نے گرج کر حکم دیا۔ "اس عورت کے ہاتھوں کو رسیوں سے اچھی طرح باندھ دو۔ یہ بہت خطرناک ہے۔ ہم بستی میں پہنچ کر اس سے نمٹ لیں گے۔ اگر کوئی گاڑی لائے ہو تو اس زخمی کو اس میں لے جاؤ۔ گاڑی نہیں ہے تو اسے ہاتھوں ہاتھ اٹھا کر لے چلو۔"

اس کے حکم کی تعمیل ہونے لگی۔ کئی آدمیوں نے مرجانہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ ایک شخص اس کے دونوں ہاتھوں کو پشت پر لے جا کر رسیوں سے باندھ رہا تھا۔ مجھے یوگو ہنٹر پر بڑا غصہ آیا۔ لوگ عجیب طوطا چشم ہوتے ہیں۔ اچانک ہی خلافِ توقع بدل جاتے ہیں۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کرنا چاہتا تھا، آخر وہ کیوں بدل گیا ہے؟ کیا اتنی جلدی مرجانہ اور بلبا کے احسانات کو بھول گیا ہے؟ اگر بھول گیا ہے تو اس سے کیا سلوک کرنا چاہتا ہے؟

اچانک زبردست دھماکے کی آواز سنائی دی۔ سب ہی چونک کر آواز کی سمت دیکھنے لگے۔ اُدھر سے دھواں اٹھ رہا تھا۔ یوگو ہنٹر نے چیخ کر کہا۔ "ارے، غضب ہو گیا، یہ کس نے دھماکہ کیا ہے؟ اب تو اِدھر کے پنجرے بھی زمین سے اکھڑ جائیں گے۔ وہ درندے جو دوسرے تیسرے دھماکوں کے بعد پنجروں سے نکل کر وہیں تباہ شدہ مکان کے پاس رہ گئے تھے، آزاد ہو جائیں گے۔ اِدھر کے پنجرے ٹوٹنے کے بعد بستیوں کا رخ کریں گے۔ بھاگو یہاں سے۔"

پھر تو بھگدڑ مچ گئی۔ یوگو ہنٹر کو فوراً اپنی حماقت کا احساس ہوا کہ اسے اتنی جلدی بھاگنے کا حکم نہیں دینا چاہیے تھا۔ وہ پھر چیخ چیخ کر کہنے لگا۔ "پہلے اس زخمی کو اٹھاؤ۔ ہمیں گاڑی تک پہنچاؤ۔"

یہ اس کی خوش قسمتی تھی کہ بستی والے ایک گاڑی لے آئے تھے۔ اس کے وفاداروں نے بلبا کو اٹھایا۔ پھر اسے اور مرجانہ کو گاڑی تک لے آئے۔ بلبا کو پیچھے جیپ میں ڈال دیا گیا۔ مرجانہ کے ہاتھ اسی طرح بندھے ہوئے تھے۔ وہ بھی جیپ کے پچھلے

حصے میں بیٹھ گئی۔ یوگو ہنٹر ڈرائیونگ سیٹ پر آیا۔ اس کے ساتھ ایک مسلح جوان بیٹھ گیا۔ دو آدمی مرجانہ کے ساتھ بیٹھ گئے۔ ہنٹر نے اچھی طرح تاکید کی تھی کہ مرجانہ سے ایک ذرا غافل نہ ہونا۔

جب وہ گاڑی چلنے لگی تو شیروں اور دوسرے درندوں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ یقیناً وہ سب آزاد ہو گئے تھے۔ اب پورے جزیرے میں پھیلنے والے تھے۔ جنگلی درندوں کے آزاد ہو جانے سے لوگوں میں دہشت پھیل گئی تھی۔ سب سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ رہے تھے۔ یوگو ہنٹر ڈرائیو کرنے کے دوران ان بھاگنے والوں والوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا "فوراً بستی کی طرف جاؤ' جو لوگ جس بستی میں پہنچیں وہاں کی گاڑیاں لے کر دوسری بستی میں جائیں۔ تمام لوگوں کو خطرے سے آگاہ کریں اور انھیں ہتھیار سپلائی کریں۔ تاکہ جزیرے کے بچّے بچّے کی حفاظت کی جا سکے۔"

میں پریشانی میں مبتلا ہو گیا تھا۔ سوچا تھا' اب مرجانہ اور بلبا کی طرف سے اطمینان ہو جائے گا تو دوسری طرف جاؤں گا۔ یہاں تو کچھ اور طرح کا رنگ ہو گیا تھا۔ ایک طرف مرجانہ کو حراست میں لے لیا گیا تھا' دوسری طرف جنگلی درندے ایسی تباہی مچانے والے تھے کہ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

جو کر سکتا تھا' اس کے لیے ہنٹر کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کرنے لگا۔ اس کی سوچ نے بتایا' وہ مرجانہ اور بلبا کو یرغمال کے طور پر رکھنا چاہتا ہے۔ کیونکہ اس نے اعلیٰ بی بی اور فرہاد کو اپنے ہاں قید کر کے اور ان کے لیے سودے بازی کر کے بہت بڑا جرم بھی کیا ہے اور اہم ممالک اور خطرناک تنظیموں کی مخالفت بھی مول لی ہے۔ وہ سب اس کا محاسبہ کریں گے' وہ پوچھیں گے کہ اس نے فرہاد اور اعلیٰ بی بی کو راز بنا کر کیوں رکھا تھا؟ ان سے براہِ راست سودا کیوں نہ کیا گیا؟ دوسروں کو فرہاد کا سودا کرنے کی دعوت کیوں دی؟ پھر فرہاد کی پوری ٹیم اور بابا صاحب کے ادارے کے تمام لوگ اس کے جانی دشمن بن جائیں گے۔ لہٰذا وہ مرجانہ اور بلبا کو یرغمال بنا کر رکھنا چاہتا تھا۔ اپنی سلامتی کے لیے کسی خطرناک تنظیم سے معاہدہ کرنا چاہتا تھا۔ جو مرجانہ اور بلبا کے عوض اس کی حفاظت کی ذمّے داریاں قبول کرے۔

ہمارے کتنے ہی دشمن ہیں۔ ایسی کتنی ہی تنظیمیں ہوں گی جو مرجانہ اور بلبا کو کسی طرح مار ڈالنا چاہتی ہوں گی۔ ان کے لیے یہ سنہرا موقع ہو گا۔ وہ یوگو ہنٹر سے معاہدہ ضرور کریں گی۔ یا پھر ایسی تنظیمیں بھی ہو سکتی ہیں جو مرجانہ اور بلبا کو حاصل کر کے...... ان کے ذریعے مجھے اور میرے ساتھیوں کو بلیک میل کریں اور انھیں ہماری کمزوری بنا کر ہم سے کوئی کام نکالنا چاہیں۔

میں نے مرجانہ کو ہنٹر کے ارادوں کے متعلق بتایا۔ وہ غصے

سے بولی: "کیا میں اس کمبخت کا سر توڑ دوں؟"

"اس کا سر توڑنے سے اخروٹ نہیں نکلے گا۔"

"تم اس کے سر میں زلزلہ پیدا کرو۔ آخر اپنی خیال خوانی کو کب تک چھپاتی رہو گی اور چھپائے رکھنے میں مصلحت کیا ہے؟"

"میں اس وقت نیپال میں ہوں۔ میرے چاروں طرف بہت سے دشمن ہیں۔ اگر ان لوگوں کو یہ پتا چل جائے کہ میرے پاس ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں ہیں تو یہ لوگ مجھے اپنا بنانے کے لیے جان کی بازی لگا دیں گے۔ میرے لیے مصیبت بن جائیں گے میں یہاں سے نکل نہیں پاؤں گی۔"

مرجانہ نے کہا "مسٹر ہنٹر! پورے جزیرے میں جنگلی درندوں کے خطرات منڈلا رہے ہیں۔ ایسی صورت میں تم نے میرے ہاتھ کیوں باندھ رکھے ہیں؟ کیا تم بھول گئے کہ ہم نے کس طرح اپالو سے تمھیں بچایا تھا؟ اس کے کتّے تمھیں بھنبھوڑ کر رکھ دیتے اور اپالو تمھیں چیونٹی کی طرح مسل دیتا۔"

"میں مانتا ہوں اور تمھارے احسانات کا بدلہ اس طرح دے سکتا ہوں کہ تمھیں ایک مکان میں قید کر دوں اور مہمانوں کی طرح رکھوں۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتا۔"

"میرے ہاتھ تو کھولنے کا حکم دو۔"

"مجھے اپنی گردن عزیز ہے۔ میں اپالو کا حشر دیکھ چکا ہوں ہاتھوں کو بندھا رہنے دو۔ میں وعدہ کرتا ہوں' مکان کے اندر پہنچنے کے بعد تمھارے ہاتھ کھول دیے جائیں گے اور بلبا کی مرہم پٹی کرائی جائے گی۔"

میں نے کہا "مرجانہ! اس سے بحث نہ کرو۔ حالات سے سمجھوتہ کرو۔ تم میری مدد سے فرار ہو سکتی ہو لیکن بلبا زخمی ہے۔ اسے اٹھا کر لے جانا ممکن نہیں ہے۔"

"بلیک شیڈو سے کہو' وہ اپنے آدمیوں کو ہیلی کاپٹر میں یہاں بھیجے۔"

"وہ تو گرگٹ کی طرح رنگ بدل چکا ہے۔ پتا نہیں ابھی اس کے اور کتنے رنگ ظاہر ہوں گے۔ بہرحال بلیک شیڈو یہودی سیکرٹ ایجنٹ جی فاؤنڈر ہو' سب ہی تم دونوں کو یرغمال بنا کر اپنے ملک لے جانا چاہیں گے یا اپنی تنظیم کے خفیہ اڈوں میں پہنچانا چاہیں گے۔"

وہ ناگواری سے بولی "تم بڑی بوڑھیوں کی طرح مشورے دیے جا رہی ہو جیسے دنیا بھر کی ذہانت تمھارے ہی پاس آ گئی۔ تم اعلیٰ بی بی کو ہمارے حالات بتاؤ اور اس سے مشورہ لو۔ فرہاد سے بھی..."

وہ کہتے کہتے رک گئی۔ پھر چونک کر بولی "ارے ہاں جب سے فرہاد کا سامنا ہوا ہے' ایک بات میرے دل میں کھٹک رہی ہے۔ میں ایسے حالات سے گزر رہی ہوں کہ اس کی طرف دھیان ہی نہ دے سکی۔ ذرا اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے اچھی طرح ٹٹولو۔ کیا ہو گیا ہے اسے؟ وہ تو بالکل چوہا لگتا ہے۔"

میں مسکرانے لگا۔ وہ کہہ رہی تھی "زندگی میں پہلی بار میں نے دیکھا ہے کہ فرہاد کی موجودگی میں اعلیٰ بی بی زیادہ مشورے دیتی رہی۔ زیادہ ذہانت کا ثبوت دیا۔ زیادہ کارنامے اعلیٰ بی بی نے انجام دیے اور فرہاد بجھا بجھا سا رہا۔ پہلے تو وہ ایسا نہ تھا۔ اس سے پہلے بھی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں اس سے چھن گئی تھیں' اس کے باوجود وہ مردِ میدان رہا۔ اب اسے کیا ہو گیا ہے؟"

"میں اس کے دماغ کو اچھی طرح ٹٹول چکی ہوں۔ وہ آج بھی مردِ میدان ہے لیکن یہودیوں نے اسے ایسی دوائیاں کھلائی ہیں' ایسے انجکشن لگائے ہیں کہ وہ ذہنی طور پر کمزور ہو گیا ہے۔ جسمانی طور پر پہلی جیسی مستعدی نہیں رہی۔ ذرا سست ہو گیا ہے۔ رفتہ رفتہ ٹھیک ہو جائے گا۔ ویسے یہ فرہاد کے متعلق باتیں کرنے کا وقت نہیں ہے۔ مجھے دوسری جگہ بھی مصروف رہنا ہے۔ اس لیے جا رہی ہوں۔ یوگو ہنٹر تمھیں اور بلبا کو جانی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ اس نے وعدہ کیا ہے کہ مہمان بنا کر رکھے گا اور اس کا وعدہ اس لحاظ سے درست معلوم ہوتا ہے کہ وہ تم لوگوں کو زندہ سلامت رکھ کر اپنی حفاظت کی خاطر کسی سے تمھارا سودا کرے گا۔ اس کے متعلق تفصیل بتا چکی ہوں۔ اب جا رہی ہوں' پھر آؤں گی۔"

یہ کہہ کر میں مرجانہ سے رخصت ہو گئی۔ توبہ' توبہ... رخصت ہو گیا۔

⊷

سونیا کھٹمنڈو کے اسرائیلی سفارت خانے کی عمارت میں پہنچ گئی تھی۔ وہاں ایک کمرے میں اسرائیلی سفیر اور چند اہم سفارتی افراد موجود تھے۔ ان میں یہودی سیکرٹ ایجنٹ ون او نائین اور لیڈی سیکرٹ ایجنٹ سیون سیون نمایاں تھے۔ ان کے درمیان سونیا بحیثیت نامیریا ایک کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔

اب تک اس کے متعلق مختلف قسم کی معلومات حاصل کی جا لی تھیں۔ سب سے پہلے اس کے چہرے کا بغور معائنہ کیا گیا۔ مختلف طریقوں سے اس کے چہرے کو دھویا گیا۔ تاکہ میک اپ ہو تو چھوٹ جائے۔

ون او نائین نے کہا "انامیریا! تم حقیقت کو جھٹلانے کی کوشش نہ کرو۔ تم نے مندر کی سیڑھیوں پر اس بچّے کو اپنا بیٹا کہا تھا۔ اب دوا کیوں کہا تھا؟"

سونیا نے جواب دیا "مجھے اپنے ملکی سفارت خانے سے رابطہ قائم کرنے دو پھر تمھیں جواب مل جائے گا۔ تم لوگوں نے مجھے غیر قانونی طور پر حراست میں لیا ہے اور اپنے سفارت خانے لے آئے ہو۔ میں فرانسیسی سفیر سے رابطہ قائم کرنا چاہتی ہوں۔"

سیون سیون نے کہا "بے شک تم فرانس سے آئی ہو۔ ہم نے تمھارے متعلق بہتیری معلومات حاصل کی ہیں۔ فرانس کی حکومت بھی تم سے نالاں ہے۔ تمھارا شمار دنیا کے بدنام ترین اسمگلروں میں ہوتا ہے۔ ہمیں یقین ہے' فرانسیسی حکومت تمھارے معاملے میں دلچسپی نہیں لے گی۔"

ون او نائین نے پھر کہا "اگر تم چاہتی ہو کہ ہم تمھارے اسمگلنگ کے معاملات میں مداخلت نہ کریں تو تمھیں ہماری طرف سے بھرپور تعاون حاصل ہو گا۔ تم یہاں سے جو مال اسمگل کرنا چاہو' آسانی سے کر سکو گی۔ ہم بھی تمھارا ساتھ دیں گے۔ بشرطیکہ ہمارے سوالوں کا صحیح جواب دو۔"

میں نے کہا "سونیا! میں آ گیا ہوں۔ اب تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کیے جانے کا ڈراما شروع کر دو۔"

سونیا نے فوراً میری ہدایت پر عمل کیا۔ ون او نائین کی بات ادھر ختم ہوئی اُدھر وہ کرسی پر بیٹھے بیٹھے ایک دم سے چونک پڑی پھر اس نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا اور دیدے پھیلا کر وہاں موجود افراد کو تکنا شروع کیا۔ شدید حیرانی سے کہنے لگی "میں... میں کہاں ہوں؟ تم سب کون ہو؟ میں یہاں کیسے پہنچ گئی؟"

وہ سب اسے حیران نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ پھر ون او نائین نے کہا "تم کوئی چال چلنا چاہتی ہو۔ ہمیں یہ سمجھانا چاہتی ہو کہ تمھارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔"

دوسرے بھی آپس میں اس کے متعلق باتیں کرنے لگے۔ میں ان میں سے ایک کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ایک دم سے قہقہہ لگانے لگا۔ سب اس کی طرف متوجّہ ہو گئے۔ قہقہہ لگا کر اس نے کہا۔ "میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔ میں نے اب تک انامیریا کو اپنے مقاصد کے لیے استعمال کیا تھا۔ اب اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا ہے۔ خواہ مخواہ اس سے پوچھتے پاچھتے رہو گے۔ وقت ضائع کرتے رہو گے۔ اس لیڈی اسمگلر سے تمھیں کچھ حاصل نہیں ہو گا۔"

سیون سیون اور ون او نائین دونوں اس قہقہہ لگانے والے کے سامنے اٹینشن ہو گئے۔ ون او نائین نے کہا "جناب فرہاد صاحب! ہم آپ ہی کی ہدایات پر مادام رسونتی کو لے کر یہاں آئے تھے۔ مگر یہاں کچھ اور ہی ہو رہا ہے۔"

"یہ سب کچھ میری مرضی سے ہو رہا ہے۔ ذرا دماغ پر زور دو۔ وہ کوہ قاف کی شہزادی ایک بیمار بچّے کو لے کر آئی ہے۔ تم سب کا شبہ درست ہے۔ وہ بیمار بچّہ میرا بیٹا پارس ہے۔ میں چاہتا تھا اسے کسی طرح ماں کا دودھ مل جائے۔ میرا یہ مقصد پورا ہو گیا۔ اس کے لیے مجھے انامیریا کو استعمال کرنا پڑا۔ کوہ قاف کی شہزادی شباتہ کسی طور بچّے کی ماں نظر نہیں آتی تھی — تم لوگوں کو وقتی طور پر گمراہ کرنے کے لیے میں نے ایسا کیا۔ اب رسونتی ایک محفوظ مقام پر ہے اور میرے بیٹے پارس کے ساتھ ہے۔ میں چاہتا ہوں تم اس

معاملے سے اپنا ہاتھ اٹھالو۔ اس میں دلچسپی نہ لو۔ میں تمھارے بڑوں سے بات کروں گا۔"

سونیا بڑی اچھی ایکٹنگ کر رہی تھی۔ وہ بڑی حیرانی سے اس شخص کو دیکھ رہی تھی جس کے ذریعے میں بول رہا تھا۔ پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولی "کیا واقعی تم فرہاد علی تیمور ہو؟ کیا تم نے مجھے ٹریپ کیا تھا؟ کیا واقعی صبح سے اب تک میرے دماغ پر قابض رہے تھے؟ اوہ گاڈ! کتنی عجیب سی بات ہے! کیا تم ایک بار پھر میرے دماغ میں آکر مجھ سے بات کرسکو گے؟"

ون اوناٹین نے سخت لہجے میں کہا "انا میریا! تم اپنی جگہ خاموش بیٹھی رہو۔ ہمیں ضروری باتیں کرنے دو۔" پھر اس نے کہا۔ "فرہاد صاحب! آپ کا حکم سر آنکھوں پر، لیکن یہ معاملہ ہمارے بڑوں کے ہاتھوں سے نکل چکا ہے۔ آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ایک ادر حکومت مادام رسونتی میں دلچسپی لے رہی ہے۔ اگر ہم نے اپنے طور پر اقدامات نہ کیے تو مادام اور آپ کا بیٹا دونوں ہی ہاتھوں سے نکل جائیں گے۔ وقت کا سب سے اہم تقاضا یہ ہے کہ ہم اور آپ ایک دوسرے پر اعتماد کریں اور ایک دوسرے کے تعاون سے مادام اور پارس کو یہاں سے نکال لے جائیں۔"

"تم ان کی فکر نہ کرو۔ میں نے انھیں یہاں سے لے جانے کا بندوبست کرلیا ہے۔"

اسرائیلی سفیر نے پہلی بار مداخلت کی "مسٹر فرہاد علی تیمور! ہم اپنی حکومت کی طرف سے عائد کردہ فرائض سے مجبور ہیں۔ ہمیں ہر حال میں مادام رسونتی اور پارس کی حفاظت کرنی ہے۔ جب آپ نے اپنی حفاظت میں انھیں رکھا ہے تو پلیز ہمیں بھی وہاں تک پہنچا دیں۔ ہم آپ کے دوست ہیں۔ آپ نے ہمارے بڑوں کے سامنے ہماری دوستی کا اعتراف کیا ہے اور ہمیشہ ایک دوسرے سے تعاون کرنے کا وعدہ بھی کیا ہے۔ یہی ایک دوسرے سے تعاون کرنے کا سب سے مناسب موقع ہے۔"

میں نے سفیر سے کہا "جب ضرورت پڑتی ہے، تب ہی دوستوں سے تعاون حاصل کیا جاتا ہے۔ میں اپنے وعدے پر قائم ہوں جب بھی ضرورت پڑے گی میں آپ کو زحمت دوں گا۔ فی الحال مجھے آپ لوگوں کی ضرورت نہیں ہے۔"

ون اوناٹین نے کہا "جناب! آپ نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے یقیناً معلوم کیا ہوگا کہ بھارتی سرکار نے کتنی سختی سے ناکہ بندی کی ہے۔ آپ ٹیلی پیتھی کے ذریعے سب کچھ کرسکتے ہیں۔ میک اپ کرکے بھی انھیں یہاں سے نکال لے جانے کی کوشش کرسکتے ہیں لیکن یہ بتا دوں کہ اینٹی میک اپ کیمرے ہر جگہ نصب کیے گئے ہیں۔ اتنی سختی کی جارہی ہے کہ کسی بچے والی عورت کو یہاں سے جانے کی اجازت نہیں دی جارہی ہے۔ عورتیں خالی گود جاسکتی ہیں نہ بچوں کو کسی گورنس یا نرس کے ساتھ جانے کی اجازت بھی نہیں دی جارہی ہے۔ جب نیپال یا بھارت کی سرحد سے باہر کوئی بچہ جا ہی نہیں سکے گا تو آپ پارس کو کس طرح لے جائیں گے؟"

میں نے کہا "میرے مخالف ہمیشہ بہت زیادہ خوش فہمی میں مبتلا رہتے ہیں، ایسے ہی وقت میں میں اپنا کام کر گزرتا ہوں۔ میں ثابت کردوں گا کہ رسونتی اور میرا بیٹا پارس یہاں سے بخیریت چلے جائیں گے، اور اب تب میں جانے ہی والے ہیں۔"

میں نے انھیں اضطراب میں مبتلا کرنے کے لیے یہ بات کہہ دی۔ یقیناً ون اوناٹین بے چین ہوکر سوچ رہا تھا "کیا اتنی زبردست پلاننگ ہے کہ اتنی سختی کے باوجود رسونتی دونوں بچوں کے ساتھ یا اپنے اصلی پارس کے ساتھ یہاں سے نکل جائے گی؟"

میں نے کہا "مجھے انا میریا سے کوئی دلچسپی نہیں ہے چونکہ میں نے اس کی مرضی کے خلاف اسے آلۂ کار بنایا تھا، یہ دانستہ نہیں نادانستہ میرے کام آئی ہے۔ اس لیے میں اس کی حمایت کر رہا ہوں اور آپ لوگوں سے درخواست کرتا ہوں کہ اسے رہا کر دیا جائے۔"

سیلون سیلون نے کہا "ہم اسے رہا کردیں گے، تب بھی بھارتی انٹلی جنس اسے نہیں چھوڑے گی۔"

"میں زیادہ بحث پسند نہیں کرتا۔ جب میں تم سے درخواست کرسکتا ہوں تو بھارتی انٹلی جنس سے بھی کرسکتا ہوں۔ درخواست نامنظور ہونے کی صورت میں جوابی کارروائی کیا ہوتی ہے، یہ سب جانتے ہیں۔"

اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ سفیر کے سیکریٹری نے ریسیور اٹھا کر دوسری طرف کی آواز سنی۔ پھر سفیر سے کہا "بھارتی انٹلی جنس کے آفیسر راما راؤ آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔"

سفیر نے ریسیور کو کان سے لگایا۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ بھارتی انٹلی جنس کا آفیسر راما راؤ جو شیاتہ سے گفتگو کر چکا تھا، اسرائیلی سفیر سے پوچھ رہا تھا "کیا یہ درست ہے کہ فرہاد کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں واپس آگئی ہیں؟ چند گھنٹے پہلے وہ ہمارے ایک آدمی کو ذریعہ بنا کر ہم سے باتیں کرچکا ہے۔ ہمیں یقین نہیں آرہا تھا کہ فرہاد ہم سے مخاطب ہے۔ اس پر اس نے کہا تھا کہ ہم اسرائیلی سفارتی حکام سے اس کی ٹیلی پیتھی کے بارے میں تصدیق کرسکتے ہیں۔ لہٰذا میں آپ سے پوچھ رہا ہوں۔"

سفیر نے کہا "جب وہ کسی شخص کو ذریعہ بنا کر آپ لوگوں سے براہ راست گفتگو کر رہا تھا تو پھر شبہے کی کیا گنجائش رہ جاتی ہے؟ ٹیلی پیتھی کی لہریں جب دماغ میں پہنچتی ہیں تو خیال خوانی کرنے والا کسی بھی لب و لہجے میں بول سکتا ہے۔ اس کے علاوہ سوچ کی لہروں کی آواز نہیں ہوتی۔ وہ تو ہمارا احساس ہوتا ہے کہ ہم اسے فرہاد علی تیمور کے ذریعے سن رہے ہیں یا رسونتی کے۔"

"ہمیں شبہ ہے کہ رسونتی فرہاد بن کر ہم سے گفتگو کر رہی تھی کیا

شبہ درست نہیں ہوسکتا؟"

فون پر باتیں کرتے ہوئے سفیر صاحب آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس شخص کو دیکھ رہے تھے جسے ابھی اپنا آلۂ کار بنا کر میں ان لوگوں سے باتیں کرچکا تھا۔ اس نے ریسیور پر کہا "ابھی ابھی مسٹر فرہاد نے ہمارے ایک آدمی کو ذریعہ بنایا تھا۔ شاید مسٹر فرہاد ہمارے درمیان موجود ہیں۔ میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔ اس کے بعد آپ کو جواب دوں گا۔"

پھر اس نے میرے آلۂ کار شخص کو مخاطب کیا "کیا تم اپنے دماغ میں فرہاد کو محسوس کر رہے تھے؟"

وہ اثبات میں سر ہلا کر بولا "جی ہاں، جناب میں محسوس کر رہا تھا، جیسے اپنے اختیار میں نہیں ہوں۔ میرا دماغ بالکل بے بس تھا۔ جو باتیں دماغ میں گھستی آرہی تھیں، وہی میں بولتا جا رہا تھا۔"

"کیا تم نے محسوس کیا کہ تمھارا لہجہ بدل چکا تھا۔ آواز بدل چکی تھی؟"

"میں صاف طور سے محسوس کر رہا تھا۔"

"وہ لب و لہجہ، وہ آواز کسی مرد کی تھی یا عورت کی؟"

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتا۔ چونکہ مرد کی حیثیت سے باتیں کی جارہی تھیں، اس لیے فرہاد صاحب ہی بول رہے تھے۔"

"کیا رسونتی فرہاد بن کر نہیں بول سکتی ہے؟"

"جناب، میں کیا کہہ سکتا ہوں؟"

ون اوناٹین نے سوال کیا "کیا مسٹر فرہاد علی تیمور ہمارے درمیان موجود ہیں؟"

میں نے پھر اسی شخص کو آلۂ کار بناتے ہوئے کہا "میں موجود ہوں۔ تمھاری باتوں کے علاوہ راما راؤ کی گفتگو بھی سن چکا ہوں۔ انٹلی جنس والے ذہین جاسوس ہوتے ہیں۔ ذرا ذرا سی بات پر شبہ کرتے ہیں۔ ٹیلی پیتھی جاننے والا جب مرد کے ذریعے بولتا ہے تو مردانہ آواز ہی اس کے آلۂ کار کے حلق سے نکلتی ہے۔ اسی طرح کسی عورت کو ذریعہ بنا کر بولے تو اس کی آواز عورتوں جیسی نکلے گی۔ اگر تم لوگوں کو یہ شبہ ہو رہا ہے کہ رسونتی بول رہی ہے تو اپنے شبہے کی تصدیق کسی طرح بھی کرلو۔ میں کیا کہہ سکتا ہوں۔"

"آپ ہی کوئی ایسا طریقہ بتا دیں جس کے ذریعے تصدیق ہوجائے۔"

"میرے پاس ایسا کوئی طریقہ نہیں ہے۔ رسونتی کو بھارت کی سرحدوں کے اندر رکھنے کے لیے بھارتی انٹلی جنس کے افسران یہ چال چل رہے ہیں۔ وہ خواہ مخواہ یہی ضد کریں گے کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے فرہاد نہیں، رسونتی بول رہی ہے۔ اگر یہ غلط ہے تو رسونتی سامنے آئے۔ ظاہر ہے رسونتی روپوش ہوچکی ہے۔ وہ کبھی سامنے نہیں آئے گی۔ اس طرح انٹلی جنس کے افسران ہی نہیں بلکہ بھارت کے اعلیٰ حکام بھی اس بات کو زیادہ سے زیادہ تقویت پہنچائیں گے اور رسونتی کو کھٹمنڈو یا دہلی تک محدود رکھنے کی کوشش کریں گے۔"

ون اوناٹین نے میری بھرپور تائید کرتے ہوئے کہا "آپ درست کہتے ہیں۔ یہ بھارتی انٹلی جنس والے یقیناً مادام رسونتی کو اپنے دائرۂ اختیار میں رکھنے کے لیے ایسی چالیں چلیں گے اور ایسی باتیں پھیلائیں گے جو ان کے مفاد میں ہوں گی۔"

سیلون سیلون نے کہا "ہم نے رسونتی کا پوری طرح دماغی معائنہ کرایا تھا۔ بین الاقوامی شہرت رکھنے والے ڈاکٹر نے تصدیق کی ہے کہ اس کا ذہن ابھی خیال خوانی کے قابل نہیں ہے۔ کچھ کمزوری ہے جو یہاں کے ماحول میں دور ہوسکتی ہے۔ ڈاکٹر اور مسٹر فرہاد کے مشورے کے مطابق ہم اسے یہاں لے آئے ہیں۔ ہم اتنے نادان نہیں ہیں۔ ان انٹلی جنس والوں کی چالوں کو خوب سمجھ رہے ہیں۔"

سفیر نے کہا "مسٹر فرہاد علی تیمور! معاملات الجھتے چلے جائیں گے۔ آپ نے کہا تھا، ضرورت پڑنے پر آپ ہمارا تعاون حاصل کریں گے۔ میں سمجھتا ہوں، اس وقت آپ کو ہماری ضرورت ہے۔ آپ ہم پر اعتماد کریں۔ مادام رسونتی اور پارس سے ملا دیں۔ ہم وعدہ کرتے ہیں، یہاں کی انٹلی جنس اور دوسری خطرناک تنظیموں کی آنکھوں میں دھول جھونک کر ان دونوں کو یہاں سے لے جائیں گے۔"

"آپ کا دعویٰ اپنی جگہ درست ہوسکتا ہے مگر چند منٹ بعد آپ کو معلوم ہوجائے گا کہ وہ دونوں بحفاظت یہاں سے جاچکے ہیں۔"

سب کو چپ سی لگ گئی۔ وہ اپنی اپنی جگہ سوچ رہے تھے۔ میں باری باری ایک ایک کے دماغ میں جھانک کر دیکھ رہا تھا۔ سب کی متفقہ سوچ یہی تھی کہ ٹیلی پیتھی کا ایسا کوئی ہتھکنڈہ آزمایا جا رہا ہے جس کے ذریعے ماں اور بیٹے کا فرار ہونا شاید آسان ہو گیا ہے۔

وہ جس کمرے میں تھے، اس کا ایک ہی دروازہ تھا۔ کوئی کھڑکی نہیں تھی۔ روشندان بھی نہیں تھا۔ وہ سونیا کو یہاں اس غرض سے لے کر آئے تھے کہ وہ زبان نہیں کھولے گی، حقیقت نہیں اگلے گی تو دروازے کو باہر سے بند کر دیا جائے گا اور اندر ایسی گیس چھوڑی جائے گی کہ وہ کھانستے کھانستے بے دم ہوجائے گی۔ حقیقت اگلنے پر مجبور ہوجائے گی۔

وہ اپنے اپنے خیالوں میں گم تھے کہ دروازہ ایک آواز سے بند ہوگیا۔ سب نے چونک کر ادھر دیکھا۔ پھر ایک آدمی دوڑتا ہوا دروازے کے پاس گیا اور اسے کھولنے کی کوشش کرنے لگا۔ پتا چلا کہ وہ باہر سے بند کر دیا گیا ہے۔ ون اوناٹین نے چیخ کر کہا "یہ کیا حماقت ہے؟ کس نے دروازہ بند کیا ہے؟"

باہر سے کوئی جواب نہ ملا۔ چند لمحوں کے بعد ہی انھوں نے

کمرے میں عجیب سی بُو محسوس کی۔ میں نے فوراً سونیا کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ "تم نے باباصاحب کے پاس رہ کر یوگا کی ابتدائی مشقیں کی ہیں، لہٰذا جتنی دیر تک سانس روک سکتی ہو، روکنے کی کوشش کرو۔"

رسونتی کی آواز سنائی دی۔ "سونیا! فکر نہ کرو۔ میں بھی سانس روکنے کے سلسلے میں تمھاری مدد کروں گی۔ اس طرح میری اور فرہاد کی کوششوں سے تم اپنے مقررہ وقت سے کچھ زیادہ ہی سانس روک سکوگی۔ ہم یہ تدبیر آزماتے ہیں۔"

ہماری باتوں کے دوران سونیا سانس روک چکی تھی۔ دوسرے لوگ پریشان ہوکر دروازے کو پیٹ رہے تھے۔ باہر نکلنا چاہتے تھے۔ میں نے باری باری سب کے دماغوں میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ بے حد کمزوری محسوس کر رہے تھے۔ وہ سیکرٹ ایجنٹ تھے۔ ایسے حالات سے نمٹنے کے لیے انھوں نے بڑی ٹریننگ حاصل کی تھی۔ لیکن سانس روکنا ہر ایک کے بس میں نہیں ہوتا۔ پھر بھی ون او نائین اور سیون سیون دیر تک سانس روکے رکھنے کی کوششوں میں مصروف تھے۔

اِدھر سونیا میرے اور رسونتی کے تعاون سے دم سادھے بیٹھی ہوئی تھی۔ ایک تو وہ خود بھی یوگا کی بدولت کسی حد تک مہارت رکھتی تھی۔ دوسرے ہم اس کا ساتھ دے رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھل گیا۔ چار آدمی چہرے پر گیس ماسک چڑھائے اندر آگئے تھے۔ انھوں نے دروازے کو جھٹکے سے کھولا تھا۔ اس لیے دروازے کے پاس کھڑے ہوئے آدمی لڑکھڑا کر پیچھے چلے گئے تھے۔ ویسے بھی ان میں دم خم نہیں رہا تھا۔ فرش پر پڑے ہوئے تھے۔ ون او نائین نے دروازہ کھلتے ہی باہر کی طرف بھاگنے کی کوشش کی تاکہ کھلی فضا میں سانس لے، لیکن اسے جانے کا موقع نہیں دیا گیا۔ دو آدمیوں نے اسے جکڑ لیا۔ تیسرے نے اس کے منہ پر گھونسے رسید کرنا شروع کیے۔ اگر وہ بے حال نہ ہوتا تو یقیناً تینوں کا مقابلہ کرتا۔ بہرحال سونیا انھیں دیکھتے ہی آنکھیں بند کرکے بے ہوش بن گئی تھی۔ اس نے محسوس کیا، دو آدمی اسے اٹھا کر لے جارہے ہیں۔

وہ سوچ کے ذریعے بولی۔ "مجھے اغوا کیا جارہا ہے۔"

"ہنسی خوشی اغوا ہو جاؤ۔ یہ گیس ماسک چڑھا کر آنے والے یا تو بھارتی جاسوس ہوں گے یا پھر کسی خطرناک تنظیم کے افراد۔ ابھی پتا چل جائے گا۔"

وہ لوگ اسے اٹھا کر ذرا دور تک لے گئے۔ معلوم ہوتا تھا، سفارت خانے کی اس کوٹھی میں انھیں روکنے والا کوئی نہیں رہا تھا۔ جو تھے، انھیں یا تو بے بس کر دیا گیا یا مار ڈالا گیا۔ سونیا کو ایک گاڑی کی سیٹ پر لٹا دیا گیا۔ وہ آگے بڑھنے لگی تو ایمبولینس کا سائرن سنائی دیا جیسے کوئی ایمرجنسی کیس ہو، اور وہ کسی مریض کو ایمبولینس میں اسپتال پہنچا رہے ہوں۔ گاڑی تیزی سے بھاگتی جارہی تھی۔ سونیا آنکھیں بند کیے لیٹی ہوئی تھی لیکن کان کھولے ہوئے تھی۔ اس کے آس پاس جو لوگ بیٹھے تھے، وہ ان کی آوازیں سننا چاہتی تھی۔ ایک آواز سنائی دی۔ کسی نے گہری سانس لینے کے بعد کہا۔ "یہ بھارتی جاسوس قدم قدم پر ہم سے ٹکرا رہے ہیں مگر یہ کیا یاد کریں گے۔ ہم جیسے پُراسرار لوگوں کو تلاش کرتے ہی رہ جائیں گے۔"

دوسرے نے کہا۔ "یہ جاسوس اور بھارتی انٹیلی جنس ہم سے نیپال میں ٹکرا رہے ہیں۔ اگر ہندوستان میں ایسا ہوتا تو ہماری کامیابی ممکن نہ ہوتی۔"

"تم درست کہتے ہو۔ بھارتی جاسوس بہت ہی چاق و چوبند اور مستعد رہتے ہیں۔ بجلی کی طرح سرعت سے حرکت کرتے ہیں۔ یہ رسونتی کا معاملہ ہے۔ اس لیے کچھ اور ہی چُست ہوگئے ہیں۔ ہم رسونتی کو نیپال میں ہی حاصل کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔"

وہ باتیں کرتے رہے، میں ان کے دماغوں کو پڑھتا رہا۔ وہ ریڈ پاور کے لوگ تھے۔ ماسک مین کے حکم پر رسونتی کو حاصل کرنے کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا رہے تھے۔ یہ بھارت اور ریڈ پاور کا ہی دعویٰ ہے کہ وہ ایک دوسرے کے گہرے دوست ہیں۔ ان کی دوستی برسوں سے ثابت ہوتی چلی آرہی ہے۔ لیکن بعض بین الاقوامی معاملات ایسے ہوتے ہیں، جہاں دوستی سازشوں میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ وہی ریڈ پاور جو سپر ماسٹر کے خلاف بھارت کی ہر طرح مدد کرتا تھا، آج بھارت سے مخالفت کرکے رسونتی کو حاصل کرنے کے لیے جارحانہ اقدامات کر رہا تھا۔

ریڈ پاور کے ان افراد کی سوچ بتا رہی تھی کہ بھارتی انٹیلی جنس کو ان کی سرگرمیوں کا علم نہیں ہے۔ اگر وہ پکڑے بھی گئے تو یہ ثابت نہیں ہوسکے گا کہ ان کا تعلق ریڈ پاور سے ہے۔ وہ کسی صورت میں بھی بھارت سے قائم پُرانے مراسم ختم کرنا نہیں چاہتے تھے۔ اس لیے دو رُخی چالیں چل رہے تھے۔

اسی وقت رسونتی نے گھبرا کر کہا۔ "میں ابھی ثباتہ کے پاس سے آرہی ہوں۔ وہاں بھی یہی کچھ ہو رہا ہے جو سونیا کے ساتھ ہو رہا ہے۔ ثباتہ سانس روکے بیٹھی ہوئی ہے۔ میں نے اسے تسلی دی ہے۔ فرہاد! جلدی چلو۔ اسے ہماری مدد کی ضرورت ہے۔"

ہم فوراً ثباتہ کے پاس پہنچ گئے اور سانس روکنے کے سلسلے میں سونیا کی طرح اس کی مدد کرنے لگے۔ اس وقت وہ لوگ اسے اٹھا کر لے جارہے تھے۔ معلوم ہوتا تھا، وہاں بھی انٹیلی جنس کے لوگوں کو بے بس کر دیا گیا تھا۔ بھارتی سراغرساں اپنے دیس کی طرح یہاں منظم نہیں تھے۔ اسی لیے دوسری بڑی خطرناک تنظیمیں اپنی کارروائیوں میں کامیاب ہوتی جارہی تھیں۔ مجھ سے اور رسونتی سے تعلق رکھنے والے اہم مُہرے ان کے ہاتھوں سے نکلتے جارہے تھے۔ یہ میرے اور رسونتی کے لیے نقصان دہ تھا۔ انتقاماً بھارتی جاسوس اور بھارتی فوجی مشتعل ہوکر ہمارے خلاف محاذ بنا سکتے تھے اور وہ بنا بھی رہے تھے۔

سونیا اور ثباتہ کو اغوا کرنے کا طریقۂ کار تقریباً ایک جیسا تھا۔ جب ثباتہ کو وہ لوگ گاڑی میں ڈال کر لے جانے لگے تو اس تیز رفتار گاڑی سے گھنٹیوں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ اس سے یہ تاثر ملتا تھا کہ وہ فائر بریگیڈ کی گاڑی ہے۔ کہیں آگ لگی ہوئی ہے۔ اسی لیے تیزی سے آگ بجھانے جارہی ہے۔ ثباتہ اسی طرح بے ہوشی کا مظاہرہ کر رہی تھی۔ آنکھیں بند تھیں لیکن کان کھلے تھے۔ اس کے ذریعے میں نے گاڑی میں بیٹھے ہوئے ایک شخص کی آواز سنی۔ وہ ڈرائیور سے کہہ رہا تھا۔ "اس راستے میں بہت بھیڑ ہے۔ یہاں کے لوگ بڑے جاہل ہیں۔ ایمرجنسی میں گزرنے والی گاڑیوں کو راستہ نہیں دیتے۔ گھنٹیاں بجانے کے باوجود گاڑی کی رفتار سست ہے۔ تم دربار اسکوائر سے نکلنے کے لیے گولڈن ڈور سے گزرو۔ پھر بھگت پور کی طرف چلو۔"

اس کی باتوں سے پتا چل گیا کہ وہ کٹھمنڈو سے مشرق کی طرف آٹھ میل دور بھگت پور جارہے ہیں۔ میں اس شخص کے دماغ کو ٹٹولنے لگا۔ اس کے آس پاس دوسرے مسلح جوان بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ سب مقامی باشندے تھے۔ خاص طور پر نیپالی گورکھے تھے اور ان سب کا تعلق سپر ماسٹر کی تنظیم سے تھا۔

میں نے رسونتی سے پوچھا۔ "تم مقامی زبان اچھی طرح سمجھتی ہو؟"

"ہاں، سمجھتی بھی ہوں، بولتی بھی ہوں۔ گورکھے آپس میں کچھ باتیں کر رہے ہیں۔ معلوم کرو، ان سے ہمارا کوئی تعلق ہے یا نہیں؟"

میں اس شخص کو ٹٹولنے لگا جس نے ابھی ڈرائیور کو بھگت پور جانے کے لیے کہا تھا۔ سب ہی کے دماغوں میں ایک بات تھی۔ رسونتی کہاں ہے اور اسے کس طرح حاصل کیا جاسکتا ہے؟ اسے حاصل کرنے کے لیے ایک طرف ماسک مین کے آدمیوں نے انامیریا کو اغوا کیا تھا۔ ان کے فرشتے بھی نہیں جانتے تھے کہ اس انامیریا کے پیچھے سونیا چھپی ہوئی ہے۔ اگر معلوم ہو جاتا تو شاید وہ اس پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت بھی نہ کرتے۔ بہرحال دوسری طرف سپر ماسٹر کے آدمی ثباتہ کو لے جارہے تھے۔

اس شخص کی سوچ بتا رہی تھی کہ انھوں نے انامیریا کو بھی غائب کرنے کے متعلق سوچا تھا لیکن ثباتہ کو انامیریا پر ترجیح دی تھی۔ ان کی معلومات کے مطابق وہ وادیٔ قاف کی شہزادی تھی۔ دوسرے بلبا کی بہن ہونے کے ناتے مرجان کے زیادہ قریب تھی۔ اس طرح یقیناً فرہاد کے بھی قریب ہوگی اور مندر کی سیڑھیوں پر رسونتی نے جس بچے کے ساتھ ممتا کا مظاہرہ کیا تھا، اس بچے کا تعلق فرہاد سے بہت قریبی ہوسکتا تھا۔

واقعات اور حالات کی یہ تمام کڑیاں ایک دوسرے سے ملاتے ہوئے سپر ماسٹر کے آدمیوں نے یہی فیصلہ کیا کہ پہلی فرصت میں ثباتہ کو ہی قبضے میں کیا جائے۔ کٹھمنڈو شہر کے باہر پہنچتے ہی فائر بریگیڈ کی گاڑی ایک جگہ رک گئی۔ سڑک کے دوسری طرف ایک ویگن کھڑی تھی۔ ان لوگوں نے ثباتہ کو ویگن میں منتقل کر دیا۔ فائر بریگیڈ والی گاڑی واپس جانے لگی۔ رسونتی نے کہا۔ "فرہاد! فائر بریگیڈ کی گاڑی میں ایک مقامی باشندہ واپس جارہا ہے۔ اس کی سوچ نے بتایا ہے کہ وہ کٹھمنڈو شہر میں داخل ہوتے ہی پولیس اسٹیشن جائے گا اور یہ رپورٹ درج کرائے گا کہ چند نامعلوم افراد نے اس کی کنپٹی پر پستول رکھ کر فائر بریگیڈ کی گاڑی اپنے لیے استعمال کی تھی اور کسی لڑکی کو اغوا کرکے کرتی پور لے گئے ہیں۔ اس طرح بھارتی فوجی اور جاسوس، دوسری تنظیموں کے افراد ثباتہ کو تلاش کرنے نکلیں گے تو وہ بھگت پور کی طرف دھیان نہیں دیں گے۔ سب کی توجہ کرتی پور کی طرف رہے گی۔"

ثباتہ آنکھیں بند کیے پڑی تھی۔ یوں تو میں اور رسونتی دونوں اس کے دماغ کو پڑھ رہے تھے لیکن ثباتہ صرف رسونتی کے متعلق جانتی تھی۔ اسے بھارتی انٹیلی جنس والے گرفتار کرکے لے گئے تھے، تب بھی میں نے اس سے یہی کہا تھا کہ میں رسونتی ہوں لیکن انٹیلی جنس کے افسران کے سامنے فرہاد بن کر باتیں کروں گی، انھیں دھمکیاں دوں گی، اور میں نے ایسا ہی کیا تھا۔ لہٰذا ثباتہ کو میری خیال خوانی کا علم نہیں تھا بلکہ یوں کہنا چاہیے، وہ میرے متعلق پوری طرح نہیں جانتی تھی کہ میں کہاں ہوں، کن حالات سے گزر رہا ہوں۔ اگر اسے علم ہوتا تب بھی وہ سجاد ہی کو جانتی، کیونکہ سجاد مسلسل فرہاد کا رول ادا کرتا چلا آرہا تھا۔

رسونتی نے میرے مشورے کے مطابق ثباتہ کو بتایا کہ سپر ماسٹر کے آدمی اسے کہاں لے جارہے ہیں؟ جہاں بھی لے جائیں گے اسے نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ صرف اس کے متعلق معلومات حاصل کریں گے اور دوسری بات یہ کہ یہ لوگ اسے یا انامیریا کو نیپال سے باہر نہیں لے جائیں گے۔ انھیں یقین ہے کہ رسونتی کو نیپال کی حدود میں کہیں چھپا کر رکھا گیا ہے۔ رسونتی نے اس سے اہم باتیں کرنے کے بعد کہا۔ "میں تھوڑی دیر بعد آؤں گی۔"

ثباتہ نے سوچ کے ذریعے کہا۔ "تم کھڑے کھڑے آتی ہو، اپنی بات کرتی ہو، پھر اس سے پہلے کہ میں کوئی بات کروں، چلی جاتی ہو۔"

"کیا کہنا چاہتی ہو؟"

"خدا کے لیے مجھے فرہاد کے متعلق بتاؤ؟"

"میں پہلے کہہ چکی ہوں، مجھے بالکل فرصت نہیں ہے۔ ہر جگہ خیال خوانی کے ذریعے پہنچ کر اپنے ساتھیوں کی خیریت معلوم کرتی رہتی ہوں۔ فی الحال فرہاد کے متعلق تمھیں تفصیل سے نہیں بتاسکتی۔"

"اتنا ہی بتادو، وہ اور اعلیٰ بی بی ابھی تک جزیرے میں قید ہیں یا میرے بھائی اور مرجان نے انھیں رہائی دلائی ہے؟"

"وہ دونوں رہا ہو چکے ہیں لیکن مرجانہ اور بلبا ابھی تک جزیرے میں ہیں۔ ہم وہاں سے انھیں نکال لانے کی کوشش میں مصروف ہیں۔ میں پھر آؤں گی۔"

رسونتی میرے دماغ میں پہنچ گئی۔ اس نے التجا آمیز لہجے میں کہا: "مجھے جانے کے لیے نہ کہنا۔"

"رسونتی! ہم دونوں بے حد مصروف ہیں۔ کیا کہنے آئی ہو؟"

"میں بہت پریشان ہوں۔ پارس اب مجھے نہیں پہچان رہا ہے۔ کیونکہ میں کسی دوسری عورت کے میک اپ میں ہوں۔ وہ معصوم میرے اصلی چہرے کو ڈھونڈ رہا ہے۔ میں اسے نظر نہیں آ رہی ہوں، اس لیے رو رہا ہے۔"

"بچے اپنی ماں کو صرف چہرے سے نہیں، اس کے لمس سے، اس کی آواز سے اور اس کی ممتا کی حرارت سے بھی پہچانتے ہیں۔ تم کوشش کرو۔ وہ تمھیں پہچان لے گا۔"

"میں نے ہر ممکن کوشش کی ہے۔"

"یہ بتاؤ، تمھیں تو اپنا پارس مل گیا ہے۔ اب فرضی پارس کو کب تک اپنے پاس رکھو گی؟"

"یہ کیا کہہ رہے ہو؟ میں نے اسے دودھ پلایا ہے۔ اس کے لیے راتوں کو جاگتی رہی ہوں۔ وہ بیمار ہوا تو میری بھوک پیاس مر گئی۔ وہ جاگتا تھا تو میں جاگتی تھی۔ وہ روتا تھا تو میں روتی تھی۔ بے شک میں نے اسے جنم نہیں دیا ہے لیکن بھرپور ممتا دی ہے۔ میں اس بچے کو نہیں چھوڑ سکتی۔ اس دنیا میں اس کا کوئی نہیں ہے صرف میں ہوں، اور میں آخری سانس تک ایک ماں کی طرح اس سے انصاف کرتی رہوں گی۔"

بہت دن کے بعد پہلی بار اس کا جذبہ دیکھ کر مجھے خوشی ہوئی۔ میں نے کہا: "رسونتی! تمھارے اندر ایک سچی عورت ہے۔ ایک سچی ماں ہے، وہ سچی بیوی کہاں مر گئی تھی؟ کیوں تم نے اسے مار ڈالا تھا؟"

وہ رونے لگی۔ اس کے قریب آئینے کے پاس کھڑے ہوئے میک اپ مین نے کہا: "مادام! یہ آپ کیا کر رہی ہیں۔ فوراً آنسو پونچھیے۔ میک اپ کچا ہے۔ میں آنکھوں میں لوشن لگانا چاہتا ہوں۔"

میں نے اسے ٹوکا: "رسونتی، یہ کیا حماقت ہے آنسو پونچھ لو۔ میرا مطلب یہ نہیں تھا کہ میں تمھیں رُلاؤں۔ آج بہت عرصے بعد تمھارے اندر کی عورت کو دیکھ کر خوشی ہوئی۔ خدا تمھیں عقل دے اور حالات سے سمجھوتہ کرنا سکھائے۔"

وہ آنسو پونچھتے ہوئے ایک سرد آہ بھر کر بولی: "میں بدترین حالات سے سمجھوتہ کر سکتی ہوں لیکن ان حالات سے کیسے سمجھوتہ کروں جو تم سے ہمیشہ دور رکھنا چاہتے ہیں۔ آہ! فرہاد، میری یہ پہاڑ جیسی زندگی تمھارے بغیر کیسے گزرے گی؟"

"صبر کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔"

"میں اس سلسلے میں ایک ضروری بات کرنا چاہتی ہوں۔ ہو سکتا ہے میرے اور تمھارے جس رشتے کو تم نے غصے کی حالت میں توڑ دیا ہے، وہ نہ ٹوٹا ہو۔"

"یہ ایسی باتوں کا وقت نہیں ہے۔ مجھے دوسری جگہ بھی پہنچنا ہے۔ فی الحال تم اپنا میک اپ مکمل کرو اور فرضی پارس کو سمجھاؤ۔ اسے نئے چہرے کا عادی بناؤ۔"

"ہم اسے کب تک فرضی پارس کہتے رہیں گے؟"

"فرصت ملے گی تو اس کے لیے کوئی اچھا سا نام تجویز کیا جائے گا"

"میں نے سوچ لیا ہے۔ میں نے جسے جنم دیا ہے، تم نے اس کا نام پارس علی تیمور رکھا ہے۔ ہم دوسرے بیٹے کا نام صرف علی تیمور رکھیں گے۔ ایک ہمارا پارس ہوگا، دوسرا علی تیمور۔ کیا تمھی پسند ہے؟"

"ہاں، پسند ہے۔ میں جا رہا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد رابطہ قائم کروں گا یا تم مجھے حالات سے مطلع کرتی رہنا۔"

"ذرا ایک منٹ، اتنا بتا دو۔ میں کب تک اپنے دونوں بچوں کو لے کر یہاں سے بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ سکوں گی؟ مجھے اطمینان نہیں ہے۔ ہر لمحہ دھڑکا لگا رہتا ہے، کہیں میرے بچے پھر دشمنوں کے ہاتھ نہ لگ جائیں۔"

"اطمینان رکھو۔ ایسا نہیں ہوگا۔ میں تمھیں یہاں سے نکال لے جانے کی ہر ممکن کوشش کر رہا ہوں۔ تم دیکھ رہی ہو سونیا جیسی شاطر عورت تمھارے ساتھ ہے۔ پھر شباتہ دلیری میں کسی سے کم نہیں ہے۔ یہ دونوں دشمنوں کو اچھی طرح الجھا کر رکھیں گی اور تمھارا راستہ صاف کرنے کی کوششیں کرتی رہیں گی۔"

میں اس سے رخصت ہو کر سونیا کے دماغ میں پہنچا تو وہ بھی وہی بات سوچ رہی تھی جو میں رسونتی سے کہہ رہا تھا۔ یعنی اس کا ارادہ تھا کہ وہ موجودہ دشمنوں کی قید سے نہیں نکلے گی بلکہ ریڈ پاور کے ان آدمیوں کو الجھاتی رہے گی۔ میں اس سے رابطہ قائم کروں گا تو وہ مجھے شباتہ کو بھی یہی مشورہ دینے کے لیے کہے گی۔

میں نے اس کی سوچ پڑھنے کے بعد پھر رسونتی سے رابطہ قائم کیا: "تم شباتہ کو وہی مشورہ دو جو سونیا سوچ رہی ہے۔ وہ سپر ماسٹر کے آدمیوں کی قید میں رہے گی اور انھیں زیادہ سے زیادہ الجھانے کی کوشش کرتی رہے گی۔ میں تھوڑی دیر بعد شباتہ کے پاس رسونتی بن کر پہنچوں گا۔"

تمام معاملات طے کرنے کے بعد میں تھوڑی دیر کے لیے دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا، یعنی میں بیروت میں تھا۔ وقت شام کے چھ بج چکے تھے۔ میں نے بزرگ جلیل القدر سے وعدہ کیا تھا کہ چھ بجے کے بعد اپنے مراقبے سے نکلوں گا۔ نیند بھی پوری کر لوں گا۔ اس کے بعد انھیں وہ ٹھکانہ بتاؤں گا جہاں وہ چھاپا مار کر ہتھیار حاصل کر سکیں گے۔

میں نے بزرگ کو بلایا۔ پہلے ہی ان سے کہہ چکا تھا کہ وہ ایسے جوانوں کی ایک ٹیم تیار کریں جو بہت ہی چاق و چوبند اور ہمیشہ چوکنے رہتے ہوں اور آڑے وقت پر حاضر دماغی سے کام لے سکتے ہوں۔ وہ ایسے سات جوانوں کے ساتھ آئے۔ میں نے ان ساتوں جوانوں سے باری باری گفتگو کی۔ انھیں اچھی طرح جانچا پرکھا پھر اس جگہ کی نشاندہی کی جہاں سے وہ ہتھیار حاصل کر سکتے تھے۔

میں نے کہا: "آپ لوگ اس احمق نوجوان کو اپنے ساتھ رکھیں جو صدیقہ کے محبوب کو دشمنوں کی قید سے چھڑا کر لایا ہے۔"

ایک جوان نے کہا: "واقعی ہم اب تک اسے احمق سمجھتے تھے لیکن اس نے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ اس کارنامے کو انجام دینے میں آپ کا علم بھی کام آ رہا ہے۔ ہم اس نوجوان کو اپنے ساتھ رکھیں گے۔"

منصوبہ طے ہونے کے بعد وہ سب یہ کہہ کر چلے گئے کہ آدھی رات کے بعد چھاپا مار کر ہتھیار لے آئیں گے۔ ان کے جاتے ہی دو بزرگ خواتین ہاتھوں میں ٹرے لیے آئیں۔ میرے لیے کھانا لایا گیا تھا۔ میں بھوکا تھا، کھانے بیٹھ گیا۔ کھانے کے دوران میں نے بزرگ جلیل القدر سے کہا: "آپ اس ٹیکسی ڈرائیور کو بلائیں یا پیغام بھیج دیں کہ آج رات آٹھ یا نو بجے تک یہاں آ جائے۔ میں یہاں سے دو گھنٹے کے بعد روانہ ہوں گا اور کرسٹو فریکی کی جگہ لینے کی کوشش کروں گا۔"

بزرگ نے پوچھا: "اگر تم کامیاب ہو جاؤ گے تو پھر اصلی کرسٹو فریکی کہاں جائے گا؟ کیا اسے ختم کر دو گے؟"

"یہی مناسب ہے۔"

"میرے دو آدمی تمھارے ساتھ رہیں گے تاکہ اس کم ظرف کی لاش کو کہیں چھپا دیں اور کوئی اس تک نہ پہنچ سکے۔"

"شاید مجھے آپ کے اور دو جوانوں کی ضرورت پیش آئے۔ آپ انھیں بھی تیار رکھیں۔ ابھی میری پلاننگ کے متعلق کسی کو نہ بتائیں۔ وقت آنے پر میں خود ان جوانوں کو بتاؤں گا اور ان کی رہنمائی کروں گا کہ انھیں کیا کرنا ہے۔"

کھانا ختم کرنے کے بعد میں نے چائے پی۔ بزرگ جلیل القدر وہاں سے چلے گئے۔ میں چائے پینے کے دوران مرجانہ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ جزیرے کی ایک بستی کے ایک مکان میں تھی۔ ایک کمرے میں بلبا بستر پر پڑا ہوا تھا۔ اس کی مرہم پٹیاں کر دی گئی تھیں۔ میں ان کے ذریعے دور سے شیروں کے دہاڑنے کی آوازیں سن رہا تھا۔ مکان کے اندر ایک لالٹین روشن تھی۔ باہر گہری تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ مرجانہ نے مجھے اپنے دماغ میں محسوس کرتے ہی کہا: "جانوروں کے آزاد ہو جانے کے بعد ایسی بھگدڑ مچی تھی کہ جنریٹر کو چلانے والا کوئی نہ رہا۔ اس لیے بیشتر گھروں میں اندھیرا ہے۔ جن کے ہاں لالٹین ہے وہاں روشنی ہے۔ لوگ دہشت زدہ ہو کر گھروں میں دبکے ہوئے ہیں۔ شاید کوئی کھڑکی سے جھانکنے کی بھی جرأت نہ کرتا ہو۔"

وہ مجھ سے باتیں کر رہی تھی اور دور کہیں ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ اس نے کہا: "شاید اعلیٰ بی بی نے ہمارے لیے ہیلی کاپٹر بھیجا ہے لیکن یہاں سے نکلنا بہت مشکل ہے رسونتی! تم اعلیٰ بی بی سے کہو کہ یہ ہیلی کاپٹر اپنا ہے تو اس کے پائلٹ سے رابطہ قائم کر کے اسے یہاں اترنے سے روک دے۔"

وہ درست کہہ رہی تھی۔ اگر ہیلی کاپٹر اپنے ہی آدمیوں کا تھا تو وہ بستی کے قریب ہی اترتا۔ شاید اندھیرے میں یا سرچ لائٹ کے باوجود اسے کوئی جنگلی جانور نظر نہ آتا لیکن اس کے اترنے کے بعد کوئی درندہ اچانک جھاڑیوں سے نکل کر ان پر جھپٹ سکتا تھا۔

اس وقت مرجانہ مکان کے کھلے صحن میں کھڑی سر اٹھائے تاریک آسمان کو دیکھ رہی تھی۔ قریب ہی ایک ہیلی کاپٹر گزرتا ہوا نظر آ رہا تھا۔ پھر اس کی سرچ لائٹ اس پر پڑنے لگی۔ میں نے کہا: "شاید وہ تمھیں دوربین کے ذریعے دیکھ رہے ہوں۔"

"تم میرے پاس کیا کر رہی ہو؟ اعلیٰ بی بی کے پاس کیوں نہیں جا رہی ہو؟"

"جا رہی ہوں۔"

میں اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے مجھے محسوس کیا۔ پھر پوچھا: "اتنی دیر تک کہاں رہے تھے؟ کم از کم ایک منٹ کے لیے تو آ کر وہاں کے حالات بتلاتے۔ کہاں کیا ہو رہا ہے، ہمیں کچھ علم نہیں ہے۔ یہاں تو ہم بلیک شیڈو کے مہمانِ خاص بنے ہوئے ہیں۔"

"کیا بلیک شیڈو کے آدمی مرجانہ اور بلبا کو جزیرے سے لانے گئے ہیں؟"

"وہ اپنے آدمیوں کو ابھی جزیرے کی طرف روانہ کرنے والا ہے۔"

"یہ بات تمھیں کب معلوم ہوئی؟"

"یہی کوئی دس منٹ گزرے ہیں۔ میں اس سے باتیں کر کے آ رہی ہوں۔"

"کیا اس بار بھی اس کا سایہ بول رہا تھا؟"

"ہاں، وہ بڑا پُراسرار بنا ہوا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا سایہ کیسے بول سکتا ہے۔ اگر اس کا وجود ہے تو تم اس کے دماغ میں

کیوں نہیں پہنچ سکے ؟

"ابھی اس مسئلے میں الجھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر بلیک شیڈو نے دس منٹ پہلے یہ کہا ہے کہ اپنے آدمیوں کو جزیرے کی طرف روانہ کرنے والا ہے، تو ابھی مرجانہ نے جس ہیلی کاپٹر کو دیکھا ہے، وہ بلیک شیڈو کا نہیں ہے۔ وہ کسی دوسرے کا ہے۔ ٹھہرو، شاید وہ جمی فاؤنڈر ہے۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

میں یہودی سیکرٹ ایجنٹ جمی فاؤنڈر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ہیلی کاپٹر میں بیٹھا پرواز کر رہا تھا۔ دوربین لگائے سرچ لائٹ کی روشنی میں نیچے دیکھ رہا تھا۔ پرواز نیچی تھی، اس لیے بستی صاف طور سے نظر آ رہی تھی۔ بستی کے اطراف چکر کاٹتے ہوئے اس نے ایک جگہ ایک چیتے کو آزادی سے گھومتے دیکھا۔ وہ بستی کے قریب ہی تھا پھر ایک ریچھ دکھائی دیا۔ یہ دیکھنے کے بعد وہ ان پنجروں کی طرف گیا جہاں جانوروں کو بند رکھا جاتا تھا۔ اس نے دیکھا کہ تمام پنجرے زمین سے اکھڑ چکے ہیں اور سارے جانور آزاد ہو گئے ہیں۔ یقیناً پورے جزیرے میں پھیل گئے ہوں گے۔ یہ منظر دیکھنے کے بعد جمی فاؤنڈر میں اتنی جرأت نہیں تھی کہ وہ ہیلی کاپٹر کو نیچے اتارتا۔

وہ پرواز کرتا ہوا اس مکان کے اوپر سے گزرا جس کے صحن میں مرجانہ کھڑی تھی۔ وہ اسے لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے مخاطب کرنا چاہتا تھا لیکن اچانک ہیلی کاپٹر کی طرف فائرنگ شروع ہو گئی۔ میں نے یوگو ہنٹر کے دماغ کی طرف چھلانگ لگائی۔ میرا اندازہ درست نکلا۔ وہی ہیلی کاپٹر کی طرف فائرنگ کر رہا تھا۔ اس فائرنگ میں اس کے آدمی بھی شریک تھے۔ وہ چاہتا تھا کہ یہاں کوئی ہیلی کاپٹر نہ آئے کیونکہ جو بھی آتا، وہ مرجانہ اور بلباک رہائی کے لیے آتا۔ اعلیٰ بی بی یہاں سے جا چکی تھی اور ان کی رہائی کے لیے کوشش کرنے والی وہی ہو سکتی تھی۔ یہی سوچ کر اس نے فائرنگ کی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جمی فاؤنڈر اپنے ہیلی کاپٹر کو دور لے گیا۔ اس کا رُخ یونان کے مشرقی ساحل کی طرف تھا۔ اس کا ارادہ تھا کہ صبح صادق کی روشنی میں ادھر آئے گا اور کسی محفوظ جگہ ہیلی کاپٹر اتار کر مرجانہ تک پہنچنے کی کوشش کرے گا۔

اسے یہ بھی خیال آ رہا تھا کہ وہ شاید مرجانہ تک نہ پہنچ سکے۔ اس پر جو فائرنگ ہوئی تھی یقیناً وہ اپالو اور یوگو ہنٹر کا کام تھا۔ اسے معلوم نہیں تھا کہ اپالو مارا جا چکا ہے۔ وہ جزیرے سے باہر جانا چاہتا تھا۔ پھر خیال آیا کیوں نہ دیکھا جائے کہ مرجانہ جس بستی میں ہے، اس سے قریب ترین بستی کون سی ہے۔ دن کے وقت پہلے وہاں پڑاؤ کیا جائے۔ یوگو ہنٹر اور اپالو وغیرہ مرجانہ والی بستی میں ہیں تو دوسری بستی میں وہ نہیں ہوں گے اور وہاں فائرنگ نہیں ہوگی۔ آزما لینے میں ہرج کیا ہے۔

وہ پرواز کرتا ہوا ایک قریبی بستی پر پہنچا۔ اس کے چاروں طرف چکر کاٹتے ہوئے سرچ لائٹ کی روشنی میں طائرانہ نظر ڈالنے لگا پھر نیچی پرواز کی۔ اسے فائرنگ کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ اس کا خیال درست نکلا، اپالو اور یوگو ہنٹر مرجانہ والی بستی میں تھے۔ اس لیے وہاں سے فائرنگ ہوئی۔ یہاں چونکہ کوئی حکم دینے والا نہیں تھا، اس لیے فائرنگ نہیں ہو رہی تھی۔

پرواز کے دوران اس نے دو ہیلی کاپٹر دیکھے۔ پہلے تو اسے تعجب ہوا کہ یہ کون ہو سکتے ہیں۔ پھر خیال آیا، شاید سپر ماسٹر یا ماسک مین کے آدمی ہیں۔ وہ ان کے متعلق زیادہ سوچنا نہیں چاہتا تھا۔ جب مقابلے کا وقت آتا تو ان سے نمٹ لیتا۔ اس کی پریشانی یہ تھی کہ کسی طرح مرجانہ سے رابطہ قائم ہو اور وہ فرہاد اور اعلیٰ بی بی کے متعلق معلومات حاصل کرے۔

تب میں نے اسے مخاطب کیا۔ وہ چونک کر بولا "فرہاد! میں آپ کا انتظار ہی کرتا رہ گیا۔ مجبور ہو کر مجھے یہاں آنا پڑا۔ آپ ناراض نہ ہوں۔ میں ڈیوٹی پر ہوں۔ مجھے اپنے بڑوں کو ڈیوٹی کی باقاعدہ رپورٹ دینا پڑتی ہے۔"

"کوئی بات نہیں۔ میں بھی مجبوری کے تحت تم سے رابطہ قائم نہ کر سکا۔ اب میری باتوں کو غور سے سنو۔ فوراً جزیرے سے باہر جا کر اپنے اڈے پر پہنچو۔ اس کے ایک گھنٹے بعد پھر اسی جزیرے میں واپس آؤ۔"

"ایسا کیوں، جناب؟"

"دو ہیلی کاپٹر جو تم نے دیکھے ہیں، وہ بلیک شیڈو کے ہیں۔"

"میں اس کے متعلق تفصیل سے بعد میں بتاؤں گا۔ ایک گھنٹے بعد تم دوسری بستی کے قریب اتر سکتے ہو۔ وہاں تم پر فائرنگ نہیں ہوئی تھی۔ اپالو مارا جا چکا ہے۔ صرف ہنٹر رہ گیا ہے لیکن اس جزیرے پر چھا جانے کے لیے بہت سوچ سمجھ کر اقدامات کرنے ہوں گے۔"

"آپ جیسا حکم دیں گے میں عمل کروں گا۔"

"دوسری بستی پر ابھی تم نے پرواز کی تھی۔ وہاں ایک مکان ہے۔ اس مکان کے ایک کمرے میں بہت سا اسلحہ گولہ بارود ہے۔ یقیناً بستی والوں نے اپنی حفاظت کے لیے جانوروں سے بچاؤ کی خاطر سارا اسلحہ اور گولہ بارود نکالا ہوگا۔ کس قدر گولہ بارود اور ہتھیاروں کا انتظام کر سکتے ہو؟"

"آپ حکم دیجیے۔ میرے پاس ان کی کمی نہیں ہوگی۔"

"تمہارے پاس آدمی کتنے ہوں گے؟"

"صرف بیس آدمی ہیں، لیکن سب گوریلا فائٹر ہیں۔ بیس پورے جزیرے پر چھا جائیں گے۔"

"ایک گھنٹے بعد اپنے ساتھ دس جوانوں کو لے جب

گولہ بارود کا ذخیرہ کافی ہونا چاہیے۔ اس بستی میں اترتے ہی لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے اعلان کرو کہ جنگلی جانوروں کو قابو میں کرنے کے لیے شکاریوں کو جزیرے میں بلایا گیا ہے۔ یہ آدمی انہیں مارنے یا زندہ پکڑنے کے لیے آئے ہیں۔ اس طرح بستی والے مزاحمت نہیں کریں گے۔ جب تم بستی کے اندر پہنچ جاؤ تو تمام مسلح افراد کو باری باری بلا کر انہیں قابو میں کرو اور ان کے ہتھیار چھین کر رکھ لو تاکہ وہ تمہارے خلاف کوئی قدم نہ اٹھا سکیں۔"

"میں آپ کی پلاننگ سمجھ گیا۔ ایسا ہی کروں گا۔"

"اس کے بعد تم مرجانہ والی بستی کے قریب ایک اور بستی تلاش کرو۔ وہاں بھی اپنے گوریلوں کو اتارو۔ وہاں بھی یہی لائن آف ایکشن ہونا چاہیے۔"

"میں صبح ہونے سے پہلے ان دونوں بستیوں پر قبضہ کر لوں گا۔"

"صبح ہوتے ہی تم مرجانہ والی بستی کو چاروں طرف سے گھیرنے کی کوشش کرو گے۔ چونکہ تمہارے پاس گوریلے فائٹر ہوں گے اور ہتھیار ضرورت سے زیادہ ہوں گے۔ اس لیے جنگلی جانوروں کا خطرہ نہیں ہوگا۔ تم بآسانی مرجانہ والی بستی کو چاروں طرف سے گھیر کر یوگو ہنٹر کو بے بس کر سکتے ہو۔ اس کے علاوہ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے بے دست و پا بنا دوں گا۔"

"آپ کے تعاون سے کام نہایت آسان ہو جائے گا۔ میں ایک گھنٹہ بعد آپ کے حکم کے مطابق کارروائی کروں گا۔ ویسے آپ جزیرے میں کہاں ہیں؟"

"میں جزیرے سے نکل چکا ہوں۔ بلیک شیڈو نے مجھے اور اعلیٰ بی بی کو قید کر رکھا ہے۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں جناب؟"

"جو کہہ رہا ہوں، اسے غور سے سنو۔"

میں اسے بلیک شیڈو کے متعلق مختصر طور پر بتانے لگا۔ میں خود بلیک شیڈو کے متعلق پوری تفصیلات نہیں جانتا تھا۔ وہ اتنا حیرت انگیز کردار تھا کہ اس کے متعلق سننے کے بعد جمی فاؤنڈر نے کہا "جناب! آپ کہہ رہے ہیں، اس لیے یقین کر رہا ہوں۔ ورنہ یہ ماننے والی بات نہیں ہے کہ سایہ ہو لیکن اس کا وجود نہ ہو اور آپ اس کے دماغ میں نہ پہنچ سکتے ہوں۔"

"تم اس بات سے اندازہ لگاؤ کہ اس کے دماغ میں نہ پہنچنے کی وجہ سے اس کے آگے بے بس ہوں اور اعلیٰ بی بی کے ساتھ یہاں قید کیا گیا ہوں۔ ویسے وہ ہمیں معزز مہمان کی طرح رکھے ہوئے ہے۔ ہر طرح کی آزادی دی ہے۔ وہ سمجھتا ہے، میری خیال خوانی کی صلاحیتیں نہیں رہی ہیں، اس لیے مطمئن ہے۔ میرے اطراف زیادہ سخت پہرہ نہیں ہے۔ اس کے باوجود تم خوش فہمی میں مبتلا نہ رہنا۔ جب یوگو ہنٹر کو بے بس کر دیا جائے گا اور جزیرے پر تمہارا قبضہ ہو جائے گا، اس کے بعد تم بلیک شیڈو کی طرف رخ کرنا۔"

"جناب! ہم تو آپ کے لیے یہاں آئے ہیں۔ میرا فرض ہے کہ سب سے پہلے میں آپ کی رہائی کا انتظام کروں۔ رہ گئی جزیرے والی بات تو میرے اسسٹنٹ مجھ سے کم نہیں ہیں۔ اچھا خاصا تجربہ رکھتے ہیں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں، صبح ہونے تک وہ جزیرے کی دو بستیوں پر قابض ہو جائیں گے۔ یوگو ہنٹر کی بستی کا محاصرہ بھی کر لیں گے۔ اسے آپ کے تعاون سے بے بس کر دیا جائے گا۔ پلیز، آپ مجھے اجازت دیں کہ میں بلیک شیڈو کی طرف رخ کروں۔"

"پندرہ منٹ انتظار کرو۔ میں ابھی آتا ہوں۔ یہ دیکھ لوں کہ بلیک شیڈو کے جو دو ہیلی کاپٹر جزیرے پر پرواز کر رہے ہیں، وہ کس نتیجے پر پہنچ رہے ہیں۔"

میں اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایک ٹرانسمیٹر کے سامنے کھڑی ہوئی تھی۔ بلیک شیڈو کا ایک خاص ماتحت ٹرانسمیٹر آپریٹ کر رہا تھا۔ ان ہیلی کاپٹر والوں سے رابطہ قائم کیے ہوئے تھا۔ جو جزیرے پر پرواز کر رہے تھے۔ ان کی رپورٹ کے مطابق جزیرہ بالکل ویران پڑا تھا۔ تاریکی میں سرچ لائٹ کے ذریعے خونخوار درندے نظر آ رہے تھے اور وہ درندے پنجروں سے آزاد ہو گئے تھے۔

ٹرانسمیٹر پر بات کرنے والے نے حکم دیا "واپس آ جاؤ۔ وہاں رات کو ہیلی کاپٹر اتارنا مناسب نہیں ہے۔ صبح ہوتے ہی دوبارہ پرواز کرنا۔"

اس نے ٹرانسمیٹر کو آف کیا۔ ایک مسلح شخص نے کمرے کے اندر آ کر کہا "جناب فرہاد صاحب! ہمارا بلیک شیڈو آج کا بے تاج بادشاہ اور کل کا تاجدار ہے۔ اس کی آواز دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچتی ہے اور اس آواز کو سنتے ہی لوگ دوڑے چلے آتے ہیں۔ قریبی ممالک یعنی اٹلی، فرانس، اسپین اور ترکی کے دماغی امراض کے ماہرین، بین الاقوامی شہرت رکھنے والے ڈاکٹر یہاں پہنچ گئے ہیں۔ بلیک شیڈو نے آپ سے درخواست کی ہے کہ اپنا معائنہ کرانے کے لیے میرے ساتھ تشریف لے چلیں۔"

سجاد نے سوالیہ نظروں سے اعلیٰ بی بی کو دیکھا۔ میں نے کہا۔ "اسے جانے دو۔ تم بھی ساتھ جاؤ۔"

جب اعلیٰ بی بی نے اس کے ساتھ چلنے پر رضامندی ظاہر کی تو آنے والے شخص نے کہا "مادام! اتنی رات ہو چکی ہے۔ اب آپ آرام فرمائیں ہم فرہاد صاحب کو بھی معائنے کے بعد جلد ہی بحفاظت یہیں پہنچا دیں گے۔"

"اگر میں چلوں تو کیا اعتراض ہے؟"

"اعتراض کوئی نہیں ہے آپ تو جانتی ہیں، ڈاکٹر تنہائی میں الگ کمرے میں معائنہ کرتے ہیں۔ آپ وہاں رہ نہیں سکتیں۔ اگر کمرے کے باہر انتظار کرنا چاہتی ہیں تو آپ کی مرضی ہے، چلیے۔"

وہ سجاد کے ساتھ اس شخص کے پیچھے چلتے ہوئے بولی۔ "فرہاد! کسی طرح بلیک شیڈو تک پہنچنا ہوگا۔ میں اپنی برداشت کی آخری حد تک اپنے طور پر اقدامات نہیں کرتی پھر ٹیلی پیتھی کا سہارا ہے تو مجھے فکر کرنے کی ضرورت بھی کیا ہے؟"

"تم دیکھ چکی ہو کہ بلیک شیڈو کے سلسلے میں ٹیلی پیتھی کام نہیں آرہی ہے۔ کمبخت جانے کیسا ہتھکنڈہ استعمال کر رہا ہے۔ ویسے تم اور سجاد جہاں مہمان بنے ہوئے ہو، وہاں کا محلِ وقوع اچھی طرح بتاؤ۔ تم نے آس پاس کیا دیکھا ہے؟ میں یہودی سیکرٹ ایجنٹ جمی فاؤنڈر کو بھیجنے والا ہوں۔ وہ آکر اپنے طور پر ہنگامے کرے گا۔ تم اور سجاد اس سے لاتعلق رہنا۔"

وہ مجھے بتانے لگی، جب اسے اور سجاد کو بلیک شیڈو کے سامنے اس کوٹھی میں لایا گیا تھا تو اس نے آس پاس کیا دیکھا تھا۔ وہ مجھ سے باتیں کرتے ہوئے کوٹھی کے ایک دور افتادہ کمرے میں پہنچی۔ وہاں اسے روک دیا گیا۔ صرف سجاد کو دو جوان اندر لے گئے۔ اعلیٰ بی بی کے لیے ایک آرام دہ کرسی منگوائی گئی۔ وہ بیٹھ گئی۔ میں وہاں کے حالات معلوم کرنے کے بعد جمی فاؤنڈر کے پاس پہنچ گیا۔

پہلے میں نے جمی کو مخاطب نہیں کیا۔ چپ چاپ اس کی سوچ پڑھنے لگا۔ وہ میرے متعلق ذرا شبے میں مبتلا تھا۔ سوچ رہا تھا، "مسٹر فرہاد شاید ہم سے بدظن ہیں۔ اگر جزیرے سے باہر نکل ہی گئے تھے تو مجھے مطلع کیوں نہیں کیا؟ جبکہ مجھے انتظار کرنے کے لیے کہا تھا۔ بلیک شیڈو کے چنگل میں پھنسنے کے بعد اطلاع دے رہے ہیں۔ کیا ہم ایسے حالات میں فرہاد پر بھروسہ کرسکتے ہیں؟ مجھے اپنے بڑوں سے رابطہ قائم کرکے انھیں صورتِ حال سے آگاہ کرنا چاہیے۔"

میں نے کہا، "جمی! تم اپنے ملک کے وفادار سیکرٹ ایجنٹ ہو۔ تم ایسا سوچ سکتے ہو۔ میری طرف سے تمھیں ایسا کرنے کی اجازت ہے۔"

وہ ایک دم سے گڑبڑا گیا۔ جلدی سے بولا، "جناب! میرا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ میں آپ پر شبہ کر رہا ہوں۔ میں تو آپ کا خادم ہوں۔"

"تم زبان سے خاکساری ظاہر نہ کرو۔ میں دماغ کی زبان سنتا ہوں اور سمجھتا ہوں۔ بہرحال میں بھی تمھارے بڑوں سے رابطہ قائم کرنے والا ہوں۔ ذرا یہاں سے فرصت مل جائے تو ان سے بات کروں گا۔ ویسے تم نوٹ کرلو۔ میں اس کوٹھی کی نشاندہی کر رہا ہوں جہاں مجھے اور اعلیٰ بی بی کو رکھا گیا ہے۔ اس وقت مجھے چند ڈاکٹروں کے سامنے لایا گیا ہے۔ وہ میرا دماغی معائنہ کریں گے۔ بلیک شیڈو کی کوشش ہے کہ کسی طرح میری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں واپس آجائیں۔"

جمی فاؤنڈر نے حیرانی سے پوچھا، "کیا اسے آپ کی طرف سے اندیشہ نہیں ہے کہ ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں حاصل ہوتے ہی آپ اسے ٹریپ کریں گے؟"

"میں تمھیں بتا چکا ہوں، میری ٹیلی پیتھی کی لہریں اس کے دماغ تک نہیں پہنچ سکتی ہیں۔ پھر اسے کس بات کا اندیشہ یا خطرہ ہوگا!"

میں نے جمی فاؤنڈر کو اس کوٹھی کا پتا بتایا۔ اچھی طرح وہاں کی نشاندہی کی۔ پھر سجاد کے پاس پہنچ کر دیکھنے لگا۔ وہ چند ڈاکٹروں کے درمیان ایک بیڈ پر لیٹا ہوا تھا۔ وہاں چار ڈاکٹر تھے۔ وہ اپنے اپنے طور پر سجاد سے سوالات کر رہے تھے۔ میں نے ان ڈاکٹروں کے دماغوں میں جھانک کر دیکھا اور مطمئن ہوگیا۔ بلیک شیڈو نے سجاد کو ان کے درمیان کسی سازش کے تحت نہیں پہنچایا تھا۔ اس کا دل صاف تھا۔

میں اعلیٰ بی بی کے پاس آیا۔ وہاں بلیک شیڈو کا ماتحتِ خاص قریب ہی ایک کرسی پر بیٹھا اعلیٰ بی بی سے کہہ رہا تھا۔ "مادام! ہمارے باس بلیک شیڈو کا پیغام ہے کہ آپ ان کے ایک اہم سوال کا صحیح جواب دیں۔"

"سوال کیا ہے؟"

"آپ چند دن پہلے فرہاد صاحب کے ساتھ اسرائیل سے ایک ہیلی کاپٹر میں سوار ہوکر نکلی تھیں۔ پھر آپ جزیرہ یونانی رسس کیسے پہنچ گئیں؟"

"حالات نے پہنچا دیا۔"

"یہ جواب نہیں ہے۔ اس سوال سے کئی سوال پیدا ہوتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ جس ہیلی کاپٹر میں آپ وہاں تک پہنچی تھیں، وہ ہیلی کاپٹر کہاں غائب ہوگیا؟ اس کا پائلٹ اور وہ محافظ جو آپ کے ساتھ تھے، وہ کہاں نابود ہوگئے؟"

"یہ اسرائیلی حکومت کا معاملہ ہے۔ ہم نے جواب دے دیا ہے اور وہ ہماری طرف سے مطمئن ہیں۔"

"ہم بھی مطمئن ہونا چاہتے ہیں۔ کیا آپ بلیک شیڈو سے دوستی کے ناتے انھیں مطمئن نہیں کریں گی؟"

اعلیٰ بی بی نے وہی جواب دیا۔ جو ہم نے یہودیوں کو دیا تھا، یعنی وہ ہیلی کاپٹر جزیرہ کریٹ میں اترا تھا۔ دو محافظ جو اُن کے ساتھ تھے، اعلیٰ بی بی کو دیکھ کر ان کی نیت خراب ہوگئی تھی۔ وہ آپس میں لڑ پڑے تھے اور لڑائی کے نتیجے میں انھوں نے ایک دوسرے کو ہلاک کر دیا تھا۔ اعلیٰ بی بی اور سجاد وہاں سے بھاگ کر ایک غار کے اندر چلے گئے تھے پھر اس غار سے ہوتے ہوئے پہاڑی کے دوسری طرف پہنچ گئے تھے۔ وہاں بردہ فروشوں کے جنگل میں پھنس گئے تھے۔ دوسری طرف پائلٹ نے انھیں تلاش کرنے کے لیے ہیلی کاپٹر میں پرواز کی تھی۔ انھوں نے ہیلی کاپٹر کو فضا میں پرواز کرتے دیکھا تھا پھر وہ نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ اس کے متعلق کہا نہیں جا سکتا کہ وہ کہاں چلا گیا۔ اگر وہ اپنے ملک میں نہیں گیا ہے تو اسے کسی نے یقیناً تباہ کر دیا ہوگا۔

"میں آپ کا جواب بلیک شیڈو تک پہنچا دوں گا۔"

اعلیٰ بی بی نے سوچ کے ذریعے پوچھا، "فرہاد، کیا تم اس شخص کے ذریعے بلیک شیڈو تک نہیں پہنچ سکتے؟"

"میں اس کے دماغ کو ٹٹول رہا تھا۔ یہ براہِ راست بلیک شیڈو کے سامنے نہیں جاتا ہے۔ ایک ٹرانسمیٹر کے ذریعے گفتگو ہوتی ہے۔"

"یہ ٹیلیفون پر گفتگو کرتا ہے یا نہیں؟"

"اس کا دماغ صرف ٹرانسمیٹر کے متعلق بتا رہا ہے۔"

"کیا واقعی سجاد کا معائنہ ہو رہا ہے؟"

"وہاں چار ڈاکٹر ہیں۔ وہ بہت توجہ سے اس کا معائنہ کر رہے ہیں۔ اس سلسلے میں سجاد سے مختلف سوالات کر رہے ہیں۔ میں ان کی طرف سے مطمئن ہوں۔"

اعلیٰ بی بی اور سجاد کے سلسلے میں زیادہ تشویش نہیں تھی۔ یوں بھی جمی فاؤنڈر وہاں پہنچنے والا تھا۔ جزیرے میں جو کچھ ہو رہا تھا، وہ جمی فاؤنڈر اور اس کے ماتحتوں کی ذمے داریاں تھیں۔ اس لیے میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔

میں اس سے ایسے حالات میں رخصت ہوا تھا، جب وہ اغوا کی جا رہی تھی۔ اس نے جان بوجھ کر بے ہوشی کا مظاہرہ کیا تھا۔ پھر جب اس نے ضرورت محسوس کی تو آہستہ آہستہ یوں آنکھیں کھول دیں جیسے ہوش میں آرہی ہو۔ اس نے خود کو ایک ویران اور تاریک مندر میں پایا۔ سامنے ہی ایک طاق میں دیا جل رہا تھا۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ دیے کی روشنی دور تک نہیں جا رہی تھی۔ اتنا پتا چل گیا کہ وہ کوئی پرانا مندر یا مندر کا تہ خانہ ہے۔ وہ چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔ ذرا فاصلے پر تاریکی سے ایک مردانہ آواز ابھری، "رونتی کہاں ہے؟"

اس نے چونک کر آواز کی سمت دیکھا۔ کچھ نظر نہ آیا۔ پھر وہی آواز ابھری، "ہمیں دیکھنا ضروری نہیں ہے۔ ہمارے سوال کا جواب دو۔ رونتی کہاں ہے؟"

"میں کسی رونتی کو نہیں جانتی۔ جہاں سے مجھے اغوا کیا گیا ہے، وہاں بھی مجھ سے یہی سوال کیا جا رہا تھا۔ وہاں فرہاد علی تیمور نے ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کیا تھا اور مجھ سے سوالات کرنے والوں کو یقین دلایا تھا کہ میں رونتی کو نہیں جانتی ہوں بلکہ مجھے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کیا گیا ہے۔ فرہاد علی تیمور نے مجھے آلۂ کار بنایا تھا اور رونتی کی عورت کے پاس پہنچایا تھا۔ میں نے وہاں کیا کیا اور تمام دن کیا کرتی رہی، مجھے خود اس کا علم نہیں ہے۔ جب فرہاد علی تیمور نے میرے دماغ کو آزاد چھوڑا تب مجھے پتا چلا کہ میرے ساتھ کیا ہوتا رہا ہے۔"

اس کی باتوں کا جواب نہیں ملا۔ چند لمحوں تک گہری خاموشی چھائی رہی پھر کسی نے ذرا ہچکچاتے ہوئے، قدرے سہمے ہوئے انداز میں پوچھا، "کیا تم سچ کہہ رہی ہو؟ کیا فرہاد علی تیمور نے ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کیا ہے؟"

"مجھے جھوٹ بول کر کیا فائدہ ہوگا؟ اگر فرہاد علی تیمور کو مجھ سے ہمدردی ہے، اس نے مجھے آلۂ کار بنایا ہے تو وہ یہاں بھی آکر میری باتوں کی تصدیق کرے گا۔"

سونیا سر اٹھا کر مجھے آواز دینے لگی۔ کبھی اِدھر دیکھتی تھی کبھی اُدھر تاریکی میں پکارتی تھی، "فرہاد! مسٹر فرہاد! فرہاد علی تیمور! تم کہاں ہو؟ پلیز میرے پاس آؤ۔ تم نے اپنی ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھے کس مصیبت میں مبتلا کر دیا ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی اچانک اس شخص کی چیخ سنائی دی جو سونیا سے سوالات کر رہا تھا۔ وہ چیختا ہوا، لڑکھڑاتا ہوا، دیے کی روشنی میں پہنچ گیا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام رکھا تھا اور تکلیف سے کراہتا ہوا کہہ رہا تھا، "مجھے یقین آگیا ہے۔ مجھے یقین آگیا ہے۔ مسٹر فرہاد علی تیمور، میں آپ سے معافی چاہتا ہوں، پلیز۔"

رونتی نے سونیا سے کہا، "میں نے اسے سزا دی ہے۔ اس کی سوچ بتا رہی ہے کہ اس کے علاوہ مندر کے تہ خانے کی تاریکی میں چار آدمی اور چھپے ہوئے ہیں۔ انھوں نے احتیاطاً اپنی زبانیں بند رکھی ہیں۔"

سونیا نے کہا، "اے مسٹر! سیدھی طرح کھڑے ہوجاؤ اور اپنے ساتھیوں کو یہاں بلاؤ۔"

وہ سیدھی طرح کھڑے ہوکر اپنے ساتھیوں کو آوازیں دینے لگا۔ اسے جواب نہیں مل رہا تھا۔ سونیا نے کہا، "یہاں کھڑے کیا چیخ رہے ہو؟ ان کے پاس جاؤ اور انھیں لے کر آؤ۔"

وہ آوازیں دیتا ہوا دور کہیں تاریکی میں گم ہوگیا۔ رونتی نے کہا، "میں اس کے دماغ کو پڑھ کر دیکھتی ہوں۔ شاید اس کے ساتھی سرگوشی میں اس سے باتیں کریں۔ میں ان کے دماغوں میں بھی پہنچ جاؤں گی۔"

وہ چلی گئی لیکن اسے دیر ہوگئی۔ اس کے تہ خانے میں پہنچنے سے پہلے ہی اس شخص کی کراہ سنائی دی۔ وہ لڑکھڑا کر تاریکی میں گرنے لگا۔ راستہ ٹٹولنے لگا۔ رونتی نے فوراً سونیا کے پاس آکر کہا، "وہ تو مارا گیا۔ کسی نے اس کے سینے میں خنجر گھونپ دیا ہے۔"

جب وہ سونیا کو یہاں لائے تھے تو اسے بے ہوش سمجھ کر ایک بڑے سے پتھر پر لٹا دیا تھا۔ وہ اس پر بیٹھی ہوئی تھی۔ سوچ رہی تھی، کس طرح تاریکی سے فائدہ اٹھانا چاہیے تاکہ ان چار چھپے

ہوئے دشمنوں کو تلاش کر سکے۔

اسی وقت ایک کاغذ کی گولی اس کے قریب آگری۔ اس نے پتھر سے اتر کر فرش پر سے اس کاغذ کی گولی کو اٹھایا۔ وہ ایک کنکر سے لپٹی ہوئی تھی۔ اس نے کنکر کو مٹھی میں دبایا۔ پھر پُرزے کو کھول کر ذرا دیے کے قریب ہو کر پڑھنے لگی۔

اس میں لکھا تھا "خبردار! اس تحریر کو پڑھتے ہی فوراً دیے سے دور ہٹ جاؤ۔ ایک لمحے کی بھی دیر ہوئی تو ہم گولی ماردیں گے"۔

وہ اتنا ہی پڑھنے پائی تھی کہ طاق کے نیچے پتھریلی دیوار پر تڑاخ سے آواز آئی جیسے کوئی چیز زور سے آکر لگی ہو۔ اس نے دیکھا دیوار کا پلستر ذرا سا اکھڑ گیا تھا۔ یقیناً فائر کیا گیا تھا۔ وہ بچ گئی تھی۔ دوسرے ہی لمحے وہ تیزی سے پیچھے ہٹتی ہوئی دیے سے دور چلی گئی پھر کہنے لگی "تم لوگوں کو یہ خدشہ ہے کہ میں دیے کو بجھا دوں گی اور تاریکی میں تم لوگوں کو تلاش کروں گی۔ دیکھ لو! میں نے تمھاری ہدایت کے مطابق عمل کیا ہے۔ میں دیے کے قریب نہیں جاؤں گی"۔

یہ کہہ کر اس نے پھر اس کاغذ کو پڑھنا شروع کیا۔ آگے لکھا تھا "ہم تمھارے دشمن نہیں ہیں۔ ہمیں یہ یقین ہو گیا ہے کہ اس نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمھیں ٹریپ کیا تھا۔ اس سے کہو کہ وہ ہمیں رسونتی کا پتا بتائے۔ ورنہ ہم تمھیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ فرہاد کی شرافت کو ہم اس حد تک سمجھتے ہیں کہ جسے وہ آلۂ کار بناتا ہے یا جس سے فائدہ حاصل کرتا ہے، اس کے کام ضرور آتا ہے۔ وہ یقیناً تمھاری جان بچانے کے لیے ہماری شرط پوری کرے گا۔ وہ تمھیں ٹیلی پیتھی ۔ ۔ ۔ کے ذریعے بتادے کہ رسونتی کہاں ہے۔ یہی بات تم ہمیں زبان سے بتا دو گی"۔

سونیا نے تحریر پڑھنے کے بعد تاریکی میں ذرا دور تک دیکھا۔ اسی وقت پھر ایک کھٹاک کی آواز سنائی دی۔ یقیناً جو بھی فائرنگ کر رہا تھا، اس کے ریوالور میں سائلنسر لگا ہوا ہوگا۔ تب ہی فائرنگ کی آواز نہیں آرہی تھی۔ جہاں گولی دیوار سے لگتی تھی، وہاں صرف آواز ہوتی تھی۔ اس بار بھی ایک گولی دیوار سے آکر لگی تھی اور پتھریلی دیوار کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا ٹوٹ کر گرا تھا۔

یہ خاموش دھمکی تھی "فوراً ٹیلی پیتھی کے ذریعے رسونتی کا پتا معلوم کرو اور جواب دو"۔

سونیا کے ایک ہاتھ میں کاغذ کا پُرزہ تھا اور دوسرے ہاتھ میں وہ پتھر تھا جس پر کاغذ لپٹا ہوا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ اپنی ہتھیلی پر اس پتھر کو تول رہی تھی۔ پھر اس نے اچانک بیٹھتے ہوئے پتھر کو دیے کی طرف دے مارا۔ نشانہ صحیح بیٹھا۔ دیا بجھ گیا۔ گھپ تاریکی چھا گئی۔

ایسا اکثر ہوتا ہے۔ دشمن سوچ بھی نہیں سکتے کہ سونیا کی بروقت ذہانت کیا گل کھلانے والی ہے اور گل کھل جاتا ہے۔ دشمن دیکھتے رہ جاتے ہیں۔ وہ پتھر پر کاغذ لپیٹنے والے سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ جو پتھر پھینکا جا رہا ہے، اسی سے وہ فائدہ اٹھائے گی۔

گہری تاریکی اور گہرے سناٹے میں ٹھک ٹھک کی کئی آوازیں ابھریں۔ یقیناً کئی سائلنسر لگے ہوئے ریوالور استعمال ہو رہے تھے۔ فائرنگ کی جارہی تھی اور وہ اندھا دھند فائرنگ تھی۔ سونیا جہاں بھی ہوتی، کسی نہ کسی گولی کی زد میں آجاتی لیکن وہ وہاں کہاں تھی؟

دیا جلتے رہنے کے دوران دو بار فائرنگ ہوئی تھی۔ دوبار سونیا نے سمتوں کا اندازہ کیا تھا جس دیوار پر اور طاق کے نیچے گولیاں آکر لگی تھیں، یقیناً ان کی مخالف سمتوں سے فائرنگ ہوئی ہوگی۔ دیا بجھتے ہی وہ زمین پر گر کر اسی طرف لڑھکتی چلی گئی تھی۔ تھوڑی دور جانے کے بعد وہ رک گئی۔ مندر کے پختہ فرش پر جوتوں کی ہلکی سی چاپ سنائی دے رہی تھی۔ جیسے کوئی اِدھر سے اُدھر حرکت کر رہا ہو اور ایسی ہی بات تھی۔ وہ حرکت کرنے والا اندھیرے میں اس سے ٹکرا کر گر پڑا۔

کوئی سونیا سے ٹکرا کر گرے اور دوبارہ اٹھ جائے، یہ ممکن نہیں تھا۔ وہ بے چارا اٹھ نہ سکا۔ سونیا نے گردن دبوچ لی تھی وہ ایک ہاتھ سے جدوجہد کر رہا تھا۔ دوسرے ہاتھ سے اس ریوالور کو زمین پر ٹٹول رہا تھا جو گرتے ہی ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا

یکبارگی وہ چیخنے اور تڑپنے لگا۔ سونیا اس کے دونوں نتھنوں میں دو انگلیاں ڈالے یوں زور لگا رہی تھی جیسے اس کی ناک کو چہرے پر سے اکھاڑ دینا چاہتی ہے۔ ایک تو وہ سانس لینے کے قابل نہیں رہا تھا، دوسرے تکلیف کی شدت سے چیخنے کے دوران منہ کے ذریعے بھی پوری طرح سانس نہیں لے پاتا۔ اس کے ساتھی اس کی مدد کو نہیں آرہے تھے۔ صاف ظاہر وہ ٹیلی پیتھی سے خوف زدہ تھے۔ انھوں نے اپنے ایک ساتھی کو اسی طرح چیختے اور تڑپتے ہوئے دیکھا تھا اور اس کی زبان سے یہ اعتراف سنا تھا کہ فرہاد علی تیمور کی ٹیلی پیتھی اسے اذیتوں میں مبتلا کر رہی ہے۔ اب وہ ڈر رہے ہوں گے کہ اپنے ساتھی کے قریب جاتے ہی وہ بھی ٹیلی پیتھی کا شکار ہو جائیں گے۔ نتیجہ یہ کہ کوئی اس کی مدد کو نہیں آیا۔ سونیا کے سامنے ایک دشمن کی بساط ہی کیا تھی۔ ذرا سی دیر میں وہ ٹھنڈا پڑ گیا۔

سونیا نے اسے چھوڑ دیا۔ فرش پر چاروں ہاتھ پاؤں ٹکا کر سرکتے ہوئے ایک ہاتھ سے جھاڑو دینے کے انداز میں ریوالور کو تلاش کرنے لگی۔ رسونتی نے کہا "باقی تین کہیں چھپ گئے ہیں یا فرار ہو گئے ہیں۔ تم کیا کرو گی؟"

ریوالور اس کے ہاتھ آگیا۔ اس نے کہا "یہاں سے نکلنے

کا راستہ تلاش کروں گی"۔

"کیسے تلاش کرو گی؟ روشنی کر نہیں سکتیں۔ جیسے ہی تم نظر آؤ گی، وہ گولیاں چلا دیں گے"۔

"دیکھتی جاؤ میں کیا کرتی ہوں"۔

وہ فرش پر پاؤں پھیلا کر بیٹھ گئی۔ پھر اس نے بلند آواز سے کہا "میں یہاں ہوں، میں یہاں ہوں"۔

یہ کہتے ہی وہ فوراً چاروں شانے چت ہو گئی۔ اگرچہ تمام ریوالوروں پر سائلنسر لگے ہوئے تھے، سناٹے میں گولی کی ٹھک ٹھک سنائی دیتی تھی۔ جیسے ہی وہ چاروں شانے چت ہوئی، اسے اپنے کانوں کے پاس سے کوئی چیز تیر کی طرح گزرتی ہوئی محسوس ہوئی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ فائر کرنے والا اس کے پیچھے ہی کہیں تھا۔ وہ لیٹے ہی لیٹے ایک چکر کھا کر اٹھی اور اسی سمت فائر کر دیا۔ اندھیرے میں ایک فائر سے کچھ نہیں ہوتا۔ اس نے متواتر تین بار فائرنگ کی۔ تیسری بار کسی کی چیخ سنائی دی۔ وہ فوراً لیٹ کر فرش پر لڑھکتی ہوئی پھر اس شخص کے پاس پہنچ گئی جو اس کے ہاتھوں بے ہوش ہو گیا تھا یا مر چکا تھا۔ اس نے تلاشی لی تو اس کی کمر سے گولیوں کی پیٹی بندھی ہوئی تھی۔ اس نے وہ پیٹی کھول لی۔ اس کی جیبوں کی تلاشی لی۔ ایک سگریٹ لائٹر ہاتھ آگیا۔ وہ اسے بھی لے کر فرش پر لڑھکتے ہوئے دوسری جگہ پہنچ گئی۔ وہاں بیٹھ کر پھر اس نے چیخ کر کہا۔ "یہاں سے نجات کا ایک ہی راستہ ہے مجھے مار ڈالو یا خود مر جاؤ"۔

یہ کہتے ہی وہ پھر لیٹ گئی۔ انتظار کرنے لگی۔ فائرنگ نہیں ہوئی۔ کہیں سے ہلکی سی آواز بھی سنائی نہیں دی۔ البتہ دو کسی کے کراہنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ رسونتی نے کہا "ابھی تم نے جس پر گولی چلائی ہے، گولی اس کی ران میں لگی ہے۔ وہ تکلیف سے تڑپ رہا ہے، کراہ رہا ہے۔ میں اس کے دماغ کو پڑھ چکی ہوں۔ تم چاہو تو رینگتے ہوئے اس آواز کی سمت چلی جاؤ۔ میں اسے ریوالور استعمال کرنے نہیں دوں گی"۔

سونیا کروٹ بدل کر الٹی ہو گئی۔ پھر ہاتھوں کے بل رینگتے ہوئے گھسٹتے ہوئے اس کی طرف جانے لگی۔ رسونتی نے کہا "ذرا رک جاؤ۔ اس زخمی کے پاس اس کا ساتھی پہنچ گیا ہے اسے تسلیاں دے رہا ہے۔ اس کی باتوں سے پتا چل رہا ہے، وہ دونوں آپس میں گہرے دوست ہیں۔ وہ اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر اپنے دوست کو وہاں سے لے جانے آیا ہے۔ مجھے مشورہ دو میں کیا کروں؟"

تم اس کی سوچ میں یہ کہو کہ وہ تنہا اپنے زخمی ساتھی کو وہاں سے گھسیٹ کر یا اٹھا کر نہیں لے جا سکے گا۔ اسے اپنے دوسرے ساتھی کی مدد کی ضرورت ہو گی۔ لہٰذا اسے بھی بلائے۔ پھر دونوں اسے اٹھا کر لے جائیں"۔

رسونتی چلی گئی۔ سونیا وہیں فرش پر پڑی اس کا انتظار کرنے لگی۔ تقریباً پانچ منٹ کے بعد رسونتی آئی۔ اس نے کہا "اس نے اپنے ساتھی کو بڑی مشکل سے راضی کیا ہے۔ اب وہ دونوں رینگتے ہوئے اس زخمی کی طرف پہنچ رہے ہیں"۔

"تم نے ان دونوں کو سرگوشی میں باتیں کرتے سنا ہوگا"۔

"ہاں، اب میں ان تینوں کے دماغوں کو اپنی گرفت میں لے سکتی ہوں"۔

پھر تو مسئلہ حل ہو چکا تھا۔ رسونتی نے سونیا کے مشورے کے مطابق پہلے ایک کے دماغ میں پہنچ کر اس سے قہقہہ لگوایا۔ وہ ہنستے ہوئے کہنے لگا "میں فرہاد علی تیمور ہوں اور تم سب کو وارننگ دے رہا ہوں۔ اگر اپنی خیریت چاہتے ہو تو ہتھیار پھینک دو"۔

اس کی بات ختم ہوتے ہی دوسرے نے قہقہے لگاتے ہوئے کہا "ہرگز نہیں، فرہاد علی تیمور میں ہوں، میں ہی فرہاد کی زبان سے بول رہا ہوں"۔

تیسرا زخمی کراہتے ہوئے کہنے لگا "آہ! میں کس طرح قہقہے لگاؤں۔ کس طرح دعویٰ کروں۔ حالانکہ میں ہی فرہاد علی تیمور ہوں اور میں سب سے پہلے اپنا ہتھیار پھینک رہا ہوں"۔

رسونتی نے اسے ریوالور اسی جگہ پھینکنے پر مجبور کیا جدھر سونیا اندھیرے میں لیٹی ہوئی تھی۔ اس کے بعد باقی دونوں نے بھی اسی جانب باری باری ریوالور پھینک دیے۔ سونیا نے کہا "شاباش، اب اپنی جگہ سے اٹھو اور روشنی کرو۔ میں تمھارے زخمی ساتھی کو یہاں سے لے جانے کا تمھیں موقع دوں گی۔ تم اسے فوری طور پر کسی اسپتال لے جا کر اس کی ٹانگ سے گولی نکلوا سکو گے۔ بشرطیکہ مجھے بھی یہاں سے جانے کا راستہ دو"۔

تھوڑی دیر بعد روشنی ہو گئی۔ وہ دونوں نہتے تھے اور سہمے ہوئے تھے۔ سونیا کے دونوں ہاتھوں میں ریوالور تھے۔ وہ ان کے سامنے تن کر کھڑی تھی۔ باقی دو ریوالوروں کو اس نے اپنی کمر سے بندھی ہوئی پیٹی میں اُڑس لیا تھا۔ اس نے کہا "کیا تمھاری تنظیم کے کسی باس نے یا ماسک مین نے یہ نہیں سمجھایا کہ فرہاد علی تیمور کا نام سن کر ہتھیار ڈال دینا ہی بہتر ہوتا ہے۔ تم لوگوں نے اپنے پہلے ساتھی کا انجام دیکھنے کے بعد بھی عبرت حاصل نہیں کی؟ میں خواہ مخواہ کسی کی زندگی سے کھیلنا پسند نہیں کرتی ورنہ تم میں سے کوئی زندہ نظر نہ آتا۔ چلو اپنے زخمی ساتھی کو اٹھاؤ اور میرے آگے آگے چلتے رہو"۔

وہ اس کے حکم کی تعمیل کرنے لگے۔ تھوڑی دیر میں سونیا اس کھنڈر نما مندر سے باہر آگئی۔ وہ مندر ایک ویرانے میں تھا۔ آس پاس کوئی آبادی نہیں تھی۔ سامنے ہی ایک ویگن کھڑی تھی۔ رسونتی نے کہا "ان میں سے ایک آدمی کی سوچ بتا رہی ہے کہ اس کے پاس ٹرانسمیٹر ہے اور وہ اپنے باس سے رابطہ قائم کر سکتا ہے"۔

تم یہاں سے جاؤ گی تو وہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے آدمیوں کو تمھارے پیچھے لگا دیں گے۔"

سونیا نے انھیں مخاطب کرتے ہوئے کہا "تم میں سے ایک کے پاس ٹرانسمیٹر ہے۔ میں اجازت دیتی ہوں۔ میرے جانے کے بعد اپنے باس سے رابطہ قائم کرنا۔ اسے یہ ضرور بتانا کہ فرہاد علی تیمور پھر اپنی تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ واپس آگیا ہے۔ اگر اپنی خیریت چاہتے ہو تو اپنی اپنی تنظیم کے بلوں میں گھسے رہو۔ باہر نکلو گے تو سر کچل دیا جائے گا۔"

وہ ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھولتے ہوئے اندر بیٹھ گئی۔ اس نے کہا "ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے زخمی ساتھی کی مدد کے لیے کوئی دوسری گاڑی بلوا لو۔"

اس نے ایک جھٹکے سے دروازے کو بند کیا۔ گاڑی اسٹارٹ کی۔ پھر ڈرائیو کرتے ہوئے جیمز میکلے کے خفیہ اڈے کی طرف جانے لگی۔ اس نے کہا "رسونتی! تھوڑی دیر تک ان کمبختوں کے پاس رہو۔ وہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے جو گفتگو کریں، مجھے بتاتی رہو۔"

ایک منٹ کے بعد ہی رسونتی نے آکر کہا "وہ دوسری گاڑی منگوا رہے ہیں اور اپنے باس کو فرہاد علی تیمور کی ٹیلی پیتھی کے متعلق بتا رہے ہیں۔ میں اب ان کے باس کے دماغ میں بھی پہنچ سکتی ہوں۔"

"باس کے لب ولہجہ کو اچھی طرح ذہن نشین کر لو۔ ابھی اس کے پاس جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ فوراً ثباتہ کے پاس پہنچو۔ دیکھو وہ کس حال میں ہے۔"

رسونتی، ثباتہ کے پاس پہنچی۔ میں اسی وقت سونیا کے دماغ میں آیا تھا۔ جب میں نے اس کے دماغ سے تمام معلومات حاصل کیں اور یہ اطمینان ہو گیا کہ وہ جیمز میکلے کے خفیہ اڈے کی طرف جا رہی ہے تو میں بھی ثباتہ کے پاس پہنچ گیا۔

ہماری غیر موجودگی میں ثباتہ پر جو گزری، خوب گزری۔ سپر ماسٹر کے آدمی جو اسے پکڑ کر لے گئے تھے، یہ جانتے تھے کہ کسی نہ کسی طور فرہاد سے ثباتہ کا تعلق ہے۔ لہٰذا وہ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے۔ سپر ماسٹر کی طرف سے سخت تاکید کی گئی تھی کہ سہولت سے رسونتی کا پتا اگلوایا جائے۔

وہ اسے ایک غار میں لے آئے تھے۔ وہاں اسے طرح طرح کی دھمکیاں دی تھیں اور وہ مسکراتی رہی تھی۔ اس بات پر ایک شخص کو تاؤ آگیا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر اسے سزا دینے کے لیے اس کی پٹائی کرنا چاہی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بے چارا خود ڈھری طرح پٹ گیا۔ اس کے دوسرے ساتھیوں نے اسے بچانا چاہا تو ان کی بھی شامت آگئی۔ یہ حقیقت تو ہمیشہ آن ریکارڈ رہی ہے کہ فرہاد کی ایک ساتھی اپنے مقابل دو چار دشمنوں کو تگنی کا ناچ نچا دیتی ہے۔ انھوں نے مجبور ہو کر اسے ریوالوروں کی زد میں رکھ لیا، سختی سے دھمکی دی، اگر وہ اپنی حرکتوں سے باز نہ آئی تو گولی مار دی جائے گی۔ ثباتہ کو مجبوراً چپ رہنا پڑا اور انھوں نے اسے ایک کرسی سے جکڑ دیا۔

اس عرصے میں صرف ایک شخص ثباتہ کو مخاطب کرتا رہا اور رسونتی کے متعلق پوچھتا رہا۔ یہ خبر اب پھیلتی جا رہی تھی کہ فرہاد علی تیمور کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں واپس آگئی ہیں۔ اس نے پہلے بھارتی فوج کے افسران کو پھر اسرائیلی سفارت خانے کے لوگوں کو خیال خوانی کے ذریعے مخاطب کیا تھا۔ انھیں دھمکیاں دی تھیں اور ٹیلی پیتھی کے تماشے دکھا کر اپنی خیال خوانی کی تصدیق کی تھی۔ ثباتہ نے کہا "اگر تم سب اپنی خیریت چاہتے ہو تو مجھے آزاد کر دو۔ ورنہ ٹیلی پیتھی کی زنجیروں میں جکڑے جانے کے بعد تم لوگوں کو رہائی موت کی صورت میں ہی ملے گی۔"

اس شخص نے پھر سوال کیا "تم رسونتی کا پتا بتا دو یا پھر فرہاد سے کہو، وہ ہم سے رابطہ قائم کریں۔ ہم ان کے کام آنا چاہتے ہیں۔ ہم نہیں چاہتے کہ رسونتی کسی دوسری تنظیم کے ہتھے چڑھ جائے یا یہودی اسے اپنے ملک لے جائیں۔ زیادہ توقع اس بات کی ہے کہ بھارتی سرکار اسے یہاں سے نکلنے نہیں دے گی۔ ہم اسے نکال کر لے جائیں گے۔ ہم فرہاد صاحب کے کام آنا چاہتے ہیں۔ رسونتی صاحبہ کی مدد کرنا چاہتے ہیں۔ انھیں ان کے بیٹے پارس کے ساتھ بحفاظت نیپال اور ہندوستان کی سرحد سے پار لے جانا چاہتے ہیں۔"

ثباتہ نے کہا "تم سب بکواس کر رہے ہو۔ میں رسونتی کے متعلق کچھ نہیں جانتی۔ البتہ فرہاد نے بھارتی فوج کے افسران کو میرے آگے بے بس کر دیا تھا۔ اگر وہ موجود نہیں ہے تو تھوڑی دیر بعد آجائے گا۔ اور اس کے بعد تم لوگوں کا جو حشر ہو گا، وہ عنقریب سامنے ہی آنے والا ہے۔"

اس شخص نے جھنجلا کر کہا "یہ سیدھی طرح نہیں مانے گی۔ میں اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر اپنی آواز سنا رہا ہوں۔ اگر فرہاد صاحب ہوں گے تو زیادہ سے زیادہ مجھے مار ڈالیں گے۔ میں موت سے نہیں ڈرتا۔ اسی لیے سپر ماسٹر نے میرا انتخاب کیا ہے۔ میں تم لوگوں کو حکم دیتا ہوں، اس کے دونوں ہاتھوں کو رسیوں سے باندھ کر اس اونچی چٹان سے لٹکا دو اور نیچے ٹب میں کھولتا ہوا پانی رکھو۔ اس کھولتے ہوئے پانی میں اس کے پاؤں پنڈلیوں تک ڈوبے رہیں گے۔ پانی کے ٹب کے نیچے آگ روشن رہے گی جس سے پانی کا درجۂ حرارت بڑھتا رہے گا۔ ہم دیکھیں گے اس کی قوتِ برداشت کتنی ہے۔ ویسے جتنی بھی ہو، پہلے اس کے پیروں کی کھال نکلے گی۔ پھر اس گرم کھولتے ہوئے پانی میں گوشت گلے گا، پھر ہڈیاں بھی گلنے لگیں گی۔"

اس کے ساتھیوں نے اس کے حکم کی فوری تعمیل نہیں کی۔ ان میں سے ایک ٹرانسمیٹر لے کر غار سے باہر چلا گیا۔ نیپال میں ان کا جو ماسٹر تھا، اس سے رابطہ قائم کرنے گیا ہو گا۔ تھوڑی دیر بعد وہ واپس آگیا۔ پھر اس نے اشارے سے اپنے ساتھیوں کو بتایا کہ جو سزا ثباتہ کے لیے تجویز کی گئی ہے، اس پر عمل کیا جائے۔

اس کے دونوں ہاتھوں کو باندھ کر چٹان کی بلندی سے لٹکانے کے لیے ضروری تھا کہ پہلے اسے کرسی سے آزاد کیا جاتا۔ انھوں نے یہی کیا۔ جب وہ کرسی سے آزاد کی گئی تو برائے نام رسیوں سے بندھی ہوئی تھی۔ انھیں یقین تھا کہ ریوالوروں کی زد میں رہ کر وہ کوئی حرکت نہیں کر سکے گی لیکن ان کی خوش فہمی دوسرے ہی لمحے پچھتاوے میں بدل گئی۔

دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جن کے دونوں ہاتھ رسیوں سے باندھ دیے جائیں تب بھی وہ جی داری سے لڑتے ہیں اور اپنے سامنے آنے والوں کے چھکے چھڑا دیتے ہیں۔ ثباتہ نے تو بچپن ہی سے مار پیٹ کی تربیت حاصل کی تھی۔ اسے کرسی سے آزاد کرنے والوں نے پہلے تو اس کے دونوں ہاتھ احتیاطاً باندھ دیے تھے۔ پھر اسے کرسی سے آزاد کیا تھا۔ یہی خیال تھا کہ ہاتھ بندھے ہوں گے تو وہ بے بس رہے گی لیکن اس نے آزاد ہوتے ہی اپنے سامنے والے شخص کے منہ پر بندھے ہوئے ہاتھوں کی ایک شدید ضرب لگائی۔ وہ یکبارگی لڑکھڑاتا ہوا پیچھے کھڑے ہوئے دو ساتھیوں کی طرف جھکا۔ انھوں نے اسے سنبھالا۔ تیسرے ساتھی پر کرسی آکر گری۔ چوتھے نے ثباتہ کے قدموں کی طرف فائر کیا تاکہ وہ سہم کر ایک جگہ کھڑی ہو جائے لیکن فائرنگ کے ساتھ ہی وہ فضا میں اچھلی اور اس کی ایک فلائنگ کک فائر کرنے والے کے سینے پر پڑی۔

ویسے ایک ریوالور والے کے سینے پر لات پڑی تھی۔ دوسرے ریوالور والے فائر کر سکتے تھے لیکن ثباتہ کس لمحے کس جگہ ہوتی ہے، یہ اندازہ کرنا دشوار تھا۔ وہ بجلی کی طرح لپک رہی تھی۔ خیال تھا کہ فلائنگ کک مارتے ہی فضا میں قلابازی نہیں کھا سکے گی، زمین پر گر پڑے گی لیکن وہ ثباتہ کو نہیں جانتے تھے۔ انھوں نے اسے تیز رفتار گھوڑے کی پیٹھ پر قلابازیاں کھاتے اور طرح طرح کے کرتب دکھاتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ اگر دیکھ لیتے تو ان کے ہوش اڑ جاتے۔ اب بھی ہوش ہی اڑ رہے تھے۔ ایک شخص کے ہاتھ سے ریوالور اڑ کر فضا میں گیا، پھر نیچے آنے سے پہلے ہی ثباتہ کے بندھے ہوئے ہاتھوں میں پہنچ گیا۔ تڑ تڑ تڑ کی اندھا دھند فائرنگ ہوئی۔ اس نے بھی جان بوجھ کر قدموں کی طرف فائرنگ کی تھی۔ تاکہ وہ سب دہشت زدہ ہو کر منتشر ہو جائیں یا پناہ لینے کے لیے مختلف چٹانوں کی طرف بھاگ جائیں۔

جنگ کے دوران لڑنے والے کا ذہن جتنا حاضر ہوتا ہے، اتنی ہی فتح قریب ہوتی جاتی ہے۔ ثباتہ نے جو سوچا تھا، جیسی پلاننگ سے اس نے فائرنگ کی تھی، ویسا ہی ہوا۔ سب اِدھر اُدھر بھاگتے ہوئے مختلف چٹانوں کی طرف گئے۔ وہ جوابی فائرنگ کر کے اسے زخمی کر سکتے تھے لیکن سپر ماسٹر کی طرف سے تاکید کی گئی تھی کہ اسے نقصان نہ پہنچایا جائے البتہ مجبوری کی حالت میں کسی حد تک زخمی کیا جائے تاکہ وہ جدوجہد کے قابل نہ رہے۔

یوں وہ اسے زخمی کر سکتے تھے لیکن ثباتہ نے اس کا موقع نہیں دیا۔ اچانک اس کے ہاتھ میں ریوالور آیا اور آتے ہی فائرنگ ہوئی تو سب بوکھلا گئے۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ یہ لڑکی غضب کی پھرتیلی ہو گی۔ نتیجہ وہی ہوا۔ سب مختلف سمتوں میں بھاگتے ہوئے مختلف چٹانوں کے پیچھے جا کر پناہ لینے لگے۔ اس وقت تک وہ بھی ایک چٹان کے پیچھے پہنچ چکی تھی۔

اس نے چٹان کے پیچھے کا جائزہ لیا۔ جو لوگ جدوجہد کرتے رہتے ہیں، تقدیر بھی ان کا ساتھ دیتی ہے۔ چٹان کے پیچھے غار کی ایک اور شاخ دوسری طرف چلی گئی تھی۔ یعنی وہ غار صرف ایک سرے سے دوسرے سرے تک نہیں گیا تھا بلکہ اس کے درمیان کئی شاخیں نکلی تھیں۔ ایک شاخ ثباتہ کے پیچھے تھی جس میں سے گزر کر وہ کہیں دوسری جگہ نکل سکتی تھی۔ یا ایسا بھی ہو سکتا تھا کہ دشمن غار کی مختلف شاخوں سے گزرتے ہوئے اس کے پیچھے پہنچ جاتے۔ اس لیے وہ پہلے ہی وہاں سے ہٹ کر اُدھر جانے لگی۔ اس غار کے دائیں بائیں دیکھنے لگی کہ راستہ کہاں کہاں گیا ہے۔

ایک جگہ اسے دو طرفہ چٹانیں نظر آئیں۔ اگر وہ ان کے درمیان محاذ بنا لیتی تو دوسروں کو نظر نہ آتی، چھپ کر فائرنگ کر سکتی تھی لیکن اس کے ریوالور میں دو گولیاں رہ گئی تھیں۔ ریوالور ہاتھ لگتے ہی اس نے تڑا تڑ چار بار فائرنگ کی تھی۔ اب ان دو گولیوں کو بڑی احتیاط سے خرچ کرنا تھا۔ وہ ان چٹانوں کے درمیان پہنچ کر بیٹھ گئی۔ چٹان کے ایک سرے پر رسیوں کو رگڑنے لگی تاکہ رگڑ کھا کر رسیاں کٹ جائیں یا کمزور پڑ جائیں تو ہاتھ کھل جائیں۔

دشمنوں کے ساتھ ایک مجبوری یہ تھی کہ اسے کھل کر للکار نہیں سکتے تھے۔ ٹیلی پیتھی کا خوف سمایا ہوا تھا۔ صرف ایک شخص جو بول رہا تھا، وہی للکار کر کہنے لگا "تم جہاں بھی ہو، ہمارے سامنے چلی آؤ۔ یہ خیال دل سے نکال دو کہ اس غار سے نکل سکو گی۔ ہم تمھیں چاروں طرف سے گھیر چکے ہیں۔ خود ہتھیار ڈال دو گی تو تمھیں نقصان نہیں پہنچائیں گے۔"

وہ رسیوں کو کاٹنے میں مصروف تھی۔ اس نے اپنی جگہ سے چیخ کر کہا "تم اتنے گدھے ہو تو تمھارا سپر ماسٹر کیسا زبردست گدھا ہو گا۔ اتنی عقل نہیں ہے کہ فائرنگ کی آواز دور تک جا رہی ہو گی۔

میں تمھارے ہاتھوں اغوا ہونے کے دوران بے ہوش نہیں تھی۔ میں نے تم سب کی باتیں سنی ہیں۔ تمھارے آدمی جو گاڑی واپس لے کر گئے ہیں، وہ پولیس اسٹیشن میں یہ رپورٹ لکھوانے والے ہیں کہ مجھے اغوا کر کے کرتی پور لے جایا گیا ہے لیکن فائرنگ کی آواز پولیس والوں کو اِدھر متوجہ کرے گی۔ میری بات تم لوگوں کی کھوپڑی میں آ رہی ہے یا نہیں؟"

ان باتوں کے دوران اس نے رسیاں کاٹ لیں۔ اس کے ہاتھ آزاد ہو گئے۔ دشمن نے چیخ کر کہا "ثباتہ! ہم نے تمھارے ریوالور کی گولیوں کا حساب رکھا ہے۔ تمھارے پاس صرف دو گولیاں ہیں۔ تم ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکو گی۔ ہم پھر تمھیں سمجھاتے ہیں۔"

ثباتہ نے اس کی بات کاٹ کر کہا "مجھے کیا سمجھاؤ گے؟ میں تو چاہتی ہوں کہ یہاں فائرنگ کی آواز گونجتی رہے۔ تم لوگوں کی باتوں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بھگت پور ان پہاڑیوں سے صرف دو میل کے فاصلے پر ہے۔ پہاڑیوں میں اور خصوصاً غار کے اندر فائرنگ کی آواز دور تک جاتی ہے۔ بھگت پور کے امن پسند باشندوں نے یہ آواز سنی ہو گی۔ وہ خوف سے اِدھر نہیں آئیں گے لیکن پولیس والے ضرور آئیں گے۔"

"تم بکواس کرتی رہو۔ ابھی ہم تمھیں گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیں گے۔"

"اور ابھی میں تمھیں مسلسل فائرنگ پر مجبور کروں گی۔"

وہ دو چٹانوں کے درمیان سے محتاط انداز میں نکلی۔ اس کے ایک ہاتھ میں ریوالور تھا۔ دوسرے ہاتھ میں کٹی ہوئی رسیوں کا ایک حلقہ سا بنا ہوا تھا۔ وہ پھر پہلی چٹان کے پاس آئی۔ اسے معلوم تھا کہ کن چٹانوں کے پیچھے اس کے دشمن چھپے ہوئے ہیں۔ اس نے ایک چٹان کے پیچھے رسی کے حلقے کو پھینک دیا۔ ہر محاذ پر یہ دھڑکا لگا رہتا ہے کہ کہیں دشمن کسی دوسری طرف سے نہ آ جائیں۔ وہ رسی کا حلقہ آیا تو جیسے شامت آ گئی۔ بے اختیار فائرنگ ہوئی، ایک طرف سے فائرنگ ہوئی تو جواباً دوسری چٹانوں کے پیچھے سے بھی فائرنگ ہوئی۔ یہ محض غلط فہمی کی بنا پر ہوا۔ ایک کی فائرنگ سے دوسروں کی سمجھ میں یہی آیا کہ وہ فائرنگ ثباتہ کی طرف سے ہو رہی ہے۔ اس لیے بیک وقت کتنی ہی گولیاں چلنے کی آواز غار میں گونجتی رہی۔ جب یہ آواز کم ہوئی تو ثباتہ کا قہقہہ سنائی دیا "میں کہہ چکی تھی کہ بے اختیار فائرنگ پر مجبور کروں گی۔ میں ایسے تماشے اور دکھا سکتی ہوں مگر افسوس کہ اس کا موقع نہیں ملے گا۔ سنو، کان لگا کر سنو۔ پولیس کی گاڑی کا سائرن سنائی دے رہا ہے۔"

کسی نے اس کی بات کا جواب نہیں دیا۔ سب کان لگا کر سن رہے تھے۔ دور بہت دور سے سائرن کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ واقعی پولیس کی گاڑی آ رہی تھی۔ پھر تو جیسے بھگدڑ مچ گئی۔

وہ سب چٹانوں کے پیچھے سے چھپتے ہوئے، زمین پر رینگتے ہوئے ثباتہ کی نظروں سے بچتے ہوئے وہاں سے جانے لگے۔ سائرن کی آواز تیز ہوتی جا رہی تھی۔ قریب آتی جا رہی تھی پھر غار کے دہانے کے قریب سے آواز سنائی دی۔ کوئی پولیس کا آدمی لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے کہہ رہا تھا "اندر جو لوگ ہیں، وہ ہتھیار پھینک کر اور دونوں ہاتھ اٹھا کر باہر آ جائیں۔ ورنہ آنسو گیس شیل پھینکے جائیں گے۔ ہم یہاں کے غاروں کے متعلق اچھی طرح جانتے ہیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ یہاں سے باہر نکلنے کا یہی ایک راستہ ہے۔"

لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے بار بار وارننگ دی جا رہی تھی۔ آنے کے لیے کہا جا رہا تھا اور یہ بات درست تھی کہ اس غار سے باہر نکلنے کا وہی ایک راستہ تھا۔ ثباتہ کو اغوا کرنے والے ہتھیار پھینک کر اور دونوں ہاتھ اٹھا کر اس غار سے باہر نکل رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد پولیس انسپکٹر نے پھر لاؤڈ اسپیکر پر کہا "لڑکی! تم جہاں بھی ہو، بے خوف و خطر باہر آ جاؤ۔ ہم نے تمھیں اغوا کرنے والوں کو حراست میں لے لیا ہے۔"

ثباتہ نے آگے بڑھ کر بلند آواز سے کہا "اگر پانچوں کو حراست میں لیا گیا ہے تو میں اطمینان سے باہر آ جاؤں گی۔"

اسے یقین دلایا گیا کہ پانچوں گرفتار کر لیے گئے ہیں۔ اس کے بعد وہ ریوالور پھینک کر غار سے باہر آ گئی۔ انسپکٹر نے پوچھا "اندر کوئی ہے؟"

ثباتہ نے انکار میں سر ہلا کر کہا "ایک گیس لائٹ، ایک کرسی اور پانی کا ایک خالی ٹب ہے۔ یہ مجھے کرسی پر بٹھا کر باندھ چکے تھے اور دھمکی دے رہے تھے کہ اس ٹب میں پانی بھر کر آگ جلائی جائے گی اور مجھے اس پانی میں کھڑا کیا جائے گا۔ پھر وہ پانی جیسے جیسے گرم ہوتا جائے گا، میرے پاؤں کی کھال اترتی جائے گی، گوشت گلتا جائے گا۔"

انسپکٹر نے ان پانچوں کو گھور کر دیکھا اور کہا "ان سے تمھاری کیا دشمنی ہے؟"

ثباتہ نے کہا "تعجب ہے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ان سے پہلے مجھے بھارتی فوج کے جوان اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ اس کے بعد یہ لے آئے۔ اگر آپ مجھے بحفاظت پولیس اسٹیشن تک نہیں لے جائیں گے تو جانے کتنے دشمن میری تاک میں لگے ہوں گے، وہ مجھے لے جائیں گے۔"

انسپکٹر نے پوچھا "آخر تم کون ہو؟ یہاں تمھارے کتنے دشمن ہیں؟"

"دشمن میرے نہیں، میرے بچے کے ہیں۔ یہاں کماری کا جلوس نکلا ہوا تھا۔ اس بھیڑ میں کسی نے میرے بچے کو مجھ سے چھین لیا۔ میں اس کے خلاف رپورٹ لکھوانا چاہتی تھی لیکن دشمنوں نے مجھے موقع نہیں دیا، کبھی کوئی مجھے پکڑتا ہے، کبھی کوئی۔ میں اب تک اپنے بچے کو تلاش نہ کر سکی، نہ ہی رپورٹ لکھوا سکی۔"

انسپکٹر نے اسے گاڑی میں بٹھایا۔ باقی پانچوں کو ان کی گاڑی میں بٹھایا گیا۔ مسلح پولیس والے ان کے ساتھ بیٹھ گئے اور وہ سب پولیس اسٹیشن کی طرف روانہ ہوئے۔ جس وقت میں اور رسونتی ثباتہ کے دماغ میں پہنچے، اس وقت وہ پولیس اسٹیشن پہنچ گئی تھی۔ اس سے پہلے ہی بھارتی فوج کے دو بڑے افسر وہاں آ گئے تھے۔ وہ دعویٰ کر رہے تھے کہ ثباتہ کو ان کی تحویل میں دیا جائے۔

ثباتہ نے کہا "پہلے میں اپنے سفارت خانے سے رابطہ قائم کروں گی۔ میں معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ بھارتی فوج کے یہ جوان مجھے اپنی حراست میں کیوں لینا چاہتے ہیں؟ میرا جرم کیا ہے؟ ویسے آپ سب سے پہلے میرے بچے کے اغوا ہونے کی رپورٹ درج کریں۔"

بھارتی فوجی افسر نے غرا کر کہا "کوئی رپورٹ درج نہیں ہو گی۔ تم فراڈ ہو۔ وہ بچہ اغوا نہیں کیا گیا۔ کسی نے تم سے نہیں چھینا بلکہ تم نے جان بوجھ کر اسے رسونتی کے حوالے کیا ہے۔ ہم تم سے سیدھی طرح پوچھ رہے ہیں۔ ہمیں مادام رسونتی کا پتا ٹھکانہ بتاؤ۔"

میں نے اس افسر کے دماغ میں پہنچ کر خیال خوانی کے ذریعے سرد لہجے میں پوچھا "کیا تم رسونتی کا پتا چاہتے ہو؟"

وہ ایک دم سے چونک گیا۔ سوچنے لگا "کیا میرے دماغ میں مسٹر فرہاد بول رہے ہیں؟"

"ہاں میں بول رہا ہوں۔ رسونتی تک پہنچنا چاہتے ہو تو اپنے کریا کرم (مرنے کے بعد آخری رسومات) کا بندوبست کر لو۔"

وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر سامنے دیوار کی طرف دیکھ رہا تھا اور پوچھ رہا تھا "یہ آپ ... آپ کیا کہہ رہے ہیں فرہاد صاحب؟"

پولیس انسپکٹر جو اسے دیکھ رہا تھا، ایک دم اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے حیرانی سے پوچھا "آفیسر! کیا آپ دیوار سے باتیں کر رہے ہیں؟ آپ ہوش میں تو ہیں؟"

فوجی افسر نے چونک کر اسے دیکھا پھر کہا "میں فرہاد علی تیمور سے باتیں کر رہا ہوں۔ تم مداخلت نہ کرو۔"

انسپکٹر نے ثباتہ کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا "یہ فرہاد علی تیمور کون ہے؟"

ثباتہ مسکرانے لگی۔ فوجی افسر نے مجھ سے کہا "جناب! آپ نے ہمیں دو گھنٹے کی مہلت دی تھی۔ ہم سے کہا تھا، اگر ہم ثباتہ کو رہا نہیں کریں گے تو آپ خیال خوانی کے ذریعے ہمارے خلاف اقدامات کریں گے۔ ہم کب سے آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ دو گھنٹے گزر چکے ہیں۔ ہم نے اپنے اعلیٰ حکام سے رابطہ قائم کیا تھا۔ جب انھیں پتا چلا کہ آپ کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیت پھر بحال ہو گئی ہے تو وہ بہت خوش ہوئے۔ انھوں نے آپ کو مبارک باد کا پیغام دیا ہے۔ وہ دوستی اور خیر سگالی کے جذبے سے آپ کو اپنا دوست، اپنا بھائی مان کر آپ سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ اس وقت دہلی میں کچھ اعلیٰ افسران آپ کے منتظر ہیں۔ اگر آپ چاہیں تو ہم ان میں سے کسی ایک کی آواز کیسٹ ریکارڈر کے ذریعے سنا سکتے ہیں۔ آپ ان کے پاس پہنچ کر براہِ راست گفتگو کر سکتے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ آپ مادام رسونتی کے سلسلے میں دوستانہ ماحول میں مذاکرات کے لیے راضی ہو جائیں گے۔"

میں نے جواب دیا "پہلے ثباتہ کو رہا کیا جائے۔ یہ قاف کی شہزادی ہے۔ اس کے قبیلے کے سربراہ اور دوسرے لوگ بیرونی دنیا سے رابطہ قائم کرنے کے لیے ترکی کی حکومت سے رابطہ قائم کرتے ہیں۔ یہاں ترکی کے سفارت خانے کو اطلاع دی جائے اور ان سے کہا جائے کہ ثباتہ کو بخیریت پیرس روانہ کر دیا جائے۔"

"ہم ابھی سفارت خانے سے رابطہ قائم کرتے ہیں۔ آپ سے وعدہ کرتے ہیں کہ مس ثباتہ بخیریت پیرس چلی جائیں گی۔ کیا آپ ٹیلی پیتھی کے ذریعے دہلی جا رہے ہیں؟"

"ابھی نہیں۔ ثباتہ کے بعد انا میریا کو یہاں سے بخیریت جانے کی اجازت دی جائے۔ میں نے اسے ٹیلی پیتھی کا ذریعہ بنایا تھا۔ وہ بے چاری میری وجہ سے مصیبتوں میں مبتلا ہو گئی ہے۔ آپ لوگوں نے ہوٹل میں اس کا سامان بھی ضبط کر لیا ہے۔"

"ہم وعدہ کرتے ہیں انا میریا کو بھی یہاں سے بخیریت روانہ کر دیا جائے گا۔"

"آفیسر! وعدہ کرنا بہت آسان ہے۔ آپ اچھی طرح جانتے ہیں، اس وقت نیپال میں دنیا کی خطرناک تنظیمیں موجود ہیں۔ کچھ دوسرے ممالک بھی رسونتی کو حاصل کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ ثباتہ اور انا میریا کو بخیریت یہاں سے روانہ کرنا اتنا آسان نہیں ہو گا۔ پہلے آپ انھیں یہاں سے روانہ کر دیں۔ میں اس کے بعد آپ کے اعلیٰ حکام سے بات کروں گا۔"

وہ بے بسی سے بولا "جناب! اتنا تو بتا دیجیے کہ مادام رسونتی کہاں ہیں؟"

"وہ موجود ہے لیکن اس کے پاس کوئی پہنچ نہیں سکتا۔ جو زبردستی پہنچنا چاہے گا، اسے دوسری دنیا میں پہنچا دیا جائے گا۔"

وہ افسر تھوک نگل کر ذرا دیر سوچتا رہا۔ پھر اس نے دوسرے افسر سے کہا "آپ مس ثباتہ کو ان کے ہوٹل پہنچا دیں۔ ان کا سامان واپس کر دیں۔ میں راجدھانی والوں سے رابطہ قائم کرتا ہوں۔"

میں نے کہا۔ "اور ترکی کے سفارت خانے سے بھی رابطہ قائم کرنے کے لیے کہو۔"

اس نے اپنے ساتھی افسر سے کہا۔ "مس ثباتہ کے سفارت خانے سے بھی رابطہ قائم کرنا اور انھیں کل تک پیرس روانہ کرنے کے انتظامات کر لینا۔"

ثباتہ نے یہ سنتے ہی اپنی جگہ سے اچھل کر کہا۔ "ہرگز نہیں، میں اپنے بچے کو لیے بغیر نہیں جاؤں گی۔"

میں اس کی باتوں سے پریشان ہوگیا۔ چونکہ فرہاد کی حیثیت سے رابطہ قائم نہیں کر سکتا تھا، اس لیے رسونتی بن کر اس کے دماغ میں کہا۔ "ثباتہ! جو یہ کہہ رہے ہیں، مان جاؤ۔ میں پارس کی ماں ہوں۔ پارس مجھے مل گیا ہے۔ تم چلی جاؤ۔"

وہ سوچ کے ذریعے بولی۔ "ہرگز نہیں۔ فرہاد نے پارس کو میرے حوالے کیا ہے۔ یہ امانت میں فرہاد کے حوالے کروں گی۔"

میں نے پریشان ہو کر کہا۔ "ثباتہ! پھر تو ہم مزید الجھنوں میں مبتلا ہو جائیں گے۔"

"اس کا ایک حل ہے۔ مجھے ابھی جانے کے لیے نہ کہا جائے۔ پہلے تم یہاں سے جاؤ گی اور جانے سے پہلے مجھے اپنے پروگرام سے آگاہ کرو گی۔ میری کوشش یہی ہوگی کہ میں اسی طیارے سے جاؤں، جس طیارے سے تم جاؤ گی۔ اس طرح سفر کے دوران پارس میرے قریب رہے گا۔"

وہ فوجی افسر غور سے ثباتہ کو دیکھ رہا تھا اور سمجھ رہا تھا کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے فرہاد سے گفتگو کر رہی ہے۔ میں فوراً اس افسر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس وقت وہ سوچ رہا تھا۔ "کل رات سے پہلے ایسا کوئی طیارہ نہیں ہے جو ثباتہ کو یہاں سے بنکاک اور بنکاک سے پیرس لے جائے۔ اس وقت تک ہیڈ کوارٹر سے مزید احکامات موصول ہوں گے، ان کے مطابق عمل کیا جائے گا۔"

میں نے اس کی سوچ میں سوال کیا۔ "اگر ہیڈ کوارٹر والوں نے ثباتہ اور انا میریا کو روکنے کے لیے کہا تو فرہاد ہمارا دشمن بن جائے گا۔"

اس افسر کی سوچ نے کہا۔ "دشمن تو یقیناً بنے گا۔ میں اپنے بڑوں کے سامنے یہ بات کروں گا کہ ثباتہ اور انا میریا، فرہاد کے لیے بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔ جب تک رسونتی ہاتھ نہ آئے، ان دونوں کو یہیں یرغمال بنا کر رکھا جائے۔ انھیں یہاں سے جانے کا موقع نہ دیا جائے۔"

انسان کو اوپر سے سمجھنا بہت مشکل ہے۔ وہ اوپر کچھ ہوتا ہے اندر کچھ۔ ابھی وہی آفیسر بظاہر میرے احکامات کی تعمیل کر رہا تھا۔ ثباتہ کے سفارت خانے سے رابطہ قائم کر رہا تھا۔ اسے یہاں سے روانہ کرنے کے لیے بھی تیار تھا۔ اسے ہوٹل بھیج رہا تھا۔ اس کا سامان واپس کر رہا تھا، سب کچھ کر رہا تھا لیکن اندر ہی اندر یہ طے کر چکا تھا کہ ثباتہ کو کسی صورت میں بھی یہاں سے جانے کا موقع نہیں دیا جائے گا۔

میں نے رسونتی کی حیثیت سے کہا۔ "ثباتہ! فی الحال تم ہوٹل جاؤ۔ اس کے بعد میں تم سے رابطہ قائم کروں گی۔ میری بات تمھاری سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔ شاید سونیا تمھیں سمجھا دے۔"

"مجھے کوئی نہیں سمجھا سکتا۔ میں سونیا کی بہت عزت کرتی ہوں، اس کے ہر حکم کی تعمیل کرنے کو تیار ہوں۔ لیکن پارس کے معاملے میں فرہاد کی اجازت ضروری ہے۔ اگر اجازت نہ ملی تو تم اسے یہاں سے نہیں لے جا سکو گی۔ لے جاؤ گی تو میری دشمنی بڑی مہنگی پڑے گی۔"

وہ وہاں سے اٹھ گئی۔ اسے ہوٹل جانے کی اجازت مل رہی تھی۔ ایک فوجی افسر بھی اس کے ساتھ تھا۔ اسی وقت میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ دروازے پر دستک ہو رہی تھی۔ بزرگ جلیل القدر آئے تھے اور کہہ رہے تھے۔ "کیا تم پھر سو گئے ہو؟ تم نے آٹھ بجے یہاں سے جانے کے لیے کہا تھا۔ وہ ٹیکسی ڈرائیور آگیا ہے۔"

میں نے گھڑی دیکھی۔ سوا آٹھ بج چکے تھے۔ میں نے دروازہ کھول دیا۔ پھر کہا۔ "میں کرسٹو فریکی کی جگہ لینے سے پہلے آخری بار اس کا زائچہ تیار کر رہا ہوں۔ یہ نہایت ضروری ہے، اس کے لیے شاید آدھا گھنٹہ اور صرف ہوگا۔ آپ لوگ کسی دوسرے کمرے میں میرا انتظار کریں۔ میں ابھی ڈرائیور کے ساتھ روانہ ہو جاؤں گا۔"

بزرگ وہاں سے چلے گئے۔ میں نے دروازہ بند کیا اور رسونتی کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت وہ بھی دماغی طور پر اپنی جگہ موجود تھی کیونکہ سونیا وہاں پہنچ گئی تھی اور وہ اس سے گلے لگ کر کہہ رہی تھی۔ "تم سفر کے دوران میرے قریب آتی رہیں، دور جاتی رہیں لیکن تم سے گلے لگنے کا موقع نہیں ملا۔"

سونیا نے اسے تھپک کر کہا۔ "آج تمھارے لیے بہت ہی خوشی کا دن ہے لیکن اب تو رات ہو چلی ہے۔ اس لیے خوشی کی رات کہوں گی۔ تمھیں ایک نہیں، دو، دو پارس مل گئے ہیں۔"

"ہاں، میں نے جسے جنم دیا ہے، وہ تو بڑا ہی ہنس مکھ اور ملنسار ہے۔ بیماری کی حالت میں بھی مسکراتا ہے اور ہر ایک کی گود میں چلا جاتا ہے۔ دوسرے پارس کا نام فرہاد کے مشورے کے مطابق علی تیمور رکھا ہے۔ وہ ذرا تنک مزاج ہے۔ صرف میری گود میں آتا ہے۔ کسی اور کے پاس نہیں جاتا۔ دیکھو نا، جب سے میں نے میک اپ کیا ہے، وہ میرے پاس بھی نہیں آ رہا ہے۔ مجھے ہی تلاش کر رہا ہے لیکن میں اسے اپنا چہرہ کیسے دکھاؤں۔"

سونیا ہنسنے لگی۔ میں نے کہا۔ "رات زیادہ ہو چکی ہے آرام کرو۔ ثباتہ بھی خیریت سے ہے۔ میں صبح آؤں گا۔ اس سے پہلے جیمز میکلے سے معاملات طے کرو۔ وہ جن افسروں کو رشوت دے کر یہاں سے مال بھیجتا ہے، ان کو اتنی بڑی رشوت دی جائے کہ افسران ہمارے ہاتھوں بکنے کے لیے تیار ہو جائیں۔ جب وہ تیار ہو جائیں گے تو ان کے ذریعے دونوں پارس یہاں سے جا سکیں گے۔"

رسونتی نے پوچھا۔ "دو بچوں کو کیسے لے جایا جا سکتا ہے۔ میں کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتی۔"

سونیا نے اسے اطمینان دلاتے ہوئے کہا۔ "تم فکر نہ کرو۔ میں ایسی تدبیر کروں گی کہ دونوں پارس تمھارے ساتھ بآسانی چلے جائیں۔ میں جانتی ہوں کہ ہر فلائٹ کو کتنی سختی سے چیک کیا جاتا ہے۔ کسی بچے والی عورت کو جانے نہیں دیا جاتا۔ بچوں کو بالکل ہی لے جانے کی اجازت نہیں ہے۔ تمام بچوں والے مسافروں کو روک دیا گیا ہے۔"

رسونتی نے حیرانی سے پوچھا۔ "یہ سب جانتے ہوئے بھی تم کہتی ہو کہ دونوں پارس بیک وقت یہاں سے لے جائے جا سکتے ہیں۔"

سونیا نے مسکرا کر کہا۔ "جب میں انگلش انا میریا بن سکتی ہوں تو انا میریا کی طرح دو بچوں کو اسمگل کر کے بھی دکھا سکتی ہوں۔ تم بچوں کو سنبھالو اور اطمینان سے سو جاؤ۔ میں صبح تم سے باتیں کروں گی۔"

یہ کہہ کر وہ جیمز میکلے کی طرف جانے لگی۔ مجھے یقین تھا، دشمن ہر گام پہ مضبوط سے مضبوط جال بچھائیں گے اور سونیا اپنی چالوں سے پھر ایک بار ناممکن کو ممکن کر دکھائے گی۔

☆

بیروت میں میری سہ طرفہ مصروفیات تھیں۔ ایک طرف اہدین تھے، جن کے لیے ہتھیاروں کے سلسلے میں آسانیاں فراہم کرنا اشن تھا۔ دوسری طرف مجھے کرسٹو فریکی کا رول ادا کرنا تھا اور تیسری نب لیلیٰ ثانی بیروت پہنچ گئی تھی۔

مجاہدین کے لیے میں نے ہتھیار حاصل کرنے کا پہلا موقع مان کر دیا تھا۔ وہ آدھی رات کے قریب وہاں جا کر چھاپا مارنے لے تھے۔ ایسے وقت میں ان کا ساتھ دے سکوں گا یا نہیں، اس تعلق خود نہیں جانتا تھا کیونکہ میں کرسٹو فریکی کا رول ادا کرنے جا تھا۔ یہ رول ادا کرنے کے دوران مجھے کن حالات سے گزرنا تھا، ہی نہیں جانتا تھا۔ اس کے برعکس کرسٹو فریکی کے پاس ایسا علم تھا کے ذریعے وہ اپنے اور دوسروں کے مستقبل کو بڑی حد تک ر لیا کرتا تھا۔

میں نے یہاں پہنچ کر بزرگ جلیل القدر اور یہاں کے مجاہدین سامنے اپنے آپ کو نجومی بتایا تھا۔ قیافہ شناس کہا تھا۔ اس کی ں وجہ تھی۔ میں نے کرسٹو فریکی کے دماغ کو بڑے اطمینان بڑی تفصیل سے پڑھ کر سمجھ لیا تھا، وہ قیافہ شناس تھا۔ روں کی چال کو سمجھتا تھا۔ زائچہ بنا کر مستقبل کی پیشین گوئی کرتا تھا۔ ں کا مشغلہ تھا ورنہ اصل دھندہ تو اسمگلنگ تھا۔ اس کے لیے وہ کسی اور ہی پُراسرار کرسٹو فریکی کا پابند تھا۔ اس کی طرف سے جو حکم موصول ہوتا تھا، اس پر عمل کرتا تھا اور عمل کرنے کے نتیجے میں اسے اتنا منافع حاصل ہوتا تھا جس کی وہ توقع بھی نہیں کر سکتا تھا۔ وہ شاہانہ زندگی گزار رہا تھا۔ دولت سے کھیلتا تھا۔ سماجی حیثیت اونچی تھی۔ سب اس کی عزت کرتے تھے۔ سیاسی معاملات میں بھی وہ بڑی دور تک ملوث رہتا تھا۔ اصلی پُراسرار کرسٹو فریکی کی طرف سے جب بھی حکم صادر ہوتا کہ لبنان میں تخریبی کارروائیوں کا آغاز کرنا ہے تو وہ کر گزرتا تھا۔ غرض یہ کہ وہ ہر فن مولا تھا اور اصلی پُراسرار کرسٹو فریکی ایسے ہی لوگوں کو اپنا نائب اور ڈمی کرسٹو فریکی بنا کر رکھتا تھا۔

اصلی میکی سے کس طرح رابطہ قائم ہوتا تھا، ان کے کوڈ ورڈز کیا تھے؟ میں یہ باتیں معلوم کر چکا تھا جس کا رول ادا کرنے جا رہا تھا، اس کے متعلق چند ایسی اہم باتیں ذہن نشین کر لی تھیں جنھیں کسی ڈائری میں نوٹ کرنا ضروری نہیں تھا۔ انھیں یاد رکھتا تو باقی ساری چیزیں میرے سامنے آ موجود ہوتیں۔ مثلاً ان کے لاکر، آئرن سیف اور دوسری ایسی تمام جگہیں جہاں اس کی اہم دستاویزات اور اہم معاملات سے تعلق رکھنے والی چیزیں رکھی رہتی تھیں۔ ان کے نمبر وغیرہ میں نے ذہن نشین کر لیے تھے۔ اب کوئی بات معلوم کرنا ہوتی تو میں ان تمام چیزوں کو دیکھ کر مزید معلومات حاصل کر سکتا تھا۔ اس کے خاندانی حالات معلوم کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اس نے ابھی تک شادی نہیں کی تھی۔ کوئی رشتے دار نہیں تھا۔ دوست احباب تھے جن کے نام اور ان کی شخصیتوں کے متعلق کسی حد تک علم ہو گیا تھا۔

بہرحال ابتدائی طور پر اس کا رول ادا کرنے کے لیے میرے پاس معلومات کا کافی ذخیرہ تھا۔ ابھی اس کی جگہ لینے کے لیے ایک بڑی دشواری پیش آ رہی تھی۔ وہ یہ کہ اس نے اپنی سالگرہ کے دن علم نجوم کے ذریعے مستقبل کے آئینے میں خود کو دیکھا تھا۔ اس کے علم نے بتایا تھا کہ آج کی رات اس کے لیے سخت ہے۔ صبح ہونے سے پہلے اس کی زندگی کی کتاب شاید ہمیشہ کے لیے بند ہو جائے۔ اگر وہ احتیاطی تدابیر کرے تو اس منحوس ستارے سے نجات حاصل کر سکتا ہے جس کا سایہ اس کی زندگی پر پڑ رہا ہے۔ اگر اس نے ذرا بھی غفلت سے کام لیا تو اس کا یہ تمام علم، اس کی دولت، صلاحیتیں کسی کام نہیں آئیں گی۔

اصلی پُراسرار کرسٹو فریکی کو یہ بات معلوم تھی کہ اس کے نائب کرسٹو فریکی پر آج کی رات بہت بھاری ہے۔ دشمن اس کی ہلاکت کا سامان کر سکتے ہیں یا موت کسی حادثے کی صورت میں آ سکتی ہے۔

عملی زندگی گزارنے والے اور خصوصاً مادہ پرست لوگ ایسی باتوں پر یقین نہیں کرتے۔ ستاروں کی چال پر یقین نہیں رکھتے

لیکن پُراسرار کرسٹو فرمیکی نے بارہا بیروت کے کرسٹو فریکی کو آزمایا تھا۔ وہ جو پیشین گوئی کرتا تھا، وہ درست ثابت ہوتی تھی۔ اپنی پیشین گوئی کے مطابق جب بھی اس نے کوئی مال ایک ملک سے دوسرے ملک اسمگل کیا، کامیاب رہا۔ اس کی مرضی کے خلاف جب بھی اسمگلنگ کے لیے مجبور کیا گیا تو ناکامی ہوئی اور نقصان بھی ہوا لہٰذا پُراسرار کرسٹو فرمیکی بیروت کے میکی کو ماہر نجوم تسلیم کرتا تھا۔ اس نے حکم دیا تھا کہ وہ چوبیس گھنٹے تک اپنی کوٹھی سے باہر نہ نکلے، کسی تقریب میں شریک نہ ہو۔ کوئی ملاقات کرنے آئے تو انکار کر دے خصوصاً کسی عورت کو تو اپنی کوٹھی کے احاطے میں داخل ہونے کی اجازت نہ دے۔ اس کے ستارے بتا رہے تھے کہ اس کی تباہی کسی عورت کے ہاتھوں ہوگی۔ آج رات یا تو بہت زبردست ناقابلِ تلافی نقصان اٹھانا پڑے گا یا وہ اس دنیا سے ہی اٹھ جائے گا۔ جو کچھ ہوگا کسی عورت کے ہی ہاتھوں ہوگا۔

یہ بات میرے لیے حیرانی کا باعث تھی۔ دشمن میں تھا۔ میں اس کی جگہ لینے والا تھا۔ میں اس کا کام تمام کرنا چاہتا تھا لیکن اس کے ستارے بتا رہے تھے کہ وہ کسی عورت کے ہاتھوں مارا جائے گا۔ اگر کسی تدبیر سے زندہ بچ بھی گیا تو ناقابلِ تلافی نقصان اٹھائے گا۔ عجیب بات تھی۔ آخر وہ عورت کون ہو سکتی تھی؟

میں کرسٹو فرمیکی کے دماغ میں رہ کر یہ سوچ ہی رہا تھا کہ اچانک فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے چونک کر ٹیلیفون کی طرف دیکھا۔ جیسے موت پکار رہی ہو۔ اس نے ریسیور اٹھا کر مخصوص انداز میں کہا۔ "ہیلو کرسٹو فرمیکی از ہیئر۔"

دوسری طرف سے بہت ہی سرد لہجہ سنائی دیا۔ "میں ہوں' لیلیٰ ثانی . . ."

وہ بے اختیار لرز گیا۔ اسے محسوس ہوا اگر گرفت مضبوط نہیں رکھے گا تو ریسیور ہاتھ سے چھوٹ جائے گا۔ وہ بزدل نہیں تھا لیکن اس کی معلومات کے مطابق لیلیٰ ثانی اسرائیلی حکام کے لیے دردِ سر بنی ہوئی تھی، یہ رپورٹ سنی گئی تھی کہ پہلے وہ چیلنج کرتی ہے' اس کے بعد دشمنوں کی شہ رگ تک پہنچتی ہے۔ اس کے ستاروں نے بری پیشین گوئی کی تھی۔

اس نے خود پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے پوچھا۔ "کک کون ہو' تم؟"

"میں نے کہا نا' میرا نام لیلیٰ ثانی ہے۔ اگر نہیں سمجھے تو مجھے آسان ترین لفظوں میں شامت کہا جاتا ہے۔"

"لڑکی! آج سے پہلے میں نے نہ یہ نام سنا ہے اور نہ تمھیں جانتا ہوں۔ چند لفظوں میں اپنا مدّعا بیان کرو۔"

"بہت خوب! تم نے مجھے لڑکی کہہ کر مخاطب کیا۔ جب مجھے جانتے نہیں تو کیسے پتا چلا کہ میں لڑکی ہوں؟"

وہ بوکھلا گیا۔ ریسیور کو کریڈل پر رکھ کر سوچنے لگا۔ "یہ لیلیٰ ثانی میرے پیچھے کیوں پڑ گئی ہے۔ اسرائیل سے یہاں کیوں آئی ہے۔ کیا اسے معلوم ہو گیا ہے کہ میں خفیہ طور پر مجاہدین کو لوٹنے اور ان سے منافع حاصل کرنے کے لیے ہتھیار اسمگل کرتا ہوں؟"

وہ سوچتے سوچتے یکبارگی اچھل پڑا۔ یوں لگا جیسے قریب ہی دھماکہ ہوا ہو۔ حالانکہ دھماکہ نہیں تھا۔ فون کی گھنٹی دوسری بار بجنے لگی تھی۔ اس نے گھور کر ٹیلیفون کو دیکھا۔ پھر ریسیور اٹھا کر غصے سے دہاڑتے ہوئے بولا۔ "تم کیا بکواس کر رہی ہو؟ میں کسی لیلیٰ ثانی کو نہیں جانتا۔"

دوسری طرف سے ایک نہایت سریلی آواز سنائی دی۔ "مسٹر کرسٹو فرمیکی! یہ آپ کو کیا ہو گیا ہے؟ میں لیلیٰ ثانی نہیں سارہ آئزک ہوں۔ کیا آپ مجھے بتائیں گے کہ آپ نے مجھے لیلیٰ ثانی کیوں سمجھ لیا؟"

وہ صوفے پر سیدھی طرح بیٹھ کر اپنے حواس پر قابو پاتے ہوئے بولا۔ "کون سارہ آئزک؟ میں تمھیں بھی نہیں پہچانتا۔"

"میں اپنا تعارف کراتی ہوں۔ میں نسلاً یہودی ہوں اور آپ یہودیوں کے جاں نثار دوست ہیں۔ اسرائیل کی سینٹرل انٹیلی جنس بیورو سے میرا تعلق ہے۔ میں یہاں پہنچی تو میرے سفارتخانے والوں نے بتایا کہ آپ بہت پریشان ہیں۔ آپ کی جان کو خطرہ لاحق ہے۔ اسی لیے گوشہ نشینی اختیار کی ہے۔ نہ کسی سے ملتے ہیں نہ باہر نکلتے ہیں۔ میں وہ سارہ آئزک ہوں جو اسرائیل میں لیلیٰ ثانی کے سامنے دیوار بنتی رہی۔ اگر آپ میری ضرورت محسوس کریں تو میں آج رات آپ کی تقدیر کا رُخ پھیر سکتی ہوں، ستاروں کی چال بدل سکتی ہوں۔ یقین نہ ہو تو ہمارے سفارت خانے کی کسی بھی اہم شخصیت سے میرے متعلق دریافت کر لیں۔ تمام اہم لوگوں سے آپ کے گہرے دوستانہ مراسم ہیں۔ شاید آپ ان پر اعتماد بھی کرتے ہوں۔"

"تم اسرائیل سے کب آئی ہو؟"

"آج ہی شام کو آئی ہوں۔ یہاں ہوٹل میں قیام کیا ہے۔ شہر میرے لیے اجنبی ہے۔ مجھے آپ کے متعلق معلوم ہوا تو سوچا کیوں نہ آج آپ کے کام آؤں اور کل سے آپ میرے دوست بن جائیں پھر یہ شہر اجنبی نہ رہے۔ سنا ہے بیروت میں ہر طرف رنگ پھول کھلتے ہیں۔ میں ساتھ رہوں گی تو رنگ اور خوشبو آپ کے ساتھ ساتھ چلیں گے۔ کیا خیال ہے؟"

"تمھاری گفتگو کا انداز نہایت دلکش اور شاعرانہ ہے۔ افسوس آج کی رات میرے لیے شاعرانہ نہیں ہے۔ جہاں تک میری حفاظت کرنے کا تعلق ہے، میں بہت محتاط رہنے والا اور بدترین حالات سے نمٹنے والا آدمی ہوں۔ میں کبھی اپنے سائے پر بھی بھروسہ نہیں کرتا لیکن کل سے تم پر بھروسہ کروں گا۔ کل سے بیروت تمھارے لیے اجنبی نہیں رہے گا اور کل سے پہلے تم مجھے فون کرنے کی زحمت گوارا نہ کرنا۔ سو فار۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی "بے شمار ممالک کے انٹیلی جنس والے کرسٹو فرمیکی کے نام سے بدکتے ہیں۔ ان کے درمیان یہ بحث کبھی ختم نہیں ہوئی کہ کرسٹو فرمیکی ایک ہے یا دس ہیں۔ پھر اسرائیلی انٹیلی جنس سے آنے والی یہ سارہ آئزک مجھے احمق سمجھتی ہے۔ دوستی کرنا چاہتی ہے۔ گویا کرسٹو فرمیکی کا تجزیہ کرنے آئی ہے۔ اگر کل صبح تک میں زندہ رہ گیا تو اس چھوکری سے نمٹ لوں گا اور زندہ کیوں نہیں رہوں گا۔ میں جس طرح محتاط ہوں' اس طرح تو دشمن کا ہاتھ کبھی مجھ تک نہیں پہنچ سکے گا۔ باہر سخت پہرہ ہے۔ اتنا سخت کہ پہرہ دینے والے بھی میری کوٹھی کے اندر داخل نہیں ہو سکتے۔ ہر دروازے کے پاس مکمل انتظامات ہیں۔ کوئی بھی چوری چھپے آنا چاہے گا تو دروازے میں قدم رکھتے ہی خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگیں گی۔"

اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ خطرے کی گھنٹیوں کا کنکشن بجلی کی لائن سے نہیں تھا۔ کوئی بھی بجلی کے تار کاٹ سکتا تھا۔ اس نے خوب سوچ سمجھ کر اسے بیٹری سے مربوط کیا تھا۔ وہ زیادہ طاقت والی بیٹری اس کے بیڈ روم میں تھی۔ وہیں سے کنکشن مختلف دروازوں تک گیا تھا۔ بیشک اس نے بہت ہی سوچ سمجھ کر اپنے لیے حفاظتی انتظامات کیے تھے اور اپنے تئیں صبح تک محفوظ رہ سکتا تھا۔ اسے کیا خبر تھی کہ اتنے حفاظتی انتظامات کے باوجود موت اس کے بیڈ روم میں قدم رکھ سکتی تھی اور پھر اس کے ستارے اسے کسی عورت کے متعلق بتا رہے تھے۔ وہ کون ہو سکتی ہے جو اس قدر حفاظتی انتظامات کے باوجود اس کی شہ رگ تک پہنچے گی؟ دیکھنا یہی تھا' اس کے ستارے کس قدر سچ بولتے ہیں۔ ستاروں کی چالوں کو سمجھنے والے نجومی غلطی بھی کر جاتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کسی عورت کے ہاتھوں نہیں میرے ہاتھوں اس کی موت لکھی ہو۔ بہرحال اس کا فیصلہ صبح تک ہونے والا تھا۔

میں نے لیلیٰ ثانی کی سوچ پڑھی۔ وہ ہوٹل کے ایک کمرے میں ایزی چیئر پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کی سوچ کا موضوع دو شخص تھے۔ ایک فرہاد علی تیمور، دوسرا کرسٹو فرمیکی۔ میں جس انداز میں ارل ہارڈی بن کر اس کے ساتھ کچھ وقت گزار آیا تھا اور اس کے نام ایک خط چھوڑ آیا تھا' اس خط نے اس کی نیندیں اڑا دی تھیں۔ لیلیٰ ثانی خشک مزاج رکھتی تھی، کبھی پھول کو دیکھ کر اسے کوئی شعر یاد نہیں آتا تھا، چاند کو وہ ایک ویران سیارہ سمجھتی تھی۔ اب اس کی نگاہوں کے سامنے پھول کھلنے لگے تھے۔ ٹھنڈی چاندنی میں یادوں کی آنچ سی سلگتی لگتی تھی ― ان شاعرانہ احساسات سے اپنا دھیان بٹانے کے لیے وہ خود کو زیادہ سے زیادہ مصروف رکھنا چاہتی تھی۔ بیروت پہنچ کر اس نے سوچ لیا تھا' پہلی فرصت میں کرسٹو فرمیکی کے قریب پہنچنے کی کوشش کرے گی۔ پھر اس سے دوستی کر کے رفتہ رفتہ اسے بے نقاب کرے گی۔

جب کرسٹو فرمیکی سے دوستی کرنے کا خیال آیا تو فرہاد یاد آنے لگا۔ اس نے خط میں لکھا تھا کہ وہ پھر ملے گا لیکن کب ملے گا اور بیروت میں کہاں ملے گا' یہ نہیں لکھا تھا۔ امید تھی بلکہ یقین تھا کہ ضرور ملے گا۔

اس کا ذہن اسی طرح کبھی کرسٹو فرمیکی کی طرف اور کبھی فرہاد کی طرف بھٹک رہا تھا۔ وہ یکسوئی کے ساتھ کرسٹو فرمیکی کی اصلیت تک پہنچنے کی پلاننگ نہیں کر سکتی تھی۔ زندگی میں پہلی بار خود کو ذہنی طور پر کمزور محسوس کر رہی تھی۔ کبھی اپنے آپ پر جھنجلا جاتی تھی لیکن وہ یہ تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں تھی کہ وہ فرہاد کو ایک آئیڈیل سے زیادہ کچھ اور سمجھتی ہے یا اسے بہت زیادہ اہمیت دیتی ہے' اتنی اہمیت کہ وہ زندگی کا ایک اہم اور اٹوٹ حصہ بن جائے ۔

جن سے مل کر زندگی سے عشق ہو جائے وہ لوگ
آپ نے دیکھے نہ ہوں گے ہاں مگر ایسے بھی ہیں

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "مجھے کرسٹو فرمیکی کے بنگلے میں آج رات نہیں جانا چاہیے۔"

اس کی اپنی سوچ نے کہا۔ "کیوں نہیں جانا چاہیے؟ فرہاد کو چاہیے تھا کہ وہ مجھ سے ملاقات کرتے۔ انھیں یہ معلوم ہے کہ میں شام کو پہنچ رہی ہوں مگر وہ مجھے نظرانداز کر رہے ہیں۔ اگر وہ ہوتے تو میں ان سے پوچھتی کہ میکی نے اپنی حفاظت کے لیے کیا کیا انتظامات کیے ہیں؟"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "میں کرسٹو فرمیکی کے متعلق سوچتے سوچتے فرہاد کے متعلق کیوں سوچنے لگتی ہوں۔ اگر وہ میری زندگی میں نہ آتے تو میں سیکرٹ ایجنٹ کی حیثیت سے اپنے بل پر کام کرتی رہتی۔ اپنی ذہانت سے کام لیتی۔"

"ہاں' یہ درست ہے۔ میں خواہ مخواہ فرہاد پر تکیہ کر رہی ہوں مجھے اپنے طور پر میکی کے بنگلے میں داخل ہونا چاہیے۔"

"یہ حماقت ہوگی۔ جو شخص کسی سے ملاقات نہیں کر رہا ہے۔ اہم تقریبات میں شریک نہیں ہو رہا ہے، سماجی اور سیاسی لوگوں سے گہرے مراسم ہونے کے باوجود انھیں نظرانداز کر رہا ہے حتیٰ کہ اپنے سائے پر بھی بھروسہ نہیں کرنا چاہتا، ایسے شخص نے اپنی حفاظت کے لیے کیسے سخت انتظامات کیے ہوں گے، یہ سمجھنا مشکل نہیں ہے۔ ایسا نہ ہو کہ میں وہاں جاؤں اور پکڑی جاؤں۔"

اس کی سوچ نے کہا۔ "پکڑی جاؤں گی تو کیا نقصان ہوگا؟ میرے سفارت خانے والے میری ضمانت لے لیں گے۔ میں بات بنا سکتی ہوں کہ یہودی ہوں۔ مجاہدین نے میرا تعاقب کیا تھا، میں

پناہ لینے کے لیے کرسٹوفر میکی کے بنگلے میں داخل ہوگئی تھی۔"
میں نے پھر اس کی سوچ میں کہا۔"یہ درست ہے۔ میں ایسا کرلوں گی لیکن اس کے بعد میکی مجھ سے بدکنے لگے گا۔ اس نے پہلے ہی فون پر مجھے آنے سے منع کیا ہے۔ اس کے باوجود میں کسی حیلے سے اس کے بنگلے میں داخل ہوں گی تو وہ مجھ پر شبہ کرے گا۔"
وہ قائل ہونے لگی۔ میں نے پھر اس کی سوچ میں کہا۔"مجھ سے ایک بہت بڑی غلطی ہوئی۔ مجھے لیلیٰ ثانی بن کر اسے فون نہیں کرنا چاہیے تھا۔"
"اگر فون کر ہی دیا ہے تو نقصان کیا ہوگا؟"
"اس کے ذریعے یہ بات عام ہوسکتی ہے کہ لیلیٰ ثانی آج کل بیروت میں ہے جبکہ میں سارہ آٹزک کی حیثیت سے بیروت میں ہوں۔ اگر آئندہ کسی اور ملک میں گئی اور وہاں بھی میں نے لیلیٰ ثانی بن کر کسی کو خوف زدہ کرنا چاہا تو یہ بات سب ہی نوٹ کریں گے کہ جہاں سارہ آٹزک ہوتی ہے، وہیں لیلیٰ ثانی ہوتی ہے۔ اس طرح سارہ آٹزک پر آئندہ لیلیٰ ثانی ہونے کا شبہ کیا جاسکتا ہے۔ لہٰذا مجھے ایسی حماقتوں سے پرہیز کرنا چاہیے۔"
میں نے اس کے دماغ میں جو مثبت سوچ پیدا کی، اس کی وہ قائل ہوگئی۔ میں نے پھر اسے سمجھایا۔"مجھے آج رات کرسٹوفر کے بنگلے میں نہیں جانا چاہیے۔"
اس نے ایک ہاتھ سے سر کو تھام کر بیزاری سے سوچا۔ "نہیں جاؤں گی۔ یہیں اپنے آپ کو بہلاؤں گی۔ سونے کی کوشش کروں گی، لیکن نیند نہ آئے تو کیا کروں؟ کچھ تو مصروفیت چاہیے اور یہاں ایک ہی مصروفیت ہے کہ میں کرسٹوفر کے پیچھے ہاتھ دھوکر پڑجاؤں۔ پھر میرا دھیان فرہاد کی طرف نہیں بھٹکے گا۔ فرہاد آئے، ایزل ہارڈی آئے، کوئی آئے یا کوئی نہ آئے۔ مجھے کسی سے کیا غرض۔ میں اپنے طور پر اب تک زندگی گزارتی آئی ہوں۔ بڑے بڑے مراحل سے گزرتی آئی ہوں۔ یہ کرسٹوفر میکی کیا چیز ہے۔ میں اس سے بھی نمٹ لوں گی۔"
اس کی سوچ نے مجھے یہ سوچنے پر مجبور کردیا کہ میں اسے کرسٹوفر میکی کے بنگلے میں داخل ہونے سے نہیں روک سکوں گا۔ فی الحال تو وہ مان گئی ہے کہ اس بنگلے میں نہیں جائے گی لیکن پریشانی بڑھے گی، نیند نہیں آئے گی۔ خود کو مصروف رکھنا چاہے گی تو کسی لمحے اپنا ارادہ بدل کر اُدھر کا رخ کرے گی۔ جب اُدھر جائے گی تو میں اسے دوسروں کی نظروں سے بچائے رکھنے کی کوشش کروں گا۔

وہ ٹیکسی ڈرائیور جو مجھے بیروت کے ایئرپورٹ سے سوق الغرب کے علاقے میں لایا تھا، وہ مکان کے باہر برآمدے میں بیٹھا جلیل القدر بزرگ سے باتیں کر رہا تھا۔ میں نے اسے بلایا۔ تاکہ اس کی ٹیکسی میں بیٹھ کر بیروت شہر کا ایک چکر بھی لگاؤں اور کرسٹوفر میکی کے بنگلے میں بھی کسی طرح پہنچوں۔
میری بوڑھی میزبان خاتون اب اس دنیا میں نہیں رہی تھی۔ میں اس کے مکان میں تنہا تھا۔ باہر بہت سے مجاہدین بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں مرد بھی تھے، عورتیں بھی تھیں۔ وہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ میں کرسٹوفر میکی بننے کے لیے کیا کر رہا ہوں۔ کس طرح اس کی جگہ لینے والا ہوں۔ سب میرے لیے پریشان تھے۔ دعائیں کررہے تھے کہ میں کسی مصیبت میں گرفتار نہ ہوجاؤں۔ تھوڑی دیر پہلے ایک مجاہد خبر لایا تھا کہ کرسٹوفر میکی کے بنگلے کے اطراف سخت پہرہ ہے۔ بنگلے کے احاطے میں کسی دشمن کا قدم رکھنا تو دور کی بات ہے، کوئی دوست بھی آج وہاں قدم نہیں رکھ سکے گا۔
میں نے ایک بڑے سے کمرے میں تمام مجاہدین کو بلایا۔ ان میں عورتیں بھی تھیں اور مرد بھی۔ پھر جلیل القدر بزرگ کی موجودگی میں ان سے کہا۔"میں یہاں سے جانے والا ہوں۔ آپ لوگوں کے درمیان رہ کر مجھے جو محبت ملی، اسے کبھی نہیں بھلا سکوں۔ میں ان چند لمحوں میں آپ لوگوں کے کچھ کام آیا، اس کے نتیجے میں آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں بلکہ مجھ سے عقیدت رکھتے ہیں۔ میں نے آپ سب لوگوں کو یہ سمجھانے کے لیے بلایا ہے کہ عقیدت صرف یہیں تک محدود رکھی جائے۔ مجھے کرسٹوفر میکی کی حیثیت سے آپ بیروت شہر میں دیکھیں تو دشمن سمجھ کر منہ پھیر کر گزر جائیں۔"
کچھ عورتوں اور مردوں نے مقامی زبان میں کچھ کہنا شروع کیا۔ بزرگ جلیل القدر کے ذریعے میں نے ان کا ترجمہ سمجھا۔ وہ کہہ رہے تھے۔"ہم مرجائیں گے لیکن کبھی آپ کو دشمن نہیں سمجھیں گے۔ آپ منہ پھیرنے کی بات کررہے ہیں، ہم تو ہر اس دشمن کا منہ پھیر دیں گے جو آپ سے ٹکرانا چاہے گا۔"
میں نے دونوں ہاتھ اٹھا کر انھیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ پھر کہا۔"یہ آپ لوگوں کا جذبۂ محبت ہے، جوش عقیدت ہے مگر جوش میں ہوش نہیں رہتا۔ میں آپ لوگوں کو عقل کی بات سمجھا رہا ہوں۔ آپ نے مجھے مخاطب کیا یا دوستی کا اظہار کیا تو میں کرسٹوفر میکی کا رول ادا نہیں کرسکوں گا۔ لوگ مجھے شبہے کی نظروں سے دیکھیں گے کہ کرسٹوفر میکی جو مجاہدین کا دشمن ہے، وہ دوست کیسے بن گیا ہے۔"
وہ سب آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے۔ بزرگ جلیل القدر نے انھیں عربی میں سمجھایا۔"میرے جانباز بیٹو! اور بیٹیو! ہمارا معزز مہمان جو سمجھا رہا ہے، وہ دانشمندی کی باتیں ہیں۔ ہمیں اس پر عمل کرنا چاہیے۔ ابھی ایک جوان نے میرے پاس آکر چپکے سے یہ سوال کیا ہے کہ ہمارا معزز مہمان چلا جائے گا تو ہماری رہنمائی کون کرے گا؟ کون ہمیں ہتھیاروں کے خفیہ اڈوں اور دشمنوں کے خفیہ محاذ

تک پہنچائے گا اور ہمیں ان کی چالوں سے آگاہ کرے گا؟ ہمیں ایک ایسا علم جاننے والا رہبر چاہیے۔"
ان سب نے ایک آواز ہوکر کہنا شروع کیا۔"ہاں، ہمیں ایسا علم جاننے والا رہبر چاہیے۔ ہم اپنے معزز مہمان سے قطع تعلق نہیں کرسکتے۔"
بزرگ نے سمجھایا۔"قطع تعلق ہو ہی نہیں سکتا۔ ان کے یہاں سے جانے کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ پھر ان سے ہماری ملاقات نہیں ہوگی یا کسی طرح رابطہ قائم نہیں ہوسکے گا۔ بے شک رابطہ قائم ہوگا اور ہمیں ان کی طرف سے ہدایات ملتی جائیں گی۔ میں تم لوگوں کو یقین دلاتا ہوں۔ انھیں کرسٹوفر میکی سمجھ کر ان سے دور رہا جائے۔ یہ خود ہی مناسب موقع دیکھ کر مناسب ذرائع سے رابطہ قائم کریں گے اور ہماری رہنمائی کریں گے۔"
میں ان بزرگ کی باتوں کے دوران اس بڑے سے ہال نما کمرے میں بیٹھے ہوئے مردوں اور عورتوں کو دیکھ رہا تھا۔ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ مجاہدین میں جتنی عورتیں اور لڑکیاں تھیں، وہ پردہ کرتی تھیں لیکن جہاد کے دوران پردہ برائے نام رہ جاتا تھا۔ ایسے موقعوں پر مجاہدین کے درمیان تکلف نہیں رہتا تھا۔ وہ کسی بھی مہم کے متعلق نقشہ سامنے رکھ کر اپنے ساتھیوں سے بحث کرتی تھیں۔ اپنے طور پر مشورے بھی دیتی تھیں اور ان کے مشوروں پر عمل بھی کرتی تھیں۔
وہاں جو عورتیں تھیں، ان میں صرف چند عورتوں نے چادر لپیٹ رکھی تھی یا آدھے چہرے کو نقاب سے ڈھانپ رکھا تھا۔ صرف آنکھیں نظر آتی تھیں لیکن ایک مجاہدہ سر سے پاؤں تک سیاہ چادر میں لپٹی ہوئی تھی۔ صرف اس کے ہاتھ نظر آتے تھے۔ وہ صدیقہ تھی۔
میں نے اس کی طرف دیکھا۔ وہ دور ایک دیوار سے لگی کھڑی ہوئی تھی۔ سر جھکا ہوا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے کسی کا سوگ منا رہی ہو لیکن میرا احترام بھی لازمی ہو۔ میں اس کے بڑے کام آیا تھا۔ اب شاید وہ مجھے الوداع کہنے آئی تھی۔
اس نے کاغذ کی ایک چھوٹی سی پرچی اپنے قریب بیٹھے ہوئے ایک نوجوان کو دی۔ اس نے اسے پڑھا۔ پڑھنے کے بعد اٹھ کر مجھ سے کہنے لگا۔"جناب! ہم یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ جب کرسٹوفر میکی کے بنگلے کے اطراف اتنا سخت پہرہ ہے تو اندر اور بھی نہ جانے کیسے حفاظتی انتظامات کیے گئے ہوں گے۔ آپ وہاں کس طرح داخل ہوں گے؟ کیا ضروری ہے کہ آج رات آپ [illegible] جائیں؟"
میں نے جواب دیا۔"میرا علم بتاتا ہے، مجھے آج رات جانا چاہیے۔ اُدھر کرسٹوفر میکی کا علم بھی یہی بتاتا ہے، آج رات اس پر بھاری ہے۔ اگر وہ کسی طرح زندہ بچ گیا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس پر محیط ایک بہت بڑا خطرہ ٹل گیا ہے پھر وہ کچھ عرصہ تک اور زندہ رہے گا۔"
ایک جوان نے اٹھ کر کہا۔"ہماری گزارش ہے کہ آپ ہمیں اپنے ساتھ لے چلیں۔ ہم وعدہ کرتے ہیں، آپ کے آس پاس بھیڑ نہیں لگائیں گے۔ کسی کو اتنا موقع نہیں دیں گے کہ وہ آپ کی طرف متوجہ ہو۔ ہم چپ چاپ اپنا کام کریں گے۔"
ایک اور جوان نے اٹھ کر کہا۔"ہم ایک ایک پہرے دار کو وہاں سے ہٹانے کی کوشش کریں گے تاکہ آپ کے لیے راستہ صاف ہوجائے۔"
جب سے مجھے کرسٹوفر میکی کے حفاظتی انتظامات کے متعلق پوری تفصیل معلوم ہوئی تھی، تب سے میں خود سوچ رہا تھا، تنہا کچھ نہیں کرسکوں گا۔ چند لوگوں کی ضرورت پیش آئے گی۔ میں نے کہا۔ "میں آپ لوگوں کے مشوروں کو تسلیم کرتا ہوں۔ میں تنہا کچھ نہیں کرسکتا۔ اس سلسلے میں مجھے کم از کم چار یا چھ جوانوں کی ضرورت ہے۔"
یہ سنتے ہی سب ہی نے اپنے اپنے ہاتھ اٹھا دیے۔ وہ میرے ساتھ جانے کے لیے ایک پاؤں پر کھڑے ہوئے تھے۔ میں نے کہا۔ "میرے ساتھ کون لوگ جائیں گے، اس کا فیصلہ بزرگ جلیل القدر کریں گے۔ کرسٹوفر میکی کے سلسلے میں میری پلاننگ کیا ہے اور میرے ساتھی جوانوں کو اس پر کس طرح عمل کرنا ہے، یہ میں ان جوانوں کو بتاؤں گا جو میرے ساتھ چلنے والے ہیں۔ لہٰذا میں دوسرے کمرے میں جارہا ہوں اور بزرگ سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ خود کم از کم چھ جوانوں کا انتخاب کریں پھر انھیں میرے کمرے میں لے آئیں۔"
میں ٹیکسی ڈرائیور کے ساتھ وہاں سے اٹھ کر جانا چاہتا تھا اسی وقت صدیقہ کی طرف سے ایک پرچی میرے پاس آئی۔ اس میں لکھا تھا۔"میں گونگی ہوں، بہری ہوں۔ اپنی قسم پر قائم ہوں۔ جب تک زندہ رہوں گی، اپنے محبوب کے سوگ میں ایک لفظ اپنی زبان سے نہیں نکالوں گی۔ کوئی میری آواز نہیں سنے گا، کوئی سوال کرے گا تو اسے جواب نہیں ملے گا۔ سوال کرنے والے مجھے بہری تسلیم کرلیں گے۔ میں دنیا کو دیکھتی ہوں تو صرف اپنے محبوب کی نظر سے، ورنہ میں اندھی بھی ہوں لیکن اے میرے معزز مہمان! میرے محسن! میں گونگی، بہری اور اندھی ہونے کے باوجود تمہارے لیے بقائمی ہوش وحواس ہوں۔ صرف تمھیں عقیدت کی نظر سے دیکھتی ہوں۔ صرف تمھاری آواز عقیدت سے سنتی ہوں مگر افسوس، قسم نے مجھے جکڑ رکھا ہے۔ میں تمھارے سامنے بھی بول نہیں سکتی کبھی نہیں بول سکتی۔ تم سے صرف اتنا کہنا چاہتی ہوں کہ جن چھ مجاہدین کا انتخاب ہمارے بزرگ کرنے والے ہیں، ان میں عورتوں کو بھی ہونا چاہیے اور ان عورتوں میں میرا نام بھی ہونا چاہیے۔"

میں نے وہ تحریر پڑھنے کے بعد سر اٹھا کر دور کھڑی ہوئی حدیقہ کی طرف دیکھا۔ وہ دیوار سے ٹیک لگائے اپنی چادر میں چھپی ہوئی تھی۔ یوں لگ رہا تھا، چادر کو گھونگھٹ بنانے کے باوجود وہ میری جانب چھپی چھپی نظروں سے دیکھ رہی ہے۔ میں نے وہ پرچی بزرگ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔"جناب! یہ حدیقہ میری اس مہم میں شریک ہونا چاہتی ہے۔ فیصلہ آپ پر ہے۔"

بزرگ نے وہ پرچی مجھ سے لی۔ اسے پڑھا پھر حدیقہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔"میں تمھاری صلاحیتوں کا معترف ہوں۔ تم نے کئی بار کئی مہمات میں اپنی ذہانت اور دلیری کا ثبوت دیا ہے لیکن افسوس، میں تمھیں اس مہم میں جانے کی اجازت نہیں دوں گا۔ ابھی ہم اس ہستی کی آخری رسومات ادا کر کے آئے ہیں جسے تم اپنی جان سے زیادہ چاہتی رہیں۔ اس کے لیے تم نے ابھی تک ایک آنسو نہیں بہایا ہے۔ ایسی ماتمی خاموشی مناسب نہیں ہے۔"

میں نے مداخلت کرتے ہوئے پوچھا۔"جب یہ سر سے پاؤں تک چھپی رہتی ہے تو آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ یہ چھپ کر روتی نہ رہی ہوگی۔"

"بے شک یہ چھپی رہتی ہے۔ اس کا چہرہ کوئی عورت بھی نہیں دیکھ سکتی لیکن میری بیٹی نے چپکے سے دیکھ لیا تھا۔ یہ گم صُم تھی۔ اس کی آنکھیں خشک اور ویران ہیں۔ یہ رو نہیں رہی ہے ہم جانتے ہیں کہ اس کے اندر ماتم بپا ہے اور یہ ماتم جو اندر ہی اندر آتش فشاں کی طرح پکتا رہتا ہے، بے حد خطرناک ہوتا ہے۔ اسے یہاں سے کہیں نہیں جانا ہے۔ یہ جوش، جذبے اور جنون میں کرسٹوفر میکی کی طرف جائے گی تو بے قابو ہوگی۔ تمھاری رہنمائی کو تسلیم نہیں کرے گی، کسی کا ساتھ نہیں دے گی اور اندھا دھند اس پر موت کی طرح ٹوٹ پڑے گی۔ نتیجہ اس کے برعکس بھی ہو سکتا ہے۔ اسے نقصان پہنچ سکتا ہے۔ میرا تجربہ کہتا ہے، آج حدیقہ کو یہاں سے نہیں جانا چاہیے۔"

میں نے حدیقہ پر ایک نظر ڈالی پھر ٹیکسی ڈرائیور کے ساتھ دوسرے کمرے میں آ گیا۔ پندرہ منٹ کے بعد بزرگ چھ جوانوں کے ساتھ میرے پاس آئے۔ انھوں نے میرے قریب ہی ایک کرسی پر بیٹھ کر باری باری ان کا تعارف کرایا۔ میں نے ان سب کو بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔"میرا منصوبہ یہ ہے کہ کرسٹوفر میکی کے بنگلے کے اطراف جتنے بھی پہرہ دینے والے ہیں، انھیں خاموشی کے ساتھ ان کی جگہ سے ہٹایا جائے گا۔ ہم جتنی خاموشی سے کوئی آہٹ پیدا کیے بغیر اپنا کام کرتے رہیں گے، اتنی ہی کامیابی ہمارے قریب ہوگی۔"

ایک جوان نے کہا۔"ہم انھیں اس طرح ہلاک کریں گے کہ ان کے منہ سے اُف تک نہیں نکلے گی۔"

میں نے پوچھا۔"آخر ہلاک کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ ہ
بے ہوش کیا جا سکتا ہے۔ اس طرح ہمارا کام نکل جائے گا۔"

"آپ جو فرمائیں گے، ہم وہی کریں گے۔"

"تم سب اپنی حفاظت کے لیے ریوالور یا چاقو رکھ سکتے
لیکن یہ ہتھیار بہت مجبوری کی حالت میں استعمال کرنا۔ اپ
پاس پھندے ضرور رکھو تا کہ ان کی گردنوں میں پھندے ڈال
انھیں بے ہوش کیا جا سکے یا پھر ان کے سر پر ایسی ضرب لگ
جائے کہ وہ کم از کم پندرہ بیس منٹ تک ہوش میں نہ آ سکیں۔"

سب نے کہا۔"ہم ایسا ہی کریں گے۔"

میں نے پوچھا۔"کیا ایسی بند گاڑی دستیاب ہو سکتی ہے
جس کے پچھلے حصے میں ان تمام پہرے داروں کو ڈال کر بند
دیا جائے اور انھیں کسی دوسری جگہ منتقل کر دیا جائے؟"

"ہمارے پاس ایسی گاڑی نہیں ہے۔ بعض اوقات کسی
روانہ ہوتے وقت ہمیں بہت سی چیزوں کی کمی محسوس ہوتی ہے

"فکر نہ کرو۔ جب تک میں ساتھ ہوں کسی چیز کی کمی محسو
نہیں ہوگی۔ یہ بتاؤ، کیا تم نے ایسی گاڑی کہیں دیکھی ہے
کسی گیراج میں یا کسی کی کوٹھی وغیرہ میں؟"

ایک نے کہا۔"یہاں سے قریب ہی دریائے آدال
طرف جانے والی سڑک پر ایک پٹرول پمپ ہے۔ وہاں ا
بند گاڑی ہے۔ وہ پٹرول پمپ کے مالک کی ہے جو یقیناً رات
تک کھڑی رہے گی۔"

"تم میں سے دو جوان وہاں جائیں۔ کیا تمھارے پا
موٹر سائیکل ہے؟"

"جی ہاں، ہم اسی پر جائیں گے۔"

"وہاں موٹر سائیکل میں پٹرول ڈلوانے کے بہانے پہنچ
اس پٹرول پمپ کے مالک کو باتوں میں لگانا۔ اگر وہ نہ چا
تب بھی بات کرنے کا بہانہ ڈھونڈ نکالنا۔"

دو جوانوں نے ایک ساتھ اٹھ کر کہا۔"بہت بہتر جنا

میں نے نفی میں سر ہلا کر کہا۔"تم میں سے ایک جا
اس کے ساتھ وہ نوجوان ہوگا جو یہاں اب تک احمق سمجھا
رہا۔ اس احمق نے کمال دلیری اور ذہانت سے حدیقہ کے
کو دشمنوں کی قید سے رہائی دلائی اور اسے یہاں تک لے آ

سب نے حیرانی سے دیکھا۔ بزرگ نے کہا۔"ہم ا
احمق کو ہتھیاروں کے اڈے پر چھاپا مارنے کے لیے بھیج
وہ اس ٹیم میں شامل ہے۔"

میں نے کہا۔"بے شک وہ اسی ٹیم میں شامل ہے
پر اس جوان کے ساتھ جائے لیکن وہاں سے واپس آنے
اس ٹیم سے علیحدہ ہو جائے۔ آپ سب حیران ہوں گے

اس سے زیادہ کام لینا کیوں چاہتا ہوں۔ حیرانی کی بات نہیں ہے۔ میں نے اپنے ستاروں کی چال سے معلوم کیا ہے۔ اس کے ذریعے ہمیں زیادہ کامیابی حاصل ہوگی۔"

میری یہ باتیں سننے کے بعد ایک نوجوان موٹرسائیکل لے کر باہر گیا۔ میری ہدایت کے مطابق اس احمق کو اپنے ساتھ لیا۔ پھر وہ پٹرول پمپ کی طرف روانہ ہوگئے۔ میرے کمرے کے باہر کچھ عورتوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ وہ زور زور سے کچھ کہہ رہی تھیں۔ میں نے ان کی باتوں کا مطلب بزرگ کے دماغ کے ذریعے سمجھا۔ وہ کہہ رہی تھیں "ہم گئی گزری نہیں ہیں۔ یہ کون سا سخت مرحلہ ہے کہ ہمیں ان چھ مجاہدوں کی ٹیم میں شریک نہیں کیا گیا؟"

بزرگ نے اندر سے ہی چیخ کر کہا "کیوں خواہ مخواہ ضد کررہی ہو؟ میں تم میں سے کسی ایک لڑکی کا انتخاب کروں گا اور اسے ٹیم میں شریک کروں گا تو صدیقہ پیچھے پڑ جائے گی۔ وہ بھی جانے کی ضد کرے گی۔ میں نے اس کی خاطر کسی بھی لڑکی کا انتخاب نہیں کیا ہے۔ جاؤ، مجھے پریشان نہ کرو۔"

میں ان کے درمیان بیٹھا ہوا تھا لیکن موٹرسائیکل والے اور اس کے ساتھی احمق جوان کے دماغوں میں بھی موجود تھا۔ انھوں نے وہاں پہنچ کر میری ہدایت پر عمل کیا۔ پٹرول پمپ کا مالک موجود تھا۔ وہ بند گاڑی بھی وہاں کھڑی ہوئی تھی۔ دو ملازم اپنی ڈیوٹی انجام دے رہے تھے۔ میں نے احمق نوجوان کے ذریعے انھیں ٹریپ کیا۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس پٹرول پمپ کے مالک سے گاڑی کی چابی لینا اور اپنے جوانوں کے حوالے کرنا میرے لیے کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ جب تک وہ احمق نوجوان موٹرسائیکل لے کر اور دوسرا جوان بند گاڑی لے کر ہمارے ہیڈکوارٹر کی طرف روانہ نہیں ہوا، اس وقت تک میں پٹرول پمپ کے مالک کے دماغ میں موجود رہا۔ وہ اپنے علیحدہ کمرے میں بیٹھا پی رہا تھا۔ میری ترغیب سے وہ بے تحاشا پی رہا تھا۔ تاکہ مدہوش ہو جائے۔ جب مجھے یقین ہوگیا کہ اب وہ اپنی جگہ سے اٹھنے کے قابل نہیں رہا ہے تو میں نے اس کے ذریعے پٹرول پمپ کے ایک ملازم کو آواز دی۔ وہ آیا تو میں نے اس کے ذریعے کہا "دو نوجوان موٹرسائیکل پر آئے تھے، ان میں سے ایک میرا شناسا ہے۔ میں نے اسے چابی دی ہے تاکہ وہ شہر جائے۔ جب تک وہ نہ آئے تب تک مجھے نیند سے بیدار نہ کرنا۔ میں سو رہا ہوں۔"

میں نے اسے اور دو چار گھونٹ پینے پر مجبور کیا۔ ملازم پریشان ہو کر اس کی حالت دیکھ رہا تھا لیکن نوکر تھا کچھ کہہ نہیں سکتا تھا۔ خاموش رہا۔

جب وہ مدہوش ہو کر میز پر اوندھا ہوگیا تو میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ اس وقت تک وہ بند گاڑی ہیڈکوارٹر میں آگئی تھی۔ میں نے پوچھا "کیا ایسی کوئی جگہ ہے جہاں کرسٹو[...] کو لاکر رکھا جائے؟"

ایک نے پوچھا "کیا آپ اسے ہلاک کرنا نہیں چاہتے[...]"

"ستارے اس کا فیصلہ کررہے ہیں۔ مجھے اس کی جگہ باندھ[...] بٹھا دیا جائے گا۔"

میری پلاننگ کسی کی سمجھ میں نہیں آئی۔ سب مجھے سوالیہ نظر[وں] سے دیکھنے لگے۔ میں نے کہا "جس جگہ تم لوگ مجھے باندھ کر چھ[وڑ] آؤ گے وہاں ایک ٹیلیفون بھی ہو۔ اگر سر ہو تب کچھ لوگ اس [...] رہتے ہوں۔ تاکہ میں کھڑکی کھول کر یا دروازہ پیٹ کر چیخنا چلا[نا] شروع کروں تو لوگ میری مدد کو آجائیں۔ یہی سمجھا جائے کہ کرسٹو[فر] زندہ ہے۔ اسے دشمن یہاں باندھ کر گئے ہیں۔ شاید پھر آکر ا[سے] قتل کرنا چاہتے تھے لیکن زندگی تھی اس لیے بچ گیا۔ چونکہ بچ گ[یا] اس لیے میں کرسٹوفر میکی کا رول ادا کرتا رہوں گا اور اصلی کرسٹ[وفر] تم لوگوں کے ہاتھوں جہنم رسید ہو جائے گا۔"

انھوں نے ایک ایسے گیراج کا انتخاب کیا جہاں مجھے با[ندھ] کر رکھا جاسکتا تھا۔ میں نے پانچ جوانوں سے کہا "تم کرسٹوف[ر کے] بنگلے کی طرف جاؤ۔ اس بنگلے سے اتنی دور رہنا کہ وہاں سے [...] کی اندرونی روشنیاں نظر آتی رہیں۔ جب کرسٹوفر میکی کے بنگلے کی ایک بار بجھے اور جل جائے تو سمجھ لینا کہ اس بنگلے کے پچھلے ح[صے] میں جو مسلح پہرے دار ہے اسے تم دو جوان آسانی سے دبوچ [سکتے] ہو اور اسے اٹھا کر بند گاڑی میں پہنچا سکتے ہو۔ اسی طرح جب د[و] بار بنگلے کے برآمدے کی بتی جلے گی پھر بجھے گی تو سمجھ لینا کہ [...] کے سامنے والے حصے میں جو مسلح چوکیدار ہیں، ان میں سے کم[از کم] ایک یا دو کو تم وہاں سے اٹھا کر بے ہوش کرکے اس گاڑی [میں] پہنچا سکتے ہو۔"

ایک جوان نے سوال کیا "ہمیں بار بار لائٹ کے ذر[یعے] وہاں سے سگنل کون دے گا؟"

میں نے کہا "یہ میرا مسئلہ ہے۔ میں نے ایسے انتظامات [...] رکھے ہیں جیسے سمجھا رہا ہوں ویسے ہی کرو۔ جب کسی پہرے دار [کو] بے ہوش کرنے کے بعد بند گاڑی میں پہنچاؤ گے تو فوراً ہی کو[ئی] قدم نہ اٹھانا۔ ہمیشہ سگنل کے مطابق عمل کرتے رہنا۔ سگنل کے [...] جب بھی کسی پر حملہ کرو گے، کسی کو اٹھا کر لے جاؤ گے تو تمہار[ے] راستے میں کوئی حائل نہیں ہوگا اور تم محفوظ رہو گے۔"

اچھی طرح سمجھانے کے بعد میں نے وہاں سے انھ[یں] روانہ کردیا۔ ایک جوان رہ گیا تھا۔ میں نے کہا "تم ٹیکسی ڈرائیو[ر کے] ساتھ اس گیراج کی طرف جاؤ اور وہاں کا جائزہ لو۔ گیراج کا مالک ہو یا کوئی چوکیدار ہو تو اس سے باتیں کرنا۔ معلومات حاصل کرنا [کیا] وہ گیراج کو کرائے پر دیتے ہیں؟"

وہ جوان بھی ٹیکسی ڈرائیور کے ساتھ چلا گیا۔ کمرے میں صرف بزرگ جلیل القدر رہ گئے تھے۔ وہ مجھے گہری، ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ میں نے فوراً ان کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ وہ سوچ رہے تھے "اس اجنبی مہمان کے پاس صرف علم نجوم اور قیافہ شناسی ہی نہیں، کچھ اور پُراسرار علوم بھی ہیں۔ ابھی دو نوجوان موٹرسائیکل پر گئے تھے اور پٹرول پمپ سے ایک بند گاڑی لے کر واپس آئے۔ ایک نوجوان کا بیان ہے کہ پٹرول پمپ کا مالک اپنے ایک کمرے میں بیٹھا شراب پی رہا تھا۔ میز کے اوپر ہی گاڑی کی چابی رکھی ہوئی تھی۔ جوان نے اس سے باتیں کرنے کے دوران میں وہ چابی اپنی جیب میں رکھ لی۔ مالک نے ایک ذرا دھیان نہیں دیا۔ جب وہ گاڑی لے کر روانہ ہوئے تو یقیناً انجن اسٹارٹ ہونے اور گاڑی چلنے کی آواز سنائی دی ہوگی، لیکن گاڑی کے مالک نے اعتراض نہیں کیا۔ وہ بآسانی اپنے مقصد میں کامیاب ہوگئے۔ کیا اس سے ظاہر نہیں ہوتا کہ ہمارا اجنبی مہمان کوئی وظیفہ پڑھتا ہے یا حاضرات کا علم جانتا ہے؟"

میں نے پوچھا "محترم! آپ مجھے اس طرح گھور کر کیوں دیکھ رہے ہیں؟"

وہ ایک دم سے چونک کر بولے "کچھ نہیں، بس تمہارے متعلق سوچ رہا تھا۔ تم کتنے باکمال ہو۔ یہاں آتے ہی کتنے حیرت انگیز کارنامے دکھا رہے ہو۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا "یہ سب اللہ تعالیٰ کی دین ہے۔ شاید قدرت کو یہی منظور تھا کہ میں یہاں آؤں اور آپ لوگوں کے کام آتا رہوں۔"

"بیشک، قدرت کو کیا منظور ہوتا ہے، یہ ہم نہیں جانتے۔ جب ہمارا کام بنتا چلا جاتا ہے، تب اعتراف کرتے ہیں اور سجدۂ شکر بجا لاتے ہیں۔"

"محترم! اب میں کچھ دیر مراقبے میں رہوں گا۔ جب ٹیکسی ڈرائیور اس جوان کے ساتھ واپس آئے گا تو میں یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا۔"

وہ بزرگ باہر جانے لگے۔ انھوں نے دروازے کے پاس رک کر کہا "بیٹے! اگر تم کوئی ایسا علم جانتے ہو جسے چھپانا ضروری ہو تو کم از کم مجھے بتا دینا۔ میں تمہارے باپ کے برابر ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ چلے گئے۔ میں نے دروازے کو اندر سے بند [کیا]۔ بیشک وہ بزرگ تھے، محترم تھے، باپ کے برابر تھے لیکن میں اپنے ان جاں نثار ساتھیوں کو بھی اپنے بہت سے راز نہیں بتاتا [جو ہر] وقت میرے لیے جان کی بازی لگاتے ہیں۔ سونیا، اعلیٰ بی بی اور [...] کے علاوہ کوئی میری ٹیلی پیتھی کے متعلق نہیں جانتا تھا۔ حالانکہ [...] میری جاں نثار ساتھی تھی۔ اس کے علاوہ ثنا بھی کسی سے کم نہیں تھی۔ میں اس کے خیالات اچھی طرح پڑھ چکا تھا۔ وہ میری خاطر پارس کو لیے بھٹکتی رہی تھی اور نیپال پہنچ گئی تھی۔ وہاں بھی میری خاطر اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کررہی تھی۔ ایسے وفادار ساتھیوں سے بھلا کون اپنا راز چھپاتا ہے؟ لیکن حالات نے اور پچھلے واقعات نے سمجھا دیا تھا کہ دشمن برین واشنگ کے ذریعے ہزار وفاداریوں کے باوجود میرے ساتھیوں سے اصلیت اگلوا لیتے ہیں۔

میں بزرگ جلیل القدر کا ہر طرح سے احترام کرسکتا تھا لیکن انھیں رازدار نہیں بنا سکتا تھا۔ میں کرسی پر آکر بیٹھ گیا۔ پھر جوانوں کے دماغوں میں جھانک کر دیکھا۔ وہ بنگلے کے قریب پہنچ گئے تھے اور سگنل کا انتظار کررہے تھے۔ میں سگنل دینے کے لیے کرسٹوفر میکی کے پاس پہنچا۔

اس وقت رات کے گیارہ بج رہے تھے۔ کرسٹوفر میکی اپنی خواب گاہ میں جاگ رہا تھا۔ وہ پینے کا عادی تھا لیکن اس رات پینے سے باز رہا تھا۔ اس کا دماغ کہتا تھا، شاید کوئی شراب کی بوتل میں زہر ملا دے۔ یا وہ پریشانی کی حالت میں فکر سے نجات حاصل کرنے کے لیے اتنی پی لے، اتنی زیادہ پی لے کہ مدہوش ہو جائے اور آنے والے دشمن کا مقابلہ نہ کرسکے۔ وہ ہر طرح سے مکمل ہوش میں رہنا چاہتا تھا۔ آنکھیں کھلی رکھنا چاہتا تھا اور صبح تک اپنے پہرے داروں کو بھی جگائے رکھنا چاہتا تھا۔

میں نے اس کے دماغ میں یہ سوچ پیدا کی "اپنے پہریداروں سے رابطہ قائم کرکے معلوم کرنا چاہیے، وہ مستعد ہیں یا نہیں؟"

اس نے ٹیلیفون کا ریسیور اٹھایا۔ اس بنگلے کے اطراف خوبصورت باغیچہ تھا۔ باغیچے کے گرد چار دیواری تھی۔ چار دیواری کے چاروں گوشوں میں ٹیلیفون لگائے گئے تھے۔ تاکہ وہ ہر گوشے کے مسلح گارڈ سے کسی وقت بھی رابطہ قائم کرسکے۔ وہ باری باری چاروں گوشوں کے مسلح گارڈ سے ٹیلیفون کے ذریعے رابطہ قائم کرتا رہا اور ان سے پوچھتا رہا "کیا مجھ سے کوئی ملنے آیا تھا؟"

وہ مطمئن ہوتا رہا۔ اِدھر میں تمام مسلح گارڈز کے لب و لہجے کو گرفت میں لیتا رہا۔ جب مجھے یقین ہوگیا کہ میں اپنے طور پر ان چاروں کو ہینڈل کرسکتا ہوں تو پھر کرسٹوفر کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ریسیور کریڈل پر رکھ چکا تھا۔ بیٹھا سوچ رہا تھا۔ میں نے اسے آنکھیں بند کرنے کے لیے کہا۔ اس نے ایک ذرا آنکھیں بند کیں، پھر کھولیں۔ یوں آنکھیں بند کرنے اور کھولنے کے دوران جو چند لمحے گزرے، میں ان لمحوں میں پوری طرح اس کے دماغ پر قابض رہا۔ جب اسے چھوڑا تو اس نے چونک کر اپنے آس پاس دیکھا پھر سوچنے لگا "مجھے کیا ہوگیا تھا؟"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "کچھ نہیں ہوا تھا۔ شاید بجلی نے آنکھ جھپکائی تھی۔ ایسا کبھی کبھی ہو جاتا ہے، بجلی جاتی ہے اور دوسرے ہی لمحے واپس آجاتی ہے۔"

اس کی اپنی سوچ نے خود اپنے آپ سے سوال کیا "کیا

پاور اسٹیشن کی طرف سے ایسا ہوا؟ کیا وہاں کوئی خرابی پیدا ہوگئی ہے؟ یا میرے گھر کی بجلی غائب کرنے کے لیے کوئی شرارت کر رہا ہے؟"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ گیا پھر اپنے کمرے کے سوئچ بورڈ کے پاس گیا۔ صرف ایک بلب خواب گاہ میں روشن تھا۔ اس نے اس کے سوئچ کو آف کیا۔ بلب بجھ گیا پھر اسے آن کیا۔ بلب روشن ہوگیا۔ تب میں نے اس کی سوچ میں کہا "نہیں۔ سب ٹھیک ہے۔ بجلی کے تاروں میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ آئندہ بجلی آنکھ جھپکائے گی تو میں فون کے ذریعے پاور اسٹیشن والوں سے شکایت کروں گا۔"

میں اسے سوچتا ہوا چھوڑ کر ان دو جوانوں کے دماغوں میں باری باری پہنچا جو میری ہدایت کے مطابق بنگلے کے پچھلے حصے میں مسلح گارڈز کی طرف جا رہے تھے۔ وہاں تین گارڈز پوری طرح مستعد تھے۔ میں نے ایک کی زبان سے کہا "ہم تینوں کو ایک ہی جگہ نہیں رہنا چاہیے۔ تم دونوں کوٹھی کا ایک چکر لگا کر آجاؤ۔"

وہ دونوں وہاں سے جانے لگے۔ ہمارے دو جوان انھیں دیکھ رہے تھے۔ جیسے ہی وہ نظروں سے اوجھل ہوئے، انھوں نے اس تنہا مسلح گارڈ کو دبوچ لیا۔ میں بنگلے کے سامنے والے حصے میں دوسرے مسلح گارڈ کے پاس پہنچ گیا۔

وہ سگریٹ سلگا رہا تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "ابھی میں اوپر دیکھ رہا تھا۔ خواب گاہ میں ایک بار بتی بجھی تھی۔ پھر جل گئی تھی۔ ایسا کیوں ہوا؟"

اس کی اپنی سوچ نے کہا "شاید مسٹر میکی سونا چاہتے ہوں۔ بتی بجھائی ہو پھر ارادہ بدل دیا ہو اور جاگ رہے ہوں۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ مسٹر میکی کی خواب گاہ میں جو بتیاں ہیں، ان کے تاروں میں کوئی خرابی پیدا کی گئی ہو۔ ایک لمحے کے لیے بتی بجھنے اور جلنے کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ وہاں کے تاروں کو کوئی آزما رہا ہے۔"

یہ سوچتے ہی وہ مسلح گارڈ اپنی جگہ سے اٹھ کر چلتا ہوا بنگلے کے برآمدے میں پہنچا۔ برآمدے میں دو بلب روشن تھے۔ اس نے ایک سوئچ کو آف کیا۔ ایک بلب بجھ گیا پھر آن کیا، جل گیا۔ اسی طرح اس نے دوسرے بلب کو بھی بجھانے کے بعد جلا کر دیکھا پھر جھنجلا کر بولا "یہ مجھے کیا ہوگیا تھا؟ بجلی کا کنکشن یہاں سے مسٹر میکی کی خواب گاہ تک ایک ہی ہے اگر وہاں کوئی خرابی ہوتی اور ایک لمحے کے لیے بتی بجھنے کے بعد جلتی تو یہاں بھی اسی طرح ایک لمحے کے لیے بلب بجھتے اور جلتے۔"

وہ بڑبڑاتے ہوئے اپنی جگہ ڈیوٹی پر واپس آنے لگا۔ اس کی بڑبڑاہٹ یہی تھی کہ آج پینے کا موقع نہیں مل رہا ہے۔ ان سب

کو اسی شرط پر ڈیوٹی دی گئی تھی کہ آج رات وہ نہیں پیئیں گے مسٹر میکی کی طرف سے سخت ممانعت تھی۔ پابندی عائد کرنے کیا ہوتا ہے۔ ٹیلی پیتھی ایک ایسا نشہ ہے جو دماغ پر چڑھ جا تو پھر اترتا نہیں۔

وہ مسلح گارڈ جیسے ہی ڈیوٹی کے لیے اپنی جگہ آیا، اس گلے میں اچانک پھندا پڑ گیا۔ میرے جوان پوری طرح چاق و تھے۔ میری ہدایت کے مطابق ٹھیک وقت پر حرکت کرتے چونکہ حرکت میں برکت ہے، اس لیے وہ کامیاب ہوتے جا رہے

وہ بند گاڑی کرسٹوفر میکی کے بنگلے سے تقریباً پچاس گ کے فاصلے پر کھڑی ہوئی تھی۔ پچھلا راستہ گلی نما تھا اور قدر ویران تھا۔ آمد و رفت نہیں تھی۔ دشمنوں یا پولیس والوں کو دھو دینے کے لیے دو جوانوں نے گاڑی کے بونٹ کو اٹھا لیا تھا۔ اگر کو اُدھر سے گزرتا تو وہ گاڑی کی مرمت میں لگ جاتے اور یہ تا دیتے کہ گاڑی میں خرابی پیدا ہوگئی ہے۔ اس لیے وہاں کھڑی گئی ہے۔

تیسرا جوان گاڑی کے پچھلے حصے میں ریوالور لیے بیٹھا اس حصے میں مسلح گارڈز کو بے ہوش کرنے کے بعد پہنچایا جا رہا تیسرے جوان کا کام یہ تھا کہ وہ انھیں دیکھتا رہے۔ اگر ان میں کوئی اندازے سے مقرر کیے ہوئے وقت سے پہلے ہوش آنے لگے تو اس کے سر پر ریوالور کے دستے سے ضرب لگا کر پھر بے ہوش کر دے۔

آدھے گھنٹے کے اندر سات مسلح گارڈز بے ہوش ہو کر گا کے پچھلے حصے میں پہنچ گئے۔ اس گاڑی میں اتنی گنجائش نہیں تھی انھیں ... باقاعدہ سُلایا جا سکے۔ اس لیے انھیں ایک دوسرے ڈال دیا گیا تھا۔ دروازے کو پیچھے سے بند کر دیا گیا تھا۔ صرف کرسٹوفر کے آنے کا انتظار تھا۔ اسے کسی طرح زندہ یا مردہ دہا اٹھا کر لانا تھا۔ اس کے لیے بھی دو ہی مجاہد اس بنگلے کے ا جانے لگے۔ اس سے پہلے میں کرسٹوفر کے پاس پہنچ گیا۔

اس نے تمام دروازوں میں خطرے کا الارم لگایا ہوا تھ اس کا کنکشن اس بیٹری سے تھا جو اس کی خواب گاہ میں رکھی ہوئی تھ وہ بیٹھا سگریٹ پی رہا تھا۔ سگریٹ اس کے دائیں ہاتھ کی دو ا میں دبا ہوا تھا۔ اس نے کش لے کر دھواں باہر نکالنا چاہا تھا۔ ا وقت میں دماغ پر قابض ہوگیا۔ وہ وہاں سے اٹھ کر پلنگ پاس گیا۔ اس کے نیچے رکھی ہوئی بیٹری سے منسلک مختلف تار کو اس سے الگ کر دیا۔ اس کے بعد پھر اپنی جگہ واپس آیا اور ا حالت میں بیٹھ گیا۔ میں نے خاص طور پر خیال رکھا تھا کہ سگری ٹھیک اسی طرح دائیں ہاتھ کی دو انگلیوں کے درمیان دبا رہے دھواں منہ میں رہے اور وہ دھواں چھوڑنے والا ہو۔ ٹھیک اسی وق

میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ ذرا سا چونکا ضرور لیکن موجودہ پوزیشن بتا رہی تھی کہ کوئی خاص بات نہیں ہے۔ پتا نہیں ذہن کو کیسا ہلکا سا جھٹکا لگا تھا۔ جیسے بیٹھے بیٹھے نیند کا ہلکا سا جھونکا آیا ہو، غنودگی کے باعث جھٹکا لگا ہو۔ یہ کوئی خاص بات نہیں تھی۔ سگریٹ اسی طرح اس کی دونوں انگلیوں میں تھا۔ اب وہ دھواں منہ سے چھوڑنے ہی والا تھا اور وہ دھواں چھوڑنے لگا۔

اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ اس نے ایک ننھا سا پستول اپنی جیب میں رکھا ہے۔ کوئی دشمن اس کی خواب گاہ میں گھس آئے گا تو وہ اس پر بے دریغ فائر کرے گا۔ سگریٹ کا کش لے کر ایک بار پھر دھواں چھوڑنے کے بعد اس نے سگریٹ کو ایش ٹرے کے سرے پر رکھ دیا۔ یہ میں نے اس سے رکھوایا۔ اب وہ پھر میری مٹھی میں تھا۔ میں نے اس کے پستول کو خالی کرایا۔ اس کی گولیاں اسی کی جیب میں رکھوا دیں۔ دوسری جیب میں پھر اسی پستول کو رکھوایا۔ آخر وہ اسی حالت میں بیٹھ گیا جس حالت میں میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا تھا۔

اس کے ذہن کو پھر ہلکا سا جھٹکا لگا۔ یوں محسوس ہوا جیسے وہ چند ساعت کے لیے اپنے آپ سے غافل ہوگیا تھا۔ اس نے سگریٹ کی طرف دیکھا۔ وہ ایش ٹرے کے سرے پر رکھا ہوا تھا۔ اسے محسوس ہو رہا تھا جیسے اس نے ابھی سگریٹ کو وہاں رکھا تھا۔ شاید اس لیے کہ سگریٹ پینے کو بھی ... سا چاہتا تھا۔ عجیب سی بے کلی تھی۔ شاید اندر گھبراہٹ ہو لیکن وہ بزدل نہیں تھا۔

میں اسے سوچتا چھوڑ کر اس جوان کے دماغ میں آیا جو اپنے ساتھی کے ساتھ بنگلے میں داخل ہو رہا تھا۔ اب راستہ صاف تھا۔ کوئی روکنے والا نہیں تھا۔ دروازے پر خطرے کا جو الارم لگایا گیا تھا، وہ بے کار ہو چکا تھا۔ وہ دونوں بنگلے کے مین گیٹ میں داخل ہوئے۔ پھر انھوں نے آہستگی سے سرگوشی میں کہا کہ انھیں دو مختلف سمتوں سے اس کی خواب گاہ میں پہنچنا چاہیے۔ اس لیے وہ الگ ہوگئے۔ مختلف سمتوں میں جانے لگے۔ میں ایک کے دماغ میں تھا لیکن دوسرے کو بھی دیکھتا رہتا تھا تاکہ ان سے کوئی حماقت سرزد نہ ہو۔

ان میں سے ایک جوان مختلف کوریڈور سے گزرتا ہوا ایک کمرے میں داخل ہوا۔ وہ کمرہ بیڈ روم نظر آرہا تھا۔ اندر کوئی نہیں تھا۔ دروازہ ذرا سا کھلا ہوا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر دروازے کے اندر سر ڈال کر دیکھنا چاہا، کوئی چھپا ہوا تو نہیں ہے۔ اسی وقت کسی نے اس کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا۔

صرف کھینچنے کی بات ہوتی تو وہ جوان کسی سے کم نہیں تھا۔ جوابی حملہ کر سکتا تھا لیکن اس پر حملہ بھی ہوا۔ اس کے منہ پر کراٹے کا ہاتھ پڑا۔ پھر تابڑ توڑ حملے ہوئے۔ سنبھلنے نہیں پا رہا تھا۔ میں

اپنی جگہ حیران تھا، یہ کون سی بلا آگئی ہے۔ میں نے تو سارے راستے صاف کر دیے تھے۔

وہ بلا مقامی لباس میں تھی۔ ایک چادر میں یوں لپٹی ہوئی تھی کہ چہرہ صاف طور سے نظر نہیں آرہا تھا۔ جب اس جوان نے جوابی حملہ کیا تو وہ اچانک بیٹھ گئی۔ حملہ کرنے والا اس کے سر کے اوپر سے گزرتا ہوا دوسری طرف گرا۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ وہاں سے اٹھتا، اس کے سر پر جیسے چھت گر پڑی۔ وہ فرش سے اٹھ نہ سکا۔ اب میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے بھی اسے نہیں سنبھال سکتا تھا۔ وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ ویسے بھی ہوش میں رہتا تو میں اس حملہ کرنے والی بلا کا کیا بگاڑ لیتا، جبکہ اس کی آواز نہیں سن سکتا تھا اور نہ اسے ٹریپ کر سکتا تھا۔

اس بے ہوش نوجوان کو وہاں سے نکال کر اپنے ساتھیوں تک پہنچانے کے لیے میں نے دوسرے جوان کے دماغ میں جھانک کر دیکھا جو اس کے ساتھ بنگلے میں داخل ہوا تھا۔ وہ ایک کمرے میں بند ہو چکا تھا۔ دروازے کو ہلا رہا تھا۔ اس کے ہینڈل کو گھما رہا تھا لیکن دروازہ باہر سے کسی نے بند کر دیا تھا۔ اب وہ پریشان تھا کہ اپنے ساتھی کو آواز دے یا نہ دے۔ اگر آواز دے گا تو کرسٹوفر میکی سن لے گا۔ اس لیے وہ صبر کر رہا تھا۔

میری پریشانی اور ... گئی۔ اس دوسرے نوجوان کو کس نے کمرے میں بند کیا تھا، کیا کرسٹوفر میکی نے ایسے انتظامات کیے ہیں جنھیں میں ٹیلی پیتھی کے ... وجود نہ سمجھ سکا؟

میں فوراً میکی کے پاس پہنچا۔ اسی وقت وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا تھا۔ کیونکہ خواب گاہ کے کھلے ہوئے دروازے میں ایک عورت نظر آرہی تھی۔ اگرچہ چہرہ نظر نہیں آرہا تھا لیکن چادر سے باہر نکلے ہوئے اس کے ہاتھ بتا رہے تھے کہ وہ عورت ہے۔ میکی نے غرّا کر پوچھا "کون ہو تم؟ یہاں کیسے داخل ہوئی ہو؟"

آنے والی نے اپنے سر سے چادر ہٹا کر ایک طرف پھینک دی۔ اُس کا چہرہ نقاب میں چھپا ہوا تھا۔ وہ آگے بڑھتے ہوئے پُرسکون لہجے میں بولی "کرسٹوفر میکی! مجھے لیلیٰ ثانی کہتے ہیں۔"

اس کا نام سُنتے ہی میکی نے فوراً جیب سے پستول نکال لیا۔ اِدھر پستول ہاتھ میں آیا۔ اُدھر ہاتھ پر ٹھوکر پڑی۔ فائر کرنے کی حسرت دل میں رہ گئی۔ پستول اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر فضا میں اُچھلتا ہوا اوپر گیا۔ اس کے نیچے آنے تک وہ کیچ نہ کر سکا کیونکہ پیٹ میں لات پڑی تھی۔ پھر منہ پر گھونسا پڑا۔ وہ سمجھ گیا پستول تک نہیں پہنچ سکے گا۔ اس لیے اُس نے جوابی حملے کیے۔ وہ اچھا فائٹر تھا۔ دونوں میں مقابلہ شروع ہوگیا۔ کبھی یہ اُس پر حملے کرتا تھا، کبھی وہ جوابی حملے کرتی تھی اور کہتی جاتی تھی "میکی! چپ چاپ میری بات مان کر، جو کہتی ہوں اُس پر عمل کرو۔ میں

تمھیں ایک انجکشن لگاؤں گی اور یہاں سے چلی جاؤں گی۔ اُس کے بعد تم نیم پاگل ہو جاؤ گے۔ تمھارا علاج ہوتا رہے گا۔ اسی دوران میں یہاں کے مجاہدین سے رابطہ قائم کروں گی۔ پھر تمھیں اغوا کر کے اُن کے اڈے پر پہنچاؤں گی اور تم سے یہ اُگلوا لیں گی کہ کس طرح ہتھیار سپلائی کرتے ہو اور وہ ہتھیار کس طرح ان چھاپا ماروں کو مفت حاصل ہو سکتے ہیں۔"

میکی اُس سے لڑ رہا تھا اور سمجھ رہا تھا کہ مقابلہ کرنے والی بڑی ہی تربیت یافتہ ہے۔ وہ اس کے چنگل سے نکل نہیں پائے گا۔ اتنی دیر میں وہ کئی بار اپنے پستول تک پہنچنے کی کوشش کر چکا تھا اور ناکام رہا تھا۔ وہ پستول ایک جگہ فرش پر پڑا ہوا تھا۔ اس نے اچانک ایک فلائنگ کک لیلیٰ کے منہ پر ماری اور وہ لڑکھڑاتے ہوئے پیچھے جا کر ٹھیک پستول کے پاس گری۔

میکی جھنجھلا گیا۔ اُس کا خیال تھا، لیلیٰ کہیں اور جا کر گرے گی تو وہ پستول اٹھالے گا۔ جب ایسا نہ ہو سکا تو وہ خواب گاہ سے نکل کر بنگلے کے باہر بھاگنے لگا۔ وہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اتنے مسلح گارڈز کے باوجود لیلیٰ ثانی اندر کیسے آگئی تھی؟ جیسے ہی وہ ایک بیرونی کمرے میں پہنچا، ٹھٹک کر رہ گیا۔ وہاں ایک اور عورت چادر میں لپٹی ہوئی کھڑی تھی۔ اُس کا چہرہ نظر آ رہا تھا۔ عورت اس لیے سمجھ میں آئی کہ چادر کے باہر ہاتھ نظر آ رہے تھے۔

اِدھر بھی چادر میں چھپی ایک عورت اور اُدھر بھی ایک عورت۔ میکی تھوک نگلنے لگا۔ وہ بزدل نہیں تھا لیکن اس کے دماغ میں ستارے چیخ چیخ کر کہہ رہے تھے "موت ہو گی تو کسی عورت کے ہاتھ سے۔۔"

وہ ایک عورت سے کسی طرح چھٹکارہ پا کے وہاں سے بھاگتا ہوا اِدھر آیا تھا تو سامنے دوسری عورت موت بن کر کھڑی تھی۔ لیلیٰ ثانی بھی خواب گاہ سے نکل کر دوڑتی چلی آ رہی تھی۔ میں نے اُسے بھٹکا دیا۔ اس کمرے کی طرف پہنچنے نہیں دیا جہاں کرسٹوفر میکی ایک دوسری بلا کے سامنے ٹھٹک گیا تھا۔ میں چاہتا تھا لیلیٰ، کرسٹوفر کی نظروں میں نہ آسکے۔ نہ کوئی انتقامی کارروائی کرے۔ یوں بھی وہ سوچ رہی تھی، شاید کرسٹوفر میکی یہاں سے بھاگ کر باہر چلا گیا ہے۔ اب وہ گرفت میں نہیں آئے گا۔

میں نے بھی اُس کی سوچ میں اُس کو یقین دلایا "دانشمندی یہ ہے کہ یہاں سے نکل چلوں تاکہ کل کرسٹوفر میکی کے وعدے کے مطابق اُس سے ملاقات کر سکوں۔ دوستی کی آڑ میں ہی اس سے ہتھیار حاصل کرنے کے سلسلے میں بہت کچھ معلوم کر سکتی ہوں۔ لہٰذا مجھے یہاں نہیں ٹھہرنا چاہیے۔"

میں اُسے سوچتا ہوا چھوڑ کر کرسٹوفر میکی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اِدھر وہ ہکلاتے ہوئے پوچھ رہا تھا "تم کون ہو؟"

کہتے ہیں موت کی کوئی آواز نہیں ہوتی۔ اُس کی آہٹ تک سنائی نہیں دیتی اور موت کی زبان تو کسی نے نہیں سنی ہے۔ شاید وہ دنیا کی ہر زبان بولتی ہے۔ اسی لیے ہر زبان کے لوگوں کو ہمیشہ کے لیے ٹھنڈا کر دیتی ہے۔ اس وقت جو موت اس کے سامنے کھڑی ہوئی تھی، وہ نہ تو چادر ہٹا کر اپنا چہرہ دکھا سکتی تھی۔ نہ منہ سے کچھ بول سکتی تھی۔ محبوب کی موت نے اُسے ہمیشہ کے لیے گونگی بنا دیا تھا۔

کرسٹوفر میکی کو اُس کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا تو وہ پلٹ کر بھاگنے لگا۔ گونگی کے جسم میں جیسے بجلی پیدا ہو گئی تھی۔ یکلخت اُس کا ہاتھ چادر کے اندر گیا۔ دوسرے لمحے باہر آیا تو ایک خنجر کا پھل چمک رہا تھا۔ وہ خنجر فضا میں سنسناتا ہوا آیا اور کرسٹوفر کی پنڈلی میں پیوست ہو گیا۔ وہ بھاگتے بھاگتے لڑکھڑا کر اوندھے منہ گر پڑا۔ گرنے سے چوٹ بھی لگی۔ اگرچہ زیادہ نہ لگی، لیکن دہشت طاری تھی۔ ستارے ثابت کر رہے تھے کہ موت تانیث ہوتی ہے۔ اس لیے وہ بوکھلا گیا تھا۔ مقابلہ کرنے کے بجائے بھاگ رہا تھا۔ دہشت اسی طرح دل میں جگہ بناتی ہے۔ اس نے دیکھ لیا تھا کہ اتنے سخت پہرے کے باوجود باہر سے 'موت' اندر آ گئی۔ خطرے کا الارم ہر دروازے پر لگانے کے باوجود کوئی گھنٹی نہیں بجی۔ یہ بات سمجھنے کی ہے اور دوسروں کو سمجھانے کی ہے لیکن موت اتنی مہلت نہیں دے رہی تھی کہ جو وہ سمجھ رہا تھا، وہ دوسروں کو بھی سمجھا سکے۔

ہاں، جب عقل ٹھکانے آتی ہے اور عبرت ناک حالات سے سابقہ پڑتا ہے تو آدمی جان لیتا ہے کہ موت کا ایک دن معیّن ہے اور اُس دن موت ہر حال میں آتی ہے۔ ستارے بلا کی چال پہلے سے آگاہ کر دے، انسان قدم قدم پر پہرہ بٹھا دے، خطرے کے الارم لگا دے، اپنی حفاظت کے لیے بڑے سے بڑا ہتھیار استعمال کرے لیکن موت نہیں ٹلتی۔ وہ آتی ہے اور مسلط ہو جاتی ہے۔

کرسٹوفر نے جلدی سے ہاتھ بڑھا کر پنڈلی میں پیوست خنجر کو نکال لیا اور اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ لنگڑاتا ہوا چلنے لگا۔ وہ راہِ فرار تلاش کر رہا تھا۔ ہاتھ میں خنجر تھا اور خنجر سے اپنے ہی جسم کا لہو ٹپک رہا تھا۔ اُس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا رہا تھا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ جو موت سامنے ہے اس سے کس طرح بچ کر نکلے؟

میں نے اُس کا دماغ ٹٹولا۔ وہ سوچنے لگا تھا "میں بزدل کیوں بن گیا ہوں؟ کیا اس طرح خوف زدہ ہونے سے بچ جاؤں گا؟ ہرگز نہیں۔ مجھے جی داری سے مقابلہ کرنا ہو گا۔ آخری سانس تک اپنی زندگی کے لیے جدوجہد کرنا ہو گی۔ خنجر تو میرے ہاتھ آگیا۔ پھر میں کیوں بزدل بن گیا ہوں؟ میں اس پر حملہ کر سکتا ہوں۔"

اُس نے خنجر کے دستے پر اپنی گرفت مضبوط کی۔ اس 'موت' کی طرف دیکھا۔ اُس کا ایک ہاتھ پھر چادر کے اندر گیا تھا۔ جب وہ باہر آیا تو اس میں دوسرا خنجر چمک رہا تھا۔

وہ ذرا دقت سے پینترا بدل کر غراتے ہوئے بولا "تم مجھے بزدل سمجھتی ہو؟ میرے پاس ہتھیار نہیں تھا۔ اب آگیا ہے۔ تم مجھ سے بچ کر نہیں جا سکو گی۔"

وہ ایک دم سے تن گیا جیسے اب تب میں اُس پر جھپٹنے ہی والا ہو۔ دوسری طرف وہ بلا خاموش تھی۔ خنجر سے یوں کھیل رہی تھی کہ پہلے اُس نے دستے کو تھام رکھا تھا۔ پھر خنجر کو فضا میں اُچھالا۔ جب وہ نیچے آیا تو چمک دار پھل اُس کے ہاتھ میں تھا۔ معاً خنجر اُس کے ہاتھ سے یوں نکلا، جیسے تیر کمان سے نکلتا ہے اور سنسناتا ہوا کرسٹوفر کے سینے میں ٹھیک دل کی جگہ پیوست ہو گیا۔

ستارے اپنی چال چل گئے لیکن میرے لیے پریشانی پیدا ہو گئی۔ اُس جگہ یقیناً خون کے دھبّے ملیں گے۔ افراتفری کے آثار ملیں گے جیسے کرسٹوفر میکی نے اپنے دشمنوں سے مقابلہ کیا ہو۔ پھر ایسی صورت میں، میں کرسٹوفر میکی بن کر وہاں جاؤں گا تو شکوک و شبہات جنم لیں گے کہ اتنی اودھم بازی کے بعد دشمن مجھے قتل کرنے میں ناکام کیسے رہے۔ جب کہ اُنھوں نے کوٹھی کے باہر تمام مسلح محافظوں کو ٹھکانے لگا دیا تھا۔ خطرے کے الارم سے بھی گزر کر آ گئے تھے۔

مجھے اس ضدی اور قسم نباہنے والی لڑکی پر غصہ بھی آیا اور یہ عقل بھی آئی کہ ہم تقدیر کے لکھے کو نہیں مٹا سکتے۔ جو ہونی ہے وہ ہو کر رہتی ہے۔ یہ پیشین گوئی تو بہت پہلے خود کرسٹوفر میکی نے کی تھی۔ اب وہ پوری ہوئی ہے تو میں بھلا حدیقہ پر غصہ اُتار کر کیا کر سکتا تھا۔

میں نے ذرا دیر کے لیے خیال خوانی ترک کر دی۔ اپنے کمرے سے باہر آیا۔ ٹیکسی ڈرائیور اس نوجوان کے ساتھ آ گیا تھا۔ وہ مجھے اس گیراج کے متعلق رپورٹ سنانا چاہتے تھے، جہاں مجھے باندھ کر رکھا جانے والا تھا لیکن اب تو منصوبے میں تبدیلی پیدا کرنی لازمی ہو گئی تھی۔ میں نے ڈرائیور سے کہا "مجھے کرسٹوفر میکی کے بنگلے میں لے چلو۔ میرا وہاں فوراً پہنچنا ضروری ہے۔"

میں گاڑی میں بیٹھ گیا۔ ہم آندھی طوفان کی طرح روانہ ہوئے۔ ڈرائیور کو گاڑی چلانے میں خاصی مہارت حاصل تھی۔ اس کے علاوہ رات کا ایک بج رہا تھا۔ سڑکیں تقریباً ویران تھیں۔ اس لیے ہم جلد ہی وہاں پہنچ گئے۔

اس وقت تک حدیقہ نے اس کمرے کے دروازے کو کھول دیا تھا جہاں اس نے ایک مجاہد نوجوان کو بند کیا تھا۔ دوسری طرف وہ جوان بھی ہوش میں آگیا تھا جو لیلیٰ ثانی کے ہاتھوں بے ہوش ہوا تھا۔ ان دونوں اور حدیقہ نے مل کر کمرے کے فرش کو صاف کیا۔ ہر جگہ سے خون کے دھبے مٹائے۔ اُنھوں نے کرسٹوفر میکی کی لاش کو اچھی طرح کپڑوں میں لپیٹ دیا تھا پھر اُسے اٹھا کر اسی بند گاڑی میں ڈال آئے تھے۔ جب میں وہاں پہنچا تو اچھی طرح بنگلے کے اندر صفائی کر دی گئی تھی۔

میں نے کہا "حدیقہ! تم نے جو کیا، اچھا نہیں کیا۔ تم نے اپنی ضد پوری کی۔ اپنے محبوب سے کی جانے والی زیادتیوں کا انتقام لیا۔ یا پھر میرے احسانات کا بدلہ چکانے کے لیے میرے کام آنا چاہتی تھیں، اس لیے میرے دشمن کو اپنے ہاتھوں سے راستے سے ہٹا دیا۔ بہرحال جو کچھ بھی کیا مجھے پسند نہیں آیا۔ اگر تم میری خوشی کے لیے کچھ کرنا چاہتی ہو تو آئندہ میری مرضی کے بغیر یا مجھ سے مشورہ لیے بغیر کبھی کوئی قدم نہ اٹھانا۔"

وہ میری باتوں کا جواب دے سکتی تھی لیکن کیسے دیتی۔ اُس نے جواباً سر کو جھکا لیا۔ دونوں ہاتھ اپنے سینے پر رکھ لیے جیسے فرماں برداری کا وعدہ کر رہی ہو۔ میں نے اُس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر ہولے سے تھپکتے ہوئے کہا "کوئی بات نہیں، میں تم سے ناراض نہیں ہوں۔ اچھی باتیں سمجھا رہا ہوں۔ اب یہاں سے جاؤ۔"

پھر میں نے دونوں جوانوں سے کہا "میں اپنے کمرے کا دروازہ بند کرتا ہوں۔ تم سب پوری حاضر دماغی سے ہر اُس جگہ کو دیکھو جہاں تم نے ہاتھ لگایا ہو یا تمھارے قدم وہاں سے گزرے ہوں۔ تمام نشانات کو مٹاتے ہوئے بنگلے سے باہر چلے جاؤ، باقی معاملات سے میں نمٹ لوں گا۔"

اُنھوں نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ جب وہ تمام نشانات مٹاتے ہوئے باہر چلے گئے تو میں دوسرے بیڈ روم میں پہنچا۔ وہاں کے ایک بغلی کمرے میں ایک بیٹری رکھی ہوئی تھی، جو استعمال کے قابل نہیں تھی۔ اُسے اٹھا کر کرسٹوفر میکی کی خوابگاہ میں لایا۔ چالو بیٹری کی جگہ اُسے رکھا۔ اس میں تمام تار منسلک کیے۔ پھر پرانی بیٹری کو بنگلے کے باہر لے کر آیا۔ ایک جوان میرے اگلے حکم کا منتظر تھا۔ میں نے کہا "اسے اپنے ساتھ لے جاؤ۔ اب بنگلے کے آس پاس تم میں سے کسی کو نہیں رہنا چاہیے۔"

وہ جانے لگا تو میں نے اُسے آواز دی "سنو! اگر وہ

محافظ ہوش میں نہیں آئے ہیں تو اُنھیں گاڑی سے باہر نکال کر سڑک کے کنارے ڈال دو اور گاڑی یہاں سے لے جاؤ۔ اُنھیں ہوش آئے گا تو وہ خود ہی اِدھر چلے آئیں گے۔"

حدلیقہ کی مداخلت نے میرے منصوبوں میں گڑبڑ پیدا کر دی تھی۔ اس لیے تھوڑی بہت تبدیلیاں لازمی تھیں۔ بہر حال میں پھر بنگلے کے اندر آیا۔ پہلے کرسٹوفر میکی کے بیڈ روم میں پہنچا۔ قالین پر سے پستول اُٹھا کر اُسے لوڈ کیا پھر واپس اسی بیڈ روم میں آیا جہاں ٹیلی فون رکھا ہوا تھا۔ میں نے اُس کے دروازے کو اندر سے اچھی طرح بند کر دیا۔ ذرا دور کھڑے ہو کر دروازے کی طرف دو فائر کیے۔ اس کے بعد ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگا۔ رابطہ قائم ہوتے ہی میں نے ایک دم گھبرائے ہوئے انداز میں کہا۔" انسپکٹر! غضب ہو گیا۔ باہر میرے مسلح محافظ پتا نہیں کہاں غائب ہو گئے ہیں؟ دُشمن میرے بنگلے میں گھس آئے ہیں۔ میں نے فائرنگ کی تو اُن کے بھاگتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دے رہی ہیں، لیکن میں محفوظ نہیں ہوں۔ پلیز جلدی آئیے۔"

کرسٹوفر میکی کے نام سے پولیس والے اچھی طرح واقف تھے۔ انسپکٹر نے کہا کہ وہ فوراً اپنے مسلح جوانوں کے ساتھ پہنچ رہا ہے۔

میں نے ریسیور رکھا۔ پھر چھ اور نمبر ڈائل کرنے لگا۔ اعلیٰ حکام، عیسائی ملیشیا کے عہدے داران اور یہودی ایجنٹوں سے کرسٹوفر کے گہرے تعلقات تھے۔ میں ان تمام لوگوں سے باری باری رابطہ قائم کرنے لگا۔ یہ تاثر دینے لگا کہ میری زندگی خطرے میں ہے۔ اب تب میں دُشمن مجھے ہلاک کرنے ہی والے ہیں۔ اُن سب نے وعدہ کیا کہ وہ فوراً میری مدد کو پہنچ رہے ہیں۔

اور ایسا ہی ہوا۔ چند منٹ کے بعد بنگلے کے اندر اور باہر کرسٹوفر میکی کے احباب، اعلیٰ افسران، عہدے داران وغیرہ کی بھیڑ لگ گئی۔ مسلح پولیس کا پہرہ اور سخت کر دیا گیا تھا۔ بنگلے کے اندر صرف وہی لوگ آ سکتے تھے جن پر میں اعتماد کرنا چاہتا تھا۔ جن سے ملنے سے انکار کرتا تھا اُنھیں آنے کی اجازت نہیں دی جاتی تھی۔ بہر حال میں نے اپنا بیان لکھوایا۔ مسلح محافظ کس طرح بے ہوش کیے گئے اور اُنھیں کس طرح غائب کیا گیا، اس کا مجھے کوئی علم نہیں ہے لیکن ایک غلطی کا بعد میں احساس ہوا کہ میرے بیڈ روم میں جو بیٹری رکھی ہوئی تھی، وہ ناکارہ تھی، وقت پر کام نہ آسکی۔ اس لیے خطرے کا آلارم نہ بج سکا۔ شاید دُشمنوں کی چال تھی۔ اُسے لاتے ہوئے راستے میں کسی نے بدل دی ہوگی۔ دُشمن میرے بیڈ روم میں گھس آئے تھے۔ ان میں دو جوان مرد تھے، دو عورتیں تھیں۔ ایک عورت چادر میں چھپی ہوئی تھی جسے میں پہچان نہ سکا۔ دوسری بھی نقاب پہنے ہوئے تھی۔ اُس کی آواز سن کر محسوس ہوتا تھا جیسے میں پہلے بھی اُس سے کہیں مل چکا ہوں لیکن یاد نہیں آرہا ہے۔ بہر حال میں ان دونوں عورتوں سے بچتا ہوا ایک بیڈ روم میں جا کر چھپ گیا۔ دروازے کو اندر سے بند کیا۔ وہاں ٹیلی فون تھا۔ پہلے میں نے دو فائر کیے تاکہ دُشمن دور رہیں۔ پھر فون کے ذریعے آپ لوگوں کو اطلاع دی۔

وہ سب مجھے کرسٹوفر میکی سمجھ رہے تھے اور سمجھنا چاہیے تھا کیوں کہ میں کامیابی سے اُس کا رول ادا کر رہا تھا۔ اگر میں اُس کے متعلق صرف وہ باتیں جانتا جو ظاہر تھیں تو شاید اتنی کامیابی نہ ہوتی۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے میں نے اُس کے اندرونی معاملات بھی معلوم کیے تھے۔ اس کی زندگی کے اندرونی ڈھکے چھپے رازوں سے واقف تھا۔ پھر بھلا کامیابی کیسے نہ ہوتی۔

حکومت کے چند عہدے داروں نے جو کرسٹوفر کے دوست تھے اور اب میرے دوست بن گئے تھے، طرح طرح کے سوالات کیے۔ پولیس والوں نے بھی اپنے طور پر بہت کچھ پوچھا۔ کچھ د[illegible] وہ سب چلے گئے۔ میں رات کا جاگا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر میں صبح ہونے والی تھی۔ کچھ دیر سونا چاہتا تھا۔ میرے لیے ایک نئی بیٹری فراہم کی گئی۔ اس سے میں نے تاروں کو منسلک کیا تھا کہ اب کوئی ا[illegible] نہ آسکے۔ خطرے کا آلارم بجا کر دیکھا تو بیٹری صحیح کام کر رہی تھی۔ اُس کے بعد وہ سب باہر چلے گئے۔ میں نے دروازے کو بند کر لیا۔ باہر دوبارہ مسلح سپاہیوں کا پہرہ لگا دیا گیا۔ ویسے میں نے اُن سے کہہ دیا تھا کہ صرف دو گھنٹے کی بات ہے۔ صبح ہو جائے گی تو منحوس ستارے کا سایہ میرے سر سے گزر جائے گا۔ پھر کوئی خطرہ نہیں رہے گا۔ میں تھوڑی دیر سو سکتا تھا۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے معلوم کر لیا تھا کہ جو جوان چھاپا مارنے گئے تھے، وہ کامیاب واپس آئے تھے اور اُنھیں ڈھیر سارے ہتھیار مفت مل گئے تھے۔ وہ جشن منا رہے تھے۔

میں اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ کر اُن لوگوں کی خیریت دریافت کر سکتا تھا۔ پھر سوچا وہ سو رہی ہوگی۔ جیسے ہی میں اُس کے دماغ میں جاؤں گا، وہ چونک کر بیدار ہو جائے گی۔ میں سجاد کے دماغ میں پہنچ گیا۔ معلومات حاصل کیں۔ پتا چلا کہ وہ کل صبح یونان سے پیرس روانہ ہوں گے۔ بلیک [illegible] کا ہیڈ کوارٹر پیرس ہی میں تھا۔

ڈاکٹروں نے سجاد کے متعلق رپورٹ دی تھی کہ وہ بالکل نارمل ہے۔ ذہنی کمزوری نہیں ہے۔ تاہم کسی وجہ سے خیال خوانی نہیں کر سکتا ہے۔ بلیک شیڈو ڈاکٹروں کی رپورٹ سے مطمئن نہیں تھا۔ اس نے کہا تھا کہ پیرس پہنچتے ہی وہ کچھ اور بین الاقوامی شہرت رکھنے والے دماغی اعصابی امراض کے ماہرین سے رجوع کرے گا اور فرہاد کی ٹیلی پیتھی واپس لانے کے لیے اپنے آخری ذرائع حتیٰ کہ اپنے آخری بنک بیلنس کو بھی کام میں لائے گا۔

میں نے مرجانہ کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ وہ اور ربلبا ایک ہیلی کاپٹر میں سوار ہو کر یونان کے مشرقی ساحل کی طرف جا رہے تھے۔ جمی فاؤنڈر کے آدمیوں نے کامیابی حاصل کی تھی۔ جزیرے میں تہلکہ مچا دیا تھا۔ یوگو ہنٹر مارا گیا تھا۔ مرجانہ ربلبا اب جزیرے سے واپس جا رہے تھے۔

اعلیٰ بی بی، سجاد، مرجانہ اور ربلبا وغیرہ کی طرف سے اطمینان تھا۔ اب خواہ مخواہ جاگ کر خیال خوانی کرنا ضروری نہیں تھا۔ نیند پوری کرنے کے بعد میں دوبارہ اُن کی خیریت معلوم کر سکتا تھا۔ لبنان میں ابھی صبح نہیں ہوئی تھی لیکن نیپال میں ہو چکی تھی۔ لہٰذا رسونتی، سونیا اور ثبانہ کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے بعد سونے کا ارادہ تھا۔

اس سے پہلے کہ میں خیال خوانی کی پرواز کرتا، رسونتی کی آواز سُنائی دی "فرہاد! میں ہوں۔ کچھ ضروری باتیں کرنے آئی ہوں۔"

"ہاں، بولو۔ میں سُن رہا ہوں۔"

"میرے دونوں بیٹوں کو یہاں سے لے جانے کا انتظام ہو گیا ہے لیکن میرا دل گھبرا رہا ہے۔"

"تم گھبراہٹ کو دل سے نکال دو اور اطمینان سے پوری تفصیل بتاؤ۔"

"بھارتی اور نیپالی سرکار نے مشترکہ طور پر انٹرپول والوں کی خدمات حاصل کی ہیں۔ اُن کا ایک بہت بڑا افیسر آیا ہوا ہے۔ وہ اتنا سخت ہے کہ جہاں موجود رہتا ہے، وہاں کچھ دنوں کے لیے اسمگلنگ بالکل رُک جاتی ہے۔ بڑے بڑے اسمگلر روپوش ہو جاتے ہیں۔ اُس نے یہاں پہنچتے ہی انامیریا کو وارننگ دی تھی۔ جب وہ سونیا سے باتیں کر رہا تھا تو میں اُس کے دماغ میں پہنچ گئی، جانتے ہو، وہ کون ہے؟"

"بھئی سسپنس پیدا نہ کرو۔ بتاؤ کون ہے؟"

"وہ ہے انٹرپول کا چیف آفیسر عزت علی۔"

میں کرسی پر ذرا سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ مسکرانے لگا۔ رسونتی نے کہا۔" اُس کا نام سنتے ہی میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ آگئی۔ کیوں کہ میں نے اس کے دماغ کے تہ خانے میں اتر کر تمھیں پایا۔ وہ تمھارا بے حد عقیدت مند ہے اور ایک بار تم نے بھی کہا تھا کہ فرصت ملے گی تو اُس سے رابطہ قائم کرو گے۔ بے چارہ آج تک تمھارا انتظار کر رہا ہے۔ یہ اچھا موقع ہے۔ کیا اس سے رابطہ قائم کرو گے؟"

"ایسی غلطی نہیں کرنا چاہتا۔ رسونتی! میرا تمھارا تعلق دنیا والوں پر ظاہر ہے۔ یہ بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ میں نے تمھیں طلاق دی ہے۔"

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی" فرہاد! میں بہت ہی بد دماغ ہوں۔ میری بد دماغی نے میری عقل کو کھا لیا ہے۔ جب سجاد، فرہاد کی حیثیت سے قیدی بن کر تل ابیب پہنچایا گیا اور اُسے اسٹیج پر پہنچایا گیا تھا تو میں نے اُسے بُرا بھلا کہا تھا اور اپنے یہودی دوستوں پر یہ ظاہر کر دیا تھا کہ اُس نے مجھے طلاق دی ہے۔ یہ میری سب سے بڑی حماقت تھی۔ آج اس کا احساس ہو رہا ہے۔ اگر میں اپنی زبان سے یہ نہ کہتی تو دنیا والوں کو معلوم نہ ہوتا۔ میں دل سے اعتراف کرتی ہوں، تم نے مجھے اپنی ذات سے الگ ضرور کیا لیکن دُنیا والوں کے سامنے ڈھنڈورا نہیں پیٹا۔ نہ ہی مجھے مطلقہ کہہ کر میری توہین کی۔ میں بہت شرمندہ ہوں۔"

"رسونتی! تمھاری شرمندگی سے مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ کام کی باتیں کرو۔ تم رسونتی کی حیثیت سے عزت علی کو خیال خوانی کے ذریعے مخاطب کرو۔ وہ بہت خوش ہوگا۔ تم اُسے بتانا کہ میں کس طرح ان دنوں مصیبتوں میں مبتلا ہوں۔ خیال خوانی نہیں کر سکتا۔ لہٰذا اس سے رابطہ قائم نہیں کر سکا۔ یقیناً وہ ہمارے کام آئے گا۔ تم اس سے پوچھ کر دیکھو۔"

"میں اُس سے بات کرتی ہوں۔ تم موجود رہو تاکہ ہماری باتیں سُن سکو۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے ساتھ ساتھ میں بھی انٹرپول کے چیف آفیسر عزت علی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اپنی پوری ٹیم کے ساتھ آیا تھا۔ اُس کی ٹیم میں اُس کے مخصوص ماتحت تھے۔ جن کا ذکر میں پچھلی اقساط میں کر چکا ہوں۔

نیپال میں صبح کے آٹھ بجے تھے۔ عزت علی ریسٹ ہاؤس کے برآمدے میں بیٹھا چائے پی رہا تھا اور اخبار کا مطالعہ کر رہا تھا۔ اس کے آس پاس دو عدد ٹیلی فون رکھے ہوئے تھے۔ سامنے میز پر ٹرانسمیٹر بھی تھا۔ وہ اپنے لوگوں سے رابطہ قائم کرتا جاتا تھا۔ دوسرے ادارے کے لوگ مثلاً نیپال اور

بھارت کے انٹیلی جنس والے، پولیس والے اور فوج کے افسران اس سے ضروری گفتگو کرتے رہتے تھے جب رسونتی نے اسے خیال خوانی کے ذریعے مخاطب کیا تو وہ اخبار پڑھتے پڑھتے چونک گیا۔ چائے کی پیالی میز پر رکھی۔ پھر سیدھا ہوکر سوچنے لگا "کیا فرہاد صاحب مجھے مخاطب کر رہے ہیں؟"

رسونتی نے کہا "میں فرہاد کی شریکِ حیات رسونتی ہوں۔ کیا آپ مجھے جانتے ہیں؟"

"اوہ بھابی، آپ ہیں۔ بھلا آپ کا نام کون نہیں جانتا یہ میری خوش قسمتی ہے کہ آپ مجھ سے مخاطب ہیں، لیکن مجھے یقین تو دلائیے کہ واقعی مجھ سے خیال خوانی کے ذریعے گفتگو ہو رہی ہے۔"

"اچھی بات ہے۔ آپ ارادہ کرلیں کہ اخبار پڑھیں گے لیکن چائے نہیں پئیں گے۔ میں آپ کو چائے پینے پر مجبور کردوں گی۔"

اس نے چائے نہ پینے کا ارادہ کیا۔ دوسرے ہی لمحے رسونتی اُس کے دماغ پر قابض ہوگئی۔ اُسے چائے پینے پر مجبور کیا۔ دو چار گھونٹ کے بعد اُس نے دماغ کو آزاد چھوڑا تو وہ چونک کر اپنے ہاتھ میں پکڑی پیالی کو دیکھنے لگا۔ رسونتی نے کہا "ذرا پیالی میں دیکھیں۔ چائے برائے نام رہ گئی ہے۔ یعنی آپ چائے پیتے رہے ہیں۔"

"اوہ، یہ تو کمال ہوگیا۔ آپ کہاں ہیں؟ آپ کی خاطر تو مجھے یہاں ڈیوٹی پر لگایا گیا ہے۔"

"میں جانتی ہوں۔ آپ مجھے اور میرے دونوں بچوں کو ڈھونڈ نکالنا چاہتے ہیں۔"

"آپ شرمندہ نہ کریں۔ میں تو آپ تک کسی طرح پہنچنا چاہتا تھا۔ میں نے فرہاد صاحب کے متعلق سُنا ہے، یہودیوں نے اُن کے دماغ کو بڑی حد تک ناکارہ بنا دیا ہے۔ وہ خیال خوانی کے قابل نہیں رہے۔ ان دنوں پتا نہیں کن مصائب میں مبتلا ہیں۔ خدا کی قسم، میں اُن کے کام آنا چاہتا ہوں اور آپ کے ذریعے اُن کے پاس پہنچنا چاہتا ہوں۔"

"آپ اُن کے بچوں کے کام آئیں گے تو اُن کے کام آئیں گے۔ اُن کی فکر نہ کریں۔ میں خیال خوانی کے ذریعے اُن کے کام آتی رہتی ہوں۔"

"آپ کبھی بچوں کی فکر بالکل نہ کریں۔ میں آپ کو دونوں بچوں کے ساتھ بخیریت یہاں سے بنکاک پہنچا دوں گا۔ پھر وہاں سے آپ پیرس جاسکیں گی۔"

"بھائی صاحب! میں آپ کا احسان کبھی نہیں بھولوں گی۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟ آپ پر اور میں احسان کروں؟ ہرگز نہیں۔ دنیا کے کسی بھی ملک میں کوئی پیچیدہ مسئلہ ہوتا ہے اور وہاں انٹرپول کی ضرورت ہوتی ہے میرے پچھلے کارناموں اور شہرت کو پیشِ نظر رکھتے ہو مجھے وہاں بھیجا جاتا ہے۔ آپ لوگوں کی ٹیلی پیتھی نے ... کو ہراساں کر رکھا ہے۔ ان کا خیال ہے، میں اپنی ذہا... سے آپ تک پہنچ جاؤں گا۔ آپ کو اور بچوں کو بھارت... کے حوالے کردوں گا۔ ایک بڑے مزے کی بات ہے۔"

رسونتی نے دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا "وہ کیا؟"

"ایک طرف اسرائیلی حکام مجھ سے خفیہ معاہدہ ... چاہتے ہیں کہ میں آپ کو اور بچوں کو اُن کے حوالے کر... اسی طرح سپر ماسٹر کی تنظیم سے اور ماسک مین کی طر... بڑی بڑی پیشکشیں ہو رہی ہیں لیکن سب سے بڑی... ایک ایسے شخص کی طرف سے ہے جس کے متعلق میں کچھ... جانتا۔ پہلی بار اُس کا نام میرے سامنے آیا ہے۔ وہ اپنے... کو بلیک شیڈو کہتا ہے۔"

اُس کا نام سن کر میں چونک گیا۔ رسونتی نے میری سو... مطابق پوچھا "بلیک شیڈو کیا کہتا ہے؟"

"وہ دُنیا کے تمام اہم ممالک میں میرے لیے ایک ایک... ائیرکنڈیشنڈ بنگلہ، ائیرکنڈیشنڈ کار اور بھاری بینک بیلنس... چاہتا ہے۔ اس کے علاوہ دُنیا کے بدنام ترین قاتلوں، بدمعا... اسمگلروں، بُردہ فروشوں اور سیاسی تخریب کاروں کی... کرنا چاہتا ہے۔ یہ بہت بڑی پیشکش ہے۔ میں ان تمام... کو بلیک شیڈو کے ذریعے آہنی سلاخوں کے پیچھے چھپا کر... کا ڈائرکٹر جنرل بھی بن سکتا ہوں۔ اُس کی صرف ایک... ہے۔ آپ سمجھ گئی ہوں گی۔"

"سمجھ گئی۔ وہ مجھے اور میرے بچوں کو حاصل... چاہتا ہے۔"

"بھابی! کیا آپ مجھ پر بھروسہ کریں گی؟ میں ...."

رسونتی نے اُس کی بات کاٹ کر کہا "آپ زبان نہ بولیں۔ میں آپ کی سوچ کے ذریعے آپ کی سچائی کو د... سے سُن رہی ہوں، سمجھ رہی ہوں۔ میں آپ پر آنکھیں بند... بھروسہ کرسکتی ہوں، لیکن جانے کیوں میرا دل گھبراتا ہے؟"

"ماں کا دل کمزور ہوتا ہے۔ اس لیے گھبراتا ہے۔ زندگی میں ایسے مرحلے کبھی آتے ہیں جہاں ممتا کو پتھر... پڑتا ہے۔ حوصلہ رکھنا پڑتا ہے، اور آپ کو حوصلہ ر... گا۔ اس کے بغیر کام نہیں چلے گا۔ ذرا ایک منٹ ٹھہر... اپنے ماتحتوں کو اس سلسلے میں ہدایات دے رہا ہوں۔ ... سنتی رہیں۔ اس کے بعد آپ سے گفتگو جاری رہے گی۔"

اس نے اپنے دو ماتحتوں کو بلایا اور کہنے لگا "مجھے چند چیزوں کی ضرورت ہے۔ انھیں فوراً مہیا کرو۔ سب سے پہلے چار عدد سوٹ کیس درکار ہیں۔ ان میں سے ہر دو سوٹ کیس کا رنگ ایک ہوگا۔ سائز بھی ایک ہی ہوگا۔ دونوں سوٹ کیسوں میں دو بچوں کو رکھ کر یہاں سے لے جایا جائے گا۔"

یہ سنتے ہی رسونتی تڑپ گئی۔ فوراً بول پڑی "یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ میرے بچے سوٹ کیس میں بند ہوں گے تو اُن کا دَم گھٹ جائے گا۔"

"بھابی! آپ تحمل سے کام لیں۔ خاموشی سے سنتی رہیں۔"

"پھر اُس نے اپنے ماتحتوں سے کہا "ان سوٹ کیسوں میں بچوں کے ساتھ گیس سلنڈر رہے گا۔ بچوں کے چہرے پر گیس ماسک چڑھا رہے گا۔ سلنڈر کے ذریعے آکسیجن سپلائی ہوتی رہے گی۔ بچے سانس لیتے رہیں گے۔ ہم اس منصوبے کے ذریعے مادام رسونتی اور فرہاد علی تیمور کے دونوں صاحبزادوں کو یہاں سے بنکاک پہنچا دیں گے۔"

ایک ماتحت نے کہا "جناب! آپ کا حکم سر آنکھوں پر، لیکن وہ بچے سوٹ کیس کے اندر سانس تو لیتے رہیں گے لیکن خاموش نہیں رہیں گے۔ اُن کے ہاتھ پاؤں حرکت کرتے رہیں گے۔ ہوسکتا ہے وہ رونا شروع کردیں۔ اُن کے ہنسنے، رونے یا کسی طرح کی حرکتیں کرنے کی آوازیں سوٹ کیس کے باہر آئیں گی تو راز کھل جائے گا۔"

عزت علی نے کہا "شاباش! مجھے تم لوگوں کی ذہانت پر ... ہے۔" اس نے اپنے دوسرے ماتحت کی طرف انگلی اٹھا کر ... "تم بتاؤ اگر بچوں نے حرکت کی، رونا شروع کیا تو ہم کیا کر... سکتے ہیں۔"

دونوں ماتحت سوچنے لگے۔ چند سیکنڈ کے بعد ایک ... فوراً اٹینشن ہوکر کہا "سر! سمجھ میں آگیا۔ ان بچوں کو سوٹ کیس میں گیس سلنڈر وغیرہ کے ساتھ بند کرنے سے پہلے ... دودھ پلایا جائے گا۔ کبھی کبھی بچوں کو تھوڑی سی افیون دی جاتی ہے تاکہ وہ سکون سے سوتے رہیں۔ ذرا سی افیون ... مقدار انھیں نقصان نہیں پہنچائے گی۔ وہ سکون سے ... وقت تک سوتے رہیں گے جب تک کہ ہم انھیں طیارے ... نہیں پہنچا دیں گے۔"

"شاباش! اب جاؤ اور اس سلسلے میں جن چیزوں کی ضرورت ہے، وہ سب مہیا کرو۔ ایک بات یاد رکھنا۔ ... گیس سلنڈر ایسے ہوں کہ اُن میں کم از کم چھ گھنٹے اور زیادہ سے زیادہ دس گھنٹے کی آکسیجن محفوظ رہ سکے۔"

دونوں ماتحت چلے گئے۔ عزت علی نے رسونتی کو مخاطب کیا "بھابی! یہاں سے ایک فلائیٹ آج دوپہر دو بجے بنکاک کے لیے روانہ ہوگی۔ کیا آپ اپنے ذرائع استعمال کرکے اس میں سیٹ ریزرو کرا سکتی ہیں؟"

"میں اپنے ذرائع استعمال کرچکی ہوں۔ اس طیارے میں تین عورتوں کی سیٹیں ریزرو ہیں۔"

"ویری گڈ! پھر تو کام بن جائے گا۔"

"آپ یہ بتائیں میرے بچوں کے لیے کوئی خطرہ تو نہیں ہے؟"

"ذہین ترین اسمگلر بھی ایک نہ ایک دن قانون کی گرفت میں آجاتا ہے لیکن مجھ جیسے قانون کے محافظ اگر اسمگلنگ کریں تو انھیں کون گرفت میں لے سکتا ہے۔"

"اس پہلو سے میں مطمئن ہوں۔ البتہ سوچتی ہوں اگر سلنڈر وغیرہ میں خدا نہ کرے کوئی خرابی پیدا ہوگئی تو میرے بچوں کا کیا ہوگا؟"

"آپ اطمینان رکھیں۔ میں دونوں سوٹ کیسوں میں بچوں، گیس، اور چہرے پر ماسک کو اس ترتیب سے رکھوں گا کہ دونوں بچے آرام سے سفر کرتے ہوئے طیارے میں پہنچ جائیں گے۔ رہ گئی کسی ٹیکنیکل خرابی کی بات، تو ہم ٹیکنیکل لوگ ہیں۔ انشاء اللہ اس سلسلے میں مجھ سے کوئی غلطی نہیں ہوگی۔"

"آپ نے دو سوٹ کیسوں کے متعلق بتا دیا لیکن آپ نے چار سوٹ کیس منگوائے ہیں۔ باقی دو کا کیا ہوگا؟"

"باقی دو آپ کے ساتھ جائیں گے۔ آپ کے ہمراہ ایک عورت اور ہوگی۔ ان دونوں سوٹ کیسوں میں آپ لوگوں کے کپڑے اور ضروری سامان ہوگا۔ میرے ماتحت بہت ذہین ہیں۔ وہ اٹیچی نما سوٹ کیس لائیں گے، جنھیں عورتیں عام طور پر اپنے ساتھ طیارے میں لے جاتی ہیں۔ وہ اٹیچی لگیج میں شمار نہیں ہوتی۔ آپ کے ہاتھ میں ایک اٹیچی ہوگی۔ دوسری اٹیچی آپ کی ساتھی ہم سفر کے ہاتھ میں ہوگی۔ جب آپ ان دونوں اٹیچیوں کو لے کر طیارے میں پہنچیں گی تو آپ لوگوں کو پتا چلے گا، ان میں دونوں پارس موجود ہیں۔"

رسونتی نے حیرانی سے پوچھا "یہ کیسے ہوجائے گا؟ یہ تو جادوئی کمال ہوگا؟"

"کوئی جادو نہیں ہے۔ سیدھی سی بات ہے۔ آپ اپنی ساتھی ہم سفر کے ساتھ دونوں اٹیچی لے کر آئیں گی تو ہم سختی سے چیک کریں گے۔ اتنی سختی سے پیش آئیں گے کہ جہاں ان اٹیچیوں کو چیک کیا جائے گا، وہاں آپ کو بھی جانے

کی اجازت نہیں ملے گی۔ ہم انھیں اندر لے جائیں گے۔ جب باہر لے کر آئیں گے تو ان اٹیچیوں میں دو پارس ہوں گے۔ یعنی اٹیچیاں بدل جائیں گی۔ چونکہ ایک سائز کی ایک رنگ کی ہوں گی اس لیے کسی کو شبہ نہیں ہوگا۔ انٹرپول کا چیف آفیسر خود ایسا کر رہا ہے، یہ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا۔ ہماری دنیا میں جو بڑے بڑے بھیانک جرائم ہوتے ہیں، حیرت انگیز طور پر مال اِدھر سے اُدھر اسمگل ہوتا ہے، اور قانون منہ تکتا رہ جاتا ہے تو اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ خود قانون کے محافظ اس بھیانک جرم یا اسمگلنگ میں ملوث ہوتے ہیں۔ اسمگلروں، قاتلوں اور مجرموں کا ساتھ دیتے ہیں۔ ورنہ ان لوگوں کی کیا مجال کہ قانون کے محافظوں کے تعاون کے بغیر اپنا کام کر گزریں۔"

"آپ کی بات درست ہے لیکن اس وقت آپ مجرموں کا نہیں مجبوروں کا ساتھ دے رہے ہیں۔"

"میرا ریکارڈ آئینے کی طرح صاف ہے۔ میں نے آج تک کسی مجرم کا ساتھ نہیں دیا۔ ہمیشہ مجبوروں کا ساتھ دیا ہے۔ میری نظروں میں آپ مظلوم ہیں۔ آپ اپنے جیون ساتھی کے ساتھ، اپنے بچوں کے ساتھ ایک آرام دہ پُرسکون زندگی گزارنا چاہتی ہیں، لیکن دشمن چاروں طرف سے گھیرتے رہتے ہیں، پریشان کرتے رہتے ہیں۔ بھارتی سرکار یا نیپال سرکار کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ آپ کو اپنی سرحدوں تک محدود رکھے۔ آپ آزاد ہیں اور آپ کی آزادی کا حق میں دلاؤں گا۔ بائی دی وے، آپ نے فرمایا تھا کہ دوپہر کی فلائیٹ سے تین عورتوں کیلئے سیٹیں ریزرو کرائی گئی ہیں۔ ایک تو آپ ہیں۔ باقی دو کون ہیں؟ اگر اُن سے میرا تعارف ہو جائے تو بہتر ہے۔"

"ایک تو ثبانہ ہے۔"

"وہ ثبانہ جو کوہِ قاف کی شہزادی کہلاتی ہے؟ اس سے آپ لوگوں کا کیا تعلق ہے؟"

"وہ فرہاد علی تیمور کی ہونے والی دلھن ہے۔"

عزت علی نے حیرانی سے کہا۔ "کمال ہے! آپ اتنی فراخدلی سے اپنے شوہر کی ہونے والی دلھن کا ذکر کر رہی ہیں، بلکہ اُس کے ساتھ سفر بھی کرنے والی ہیں۔"

میں رسونتی کے دماغ میں جھانکنے لگا۔ اُس نے نظریں جھکالی تھیں۔ پھر عزت علی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "بھائی صاحب! فرہاد علی تیمور کے ساتھ رہ کر فراخدلی آجاتی ہے۔ ہم موضوع سے بھٹک رہے ہیں۔"

"اوہ، اچھا۔ ایک تو ثبانہ ہوئی۔ دوسری کون ہے؟"

"انا میریا۔"

"عزت علی ایک دم سے چونک کر سیدھی طرح بیٹھتے ہوئے بولا۔ "کیا مطلب؟ وہ تو بہت بدنام اسمگلر ہے۔ کیا آپ اُس کے ساتھ جا رہی ہیں؟ آخر کیوں؟"

رسونتی نے مسکرا کر کہا۔ "چونکہ آپ ہمارے اپنے ہیں، ہم آپ سے کوئی بات چھپانا نہیں چاہتے۔ اس لیے ایک بہت بڑا انکشاف کر رہی ہوں۔ کیا آپ اُس ہستی سے ملنا چاہیں گے جس کے بغیر ... کا ذکر ادھورا رہ جاتا ہے؟ وہ دنیا کی واحد عورت ہے جس کے پھندوں اور چالوں سے خطرناک تنظیمیں پناہ مانگتی ہیں۔"

عزت علی نے شدید حیرانی سے پوچھا۔ "بھابی! کیا آپ مادام سونیا کی بات کر رہی ہیں؟"

"ہاں۔ جسے آپ اب تک انا میریا سمجھ رہے ہیں، وہ ہماری سونیا ہے۔"

عزت علی ریسٹ ہاؤس کے برآمدے میں بے چینی سے ٹہلنے لگا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی کہ وہ پہلی فرصت میں سونیا کے پاس پہنچنا چاہتا ہے۔ اس نے انا میریا سمجھ کر اسے بُرا بھلا کہا تھا اس سے معافی مانگنا چاہتا ہے لیکن یہ بات آڑے آتی ہے کہ انٹرپول کا چیف آفیسر انا میریا جیسی بدنام اسمگلر سے کیسے ملاقات کرے، لوگ کیا کہیں گے؟ مصلحت کا تقاضا یہ تھا کہ وہ اپنے جذبات روکے۔ سونیا سے خواہ کتنی ہی عقیدت اور محبت سہی، اس جذبے کو سینے کے اندر دبا کر رکھے۔

میں نے رسونتی سے کہا۔ "عزت علی کے دماغ کے اندر میں ہم دونوں اتر چکے ہیں۔ اس کی سچائی کو، اس کے خلوص اور عقیدت کو جو ہمارے لیے ہے، اچھی طرح سمجھ چکے ہیں۔ تم بے فکری سے اس پر اعتماد کرو۔ جیسا وہ کہتا ہے، اس پر عمل کرتی جاؤ۔ میں کچھ دیر نیند پوری کرنا چاہتا ہوں۔ دوسری جگہ بھی مصروفیت ہے۔ کوئی پریشانی کی بات ہو تو میرے پاس چلی آنا۔"

"آؤں گی، تم ایک بار کہتے ہو میں ہزار بار آؤں گی۔"

میں اس کے دماغ سے واپس آنا چاہتا تھا۔ اُس نے کہا۔ "فرہاد! ایک اہم بات رہ گئی ہے۔ میں عزت علی سے بات کر رہی ہوں۔ ذرا سُن لو۔"

ہم دونوں پھر عزت علی کے پاس پہنچ گئے۔ رسونتی نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "بھائی صاحب! ہمارے خلاف ہر طرف ناکہ بندی کی گئی ہے۔ اینٹی میک اپ کیمرے نصب کیے گئے ہیں۔ میں میک اپ میں ہوں۔ ایسے کسی کیمرے کے سامنے سے گزروں گی تو کیا ہوگا؟"

"ایئرپورٹ میں جہاں اینٹی میک اپ کیمرہ نصب کیا گیا ہے، وہاں میں اپنے آدمیوں کو مستعد رکھوں گا۔ جب آپ اور مادام کیمرے کے سامنے سے گزریں گی تو اُس وقت وہ کیمرہ میرا آدمی ہینڈل کرے گا۔"

"سونیا نے پلاسٹک سرجری کے ذریعے اپنا حلیہ تبدیل کیا ہے۔ اینٹی میک اپ کیمرے کے سامنے سے گزر جائے گی تو کوئی اسے پہچان نہیں سکے گا۔ اگر میرے گزرتے کے وقت آپ کا کوئی آدمی کسی وجہ سے کیمرے کو ہینڈل کرنے نہ پہنچ سکا تو بات بگڑ سکتی ہے۔ ساری پلاننگ خاک میں مل جائے گی۔ لہٰذا میں آپ سے دماغی رابطہ قائم کرتی رہوں گی۔ جب آپ ایئرپورٹ پہنچیں تو اینٹی میک اپ کیمرے کے آس پاس جتنے بھی ذمے دار افسر اور افسران ہوں ان سے گفتگو کرتے رہیں۔ میں ان کے دماغوں میں پہنچ جاؤں گی۔ اس طرح آپ کا آدمی کیمرے کے پاس نہ رہا تب بھی میں کیمرہ ہینڈل کرنے والے کو خیال خوانی کے ذریعے قابو میں رکھوں گی۔"

"یہ اچھی تدبیر ہے۔ آپ کے وہاں سے گزرنے کے وقت میں اپنے آدمی کو کیمرے کے پاس رکھنے کی ہر ممکن کوشش کروں گا۔ ناکامی ہوئی تو آپ خیال خوانی کے ذریعے اس مرحلے سے گزر سکیں گی۔"

میں نے رسونتی سے کہا۔ "تم اس پہلو سے بھی مطمئن ہو گئی ہو۔ جب ایئرپورٹ پہنچنے لگو تو مجھے اطلاع دینا۔ میں بھی موجود رہوں گا۔ کیمرے کے آس پاس جو لوگ رہیں گے، ہم دونوں مل کر انھیں ٹریپ کریں گے۔"

رسونتی سونیا کے پاس چلی گئی تاکہ اسے عزت علی کے متعلق تفصیل سے بتا سکے۔ میں اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ میری خواب گاہ کی کھڑکیاں اور دروازے اندر سے اچھی طرح بند تھے۔ ان پر دبیز پردے پڑے ہوئے تھے۔ نہ میں باہر دیکھ سکتا تھا نہ اندر کوئی جھانک سکتا تھا۔ روشندان کے ذریعے صبح کی روشنی کا پتا چل رہا تھا۔ رات جاگتے جاگتے گزر گئی تھی۔ یہ دوسری رات تھی کہ میں سو نہیں سکا تھا۔ اس دوران میں صرف آدھے گھنٹے کے لیے ایک جھپکی لی تھی، دو راتیں اور دو دن جاگتے ہوئے گزر گئے تھے۔

میں نے سوچا، اعلیٰ بی بی، سجاد، مرجانہ اور ببلا کی ایک ذرا خیریت معلوم کر کے سو جاؤں۔ پھر نیند پوری کرنے کے بعد ان سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ قائم کروں گا۔ میں کرسی سے اٹھ کر بستر پر آیا۔ آرام سے لیٹ کر خیریت معلوم کرنے کے بعد وہیں سو جانا چاہتا تھا۔ اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں دوسرے بیڈروم سے ٹیلیفون اٹھا کر اس بیڈروم میں لے آیا تھا جو کرسٹوفر میکی کے لیے مخصوص تھا۔ بستر سے اٹھ کر کرسی کے پاس آیا۔ سامنے چھوٹی سی تپائی پر ٹیلیفون رکھا ہوا تھا۔ میں نے ٹیلیفون اٹھا کر کہا۔ "میکی آف یور ریسیور۔"

دوسری طرف سے لیلیٰ ثانی کی آواز سنائی دی۔ وہ سارا آئزک کی حیثیت سے بول رہی تھی۔ "ہیلو مسٹر میکی! ابھی مجھے معلوم ہوا ہے کہ پچھلی رات آپ پر حملے ہوئے تھے۔ میں نے آپ کی خیریت معلوم کرنے کے لیے ٹیلی فون کیا ہے۔ اب آواز سُن کر یقین سے کہہ سکتی ہوں، آپ بخیریت ہیں۔"

"شکریہ مس آئزک! میں بخیریت ہوں۔ بیروت جیسے بڑے شہر میں تم پہلی لڑکی ہو جس نے فون کے ذریعے میری خیریت دریافت کی ہے۔ بائی دی وے، تمھیں میری ذات سے اتنی دلچسپی کیوں ہے؟"

"ایک تو یہ کہ آپ یہودیوں کے دوست ہیں۔ دوسرے میں اس شہر میں اجنبی ہوں۔ مجھے آپ سے بہتر ساتھی نظر نہیں آیا۔ اس لیے دوستی کی پیش کش کی تاکہ بیروت میں اچھا وقت گزار سکوں۔"

"مس آئزک! مجھے یاد ہے، پچھلی شام میں نے کہا تھا کہ اگر میری زندگی کی یہ بھیانک رات گزر جائے میں زندہ سلامت رہ جاؤں تو آج سے آپ کی دوستی قبول کر لوں گا۔ میں اپنے وعدے پر قائم ہوں۔ ابھی تو نیند پوری کرنے جا رہا ہوں۔ تم دوپہر کو کسی وقت رابطہ قائم کرو۔ پھر ہماری ملاقات ہوگی۔"

"یقیناً آپ کو آرام سے سو جانا چاہیے لیکن اتنا بتا دیجیے، حملہ کرنے والے کون تھے؟"

میں سمجھ گیا۔ اُس نے پچھلی رات لیلیٰ ثانی کی حیثیت سے کرسٹوفر میکی پر حملہ کیا تھا۔ وہ معلوم کرنا چاہتی تھی، کرسٹوفر میکی اس سے خوفزدہ ہے یا نہیں۔ میں نے کہا۔ "کئی حملہ آور تھے۔ ان میں دو لڑکیاں تھیں۔ ایک نے اپنا نام لیلیٰ ثانی بتایا تھا۔ دوسری گونگی تھی، نہ کچھ بولتی تھی نہ اپنا چہرہ دکھاتی تھی۔ شاید وہ فلسطینی مجاہدہ تھی۔ بہرحال میں نے دونوں سے نمٹ لیا۔ کسی طرح اپنی جان بچا لی۔ اب میرے دشمنوں کی خیر نہیں ہے۔ میرے ستارے کہتے تھے کہ میں بچ گیا تو میرے دشمن میرے ہاتھوں سے نہیں بچیں گے۔"

"آپ نے لیلیٰ ثانی کے خلاف رپورٹ درج کرائی ہوگی؟"

"ہرگز نہیں۔ میں نے پولیس والوں کے سامنے لیلیٰ ثانی کا نام بھی نہیں لیا۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا۔ "کیوں؟"

"یوں کہ میں اس کا نام لے کر خواہ مخواہ بیروت میں سنسنی پھیلانا نہیں چاہتا۔ یہودیوں نے اسرائیلی سرزمین پر لیلیٰ ثانی کو بہت اہمیت دی جس کی وجہ سے وہ سر چڑھ گئی ہے۔ آخر اس لڑکی کی حیثیت ہی کیا ہے۔ وہ بیروت آگئی ہے۔ گویا اُس کی موت اُسے کھینچ لائی ہے۔ میں اُسے چٹکیوں میں مسل دوں گا۔ کسی کو پتا بھی نہیں چلے گا کہ لیلیٰ یہاں دہشت پھیلانے آئی تھی۔"

"میں خود لیلیٰ ثانی کا سر کچلنے آئی ہوں۔ مجھے پتا چلا تھا کہ وہ بیروت آگئی ہے، لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ آپ اتنی آسانی سے اس کا سر کچلنے کا دعویٰ کس طرح کرتے ہیں؟"

میں نے ایک قہقہہ لگایا، پھر کہا۔ "میرے ستارے کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔ یہ بات پچھلی رات ثابت ہو چکی ہے۔ اب میں ایک نیا انکشاف کر رہا ہوں۔ اسے تم اپنی ذات تک محدود رکھو۔

کسی کو نہ بتانا۔"

اس نے متجسس ہو کر پوچھا: "ہاں، ہاں بتاؤ کیا بات ہے، میں کسی کو نہیں بتاؤں گی۔"

"میرے ستارے بتاتے آرہے ہیں کہ پچھلی رات میں کسی طرح بچ گیا اور زندہ رہ گیا تو آج کے بعد فرہاد علی تیمور سے ٹکراؤں گا۔ جس منحوس ستارے کا سایہ مجھ پر تھا اب وہ فرہاد پر ہے۔ جب تک وہ سایہ اس کے سر پر رہے گا تب تک میرے ہاتھوں سے اس کی موت یقینی ہوگی۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس کی موت کا ذریعہ تم ہوگی۔ میں تمھارے ذریعے اسے ٹریپ کروں گا۔"

لیلیٰ ثانی دم بخود ہو کر یہ باتیں سن رہی تھی۔ اگرچہ نجومیوں کی پیش گوئی پر یقین نہیں کرتی تھی لیکن پچھلی رات ایک پیش گوئی درست ثابت ہو چکی تھی پھر کرسٹوفر کی باتوں سے پتا چل رہا تھا کہ فرہاد اس سے ٹکرائے گا تو وہ یقیناً بیروت آئے گا بلکہ آچکا ہے۔ ایزل ہارڈی نے جاتے وقت جو خط اس کے نام چھوڑا تھا، اس سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ فرہاد بیروت میں ہے۔"

میں نے پوچھا: "کیا تم نے ریسیور رکھ دیا ہے؟"

"آں!" وہ چونک کر بولی: "نہیں، میں سوچ رہی ہوں، اگر تمھاری یہ پیش گوئی درست ثابت ہوگی تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ فرہاد بیروت میں موجود ہے۔"

"یقیناً موجود ہے۔ آج شام تک میرا اس کا سامنا ضرور ہوگا۔"

"اوہ، میری تمنا ہے کہ اس کو ایک نظر دیکھوں۔ اس نے ہم یہودیوں کو بڑا چکر دیا ہے۔ اس سے پہلے کہ وہ تمھارے ہاتھوں مارا جائے، میں اسے ضرور دیکھنا چاہوں گی۔"

"میرا مشورہ ہے تم فرہاد میں زیادہ دلچسپی نہ لو۔ تم لیلیٰ ثانی کا سر کچلنے آئی ہو، میں تمھیں اس کا موقع دوں گا۔ یوں سمجھو کہ تمھارے ذریعے میں فرہاد کو ٹریپ کرکے اسے عبرت ناک انجام تک پہنچاؤں گا اور میرے ذریعے تم لیلیٰ ثانی تک پہنچ کر اس کا فتنہ پاک کرو گی۔ ہم دونوں ایک دوسرے کے تعاون سے اتنا بڑا کارنامہ انجام دیں گے کہ ہماری تاریخ میں اس کا ذکر باقی رہے گا۔"

لیلیٰ نے بے اختیار ریسیور کو کریڈل پر پٹخ دیا۔ بڑبڑانے لگی۔ "اُلّو کا پٹھا! خوش فہمی میں مبتلا ہے کہ میرے ذریعے فرہاد کو ٹریپ کرے گا اور میرا سر کچلے گا۔ میں اس کا سر کچل کر رکھ دوں گی۔ ستاروں کی چالیں بدل دوں گی۔ جب وہ اپنی پیش گوئی کے مطابق یہ ثابت کر سکتا ہے کہ ماہر نجومی ہے، مستقبل کے حالات معلوم کرکے اپنے اوپر آنے والی بلا کو ٹال سکتا ہے تو میں بھی ثابت کر دوں گی کہ ستاروں کی چال کو بدلا جا سکتا ہے۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر ٹہلنے لگی۔ اُسے مجھ پر غصہ آرہا تھا۔ کیونکہ میں اس سے رابطہ قائم نہیں کر رہا تھا۔ حالانکہ میں ایزل ہارڈی کی حیثیت سے ملاقات کر چکا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی: "وہ میرے دماغ میں آسانی سے پہنچ سکتا ہے۔ کیا اتنا ہی مصروف رہتا ہے کہ مجھ سے مل نہیں سکتا۔ ایک ذرا اہمیت نہیں دیتا۔ پھر میں کب کہتی ہوں کہ مجھے اہمیت دے لیکن یہ تو سمجھے کہ رابطہ قائم کرنے سے پہلے بُرے حالات کا علم ہوتا ہے۔ اگر ابھی وہ میرے دماغ میں ہوتا تو میں اسے بتاتی کہ کرسٹوفر میکی کے عزائم کیا ہیں۔ اس کے ستاروں کی چال اس کے خلاف ہے۔ اسے ہوشیار رہنا چاہیے۔ میں اسے کس طرح خبردار رہنے کے لیے کہوں؟"

وہ بہت بے چین تھی۔ میرے لیے پریشان تھی۔ اپنے طور پر حفاظت کرنے کے منصوبے بنا رہی تھی لیکن میرے تعاون کے بغیر بہت سی باتیں ممکن نہیں تھیں۔ اسی لیے اس پر جھنجلاہٹ طاری تھی۔ ٹہلتے ٹہلتے تھک کر بستر پر گر پڑی۔

پھر وہی تنہائی۔ پھر وہی احساس کہ ایک روگ لگ گیا ہے۔ روگ جو اسے غیر شعوری طور پر تھکا دیتا ہے۔ بستر پر گرا دیتا ہے۔ ایک انجانی قوت نے اسے اٹھا کر پٹخ دیا ہو۔ کیا اس انجانی قوت کا نام محبت ہے؟ وہ سرد آہیں بھرنا نہیں جانتی تھی۔ جو بات بات پر سرد آہیں بھرتے ہیں، وہ محبت میں جھوٹے ہوتے ہیں، کیونکہ سرد آہیں بے اختیار دل کی گہرائیوں سے نکلتی ہیں۔ انھیں اپنے ہونٹوں تک خود لانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ لیلیٰ کے دل کی گہرائیوں سے خود بخود ایک سرد آہ نکلی۔

"آہ۔"

یہ اس کی زندگی کی پہلی سرد آہ تھی۔

چونکہ پہلی تھی، اس لیے اچھوتی اور سچی تھی، صرف اس کے لیے تھی۔

ایک آہ کی عمر ہوتی کیا ہے؟ پانی کے بلبلے سے بھی کم، ہونٹوں سے نکلی اور فضا میں تحلیل ہو گئی۔

اے مختصر سی کم عمر آہ، کیا تو ہوا کے دوش پر پرواز کرتے ہوئے اس بے پروا تک نہیں پہنچ سکتی؟

❀❀❀

جب میں پچھلی بار سجاد کے پاس پہنچا تھا تو صبح کے چار بجے تھے۔ وہ گہری نیند میں تھا۔ اس کے دماغ سے پتا چلا کہ وہ اعلیٰ بی بی بخیریت ہیں۔ بلیک شیڈو کے آدمی انھیں دوسری پیرس پہنچانے والے ہیں۔ کیونکہ پیرس میں بلیک شیڈو کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ میں دونوں کی طرف سے مطمئن ہو کر وہاں سے چلا آیا تھا۔ فاؤنڈر کو میں بالکل بھول گیا تھا۔ میں نے جمی کو مشورہ دیا تھا کہ جزیرے میں اپنے آدمیوں کے ساتھ ہیلی کاپٹر میں جائے، مرجانہ اور بلیا کو وہاں سے نکال لائے۔

جمی نے کہا تھا: "فرہاد صاحب! آپ کسی بلیک شیڈو کے چکر میں پڑ گئے ہیں؟ پہلے میں آپ کو اور اعلیٰ بی بی کو اس سے نجات دلاؤں گا۔ جہاں تک جزیرے کا تعلق ہے، میرے گوریلا فائٹر بہت تربیت یافتہ اور تجربہ کار ہیں۔ وہ مرجانہ اور بلیا کو بھی لے آئیں گے اور نوگو ہنٹر کا بھی کام تمام کر دیں گے۔"

مجھے یاد رکھنا چاہیے تھا کہ جمی فاؤنڈر کسی وقت بھی اعلیٰ بی بی اور سجاد تک پہنچے گا۔ پھر انھیں بلیک شیڈو کے چنگل سے چھڑانے کی ہر ممکن کوشش کرے گا۔ میں بے پناہ مصروفیات کے باعث اکثر باتیں بھول جایا کرتا ہوں۔ میرے بھولنے سے کیا ہوتا ہے، دشمن تو نہیں بھولتے۔ وہ اپنے وقت پر اپنا کام کر گزرتے ہیں۔ جمی فاؤنڈر وہاں پہنچ گیا تھا۔

میں چار بجے سجاد کے دماغ سے گیا تھا۔ جمی فاؤنڈر سوا چار بجے ان کے بیڈروم میں پہنچ گیا۔ اب وہ سخت پہرے کے باوجود اندر کیسے پہنچا، اس کی تفصیل ضروری نہیں ہے۔ وہ ایک مانا ہوا سیکرٹ ایجنٹ تھا۔ رکاوٹوں اور سخت پہروں سے گزرنے کا ہنر جانتا تھا۔ بہرحال بیڈروم میں پہنچتے ہی اس نے آہستگی سے سجاد کو آواز دی: "مسٹر فرہاد!"

اس نے شانے پر ہاتھ رکھ کر ہولے سے جھنجھوڑتے ہوئے دوبارہ آواز دی تو سجاد اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اسے اجنبی نظروں سے دیکھنے لگا۔ اجنبی تو وہ تھا کیونکہ سجاد بہ حیثیت فرہاد علی تیمور اسے نہیں جانتا تھا۔ جمی سے تو میں دماغی رابطہ قائم کرتا رہا تھا۔ جمی نے کہا: "فرہاد صاحب! مجھے پہچانیے — میں جمی فاؤنڈر ہوں۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا: "کون جمی فاؤنڈر؟"

وہ مسکراتے ہوئے بولا: "آپ نیند سے بیدار ہوتے ہی مذاق فرما رہے ہیں۔ میرے دماغ میں جھانک کر دیکھیے۔ ابھی آپ کو پتا چل جائے گا۔"

سجاد اُس وقت تک بیڈ کے دوسرے سرے تک پہنچ گیا تھا۔ وہ بستر سے اتر کر تن کر کھڑا ہو گیا۔ کہنے لگا: "تم یہاں کیا چال چلنے آئے ہو؟ کون ہو تم؟ یہ نہ سمجھنا کہ آسانی سے آگئے ہو تو آسانی سے جا بھی سکو گے۔"

"یہ آپ کیا فرما رہے ہیں؟ پلیز! میرے دماغ میں جھانک کر دیکھیے، آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ میں جمی فاؤنڈر ہوں!"

"تم میرے ان دشمنوں میں سے ہو جو میرے خلاف احمقانہ چالیں چلتے ہیں اور سمجھتے ہیں، میں اُن کے فریب میں آجاؤں گا۔ اگر تم مجھے بچی طرح پہچانتے ہو تو کیا یہ نہیں جانتے کہ میری خیال خوانی کی صلاحیتیں فی الحال ختم ہو چکی ہیں۔ میں دماغی طور پر کمزور ہوں۔"

جمی ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔ حیرانی سے سجاد کو دیکھتے ہوئے بولا: "آپ تھوڑی دیر پہلے تک مجھ سے دماغی رابطہ قائم کرتے رہے ہیں۔ مجھے مشورے دیتے رہے ہیں۔ میں نے آپ کے مشوروں پر عمل کیا ہے۔ آپ کے کہنے کے مطابق میرے گوریلے فائٹر اس وقت جزیرے میں گھمسان کی لڑائی میں مصروف ہوں گے۔ شاید وہ مرجانہ اور بلیا کو وہاں سے یہاں لے بھی آئے ہوں گے۔"

وہ کہہ رہا تھا اور سجاد حیرانی سے منہ کھولے اس کی باتیں سن رہا تھا۔ اس کے ساتھ والا کمرہ اعلیٰ بی بی کا بیڈروم تھا۔ دونوں کمروں میں آمد و رفت کے لیے ایک درمیانی دروازہ تھا۔ اعلیٰ بی بی اس دروازے سے لگی جمی فاؤنڈر اور سجاد کی باتیں سن رہی تھی اور سمجھ رہی تھی کھیل بگڑ رہا ہے۔

پہلے تو اس نے سوچا، دروازہ کھول کر سجاد کے کمرے میں جائے اور جمی فاؤنڈر سے بات کرے۔ پھر اس کی ذہانت نے اسے سمجھایا، جمی سے ابھی سامنا نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ سجاد خیال خوانی نہیں کر سکتا، جبکہ جمی بضد ہے کہ وہ خیال خوانی کر سکتا ہے۔ ایسی صورت میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟

اگر وہ تسلیم کرے گی کہ فرہاد نے خیال خوانی نہیں کی ہے تو سوال یہ پیدا ہوگا کہ جمی سے کس نے دماغی رابطہ قائم کیا تھا؟ تب یہ کہنا پڑے گا کہ دماغی رابطہ قائم کرنے والا فرہاد نہیں تھا بلکہ رسونتی تھی۔

اگر خیال خوانی کا تعلق رسونتی سے ظاہر کیا جائے تو وہ نیپال میں پھنسی ہوئی ہے۔ جب تک وہاں سے نہ نکلے، اس کی خیال خوانی کو دنیا والوں کے سامنے ظاہر نہیں کرنا چاہیے۔ اگر اسکی خیال خوانی کو ظاہر نہ کیا گیا تو سوال یہ پیدا ہوگا، اب تک کس نے جمی فاؤنڈر اور اسرائیل کے اعلیٰ حکام سے دماغی رابطہ قائم کیا، اور فرہاد بن کر کیا، جو بھی ایسا کر رہا ہے وہ کون ہو سکتا ہے؟ کیا فرہاد اور رسونتی کے علاوہ کوئی تیسرا شخص بھی ہے جو ٹیلی پیتھی جانتا ہے اور اپنی اصلیت چھپا کر خود کو فرہاد کی حیثیت سے پیش کر رہا ہے؟

یہ آخری بات اعلیٰ بی بی کے دل کو لگی۔ اُس کے دماغ نے سمجھایا، فی الحال اسرائیلی حکام، یہودیوں اور دوسرے تمام دشمنوں کو اس نکتے پر الجھایا جائے کہ کوئی تیسرا شخص بھی ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ خیال خوانی کر رہا ہے اور خود کو فرہاد کی حیثیت سے پیش کر رہا ہے۔

یہ طے کرکے وہ دروازہ کھولتے ہوئے سجاد کے کمرے میں جانا چاہتی تھی پھر رک گئی۔ اس کا دماغ ہمیشہ ان حالات میں چونکا دیتا تھا، جب وہ کوئی غلطی کرنے جاتی تھی۔ ایسی ذہنی صلاحیتیں بڑی مشقوں کے بعد حاصل ہوتی ہیں۔ بہرحال اس کے دماغ نے کہا: "اگر وہ ابھی جمی کے پاس جائے گی اور گفتگو کے دوران یہ ثابت ہوگا کہ نہ تو فرہاد خیال خوانی کر رہا ہے اور نہ رسونتی۔ کوئی تیسرا شخص ایسا کر رہا ہے تو جمی کہے گا "مادام اور فرہاد صاحب میرے ساتھ چلیں۔"

اس کے ساتھ جانے کا مطلب یہ ہوا کہ دوبارہ اسرائیل پہنچ کر وہ معزز مہمان کی حیثیت سے یہودیوں کے قیدی بن کر رہ جائیں گے۔ جمی کو یہاں سے ٹالنا ضروری تھا۔

وہ اپنے بیڈروم کے دوسرے دروازے کے پاس گئی۔ اسے

کھول کر ایک کوریڈور سے گزرتے ہوئے ڈرائنگ روم میں پہنچی۔ وہاں ٹیلیفون رکھا ہوا تھا۔ اس نے ریسیور اٹھا کر ایک نمبر ڈائل کیا۔ بلیک شیڈو کے خاص ماتحت نے اُسے کئی فون نمبر بتلائے تھے تاکہ ضرورت کے وقت ان سے رابطہ قائم کر سکے۔

رابطہ قائم ہو گیا۔ اس نے آہستگی سے کہا: "میں اعلیٰ بی بی بول رہی ہوں۔"

دوسری طرف سے بلیک شیڈو کے خاص ماتحت کی آواز سنائی دی: "مادام! میں آپ کا خادم ہوں۔ فرمائیے؟"

"تم لوگوں نے اس بنگلے کے اطراف کس قسم کا پہرہ لگایا ہے۔ سب ناکارہ ہیں۔ ایک اسرائیلی سیکرٹ ایجنٹ فرہاد صاحب کے کمرے میں پہنچ گیا ہے۔ انھیں وہاں سے لے جانا چاہتا ہے۔ فوراً یہاں پہنچو۔ ورنہ ہم دونوں اسرائیل پہنچا دیے جائیں گے۔"

"آپ فکر نہ کریں۔ ہم پلک جھپکتے ہی پہنچ رہے ہیں۔"

"ایک بات خاص طور پر یاد رکھنا۔ تم اور تمھارے آدمی یہاں پہنچنے کے بعد یہ ہرگز نہیں کہیں گے کہ میں نے ابھی اطلاع دی تھی۔"

"آپ مطمئن رہیں۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ کوریڈور سے قدموں کی چاپ سنائی دے رہی تھی۔ پھر سجاد اور جمی فاؤنڈر نظر آئے۔ سجاد نے اعلیٰ بی بی کو دیکھتے ہی آگے بڑھ کر کہا: "میں تمھارے بیڈ روم میں گیا تھا۔ تم یہاں کیا کر رہی ہو؟"

"صبح ہونے والی ہے۔ نیند اڑ گئی تو سوچا کسی سے چائے منگوائی جائے اس لیے فون کرنے آئی ہوں۔"

جمی نے پریشان ہو کر پوچھا: "مادام! آپ نے کسی کو فون تو نہیں کیا؟"

"ابھی تک تو نہیں کیا۔ سوچ رہی ہوں۔"

"پلیز! کسی کو فون نہ کریں۔ میرے ساتھ چلیں۔"

"تم کون ہو؟ مجھ سے اتنی بے تکلفی سے گفتگو کیوں کر رہے ہو؟"

وہ سنبھل کر بولا: "سوری مادام! آپ مجھے نہیں جانتیں لیکن میں تل ابیب میں آپ کو دیکھ چکا ہوں۔ میں اسرائیلی سیکرٹ سروس سے تعلق رکھتا ہوں۔ آپ لوگوں کو یہاں سے لے جانے آیا ہوں۔"

سجاد نے کہا: "یہ میرے متعلق کچھ عجیب باتیں کر رہے ہیں۔ ابھی فرما رہے تھے کہ میں خیال خوانی کے ذریعے ان سے اور ان کے اعلیٰ حکام سے رابطہ قائم کرتا رہا ہوں۔ تم بتاؤ، کیا میں خیال خوانی کر سکتا ہوں؟"

اعلیٰ بی بی نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے جمی فاؤنڈر کو دیکھا پھر کہا: "یہاں بیٹھ جائیں اور سہولت سے بات کریں۔ میں آپ کو نہیں پہچانتی۔ لیکن آپ کا تعلق اسرائیل سے ہو یا نہ ہو، ہم ربی اسفندیار کے دوست ہیں۔ چونکہ ربی کے دوست ہیں، اس لیے یہودیوں کے بھی دوست ہیں، اگر تم ان سے تعلق رکھتے ہو، ہمیں لے جانے آئے ہو تو ہم تمھارے ساتھ ضرور چلیں گے۔ اگر فریب دینے آئے ہو تو ہم فریب کا جواب فریب سے دینا جانتے ہیں۔"

"مادام! آپ کچھ بھی سمجھیں لیکن اس نئی مصیبت سے نکل چلیں۔"

"میں ضرور چلوں گی لیکن یہ خیال خوانی والا چکر کیا ہے؟ کیا تم پر کسی نے دماغی رابطہ قائم کیا تھا؟"

"جی ہاں، جب فرہاد صاحب کہہ رہے ہیں کہ یہ خیال خوانی کے قابل نہیں ہیں تو ایک ہی بات سمجھ میں آتی ہے اور وہ یہ کہ مادام رسونتی ہمیں بے وقوف بنا رہی ہیں۔"

"میں نہیں مانتی۔ اگر رسونتی خیال خوانی کرتی تو یقیناً ہم سے رابطہ قائم کرتی۔ دوست بن کر نہ کرتی تو دشمن بن کر کرتی۔ فرہاد نے اسے طلاق دی ہے۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے فرہاد سے ضرور انتقام لیتی یا جیلس کرنے کے لیے اس کے دماغ میں پہنچتی۔"

جمی فاؤنڈر نے تائید میں سر ہلا کر کہا: "ہاں، میں نے اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا۔ مادام دوست یا دشمن بن کر آپ سے رابطہ قائم کر سکتی تھیں۔ چیلنج کے انداز میں اپنے آپ کو رسونتی کہہ کر پیش کر سکتی تھیں۔ لیکن کوئی خود کو فرہاد علی تیمور کہہ رہا ہے۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا: "یہ بڑی ہی حیرت انگیز بات ہے مسٹر جمی، فرہاد تو تمھارے سامنے موجود ہیں۔ تم نے دیکھ لیا کہ یہ خیال خوانی کے قابل نہیں رہے۔ دوسری رسونتی ہے۔ رسونتی کے متعلق مجھے یقین ہے کہ اس کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں بحال نہیں ہو سکی ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے، کوئی تیسرا شخص ہے اور اگر تیسرا شخص ہے تو بڑی حیرت کی بات ہے کہ وہ خود کو فرہاد بنا کر کیوں پیش کر رہا ہے؟"

"مادام! اس مسئلے پر خاصی بحث ہو سکتی ہے۔ یہاں مناسب نہیں ہے۔ پہلے ہم یہاں سے نکل چلیں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ایک آواز کمرے میں گونجنے لگی: "معزز مہمانوں کو کہاں لے جانا چاہتے ہو؟ کون ہو تم؟"

وہ سب چونک کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگے۔ بولنے والا نظر نہیں آ رہا تھا۔ ظاہر تھا، کہیں خفیہ اسپیکر ہے وہیں سے آواز آ رہی تھی۔ اچانک جمی فاؤنڈر نے ایک جست لگائی۔ دیکھتے ہی دیکھتے دروازے کے پاس پہنچا۔ پھر وہاں سے کوریڈور کی طرف دوڑتا چلا گیا۔ اس کے قدموں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ اسپیکر سے کوئی کہہ رہا تھا: "بچ کر نہیں جا سکو گے۔ یہاں آنا ممکن ہے، واپس جانا ممکن نہیں۔"

اس کے ساتھ ہی باہر سے فائرنگ کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ وقفے وقفے سے فائرنگ ہو رہی تھی۔ کبھی کبھی بھاگتے قدموں کی آوازیں سنائی دیتی تھیں۔ یقیناً بلیک شیڈو کے آدمی بنگلے کے اندر اور باہر پھیل گئے تھے۔ جمی کا وہاں سے بچ کر جانا ناممکن ہی تھا۔

لیکن اسرائیلی حکومت، جمی فاؤنڈر پر ناز کرتی تھی۔ اس کے متعلق مشہور تھا کہ وہ جس مہم پر روانہ ہوتا ہے، وہاں سے ناکام نہیں آتا۔ اس وقت وہ ناکام چلا گیا تھا۔ اعلیٰ بی بی اور فرہاد کو ساتھ نہیں لے جا سکا تھا، لیکن وہ مصلحت پسند تھا۔ جب اس نے دیکھا ہوگا کہ تنہا ہی خود کو بچا کر نکالنا دشوار ہے تو اس نے فی الحال فرہاد اور اعلیٰ بی بی کا خیال چھوڑ دیا ہوگا تاکہ دوسری بار آ کر کوشش کر سکے۔

وہ سب یونان کے ساحلی علاقے میں تھے۔ جمی کا بنگلہ وہاں سے تقریباً پندرہ میل کے فاصلے پر تھا۔ جب وہ بنگلے میں پہنچا تو اس کے گوریلا فائٹر جزیرہ یونائی سس سے واپس نہیں آئے تھے۔ وہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے اسرائیلی سیکرٹ سروس کے چیف آفیسر سے رابطہ قائم کرنے لگا۔ اگر میں اس وقت دماغی طور پر موجود ہوتا تو اُسے بہکا دیتا۔ اعلیٰ بی بی کی پلاننگ کے مطابق یہی تاثر دیتا کہ میں فرہاد نہیں، کوئی تیسرا شخص ہوں۔ کون ہوں؟ یہ ابھی نہیں بتاؤں گا۔ پہلے اپنے قدم مختلف انداز میں جما رہا ہوں۔ جب فرہاد کی طرح میری پوزیشن مستحکم ہو جائے گی تو خود کو دنیا والوں پر ظاہر کروں گا۔

جب رابطہ قائم ہو گیا تو اس نے اپنے چیف آفیسر کو سجاد کے متعلق بتایا۔ دوسری طرف سے وہ سنتا رہا۔ پھر اس نے کہا: "ایک منٹ ٹھہرو۔ میں ابھی رابطہ قائم کرتا ہوں۔"

تھوڑی دیر بعد پھر رابطہ قائم ہوا۔ چیف آفیسر نے کہا: "میں نے اپنے اعلیٰ حکام کو اطلاع دے دی ہے، ربی اسفندیار بھی اپنی جگہ موجود ہیں۔ وہ سب تمھاری رپورٹ سن رہے ہیں۔ تم فرہاد علی تیمور سے کس طرح ملے اور کیا باتیں ہوئیں، تفصیل سے بتاؤ۔"

جمی فاؤنڈر تفصیل سے بتانے لگا کہ کس طرح بلیک شیڈو کے اڈے میں داخل ہوا تھا۔ وہاں اعلیٰ بی بی اور فرہاد سے ملاقات ہوئی تو انکشاف ہوا کہ فرہاد ٹیلی پیتھی کے ذریعے رابطہ قائم نہیں کرتا رہا۔ کوئی تیسرا شخص ہے۔

دوسری طرف سے کہا گیا: "کوئی تیسرا شخص نہیں۔ وہ یقیناً رسونتی ہوگی۔"

جمی نے رسونتی کے سلسلے میں اعلیٰ بی بی کا نکتۂ نظر پیش کیا۔ دوسری طرف سے کہا گیا: "کوئی ضروری نہیں ہے کہ رسونتی دوست یا دشمن بن کر فرہاد سے رابطہ قائم کرتی اور اسے چیلنج کرتی، ہو سکتا ہے، وہ فرہاد وغیرہ سے بھی اپنی ٹیلی پیتھی کو راز میں رکھنا چاہتی ہو۔ شاید نیپال سے نکلنے کے بعد خود کو دنیا والوں پر ظاہر کرنا چاہتی ہو۔"

"جناب! ایک بات سمجھ میں نہیں آئی۔ آپ بھی اس پوائنٹ پر غور کریں۔ فرہاد سے پہلے رسونتی ہماری وفادار تھی۔ اس کی وفاداری میں کسی قسم کا شبہ نہیں تھا۔ پھر وہ کیسے غداری کر رہی ہے؟ کیوں ہمیں فریب دے رہی ہے؟"

"اب تک شاید اس لیے وفادار تھی کہ اسے اصلی پارس کے سلسلے میں کچھ نہیں معلوم تھا۔ ہم نے اُسے یہ سمجھا رکھا تھا کہ اس کی گود میں جو پارس ہے وہی اصلی ہے۔ نیپال پہنچتے ہی یہ بھید کھل گیا۔ حالات بتلاتے ہیں، جن دنوں سونیا نے تل ابیب میں ہنگامے کیے اور چیلنج کرتے ہوئے ہمارے اہم ترین افراد کو قتل کرتی رہی، اسی دوران میں شاید اس نے رسونتی سے رابطہ قائم کیا ہو اور اسے اصلی پارس کے متعلق بتایا ہو۔"

ایک ذرا توقف کے بعد کہا گیا: "رسونتی کے متعلق سب جانتے ہیں کہ وہ سونیا کی عقیدت مند ہے۔ جتنی نفرت وہ فرہاد سے کرتی رہی اتنی ہی شدت سے سونیا سے محبت کرتی رہی۔ سونیا نے اسے یقین دلایا ہوگا کہ جب وہ نیپال پہنچے گی تو اصلی پارس اس کے پاس پہنچا دیا جائے گا، اور وہ اصلی پارس اس کے پاس پہنچا دیا گیا۔ ہماری دوستی کے پیچھے جو فراڈ تھا اور جس طرح ہم نے اسے فرضی پارس کے ذریعے دھوکا دیا، اس کے پیش نظر اب وہ ہماری وفادار نہیں رہ سکتی۔ اس لیے اپنی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کو چھپا رہی ہے۔ بہرحال! اب یہ ہمارا مسئلہ ہے۔ ہم رسونتی سے نمٹ لیں گے۔ تمھارا کام کسی طرح فرہاد اور اعلیٰ بی بی کو یہاں لانا ہے۔"

"میرے آدمی جزیرہ یونائی سس سے مرجانہ اور ریلیا کو لانے والے ہیں۔ وہ بھی ہمارے لیے اہم مہرے ہیں۔ صرف فرہاد اور اعلیٰ بی بی کو ہی نہیں، میں ان دونوں کو بھی ساتھ لے کر آؤں گا۔"

"شاباش، ہمیں تم سے یہی توقع ہے۔"

یہ تمام باتیں میری غیر حاضری میں ہو رہی تھیں۔ یہ جو کچھ بھی ہو رہا اس کے نتیجے میں ان کا شبہ رسونتی کی طرف جا رہا تھا۔ اب وہ رسونتی کے خلاف اور سخت محاذ آرائی کرنے کے متعلق جانے کیا کچھ کر رہے ہوں گے۔ انھوں نے جھنجلا کر بھارتی سرکار کو بھی اس کی خیال خوانی کے متعلق بتا دیا ہوگا۔ یہ سوچ کر میں فوراً رسونتی کے پاس پہنچ گیا۔ پھر اس کے ذریعے عزت علی کے دماغ میں پہنچ کر اسے تازہ صورت حال سے آگاہ کیا۔ اس نے تمام باتیں سننے کے بعد کہا: "یقیناً اب اسرائیلی حکام جھنجلا گئے ہوں گے۔ لیکن میں اس بات سے متفق نہیں ہوں کہ جھنجلاہٹ میں وہ آپ کی خیال خوانی کے سلسلے میں دوسروں کو آگاہ کریں گے۔ وہ تو اس کو راز میں رکھیں گے اور ہر ممکن طریقے سے آپ کو حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔"

عزت علی درست کہہ رہا تھا۔ اس نے حوصلہ دیا: "جو کچھ بھی ہو رہا ہے اس سے آپ قطعی فکرمند نہ ہوں۔ میں نے وعدہ کیا ہے۔ آپ کو انشاء اللہ ہر حال میں بچوں کے ساتھ بخیریت بنکاک پہنچاؤں گا۔ بنکاک سے آپ لوگوں کے لیے دوسرے طیارے میں سیٹیں ریزرو ہیں۔ وہاں سے ایک گھنٹے بعد آپ پیرس کے لیے روانہ ہو جائیں گی۔ جب تک بنکاک سے روانہ نہیں ہوں گی، میرے آدمی ہر لمحہ مستعد رہیں گے۔ آپ کی نگرانی کرتے رہیں گے کسی دشمن کا سایہ بھی نہیں پڑنے دیں گے۔ آپ بالکل مطمئن رہیں۔"

ہم مطمئن تھے۔ میں نے رسونتی سے کہا: "مجھے سونے کا موقع

نہیں مل رہا ہے۔ یہاں ساڑھے سات بجے ہیں۔ تمہارے ہاں اس وقت ساڑھے گیارہ بج رہے ہوں گے۔ دو گھنٹے بعد تم ایئرپورٹ جاؤ گی تو وہاں میری ضرورت پیش آئے گی۔"

"دو گھنٹے بہت ہوتے ہیں۔ تم سو جاؤ۔ میں ضرورت کے وقت تمھیں آکر جگا دوں گی۔"

میں اپنے دماغ کو ہدایات دے کر سو گیا۔ دو گھنٹے پہلے ہی میری آنکھ اچانک کھل گئی۔ چونکہ میں نے سگریٹ پینا چھوڑ دیا تھا اور کوئی نشہ بھی نہیں کرتا تھا، اس لیے میری سانسیں قابو میں رہتی تھیں۔ پرائی سوچ کی لہروں کو فوراً میرا دماغ محسوس کر لیتا تھا۔ رسونتی مجھے جگانے آئی تھی۔ اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی میں بیدار ہو گیا۔ اس نے کہا۔

"میں ایئرپورٹ جا رہی ہوں۔ میرے ساتھ رہو۔"

وہ ایک کار میں بیٹھی ایئرپورٹ کی طرف جا رہی تھی۔ اس کے پاس کوئی پارس نہیں تھا۔ اس نے کہا: "فرہاد! دل گھبرا رہا ہے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے اپنے بچوں کو سوٹ کیس میں سلنڈر کے ساتھ بند ہوتے دیکھا ہے۔ میرا دل بُری طرح دھڑک رہا تھا۔ میں ہر سانس میں اپنے بچوں کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ رہی ہوں کہ وہ بخیریت رہیں۔ انھیں کوئی نقصان نہ پہنچے۔"

"وہ افیم کے نشے میں سو رہے ہوں گے؟"

"ہاں، وہ آرام سے سو رہے ہیں۔"

"فکر نہ کرو سب ٹھیک ہو جائے گا۔ اپنے چہرے پر ذرا بھی گھبراہٹ نہ آنے دو۔ تم ایک اجنبی عورت کے میک اپ میں ہو۔ دشمن تمھیں بغور دیکھیں گے۔ تمھارے چہرے کے میک اپ کو سمجھنے کی کوشش کریں گے۔ چہرے کے تاثرات ذرا بھی بگڑے تو ہمارا کام بگڑ جائے گا۔"

میں اسے تسلیاں دیتا رہا اور باتھ روم میں جا کر منہ ہاتھ دھوتا رہا۔ پھر میں نے سونیا سے رابطہ قائم کیا۔ وہ دوسری گاڑی میں بیٹھی ایئرپورٹ جا رہی تھی۔ اس نے کہا: "ہماری پلاننگ میں ذرا تبدیلی ہو گئی ہے۔ وہ کل کی فلائٹ سے آئے گی۔"

"یہ اچھا ہوا۔ تم دونوں ایک ہی فلائٹ سے جاتیں تو دشمن اور زیادہ شبہ کرتے۔ دونوں کے سامان سے کوئی غیر قانونی چیز برآمد ہوتی یا نہ ہوتی لیکن وہ سختی سے چیک کرتے اور کسی نہ کسی الزام میں دونوں کو یہیں رکنے پر مجبور کر دیتے۔"

"یہی سوچ کر میں نے رسونتی کو مشورہ دیا تھا کہ وہ ایک اجنبی عورت کے میک اپ میں رہے۔ اسے کوئی پہچان نہیں سکے گا بشرطیکہ وہ اینٹی میک اپ کیمرے کے سامنے سے بخیریت گزر جائے اور اللہ نے چاہا تو ایسا ضرور ہو گا۔ باقی میں اور شبانہ رہ جاتی ہیں۔ شبانہ نہیں جائے گی تو صرف مجھ پر کڑی نظر رکھی جائے گی۔ میں اپنے لوگوں سے نمٹ لوں گی۔"

"کیا تم عزت علی کی پلاننگ سے پوری طرح مطمئن ہو؟"

"اس دوران میں تم سے بات کرنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ رسونتی نے مجھے اس کی پلاننگ بتائی تھی۔ سچ پوچھو تو بالکل یہی پلاننگ میری تھی۔ میں دونوں بچوں کو الگ الگ سوٹ کیسوں میں گیس سلنڈر کے ساتھ بند کر کے اسمگل کرنا چاہتی تھی۔ اس کے لیے میں نے جیمز میکلے سے دس ہزار ڈالر نقد لے کر کسٹم آفیسر کے ہاتھ میں رکھ دیے تھے۔ اس سے وعدہ کیا تھا کہ جیسے ہی میرے دونوں سوٹ کیس طیارے میں پہنچیں گے اسے دس ہزار ڈالر اور مل جائیں گے۔ اس آفیسر نے اپنی زندگی میں دس ہزار ڈالر کبھی یکمشت نہیں دیکھے تھے۔ وہ میرے اشاروں پر ناچنے کے لیے تیار ہو گیا۔ اس کے علاوہ جیمز میکلے کا اثر و رسوخ ہے۔ یہاں کے کسٹم والے ہر ماہ اس سے اچھی خاصی رقم وصول کرتے رہتے ہیں۔ اس لیے انھوں نے کہہ دیا تھا، اگر بھارتی انٹیلی جنس والے مداخلت نہ کریں تو وہ ہمارا کوئی بھی مال یہاں سے جانے دیں گے۔ بہرحال جب عزت علی نے یہ ذمے داری لے لی ہے تو ہمارے سر سے بوجھ ٹل گیا ہے۔ میں پوری طرح مطمئن ہوں کہ ہمارے دونوں بچے بخیریت بنکاک پہنچ جائیں گے۔"

"میں رسونتی کے پاس جا رہا ہوں۔"

"ایک اہم بات سن لو۔ میں نے عزت علی کی پلاننگ میں ذرا تبدیلی کی ہے۔ تھوڑی دیر پہلے رسونتی کو بھی بتا دیا۔ تمھیں بھی بتا رہی ہوں۔ وہاں اینٹی میک اپ کیمرے کے سامنے عورتیں ایک قطار میں کھڑی ہوتی ہیں۔ باری باری اس کیمرے کے سامنے سے گزرتی ہیں اور اپنے چہروں کے تینوں زاویے پیش کرتی ہیں۔ جب رسونتی اس قطار میں جائے گی تو اس سے آگے ایک عورت ہو گی جو نیلی ساڑی اور نیلے بلاؤز میں ہو گی، وہ عورت ڈبل میک اپ میں ہے۔ پہلے میک اپ میں وہ سانولے چہرے کی ایک عورت ہے۔ اس کے نیچے جو میک اپ ہے وہ رسونتی کا گورا گلابی مکھڑا ہے۔ جب وہ میک اپ کیمرے کے سامنے جائے گی تو انکشاف ہو گا کہ کیمرے کے سامنے رسونتی بے نقاب ہو گئی ہے۔ لہٰذا وہ عورت دھر لی جائے گی۔"

"سونیا! پلان تو بہت اچھا ہے اور وضاحت کرو۔"

"جب وہ عورت کیمرے کے سامنے پہنچے تو تم خیال خوانی کے ذریعے کیمرے کے پیچھے کھڑے ہوئے شخص کے دماغ کو ہلکا سا جھٹکا پہنچاؤ گے۔ اس طرح دشمنوں کے شبہ کو تقویت پہنچے گی کہ رسونتی دماغی طور پر ٹریپ کر کے اینٹی میک اپ کیمرے کے سامنے سے گزرنا چاہتی تھی لیکن ناکام ہو رہی ہے۔"

"ویری گڈ! اس طرح وہ پورے یقین کے ساتھ اس عورت کو پکڑ کر لے جائیں گے اور اس کے پیچھے کھڑی ہوئی رسونتی جب اینٹی میک اپ کیمرے کے سامنے پہنچے گی تو وہاں ڈیوٹی پر موجود افراد کو ہم اپنے طور پر ٹریپ کریں گے۔ رسونتی وہاں سے گزر جائے گی لیکن یہ بتاؤ، جو عورت رسونتی کے روپ میں پکڑی جائے گی وہ کب تک رسونتی کا رول پلے کرتی رہے گی؟"

"وہ بہت چالاک اور تجربہ کار عورت ہے۔ میں نے رسونتی کو سمجھا دیا ہے، جیسے ہی وہ عورت گرفتار ہو، اس کے دماغ میں وقتاً فوقتاً جایا کرے اور دشمنوں کے سامنے وقت ضرورت ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کرتی رہے تاکہ دشمنوں کو یقین ہو جائے کہ جس عورت کو گرفتار کیا گیا ہے وہی رسونتی ہے۔"

"کمال ہو گیا۔ سونیا! تم نے عزت علی کی پلاننگ کو اتنا ٹھوس اور مستحکم کر دیا ہے کہ دشمن اب رسونتی اور دونوں بچوں کی طرف زیادہ توجہ نہیں دیں گے۔ ساری توجہ فرضی رسونتی کی طرف ہو گی۔ پارس سے زیادہ انھیں رسونتی چاہیے اور وہ رسونتی کو اس عورت کی صورت میں حاصل کر کے خوش فہمی میں مبتلا ہوتے رہیں گے۔ میں ابھی آتا ہوں۔ رسونتی ایئرپورٹ پہنچ رہی ہو گی۔"

جب میں..... رسونتی کے پاس پہنچا تو وہ ایئرپورٹ کے احاطے میں داخل ہو رہی تھی۔ میں نے کہا: "میں عزت علی کے پاس جا رہا ہوں۔ تم اطمینان سے آؤ۔ ذرا بھی چہرے سے گھبراہٹ ظاہر نہ کرنا۔ سونیا نے تمھیں بتا دیا ہو گا کہ تمھارے سامنے قطار میں ایک عورت آئے گی۔ جو نیلے رنگ کی ساڑی اور نیلے رنگ کا بلاؤز پہنے ہوئے ہو گی۔"

"مجھے معلوم ہے۔ تم فوراً عزت علی کے ذریعے ان لوگوں کے پاس پہنچو جو اینٹی میک اپ کیمرے کے آس پاس ڈیوٹی پر ہیں۔"

میں وہاں پہنچ گیا۔ عزت علی کے ذریعے ان چند لوگوں تک پہنچا جو اینٹی میک اپ کیمرے کے آس پاس ڈیوٹی پر تھے۔ ان میں سے دو عزت علی سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے ذریعے پتا چلا، ایئرپورٹ کی عمارت کے ایک کمرے میں بڑا سا ٹی وی اسکرین ہے جہاں بھارتی اور نیپالی انٹیلی جنس کے دو بڑے افسر بیٹھے شراب پی رہے ہیں اور اسکرین پر ان عورتوں کو دیکھ رہے ہیں جو باہر اینٹی میک اپ کیمرے کے سامنے سے گزرتی جا رہی ہیں۔

جب رسونتی اس قطار میں پہنچی تو اس سے آگے ایک نیلی ساڑی والی عورت آکر کھڑی ہو گئی۔ ان دونوں سے پہلے چار مسافر عورتیں تھیں وہ باری باری کیمرے کے سامنے جاتی تھیں اور وہاں کھڑے ہوئے افسران کی ہدایت کے مطابق کبھی دائیں گھوم جاتی تھیں، کبھی بائیں۔ اس طرح ان کے چہرے کے مختلف زاویے دیکھے جا سکتے تھے۔

جب نیلی ساڑی والی کی باری آئی اور وہ کیمرے کے سامنے جانے لگی تو میں نے کیمرے کے پیچھے کھڑے ہوئے افسر کے دماغ کو ہلکا سا جھٹکا پہنچایا۔ اس کے ساتھ ہی میں اور رسونتی خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے ان دو افسران کے دماغ میں پہنچے جو کمرے میں بیٹھے ٹی وی اسکرین کو دیکھ رہے تھے۔ جیسے ہی رسونتی کا چہرہ نظر آیا انھوں نے الارم کا بٹن دبایا۔ کیمرے کے آس پاس خطرے کا سائرن بجنے لگا۔ تمام مسلح فوجی چاروں طرف سے اس نیلی ساڑی والی کو گھیر کر کھڑے ہو گئے۔ رسونتی ذرا پیچھے ہٹ گئی تھی۔ وہ نیلی ساڑی والی کو پکڑ کر لے جا رہے تھے۔ وہ جھنجلا رہی تھی۔ احتجاج کر رہی تھی لیکن کوئی اس کی سننے والا نہیں تھا۔ جب وہ وہاں سے چلی گئی تو کیمرے کے پاس ڈیوٹی دینے والے لوگ تقریباً مطمئن ہو چکے تھے۔ جس کی ضرورت تھی وہ گرفتار ہو چکی تھی۔ اعلیٰ افسران کی ہدایت کے مطابق صرف انامیریا کو اسکرین پر دیکھنا رہ گیا تھا۔ ان کے خیال کے مطابق انامیریا زبردست قسم کا فراڈ کر سکتی تھی۔ اپنے میک اپ میں کسی کو طیارے میں بھیج سکتی تھی اور نیپال میں رہ کر کسی دوسرے میک اپ میں دونوں پارس کو لے کر کسی دوسرے راستے سے نکلنے کی کوشش کر سکتی تھی۔

ان افسران نے دیکھا، عورتوں کی قطار کے آخر میں انامیریا کھڑی ہوئی تھی۔ رسونتی پر شبہ نہیں کیا جا سکتا تھا کیونکہ وہ انامیریا کے قد اور جسامت سے مشابہت نہیں رکھتی تھی۔ اس لیے جب رسونتی کیمرے کے سامنے آئی تو اس وقت تک عزت علی کا خاص آدمی کیمرے کے پیچھے ڈیوٹی دینے کے لیے پہنچ چکا تھا۔ دوسرے میں اور رسونتی دماغی طور پر ان افسران کے دماغ پر قابض ہو گئے تھے اور انھیں اس نیلی ساڑی والی کی گفتگو میں الجھا رہے تھے جو رسونتی ثابت ہو رہی تھی۔ ایک نے کہا: "یقیناً یہ رسونتی ہے۔ کیمرے کے پیچھے جو کھڑا ہوا ہے، اس نے ابھی رپورٹ بھیجی ہے کہ اس کے دماغ کو ہلکا سا جھٹکا لگا تھا۔ اس طرح یہ کیمرے کے سامنے سے گزر جانا چاہتی تھی۔"

ان کی باتوں کے دوران میں ان کے مسلح فوجی اس نیلی ساڑی والی کو کمرے میں لے آئے تھے۔ وہ دونوں افسران ٹی وی اسکرین کی طرف دیکھنا چاہتے تھے لیکن آنے والی عورت نے فوراً ہی چیلنج کیا: "اگر مجھے نہ چھوڑا گیا تو میں ابھی ٹیلی پیتھی کے ذریعے تم دونوں کے دماغوں کو جھٹکے پہنچاؤں گی۔"

نیلی ساڑی والی کی بات ایسی تھی جو انھیں ٹی وی اسکرین کی طرف دیکھنے کے بجائے اسی کو دیکھتے رہنے پر مجبور کر رہی تھی۔ اب انھیں اسکرین پر دیکھنا ہی کیا تھا، جبکہ سامنے کھڑی ہوئی رسونتی انھیں چیلنج کر رہی تھی۔ پھر اس چیلنج کے مطابق میں نے اور رسونتی نے باری باری دونوں افسران کو ہلکا سا جھٹکا پہنچایا۔ اس عورت نے کہا: "اب تم لوگ اپنی مرضی کے خلاف اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے سامنے باادب کھڑے ہو جاؤ گے۔"

اس کے ساتھ میں نے اور رسونتی نے دونوں افسران کو ایک جھٹکے سے ان کی جگہ پر کھڑا کر دیا۔ اتنا ثبوت کافی تھا۔ اس وقت تک رسونتی کیمرے کے سامنے اپنے تین زاویے پیش کر کے گزر چکی تھی۔

میں فرضی رسونتی کے دماغ میں موجود رہا تاکہ وہ کامیابی سے اپنا رول ادا کرتی رہے۔ وہ افسران جو بے اختیار کھڑے ہو گئے تھے انھوں

نے فوراً ہی اٹینشن ہو کر کہا: "مادام! ہم آپ کے دشمن نہیں دوست ہیں۔ بلکہ دوست بھی نہیں خادم ہیں۔ آپ ہمیں آزما کر دیکھیں۔ ہمیں اپنی خدمت کا موقع دیں۔ ہم نے آپ کو گرفتار نہیں کیا ڈھونڈ نکالا ہے اور ڈھونڈتے وہی ہیں جو کسی کو چاہتے ہیں۔ بھگوان بھگت لوگ بھگوان کو تلاش کرتے ہیں۔ ہم آپ کے بھگت ہیں۔ ہم نے آپ کو تلاش کیا ہے۔ کیا آپ ہمارے اس جذبے کی قدر نہیں کریں گی؟"

وہ ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ پھر بولی: "میں بہت پریشان ہوں تم لوگوں نے میری نیندیں اڑا دی ہیں۔ میری بھوک پیاس مر گئی ہے جہاں جاتی ہوں، سب دوستی کا دعویٰ کرتے ہیں۔ سب ہی میرے پیچھے بھاگتے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا، آخر مجھے اس دنیا کے کس حصے میں سکون اور آرام سے ٹھکانہ ملے گا۔"

فوجی افسر نے کہا: "مادام! آپ کی یہ جنم بھومی ہے۔ آپ نے یہاں جنم لیا تھا۔ یہ آپ کا دیس ہے۔ یہیں آپ کو آرام اور سکون ملے گا۔ آپ ایک بار آزما کر دیکھیں۔ اس کے بعد ہمیں یقین ہے آپ خود ہی جانے کا نام نہیں لیں گی اور اپنے دیس کی بھلائی کے لیے اپنی صلاحیتوں کو استعمال کریں گی۔"

اس نے ناگواری سے کہا: "ابھی میں کسی صلاحیت کا ذکر نہ تو سننا چاہتی ہوں، نہ کرنا چاہتی ہوں۔ پلیز میرے لیے ایک پیالی چائے منگوائی جائے۔ کافی ہو تو بہتر ہے۔"

فوراً اس کے لیے ناشتے اور کافی کا آرڈر دیا گیا۔ اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ ایک آفیسر نے ریسیور اٹھا کر کہا: "ہیلو۔"

دوسری طرف سے نیپال انٹیلی جنس کے دفتر سے ایک بھارتی فوجی سینئر افسر کہہ رہا تھا: "میں روی کمار سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

نیپالی انٹیلی جنس کے افسر نے بھارتی آفیسر کی طرف ریسیور بڑھا دیا۔ اس نے ریسیور لے کر کہا: "ہیلو، میں روی کمار بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے کہا گیا: "ابھی ہمارے پاس سُپر ماسٹر کے ایک ماسٹر کا فون موصول ہوا تھا۔ ماسٹر نے چیلنج کیا ہے کہ اس نے اصلی پارس کو حاصل کر لیا ہے۔ رسونتی کا سراغ نہ مل سکا۔ ورنہ اسے بھی اغوا کر لیا جاتا۔ شاید وہ فرضی پارس کو لے کر کہیں چھپی ہوئی ہے۔ ماسٹر ہمارے ذریعے رسونتی تک یہ پیغام پہنچانا چاہتا ہے کہ وہ اپنے بیٹے سے ملنا چاہتی ہے، اسے حاصل کرنا چاہتی ہے تو سُپر ماسٹر کی تنظیم میں کسی سے بھی رابطہ قائم کرے لیکن نیپال اور بھارت سے نکلنے کے بعد اس معاملے پر بات چیت ہوگی۔ بھارت کی حدود میں وہ پارس کے سلسلے میں رسونتی سے کوئی سودا نہیں چاہتے۔"

نیلی ساڑی والی فون پر بات کرنے والے افسر کو دیکھ رہی تھی اور میں اسے چپ چاپ بتا رہا تھا کہ فون پر کیا باتیں ہو رہی ہیں۔ جیسے ہی اسے ... اصلی پارس کو اغوا کیا گیا ہے جو کہ حالصتاً ایک ڈراما تھا تو وہ ایک دم چیخ مار کر کھڑی ہو گئی کہنے لگی: "نہیں، نہیں۔ میرے بچے کو کوئی نہیں لے جا سکتا۔ وہ سپر ماسٹر کے ہاتھ نہیں لگ سکتا۔"

آفیسر نے کہا: "دیوی جی! ذرا صبر سے کام لیں۔ ہم اس سلسلے میں معلومات حاصل کر رہے ہیں۔"

"میرے رہتے ہوئے آپ کیا معلومات حاصل کریں گے، ... چیف آفیسر سے کہیے کہ سپر ماسٹر کے کسی بھی آدمی سے فون پر رابطہ ... کرے۔ میں تمہارے چیف کے دماغ میں پہنچ جاؤں گی۔ پھر اس کے ذریعے سُپر ماسٹر کے کسی بھی آدمی کے پاس پہنچ کر اپنے پارس کے لیے بات کر..."

اس نے فون پر اپنے چیف آفیسر سے پیغام دہرایا۔ اس ... جواباً کہا: "اچھی بات ہے۔ میں ابھی یہاں کے ماسٹر سے رابطہ قائم کرتا..."

وہ رابطہ قائم کرنے لگا۔ جیسے ہی فون پر دوسری طرف سے آ... سنائی دی، میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ وہاں کے ماسٹر کا سیکر... تھا۔ اس نے ریسیور کے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر اپنے ماسٹر سے کہا ... سے بھارتی فوج کے ایک آفیسر بات کرنا چاہتے ہیں۔"

اس نے ریسیور لے کر کہا: "ہیلو آفیسر! فرمائیے، مجھ سے گفتگو کی کیسے زحمت گوارا کی؟"

دوسری طرف سے کہا گیا: "تم لوگوں نے پارس کو اغوا کر کے نہیں کیا؟"

اس کے فرشتے کو بھی نہیں معلوم تھا کہ پارس کو اغوا کیا گیا وہ حیرانی ظاہر کرنا چاہتا تھا لیکن میں نے اس کی سوچ میں کہا: "یہ عجب چکر ہے۔ یقیناً پارس کو کسی نے اغوا کیا ہے اور الزام ہمارے سر ڈالا ہے۔ کیوں نہ ہم یہی ظاہر کریں کہ پارس ہمارے قبضے میں ہے۔ شاید طرح ہم بھارتیوں سے اپنے مطلب کا کوئی کام نکال سکیں۔"

وہ میری سوچ سے متاثر ہو کر بولا: "آفیسر! اگر ہم نے پارس اغوا کیا ہے تو اس سے آپ کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ جس سے تعلق وہ خود ہم سے بات کرے گی۔"

آفیسر نے طنزیہ انداز میں کہا: "تم کیا سمجھتے ہو۔ ہماری دیوی سے بچ کر نکل جاؤ گے؟ وہ میرے ذریعے اب تک تمہارے د... میں پہنچ چکی ہیں۔"

اچانک ماسٹر نے ایک چیخ ماری پھر ریسیور اس کے ہاتھ سے ... گیا۔ میں نے چیف آفیسر کے دماغ میں پہنچ کر کہا: "میں رسونتی بول رہی ہوں۔ اس کے دماغ میں پہنچ چکی ہوں۔ آپ اپنا ریسیور رکھ لیں۔ میں اس نمٹ لوں گی۔"

میں ماسٹر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر ... بیٹھا ہوا تھا اور سمجھ رہا تھا کہ ابھی ابھی ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کے ... کو جھٹکا پہنچایا گیا ہے۔ اس لیے بے اختیار اس کے حلق سے چیخ نکل گئی تھی اور ریسیور ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا۔ اسی وقت میں نے ... مخاطب کیا: "ہیلو ماسٹر! میں رسونتی بول رہی ہوں۔"

وہ فوراً اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اٹینشن ہو کر بولا: "مادام! میں آپ ... میں ہی کیا، ہمارا سپر ماسٹر بھی آپ کی خدمت کے لیے ہمہ وقت خادم ہوں، تیار ہے۔ آپ حکم دیجیے ہم ...۔"

میں نے بات کاٹ کر کہا: "زیادہ خاکساری جتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر تم ہمارے دوست ہوتے، ہماری خدمت کے لیے اتنے بے چین ہوتے تو میرے بیٹے کو اغوا نہ کرتے۔"

"آپ کیا کہہ رہی ہیں؟ ہم کبھی ایسی جرأت نہیں کر سکتے۔ اگر اغوا کرتے تو آپ کے بیٹے کو آپ کے حوالے کرنے کے لیے خود آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے۔"

"زبان سے کچھ نہ کہو۔ چند لمحوں تک خاموش رہو میں تمہارے تحت الشعور میں اتر کر تمہاری سچائی معلوم کر لوں گی۔"

وہ چپ ہو گیا۔ میں تھوڑی دیر تک خاموش رہنے کے بعد بولا۔ "تم درست کہتے ہو تمہیں پارس کے اغوا کے متعلق کوئی علم نہیں ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کون ایسی چالیں چل رہا ہے۔"

"مادام! مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ آپ نے میرے دماغ کی تہہ میں اتر کر میری سچائی کو تسلیم کر لیا۔ آپ حکم دیں، میں آپ کے لیے کیا کر سکتا ہوں؟"

"میں اس وقت بڑی مصیبت میں ہوں۔ ایک عورت کے میک اپ میں یہاں سے گزرنا چاہتی تھی۔ اینٹی میک اپ کیمرے سے پکڑی جاتی۔ میں نے کیمرے کے پیچھے کھڑے ہوئے ایک شخص کے دماغ کو جھٹکا بھی پہنچایا لیکن پھر بھی پکڑی گئی۔ اس وقت ایک بھارتی اور ایک نیپالی انٹیلی جنس کے آفیسر کے سامنے بیٹھی ہوئی ہوں۔ یوں تو یہ دونوں میرا لحاظ کر رہے ہیں، میری خدمت کرنے کا زبانی دعویٰ بھی کر رہے ہیں لیکن میں ... ہوں، اب یہاں سے میری رہائی ممکن نہیں ہے۔"

"آپ کے ساتھ فرہاد کی پوری ٹیم اور بابا صاحب کا پورا ادارہ موجود ہے پھر بھی آپ مایوس ہو رہی ہیں۔"

"میری مایوسی کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ایسے وقت جبکہ میں بھارتی حکومت کے شکنجے میں آ گئی ہوں، پارس کو کسی نے اغوا کیا ہے۔ میں بھارتی حکام سے کہوں گی کہ پارس میرے پاس نہیں ہے۔ ماسٹر کے آدمیوں نے اغوا کیا ہے تو آپ یہ الزام اپنے سر نہیں لیں گے کیونکہ آپ نے ایسا نہیں کیا، ادھر میری بات جھوٹی سمجھی جائے گی۔ یہ لوگ یہی سمجھیں گے کہ میں نے پارس کو کہیں چھپا دیا ہے اور ان سے بہانے کر رہی ہوں۔"

"میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ ریڈ پاور والوں کی شرارت ہے۔ وہ بھارتی حکومت کے سامنے کھل کر کام نہیں کرنا چاہتے۔ آپ کو پکڑنا چاہتے ہیں لیکن وہ آپ کو نہیں پکڑ سکتے۔ نہ ہی پارس کو اغوا کرنے کا دعویٰ کر سکتے ہیں۔ کیونکہ اس حکومت سے ان کے بڑے دیرینہ اور دوستانہ تعلقات ہیں۔"

"میں بھی یہی سمجھتی ہوں۔ یقیناً ان لوگوں نے ایسا کیا ہے افسوس کہ میں ان کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتی۔ پتا نہیں وہ کون ہے کہاں رہتا ہے۔ وہ جہاں بھی رہتا ہوگا میرے سامنے کبھی نہیں آئے گا۔ مجھ سے چھپتا پھرے گا۔"

"آپ بھارتی افسران سے اپنا یہی خیال ظاہر کریں ان پر زور ڈالیں کہ وہ یہاں کے باس سے آپ کا رابطہ قائم کرائیں۔ یقیناً انہی کی شرارت ہے۔"

میں واپس فرضی رسونتی کے پاس آیا۔ اسے مختصر طور پر تمام باتیں سمجھائیں۔ پھر اس کے ذریعے کہا: "آفیسر! میں ابھی تک خیال خوانی کے ذریعے ماسٹر کے دماغ میں تھی۔ اس کے دماغ کو اچھی طرح ٹٹول رہی تھی۔ اس نے پارس کو اغوا نہیں کیا ہے۔ یہ کسی اور کی شرارت ہے اور اس شرارت کا الزام ماسٹر پر عائد کیا جا رہا ہے۔"

آفیسر نے حیرانی سے پوچھا: "ایسا کون کر سکتا ہے؟"

"آپ سوچیے۔ میں آپ کے چیف کو یہ بتانے جا رہی ہوں۔"

میں ان کے چیف کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اسے بھی بتایا کہ ماسٹر نے پارس کو اغوا نہیں کیا ہے کسی اور کی شرارت ہے اور جس نے بھی ایسا کیا ہے وہ اس حقیقت کو چھپانا چاہتا ہے۔ آفیسر نے یہ باتیں سننے کے بعد سوچنا شروع کیا: "کیا ریڈ پاور کے آدمی ایسا کر سکتے ہیں؟"

میں چپ چاپ اس کی سوچ کو پڑھ رہا تھا۔ میں نے کہا: "ہاں، آپ درست سوچ رہے ہیں۔ میں چاہتی ہوں آپ یہاں کے ریڈ پاور باس سے رابطہ قائم کریں تاکہ میں اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے ٹٹولوں اور اس کے اندر چھپی ہوئی بات ظاہر کر دوں۔"

اس نے ریسیور اٹھایا اور نمبر ڈائل کیے۔ تھوڑی دیر بعد وہاں کے باس سے رابطہ قائم ہو گیا۔ اس نے کہا: "ہیلو! یہاں کا چیف آفیسر بول رہا ہوں۔ میری آواز سے آپ نے پہچان لیا ہوگا۔"

"ارے کیوں نہیں! مسٹر راماراؤ، آپ کو بھلا کون نہیں جانتا۔ فرمائیے، کیسے یاد فرمایا؟"

"آپ کو یہ خوشخبری سنانے کو کہ رسونتی ہمارے ہاتھ لگ گئی ہے۔"

"کیا واقعی؟"

"لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ اصلی پارس کو آپ لے اڑے۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

"ہماری اطلاعات غلط نہیں ہو سکتیں۔ ویسے آپ اعتراف کر لیں بات آئی گئی ہو جائے گی۔"

"میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ہم نے پارس کو اغوا نہیں کیا ہے۔"

میں نے چیف سے کہا: "اب میں اس کے دماغ میں جا رہی ہوں۔ آپ ریسیور رکھ دیں۔"

چیف نے کہا: "آپ نے اغوا کیا ہے یا نہیں، ابھی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔ شریمتی دیوی آپ کے دماغ میں پہنچ رہی ہیں۔"

اور میں پہنچ گیا۔ تھوڑی دیر ... باتیں کرتا رہا۔ رسونتی

کی حیثیت سے دھمکیاں دیتا رہا کہ وہ اپنے جرم کا اعتراف کرلے اور پارس کو میرے حوالے کردے۔ وہ قسمیں کھا رہا تھا۔ میں نے کہا ذرا خاموش رہو۔ میں ابھی تمھارے دماغ کے تہ خانے میں اتر کر حقیقت معلوم کرلیتی ہوں۔"

وہ چپ رہا۔ تھوڑی دیر بعد میں نے کہا" الو کے پٹھے! تم دنیا والوں کو بیوقوف بنا سکتے ہو لیکن ٹیلی پیتھی جاننے والی رسونتی کو نہیں بنا سکتے۔ میں تمھارے دماغ کی گہرائیوں میں اُتر کر تمھارے جرم کو پاچکی ہوں۔ پارس کو تمھارے آدمیوں نے اغوا کیا ہے۔ فی الحال تمھیں کچھ پتا نہیں ہے کہ اسے کہاں رکھا گیا ہے۔ میں ابھی تم سے نمٹ لوں گی۔"

میں نے چیف آفیسر کے دماغ میں پہنچ کر اسے بتایا "میں نے اس کا دماغ پڑھ لیا ہے۔ اس کے آدمیوں نے میرے بیٹے کو اغوا کیا ہے۔ اسے کہاں چھپایا ہے، یہ باس کو بھی نہیں معلوم ہے لیکن وہ اس اغوا کا کبھی اعتراف نہیں کرے گا۔ آپ لوگوں سے ان کے بڑے دوستانہ تعلقات ہیں اور وہ تعلقات بھی قائم رکھنا چاہتے ہیں اور پارس کے ذریعے مجھے بھی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔"

چیف نے اثبات میں سر ہلا کر کہا "ہوں، میں سمجھ رہا ہوں۔ مجھے بھی شبہ تھا کہ ریڈ پاور کا باس یہاں دوہری چالیں چل رہا ہے۔ ہمیں بھی خوش رکھنے کی کوشش کررہا ہے اور آپ کو بھی حاصل کرنا چاہتا ہے۔ بہرحال میں ان کے خلاف ضروری اقدامات کررہا ہوں۔"

وہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے اعلیٰ حکام سے رابطہ قائم کرنے لگا۔ وہ کہنا چاہتا تھا کہ ریڈ پاور کی تنظیم کے جتنے دفاتر بھارت اور نیپال میں ہیں، سب پر کڑی نظر رکھی جائے۔ انھوں نے پارس کو اغوا کیا ہے اور اپنے اس جرم کو چھپاتے ہیں۔ پارس کے ذریعے رسونتی کو بلیک میل کرنا چاہتے ہیں۔

میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ ایک فرضی رسونتی کے ذریعے جتنی ہیرا پھیری کرنی تھی وہ میں کرچکا تھا۔ اصلی پارس کے اغوا کا الزام ریڈ پاور کے باس کے سر تھوپا جاچکا تھا۔ اب وہ آپس میں لڑنے والے تھے۔ اتنی دیر میں رسونتی اور سونیا مختلف چیکنگ کے مراحل سے گزر چکی تھیں اور طیارے میں پہنچ گئی تھیں۔ ان کے ہاتھوں میں جو اٹیچیاں تھیں وہ بھی تبدیل ہوچکی تھیں۔ ان اٹیچیوں میں ان کے پاس ایک ایک پارس موجود تھا دونوں ستھڈر اور گیس ماسک کے ذریعے زندہ اور بخیریت تھے۔

رسونتی نے میرے دماغ میں پہنچ کر کہا "فرہاد! یہ تقدیر میری ممتا کو کس طرح آزما رہی ہے۔ دیکھو، یہ اٹیچی میرے پاس رکھی ہوئی ہے۔ میری گود میں رکھی ہوئی ہے لیکن میں اپنے بچے کو نکال کر سینے سے نہیں لگا سکتی۔ وہ اندر نہ جانے کس حال میں ہے؟"

"صبر کرو۔ تحمل سے کام لو۔ اگر ذرا بھی ممتا کے جذبے سے بے قابو ہوکر اٹیچی کھولو گی تو طیارے کے اندر اور باہر یہ خبر پھیل جائے گی کہ اٹیچی کے اندر بچے کو لایا گیا ہے۔ اس کے بعد جانتی ہو کیا ہوگا؟"

اس نے چپ چاپ سر کو جھکا لیا۔ میں نے کہا "تمھارے بنگلہ پہنچنے سے پہلے یہ خبر وہاں پہنچ جائے گی۔ پھر بھارت کی سیکرٹ سروس والے، تھائی لینڈ کے انٹیلی جنس والے اور دوسری تمام خطرناک تنظیم وہاں تمھارے اطراف گھیرا ڈال لیں گی۔ وہاں بھی نئی مصیبتیں پیدا ہوں گی لہٰذا تحمل سے کام لو۔ بعض اوقات ماں کی ممتا اپنے بچوں کے لیے بلاکر کا سبب بن جاتی ہے۔ اس وقت تمھاری ممتا تمھارے بچوں کی دشمن ہے۔ ایسی ممتا کو کچل ڈالو۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی "میں کوشش کررہی ہوں۔ تمھارا حکم کبھی نہیں ٹال سکتی۔ تمھاری نافرمانی کرنے والی رسونتی مرچکی ہے۔ تم ممتا کو کچلنے کے لیے کہہ رہے ہو۔ میں تمھارے لیے اپنے آپ کو بھی فنا کرسکتی ہوں۔"

"اب تمھارا دھیان بٹانے کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ اس فرضی رسونتی کے دماغ میں پہنچ جاؤ۔ مجھے دوسری جگہ بھی جانا ہے۔ میری ضرورت ہو تو بلالینا۔"

وہ فرضی رسونتی کے دماغ کو پڑھنے لگی۔ میں نے اُسے بتایا کہ اب تک اس کی غیر موجودگی میں، میں نے رسونتی بن کر چیف آفیسر اور ریڈ پاور کے باس سے کس قسم کی گفتگو کی ہے۔ لہٰذا وہ اس فرضی رسونتی کو اپنا رول ادا کرنے کے لیے جو بھی اقدامات کرے تو میری تمام ہیرا پھیری کو مدِنظر رکھے، کوئی دشواری ہو تو مجھ سے اور سونیا سے مشورہ لیتی رہے۔

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ کرسٹوفر میکی کے کچن میں جاکر اپنے لیے دو انڈے ابلے۔ چائے تیار کی پھر ہلکا سا ناشتا کرنے لگا۔ میں اس دوران میں مرجانہ کے پاس پہنچا ہوا تھا۔ وہ یلیا سے سے یونان کے مشرقی ساحل پر پہنچ گئی تھی۔ جمی فاؤنڈر کے گوریلے انھیں بخیریت لے آئے تھے۔ اس وقت وہ جمی سے باتیں کررہی تھی، وہ پوچھ رہا تھا "کیا مسٹر فرہاد نے کبھی آپ سے دماغی رابطہ قائم نہیں کیا؟"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی "کبھی نہیں۔ فرہاد جب مجھ سے دور تھا اور جب جزیرے میں میرے نزدیک تھا، تب بھی میں نے اُسے خیال خوانی کرتے نہیں دیکھا۔ وہ کبھی مجھ سے کوئی راز نہیں چھپاتا ہے اور یہ تو کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ میں اس کے ان ساتھیوں میں ہوں جن پر وہ اندھا اعتماد کرتا ہے۔"

"بیشک، آپ سے وہ کوئی بات نہیں چھپا سکتے تھے۔ اگر خیال خوانی کرنے کے قابل ہوتے تو یقیناً آپ سے دماغی رابطہ قائم کرتے۔ میں نے چند گھنٹے پہلے فرہاد صاحب سے ملاقات کی ہے۔ وہ خیال خوانی سے معذوری ظاہر کررہے تھے۔ اچھا یہ بتائیں۔ مادام رسونتی نے آپ سے رابطہ قائم کیا تھا؟"

مرجانہ کوئی نادان بچی نہیں تھی۔ اس نے بہترین ایکٹنگ

ناگواری ظاہر کرتے ہوئے بولی "اس کا نام میرے سامنے مت لو۔ وہ پہلے بھی ہماری دشمن تھی، آج بھی دشمن ہے۔ دشمن نہ ہوتی تو فرہاد اُسے کبھی طلاق نہ دیتا۔"

جمی نے پریشان ہوکر کہا "سمجھ میں نہیں آتا، وہ کون ہے جو مجھ سے دماغی رابطہ قائم کرتا رہا۔ ہمارے اعلیٰ حکام یہ تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں کہ کوئی تیسرا شخص بھی خیال خوانی کے قابل ہے۔ وہ اپنے آپ کو فرہاد بنا کر پیش کررہا ہے۔ وہ کہتے ہیں، یہ سب مادام رسونتی کی چالیں ہیں۔ وہ اب تک فرہاد بن کر بولتی رہی ہیں۔"

مرجانہ نے کہا "فرہاد بن کر وہ مجھے بھی دھوکا دے سکتی تھی پھر اُس نے مجھ سے دماغی رابطہ قائم کیوں نہیں کیا؟"

"شاید اس لیے کہ وہ آپ کی نفرت کو سمجھتی ہے۔ شاید اس لیے کہ آپ سے دماغی رابطہ قائم کرکے وہ کوئی خاص فائدہ اٹھا نہیں سکتی تھی۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ٹرانسمیٹر سے اشارہ موصول ہوا۔ اس نے ٹرانسمیٹر کو آپریٹ کیا۔ دوسری طرف سے پتا چلا کہ اسرائیلی سیکرٹ سروس کا چیف آفیسر باتیں کررہا ہے۔ اس نے کوڈ ورڈز کے ذریعے اپنی شناخت کرائی۔ پھر کہا "میں اٹینڈ کررہا ہوں۔ فرمائیے!"

"ابھی اس بات کی تصدیق ہوچکی ہے کہ رسونتی نیپال میں ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کررہی ہے۔ وہ بھارتی فوج کی حراست میں ہے۔ مسٹر جمی! ان حالات میں تمھاری ذمے داریاں بہت بڑھ گئی ہیں۔"

"فرمائیے۔ میں حاضر ہوں۔ آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"رسونتی اپنے بچوں کے معاملات میں الجھی ہوئی ہے۔ اس کے اصلی پارس کو کسی نے اغوا کیا ہے۔ شبہ ریڈ پاور کے باس پر ہے۔ بہرحال وہ جب تک وہاں الجھی رہے اُس وقت تک مسٹر فرہاد اور اعلیٰ بی بی کو ہر صورت میں بلیک شیڈو سے چھین لیا جائے۔ ہمارے پاس پہنچایا جائے، ایسا نہ ہو کہ رسونتی فرہاد سے انتقام لینے کے لیے اسے نقصان پہنچائے۔"

"آپ اطمینان رکھیں۔ میرے تجربہ کار ماتحت اس بنگلے کے اطراف موجود ہیں جہاں مسٹر فرہاد علی تیمور اور اعلیٰ بی بی کو رکھا گیا ہے ہم اس بنگلے پر زبردست حملہ کرکے انھیں وہاں سے نکال لائیں گے۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ تھوڑی دیر بعد ہی اس کے ماتحت نے آکر کہا "مسٹر فرہاد تو اس بنگلے کو خالی کرچکے ہیں۔"

جمی نے چونک کر پوچھا "کیا بکتے ہو؟"

"میں سچ کہہ رہا ہوں۔ وہ اب سے تین گھنٹے پہلے ہی پیرس کے لیے روانہ ہوگئے تھے۔ ہم دھوکا کھا گئے۔ اس بنگلے میں ایک بند گاڑی آتی جاتی تھی ہم سمجھ رہے تھے، فرہاد صاحب اور مادام اعلیٰ بی بی کے مسلح گارڈز کی ڈیوٹی بدلی جارہی ہے لیکن اس بند گاڑی میں ان دونوں کو لے جایا گیا تھا۔ ہم نے یہاں کے فلائنگ کلب میں معلوم کیا تو پتا چلا، تین گھنٹے پہلے ان کا ہیلی کاپٹر یہاں سے روانہ ہوا ہے۔ ہیلی کاپٹر میں جانے والوں کی جو فہرست فلائنگ کلب میں موجود ہے، اس میں فرہاد علی تیمور اور اعلیٰ بی بی کا نام لکھا ہوا ہے۔"

جمی نے پلٹ کر دیوار پر زور سے گھونسا مارتے ہوئے کہا "وہ مجھ سے بچ کر کہاں جاسکتا ہے۔ میں بلیک شیڈو کی گردن توڑ کر رکھ دوں گا اور فرہاد صاحب کو ضرور واپس لاؤں گا۔"

مرجانہ نے کہا "ہم ابھی پیرس جائیں گے۔ مسٹر جمی! فوراً فلائنگ کلب سے رابطہ قائم کرو۔"

میں نے مرجانہ کے دماغ میں چپکے سے کہا "میں رسونتی بول رہی ہوں۔ سونیا میرے پاس موجود ہے۔ میں تمھاری ایک ایک بات اسے بتاتی جارہی ہوں۔ وہ تمھاری ذہانت سے بہت خوش ہے۔ اس کا مشورہ ہے کہ کسی طرح جمی کو دوست بنا کر پیرس لے آؤ۔ وہاں ہم اس سے نمٹ لیں گے۔"

"کیا تم اور سونیا پیرس واپس آگئی ہو؟"

"اللہ تعالیٰ کا کرم شاملِ حال رہا تو آدھی رات کے بعد پیرس ضرور پہنچ جائیں گے۔"

اسے سمجھانے کے بعد میں اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچنا چاہتا تھا۔ رسونتی نے کہا "فرہاد! جلدی آؤ۔ جلدی آؤ۔ اٹیچی ... اندر سے ہل رہی ہے۔ ہائے میرا بچہ ..."

میں نے فوراً ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ رسونتی کے دماغ میں پہنچا تو دیکھا، سونیا اٹیچی اٹھا کر تیزی سے چلتی ہوئی ٹوائلٹ کی طرف جارہی تھی۔ رسونتی دوسری اٹیچی اٹھا کر جانا چاہتی تھی۔ میں نے کہا "رک جاؤ۔ کوئی حماقت نہ کرنا۔ جس اٹیچی کے اندر بچہ ہل رہا ہے، اسے سونیا لے گئی ہے۔ اس کی موجودگی میں تمھیں گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"نہیں فرہاد! میرا دل نہیں مان رہا ہے۔ پتا نہیں کون سا پارس کون سی اٹیچی میں ہے۔ بہرحال پارس جو بھی ہو، دونوں ہی میرے

منتِ جگر ہیں۔ میری دو آنکھیں ہیں۔ اگر کسی کو کچھ ہو گیا تو میں صبر نہیں کر سکوں گی۔ سارا راز فاش ہو جائے گا۔"

"میں تم سے ناراض ہو جاؤں گا۔ اگر تم مجھے خوش رکھنا چاہتی ہو تو اپنے آپ پر قابو رکھو میں ابھی سونیا کے پاس سے آرہا ہوں۔"

سونیا ٹوائلٹ میں پہنچ گئی تھی۔ دروازے کو اندر سے بند کرنے کے بعد اٹیچی کھول کر اس نے دیکھا: "آہ! وہ میرا پارس تھا۔ میرا اپنا خون تھا!"

رسونتی کے پاس جو اٹیچی تھی اس میں علی تیمور تھا۔

میرے پارس کے منہ پر گیس ماسک تھا اور سلنڈر بھی موجود تھا لیکن بدقسمتی کہ سلنڈر کی نلکی جو گیس ماسک سے منسلک ہوتی ہے اور سانس لینے کے لیے آکسیجن پہنچاتی ہے، وہ اپنی جگہ سے ہٹ گئی تھی۔ یقیناً اٹیچی کو اٹھانے، رکھنے اور چلنے کے دوران کہیں ایسا جھٹکا پہنچا تھا کہ وہ نلکی اپنی جگہ نہ رہ سکی۔ یا تو وہ نلکی کمزور تھی یا جھٹکا کھاتے ہی ٹوٹ گئی تھی۔

سونیا نے فوراً ہی گیس ماسک پارس کے چہرے سے ہٹا کر اسے دونوں ہاتھوں میں اٹھا لیا تھا۔ اگر ابھی میں رسونتی کو یہ بتا دوں کہ میں ٹوائلٹ کے اندر کیا دیکھ کر آرہا ہوں تو وہ طیارے کے اندر چیخ پڑے گی۔ دھاڑیں مار کر رونا شروع کر دے گی۔ پھر نتیجہ ظاہر ہے۔ اس طیارے میں عزت علی کے آدمی ان کی حفاظت کے لیے موجود ہیں تو دشمن بھی موجود ہوں گے اور اگر نہ بھی ہوئے تو یہ بات مسافروں کے ذریعے بنکاک کے ایئرپورٹ میں پھیلے گی۔ وہاں ایک نہیں، دو نہیں، سیکڑوں مسافر تھے۔ ہم ٹیلی پیتھی کے ذریعے یا کسی اور ذریعے کتنے مسافروں کی زبانیں بند کر سکتے تھے۔

انسان سوچتا کچھ ہے، ہوتا کچھ ہے۔

عزت علی کی پلاننگ، سونیا کی ذہانت میری اور رسونتی کی ٹیلی پیتھی نے بڑے کمالات دکھائے تھے۔ بڑی کامیابی سے ہم نیپال اور بھارت کی سرحد سے نکل آئے تھے۔ ایسے ہی وقت تقدیر مذاق اڑاتی ہے۔

ہاں، مذاق اڑاتی ہے اور کہتی ہے، اور کوئی تدبیر ہو تو اسے بھی آزما لو۔ میرا نام تقدیر ہے۔ میں ہزار ہا تدابیر کی رکاوٹوں کو توڑ کر ہمیشہ اپنی من مانی کرتی ہوں۔

یکبارگی سونیا نے ایک فلک شگاف چیخ ماری: "رسونتی۔ تی ای۔ ای۔ ای۔۔۔"

طیارے میں جیسے زلزلہ آگیا۔ تمام مسافر چونک کر اپنی اپنی جگہ سے اٹھ کر باتھ روم کی طرف دیکھنے لگے۔ ایئر ہوسٹس، اسٹیورڈ وغیرہ دوڑتے ہوئے اُدھر جانے لگے۔ پھر یکلخت رک گئے کیونکہ طیارے کے ایک حصے سے رسونتی کی فلک شگاف چیخ سنائی دی: "میں آرہی ہوں۔ میرا بچہ۔"

سونیا نے ٹوائلٹ کے اندر پہنچتے ہی اٹیچی کو کھول کر دیکھا تو اس کا دل دھک سے رہ گیا۔ پارس کے منہ پر گیس ماسک موجود تھا۔ گیس سلنڈر بھی تھا لیکن اس کی نلکی اپنی جگہ سے ہٹ گئی تھی۔ وہ ماں کا دودھ پا کر ایک ہی دن میں بڑی حد تک صحت مند ہو چلا تھا۔ اس بچے کے چہرے پر تازگی آگئی تھی۔ وہی بچہ اب جاں کنی کی حالت میں تھا۔ اب تب میں اس کا دم نکلنے ہی والا تھا۔

سونیا نے فوراً ہی اس کے منہ پر سے گیس ماسک ہٹا کر اسے دونوں ہاتھوں سے اٹھا لیا۔ پھر اس کے منہ پر منہ رکھ کر زور زور سے پھونکیں مارنے لگی، اس کے پھیپھڑوں تک اپنی سانسیں پہنچانے لگی۔ میں نے زندگی میں پہلی بار سونیا کو اس قدر پریشان دیکھا تھا۔ وہ پارس کے ساتھ اپنی جان بھی جاتی ہوئی محسوس کر رہی تھی۔

اور محسوس کیوں نہ کرتی۔ وہ اسے اپنا بچہ، اپنے جگر کا ٹکڑا سمجھتی تھی۔ جتنی محبت مجھ سے کرتی تھی، اتنی ہی میرے بیٹے سے کرتی تھی۔ پھر بھلا وہ پریشان کیوں نہ ہوتی۔ کبھی وہ اس کے منہ سے منہ ملا کر پھونکیں مار رہی تھی اور کبھی اس کی دونوں ٹانگوں کو پکڑ کر الٹا لٹکا کر اس کی کمر پر تھپکی مارتی تھی۔ پھر اسے سیدھا کر کے پھونکیں مارنے لگتی تھی۔

اس کے دماغ میں آندھیاں سی چل رہی تھی۔ ایک تو بچے کی زندگی خطرے میں تھی۔ بچنے کے آثار نظر نہیں آرہے تھے۔ دوسرے یہ راز فاش ہونے والا تھا کہ دو عورتیں، دو اٹیچی کیسوں میں، دو بچے اسمگل کر رہی ہیں۔

یہ سونیا بلا کی حاضر دماغ عورت تھی۔ وہ بوکھلائے بغیر پوری طرح حواس میں رہ کر اسے سانسیں پہنچانے کی بھرپور کوشش کرتی رہی تھی۔ آخر وہ کامیاب ہوگئی۔ پارس نارمل طریقے سے سانس لینے لگا۔ وہ خوشی سے کھِل گئی۔ اب اسے فیصلہ کرنا تھا کہ کیا کرے۔ بچے کو زندگی مل گئی تھی۔ اسے ممتا کی ضرورت تھی اسے ماں کے دودھ کی ضرورت تھی۔ دوبارہ اٹیچی میں بند کرنا سراسر حماقت ہوتی۔ یہ تجربہ ہو چکا تھا کہ کسی بھی وجہ سے نلکی ہٹ سکتی ہے۔ اب راز فاش کرنا لازمی تھا۔ بچے کو دودھ پلانا نہایت ضروری تھا۔ لہٰذا اس نے ٹوائلٹ کا دروازہ کھولتے ہی ایک زور کی چیخ ماری: "رسونتی۔۔۔ ای۔۔۔ ای۔۔۔ ای۔۔۔"

وہ مسرت بھری چیخ تھی کیونکہ پارس کو نئی زندگی ملی تھی لیکن رسونتی کے دل میں پہلے سے اندیشے گھر کر رہے تھے۔ اس لیے سونیا کی چیخ ایک دھماکا لگی۔ طیارے میں جیسے زلزلہ سا آگیا۔ تمام مسافر اپنی سیٹوں پر سے اٹھ کر سر گھما کر ٹوائلٹ کی طرف دیکھنے لگے۔ ہوسٹس اور اسٹیورڈ وغیرہ اُدھر دوڑتے ہوئے جانے لگے۔ پھر ان کے قدم رک گئے۔ طیارے کے ایک حصے سے رسونتی کی چیخ سنائی دی: "میں آرہی ہوں۔ میرا بچہ۔ چہ۔۔ چہ۔۔ چہ۔۔"

عجب تماشا دیکھنے میں آیا۔ اس طیارے میں کسی بچے کو لے جانے کی اجازت نہیں تھی۔ ایئرپورٹ پر سخت پہرہ تھا۔ اس کے باوجود انھوں نے سونیا کی گود میں بچہ دیکھا۔ ایک اسٹیورڈ نے فوراً آگے بڑھ کر پوچھا: "یہ بچہ کہاں سے آیا؟"

سونیا نے بچے کو تھپکتے ہوئے کہا: "اللہ کی دین ہے۔"

ایک ایئر ہوسٹس نے پوچھا: "لیکن یہ بچہ تو پہلے یہاں نہیں تھا۔"

"جو پہلے دنیا میں نہیں ہوتا، وہ پیدا ہوتا ہے۔ یہ بچہ بھی ابھی اس دنیا میں آیا ہے۔"

طیارے میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک سب حیرت زدہ ہو کر منہ کھول کر اسے تکنے لگے۔ رسونتی نے آکر پارس کو لے لیا تھا۔ سونیا کہہ رہی تھی: "یہ بخیریت ہے، اب اسے خوراک کی ضرورت ہے۔"

پہلے تو وہ سب حیرانی سے سونیا کو دیکھ رہے تھے کیونکہ اس نے ٹوائلٹ میں بچہ پیدا ہونے کی بات کی تھی۔ لہٰذا وہ یقین کرنا چاہتے تھے کہ بچے کی ماں وہی ہے یا نہیں؟ اتنے میں رسونتی نے آکر اسے دودھ پلانا شروع کر دیا تھا۔ گویا ایک نے بچہ پیدا ہونے کی خبر سنائی، دوسری نے آکر اسے دودھ پلایا۔

ایئر ہوسٹس اور اسٹیورڈ مسافروں سے درخواست کر رہے تھے کہ وہ اپنی اپنی سیٹوں پر بیٹھ جائیں۔ ابھی معاملہ سمجھ میں آجائے گا۔ طیاروں کے مسافر سڑک چھاپ نہیں تھے، مہذب تھے۔ اس لیے اپنی اپنی جگہ بیٹھنے لگے لیکن اُدھر پلٹ پلٹ کر دیکھ رہے تھے۔ ایک ایئر ہوسٹس رسونتی سے کہہ رہی تھی: "مادام! آپ یہاں سے اٹھ جائیں۔ ہمارے ساتھ اسٹیورڈ روم چلیں۔ یہ بچہ ڈیڑھ دو سال کا ہے، آپ جھوٹ بولتی ہیں۔"

اس وقت تک سونیا تیزی سے چلتے ہوئے اپنی سیٹ کے پاس آچکی تھی۔ ابھی ان کی ایک حیرانی دور نہیں ہوئی تھی کہ لوگوں نے دیکھا۔ دوسرے اٹیچی کیس سے دوسرا بچہ برآمد ہو رہا تھا۔ وہ کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتی تھی۔ دوسرے بچے کے گیس سلنڈر کی نلکی بھی کسی وجہ سے ہٹ سکتی تھی۔ جب ایک بچے کے سلسلے میں انکشاف ہو ہی گیا تھا تو دوسرے کو اٹیچی میں کیوں رکھا جاتا؟ اور اس کے لیے تشویش میں مبتلا رہا جاتا۔ لہٰذا اس نے بچے کو نکال لیا تھا۔

مسافر عورتیں حیرت سے مگر ہولے سے چیخ پڑیں: "اوہ

گاڈ! دوسرا ابھی ہے۔"

کسی زندہ دل نے کہا "بچے اپنچی سے پیدا ہو رہے ہیں۔"

ایک مسافر نے اپنی شریکِ حیات سے کہا "تم خواہ مخواہ اتنے برس مزاروں پر جاتی رہیں۔ اپنچی کے پاس جاکر منت مان لو۔ گود بھر جائے گی۔"

دو اسٹیورڈ تیزی سے چلتے ہوئے سونیا کے پاس آئے، ایک نے کہا "اب ہم ساری باتیں سمجھ گئے۔ کیا آپ مادام رسونتی ہیں؟"

سونیا نے اسٹیورڈ روم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "مادام وہاں ہوسٹس وغیرہ کے ساتھ ہیں۔"

ذرا فاصلے پر بیٹھی ہوئی ایک مسافر خاتون نے حیرانی سے کہا "مائی گڈنس، کیا یہ وہی بچے ہیں جنھیں روکنے کے لیے دوسری ماؤں پر غیر قانونی پابندیاں لگائی گئیں۔ کوئی ماں نیپال سے نہ تو باہر جاسکتی تھی اور نہ ہی کوئی بچے والی عورت نیپال میں داخل ہوسکتی تھی۔ دنیا بھر کے سخت پہرے لگائے گئے۔ تم عورتوں نے تو کمال کردیا۔ اتنے پہرے کے باوجود، انھیں یہاں لے آئیں؟"

ایک اسٹیورڈ نے جھنجلا کر کہا "مادام! ہم نہیں جانتے آپ کون ہیں۔ مادام رسونتی کی ہم عزت کرتے ہیں لیکن یہ غیر قانونی حرکت ہے۔ کان کھول کر سن لیں۔ پرواز کے دوران یہ بچے آپ دونوں کے پاس رہیں گے لیکن بنکاک پہنچتے ہی ہم انھیں اپنی تحویل میں لے لیں گے۔"

سونیا نے بڑے اطمینان سے فرضی پارس کو تھپکتے ہوئے کہا "ابھی تو دلّی دور ہے۔ یہی کہاوت بنکاک کے سلسلے میں بھی صادق آتی ہے۔"

پائلٹ کیبن میں بھی یہ خبر پہنچ گئی تھی۔ وہاں سے فرسٹ آفیسر نکل کر آیا۔ آتے ہی اس نے پوچھا "کیا واقعی وہ دونوں بچے لائے گئے ہیں؟"

پھر وہ چونک کر سونیا کی طرف دیکھنے لگا۔ اس کی گود میں پارس رو رہا ہے۔ اس نے قریب آکر پوچھا "یہ کہاں سے آیا؟"

سونیا نے اسے تھپکتے ہوئے کہا "یہ رو رہا ہے۔ اسے چپ کرانے کے بعد جواب دوں گی۔"

یہ کہتے ہی وہ پارس کو لے کر اسٹیورڈ کیبن کی طرف جانے لگی۔ اسی وقت رسونتی تیزی سے باہر آئی۔ اس نے فرضی پارس کو روتے ہوئے سن لیا تھا۔ اس لیے بے چین ہوکر باہر نکل آئی تھی۔ اس کے پیچھے ہوسٹس کہہ رہی تھی "مادام! آپ ہمارے ساتھ رہیں گی۔ یہاں سے نہیں جاسکتیں۔"

رسونتی نے اس کی باتوں کو نظر انداز کردیا۔ اپنے پارس کو سونیا کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "تم اسے سنبھالو۔ میں اسے چپ کراتی ہوں۔"

اس نے پارس کو سونیا کے حوالے کیا۔ علی تیمور کو اس سے لے کر سینے سے لگایا اور اسٹیورڈ روم کی طرف جانے لگی۔ اسی زندہ دل شخص نے کہا "بھئی ایک نے پٹارے سے بچے نکالنے کا ٹھیکہ لیا ہے۔ دوسری نے انھیں پالنے کا۔۔۔"

اس کی بات پر کتنے ہی مسافر قہقہے لگانے لگے۔ فرسٹ آفیسر نے اسٹیورڈ روم کی طرف بڑھتے ہوئے پوچھا "یہ دوسری عورت کون ہے جو بچے کو لے گئی ہے؟"

ایک ہوسٹس نے کہا "وہ مادام رسونتی ہیں۔"

فرسٹ آفیسر چلتے چلتے ایک دم سے ٹھٹک گیا۔ اس نے پلٹ کر ہوسٹس کو بے یقینی سے دیکھا۔ پھر سونیا کی طرف انگلی اٹھاتے ہوئے پوچھا "تم؟ تم کون ہو؟"

"پٹارے سے بچے نکالنے والی۔"

یہ بات سونیا نے اتنی سادگی سے کہی کہ تمام مسافر قہقہے لگانے لگے۔ وہ بولی "ابھی ایک صاحب نے میرا تعارف اسی انداز میں کرایا تھا۔ ویسے میرا نام انا میریا ہے۔"

وہ پھر چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ سونیا نے مسکرا کر کہا "یقیناً آپ نے میرا نام سنا ہوگا۔ خشکی کے راستوں پر، بندرگاہوں اور ہوائی اڈوں پر، جہاں جہاں پولیس، انٹیلی جنس اور کسٹم کے لوگ ہوتے ہیں۔ وہ انا میریا کا نام جانتے ہیں۔"

فرسٹ آفیسر نے اس کا نام سنتے ہی آگے بڑھ کر اپچی کو دیکھا۔ جس میں سے ابھی سونیا نے علی تیمور کو نکالا تھا۔ اس نے گیس سلنڈر کو ہاتھ میں لے کر تائید میں سر ہلاتے ہوئے کہا "واقعی تم انا میریا ہو۔ یہ تمھارا ہی کام ہے۔ تم اتنی پابندیوں کے باوجود ایک نہیں، دو بچوں کو یہاں لے آئیں۔ کمال ہے! آخر تم کیا بلا ہو؟"

سونیا نے عاجزی سے کہا "میں جو کچھ بھی ہوں۔ آپ سے تعاون کی درخواست کرتی ہوں۔"

"وھاٹ نان سنس، میں اور تم سے تعاون کروں گا۔ کیا تم مجھے مجرموں کا، اسمگلروں کا ساتھی سمجھتی ہو؟"

"کیا قاتلوں اور سازش کرنے والوں سے چھپنا، پناہ لینا اور معصوم بچوں کو پناہ دلانا جرم ہے؟"

"میں تم سے بحث کرنا نہیں چاہتا۔ میرے طیارے میں دو بچے غیر قانونی طور پر لائے گئے ہیں۔ لہٰذا میں بنکاک پہنچتے ہی انھیں قانون کے حوالے کروں گا۔"

ان کی باتوں کے دوران میں اسٹیورڈ اور ہوسٹس کے دماغوں میں گھومتا رہا۔ ان کے ذریعے پائلٹ کے دماغ میں پہنچ گیا کیونکہ انھوں نے اسٹیورڈ روم سے پائلٹ اور انجینئر کو بھی ان حالات سے آگاہ کردیا تھا۔ ادھر سونیا کہہ رہی تھی۔ "آفیسر! میں آپ سے درخواست کر رہی ہوں۔ ان بچوں کو بھول جائیے۔ ورنہ میرا نام انا میریا ہے۔ بنکاک پہنچ کر آپ کے فرشتے بھی ان بچوں کو قانون کے حوالے نہیں کرسکیں گے۔"

وہ اس کی طرف سے پلٹ گئی۔ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے طیارے کے اس سرے پر گئی۔ جہاں ایک دروازہ تھا۔ اس کے دوسری طرف پائلٹ کیبن تھا۔ اس نے دروازے کے پاس کھڑے ہوکر پارس کو دونوں ہاتھوں میں بلند کرتے ہوئے کہا "میری بہنو اور بھائیو! یہ فرہاد علی تیمور کا بیٹا ہے۔ وہ فرہاد علی تیمور جو کسی تعارف کا محتاج نہیں رہا۔ وہ اپنی ذات میں ایک قانون ہے۔ وہ قانون کی نفی نہیں کرتا لیکن اس کی جان خطرے میں پڑتی ہے یا اس کے چاہنے والے دشمنوں میں گھر جاتے ہیں اور ہر طرف سے انھیں پریشان کیا جاتا ہے، سازشوں کے جال بچھائے جاتے ہیں اور جب قانون بے بس ہوجاتا ہے تو وہ جو اپنی ذات میں قانون ہے، ایسا قانون استعمال کرتا ہے جیسا کہ ہم نے ابھی قانون استعمال کیا۔ جیسا کہ ہم نے دیکھا، قانون کے محافظ خطرناک تنظیموں اور بڑے بڑے ملکوں کے زیرِ اثر ہیں اور دو معصوم بچوں کی حفاظت نہیں کرسکتے۔ انھیں دشمنوں کے حوالے کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے لیے انھوں نے پابندیاں عائد کردی تھیں۔ ماں سے اس کی ممتا چھین رہے ہیں۔ باپ سے اس کی اولاد کو جدا کرکے بچوں کے ذریعے بلیک میل کرنا چاہتے ہیں تو پھر وہ قانون کہاں رہا؟ قانون تو یہ ہے کہ ہم نے ان معصوم بچوں کی حفاظت کی اور انھیں بحفاظت یہاں لے آئے۔ کیا ہم نے غلط کیا؟ میں سب سے پہلے اپنی ان بہنوں سے پوچھتی ہوں جو اپنے بچوں سے محبت کرتی ہیں یا جن کے ننھے ننھے معصوم بھائی اور بہنیں ہیں۔ کیا ہم نے کوئی جرم کیا ہے؟"

اس کی باتیں سن کر مسافر آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے۔ فرسٹ آفیسر اور اسٹیورڈ کچھ کہنے کے لیے آگے بڑھ رہے تھے کہ رک گئے۔ طیارے کے دوسرے سرے سے جہاں اسٹیورڈ روم تھا۔ وہاں سے رسونتی کی آواز سنائی دی۔ سب نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ علی تیمور کو دونوں ہاتھوں میں بلند کیے کہہ رہی تھی۔ "میری بہنو اور بھائیو! میں رسونتی ہوں۔ یہ میرا اور فرہاد علی تیمور کا بیٹا پارس ہے۔ یہ دنیا کا واحد بچہ ہے جو پیدا ہونے سے دشمنوں کی نظروں میں اب تک دھول جھونکتا آرہا ہے۔ یہ دشمنوں کے لیے ایک چیلنج ہے لیکن اس کی ماں تمھارے سامنے گھٹنے ٹیک کر عاجزی سے التجا کرتی ہے۔"

اس نے فرش پر گھٹنے ٹیک دیے۔ فرضی پارس کو اسی طرح ہاتھوں میں بلند رکھا پھر کہا "اے دنیا کو جنم دینے والی ماؤں، بہنو اور بیٹیو! بھائیو اور بزرگو! میرے دونوں معصوم بچوں کو بچالو۔ ان کی زندگی تم سب کے ہاتھوں میں ہے۔ تم سب ان کی حفاظت کے لیے ایک آواز ہوجاؤ گے تو قانون ہمارے سامنے بے بس ہوجائے گا۔ قانون ہم بناتے ہیں، ہم بدلتے ہیں اور اس کی اچھائی کے لیے بدلتے ہیں اور اچھائی یہ ہے کہ ہم اپنی دنیا کی معصوم کلیوں کو، شگفتہ پھولوں کو اپنے دودھ سے سینچیں، اپنی ممتا سے پروان چڑھائیں اور انسانیت کا تقاضا پورا کرتے ہوئے ان کی بھرپور حفاظت کریں۔"

ایک بوڑھی خاتون نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا "ہم ان بچوں کی ضرور حفاظت کریں گے۔"

ایک نوجوان عورت نے اٹھ کر کہا "یہ معصوم بچے ہیں، اسمگلنگ کا مال نہیں ہیں۔"

ایک شخص نے اٹھ کر کہا "ایک ماں اپنے بچوں کو لے جارہی ہے، پرائے بچوں کو اغوا نہیں کر رہی ہے۔ یہ ماں ہے، مجرم نہیں ہے۔"

ایک بوڑھے نے اٹھ کر کہا "قانون صرف مجرموں کو پکڑنے اور سزا دینے کے لیے نہیں ہوتا۔ مظلوموں کی حفاظت کرنے کے لیے بھی ہوتا ہے۔"

پھر تو کتنے ہی مسافر باری باری اٹھ کر اپنی رائے پیش کرنے لگے۔ سب کی آرا دونوں بچوں کی حمایت میں تھیں۔ فرسٹ آفیسر نے پریشان ہوکر کہا "پلیز خاموش رہیے۔ اپنی اپنی جگہ بیٹھ جائیے۔"

سب بیٹھنے لگے۔ اس نے کہا "کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں اپنی ڈیوٹی کے دوران میں ایسا کوئی کام کروں جو میری ایئر لائن کے اصول و ضوابط کے خلاف ہو؟"

ایک نے چیخ کر کہا "ہم کچھ نہیں جانتے۔ صرف ان بچوں کی حفاظت کرنا چاہتے ہیں۔"

فرسٹ آفیسر نے کہا "میں یہی بات سمجھا رہا ہوں۔ میرا فرض ہے کہ میں طیارے کے ایک ایک مسافر کی حفاظت کروں اور انھیں بخیریت ان کی منزل تک پہنچا دوں۔ جب یہ دو بچے میرے طیارے میں آچکے ہیں تو میں ان کا دشمن نہیں ہوں۔ میں انھیں سزا نہیں دے رہا ہوں۔ بنکاک پہنچنے تک یہ میرے طیارے کے دو ننھے مسافر ہیں۔ ان کی حفاظت میرا فرض ہے۔

بنکاک پہنچتے ہی میں انھیں قانون کے حوالے کر دوں گا تاکہ دشمن اور سازش کرنے والے ان کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھا سکیں۔"

سونیا نے کہا۔ "تم ہم سے زیادہ ان کے دشمنوں کو اور سازش کرنے والوں کو نہیں جانتے۔"

رسونتی نے چیخ کر کہا۔ "نہیں، یہ افسر جانتا ہے۔ اس نے کٹھمنڈو کے ایئرپورٹ پر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ قانون کس قدر بے بس تھا۔ وہاں تمام لوگ ان بچّوں کے خلاف اقدامات کر رہے تھے۔ پابندیاں عائد کر رہے تھے۔ اس آفیسر نے کیا کر لیا؟ یا بنکاک پہنچ کر قانون وہاں بھی بے بس ہوگا تو یہ کیا کر لے گا؟ کیا ان بچّوں کو دشمنوں کے ہتھے چڑھنے سے روک سکے گا؟"

آفیسر نے جھنجلا کر کہا۔ "میں اس کا ذمے دار نہیں ہوں۔ میں اپنی ڈیوٹی پوری کرنا جانتا ہوں۔ میرا کام اس طیارے کو بحفاظت بنکاک تک پہنچانا ہے اور مسافروں کو بھی بخیریت ان کی منزل تک پہنچا کر اپنے فرائض سے سبکدوش ہونا ہے۔ ان مسافروں میں یہ دو بچّے بھی شامل ہیں۔ منزل پر پہنچنے کے بعد کون دشمنوں کے ہتھے چڑھتا ہے، کون دوستوں کے گلے لگتا ہے۔ یہ ہم نہیں جانتے۔ یہ ہماری ڈیوٹی نہیں ہے کہ ہم کسی کو دوستوں کے گلے لگائیں یا کسی کو دشمنوں کے ہتھے چڑھا دیں۔ میں ایک بات جانتا ہوں صرف ایک بات اور وہ یہ کہ بنکاک پہنچنے تک بچّے میری حفاظت میں رہیں گے۔ اس کے بعد قانون فیصلہ کرے گا۔"

سونیا نے کہا۔ "اگر تم اپنی ذمّے داری کی بات کرتے ہو تو پھر ہم بھی اپنی ذمّے داری پوری کریں گے۔ جو ہاتھ ان بچّوں کو کئی ملکوں کے سیکرٹ ایجنٹوں، سراغ رسانوں، فوجی جوانوں اور سخت پہروں سے نکال کر یہاں تک لا سکتے ہیں، وہ یہاں سے اپنی منزل تک بھی پہنچا سکتے ہیں۔ تم دیکھو گے کہ اس طیارے کے بنکاک پہنچنے سے پہلے کیا قیامت آتی ہے۔"

سونیا چیلنج کر رہی تھی۔ اس دوران میں اس کے پاس نہیں تھا۔ یہ ساری باتیں مجھے بعد میں معلوم ہوئیں۔ میں تو پائلٹ کے پاس پہنچا ہوا تھا۔ میرا ارادہ تھا کہ اسے ٹریپ کروں۔ اس کے دماغ پر قابض ہو کر اس سے اپنی مرضی کے مطابق عمل کراؤں لیکن جب میں نے پہلی بار اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے مخاطب کیا تو اس نے کہا۔ "خوش آمدید، مادام رسونتی!"

میں نے حیرانی سے پوچھا۔ "تم مجھے خوش آمدید کہہ رہے ہو جبکہ میں غیر قانونی طریقے سے اپنے دو بچّوں کو یہاں لے آئی ہوں۔"

"مادام! سب سے پہلے یہ وضاحت کر دوں کہ میں انٹرپول کے چیف آفیسر عزت علی کا اَن آفیشیل یعنی غیر سرکاری اسسٹنٹ ہوں۔ ان کے مجھ پر بڑے احسانات ہیں۔ انھوں نے اپنی سرپرستی میں مجھے ایک ماہر سراغ رساں بھی بنا دیا ہے جو مجرم میری فلائٹ میں سفر کرتے ہیں، انھیں کس طرح بھانپنا چاہیے، کس طرح ان کا سراغ لگانا چاہیے اور کس طرح عزت علی صاحب تک اطلاع پہنچانا چاہیے۔ میں یہ سارے کام اچھی طرح سمجھ گیا ہوں اور ان کے لیے کرتا رہتا ہوں۔"

"کیا تمھیں معلوم تھا کہ میں روپ بدل کر اس طیارے میں سفر کرنے والی ہوں؟"

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔ مسٹر عزت علی نے مجھے پہلے ہی سب کچھ بتا دیا تھا۔ یہ تاکید کی تھی کہ حالات موافق ہوں اور آپ کے خلاف جاتے ہوں تو مجھے آپ کے اور مادام سونیا کے مشوروں پر فوراً عمل کرنا چاہیے۔ میں جانتا ہوں مادام سونیا اس وقت انا میریا کے روپ میں یہاں موجود ہیں۔"

"عزت علی نے جس طرح میرا ساتھ دیا ہے۔ میں اسے کبھی نہیں بھولوں گی۔"

"مادام! ابھی پوری طرح ساتھ کہاں دیا ہے۔ اب حالات بگڑ رہے ہیں، حکم دیجیے، ہمیں کیا کرنا ہے۔"

"میں بنکاک نہیں جانا چاہتی۔ وہاں پہنچتے ہی گھیر لی جاؤں گی۔ کیا اس طیارے کا رخ تم کسی دوسری طرف موڑ سکتے ہو؟"

"بیشک موڑ سکتا ہوں لیکن کسی نہ کسی ملک کے ایئرپورٹ پر اُتر کر ایندھن کی کمی پوری کرنی ہوگی۔"

"کوئی ہرج نہیں ہے۔ جب طیارہ کسی بھی ملک کے ایئرپورٹ پر اترے گا تو میں کسی کو دروازہ کھولنے نہیں دوں گی۔ تمھارے ساتھ اس کیبن میں دو اسٹاف کے آدمی ہیں۔ ایک فرسٹ آفیسر جو اس وقت طیارے میں مجھ سے اور سونیا سے الجھ رہا ہے۔ دوسرا یہ فلائٹ انجنیئر ہے۔ کیا یہ ہمارا ساتھ دے گا؟"

"اس پر بھروسہ نہ کریں۔ طیارے میں ایک اسٹیورڈ ہمارا ساتھی ہے۔ میں اسے کسی طریقے سے بلاتا ہوں۔ آپ انجنیئر کو اس کیبن سے باہر بھیج دیں۔ اسٹیورڈ آتے ہی دروازے کو اندر سے بند کر دے گا۔ میں کیبن میں اس کے ساتھ رہوں گا۔ یہاں ہمارا قبضہ رہے گا۔ اِدھر کا دروازہ نہیں کھلے گا۔ باقی طیارے کے دوسرے دروازوں کو بند رکھنا آپ کا کام ہوگا۔"

"تم انجنیئر سے بات کرو۔" میں اس کے دماغ میں پہنچی۔ اس نے فلائٹ انجنیئر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "ذرا معلوم تو کرو۔ طیارے میں کیا ہو رہا ہے۔"

"ہمارے طیارے میں دنیا کی بڑی بڑی شخصیتیں سفر کر رہی ہیں۔ آج رسونتی کا نام سن کر عجیب سا لگ رہا ہے۔ میں اسے قریب سے دیکھنا چاہتا ہوں۔ میں جاؤں گا تو تم تنہا رہ جاؤ گے لہٰذا فرسٹ آفیسر کو بھیج رہا ہوں۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ تم اسٹیورڈ آنند کو بھیج دو۔"

وہ کیبن سے نکلنے کے لیے دروازہ کھول کر باہر آنا چاہتا تھا۔ راستے میں سونیا، بچّے کو لیے کھڑی تھی۔ وہ ایک طرف ہٹ گئی۔ میں نے سونیا سے کہا۔ "یہ مرغا کیبن کے باہر جا رہا ہے۔ ابھی اسٹیورڈ آنند کیبن میں داخل ہوگا۔ اس کے بعد کیبن کا دروازہ اندر سے بند ہو جائے گا۔ پائلٹ اور آنند دونوں ہی ہمارے آدمی ہیں۔ اُدھر سے ہم بے فکر رہیں گے۔ باقی طیارے کے اس حصّے کو اپنے کنٹرول میں رکھنا ہمارا کام ہے۔"

میں اسے مختصر طور پر پائلٹ کے متعلق بتا رہا تھا۔ اس وقت تک اسٹیورڈ آنند پائلٹ کیبن میں پہنچ گیا تھا۔ دروازے کو اندر سے بند کر چکا تھا۔ میں نے رسونتی بن کر اسے مخاطب کیا تو وہ ذرا چونکا۔ پھر نمستے کہنے کے انداز میں دونوں ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔ "دیوی جی، میں آپ کا عقیدت مند ہوں۔ فرمائیے۔"

"اس دروازے کو اب نہ کھولنا۔ مائک کے ذریعے یہی تاثر دینا کہ میں نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمھیں اور پائلٹ کو ٹریپ کیا ہوا ہے۔ تم لوگ اپنی مرضی سے حرکت کرنا چاہو گے تو تمھاری جانوں کو خطرہ ہے۔ اس طرح پورا طیارہ تباہ ہو جائے گا۔"

"دیوی جی! میں اچھی طرح سمجھ گیا۔ آپ جو کہہ رہی ہیں، ہم اس پر عمل کریں گے۔"

میں پائلٹ کے دماغ میں پہنچا۔ اس نے پوچھا۔ "مادام! آپ کس ملک میں جانا چاہتی ہیں۔"

"پہلے تو کسی بھی ملک کے ایئرپورٹ پر طیارے کو اتارو۔ ایندھن پوری طرح حاصل کرو۔ اس دوران قریبی ایئرپورٹ کے کنٹرولنگ ٹاور سے رابطہ قائم کر کے یہاں کے حالات سے آگاہ کرو۔ انھیں بتاؤ کہ تم اور اسٹیورڈ آنند ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کیے جا چکے ہو۔ ایک کیبن میں قید ہو چکے ہو۔ اپنی مرضی سے حرکت نہیں کر سکتے۔ فی الحال اس طیارے کو ایئرپورٹ کے کسی رَن وے پر اتارنا چاہتے ہو۔ قریبی ایئرپورٹ کون سا ہے؟"

"رنگون ایئرپورٹ ہے۔"

"اوہ خدایا! برما کی حکومت تو میرا اور فرہاد کا نام سن کر ہی بھڑک جاتی ہے۔ پچھلے دنوں ہماری وجہ سے وہاں اتنے ہنگامے ہوئے ہیں کہ شاید ہی وہ طیارے کو اترنے کا موقع دیں پھر بھی کوشش کرو۔"

میں سونیا کے پاس آ گیا۔ تاکہ طیارے کے حالا[illegible] کر سکوں۔ اچانک ہی ایک شخص اپنی سیٹ سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے ریوالور دکھاتے ہوئے کہا۔ "انا میریا! [illegible] مادام رسونتی! میں تم دونوں کو وارننگ دے رہا ہوں۔ اگر میرے حکم کی تعمیل نہ کی گئی۔ تو میں بے دریغ گولی مار دوں گا۔"

میں فوراً ہی اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ تمام مسافر ریوالور کو دیکھ کر سہم گئے تھے۔ عورتیں گھبرا رہی تھیں۔ ایک عورت بے اختیار چیخ پڑی تھی۔ ریوالور والے نے کہا۔ "میں مسافروں کا دشمن نہیں ہوں، نہ ہی طیارہ اغوا کرنے والا ہوں۔ میں ایک ہندوستانی ہوں۔ میرا تعلق فوج سے ہے۔ میرے دیش کی زمین سے دو بچّے اغوا کیے جا رہے ہیں۔ مادام رسونتی غیر قانونی طور پر اس طیارے میں پہنچ گئی ہیں۔ میں انھیں قانون کے حوالے کروں گا۔"

سونیا نے ایک ہاتھ سے پارس کو سنبھالا۔ دوسرا ہاتھ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "نادان بچّے! ریوالور سے کھیلنا اچھی بات نہیں ہے۔ لاؤ مجھے دے دو۔"

میں دوسرے ہی لمحے اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اس نے ریوالور سونیا کی طرف اچھال دیا۔ سونیا نے اسے کیچ کر لیا۔ میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ ایک دم سے گڑبڑا گیا۔ چونک کر اپنے خالی ہاتھ کو دیکھنے لگا۔ سونیا نے کہا۔ "اُدھر نہیں، اِدھر دیکھو۔"

سونیا کے ہاتھ میں ریوالور دیکھ کر اس کا چہرہ فق ہو گیا۔ رسونتی نے کہا۔ "تم بڑے دیش بھگت بنتے ہو۔ یہ تمھاری کیسی دیش بھگتی ہے کہ تمھارے ہاں کی ایک عورت بیاہ کر دوسرے دیس گئی، وہ اپنے بچّوں کی ماں بنی اور تم ان کے حقوق ضبط کرتے ہو۔ اسے قانون اور دیش بھگتی کہتے ہو۔ ریوالور دکھانے سے پہلے کیا یہ بھول گئے تھے کہ تمھیں ٹیلی پیتھی کے ذریعے شکار کیا جا سکتا ہے۔ یا تمھیں اس بات کا ابھی تک علم نہیں ہے کہ رسونتی کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں واپس آ گئی ہیں؟"

وہ گم صم کبھی رسونتی کو اور کبھی سونیا کو دیکھ رہا تھا۔ سونیا نے کہا۔ "اب اچھے بچّوں کی طرح اپنی سیٹ پر بیٹھ جاؤ اور آرام سے سفر کرتے رہو۔"

فرسٹ آفیسر نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ "مس انا میریا! دروازے کے پاس سے ہٹ جاؤ۔ میں پائلٹ کیبن میں جانا چاہتا ہوں۔"

سونیا نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ "اب یہ دروازہ نہیں کھلے

گا۔ تم سب اسٹیورڈ روم میں وقت گزارو۔ ابھی پائلٹ کیبن سے ایک اہم اعلان ہونے والا ہے۔"

"کیسا اعلان؟ کون کرے گا اعلان؟"

سونیا نے میری سوچ کے مطابق کہا "ابھی اس طیارے کا پائلٹ، رنگون ایئرپورٹ کے کنٹرولنگ ٹاور سے رابطہ قائم کر رہا ہے۔ وہاں یہ جہاز اتارا جائے گا۔ تاکہ پوری طرح ایندھن حاصل کیا جاسکے۔ وہاں سے معاملات طے ہونے کے بعد ان کے مطابق اعلان کیا جائے گا۔ انتظار فرمائیے۔"

فرسٹ آفیسر نے کہا "میں تمھیں قانون کا واسطہ دے کر کہتا ہوں۔ ریوالور مجھے دے دو۔ ورنہ یہی سمجھا جائے گا طیارے کو اغوا کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔"

فرسٹ آفیسر کی بات سن کر مسافروں میں کھلبلی مچ گئی سب گھبرانے لگے۔ عورتیں پریشان ہوکر کبھی رسونتی کو اور کبھی سونیا کو دیکھنے لگیں۔ سونیا نے کہا "میں مسافروں سے درخواست کرتی ہوں، وہ پرسکون رہیں۔ ہم ان کے دشمن نہیں ہیں۔"

رسونتی نے کہا "میں نے اور انا میریا نے محبتوں کا واسطہ دیا، انسانیت کا واسطہ دیا۔ دو معصوم جانوں کی حفاظت کرنے کے لیے گڑگڑا کر التجائیں کیں۔ میں نے تم سب کے آگے گھٹنے دیے۔ میں مانتی ہوں۔ ہمسفر خواتین اور مردوں نے میرا بہت حد تک ساتھ دیا۔ میری حمایت کی لیکن یہاں قانون کی باتیں کرنے والوں کا پلڑا بھاری ہے۔ یہ اپنی من مانی کریں گے اور اس طیارے کو بنکاک لے جانا چاہیں گے۔ بنکاک جانے کا مطلب یہ ہوا کہ دونوں بچوں کے ساتھ میں بھی دشمنوں کے نرغے میں چلی جاؤں گی اور میں ایسا نہیں ہونے دوں گی۔ لہٰذا یہ طیارہ اب میری مرضی کے مطابق پرواز کرے گا۔"

طیارے میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک سنسنی پھیل گئی۔ فرسٹ آفیسر اسٹیورڈ روم میں جاکر پائلٹ سے رابطہ قائم کرنا چاہتا تھا۔ اسی وقت اسپیکر کے ذریعے اعلان سنائی دیا "معزز خواتین و حضرات! میں اسٹیورڈ آنند آپ سے مخاطب ہوں۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہنا چاہیے کہ میری زبان سے شریمتی رسونتی دیوی بول رہی ہیں۔ میں اور آپ کے طیارے کا پائلٹ، ان کی ٹیلی پیتھی کی گرفت میں ہیں۔ اگر ہم اپنی مرضی سے ذرا بھی حرکت کریں گے تو یہ طیارہ تباہ ہوجائے گا۔"

یہ سنتے ہی دو عورتیں رونے لگیں۔ ایک بوڑھے نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا "یہ ہماری دنیا میں کیا ہو رہا ہے۔ جہاں دیکھو وہاں ہائی جیکنگ ہوتی ہے۔ ہمیں اپنی منزل سے بھٹکایا جاتا ہے، ہمیں پریشان کیا جاتا ہے۔ ہماری زندگی کو خطرے میں ڈالا جاتا ہے۔"

سونیا نے کہا "میں آپ سے درخواست کرتی ہوں آپ خاموشی سے اعلان سنتے رہیں۔ یہ میرا وعدہ ہے کہ میں آپ کو اور تمام مسافروں کو بخیریت ان کی منزل تک پہنچاؤں گی۔ فی ا[لحال] میرے دو بچوں کی سلامتی کا سوال ہے۔"

اسپیکر کے ذریعے اسٹیورڈ آنند کہہ رہا تھا "معزز خواتین و حضرات! ہم اس وقت برما کے شہر رنگون کی فضاؤں میں پرو[از کر] رہے ہیں۔ چند منٹ کے بعد ہمارا طیارہ یہاں اترنے والا ہے۔ [ایندھن] حاصل کرنے کے بعد ہماری پرواز پھر جاری رہے گی۔ اس و[قت] تک کے لیے میں آپ سے درخواست کرتا ہوں، آپ صبر و تحمل کا مظاہرہ کریں۔ کسی قسم کی پریشانی کو دل میں جگہ نہ دیں۔ ہمارا [فرض] ہے کہ ہم آپ کو بحفاظت آپ کی منزلوں تک پہنچائیں اور ہم [یہ] فرض ضرور ادا کریں گے۔ حالات بنتے اور بگڑتے رہتے [ہیں۔] ایسے ہی حالات پر قابو پانا ہماری ڈیوٹی ہے۔ ہم کسی نہ کسی [طرح] اپنی ڈیوٹی کی تکمیل ضرور کریں گے۔ فی الحال آپ سے درخوا[ست] ہے کہ آپ اپنی اپنی جگہ سیفٹی بیلٹ باندھ لیں۔ طیارہ کسی وقت بھی اترنے والا ہے۔ آئی پرے فار آل آف اس اینڈ [وش] یو گڈ لک۔"

اسپیکر خاموش ہوگیا۔ تمام مسافر اپنی اپنی سیٹ پر سب طرح بیٹھ کر سیفٹی بیلٹ باندھنے لگے۔ سونیا اور رسونتی نے پہلی سیٹوں کو چھوڑ دیا تھا۔ کیونکہ وہ درمیان میں تھیں۔ سونیا [ٹیلی پیتھی] کے ذریعے اور رسونتی ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمام مسافروں کو، فر[سٹ] آفیسر کو اور اسٹیورڈ وغیرہ کو اپنے کنٹرول میں رکھنے کے لیے [اپنی] سیٹ پر چلی آئیں۔ ایک ایک بچے کو سنبھالتے ہوئے انھو[ں] نے سیفٹی بیلٹ باندھ لیا۔ اسی وقت طیارہ رن وے پر اتر[نے لگا۔]

پائلٹ نے کنٹرولنگ ٹاور والوں کو یہ نہیں بتایا تھا [کہ] ٹیلی پیتھی کے ذریعے طیارے کو اغوا کیا جارہا ہے۔ میں نے [منع] کردیا تھا۔ ایسا کہنے سے رنگون کے ایئرپورٹ میں دہشت [پھیل] جاتی۔ وہاں کے حکام طیارے کو اترنے کی اجازت ہی نہ د[یتے۔] اس طرح ایندھن حاصل نہ ہوتا۔

جس وقت طیارے میں ایندھن سپلائی ہو رہا تھا اسی [وقت] پائلٹ نے کنٹرولنگ ٹاور والوں سے رابطہ قائم کرتے ہو[ئے کہا] "اب میں حقیقت بیان کرتا ہوں۔ شریمتی رسونتی دیوی نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کیا ہوا ہے۔ اس وقت وہ طیار[ے] میں اپنے دو بچوں کے ساتھ موجود ہیں۔ نیپال میں جو کچھ [ہوا] ہے۔ اس کا علم یقیناً یہاں کے حکام کو ہوگا۔ شریمتی رسونتی دیو[ی] یہاں کے حکام سے دریافت کر رہی ہیں، کیا ان کے دو بچ[وں]

کے ساتھ انھیں یہاں کی حکومت پناہ دے سکتی ہے؟"

دوسری طرف سے کہا گیا "جواب کا انتظار کریں۔"

تھوڑی دیر بعد ہی کسی کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "ہمیں افسوس ہے۔ یہاں پچھلے دنوں مسٹر فرہاد علی تیمور کے ذریعے جو ہنگامے ہوئے، وہ ناقابلِ فراموش ہیں۔ ہمارے ہاں بڑی بدامنی پھیل رہی۔ لہٰذا ہم معذرت چاہتے ہیں۔ ہم شریمتی رسونتی دیوی کی خدمت کے لیے تیار ہیں لیکن یہاں پناہ دینے کا مطلب یہ ہوگا کہ مختلف خطرناک تنظیمیں ہمارے ہاں اپنا اپنا اڈا بنائیں گی۔ یہاں ایک گھمسان کی لڑائی شروع ہوجائے گی۔ ہمارا غیر جانبدار ملک مختلف ممالک اور خطرناک تنظیموں کی آماجگاہ بننے کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ ہم رسونتی جی سے ہاتھ جوڑ کر پرارتھنا کرتے ہیں کہ وہ یہاں سے چلی جائیں۔ ہم طیارے کو یہاں سے روانہ کرنے کے لیے سگنل دے رہے ہیں۔"

میں نے سونیا اور رسونتی کو یہ باتیں بتائیں۔ سونیا نے کہا۔ "میں پہلے ہی جانتی تھی۔ یہاں کے حکام ہمیں اپنی زمین پر قدم رکھنے ہی نہیں دیں گے۔ چلو اچھا ہے۔ یہاں سے دوسری جگہ چلیں۔"

رسونتی نے سوچ کے ذریعے پوچھا "لیکن کہاں چلیں؟ اتنی بڑی دنیا میں ایسا کون سا ملک ہے جو ہمیں پناہ دے کر بڑے ممالک سے دشمنی مول لینا چاہیے گا۔ یا بڑے ممالک اپنے ہاں پناہ دے کر اپنے ملک کو خطرناک تنظیموں کا گڑھ بنالیں گے۔ اگر ایک پناہ دے گا تو دس ہمارے پیچھے پڑجائیں گے اور جو پناہ دے گا۔ اس کا اپنا مفاد ہوگا۔ وہ اپنے طور پر ہمیں استعمال کرنا چاہے گا۔"

تھوڑی دیر بعد طیارہ پھر پرواز کرنے لگا۔ جب وہ [مطلوبہ] بلندی پر پہنچ گیا تو پائلٹ نے میری ہدایات کے مطابق اعلان کیا۔ اسپیکر سے آواز سنائی دینے لگی۔ وہ کہہ رہا تھا "معزز خواتین و حضرات! طیارے کی آخری دو سیٹوں پر شریمتی رسونتی دیوی اور مس انا میریا ایک ایک بچے کو لیے بیٹھی ہوئی ہیں۔ آپ دیکھ سکتے ہیں۔ شریمتی رسونتی دیوی اس وقت بالکل خاموش اور گم صم ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس وقت میرے دماغ میں پہنچی ہوئی ہیں اور میں ان کی مرضی کے مطابق اعلان کر رہا ہوں۔"

تمام مسافروں نے اپنی جگہ سے سر گھما کر رسونتی کی جانب دیکھا۔ اسپیکر سے کہا جارہا تھا "دیوی جی اور مسٹر فرہاد علی تیمور ٹیلی پیتھی جاننے والی دو ایسی شخصیتیں ہیں۔ جن کے نام سے بڑی بڑی حکومتیں لرزتی ہیں۔ کوئی ملک انھیں اپنے ہاں پناہ دینا نہیں چاہتا اور انھیں پناہ دینے سے انکار کرتے ہوئے بھی ڈرتا ہے۔ دنیا کے تمام ممالک ان دونوں سے دوستی کرنا چاہتے ہیں مگر دوستی نبھانا نہیں چاہتے۔ موجودہ حالات میں شریمتی رسونتی دیوی اپنے دو بچوں کے ساتھ جہاں جائیں گی وہاں ان کے اطراف دشمنوں کی بھیڑ لگ جائے گی۔ لہٰذا وہ ایسی جگہ جانا چاہتی ہیں جہاں دشمن نہ پہنچ سکیں۔ ایسی جگہ صرف ایک ہے اور وہ ہے وادیٔ قاف . . ."

چند لمحے کے لیے خاموشی چھاگئی۔ سب گم صم اپنی اپنی جگہ بیٹھے ہوئے تھے۔ یوں لگ رہا تھا جیسے سب نے سانس روک لی ہو۔ کسی نئی جگہ کا نام سن رہے ہوں اور سمجھ رہے ہوں کہ یہ وادیٔ قاف کہاں ہے اور یہ طیارہ کیا واقعی ایسی کسی جگہ پہنچنے والا ہے۔

پھر اسپیکر سے آواز سنائی دی "وادیٔ قاف، مملکتِ ترکی کے شمال میں واقع ہے۔ یہ ایک آزاد قبائلی علاقہ ہے۔ یہاں صدیوں سے جو قوم آباد ہے۔ وہ آج بھی مہذب دنیا سے بالکل الگ ہے۔ اس کے باوجود اس قوم کا فرہاد علی تیمور سے گہرا تعلق ہے۔ یہ طیارہ وہیں جارہا ہے۔ آپ سے درخواست ہے کہ سکون سے سفر جاری رکھیں۔ آپ لوگوں کو کسی قسم کا جانی، مالی نقصان نہیں پہنچے گا۔ یہ رسونتی دیوی کا وعدہ ہے کہ وہاں انھیں اور دونوں بچوں کو بخیریت پہنچانے کے بعد یہ طیارہ آپ لوگوں کو آپ کی منزل تک لے جائے گا۔"

میں نے سونیا اور رسونتی سے کہا "میں تھوڑی دیر کے لیے ٹارزر غلبا کے پاس جارہا ہوں۔ تم دونوں ہوشیار رہنا۔ میں ابھی آؤں گا۔"

میں غلبا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ایک جگہ کھڑا ہوا ایک چار دیواری کو تعمیر ہوتے دیکھ رہا تھا۔ ایک مسجد تعمیر کی جارہی تھی۔ اس قبیلے کے لوگوں کو دینِ اسلام کی طرف مائل کیا جارہا تھا۔ بہت پہلے ہی میں نے اس سلسلے میں بابا صاحب کے ادارے سے رجوع کیا تھا۔ شیخ الفارس غلام حسین البرقی نے بہت پہلے ہی ایک تبلیغی جماعت کو وہاں بھیج دیا تھا۔ بہرحال میں نے ٹارزر غلبا کو مخاطب کیا۔ تو وہ چونک کر اپنے آس پاس دیکھنے لگا۔

وہ سمجھ رہا تھا کہ سوچ کے ذریعے اسے مخاطب کیا گیا ہے چونکہ بہت عرصے کے بعد اس سے ٹیلی پیتھی کے ذریعے رابطہ قائم ہو رہا تھا۔ اس لیے وہ ذرا بدحواس ہوگیا تھا۔ پھر اس نے پوچھا "فرہاد! کیا تم بول رہے ہو؟"

"میں رسونتی بول رہی ہوں۔ شاید آپ مجھے جانتے ہوں۔"

"ضرور جانتا ہوں۔ میری بیٹی تمھارے شوہر سے بیاہی جانے والی ہے۔ ثبا تہ یہاں کی شہزادی ہے۔ آئندہ یہاں کی ملکہ بن

سکتی ہے لیکن فرہاد کے رشتے سے تم بڑی ملکہ کہلاؤ گی اور د، تم کمر ہے گی۔ میں تمھاری عزت کرتا ہوں۔ بولو، کیسے آنا ہوا؟ میں تمھارے لیے کیا کر سکتا ہوں؟"

"میں اس وقت دشمنوں میں گھری ہوئی ہوں۔ اپنے دو بچوں کے ساتھ ایک طیارے میں سفر کر رہی ہوں۔ اس طیارے کو میں نے اور سونیا نے اغوا کیا ہے۔ اب اسے آپ کے علاقے میں لا رہے ہیں۔"

"میں خوش آمدید کہتا ہوں۔"

"میں نے سنا ہے، آپ کے علاقے میں کھلے میدان ضرور ہیں۔ وہ اکثر برف سے ڈھکے رہتے ہیں۔ ایسا کوئی ہموار راستہ نہیں ہے۔ جہاں طیارہ اتر سکے؟"

"راستہ نہ ہو تو بنایا جاتا ہے۔ یہ بتاؤ، وہ طیارہ کب تک یہاں پہنچے گا؟"

ایک اندازے کے مطابق آٹھ گھنٹے لگ جائیں گے۔

آٹھ گھنٹے میں تو میں ننگی تلوار سے آٹھ ہزار دشمنوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹتا ہوا چلا آؤں گا۔ یہ راستہ بنانا کون سی بڑی بات ہے۔ میں مانتا ہوں۔ آٹھ گھنٹے کے اندر پختہ رن وے تیار نہیں کیا جا سکتا لیکن کچّا راستہ اس حد تک ہموار کیا جا سکتا ہے کہ طیارہ اتر سکے اور ایسا ہو جائے گا۔ تم اطمینان رکھو۔"

"شکریہ، میں جا رہی ہوں۔ میرا طیارے میں موجود رہنا ضروری ہے۔"

"ہاں، ضرور جاؤ۔ ہو سکے تو ثباتہ اور ببلا سے رابطہ قائم کرو۔ ان کے بارے میں مجھے کچھ بتاؤ۔"

"آپ فکر نہ کریں۔ جس طرح آپ جیالے ہیں۔ اسی طرح آپ کی اولاد بھی ہے۔ وہ دونوں بخیریت ہیں۔ ثباتہ شاید کل تک آپ کے پاس پہنچ جائے گی۔"

"تم طیارے میں مصروف ہو اور وہاں تمھاری موجودگی ضروری ہے۔ ورنہ میں فرہاد کے متعلق بھی پوچھتا۔ جب دوبارہ آؤ تو مجھے اس کے متعلق ضرور بتانا۔"

"اتنا سمجھ لیں کہ وہ بھی بخیریت ہے۔ باقی باتیں آپ کو بعد میں بتاؤں گی۔"

میں پھر رسونتی اور سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ طیارہ پوری طرح دونوں کے کنٹرول میں تھا۔ پائلٹ روم میں کوئی جا نہیں سکتا تھا۔ اُدھر کا دروازہ اندر سے بند ہو چکا تھا۔ اِدھر ریوالور کی صورت میں ایک ہتھیار سونیا کے ہاتھ میں تھا۔ دوسرا ہتھیار ٹیلی پیتھی کی صورت میں رسونتی کے پاس تھا۔ لہٰذا کوئی ان ... کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔

اب طیارے کے باہر اس وسیع و عریض دنیا میں کیا رہا تھا؟ برما کے حکام نے اس وقت اطمینان کا سانس تھا۔ جب وہ طیارہ وہاں سے پرواز کرنے لگا تھا اور جب کنٹرولنگ ٹاور سے بتایا گیا تھا کہ وہ برما کی سرحد سے باہر رہا ہے۔ یہ خبر تمام ایئر لائنز اور تمام فلائنگ کمپنیوں تک رفتہ پہنچ رہی تھی کہ ایک طیارہ اغوا کیا جا رہا ہے۔ وہ کچھ پہلے رنگون کے ایئرپورٹ سے پرواز کر چکا ہے۔ کلکتہ دَم دَم ایئرپورٹ میں سیکورٹی فورس پہنچ گئی تھی۔ کیونکہ ہما طیارے کے پائلٹ نے کنٹرولنگ ٹاور کے ذریعے اپنا فلائ روٹ بتا دیا تھا۔ برما کے بعد وہ طیارہ چاٹگام اور کلکتہ فضاؤں میں پرواز کرتا ہوا دہلی کی طرف جانے والا تھا۔ وارننگ دی گئی تھی کہ وہ جس ملک سے بھی گزرے۔ وہا حکومت اعتراض نہ کرے۔ اعتراض کیا گیا تو سیکڑوں مساف کی جان خطرے میں پڑ جائے گی۔ کوئی ان کی زندگی کی ضما نہیں دے سکے گا۔

تمام ممالک کی ایئر لائنز اور ایئرپورٹ کی انتظامیہ کو تاکید کی گئی تھی۔ انھیں یقین دلایا گیا تھا کہ وہ طیارہ کسی ایئر میں اتر کر کسی کی پریشانی کا سبب نہیں بنے گا۔ ہاں اگر کوئی یا کوئی ٹیکنیکل خرابی ہوئی تو طیارے کو کسی جگہ اتارنا پڑے گا۔ صورت میں وہ خرابی دور کرنے کے بعد پھر کسی رکاوٹ کے اپنی منزل کی طرف پرواز کرے گا۔

فلائنگ روٹ میں بتایا گیا تھا کہ دہلی کے بعد دا پنڈی اور تہران سے گزرتا ہوا انقرہ تک جائے گا۔ انقرہ بعد روٹ لائن نہیں بتائی گئی تھی۔ منزل بتا دی گئی تھی۔ طرح سمجھ میں آتا تھا کہ انقرہ کے بعد وہ طیارہ شمال کی طرف کرے گا اور وادیٔ قاف پہنچے گا۔

میں فرضی رسونتی کے پاس آگیا۔ وہ جیمز میکلے اور ا کے اسمگلنگ گروہ سے تعلق رکھتی تھی۔ میں نے رسونتی کی حیثیت سے پوچھا "ہیلو، کیا حال ہے۔ انا میریا تمھاری خیریت کرنا چاہتی ہے۔"

"میں خیریت سے ہوں۔ یہاں یہ حقیقت معلوم ہے کہ آپ دونوں بچوں کے ساتھ طیارے میں پہنچ گئ اور اب وہ طیارہ اغوا کیا جا رہا ہے۔"

"مجھے اسی لیے تمھارے پاس آنے میں دیر ہوئی۔ طیارے کے اندر اپنے معاملات میں الجھی ہوئی تھی۔ تمام اپنے کنٹرول میں کرنا تھا۔ جب وہاں سے فارغ ہوئی تو خیریت معلوم کرنے آئی ہوں۔ یہ نہ سوچنا کہ ہم تمھاری

سے غافل ہیں۔"

"مادام! یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں۔ آپ لوگوں کے لیے تو جان بھی حاضر ہے۔"

"تمھارا اطمینان اور سکون بتا رہا ہے کہ وہ تم پر زیادتی نہیں کر رہے ہیں۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولی "ان کی کیا مجال ہے کہ زیادتی کریں۔ بازی ان کے ہاتھ سے نکل گئی ہے۔ ایک افسر مجھ سے کہہ رہا تھا، ہم چاہیں تو تمھیں گولی بھی مار سکتے ہیں۔ اس پر میں نے جواب دیا۔ دیر کیوں کرتے ہو، گولی مار دو۔ اس کے بعد پتا نہیں، تم میں سے کتنے ٹیلی پیتھی کی ان دیکھی گولیوں کا نشانہ بنتے رہیں گے۔"

"وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ میں اپنے دونوں بچوں کے ساتھ اتنی آسانی سے نکل جاؤں گی۔ یقیناً وہ بُری طرح جھنجلا رہے ہوں گے۔"

"ہاں، بعد میں ایک آفیسر نے میرے پاس آکر کہا۔ ہم تمھارے دشمن نہیں ہیں۔ تمھیں صرف اس لیے حراست میں رکھا ہے کہ تمھارے ذریعے شریمتی رسونتی دیوی ہم سے گفتگو کریں گی۔"

"ضرور کروں گی۔ تمھاری رہائی کے بعد سوچنا یہ ہے۔ کیا وہاں کی حکومت تمھیں سکون سے کٹھمنڈو میں رہنے دے گی؟ اگر رہنے دے گی تو تمھارا اپنا اسمگلنگ کا دھندا جاری نہیں رہے گا۔ سب تم پر کڑی نظر رکھیں گے۔"

"یہی میں سوچ رہی تھی۔ میرا خیال ہے، ہمارا گروپ لیڈر مجھے پیرس بلوا لے گا۔ اس ملک میں میرا کام نہیں چلے گا۔"

"تم جہاں جانا چاہو گی، میں پہنچا دوں گی۔ ویسے ایک عورت کے ناتے مشورہ دیتی ہوں۔ غلط کاموں سے باز آجاؤ۔ یہ اسمگلنگ آخر کتنی عمر تک جاری رہے گی۔ تم کب تک قانون کی نظروں سے بچتی رہو گی۔ ایک دن بُری طرح پھنسو گی۔ ہو سکتا ہے تمھاری اولاد بھی تم سے نفرت کرنے لگے۔"

"میرے دونوں چھوٹے بچے جیمز میکلے کی پناہ میں ہیں۔ میں بچوں والی لگتی ہوں۔ اس لیے آپ کا رول ادا کر رہی ہوں۔ مجھے اولاد کی فکر ہے۔ میں ان کے مستقبل کے لیے سب کچھ چھوڑ سکتی ہوں۔ بشرطیکہ باعزت طریقے سے روزگار حاصل ہو سکے۔"

"یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ تم چاہو تو میں تمھیں ایسی جگہ پہنچا دوں۔ جہاں تمھاری باقی زندگی آرام سے گزر سکے۔"

"مادام! اس سے بڑی بات اور کیا ہو سکتی ہے۔ آپ جہاں کہیں گی، میں اپنے شوہر اور بچوں کے ساتھ چلی جاؤں گی۔"

"اچھی بات ہے۔ ابھی میں تمھارے متعلق فیصلہ کروں گی۔ پھر آؤں گی۔"

میں ثباتہ کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے سوچا تھا اسے بھی حراست میں رکھا گیا ہو گا اور طرح طرح کے سوالات کیے جا رہے ہوں گے لیکن اس کے پاس پہنچا تو حیران رہ گیا۔ اسے وی آئی پی ٹریٹمنٹ دیا جا رہا تھا۔ یعنی اسے قاف کی شہزادی تسلیم کر لیا گیا تھا اور ایک شہزادی کے شایانِ شان میزبانی کی جا رہی تھی۔

میں نے رسونتی کی حیثیت سے پوچھا "یہ کیا ہو رہا ہے؟"

اس نے جواب دیا "میں اپنے ہوٹل میں بیٹھی ہوئی تھی کہ اچانک بھارتی فوج کے افسران آگئے۔ نیپالی حکومت کے افسران بھی تھے۔ سب نے معذرت چاہتے ہوئے کہا کہ انھوں نے مجھے پہچاننے میں غلطی کی تھی۔ اگرچہ پاسپورٹ اور دیگر ضروری کاغذات کے ذریعے میں قاف کی شہزادی ثابت ہوتی ہوں۔ اس کے باوجود انھوں نے کہا۔ بعض عورتیں نقلی شہزادیاں بن کر بھیانک جرائم کے لیے ایک ملک سے دوسرے ملک کا سفر کرتی ہیں۔ اسی لیے مجھ پر اعتماد نہیں کیا گیا تھا۔"

"اب وہ کیسے اعتماد کر رہے ہیں؟"

"طیارے کے اغوا ہونے کی خبر عام ہوتی جا رہی ہے۔ تمھارے اعلان کے مطابق اس کی آخری منزل قاف کی وادی ہے۔ چونکہ میں اپنے کاغذات کے مطابق پہلے ہی وادیٔ قاف کی شہزادی ہونے کا دعویٰ کرتی آئی ہوں۔ اس لیے اب وہ موجودہ اعلان کے مطابق مجھے شہزادی تسلیم کر رہے ہیں۔ میرے ذریعے میرے باپ ٹارزٹر غلبا سے رابطہ قائم کرنا چاہتے ہیں۔ ہمارے قبیلے سے دوستانہ تعلقات استوار کرنا چاہتے ہیں۔"

"تم سمجھ سکتی ہو کہ وہ دوستی کیوں کر رہے ہیں؟"

"ظاہر ہے۔ تم بچوں کے ساتھ میرے باپ کی پناہ میں جا رہی ہو۔ اب بھارتی حکومت ہی نہیں بلکہ دنیا کے بڑے ممالک بھی میرے باپ کو اور میرے قبیلے کو خیر سگالی کا پیغام بھیج رہے ہوں گے۔ خطرناک تنظیمیں ہم سے دوستی کرنے یا کسی طرح اپنے دباؤ میں رکھنے کے لیے کیسے کیسے اقدامات کر رہی ہوں گی۔ یہ آنے والا وقت ہی بتائے گا۔"

"یہ بتاؤ، بھارتی حکومت تمھارے باپ سے دوستی کرنے کے لیے کیا کارروائی کر رہی ہے؟"

"ابھی تو مجھے شاہی مہمان رکھا گیا ہے۔ پوچھا جا رہا ہے کہ ٹارزٹر غلبا سے کس طرح رابطہ قائم کیا جا سکتا ہے۔ جبکہ ہمارے یہاں بیرونی دنیا سے رابطہ قائم کرنے کا کوئی خاص ذریعہ نہیں ہے۔ کتنے ہی ممالک نے میرے باپ سے بارہا کہا، انھیں سمجھایا کہ وہ اپنے ہاں ٹرانسمیٹر وغیرہ رکھیں۔ ٹیلیفون کے تار بھی وہاں

پہنچا دیے جائیں گے لیکن میرے باپ نے ہر اس پیش کش کو ٹھکرا دیا جس کے ذریعے بیرونی دنیا سے مستقل رابطہ قائم رہ سکتا تھا۔"

یہ ایک ٹارٹر غلبا کی ہی بات نہیں تھی۔ اس سے پہلے بھی وادیٔ قاف کے جو سربراہ تھے انھوں نے یہی طریقۂ کار اختیار کیا تھا۔ وہ اپنے قبیلے والوں کو بیرونی دنیا سے رشتہ جوڑنے کا موقع نہیں دیتے تھے۔ اگر اس قبیلے کی کوئی عورت کسی ملک میں جاکر شادی کرلیتی یا مرد شادی کرلیتا تو پھر انھیں وادیٔ قاف میں واپس آنے کی اجازت نہیں دی جاتی تھی۔ جب وہ اپنے لوگوں کو واپس آنے کی اجازت نہیں دیتے تھے تو پھر کسی غیر ملک سے ہمیشہ کے لیے رابطہ قائم کرکے انھیں دوستی کرنے اور اپنے ہاں گھر بنانے یا سازشیں کرنے کا موقع کیسے دے سکتے تھے۔

ان کے ہاں صدیوں سے یہ دستور چلا آرہا تھا۔ صرف میری خاطر پہلی بار یہ روایت توڑ دی گئی کہ مجھ سے رشتہ جوڑنے کے لیے وہ بیرونی دنیا سے محدود پیمانے پر رابطے قائم کر رہے تھے۔ اسلامی مشنری وہاں پہنچ رہی تھی۔ ہماری دنیا میں مذہبی تبلیغ کے معاملے میں سب سے پہلے بدھ مت کو شہرت حاصل ہے۔ اس مذہب کی تبلیغ کرنے والوں نے دنیا کے نصف حصے تک ہر ملک میں سفر کیا' ہر شہر میں تبلیغ کی۔ اس کے بعد عیسائی مشن ہے۔ جو موجودہ دور میں بدھ مذہب سے بھی زیادہ اپنا پھیلاؤ رکھتا ہے۔ اس کے باوجود عیسائی مشن کے لوگ وادیٔ قاف کی سرزمین پر قدم نہ رکھ سکے۔ ریڈ کراس سوسائٹی کے بہلانے بھی انھیں وہاں آنے کی اجازت نہیں دی گئی تھی۔

چونکہ میری داستان کے اہم کردار اب وادیٔ قاف میں داخل ہونے والے ہیں۔ اس لیے یہ تمہید پیش کر رہا ہوں۔ وادیٔ قاف ایک ایسے پہاڑی سلسلے کے دامن میں آباد ہے جسے ہوائی پرواز کے دوران دیکھا جائے تو وہ پہاڑی سلسلہ اردو کے حرف 'ق' کی شکل کے مانند دکھائی دیتا ہے۔ اسی لیے قدیم داستانوں میں اس کی وادی کو وادیٔ قاف کہا گیا اور اب بھی کہا جاتا ہے۔ ان پہاڑوں کا قدرتی کٹاؤ اور گھیراؤ ایسا ہے کہ بیرونی حملہ آور فضائی حملے نہیں کرسکتے۔ جہاں وسیع میدان نظر آتا ہے وہاں کئی صدیوں سے قبیلے کے کسی فرد نے ایک گھر بھی نہیں بسایا۔ اسے یوں ہی کھلا میدان چھوڑ دیا۔ تاکہ بمباری کرنے والے دل کھول کر حسرت پوری کریں اور ناکام لوٹ جائیں۔ قبیلے کے لوگ پہاڑیوں کے سائے میں آباد ہوتے ہیں۔ فضائی پرواز کے دوران ان کے مکانات نظر نہیں آتے۔ جہاں تک خشکی کے راستوں کا تعلق ہے تو وہ علاقہ ہمیشہ برف سے ڈھکا رہتا ہے۔ سال میں صرف دو ماہ برف پگھلتی ہے۔ موسم بہار کا سماں رہتا ہے۔ ایسی حالت میں بیرونی حملہ آور برفانی علاقے نہیں کرسکتے۔ موسم سرما میں کرنا چاہیں تو قبیلے کے لوگ نہیں آتے۔ وہ کن پہاڑیوں کے سائے میں آباد ہیں، ان کا سراغ لگانا پڑتا ہے۔ جب تک وہ سراغ لگائیں وقت تک اچانک حملے ہوتے ہیں۔ پتا نہیں چلتا' حملہ آ سے آئے اور وار کرکے کہاں روپوش ہوگئے؟

یہ ان دنوں کی باتیں ہیں جب ہوائی جہاز نہیں تھے' ہزاروں میل سے مار کرنے والے میزائل نہیں تھے۔ موجودہ میں بڑے بڑے ممالک توسیع پسندی کے عزائم لے کر چھ چھوٹے ملکوں کو اپنا محتاج بنائے رکھنے کی کوشش کرتے وہاں تخریبی کارروائیوں کے ذریعے اپنی پسند کی حکومتیں قا ہیں۔ ایسے دور میں بھی کسی نے وادیٔ قاف کے علاقے پ ہونے یا اسے اپنے زیرِ اثر رکھنے کی کوشش نہیں کی۔

اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ وادیٔ قاف کا راستہ نہ ہی دشوار گزار ہے۔

آج بھی گھوڑے کی پشت پر بیٹھ کر سفر کیا جاتا۔ دوسری کوئی سواری کام نہیں آسکتی۔ وادیٔ قاف کے و میں ہیلی کاپٹر اتر سکتے ہیں۔ طیارے کے لیے رن وے ب سکتا ہے لیکن نہ تو قبیلے والے رن وے بنانے کی اجاز دیتے ہیں۔ نہ ہی کسی ہیلی کاپٹر کو اترنے کا موقع دیتے ہماری دنیا میں ایسے کتنے ہی آزاد علاقے ہیں جن پر دو ممالک توجہ نہیں دیتے' اس یقین کے ساتھ کہ کوئی او توجہ نہیں دے رہا ہے۔

اب حالات یکلخت بدل گئے تھے۔ اب وادیٔ کی اہمیت ایسی ہوگئی تھی جیسے وہاں ایٹم بم یا ہائیڈروج کا ذخیرہ کیا جارہا ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ اہمیت تھی۔ کیو اور ہائیڈروجن بم کے ذخیرے کہیں اور بھی ہوسکتے تھے۔ ملک اگر ان بموں کو بنانے کا دعویٰ کرتا تھا تو دوسرے اس دعوے کو پورا کر دکھایا تھا لیکن ٹیلی پیتھی ایسا مہلک ہتھ جس کا اول تو کوئی توڑ نہیں تھا۔ اس کا توڑ رسونتی کی صور میرے ہی پاس موجود تھا۔ یعنی دو ٹیلی پیتھی جاننے والے گئے تھے۔ پھر ایسے میں وادیٔ قاف کی اہمیت کیوں نہ بڑھ اب وہ دنیا کا اہم ترین علاقہ بننے والا تھا۔

میں نے ثباتہ سے کہا: "بھارتی میزبان تمھارے با سے رابطہ قائم نہیں کرسکتے۔ پھر یہ کیا کرنا چاہتے ہیں؟"

"یہ مجھے اپنے ہاں کے آرام دہ طیارے میں اپنے کے ساتھ وادیٔ قاف پہنچانا چاہتے ہیں۔ میں نے کہہ د

جب تک ٹارٹر غلبا کی اجازت نہیں ہوگی۔ وہاں طیارہ تو کیا پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا۔ میرا خیال ہے۔ اس وقت بھارتی [ا]نٹیلی جنس اور ان کی وزارتِ خارجہ کے افسران وادیٔ قاف کے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنے کی دھن میں لگے ہوں گے۔ ویسے میں نے کہہ دیا ہے' اس قبیلے کے سربراہ ٹارٹر غلبا کی نظروں میں اس کی اولاد سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے۔ ثباتہ در غلبا بھی جب وادیٔ قاف میں داخل ہوتے ہیں تو پہلے مہذب دنیا میں سفر کے تمام ذرائع ترک کر دیتے ہیں۔ طیارے سے آتے ہیں تو انقرہ تک سفر ملتوی کر دیتے ہیں۔ وہاں سے خشکی کے راستے ٹرین میں سفر کرتے ہیں پھر جیپ اور ٹرک کے ذریعے ترکی کی آخری سرحد تک جاتے ہیں۔ اس کے بعد ہمارا سفر گھوڑوں کی پیٹھ پر جاری رہتا ہے۔ گھوڑوں اور خچروں کے علاوہ ان پہاڑی دشوار گزار راہوں میں کوئی دوسری سواری کام نہیں آتی مجھے یقین ہے میرے باپ تک پہنچنے کے لیے وہ میرے ساتھ گھوڑوں پر سفر کریں گے اور ان مشکل راستوں سے گزریں گے۔"

"وہ ایسا ضرور کریں گے۔ بہرحال میں دوسری جگہ معلومات حاصل کرکے آتی ہوں۔"

میں کاہال تنظیم کے سربراہ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہاں یہودی اکابرین کا سکون غارت ہوگیا تھا۔ رسونتی گیلے صابن کی طرح ہاتھ سے پھسل گئی تھی۔ کوئی پنچھی ہو تو پنجرے میں قید کیا جائے۔ کوئی راز ہو تو اپنے سینے میں دفن کرکے رکھا جائے لیکن ٹیلی پیتھی کا تعلق ہوا سے ہے۔ سوچ کی لہریں ہوا کے ساتھ ساتھ ایک دماغ سے دوسرے دماغ تک پہنچتی ہیں۔ گویا ٹیلی پیتھی جاننے والا خواہ فرہاد ہو یا رسونتی' وہ ہوا کی مانند ہوتا ہے اور ہوا کو مٹھی میں بند نہیں رکھا جاسکتا۔ وہ جب تک ٹیلی پیتھی سے محروم رہی، دوستی کے نام پر قیدی بنی رہی۔ جیسے ہی یہ علم دوبارہ حاصل ہوا۔ وہ ہوا کی طرح اڑ گئی۔

دوسرے ممالک اور خطرناک تنظیمیں تو اب اسے حاصل کرنا چاہتی تھیں لیکن یہودیوں کو تو وہ حاصل ہوچکی تھی۔ لہٰذا یہ صدمہ وہی جانتے ہیں جو حاصل کرکے کھو دیتے ہیں پھر پچھتاتے رہتے ہیں۔ ایک دوسرے پر الزامات عائد کرتے ہیں۔ وہاں کاہال تنظیم کے اجلاس ہو رہے تھے۔ ان میں اعلیٰ حکام شریک ہو رہے تھے۔ یہودی اکابرین بھی شامل ہوتے تھے اور سب ایک ہی سوال کرتے تھے کہ رسونتی یہاں سے کیسے گئی؟ کس کے مشورے پر گئی؟

اس پر کاہال تنظیم کے سربراہ ری مونڈیل کو وضاحت کرنی پڑی "کسی ایک کا مشورہ نہیں تھا۔ ڈاکٹر سومر نے کہا تھا' اسے ایسی جگہ بھیجا جائے۔ جہاں کی آب و ہوا راس آتی ہو۔ دراصل ہم زبردست دھوکا کھا گئے۔ رسونتی بہت پہلے ہی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں حاصل کرچکی تھی۔"

ایک اعلیٰ عہدے دار نے کہا "میں یقین سے کہتا ہوں۔ جس وقت رسونتی کو ہمارے ائیرپورٹ سے اغوا کرنے کے لیے ریڈ پادر کے آدمی آئے تھے اور انھوں نے فرضی پارس کو گولی مارنے کا حکم دیا تھا۔ اسی وقت اس کی ممتا جوش میں آئی تھی اور وہ خیال خوانی کے قابل ہوگئی تھی۔ تب سے اس نے اپنی صلاحیت کو چھپائے رکھا۔ ہمیں بیوقوف بنانے کے لیے فرہاد بن کر بولتی رہی۔"

دوسرے عہدے دار نے تائید کی "ہمارے سیکرٹ ایجنٹ جمی فاؤنڈر نے بھی یہی اطلاع دی ہے۔ وہ خود مسٹر فرہاد سے سامنا کرچکا ہے اور یہ دیکھ چکا ہے کہ فرہاد خیال خوانی کے قابل نہیں ہے۔ وہ بالکل بے ضرر ہے۔ اب اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اس کے برعکس رسونتی بڑی اہمیت اختیار کرگئی ہے۔"

"فرہاد بے ضرر سہی' وہ ابھی بے بس ہے۔ رسونتی کا ساتھ نہیں دے رہا ہے لیکن اس کی ساتھی عورتیں اس کا ساتھ دے رہی ہیں۔ نیپال سے خبر آئی ہے کہ وادیٔ قاف کی شہزادی ثباتہ' فرہاد علی تیمور کی ہونے والی دلھن ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ فرہاد کی ساتھی سونیا' ثباتہ وغیرہ رسونتی کا ساتھ دے رہی ہیں۔ وہی اسے دونوں بچوں کے ساتھ وادیٔ قاف لے جارہی ہیں۔ کمبخت نے کتنی اچھی جگہ کا انتخاب کیا ہے۔"

کاہال تنظیم کے سربراہ ری مونڈیل نے کہا "اس نے ہمارے ساتھ فراڈ کیا ہے۔ یہ اسے بہت مہنگا پڑے گا۔ وادیٔ قاف تو کیا' وہ قبر میں بھی چلی جائے تو ہم اسے نکال لائیں گے۔ میں وزارتِ خارجہ کے سیکرٹری سے درخواست کروں گا کہ وہ اپنے آئندہ اقدامات کی وضاحت کریں۔"

وہ کہنے لگا "ہمارے ذہین اور تجربہ کار جانبازوں کی ایک بہت بڑی جماعت وادیٔ قاف کی طرف روانہ ہوچکی ہے۔ بیشک وہاں کے راستے دشوار گزار ہیں۔ وہاں پہنچنے کے بعد ہم ان قبیلے والوں کا سامنا نہیں کرسکتے۔ وہ وادیٔ قاف کے دامن میں ایسی جگہ مکانات بنا کر رہتے ہیں۔ جہاں سے برفی حملہ ناکام ہوتا ہے۔ پھر بھی ہم گوریلا فائٹ کریں گے۔ اب وادیٔ قاف کے باشندوں کو سکون نصیب نہیں ہوگا۔ وہ کبھی معلوم نہیں کرسکیں گے کہ گوریلا جنگ لڑنے والوں کا تعلق ہم سے ہے۔ ادھر ہم سرکاری سطح پر دوستی کا ہاتھ بڑھائیں گے۔ وہاں کے

سربراہ ٹارٹر غلبا کو کسی نہ کسی طرح اپنے دباؤ میں لانے کی کوشش کریں گے۔"

ایک نے سوال کیا: "آخر کس طرح دباؤ میں لایا جاسکتا ہے؟"

"اس سلسلے میں ہم سپر ماسٹر سے رابطہ قائم کر رہے ہیں۔ پچھلے دنوں فرہاد کو حاصل کرنے کے سلسلے میں سپر ماسٹر اور ماسک مین سے شدید اختلافات ہوئے۔ فی الوقت ہم ایک ہی کشتی میں سوار ہیں۔ ہم میں سے اب کوئی بھی فرہاد کو حاصل کرنا نہیں چاہتا۔ رسونتی اب ہماری ضرورت ہے۔ ہم سپر ماسٹر اور دوسری بڑی تنظیموں کے حکام کو یہ ذہن نشین کرائیں گے کہ رسونتی کو ایک دوسرے کے تعاون سے ہی حاصل کیا جاسکتا ہے۔"

میں نے سونیا اور رسونتی کے پاس آکر انھیں پہلے ثباتہ کے متعلق بتایا۔ وہ بہت خوش ہوئیں کہ اسے وادیٔ قاف کی شہزادی کی حیثیت سے تسلیم کیا گیا ہے۔ اب وہ لوگ دوست نما دشمن ہی سہی لیکن ثباتہ کے شایانِ شان سلوک کریں گے اور اسے عزت سے وادیٔ قاف تک ضرور پہنچائیں گے۔ اس کی طرف سے اطمینان ہو گیا تھا۔ پھر میں نے یہودیوں کی پلاننگ اور ان کے اقدامات کے متعلق بتایا۔ سونیا نے کہا: "تم سپر ماسٹر اور ریڈ پاور وغیرہ کے متعلق بھی معلومات حاصل کرو۔ وہ بھی اپنے اپنے طور پر کچھ چالیں چل رہے ہوں گے۔"

رسونتی نے کہا: "میں یہاں مصروف ہوں۔ یہاں میری موجودگی ہر لمحہ ضروری ہے۔ ورنہ میں بھی دشمنوں کی چالوں کو سمجھنے کے لیے فرہاد کے ساتھ ساتھ مختلف دماغوں میں جگہ بناتی رہتی۔"

"میں تنہا کافی ہوں۔ تم اور سونیا طیارے میں حاضر دماغ رہو۔ میں پھر آؤں گا۔"

میں نے ثباتہ کے پاس پہنچ کر رسونتی کی حیثیت سے سمجھایا کہ وہ فرضی رسونتی کو اپنے ساتھ وادیٔ قاف لے جائے۔ اس کے بعد میں سپر ماسٹر کے پاس پہنچ گیا۔ اس کی سوچ کے ذریعے پتا چلا کہ اس کے اعلیٰ حکام رسونتی اور پارس کے متعلق صحیح معلومات حاصل کرنے کے لیے خلائی سیارے سے کام لے رہے ہیں۔ وہ طیارہ جیسے ہی انقرہ پہنچے گا، سیارے سے اس کی تصاویر حاصل کی جائیں گی۔ وادیٔ قاف میں رسونتی اپنے بچوں کے ساتھ پہنچے گی۔ وہاں جو کچھ بھی ہوتا رہے گا اس کا سراغ خلائی سیارے کے ذریعے لگایا جاتا رہے گا۔ نیچے زمین پر دوطرفہ محاذ بنایا جائے گا۔ ایک طرف جاسوس اور گوریلا فائٹر خلائی سیارے سے موصول ہونے والی معلومات کے مطابق اس وادی کی طرف ضروری اقدامات کریں گے۔ دوسری طرف سرکاری سطح پر دوستی کا پیغام بھیجا جائے گا۔ وادیٔ قاف کو ایک چھوٹے سے ملک کی خودمختاری دے کر ٹارٹر غلبا کو وہاں کا بادشاہ تسلیم کر کے سفارتی تعلقات قائم کیے جائیں گے۔ غرض کہ وادیٔ قاف میں داخل ہونے اور رسونتی کے قریب پہنچنے کا جو بھی بہانہ ہاتھ آئے۔ جو بھی چال چلی جاسکے۔ وہ کسی بھی چال سے، کسی بھی بہانے سے باز نہیں آئیں گے۔

میں نے ماسک مین کی آواز کبھی سنی نہیں تھی۔ اس لیے اس کے دماغ کو گرفت میں نہیں لے سکتا تھا لیکن یہ سمجھ میں آسکتا تھا کہ ریڈ پاور کے آدمی بھی کیسی کیسی چالیں چل رہے ہوں گے۔ یقیناً وہ بھی خلائی سیارے کے ذریعے وادیٔ قاف کی حدود میں جاسوسی کریں گے اور اپنے جاسوسوں کو اہم معلومات فراہم کرتے رہیں گے۔ وہ بھی یقیناً دوطرفہ محاذ قائم کریں گے۔ وقت آنے پر میں ریڈ پاور کے باس اور ان کے اہم ماتحتوں کے دماغوں میں پہنچ سکتا تھا۔

میں اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ بہت پہلے ہی پہنچ چکی تھی۔ اس وقت باباصاحب کے ادارے میں تھی۔ مجھے اپنے دماغ میں محسوس کرتے ہی بولی: "فرہاد! میں جانتی ہوں، رسونتی اور دونوں بچوں کے سلسلے میں بے حد مصروف ہو گے۔ یہ درست ہے کہ وہ اپنے دونوں بچوں کو نیپال سے نکال لے جانے میں کامیاب ہو چکی ہے اور جس طیارے میں سفر کر رہی ہے اسے اغوا کیا جا رہا ہے؟"

"تمھیں یہ باتیں کیسے معلوم ہوئیں؟"

"فرانسیسی حکام ہمارے ادارے کے شیخ الفارس علام البرقی سے بار بار رابطہ قائم کر رہے ہیں اور یہ تاکید کر رہے ہیں کہ رسونتی کو فرانس میں نہ لایا جائے۔ نہ ہی باباصاحب کے ادارے میں پناہ دی جائے۔ ورنہ یہ ملک خطرناک تنظیموں اور تخریب کاروں کا مسکن بن جائے گا۔"

"میرے متعلق فرانسیسی حکومت کی کیا رائے ہے؟"

"وہ سجاد کو فرہاد سمجھ رہے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہے کہ ٹیلی پیتھی سے خالی ہے، بے ضرر ہے، کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ تاہم اس کے لیے بھی تاکید کی گئی ہے کہ چوبیس گھنٹے کے اندر اسے فرانس کی حدود سے باہر بھیج دیا جائے یا ادارے کی طرف سے یہ ضمانت دی جائے کہ فرہاد اس ادارے کی چار دیواری سے باہر نہیں جائے گا اور نہ ہی اس کی وجہ سے کوئی ہنگامہ جنم لے گا۔ اگر ایسا ہوا تو آئندہ ہمارے ادارے کو فرانسیسی حکومت کا نہ تعاون حاصل ہو گا اور نہ ہی اس حکومت کی سرپرستی حاصل ہو سکے گی۔"

"تم اور سجاد، باباصاحب کے ادارے میں کیسے پہنچ گئے جبکہ بلیک شیڈو تم دونوں کو دوستی کے نام پر حراست میں رکھنا چاہتا تھا؟"

"میں بھی حیران ہوں کہ اچانک اس کا رویہ کیسے بدل گیا۔ پیرس پہنچتے ہی اس کے خاص ماتحت نے کہا، ابھی بلیک شیڈو کی طرف سے احکامات موصول ہوئے ہیں کہ ہمیں بحفاظت باباصاحب کے ادارے میں پہنچا دیا جائے اور انھوں نے واقعی ہمیں پہنچا دیا۔"

"بلیک شیڈو کے اس رویے کے متعلق تمھارا کیا خیال ہے؟"

"پہلے تو میرے دماغ میں یہ بات آئی کہ تمھاری اہمیت کم اور رسونتی کی اہمیت بہت زیادہ ہو گئی ہے۔ سب اسی کے پیچھے بھاگ رہے ہیں۔ بلیک شیڈو بھی اسے حاصل کرنا چاہتا ہے لیکن وہ تمھیں بھی کم اہم نہیں سمجھتا ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ وہ بین الاقوامی شہرت رکھنے والے بڑے بڑے ذہین اور تجربہ کار ڈاکٹروں کے ذریعے تمھارا علاج کرائے گا اور پھر تمھاری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں بحال کرائے گا۔ جب اس کے یہ عزائم تھے تو پھر اس نے مجھے سجاد کے ساتھ کیوں یہاں آنے دیا؟"

میں نے چند لمحوں تک سوچنے کے بعد پوچھا: "کیا تمھیں پورا یقین ہے کہ اس نے تمھیں سجاد کے ساتھ باباصاحب کے ادارے میں پہنچایا ہے؟"

"یہ کیسا سوال کر رہے ہو۔ جبکہ میں یہاں موجود ہوں؟"

"بیشک تم موجود ہو۔ کیا سجاد بھی موجود ہے؟ کیا تم اس نکتے کو فراموش کر گئی ہو کہ اس نے کئی ڈمی فرہاد تیار کیے ہیں۔ ہو سکتا ہے کسی ایک ڈمی سے تمھیں بھی دھوکا دے رہا ہو۔"

اس نے چونک کر کہا: "اوہ گاڈ! میں تو اس پہلو کو بالکل ہی فراموش کر چکی تھی۔ پلیز، سجاد کے دماغ میں فوراً پہنچو۔"

اور میں فوراً پہنچ گیا۔ وہ باباصاحب کے ادارے میں نہیں تھا۔ تھوڑی دیر بعد میں نے اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ کر کہا: "تم دھوکا کھا گئیں جو سجاد تمھارے ساتھ ادارے میں آیا ہے اسے فوراً وہاں سے نکالو۔ وہ ادارے کے اہم راز معلوم کرنے آیا ہے۔"

"میں اس کا علاج کرتی ہوں لیکن یہ ہوا کیسے؟ سجاد تو یونان سے میرے ساتھ آیا ہے۔ کبھی مجھ سے الگ نہیں ہوا۔ پھر اس کی جگہ میرے ساتھ ڈمی سجاد کیسے آگیا؟"

میں نے ہنستے ہوئے کہا: "بلیک شیڈو نے ڈمی فرہاد تیار کیے ہیں اور تم ڈمی سجاد کہہ رہی ہو۔ یہ بھی خوب رہی۔ لوگ سوچتے کچھ ہیں، ہوتا کچھ ہے۔ بلیک شیڈو اپنی جگہ خوش فہمی میں مبتلا ہے کہ اس نے فرہاد کو تبدیل کر دیا ہے۔ بہرحال میں نے سجاد کے دماغ کو ٹٹول کر دیکھا ہے۔ جب تم پیرس کے ایئرپورٹ میں پہنچی تھیں تو سجاد لگیج ہال میں تم سے کوئی پانچ دس منٹ کے لیے الگ ہوا تھا۔ اسی وقت بلیک شیڈو کے آدمیوں نے ڈمی سجاد تمھارے حوالے کر دیا۔"

"لیکن ہمارا سجاد ان کے ساتھ کیسے چلا گیا؟"

"اس سے کہا گیا کہ سپر ماسٹر اور ماسک مین کے آدمی اس کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ لہٰذا اسے اور تمھیں الگ الگ گاڑیوں میں لے جایا جائے گا۔ چونکہ تم اسے سمجھا چکی ہو کہ بلیک شیڈو کی باتوں پر عمل کرنا ہے اور اسے دوستی کا فریب دینا ہے۔ لہٰذا اس نے بحث نہیں کی اور ان کے آدمیوں کے ساتھ چلا گیا۔"

"فرہاد! یہ لوگ اپنے اپنے طور پر خوب ڈراما پلے کر رہے ہیں۔ اِدھر بلیک شیڈو نے دیکھا کہ رسونتی کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں واپس آگئی ہیں اور اس کے پیچھے ساری دنیا پڑ گئی ہے تو اس نے فرہاد کو پوری طرح سے اپنے قبضے میں رکھنے کے لیے مجھ سے الگ کر دیا۔"

اعلیٰ بی بی درست کہہ رہی تھی۔ یہی بات سمجھ میں آرہی تھی۔ پیرس میں اعلیٰ بی بی بلاشبہ بے تاج ملکہ کہلاتی تھی۔ اتنے وسیع ذرائع کی مالک تھی کہ ایک فون کھڑکا کر وہاں کے حکام کو کسی بھی وقت ملاقات پر مجبور کر سکتی تھی۔ خطرناک تنظیموں کے افراد اس سے چھیڑ نہیں کرتے تھے۔ بلیک شیڈو کو بھی عقل آگئی ہو گی۔ اعلیٰ بی بی کو پیرس میں کہیں چھپا کر یا قیدی بنا کر رکھنے میں سراسر خطرہ تھا۔ ادارے کے لوگ کسی نہ کسی طرح وہاں تک پہنچ جاتے۔ سیدھی سی بات یہی سمجھ میں آئی کہ ڈمی سجاد، اعلیٰ بی بی کے حوالے کر کے سب کو اس خوش فہمی میں مبتلا رکھا جائے کہ بلیک شیڈو نے واقعی دوستی کا ثبوت دیا ہے اور انھیں اپنا قیدی بنا کر نہیں رکھا۔

دوسری طرف اس نے فرہاد کو اپنی ملکیت بنا لیا تھا۔ وہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتا تھا۔ اس لیے کوئی وہاں تک نہیں پہنچ سکتا تھا جہاں اسے چھپا کر رکھا گیا تھا۔ اعلیٰ بی بی نے کہا: "میں ڈمی سجاد کو دشمنوں کے حوالے کروں گی۔ اگرچہ وہ سب رسونتی کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں لیکن فرہاد کی اہمیت بھی کم نہیں ہے۔ یہ تو سبھی سمجھ گئے ہیں کہ اتنے عرصے بعد رسونتی کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں واپس آسکتی ہیں تو فرہاد کی صلاحیتیں بھی ایک دن بحال ہو جائیں گی۔ لہٰذا اسے بھی وہ حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ میں ڈمی سجاد کو ادارے سے باہر مصروف رکھوں گی۔ تمام دشمنوں کو مختلف ذرائع سے اطلاع پہنچاتی رہوں گی کہ فرہاد پیرس میں فلاں فلاں جگہ سرگرمِ عمل ہے۔ ایسے ہی وقت کوئی نہ کوئی اسے اغوا کرے گا۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا: "اچھی تدبیر ہے۔"

"تم سجاد کو کسی طرح وہاں سے لے آؤ۔ معلوم کرو کہاں رکھا گیا ہے۔ میں بھی اپنے لوگوں کو بلیک شیڈو کے آدمیوں کے پیچھے لگا دوں گی۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں سجاد کو وہیں رکھنا چاہتا ہوں۔ دنیا کے تمام ممالک اور خطرناک تنظیمیں وادیٔ قاف کے گرد گھیرا ڈال رہی ہیں۔ بلیک شیڈو خاموش نہیں بیٹھے گا۔ رسونتی کے لیے وہ بھی گہری چالیں چلے گا۔ میں سجاد کے ذریعے کسی نہ کسی حد تک اس کے اقدامات کو سمجھ سکوں گا۔ لہٰذا اسے وہیں رہنے دو۔"

میں ٹارزغلبا کے پاس آگیا۔ اس کے ذریعے دیکھا۔ قبیلے کے صرف مرد ہی نہیں، عورتیں بھی طیارے کے لیے رن وے بنانے میں مصروف تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ سب بجلی سے چلنے والے کھلونے ہیں۔ ٹارزغلبا نے ایک سوئچ آن کیا اور وہ سب حرکت میں آگئے ہیں۔ اپنا کام ختم کرنے کے بعد ہی جب ٹارزغلبا سوئچ آف کرے گا تب وہ اپنا ہاتھ روکیں گے۔

میں بحیثیت رسونتی، ٹارزغلبا کو تمام حالات بتاتا رہا۔ وہ سن رہا تھا اور کہہ رہا تھا "میں سمجھتا ہوں۔ اب میری وادی دنیا کی اہم ترین چھوٹی سی مملکت کہلائے گی۔ میں یہی چاہتا تھا کہ ہمیں دوسروں پر برتری حاصل ہو۔ پہلے فرہاد کی دوستی کچھ کم نہ تھی۔ اب تم آرہی ہو۔ اب میں دشمنوں کے دانت کھٹے کر دوں گا۔"

"بیشک، ہم ان سے مقابلہ کریں گے اور دیکھیں گے کہ وہ کیسی چالیں چل رہے ہیں۔ پھر بھی انھیں کمزور نہیں سمجھنا چاہیے۔ تمھارے ہاں کے لوگ اگرچہ مہذب دنیا سے تعلق نہیں رکھتے ہیں تاہم اعلیٰ تعلیم کے لیے نوجوان لڑکے اور لڑکیاں باہر جاتے ہیں۔ خود شبانہ نے یورپ میں رہ کر اعلیٰ تعلیم حاصل کی ہے۔"

"تم کہنا کیا چاہتی ہو؟"

"یہی کہ گھر کا بھیدی لنکا ڈھاتا ہے۔ تمھارے ہاں سے جو لوگ بیرونی ممالک جاتے ہیں اور بڑے بڑے ڈپلومہ حاصل کرتے ہیں۔ ان میں سے کچھ یقیناً کسی نہ کسی ملک کے زیرِ اثر ہوں گے۔ وہاں کے حکام نے انٹیلی جنس والوں نے خارجہ پالیسی بنانے والوں نے ان طلبا اور طالبات میں سے جانے کتنے لوگوں کو پہلے سے ہی خرید رکھا ہوگا اور اب وہ ان کے کام آئیں گے۔"

"تم درست کہتی ہو۔ ایسے لوگ ہر ملک، ہر قوم میں ہوتے ہیں۔ میرے ہاں بھی ہو سکتے ہیں۔ میں کسی خوش فہمی میں مبتلا نہیں رہتا لیکن تمھاری ٹیلی پیتھی آخر کس دن کام آئے گی جن پر بھی شبہ ہوگا، میں ان سے گفتگو کروں گا۔ تم ان کے دماغوں میں پہنچ کر سراغ رسانی کر لینا۔"

"وہ تو کرنا ہی ہوگا لیکن اب تمھارا بھی آرام و سکون برباد ہو چکا ہے۔ تمھیں بہت ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔"

"جب ہم پیدا ہوتے ہیں تبھی سے ایک آنکھ سوتے ہیں، ایک آنکھ جاگتے ہیں۔ ہمارے ہاں ہر بچے کو یہی تعلیم دی جاتی ہے۔ تم دیکھو گے، جو دشمن سیاسی چالوں میں بڑی شہرت رکھتے ہیں۔ وہ یہاں منہ کی کھائیں گے۔"

ٹارزغلبا سے زیادہ کچھ کہنا مناسب نہیں تھا۔ وہ رسونتی سے رابطہ قائم کر کے بہت خوش تھا۔ خود کو طاقتور سمجھ رہا تھا۔ اس کا ایسا سمجھنا غلط بھی نہ تھا۔ اسے ہمارے ذریعے اہمیت حاصل ہو رہی تھی۔

طیارے میں تین گھنٹے گزر چکے تھے۔ وہاں کسی گڑبڑ کا سوال پیدا نہیں ہوتا تھا۔ سونیا کے ہاتھ میں ریوالور تھا اور رسونتی کے پاس ٹیلی پیتھی تھی۔ پھر بھلا کون ان کے خلاف قدم اٹھاتا۔ تمام مسافر جو پہلے سہمے ہوئے تھے۔ وہ سونیا کے اطمینان دلانے کے بعد مطمئن ہو گئے تھے۔ طیارہ اغوا ہونے کی صورت میں مسافروں کے دلوں میں جو دہشت پیدا ہوتی ہے۔ وہ دہشت تو نہیں تھی لیکن پریشانی تھی۔ ان کا سفر بہت طویل ہو گیا تھا۔ وہ دو گھنٹے کے اندر بنکاک پہنچنے والے تھے۔ اب یہ طیارہ پہلے وادیٔ قاف جائے گا۔ پھر وہاں سے واپس بنکاک جائے گا یا القرہ پہنچنے کے بعد مختلف طیاروں کے ذریعے انھیں ان کی منزلوں تک روانہ کر دیا جائے گا۔ جو کچھ بھی ہو، ان کا سفر تقریباً چوبیس گھنٹے طویل ہو رہا تھا۔ میں نے سونیا اور رسونتی سے کہا "ابھی وادیٔ قاف پہنچنے میں کم از کم آٹھ گھنٹے اور لگیں گے۔ اس وقت تک میں دوسری جگہ مصروف رہوں گا۔ میری ضرورت ہو تو رسونتی مجھے مخاطب کر لے گی۔ اب میرا اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر رہنا ضروری ہے۔"

انھوں نے یقین دلایا کہ میری عدم موجودگی میں کوئی گڑبڑ نہیں ہوگی اور حالات خدانخواستہ بگڑے تو ان پر قابو پا لیا جائے گا۔ میں بیروت میں حاضر ہو گیا۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر آہستہ آہستہ چلتا ہوا قدِ آدم آئینے کے سامنے پہنچا۔ آئینے میں میرے پیچھے ایک دیوار نظر آرہی تھی۔ دیوار پر ایک گھڑی تھی۔ اس گھڑی میں دس بج کر دس منٹ ہوئے تھے۔ آئینہ ہمیشہ دھوکا دیتا ہے، الٹی بات بتاتا ہے۔ گھڑی میں دو بجے ہوں تو آئینے میں دس بجے دکھائی دیتے ہیں۔ اگر ہم بالوں میں کنگھی کرتے ہوئے سیدھی طرف سے مانگ نکالیں تو آئینے میں الٹی طرف مانگ نظر آتی ہے۔ اسی طرح آئینے کے سامنے فرہاد کھڑا ہو تو آئینہ اسے کرسٹوفر میکی بنا کر پیش کرتا ہے۔

میں کرسٹوفر میکی کے بیڈ روم میں کرسٹوفر میکی کی حیثیت سے موجود تھا۔ پچھلی رات یہاں اچھا خاصا ہنگامہ رہا تھا۔ میں اس ہنگامے کے نتیجے میں یہاں پہنچ گیا تھا اور اصل کرسٹوفر میکی دوسری دنیا میں ٹرانسفر کر دیا گیا تھا۔ ہم انسانی تاریخ کے سب سے اہم سائنسی دور سے گزر رہے ہیں۔ اس دور میں جتنی حیرت انگیز ایجادات ہو رہی ہیں۔ ان کے پیشِ نظر روحانیت کی باتیں ذرا مضحکہ خیز لگتی ہیں لیکن ایسے واقعات بھی پیش آتے ہیں کہ روحانیت کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ کرسٹوفر میکی نے اپنی موت سے پہلے پیشنگوئی کی تھی کہ پچھلی رات اس پر بھاری ہے۔ اگر وہ کسی طرح ایک رات گزار لے گا تو پھر اس کی زندگی طویل ہوگی ورنہ وہ کسی عورت کے ہاتھوں مارا جائے گا۔

میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ عورت کون ہوگی۔ میں نے اپنی دانست میں لیلیٰ ثانی کو وہاں جانے سے روکا تھا۔ اس کے باوجود وہ ایک عورت کے ہاتھوں مارا گیا تھا اور وہ عورت تھی حدیقہ۔

میں کرسٹوفر میکی کے آئرن سیف کے پاس آیا اور اسے کھول کر اس کی تلاشی لینے لگا۔ ضروری کاغذات تلاش کیے۔ اس کی ڈائری دیکھی۔ یوں تو میں اس کے متعلق تمام اہم معلومات حاصل کر چکا تھا اور بڑی کامیابی سے اس کا رول ادا کر سکتا تھا۔ اس کے باوجود اس آئرن سیف میں ایسی بے شمار چیزیں تھیں جن کا مطالعہ کرتے رہنا لازمی تھا۔ تاکہ کبھی کوئی چھوٹی سی بھی لغزش نہ ہو جائے۔

اسی دوران فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے ریسیور اٹھا کر میکی کے انداز میں کہا "یس میکی از ہیر۔"

دوسری طرف سے لیلیٰ ثانی کی آواز سنائی دی۔ میں نے ایک گہری سانس لی۔ دوپہر دو بجے کے بعد اس سے ملاقات کا وقت مقرر ہوا تھا۔ وہ پوچھ رہی تھی "کیا آجاؤں؟"

میں نے انجان بن کر پوچھا "کون ہو تم؟ کہاں آنے کی بات کر رہی ہو؟"

"مسٹر میکی! سنا ہے تم صرف ماہر نجومی ہی نہیں، قیافہ شناس بھی ہو۔ کیا قیافہ شناس صرف چہرے کو پڑھتے ہیں۔ آنکھوں میں جھانکتے ہیں۔ کیا ان کے لب و لہجے کے اتار چڑھاؤ کو، ان کی آواز کو پہچان کر ان کا تجزیہ نہیں کرتے؟"

"اتنی دیر سے بول رہی ہو تو سمجھ میں آگیا۔ تم سارہ آٹزک ہو۔ دراصل میں اپنے معاملات میں بہت زیادہ مصروف رہا۔ اس لیے پہلی بار تمھاری آواز پر توجہ نہیں دی۔ یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ ایک قیافہ شناس پہلی ہی ملاقات میں ساری باتوں کا تجزیہ کر لے۔ بائی دی وے، پچھلی رات کے واقعات نے مجھے بڑا اپ سیٹ کیا ہے۔ میں تفریح کے موڈ میں ہوں۔ کتنی دیر میں آرہی ہو؟"

"میں تیار بیٹھی ہوں۔ سمجھ لو پہنچ گئی۔"

میں نے ریسیور رکھ دیا۔ بیڈ روم کا دروازہ کھول کر ملازم کو آواز دینا چاہتا تھا۔ دیکھا کوریڈور میں دو مرد اور دو عورتیں یعنی دو خادم اور دو خادمائیں میرے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے۔ مجھے دیکھتے ہی اٹھ کر اٹینشن ہو گئے۔ میں پہلے معلوم کر چکا تھا۔ جو سیکرٹری ملازمہ تھی، اس کا نام ایڈنا تھا۔ انگریز عورت ایک طرح سے میری سیکرٹری تھی۔ وہ میرے تمام معاملات سے واقف نہیں تھی لیکن بنگلے میں جو لوگ آتے تھے، ملاقات کرنا چاہتے تھے، میرے مشورے کے مطابق انھیں ملاقات کا وقت نوٹ کرا دیتی تھی۔ باقی دو ملازموں کو بھی میں نے ان کے حلیے سے پہچان لیا تھا، ان کی زبان سے پہچان لیا تھا۔ لیڈی سیکرٹری نے کہا "سر! ناشتے کا وقت گزر چکا ہے کیا کھانا لگایا جائے؟"

"میری ایک فرینڈ آرہی ہے میں اس کے ساتھ باہر لنچ کروں گا۔"

سب نے مجھے حیرانی سے دیکھا۔ کرسٹوفر کبھی کسی لڑکی کو فرینڈ نہیں کہتا تھا۔ پہلی بار ایسا ہو رہا تھا۔ لیڈی سیکرٹری نے ذرا مسکرا کر پوچھا "کیا وہ بہت حسین ہے؟"

میں نے خشک لہجے میں کہا "مائنڈ یور بزنس، شوفر سے کہو گاڑی تیار رکھے۔"

میں بیڈ روم میں واپس آکر لباس تبدیل کرنے لگا۔ اس کے بعد میں نے ایک بڑے سے کاغذ پر سارہ آٹزک کا نام لکھا۔ زائچہ بنانے کے لیے چند خطوط کھینچے۔ مختلف خطوط کے سروں پر مختلف ستاروں کے نام لکھے پھر سارہ کے نام کے اعداد لکھے تاکہ معلوم ہو، میں نے اس کا زائچہ بنایا ہے اور اس کے متعلق اپنے علم سے بڑی معلومات حاصل کی ہیں۔ وہ کاغذ تہہ کر کے جیب میں رکھ لیا۔ اسی وقت لیڈی سیکرٹری نے پوچھا۔ "کیا میں اندر آسکتی ہوں؟"

"کیا بات ہے؟"

"جناب! میں تسلیم کرتی ہوں، آپ کی مہمان سے زیادہ حسین نہیں ہوں۔"

"یہ کیا بکواس ہے؟"

وہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے میرے قریب آئی۔ مجھے سر

سے پاؤں تک دیکھا۔ پھر کہا: "آپ اس سوٹ میں کتنے ہینڈسم لگ رہے ہیں۔ دل کھنچا جا رہا ہے۔"

"تم احمقانہ باتوں سے باز نہیں آؤ گی تو میں چھٹی کر دوں گا۔"

"جب سے تمھارے ہاں ملازمت کرنے آئی ہوں، میرے دل کی چھٹی ہو چکی ہے۔ مسٹر میکی، میں نے کبھی یہ تو نہیں کہا کہ مجھ سے شادی کر لو۔ میں تم سے محبت کرتی ہوں۔"

"کیا تم یہی بکواس کرنے آئی ہو؟"

"میں یہ بتانے آئی ہوں کہ تمھاری وہ مہمان آ چکی ہے۔ میں نے اُسے ڈرائنگ روم میں بٹھایا ہے۔"

میں جانا چاہتا تھا۔ اس نے راستہ روک لیا۔ پھر گہری سنجیدگی سے پوچھا: "اتنا بتا دو، مجھ سے دور کیوں بھاگتے ہو؟"

"تم اچھی طرح جانتی ہو، میں ستاروں کا علم جانتا ہوں۔ قیافہ شناس ہوں۔ چوں کہ ہمارے ستارے نہیں ملتے اس لیے ہم نہیں مل سکتے۔"

میں نے اس کے دونوں ہاتھوں کو اپنے شانوں پر سے جھٹک دیا۔ پھر تیزی سے چلتا ہوا ڈرائنگ روم میں پہنچا۔ وہاں پہنچتے ہی لیلیٰ کو دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ ہائے، کتنی پیاری لگ رہی تھی۔ یوں لگ رہا تھا، میں پہلی بار دیکھ رہا ہوں۔ وہ مجھے دیکھتے ہی اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ کھڑے ہونے میں شاخِ گل کے لچکنے کا انداز تھا۔ اس کے سیاہ بالوں میں ایک زرد رنگ کا پھول یوں کھل رہا تھا جیسے رات کو سورج نکل آیا ہو۔ وہ سراپا ناز تھی۔ شاعرانہ انداز کی حامل تھی لیکن اس کی دونوں آستینیں خطرے کا احساس دلاتی تھیں۔ وہ خواہ کتنے ہی خوبصورت اور بہترین تراشیدہ لباس پہنے لیکن لباس کی آستینیں ضرور کلائیوں تک ہوتی تھیں۔ کیونکہ دونوں آستینوں میں وہ خنجر چھپائے رکھتی تھی۔

ان میں سے کسی آستین کا خنجر میری سے لیے تھا اور وہ آستین والی بانہیں بیروت میں فرہاد کو تلاش کرنے آئی تھیں۔

انسانوں کی اس محبت بھری دنیا میں بڑا تضاد ہوتا ہے۔ جن ہاتھوں میں حنا کی سُرخی ہوتی ہے انہی ہاتھوں میں لہو کا رنگ بھی جھلکتا ہے۔

اس نے ایک ادائے ناز سے پوچھا: "یوں کب تک دیکھتے رہو گے؟"

میں نے چونک کر کہا: "کانٹے کو کانٹا اور گلاب کو گلاب نہ کہنا کم ظرفی ہے۔ میں اعتراف کرتا ہوں تم بےحد حسین ہو۔"

اس نے مسکرا کر پوچھا: "صرف حسین؟"

"ہاں، دور سے اتنا ہی نظر آ رہا ہے۔"

"مجھے دیکھنے والے دور ہی سے توبہ کر لیتے ہیں۔ تل ابیب کے سراغرساں کہتے ہیں، میں جتنی حسین ہوں اتنی ہی سنگدل بھی ہوں۔"

"وہ درست کہتے ہیں۔ ابھی میں تمھارا زائچہ بنا رہا تھا۔ جب میں کسی سے ملتا ہوں، پہلے اس کے حالات معلوم کرتا ہوں۔ اور معلوم کرنے کا بہترین ذریعہ میرا علم ہے۔ دوسرا سے معلوم کرتے میں دھوکا بھی ہوتا ہے۔"

"تمھارا علم میرے متعلق کیا کہتا ہے؟"

"یہی کہ اس وقت میں تمھارے ساتھ باہر جا سکتا ہوں، فی الحال خطرہ نہیں ہے۔"

"گویا میری ذات سے خطرہ بھی ہو سکتا ہے۔"

"تم عام لڑکیوں سے مختلف ہو۔ دوہری شخصیت کی مالک ہو۔ اندر سے کچھ ہو باہر سے کچھ۔"

"ایسے تو سبھی ہوتے ہیں۔ انسان کا ظاہر کچھ ہوتا ہے، باطن کچھ ہوتا ہے۔"

"لیکن وہ دوہری زندگی نہیں گزارتے۔ یعنی سوسائٹی میں خود کو کسی اور نام سے پیش کرتے ہیں اور باطن میں کسی اور نام سے منسوب رہتے ہیں۔"

وہ ایک دم سے پریشان ہو گئی۔ میری طرف گہری ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی: "تم کہنا چاہتے ہو کہ میرے دو نام ہیں؟"

"میں ایک مثال پیش کر رہا ہوں۔ مجھے کیا معلوم کہ تمھارے نام ہیں یا نہیں۔ کیا واقعی تمھارا موجودہ نام تمھارے پیدائشی نام سے مختلف ہے؟"

وہ جلدی سے بولی: "نہیں، بالکل نہیں۔ میرا نام یہی جب میں پیدا ہوئی تو میرے والدین نے میرا نام سارہ رکھا۔ باپ کی نسبت سے سارہ آئزک کہلاتی ہوں۔"

"تعجب ہے۔ میں زائچے میں کہیں بھی دیکھتا ہوں تو تمھارے ستارے کے ساتھ ایک اور ستارہ برابر چلتا نظر آتا ہے جیسے تمھارے ساتھ تمھاری ہمزاد ہو۔ تم کچھ اور ہو اور تمھاری ہمزاد کچھ اور۔"

یہ کہتے وقت میں نے ایک ذرا اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ اندر سے بہت پریشان تھی۔ بظاہر خود کو پوری طرح سنبھالے ہوئے تھی۔ مسکراتے ہوئے میرے قریب چلی آئی جیسے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر چلی آ رہی ہو۔ پھر اس نے کہا: "ایسے علم سے بڑا ڈر لگتا ہے۔ سوچا تھا تمھارے ساتھ کچھ وقت ہنستے بولتے گزاروں گی لیکن تم نے

دور کی دوستی ہی بھلی۔"

"تم تو یوں گھبرا رہی ہو جیسے میری دشمن ہو۔ اگر تمھاری دوہری شخصیت ہے تو میرا کیا بگڑے گا؟ مجھے میرے ستاروں نے سمجھایا ہے کہ پچھلی رات کے بعد جو زندگی ملے اسے سنبھل سنبھل کر گزاروں۔ کسی پر اعتماد نہ کروں۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ میں تم پر اعتماد نہیں کروں گا۔ لیکن اس سے ہماری دوستی پر کیا اثر پڑتا ہے۔"

"میں تمھیں یہ سمجھا دوں کہ جاسوس اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر ایک ملک سے دوسرے ملک جاتے ہیں اور بڑے بڑے کارنامے انجام دیتے ہیں۔ یقیناً دوہری زندگی گزارتے ہیں۔ بظاہر کچھ ہوتے ہیں، باطن میں کچھ ہوتے ہیں۔ کیا میرے ستارے یہ نہیں بتاتے کہ میرے پیشے نے مجھے دوہری شخصیت اختیار کرنے پر مجبور کر دیا ہے؟"

"ہو سکتا ہے، تمھارے پیشے نے تمھیں مجبور کیا ہو۔ میں نے کب انکار کیا ہے۔ ستارے ادھوری باتیں بتاتے ہیں۔ باقی باتیں ہم اپنے اندازے کے مطابق سمجھ لیتے ہیں۔"

"اور وہ اندازہ غلط بھی ہو سکتا ہے۔"

"اے حسنِ مجسم! تمھارے سلسلے میں وہ غلط ہو جائے تو بڑی حسین غلطی ہو گی۔"

"کیا ساری گفتگو اس ڈرائنگ روم میں ہو گی یا باہر بھی کوئی دنیا ہے؟"

"باہر بڑی خوبصورت دنیا ہے۔ بیروت کی دنیا۔ چلو میں سیر کراؤں۔ ویسے بھوک بھی لگ رہی ہے۔"

ہم وہاں سے نکل کر بنگلے کے باہر جانے لگے۔ میں اس کی سوچ پڑھ رہا تھا۔ وہ دل ہی دل میں سوچ رہی تھی: "اس سے ہوشیار رہنا ہو گا۔ کم بخت ستاروں کا علم جانتا ہے۔ میری کیا قسمت ہے۔ میں تل ابیب میں رہی اور کرسٹوفر میکی تک پہنچنے کے منصوبے بناتی رہی تو ایزل ہارڈی کا ساتھ ملا۔ وہ دوسروں کو قابو میں کرنے کا عمل جانتا تھا جو بعد میں فراڈ ثابت ہوا۔ او خدایا! مسٹر فرہاد نہیں کیوں مجھ سے رابطہ قائم نہیں کر رہے ہیں۔ کچھ تو میری رہنمائی کرنی چاہیے۔ اگر وہ میرے دماغ میں موجود ہوتے تو ستاروں کا علم جاننے والے کے متعلق میری رہنمائی ضرور کرتے۔ انھیں میرے پاس موجود رہنا چاہیے اور مجھے بتانا چاہیے کہ ہماری ملاقات کیا ہو سکتی ہے؟

اس حد تک سوچنے کے دوران وہ میرے ساتھ چلتے ہوئے بنگلے کے باہر آ گئی۔ باہر پورچ میں ایک بڑی سی خوبصورت ائیرکنڈیشنڈ کار کھڑی ہوئی تھی۔ شوفر نے دیکھتے ہی پچھلی سیٹ کی طرف بڑھ کر دروازہ کھولنا چاہا۔ میں نے دور ہی سے ہاتھ اٹھا کر کہا: "رک جاؤ، تم اپنی اسٹیئرنگ سیٹ سنبھالو۔"

وہ ادب سے ہمارے سامنے جھکا۔ پھر وہاں سے چلتا ہوا اسٹیئرنگ سیٹ کی طرف جانے لگا۔ میں نے لیلیٰ سے کہا: "اس کمبخت کو یہ بھی نہیں معلوم کہ حسن کے قدردان اس کی راہ میں آنکھیں بچھاتے ہیں اور دل کے دروازے کھولتے ہیں۔ میں تو صرف کار کا دروازہ کھولنا چاہتا ہوں۔ عشق کی ابتدا اکثر خوشامد سے ہوتی ہے۔"

میں نے آگے بڑھ کر پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول دیا۔ پھر سینے پر ہاتھ رکھ کر سر کو ذرا خم کیا۔ وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "تم بہت دل چسپ ہو۔"

کار میں بیٹھنے کے لیے ذرا جھکنا پڑتا ہے۔ ذرا بل کھانا پڑتا ہے۔ وہ بھی بل کھا گئی۔ شاخِ گل کی لچک کر سیٹ کی نرم آغوش میں سما گئی۔ انکشاف ہوا کہ کار کا دروازہ اسی مقصد کے لیے مختصر بنایا گیا ہے کہ صنفِ نازک وہاں تک پہنچتے پہنچتے شاخِ گل کی طرح لچک جایا کریں۔ بل کھایا کریں یا ایسی ادائیں دکھایا کریں کہ رگِ شاعری پھڑک اٹھے۔

میں نے دروازے کو بند کیا۔ پھر دوسری طرف سے گھوم کر پچھلی سیٹ پر اس کے برابر بیٹھ گیا۔ اس نے پوچھا: "کیا تم ڈرائیو نہیں کرتے؟"

"ضرور کرتا ہوں لیکن ونڈ اسکرین کے باہر راستوں کو دیکھوں یا تمھیں؟ اسٹیئرنگ سنبھالوں یا دل کو؟"

وہ ہنسنے لگی۔ میں نے شوفر سے کہا: "یلدز لار لے چلو۔"

وہ حیرانی سے بولی: "یہ یلدز لار کیا شے ہے؟"

"ایک خالص لبنانی ریستوران ہے۔ بھوک زور کی لگ رہی ہے۔ پہلے کھائیں گے پھر سیر کریں گے۔"

یوں بھی سیر و تفریح ہو رہی تھی۔ ریستوران پہنچتے تک ہم بیروت کی مختلف شاہراہوں سے گزر رہے تھے۔ دونوں طرف بلند و بالا عمارتیں تھیں۔ بیروت میں شاید ہی کوئی کہیں ایک منزلہ مکان نظر آئے۔ لوگ یہاں سب کچھ دیکھ سکتے ہیں، ایک منزلہ مکان نہیں دیکھ سکتے۔ یہاں دس منزلہ، پندرہ منزلہ بائیس منزلہ اور چالیس منزلہ تک عمارتیں ہیں۔ ایسی بلند عمارتوں کے سائے میں چلنے والے انسان بالکل ننھے سے خاک میں رینگتے ہوئے کیڑے لگتے ہیں۔ یہ کیسی عجیب سی بات ہے کہ انسان اتنی بلند عمارتیں تعمیر کرتے ہیں اور ان کے آگے خود حقیر نظر آنے لگتے ہیں۔

میں نے جس طرح خیال خوانی کے ذریعے کرسٹوفر میکی کے متعلق تقریباً تمام معلومات حاصل کی تھیں اُسی طرح بیروت کے متعلق بھی بہت کچھ معلوم کیا تھا۔ لیکن جس طرح ریستوراں کا نام لیا یا جس جگہ کو میں جانتا ہوں وہاں تک خود ڈرائیو کرتے ہوئے نہیں پہنچ سکتا۔ کن راستوں سے گزرنا ہوتا ہے یہ میں نہیں جانتا تھا۔ میں نے کار ڈرائیور کے حوالے کر دی تھی۔ آئندہ بھی یہی ارادہ تھا۔ کوئی پوچھتا تو یہی کہتا کہ پچھلی رات کے واقعات نے میرے ذہن پر بُرا اثر چھوڑا ہے۔ میں کچھ عرصے ڈرائیو نہیں کروں گا۔ آرام کرتا رہوں گا۔ کہیں جانا ہوگا تو پچھلی سیٹ پر آرام سے جاؤں گا۔ لیلیٰ نے بھی مجھ سے یہی سوال کیا تھا۔ اسے تو میں نے شاعرانہ انداز میں بہلا دیا تھا۔

ہم ریستوران میں پہنچ گئے۔ گاڑی رکتے ہی ایک باوردی دربان نے ہمارے لیے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ ہم بڑی شانِ بے نیازی سے اُتر کر چلتے ہوئے ریستوران میں داخل ہوئے۔ میرا خیال تھا یلدِ زلار کوئی معمولی ریستوران ہوگا یا زیادہ سے زیادہ بہت بڑا ریستوران ہوا بھی تو کتنا بڑا ہو سکتا ہے؟ لیکن وہ تو پورا محل نظر آیا۔ بعد میں پتا چلا، یلدِ زلار محل کو ہی کہتے ہیں۔

استنے بڑے محل نما ریستوران میں بہت کم میزیں آباد نظر آ رہی تھیں۔ کچھ سنجیدہ، باوقار شرفا مرد تھے اور کچھ رومانی جوڑے دکھائی دیتے تھے۔ ہم ایک میز کے اطراف بیٹھ گئے۔ ہمارے سامنے مینو لاکر رکھا گیا۔ میں نے کہا "تم اپنی پسند کا کھانا منگواؤ۔"

"مَیں تو مہمان ہوں۔ میزبان کی پسند چلے گی۔"

"نہیں جو مہمان پسند کرے۔"

"میں لبنانی کھانوں کے متعلق کچھ نہیں جانتی۔"

"میں خود اناڑی تھا۔ ان کھانوں کے متعلق نہیں.... جانتا تھا لیکن بھوک لگی تھی۔ آرڈر تو دینا ہی تھا۔ لہٰذا مینو کے چند آئٹم نوٹ کرا دیے۔ ویٹر چلا گیا۔

ہم کھانے کا انتظار کرتے ہوئے باتیں کرنے لگے۔ اکثر بڑے ریستوران اور ہوٹلوں میں جب رومانی جوڑے آتے ہیں تو انھیں زیادہ سے زیادہ مل بیٹھنے اور گفتگو کرنے کا موقع دیا جاتا ہے۔ شاید اسی لیے کھانا دیر سے لایا جاتا ہے۔ بہرحال کھانا دیر سے آیا مگر ایسے آیا جیسے آسمان سے برس رہا ہو۔ ایک ساتھ دس دس بیروں نے ہمیں چاروں طرف سے گھیر لیا۔ پھر ہماری میز پر ڈشیں رکھی جانے لگیں۔ میں حیرانی سے گن رہا تھا۔ یوں تو ہر کھانے کے ساتھ چٹنیاں، مربے، اچار اور سلاد وغیرہ ہوتے ہی ہیں ان کے علاوہ میں نے گن کر دیکھے۔ پورے چالیس قسم کے کھانے تھے ایک میز پر اتنے کھانے سما نہیں سکتے تھے۔ وہ ڈشیں اتنی چھوٹی تھیں کہ ہم ایسی چھوٹی ڈشیں اپنے گھر کے پالتو پرندوں کے سامنے رکھتے ہیں۔ تمام ڈشیں کٹوری نما تھیں۔ ان میں تھوڑا تھوڑا مختلف قسم کا کھانا رکھا ہوا تھا۔ لیلیٰ اتنی حیرانی سے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے پوچھا "کیا تم نے پورے مینو کا آرڈر دیا تھا؟"

"نہیں میں نے تو ایک ہی آئٹم نوٹ کرایا تھا۔ دراصل یہ ایک کھانے کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہیں جیسے ایک دل کے ہزار ٹکڑے ہوتے ہیں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "کیا تمھیں ان تمام کھانوں کے نام معلوم ہیں؟"

"میں آم کھاتا ہوں، پیڑ نہیں گنتا۔ تمھیں بھی یہی مشورہ دوں گا۔"

اس نے کھانا شروع کیا۔ مَیں نے سوچا۔ اگر یہ کھانوں کے متعلق یا بیروت کے متعلق زیادہ سوالات کرے گی اور میں لڑکھڑا جاؤں گا تو بڑی مشکل ہوگی۔ اس کا ذہن دوسری طرف بھٹکانا چاہیے لہٰذا میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کی سوچ میں کہا "یہ میکی ہے تو دشمن لیکن اپنوں جیسا لگتا ہے۔"

وہ کھاتے کھاتے چونک گئی۔ اپنی اس سوچ پر حیران ہو کر میری طرف دیکھنے لگی۔ میں سر جھکا کر کھانے میں مصروف تھا۔ وہ سوچ رہی تھی "اوہ گاڈ! یہ اپنوں جیسا کیوں لگتا ہے؟ کیا میں اس سے متاثر ہو رہی ہوں؟ کمبخت کیسی متاثر کن باتیں کرتا ہے..... کوئی اور ہو تو اس پر ہزار جان سے فدا ہو جائے لیکن مَیں ان میں سے نہیں ہوں۔"

وہ پھر کھانے لگی۔ اس بار میں نے اس کی سوچ میں کچھ کہا تو نہیں البتہ اس کے اندر یہ تحریک پیدا ہوئی کہ کھانے کے دوران سر اٹھا کر مجھے دیکھے اور وہ دیکھنے لگی۔ پھر حیران ہوئی "خدایا! مجھے کیا ہو گیا ہے۔ مَیں بے وجہ اسے کیوں دیکھنے لگی۔ مانا کہ یہ خوبرو ہے، اچھی شخصیت کا مالک ہے۔ باتیں بھی خوب کرتا ہے لیکن مجھے یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ اتنی بڑی شخصیت کا مالک ہونے کے باوجود یہ ایک معمولی سا آدمی ہے کرسٹوفر میکی نہیں ہے۔ اصلی کرسٹوفر تو کوئی اور ہے۔ مجھے اسی کرسٹوفر تک پہنچنا ہے۔"

میں نے اس کی سوچ میں سوال پیدا کیا "لیکن میرا دل اس ڈمی کی طرف کیوں کھنچا جا رہا ہے؟"

وہ اپنے دل کی بدلتی ہوئی حالت پر پریشان تھی۔ اسے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کیا ہو رہا ہے؟ کیا عورت اتنی ہی کمزور ہوتی ہے کہ اتنی ٹریننگ حاصل کرتے ہوئے، اپنے ذہن کو اپنے قابو میں رکھنے کے گُر سیکھنے کے باوجود دل کسی خوبرو کی طرف مائل ہونے لگتا ہے لیکن یہ تو کوئی محبت نہ ہوئی پہلے ایزل ہارڈی کو دیکھ کر میرا دل اسی انداز میں سوچنے لگا تھا اور میں اپنے دل کو سمجھاتی تھی۔ میرا آئیڈیل فرہاد ہے لیکن محبوبانہ انداز میں نہیں۔ فرہاد کو بھی میں اس کی صلاحیتوں کے باعث پسند کرتی ہوں۔ میری زندگی میں کوئی میرا ہیرو بن کر نہیں آئے گا۔"

اس نے کھانے کے دوران چپکے سے ایک سرد آہ بھری پھر اس کی سوچ نے کہا "لیکن ایزل ہارڈی کے رخصت ہوتے ہی میری کایا پلٹ گئی۔ اس کے خط نے میری دنیا ہی بدل دی۔ میں جانے کیوں اپنی مرضی کے خلاف رہ رہ کر فرہاد کے متعلق سوچنے لگتی ہوں۔ کہاں ہے وہ؟ وہ مجھ سے رابطہ کیوں نہیں قائم کرتا؟ کیا میں ایسی گئی گزری ہوں؟ چلو، میں کچھ نہ سہی لیکن ہمارے مقاصد تو ایک ہیں۔ چھاپا ماروں کی مدد کرنے کے لیے انھیں مفت ہتھیار سپلائی کرنے کے لیے، کرسٹوفر میکی کو بے نقاب کرنے کے لیے، اسے چاہیے کہ میرے دماغ میں آئے۔ میری رہنمائی کرے۔ کیا وہ مجھ سے دور رہ کر، اپنے آپ کو پراسرار بنا کر مجھے انتظار کے عذاب میں مبتلا کر کے ایک کمزور عورت بنانا چاہتا ہے۔ مجھے ایک کمزور عورت بنا کر اسے کیا ملے گا؟"

اس بار میں نے اس کی سوچ میں مثبت انداز سے کہا۔ "میں ایک بات بھول رہی ہوں۔ ایزل ہارڈی کے روپ میں جب فرہاد میرے ہاں مہمان تھا تو اس نے کہا تھا، وہ مجھے آزمائشوں میں مبتلا کر رہا ہے تاکہ میں کندن بن جاؤں۔ میں اپنے آپ کو قابو میں رکھنا، اپنے ذہن کو کنٹرول کرنا، اپنے دل پر جبر کرنا سیکھ جاؤں۔ شاید اسی لیے وہ خود کو پراسرار بنا رہا ہے اور میرے صبر کا امتحان لے رہا ہے۔"

اس سوچ کے ساتھ ہی اسے ایک گونہ اطمینان ہوا۔ وہ دل ہی دل میں عزم کرنے لگی "وہ جیسی بھی آزمائش سے گزارنا چاہے، میں گزر روں گی اور کامیاب ہو کر دکھاؤں گی۔ میں صبر کروں گی اور اس کا انتظار کرتی رہوں گی۔"

یہ سوچتے سوچتے اس کے دماغ میں ایک اور سوچ پیدا ہوئی "کیا فرہاد واقعی بیروت پہنچ گیا ہے۔ ہو سکتا ہے اس کے راستے میں کوئی رکاوٹ پیدا ہو گئی ہو اور آج وہ کسی وقت آئے یا کل کسی وقت پہنچے؟"

پھر وہ جھنجلا کر سوچنے لگی "میں کیوں خواہ مخواہ اس کے متعلق سوچتی چلی جاتی ہوں۔ اس کا یہاں آنا یا نہ آنا کوئی ضروری تو نہیں ہے۔ وہ دنیا کے آخری سرے پر رہ کر بھی خیال خوانی کے ذریعے رابطہ قائم کر سکتا ہے۔ توبہ ہے! میں پھر وہی سوچتی چلی جا رہی ہوں۔"

ایک ویٹر نے آکر کہا "مسٹر میکی! آپ کا فون ہے۔"

میں نے لیلیٰ سے معذرت چاہی۔ پھر وہاں سے اٹھ کر ایک دفتر نما کمرے میں آیا۔ وہ کمرہ ہوٹل کے منیجر کا تھا۔ ریسیور الگ رکھا ہوا تھا۔ اس نے کہا "مسٹر میکی! آپ کا فون ہے۔ بات کیجیے۔"

میں نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو، میکی اسپیکنگ۔"

دوسری طرف سے آواز آئی "مسٹر میکی! پچھلی رات آپ خاصے پریشان رہے، اس لیے ہم نے آپ کو مزید پریشان نہیں کیا۔ پہلے تو ہم آپ کو نئی زندگی پانے کی مبارک باد دیتے ہیں۔ اب چونکہ آپ تفریح کے موڈ میں ہیں، آپ کے ساتھ ایک حسین لڑکی دیکھی جا رہی ہے تو ہم صورت حال سے آگاہ کر دیں پچھلی رات نامعلوم چھاپا ماروں نے ہمارے ہتھیاروں کے اڈے پر کامیاب چھاپا مارا ہے۔ ہمیں حیرانی ہے کہ اس اڈے کا پتا انھیں کیسے معلوم ہوا؟"

میں نے بظاہر پریشان ہو کر کہا "یہ تو بہت بڑا نقصان ہوا۔ کیا ان میں سے کوئی ہاتھ آیا؟"

"آپ ہاتھ آنے کی بات کر رہے ہیں، ہمارے اس اڈے کے نگرانی کرنے والے سبھی مارے گئے ہیں۔ ایک زخمی بچا تھا جس نے ہمیں یہ رپورٹ دی ہے۔ وہ ایک جیپ میں آئے تھے ان کے پاس بڑی گاڑی نہیں تھی ورنہ وہ اس بڑی گاڑی میں تمام ہتھیار لوڈ کر کے لے جاتے۔"

میں نے غصے سے پوچھا "کیا نگرانی کرنے والے نشے میں تھے؟"

"نہیں جناب! ہم نے سختی سے تاکید کی ہے، ڈیوٹی کے وقت کوئی نشہ نہ کرے۔ جانے یہ کیسے ہو گیا۔ ہمیں یہ معلوم کرنا ہے کہ ہمارے خفیہ اڈے کی نشاندہی کس نے کی ہے۔ یقیناً ہم میں سے کوئی ہوگا۔"

میں نے تاکید کرتے ہوئے کہا "اسے تلاش کرو۔ مجھے وقت سے پہلے پریشان نہ کرو۔ میں اس گھر کے بھیدی کو اپنے سامنے دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"جہاں مسلمانوں کی آبادی زیادہ ہے وہاں ہمارے آدمی سراغ لگا رہے ہیں کہ کن لوگوں نے پچھلی رات چھاپا مارا تھا۔ دوسری بات ہم اپنے درمیان بھی اس غدار کو تلاش کر

رہے ہیں۔ جلد ہی وہ بے نقاب ہو جائے گا اور ہم ان چھاپا ماروں کا بھی سراغ لگا لیں گے۔"

میں نے ریسیور رکھ دیا۔ واپس آکر لیلیٰ کے سامنے اپنی کرسی پر بیٹھا۔ تو بظاہر پریشان تھا۔ لیلیٰ نے پوچھا "خیریت تو ہے؟"

"ان چھاپا ماروں کے حوصلے بڑھ رہے ہیں۔ انھوں نے پچھلی رات ہمارے ایک ایسے خفیہ اڈے پر چھاپہ مارا ہے جس کا پتا میرے چند ماتحتوں کو ہے۔ دوسرا کوئی نہیں جانتا۔ تعجب ہے ان چھاپا ماروں کو کیسے پتا چل گیا؟"

لیلیٰ ثانی ایک دم سے کھل گئی۔ اس کے دماغ نے کہا "یقیناً فرہاد علی تیمور نے اس خفیہ اڈے کی نشاندہی کی ہوگی۔"

میں نے حیرانی سے کہا "تعجب ہے، میں اپنے نقصان کی بات کر رہا ہوں اور تمھارا چہرہ خوشی سے کھل گیا ہے۔ کیا تمھارے لیے یہ خوشخبری ہے؟"

وہ فوراً سنبھل کر بولی "ہاں خوشخبری اس طرح ہے کہ جو لوگ جوش میں آکر اندھا دھند حملے کرتے ہیں، چھاپے مارتے ہیں، وہ جلد ہی گرفت میں آجاتے ہیں۔ چھاپا ماروں کے حوصلے بڑھ گئے ہیں تو یہ ہمارے لیے اچھی بات ہے۔ میرا مشورہ ہے۔ اپنے اس خفیہ اڈے کی نگرانی زیادہ نہ کراؤ۔ وہ دوبارہ وہاں آئیں گے تو پکڑے جائیں گے۔"

"میں عورتوں کا مشورہ نہیں مانتا۔"

"نہ مانو۔ اگر وہ چھاپا مار میرے ہاتھ لگ گئے تو میں انھیں تمھارے ہاتھ لگنے نہیں دوں گی۔"

"یہ کیا بات ہوئی؟"

"جب تم مجھ سے تعاون نہیں کروگے۔ میرا مشورہ نہیں مانوگے تو میں تمھارے نقصان کی پروا کیوں کروں۔ کیوں تمھارے چوروں کو گرفتار کراؤں؟"

"تم تو ناراض ہوگئیں۔ تمھارے اسرائیلی حکام بڑی خوش فہمی میں مبتلا رہتے ہیں۔ یہی کہتے ہیں کہ چھاپا مار ان سے خوفزدہ ہوکر اسرائیل کی سرحد پار کر جاتے ہیں۔ فرار ہو جاتے ہیں۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ وہ فرار نہیں ہوتے بلکہ یہاں ہتھیار حاصل کرنے آتے ہیں۔ دنیا کو اپنی مظلومیت کی داستان سناتے ہیں۔ لبنان کی طرح دوسرے ممالک میں پھیل کر مسلمان ملکوں کی ہمدردیاں حاصل کرتے ہیں۔"

لیلیٰ نے کہا "ہمدردیوں کی بات نہ کرو۔ صرف ہتھیاروں کی بات کرو۔ تم لوگوں نے چھاپا ماروں کے حوصلے بڑھائے ہیں۔ ہماری حکومت کے خلاف تم انھیں ہتھیار فراہم کرتے ہو۔"

میں نے ذرا غصے سے کہا "یہ جھوٹ ہے۔"

"جھوٹ اور سچ جلد ہی سامنے آجائے گا۔ میں اس لیے یہاں آئی ہوں۔"

"میں کوئی نادان بچہ نہیں ہوں۔ جانتا ہوں تم اصلی کرسٹوفر میکی کو بے نقاب کرنا چاہتی ہو۔ جب وہ بے نقاب ہوگا تو پتا چلے گا، وہ میں ہی ہوں۔ تمھارے سامنے بیٹھا ہوا ہوں۔"

"میری کس بات سے یہ ظاہر ہوا کہ میں کرسٹوفر میکی کو بے نقاب کرنا چاہتی ہوں۔ کیا میرے ستارے بتا رہے ہیں؟"

"میں تمھاری حکومت کی پالیسیوں کو اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ تمھارے ہی نہیں، دنیا کے کتنے ہی ملکوں کی انٹیلی جنس والے اور انٹرپول کے افراد اس تاک میں رہتے ہیں کہ اصلی کرسٹوفر میکی تک پہنچ جائیں۔ تمھاری حکومت نے تمھیں بیروت سیر کرنے کے لیے نہیں بھیجا ہوگا۔ یقیناً تم کوئی بہت بڑا کارنامہ انجام دینے آئی ہو اور وہ بڑا کارنامہ شاید مجھ سے تعلق رکھتا ہو۔"

"جب تم یہ سمجھتے ہو کہ میں تمھارے خلاف جاسوسی کرنے آئی ہوں تو مجھے اپنے ساتھ کیوں لائے ہو؟"

"دوستی کی ابتدا میں نے نہیں، تم نے کی۔ تم نے کل رات مجھے فون کیا تھا۔"

"بات کرنے سے انکار کر دیتے۔"

"یقیناً انکار کر دیتا لیکن سارہ آٹزک کا نام سن کر رک گیا تھا۔ جب تم نے یہ کہا کہ لیلیٰ ثانی کا تعاقب کرتے ہوئے یہاں آئی ہو تو میں سمجھ گیا کہ میرے خلاف چال چلی جا رہی ہے۔ لیلیٰ ثانی کا تعاقب کرنے کے لیے تمھارے ہاں سے کوئی مرد جاسوس بھی آسکتا تھا لیکن میرے پیچھے حسین لڑکیوں کو بھیجا جاتا ہے۔ میں نے سوچا، تم مجھ سے دوستی کرنا ہی چاہتی ہو تو ایک بار ملاقات کر دوں گا اور تمھیں ایسا سبق سکھاؤں گا کہ ساری زندگی یاد کرو گی۔"

"تم مجھے یہاں کھانا کھلانے نہیں، سبق سکھانے لائے ہو۔"

میں نے ایک سرد آہ بھری۔ اس نے پوچھا "کیا ہوا؟"

"جب تک تمھیں دیکھا نہیں تھا، تمھیں عبرتناک سبق سکھانا چاہتا تھا۔ تم میرے متعلق تحقیقات کر سکتی ہو۔ آج تک کسی بھی لڑکی کے ساتھ باہر نہیں نکلا۔ میرے دماغ میں حسین خیالات رہے لیکن وہ خیالات منتشر رہے۔ تمھیں دیکھتے ہی وہ منتشر خیالات تمھارے حسین سراپے میں مجسم ہوگئے۔ اگر تم اسے شاعری نہ سمجھو تو میں دل کی زبان سے کہہ رہا ہوں۔ آج سے تمھارے ہی سپنے دیکھتا رہوں گا۔ تمھیں چاہوں گا اور تمھیں چاہتا رہوں گا۔"

"مسٹر میکی! تم بہک رہے ہو۔"

"تم بہکا رہی ہو۔"

میں وقفے وقفے سے اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا جاتا تھا۔ وہ اندر ہی اندر غصے میں تلملا رہی تھی۔ میرے اظہارِ محبت پر چڑ رہی تھی لیکن بظاہر خوشدلی سے کہہ رہی تھی۔ "مجھے دشمن بھی سمجھتے ہو اور محبت کا اظہار بھی کرتے ہو۔"

"میں دشمن نہیں سمجھتا، تم سمجھتی ہو۔ میں چاہتا ہوں جلد سے جلد میرے متعلق تحقیقات مکمل کر لو تاکہ تمھیں یقین آجائے کہ میں ہی اصلی کرسٹوفر میکی ہوں۔ جب تم مجھ پر اعتماد کرنے لگو گی تو میرے دل کی زبان کو اچھی طرح سمجھنے لگو گی۔"

"کیا ہمارے ستارے آپس میں ملتے ہیں؟"

"ملتے تو ہیں لیکن درمیان میں ایک ستارہ آتا ہے۔ اگر ہم اپنے اپنے برج کے مطابق ایسے پتھر اپنی اپنی انگوٹھی میں پہن لیں جو ہمیں راس آتا ہو تو وہ درمیان میں آنے والا ستارہ ٹل جائے گا۔ پھر کوئی رکاوٹ نہیں رہے گی۔"

یہ کہتے ہی میں اس کی سوچ کو پڑھنے لگا۔ درمیان میں آنے والے ستارے کا ذکر سنتے ہی اس کا ذہن فرہاد کے نام سے پرواز کرنے لگا۔ وہ سوچ رہی تھی "کیا میرے اور میکی کے درمیان فرہاد کا ستارہ حائل ہے۔ اللہ کرے وہ حائل رہے اور اسے ٹالنے والا یہ منحوس ابھی بیٹھے بیٹھے مر جائے۔"

میں نے بڑی مشکل سے اپنی مسکراہٹ کو ضبط کیا۔ پھر کہا "یوں بھی انگوٹھی میں پتھر پہننا کوئی ضروری نہیں ہے۔ اگر تم خود ہی اس حائل ہونے والے ستارے کو درمیان سے ہٹا دو۔ اور دل کی آنکھوں سے مجھے دیکھو تو میں وہی ہوں جسے تمھارا ذہن قبول کرتا ہے۔"

اس نے چونک کر مجھے دیکھا۔ پھر پوچھا "تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"یہی کہ بہت سی باتیں لاشعور میں ہوتی ہیں اور شعوری طور پر سمجھ میں نہیں آتیں یعنی لاشعوری طور پر تم مجھے چاہتی ہو لیکن شعوری طور پر شاید کسی حائل ہونے والے ستارے کے متعلق سوچتی رہتی ہو۔ کیا یہ درست ہے۔ کیا تمھاری زندگی میں مجھ سے پہلے کوئی آئیڈیل رہا ہے؟"

اس نے نیپکن سے منہ پونچھتے ہوئے کہا "کھانا ختم ہو چکا ہے۔ میرا خیال ہے اب ہمیں چلنا چاہیے۔"

"میرا خیال ہے، تم میری بات کو ٹال رہی ہو۔"

"ہرگز نہیں۔ اتنا سمجھ لو، اگر کسی لڑکی کے دماغ میں کوئی آئیڈیل رہتا بھی ہے تو وہ اسے ساری دنیا سے چھپا کر رکھتی ہے۔ ویسے تمھاری اطلاع کے لیے عرض ہے نہ میرا کوئی آئیڈیل ہے اور نہ رہے گا۔ میں ان فضولیات میں وقت ضائع نہیں کرتی۔"

میں بل ادا کرنے لگا۔ اس دوران اس کے دماغ میں بھی جھانکتا رہا۔ وہ سوچ رہی تھی "اس طرح کام نہیں بنے گا۔ یہ ملاقات بے مقصد رہے گی۔ اس کے متعلق تحقیقات شروع کرنے کے لیے نئے سرے سے کوئی منصوبہ بنانا ہوگا۔"

جب ہم ریستوران سے نکل کر جانے لگے تو اس نے پوچھا "کیا تم واقعی میرے معاملے میں سنجیدہ ہو؟"

"اگر معاملے سے مراد محبت ہے تو بے شک اس قدر سنجیدہ ہوں کہ تمھارے لیے جان بھی دے سکتا ہوں۔"

"تو پھر اپنی حقیقت میرے سامنے اگل دو؟"

"کیا محبت کا امتحان لے رہی ہو؟"

"یہی سمجھ لو۔"

"سمجھنے سے تو بات نہیں بنتی۔ تم مجھے یقین دلاؤ کہ میری محبت کا جواب محبت سے دوگی بلکہ صاف صاف کہہ دو کہ شادی کروگی تو میں...!"

وہ ریستوران سے باہر آکر رک گئی۔ میری طرف دیکھ کر بولی "تم کہتے کہتے کیوں رک گئے۔ کیا تم یہ نہیں کہنا چاہتے ہو کہ میں تمھاری بات مان لوں تو اپنی حقیقت میرے سامنے اگل دوگے؟"

"یہی سمجھ لو۔ کیا میں خود کو بے نقاب کر دوں؟ تو تم میری زندگی میں آجاؤ گی؟"

اس نے چند لمحوں تک مجھے سوچتی ہوئی نگاہوں سے دیکھا۔ پھر کہا "ایک شرط پر، وہ یہ کہ جب حقیقت اگل دوگے اور اپنے متعلق تمام تفصیلات، ثبوت میرے حوالے کر دوگے تو میں یہاں سے اسرائیل جاؤں گی۔ پھر وہاں سے استعفیٰ دے کر تمھارے پاس واپس چلی آؤں گی۔ اس وقت تک ہمارے درمیان محبت تو رہے گی لیکن بے تکلفی نہیں رہے گی۔"

میں نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا "تم مجھے بچہ سمجھ رہی ہو۔ میں اپنے تمام راز فاش کر دوں۔ تمام کمزوریاں تمھارے حوالے کر دوں۔ تم مجھے دنیا والوں کے سامنے بے نقاب کر دو۔ میری شہرت اور عزت کو خاک میں ملا دو اور میں اسی انتظار میں رہوں کہ تم کب استعفیٰ دے کر اسرائیل سے واپس

آ رہی ہو۔ کاش تم ایک کھلونا ہوتیں اور میں ایک بچّہ ہوتا تو بہل جاتا۔"

"میں بھی کوئی نادان بچّی نہیں ہوں کہ تمھاری باتوں میں آ کر پہلے شادی کر لوں۔ اپنی پوری زندگی داؤ پر لگا دوں اور تم مجھے یہ کہہ کر ٹال دو کہ تمھاری حقیقت یہی ہے جو میرے سامنے ہے۔ تمھی اصلی کرسٹوفر میکی ہو۔ کوئی دوسرا تمھاری پشت پناہی نہیں کر رہا ہے۔ مسٹر میکی! تمھیں مجھ سے محبت ہے تو پہلے محبت کرنے والوں کی ہسٹری پڑھو۔ تمھیں پتا چلے گا کہ حسن کے آگے سپاہی اپنی تلوار چھوڑ دیتا ہے، بادشاہ اپنا تاج اس کے قدموں میں رکھ دیتا ہے۔ عشق کرنے والے کوئی شرط نہیں منواتے۔ تمھیں عشق ہے تو تم میرے پاس آؤ گے۔ میں جا رہی ہوں۔ میری ضرورت ہو تو مجھے آواز دینا میں چلی آؤں گی۔"

وہ جانے لگی۔ میں نے آگے بڑھ کر کہا "تم میرے ساتھ آئی ہو۔ میں تمھیں ہوٹل تک پہنچا دوں گا۔"

وہ پلٹ کر بولی "شکریہ، میں اپنا راستہ خوب جانتی ہوں۔"

اسی وقت ایک ٹیکسی قریب سے گزر رہی تھی۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر اسے روکا۔ پھر پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر میرے دیکھتے ہی دیکھتے مجھ سے دور ہوتی چلی گئی۔ لیکن میں اس کے قریب تھا۔ اس کے دماغ میں تھا۔ وہ سوچ رہی تھی۔ کمبخت میرا عاشق بن گیا ہے۔ پہلی ہی ملاقات میں اس قدر دیوانہ ہو چکا ہے کہ شادی کی پیشکش کر رہا ہے۔ یقیناً دوسری تیسری ملاقات میں اپنی حقیقت اگل دے گا۔ میں انتظار کروں گی۔ وہ میرے پاس ضرور کھنچا چلا آئے گا۔"

میں نے سوچا، اچھی بات ہے۔ ابھی تو جاؤ۔ بعد میں دیکھا جائے گا۔ میری دوسری مصروفیات بھی ہیں۔ میں اپنی کار میں بیٹھ کر بنگلے کی طرف جانے لگا۔ راستے میں خیال خوانی کرتا رہا۔ بزرگ جلیل القدر کے دماغ میں یہ خیال ابھرا کہ پچھلی رات مجاہدین کو جو کامیابی حاصل ہوئی ہے، وہ دشمنوں کو بری طرح کھٹک رہی ہوگی۔ ان کے جاسوس ہمارے علاقوں میں گھوم رہے ہوں گے اور معلوم کرنا چاہتے ہوں گے کہ کن لوگوں نے پچھلی رات چھاپا مارا تھا۔

بزرگ کی اپنی سوچ نے کہا "ہم سب ہوشیار ہیں۔ اس عمل کے ردِ عمل کو خوب سمجھتے ہیں۔ دشمن سکون سے نہیں بیٹھیں گے۔ ہماری طرف آ رہے ہوں گے یا آ چکے ہوں گے۔ ہم ان سے نمٹ لیں گے۔"

میں بنگلے میں پہنچا تو لیڈی سیکرٹری نے کہا "ابھی دس منٹ پہلے سی ایم کی طرف سے پیغام موصول ہوا ہے۔"

یہ سنتے ہی میرا دل خوشی سے دھڑکنے لگا۔ سی ایم دراصل کرسٹوفر میکی کا مخفف تھا۔ اصلی کرسٹوفر میکی خود کو سی ایم کہتا تھا۔ میں نے جلدی سے پوچھا "پیغام کیا ہے؟"

"ٹیلیفون پر پیغام دینے والے نے کہا ہے کہ مزید بیس منٹ کے بعد سی ایم رابطہ قائم کریں گے۔ لہٰذا تم جہاں بھی ہو، اطلاع دی جائے۔ میں بھلا اطلاع کیسے دیتی۔ تم اس لڑکی کے ساتھ کہاں گئے ہو، یہ تم نے بتایا نہیں تھا۔ بہرحال آ گئے ہو تو اب پانچ منٹ رہ گئے ہیں۔ شاید تمھارے سی ایم کا فون آ رہا ہے۔"

میں نے بیڈ روم میں آ کے دروازے اور کھڑکیوں کو اندر سے بند کر دیا۔ اس سیکرٹری نے ایک بار مجھ سے یعنی نقلی کرسٹوفر میکی سے پوچھا تھا، سی ایم کون ہے؟ اس پر کرسٹوفر میکی نے اسے جھڑک دیا تھا اور تاکید کی تھی کہ آئندہ وہ کسی بھی بات کو کریدنے کی کوشش نہ کرے۔"

اسی لیے میں نے کھڑکیوں اور دروازوں کو اندر سے بند کر دیا۔ پھر میں نے آئرن سیف کو کھول کر ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نکالا۔ اور اسے لے کر ایک ایزی چیئر پر بیٹھ گیا۔ پیغام کے مطابق ٹھیک پندرہ منٹ بعد یعنی میرے وہاں پہنچنے کے پانچ منٹ کے بعد ٹرانسمیٹر سے اشارہ موصول ہونے لگا۔ میں نے اسے آپریٹ کیا پھر دونوں طرف سے کوڈ ورڈ کا تبادلہ ہونے لگا۔ اس کے بعد آواز آئی "مسٹر میکی! باس سی ایم آپ سے مخاطب ہو رہے ہیں۔"

چند لمحوں کے بعد دوسری طرف سے اصلی کرسٹوفر میکی کی آواز سنائی دی۔ وہ کرسٹوفر میکی، جسے تلاش کرنے کے لیے انٹرپول کے ذہین ترین افراد سرگرداں تھے، کتنے ہی ممالک کے انٹیلی جنس والے بھی اسے تلاش کرتے رہتے ہیں۔ اس کی آواز سننے کے لیے ترستے تھے۔ کوئی ایسی چیز تلاش کرنا چاہتے تھے جس کے ذریعے اس کا سراغ لگایا جا سکے اور آج میرے کانوں تک اصلی کرسٹوفر میکی کی آواز پہنچ رہی تھی۔

میرے لیے تو آواز ہی کافی تھی۔ اس کے لب و لہجے کو گرفت میں لے کر پلک جھپکتے ہی پرواز کرتا ہوا اس کے دماغ میں پہنچ سکتا تھا لیکن میں نے خیال خوانی کی پرواز نہیں کی کیونکہ میں اس وقت ٹرانسمیٹر کے ذریعے بلیک شیڈو کی آواز سن رہا تھا۔

وہ بلیک شیڈو... کی آواز تھی، جس کا سایہ تھا لیکن جس کا وجود نہیں تھا۔ وہ کون تھا؟ وہ کیا تھا؟ میرے لیے ایک بہت بڑا چیلنج بنا ہوا تھا۔ اس کمبخت تک پہنچنے

کے لیے میں نے سجاد کو اس کی قید میں رہنے دیا، تاکہ اس کے ذریعے کوئی سراغ لگا سکوں۔ ابھی سراغ لگنے میں دیر تھی۔ فی الحال صبر کرتے ہوئے ٹرانسمیٹر کے ذریعے اس کی آواز سننے لگا۔

وہ کہہ رہا تھا "مسٹر میکی! پچھلی رات کی رپورٹ مل چکی ہے۔ میں تمھیں نئی زندگی کی مبارک باد دیتا ہوں۔ واقعی تم علم نجوم میں مہارت رکھتے ہو۔ جو پیشنگوئی کرتے ہو وہ درست ثابت ہوتی ہے۔ سارہ آئزک کے متعلق کچھ بتاؤ۔"

"وہ آپ کو بے نقاب کرنے کے لیے میرے پیچھے پڑ گئی ہے۔"

"اس کا کیا کرو گے؟"

"کرنا کیا ہے۔ جب میں آپ کے متعلق کچھ جانتا ہی نہیں تو وہ میرے ذریعے آپ کو کیسے بے نقاب کرے گی اور جب نہیں کر سکے گی تو ایسی سیکرٹ ایجنٹ لڑکیاں ہمارے سامنے نہ ہونے کے برابر ہوتی ہیں۔"

"میں بارہا سمجھا چکا ہوں، کسی معمولی سی بات کو بھی نظرانداز نہ کرو۔ اسے اہمیت دو تاکہ وہ چھوٹی سی بات آگے بڑھ کر دردِ سر نہ بن جائے۔"

"میں نے سارہ آئزک کا زائچہ تیار کیا ہے۔ وہ یہاں سے ناکام واپس جائے گی۔"

"ویری گڈ، مجھے تمھاری پیشنگوئی پر اعتماد ہے۔ اب کام کی بات سنو۔ سب سے پہلی بات یہ کہ گولڈن ریکٹ کا ساتواں گولڈن مین ولیم بردک بیروت پہنچ رہا ہے۔ آج شام سات بجے وہاں کے کسی بڑے ہوٹل میں قیام کرے گا۔ گولڈن ریکٹ کی پوری فائل تمھارے پاس موجود ہے۔ کیا تم اسے بلیک میل کر لو گے؟"

"سر! یہ کوئی پوچھنے کی بات ہے۔ آخر آپ نے مجھے کرسٹوفر میکی کیوں بنا رکھا ہے۔ صرف اتنا بتا دیجیے۔ اس سے کتنی رقم وصول کی جائے؟"

"یہ گولڈن مین دنیا بھر میں معزز سمجھے جاتے ہیں۔ یہ جس ملک میں پہنچتے ہیں، ان کے پہنچنے سے پہلے نشہ آور دواؤں کی ایک بڑی کھیپ وہاں پہنچ جاتی ہے۔ کروڑوں کا بزنس ہوتا ہے تم کم از کم دس لاکھ ڈالر کا مطالبہ کر سکتے ہو۔"

"صرف مطالبہ نہیں کروں گا، وصول بھی کر دوں گا۔ اور کوئی حکم ہے؟"

"ایک بہت بڑی اطلاع ہے۔ نیپال سے پرواز کرنے والے ایک طیارے کو رسونتی نے اغوا کیا ہے۔ کل صبح ہونے تک وادیٔ قاف کے اطراف خطرناک ترین افراد کا میلہ لگنے والا ہے۔"

"کیا اس اغوا کیے جانے والے طیارے میں قیمتی سامان اسمگل ہو رہا ہے؟"

"رسونتی بذاتِ خود قیمتی ہو گئی ہے۔ اس کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں واپس آ گئی ہیں۔ اس کے علاوہ اس کا بیٹا پارس بھی ساتھ ہے۔ ان دونوں کو حاصل کرنے کے لیے دنیا کی تمام بڑی خطرناک تنظیمیں اپنا اپنا زور لگا رہی ہیں۔ سب اُدھر کا رُخ کر رہی ہیں۔ کرسٹوفر میکی نمبر دو انقرہ میں ہے۔ وہ تھوڑی دیر بعد ہیلی کاپٹر میں پرواز کرتا ہوا وادیٔ قاف کے علاقے میں جائے گا۔ اگرچہ وہاں کسی طیارے یا ہیلی کاپٹر کو اترنے کی اجازت نہیں دی جاتی ہے۔ اس علاقے میں کوئی بغیر اجازت سڑک کے راستے سے بھی داخل نہیں ہو سکتا۔ تاہم میکی نمبر دو کی ذہانت سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ ضرور ٹارزن غلبا سے دوستانہ رابطہ قائم کرے گا اور ہیلی کاپٹر کو وہاں اتار لے گا۔"

میں نے کہا "میں سمجھ گیا۔ میں یہاں انقرہ سے قریب ہوں لہٰذا اسی ایم ٹو سے رابطہ قائم کرتا رہوں۔ جب بھی اسے میری یا میرے آدمیوں کی ضرورت پیش آئے تو میں اس سے بھرپور تعاون کر دوں۔"

"بیشک میں یہی چاہتا ہوں بلکہ اس سے زیادہ چاہتا ہوں۔ اپنے ذہین ترین افراد کو فوراً انقرہ روانہ کر دو۔ سی ایم ٹو پلاننگ کرے گا کہ کس طرح خشکی کے راستے اپنے آدمیوں کو جانا چاہیے اور یہ معلومات بھی حاصل کرے گا کہ دوسری خطرناک تنظیمیں اور دوسرے ممالک کس انداز میں ٹارزن غلبا سے رابطہ قائم کرتے ہیں یا اس وادی میں داخل ہوتے ہیں۔ ہمیں بھی وہی طریقہ یا اس سے بہتر طریقہ اختیار کرنا ہوگا۔"

"جہاں تک اپنا اپنا طریقہ اختیار کرنے کا تعلق ہے تو یہ ایک تاش کا کھیل ہے۔ ہمارے مخالف کھلاڑیوں کے ہاتھوں میں کون کون سے اہم پتے ہیں؟ وہ ٹارزن غلبا کو کس طرح اپنے دباؤ میں لیں گے، ہم نہیں جانتے۔ میں تو صرف اتنا معلوم کرنا چاہتا ہوں، کیا آپ کے پاس کوئی ایسا ٹرپ کا پتّہ ہے جس کے ذریعے ہم ٹارزن غلبا کو مجبور کر دیں؟"

"ایک بہت ہی اہم پتّہ ہے۔ صرف ٹارزن غلبا ہی نہیں بلکہ رسونتی اور فرہاد کے تمام ساتھی ہمارے سامنے جھکنے پر مجبور ہو جائیں گے۔"

میں نے خوشی ظاہر کرتے ہوئے کہا "پھر تو جیت ہماری

ہے۔ کیا میں پوچھ سکتا ہوں، وہ ترپ کا پتہ کیا ہے؟"
دوسری طرف سے بلیک شیڈو نے بڑے فخر سے کہا۔
"سونیا، رسونتی، مرجانہ، اعلیٰ بی بی۔ ان سب کی زندگیوں کا اہم ستون فرہاد علی تیمور میرے قبضے میں ہے۔ میری قید میں ہے!"
بلیک شیڈو نے ہمارے سامنے خود کو کس طرح پُراسرار بنا رکھا تھا۔ ہم سمجھ نہیں پا رہے تھے، وہ کیا چیز ہے۔ سایہ ہے وجود نہیں ہے۔ ہماری خیال خوانی اس کے سامنے ناکام کیوں ہو جاتی ہے۔ ہم کچھ سمجھ نہیں سکتے تھے اس کے باوجود وہ بھی سمجھ نہیں سکتا تھا کہ ہم کیا چالیں چل رہے ہیں۔ سجاد کو اپنی قید میں رکھ کر بڑی خوش فہمی میں مبتلا تھا۔ اسے فرہاد سمجھ کر فرہاد علی تیمور سے ہی باتیں کر رہا تھا۔
میں نے خوشی ظاہر کرتے ہوئے پوچھا "کیا واقعی، فرہاد آپ کی قید میں ہے؟"
"ہاں۔ سی ایم ٹو، ٹارزر غلبا سے اسی بنیاد پر رابطہ قائم کرے گا اور ہمیں یقین ہے صرف ٹارزر غلبا ہی نہیں، رسونتی بھی ہماری بات ماننے پر مجبور ہو جائے گی۔ کسی کو وادیٔ قاف میں آنے کی اجازت ملے یا نہ ملے ہمیں ضرور ملے گی۔"
بلیک شیڈو کی باتوں سے اور اس کے منصوبوں سے پتا چل رہا تھا کہ وہ صرف پُراسرار بننا نہیں جانتا بلکہ گہری چالیں چلنا بھی جانتا ہے۔ اس نے اپنی دانست میں بڑا زبردست ترپ کا پتہ رکھا تھا۔ میرے تمام ساتھیوں کو اپنے سامنے جھکنے پر مجبور کر سکتا تھا۔ اس کے دعوے کے مطابق جب ٹارزر غلبا کو یہ معلوم ہوتا کہ اس کا ہونے والا داماد بلیک شیڈو کے... رحم و کرم پر ہے تو وہ فوراً اس کے آدمیوں کو وادیٔ قاف میں آنے کی اجازت دے سکتا تھا۔ اس طرح جہاں تمام خطرناک تنظیمیں اور بڑے ممالک اس وادی میں داخل ہونے کے سلسلے میں ناکام رہتے وہاں بلیک شیڈو کامیاب ہو جاتا اور یہ اس کی سب سے بڑی جیت ہوتی۔
اس سے ضروری گفتگو کرنے کے بعد رابطہ ختم ہو گیا۔ اس کے متعلق زیادہ سوچنا فضول تھا۔ ابھی ہم اس کے اسرار کو نہیں پا سکے تھے اور ہمیں اتنی فرصت بھی نہیں تھی۔ سب سے پہلے رسونتی اور دونوں بچوں کو بحفاظت وادیٔ قاف میں پہنچانا تھا۔ اس کے بعد ہی بلیک شیڈو کی طرف توجہ دی جا سکتی تھی۔
میں نے ٹرانسمیٹر کو آف کر دیا۔ اب مجھے سی ایم ٹو سے رابطہ قائم کرنا تھا جو انقرہ میں تھا اور شاید اب تک ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر کوہ قاف کی طرف روانہ ہو چکا ہو گا لیکن ٹرانسمیٹر کے ذریعے اس کے خاص ماتحت سے گفتگو ہو سکتی تھی۔ اس کا کوڈ ورڈ اور اس کی فریکوئنسی معلوم کرنے کے لیے مجھے وہاں سے اٹھ کر پھر آئرن سیف کی طرف جانا تھا اور ڈائری کھول کر وہ باتیں ذہن نشین کرنا تھیں لیکن اس سے پہلے کہ میں اپنی جگہ سے اٹھتا، مجھے اپنے پیچھے ایک غراتی ہوئی آواز سنائی دی "اپنی جگہ سے حرکت نہ کرنا۔ تمہاری کھوپڑی سے کھلونا نہیں، ریوالور کی نال لگی ہوئی ہے۔"
میں نے ایک گہری سانس لی۔ وہ لیلیٰ ثانی کی آواز تھی۔ کمبخت جانے کیسے مقفل بیڈ روم کے اندر پہنچ گئی تھی۔ میں اس کے دماغ میں جھانک کر معلوم کر سکتا تھا لیکن میں نے سوال کیا "تم یہاں کیسے آگئیں؟"
وہ بولی "تل ابیب میں مجھے ایک شخص ملا تھا۔ اس کے پاس بدروحوں کو قابو میں کرنے کا عمل تھا۔ وہ میرا دوست بن گیا ہے۔ کبھی کبھی مجھے بدروح بنا کر بند دروازوں کے پار بھیج دیتا ہے۔ اب دیکھ لو میں اس بند دروازے سے گزر کر تمہارے پاس چلی آئی ہوں۔"
"باتیں نہ بناؤ۔ میری حیرانی دور کرو۔ تم یہاں کیسے پہنچیں؟"
"جب میں تم سے ملاقات کرنے یہاں آئی تھی تو تمہارے سیکریٹری نے مجھے ڈرائنگ روم میں بٹھایا تھا۔ میں نے اسی وقت ڈرائنگ روم کی ایک کھڑکی کی چٹخنی ہٹا دی تھی تاکہ بعد میں کھڑکی کے راستے داخل ہو سکوں۔ تمہارے ساتھ ریستوران سے باہر آنے کے بعد میں ٹیکسی میں بیٹھ کر سیدھی ادھر چلی آئی۔ بنگلے کے پچھلے حصے سے احاطے میں داخل ہوئی۔ پہلے سُن گُن لیتی رہی۔ تمہارے ملازم کہاں ہیں؟ کیا کر رہے ہیں؟ جب مجھے یقین ہو گیا کہ ڈرائنگ روم میں کوئی نہیں ہے تو میں اسی کھڑکی کے راستے اندر داخل ہو گئی۔ بیڈ روم کا یہ دروازہ اندر سے لاک ہوتا ہے یعنی اندر سے لاک کرنے کے لیے چابی کی ضرورت نہیں پڑتی البتہ باہر سے کھولنے کے لیے چابی کی ضرورت پڑتی ہے۔ میں ہیئرپن کی مدد سے ایسے معمولی دروازے کھول لیا کرتی ہوں۔ اندر آ کر میں نے پھر اسے لاک کر دیا۔ تمہارے بیڈ روم کی تلاشی لینا چاہتی تھی۔ یہاں سے اہم دستاویزات حاصل کرنا چاہتی تھی۔ اسی وقت مجھے پتا چلا تم یہاں آگئے ہو لہٰذا میں پلنگ کے نیچے چھپ گئی تھی۔ اب کوئی حیرانی تو نہیں رہی؟"
میں نے قائل ہو کر کہا "تم واقعی کامیاب سیکرٹ ایجنٹ ہو۔ بڑی تیز رفتاری سے معاملات کی تہہ تک پہنچ

جاتی ہو۔"
"چاہتی ہو کا مطلب کیا ہوا؟ کیا میں پہنچنے میں ناکام رہی ہوں۔ وہ آئرن سیف کھول رہے تھے تو میں نے پلنگ کے نیچے سے دیکھ لیا تھا۔ وہاں اتنا سارا مواد ہے جو تمہارے خلاف میرے بہت کام آئے گا۔"
اس کی باتوں کے دوران میں نے اس کے دماغ میں جھانک کر معلوم کر لیا تھا کہ وہ گولی چلانے کی حماقت نہیں کرے گی۔ اوّل تو یہ کہ وہ فائرنگ کے ذریعے میرے ملازموں کو یا آس پاس کے بنگلے والوں کو متوجہ کرنا نہیں چاہتی تھی بڑے اطمینان سے میرے آئرن سیف کی تلاشی لے کر تمام اہم دستاویزات اور تمام اہم چیزیں اپنے قبضے میں کرنا چاہتی تھی۔
میں نے پوچھا "سارہ! تم نے ابھی ٹرانسمیٹر پر ہونے والی تمام گفتگو سنی ہے؟"
"ہاں، سنی ہے۔"
"تمہیں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ میں بھی اصلی کرسٹوفر میکی کو نہیں جانتا ہوں۔ وہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے گفتگو کرتا ہے۔ ہمارا رابطہ اسی حد تک ہے۔ میں نے آج تک اس کی شکل نہیں دیکھی۔ صرف آواز سنتا ہوں۔"
"خود کو معصوم اور پارسا ظاہر نہ کرو۔ خواہ آواز سنتو یا شکل دیکھو، میں تو کامیابی کے آخری مقام پر ہوں۔ تمہارے خلاف ڈھیر سارے ثبوت حاصل کرنے والی ہوں۔ لہٰذا چپ چاپ اٹھ کر کھڑے ہو جاؤ۔ کوئی چالاکی نہ دکھانا ورنہ گولی چلا دوں گی۔"
"تم کیا کرنا چاہتی ہو؟"
"فی الحال تمہیں ٹوائلٹ میں بند کر کے اطمینان سے کمرے کی تلاشی لینا چاہتی ہوں۔"
"ابھی میں نے کہا تھا، تم بہت کامیاب سیکرٹ ایجنٹ ہو۔ اب میں اپنی رائے بدل رہا ہوں۔ تم بالکل گدھی ہو۔"
"اپنے منہ سنبھال کر باتیں کرو ورنہ گولی مار دوں گی۔"
"تم کیسی سیکرٹ ایجنٹ ہو صرف میرے کمرے سے دستاویزات اور کچھ ضروری چیزیں سمیٹ کر لے جانا چاہتی ہو۔ یہ نہیں دیکھنا چاہتیں کہ میں کرسٹوفر میکی نمبر دو سے رابطہ قائم کر کے کیا باتیں کرنے والا ہوں۔ رسونتی کے سلسلے میں تمہاری حکومت کو سب سے زیادہ دلچسپی ہے۔ وہ تمہاری حکومت کے ہاتھ سے نکلی ہوئی چیز ہے۔ اگر تم میرے ذریعے اُسے اور پارس کو حاصل کر سکو تو یہ تمہاری دانشمندی ہو گی۔"
"مجھے نادان بچی سمجھ کر چارہ ڈال رہے ہو۔ میں اپنے معاملات تم سے زیادہ سمجھتی ہوں۔ البتہ تمہاری یہ بات پسند آئی کہ مجھے کرسٹوفر میکی نمبر دو سے ہونے والی گفتگو بھی سننی چاہیے۔ یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ایک کرسٹوفر میکی دوسرے کرسٹوفر میکی سے کس طرح رابطہ قائم کرتا ہے۔ چلو، ٹرانسمیٹر کو آپریٹ کرو۔ میں اسی طرح ریوالور لیے تمہارے پیچھے کھڑی رہوں گی۔"
"میں رابطہ قائم نہیں کر سکتا۔ مجھے سی ایم ٹو کے کوڈ ورڈز اور اس کی فریکوئنسی یاد نہیں ہے۔"
"زیادہ چالاک بننے کی کوشش نہ کرو۔ تم کیسے بھول سکتے ہو؟"
"ایسے کہ میں کرسٹوفر میکی نہیں ہوں۔ ایک بہروپیا ہوں۔"
"کیا میں تمہاری باتوں پر یقین کر لوں گی؟"
"یقین آجائے گا۔ میں ایک پاکستانی ہوں۔ دلی جذبات سے مجبور ہو کر فلسطینی بھائیوں کی مدد کرنے کے لیے آیا ہوں۔ میں نے بیروت میں ایک عرصہ رہ کر کرسٹوفر میکی کی حرکات و سکنات پر گہری نظر رکھی۔ اس کے متعلق اہم معلومات حاصل کرتا رہا۔ یہاں سوق الغرب کے علاقے میں جو مسلمانوں کی بستی ہے، وہاں کے مجاہدین اس بات کے گواہ ہیں کہ میں کرسٹوفر میکی کے میک اپ میں آیا ہوں اور جو پہلے کرسٹوفر میکی تھا وہ اپنی پیشینگوئی کے مطابق پچھلی رات ایک عورت کے ہاتھوں مارا گیا ہے۔"
وہ خشک لہجے میں بولی "کہانی بہت دلچسپ ہے لیکن میں عملی زندگی گزارتی ہوں۔ کہانیوں سے دلچسپی نہیں رکھتی۔"
"داستان سچی ہو تو آپ ہی آپ دلچسپی پیدا ہو جاتی ہے۔"
"جب تم جانتے ہو کہ میں یہودی ہوں اور مسلمانوں کی دشمن ہوں تو اپنی اصلیت مجھے کیوں بتا رہے ہو؟ کیا میری ہمدردی حاصل کر لو گے؟"
"صرف اس لیے بتا رہا ہوں کہ میرے علم کے مطابق تم سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا بلکہ تم مجھ سے ہمدردی کرنے لگو گی۔ یہ میرے اور تمہارے ستارے بتاتے ہیں۔"
وہ جھنجلا کر بولی "میں تمہارے ستاروں کو بھی گولی مار دوں گی۔"
"آسمان پر ستارے بہت ہیں اور ریوالور میں چھ گولیاں ہیں۔ تم میرا اور اپنا وقت ضائع کر رہی ہو۔ مجھے یہاں سے اٹھ کر آئرن سیف سے وہ ڈائری نکالنے دو۔"

"تم اسی طرح بیٹھے رہو۔ بتاؤ کون سی ڈائری ہے؟"

"اس پر ۱۹۷۰ء لکھا ہوا ہے۔"

وہ محتاط انداز میں الٹے قدموں پیچھے ہٹتے ہوئے آئرن سیف کی طرف جانے لگی۔ میں خیال خوانی کے ذریعے اس کی حرکتوں سمجھ رہا تھا۔ اس نے قریب پہنچ کر ایک ہاتھ بڑھاتے ہوئے ایک ڈائری اٹھائی۔ وہ ۱۹۷۰ء کی تھی۔ اسے لے کر میرے پاس آگئی۔ پھر ایک ہاتھ بڑھا کر وہ ڈائری دیتے ہوئے بولی۔ "فوراً سی ایم ٹو سے رابطہ قائم کرو۔"

میں نے ڈائری کھولی۔ اس کے کوڈ ورڈز دیکھے۔ فریکوئنسی معلوم کی پھر ٹرانسمیٹر کو آپریٹ کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد ہی رابطہ قائم ہو گیا۔ کوڈ ورڈز کا تبادلہ ہوا۔ پھر پتا چلا، دوسری طرف سے کرسٹوفر میکی نمبر دو کا خاص ماتحت بول رہا ہے۔ وہ کہہ رہا تھا "مسٹر میکی موجود نہیں ہیں۔ وہ یہاں سے ہیلی کاپٹر میں روانہ ہو چکے ہیں۔"

دوسری طرف سے جتنی دیر تک وہ بولتا رہا، اتنی دیر میں میں نے ٹارزٹر غلیا کے دماغ میں چھلانگ لگائی اور رونتی بن کر کہا "ایک ہیلی کاپٹر وہاں پہنچ رہا ہے۔ اس کے مسافر کیسی بھی بہانے اترنا چاہیں یا فرہاد کے متعلق کوئی الٹی سیدھی باتیں کریں تو یقین نہ کرنا۔ وہ جبراً اترنا چاہیں تو ہیلی کاپٹر تباہ کر دینا۔"

ٹارزٹر غلیا نے کہا "اب سے آدھ گھنٹہ پہلے ایک ہیلی کاپٹر آیا تھا۔ وہ یہاں اترنا چاہتا تھا۔ ہم نے انکار کر دیا۔ وہ التجائیں کرنے لگا کہ ایندھن ختم ہو رہا ہے۔ اگر نہ اتارا گیا تو آگے جا کر تباہ ہو جائے گا۔ ہم نے یہاں سے مسلسل فائرنگ کی۔ یہ جتا دیا کہ ایندھن ختم ہو یا نہ ہو اسے اترنے کی اجازت نہیں ملے گی۔ آخر وہ چلا گیا۔ دوسرے کو بھی آنے دو۔ ہم اس سے نمٹ لیں گے۔"

میں اس سے مطمئن ہو کر دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوا تو سامنے رکھے ہوئے ٹرانسمیٹر سے آواز آ رہی تھی "ہیلو، ہیلو! مسٹر سی ایم، کیا ہوا، آپ خاموش کیوں ہو گئے؟ جواب دیجیے۔"

پیچھے سے لیلیٰ ثانی نے ریوالور سے میری کھوپڑی کو ایک ٹھوکا لگایا۔ اشارے سے کہا۔ میں ٹرانسمیٹر کے ذریعے گفتگو جاری رکھوں۔ میں نے کہا "میں کچھ اور سوچ رہا تھا۔ اس لیے تمھاری باتوں کا جواب نہ دے سکا۔ بہر حال سی ایم ٹو واپس آئے تو اس سے کہہ دینا میرے آدمی القرہ پہنچ جائیں گے جس چیز کی بھی ضرورت ہو، جیسی بھی امداد چاہیے تو وہ مجھ سے حاصل کر سکتا ہے۔"

میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ جیسے ہی ٹرانسمیٹر کو آف کیا، لیلیٰ ثانی نے پوچھا "کیا باتیں کرتے کرتے سو گئے تھے؟"

"رات کو نیند پوری نہ ہو سکی۔ ابھی اچانک ہی غنودگی چھا گئی تھی۔ بہر حال تم یہ بتاؤ، کیا مجھے پاکستانی دوست تسلیم کرتی ہو؟"

"فی الحال تو میں تمھیں بے وست و پا بنا کر یہاں سے اپنے مطلب کی چیزیں لے جاؤں گی۔ اگر تم پاکستانی ہو تو میری اس حرکت پر اعتراض نہیں ہونا چاہیے کیونکہ میں جو کچھ بھی کروں گی، وہ کرسٹوفر میکی کے خلاف کروں گی اور اگر تم پاکستانی ثابت ہوئے تو بھی مجھے تم سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔ میں ایک یہودی لڑکی ہوں۔ میرا نام سارہ آئزک ہے اور میں تمھارے جیسے پاکستانیوں کی بھی دشمن ہوں۔"

یہ کہتے ہی وہ میرے سر پر ریوالور سے ایک شدید ضرب لگانا چاہتی تھی تاکہ مجھے بیہوش کر دے اور گولی چلانے کی ضرورت نہ پڑے۔ جیسے ہی اس نے ضرب لگانا چاہی، میں ایک ذرا ہٹ گیا۔ ویسے خیال خوانی کے ذریعے اس کا نشانہ بہکا سکتا تھا۔ اس کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ میں نے گردن ذرا ٹیڑھی کی، اس کا نشانہ بہکا۔ وہ حملہ کرنے کی جھونک میں سامنے کی طرف جھک گئی۔ میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچ لیا۔ وہ پیچھے سے مجھ پر لد گئی۔ میں نے پوچھا "ارے یہ کیا کر رہی ہو۔ مارنا چاہتی ہو تو دور سے گولی مارو۔ سوار کیوں ہو رہی ہو؟"

وہ ہاتھ چھڑانا چاہتی تھی، میں اس سے ریوالور چھڑانا چاہتا تھا۔ وہ صنفِ نازک تھی مگر لڑنے مرنے کے معاملے میں نازک نہیں تھی۔ اس نے اچھی خاصی تربیت حاصل کی تھی۔ میری گرفت سے اپنی کلائی چھڑا لینا اس کے لیے کوئی بڑی بات نہیں تھی لیکن میں اسے جھنجلاہٹ میں مبتلا کر رہا تھا۔ اس کے دماغ میں یہ سوچ پیدا کر رہا تھا کہ وہ میرے پیچھے سے آ کر آگے کی طرف جھکی ہوئی ہے تو فوراً ہی آگے کی طرف قلابازی کھا کر سامنے میز پر جائے اور وہیں سے پلٹ کر میرے منہ پر ٹھوکر مارے۔ اس نے اسی سوچ کے مطابق عمل کیا۔ جیسے ہی وہ قلابازی کھا کر سامنے رکھی ہوئی سینٹر ٹیبل پر گئی، اسی وقت میں نے چند لمحوں کے لیے اسے ذہنی طور پر غافل بنا دیا۔ اسی لمحے ہاتھ سے ریوالور گرا دیا۔ وہ اپنی پلاننگ کے مطابق پلٹ کر میرے منہ پر ٹھوکر مارنا چاہتی تھی لیکن میں وہاں نہیں تھا۔ وہ اپنی الٹی کک کے ساتھ کرسی پر آئی پھر کرسی کے ساتھ فرش پر پہنچ گئی۔ ویسے بڑی پھرتیلی تھی۔ فوراً ہی اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ میرے ہاتھ میں ریوالور دیکھا تو حیران رہ گئی۔ تب اسے خیال آیا کہ قلابازی کھانے کے دوران اس کا سر ذرا چکرا گیا تھا یا ایسی کوئی بات ہو گئی تھی کہ وہ اپنے دماغ کو قابو میں نہیں رکھ سکی تھی۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ اسے ٹیلی پیتھی کا نتیجہ سمجھے۔ اس لیے میں نے اسے ریوالور کی زد پر رکھتے ہوئے کہا "دانشمندوں کا قول ہے کہ جوش میں رہو یا ہوش میں رہو۔ دونوں باتیں ایک ساتھ نہیں ہو سکتیں۔ تم ابھی نادان ہو۔ ابھی میدانِ عمل میں آئی ہو۔ رفتہ رفتہ تمھیں عقل آئے گی۔ میدانِ عمل ہو یا شطرنج کی بساط، ہر جگہ ہوش کی ضرورت پڑتی ہے۔ ہوشمندی کے بغیر انسان ہمیشہ نقصان اٹھاتا ہے۔"

وہ اچانک پنجوں کے بل آہستہ آہستہ اچھلنے لگی۔ ریوالور میرے ہاتھ میں تھا، اس لیے وہ جہاں تھی وہیں اچھل رہی تھی۔ یہ فلائنگ آرٹ کا انداز تھا۔ جس طرح دو پہلوان ایک دوسرے پر حملہ کرنے کے لیے پینترا ضرور بدلتے ہیں، اسی طرح فضا میں اچھل کر قلابازیاں کھانے کے لیے لازمی ہوتا ہے کہ پہلے پنجوں کے بل اچھلنا شروع کیا جائے۔ ماہر نشانہ باز بھی فلائنگ آرٹ جاننے والوں کا صحیح نشانہ نہیں لے سکتے۔ یہ پتا نہیں چلتا کہ وہ پنجوں کے بل اچھلتے اچھلتے کس طرف فضا میں قلابازی کھائیں گے۔ دائیں بائیں، آگے یا پیچھے؟

میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا "تم میرے ریوالور کی گولی سے بچنا چاہتی ہو؟"

"ہاں۔ میں دکھاؤں گی کہ مجھے فلائنگ آرٹ میں کتنی مہارت حاصل ہے۔"

"تم بچوں کی طرح ضد کر رہی ہو۔ میں تمھیں گولی نہیں مارنا چاہتا۔"

"تو پھر مجھے یہاں سے جانے دو۔"

"نہ میں نے تمھیں آنے کے لیے کہا نہ جانے سے روکوں گا۔"

"میں یہاں سے اپنی ضرورت کی چیزیں سمیٹ کر لے جاؤں گی۔ خصوصاً تمھارے سلسلے میں دستاویزات اور دیگر ثبوت جو میرے کام آ سکتے ہیں اور میری کارکردگی میں اضافہ کر سکتے ہیں۔"

"افسوس، میں تمھیں یہاں سے ایسی چیزیں لے جانے نہیں دوں گا۔ میں کہہ چکا ہوں کہ میں پاکستانی ہوں اور یہاں کرسٹوفر میکی کا رول ادا کرنے آیا ہوں۔ لہٰذا تم سے زیادہ مجھے ان چیزوں کی ضرورت ہے۔"

"تعجب ہے، تم پاکستانی ہو اور مجھے یہ بتا رہے ہو آخر کس بھروسے پر؟ کیا تم نہیں جانتے، میں یہودی ہوں اور یہاں سے جاتے ہی تمھارا راز فاش کروں گی؟"

"تم نہیں کرو گی۔"

وہ پنجوں کے بل اچھلتے اچھلتے تھم گئی۔ حیرانی سے بولی۔ "تم یہ کیسے کہہ سکتے ہو۔ کیا میرا دماغ پڑھتے ہو؟"

ایسا کہتے وقت اس کے دماغ میں اچانک یہ بات آئی، کہیں وہ فرہاد علی تیمور کے سامنے تو نہیں ہے۔

"میں دماغ نہیں پڑھتا، چہرہ پڑھتا ہوں۔ میں نے آج پہلی ملاقات میں... تم سے اظہارِ محبت کیا۔ یہ نہ سمجھنا کہ صرف اظہار کرتا رہا بلکہ اس دوران تمھارے چہرے کو اور تمھاری آنکھوں کو بھی پڑھتا رہا۔ اس طرح مجھے یہ معلوم ہوتا رہا کہ عام لڑکیوں کی طرح تم اوپر سے انکار کرتی ہوئی اندر سے اقرار ہوتا ہے۔ تم مجھ سے بے حد متاثر ہو۔ اس لیے باہر جانے کے بعد میرے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھاؤ گی۔"

"پھر تو تمھارا علم تمھیں گمراہ کر رہا ہے۔ میں ان لڑکیوں میں سے نہیں ہوں جو محبت میں گرفتار ہو جاتی ہیں اور اپنے فرض کو بھول جاتی ہیں۔ میں تمھارے خلاف قدم اٹھا سکتی ہوں۔"

"میرے لیے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ تمھیں ثبوت فراہم کرنا ہو گا کہ میں کرسٹوفر میکی نہیں ایک پاکستانی ہوں۔"

"تم یقیناً میک اپ میں ہو گے۔"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تم شاید یقین نہ کرو، میں پیدائشی طور پر کرسٹوفر میکی کا ہم شکل ہوں۔ ہو بہو کرسٹوفر میکی۔ تم اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ رہی ہو۔ قد بھی وہی، جسامت بھی وہی، چہرے کے نقوش بھی وہی۔ پھر تم کیسے ثابت کرو گی؟"

"آنے والا وقت بتائے گا۔"

"تو پھر جاؤ یہاں سے۔ میں تم جیسی ضدی لڑکی کو زیادہ منہ لگانا پسند نہیں کرتا۔"

وہ پھر پنجوں کے بل اچھلنے لگی۔ عجب اڑیل لڑکی تھی یعنی مقابلہ کرنے پر تلی ہوئی تھی۔ میں نے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا "میں تمھارے فلائنگ آرٹ سے بچنا جانتا ہوں۔ تمھیں گولی نہیں ماروں گا۔ تمھارا اچھلنا، قلابازی کھانا، فضا میں کرتب دکھانا سب بے کار ہو گا۔ وقت ضائع کرو گی۔ اتنا سمجھ لو، اگر کرسٹوفر میکی کی تہہ تک پہنچنا چاہتی ہو، اس کے پیچھے چھپے ہوئے اصلی شخص کو پہچاننا چاہتی ہو تو مجھ سے سمجھوتہ کر لو۔ میرے ساتھ مل کر کام کرو ورنہ تل ابیب جاؤ گی تو ناکامی تمھارا منہ

چڑاتی رہے گی۔ تمھارے سینے پر کوئی سرکاری تمغہ نظر نہیں آئے گا اور کسی کارنامے کے بغیر تمھاری ترقی رک جائے گی۔"
وہ پنجوں کے بل اچھلتے اچھلتے رک گئی۔ مجھے بڑے غور سے دیکھنے لگی۔ میں نے پوچھا "کیا ہوا؟"
اس نے گہری سنجیدگی سے پوچھا "تم کون ہو؟"
"کیا تمھیں پھر سے بتانا شروع کر دوں کہ ایک پاکستانی مسلمان ہوں۔"
"فرہاد علی تیمور بھی پاکستانی ہے۔"
"میں جانتا ہوں۔"
"کل سے پہلے تم کرسٹوفر میکی نہیں بن سکے تھے۔"
"ہاں، میں پلاننگ کر رہا تھا۔ جب پلاننگ مکمل ہو گئی تو بن گیا۔"
"یہ بات نہیں ہے۔ فرہاد علی تیمور کل سے پہلے تل ابیب میں تھا۔ اس لیے وہ کرسٹوفر میکی کیسے بن سکتا تھا؟"
"یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟"
"اگر تم فرہاد ہو تو میں تم سے التجا کرتی ہوں، مجھے اور پریشان نہ کرو۔ نادان لڑکی سمجھ کر چکر نہ دو۔ میرے سامنے ظاہر ہو جاؤ۔"
"تم کیا کہہ رہی ہو، میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔"
"اور جو تم کہہ رہے ہو، وہ میں تو کیا، دنیا کا کوئی بھی شخص نہیں سمجھ سکتا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ تل ابیب میں جو ایزل ہارڈی مجھ سے ملا تھا وہ بھی فرانس کے کسی ایزل ہارڈی کا ہمشکل تھا۔ کیا وہ ہمشکل پیدا ہوا تھا۔"
"میں کسی ایزل ہارڈی کے متعلق نہیں جانتا۔ اگر کوئی اصل ایزل ہارڈی کا ہمشکل ملا تھا تو یقیناً وہ میک اپ میں ہوگا۔"
"وہ ہرگز میک اپ میں نہیں تھا۔ جن دنوں وہ تل ابیب میں داخل ہوا، وہاں بڑی سختیاں تھیں۔ ہر طرف ناکہ بندیاں تھیں۔ باہر سے آنے والے جہاں سے گزرتے تھے، انھیں اینٹی میک اپ کیمرے کے سامنے سے گزرنا پڑتا تھا۔ اگر وہ میک اپ میں ہوتا تو ظاہر ہو جاتا۔"
"مس سارہ آئزک! تم بھول رہی ہو، چالاک مجرم اینٹی میک اپ کیمرے کے سامنے سے بھی گزر جاتے ہیں اور گرفت میں نہیں آتے۔ کیا مجرم ڈبل میک اپ نہیں کر سکتے؟ پہلے ماسک میک اپ کرتے ہیں پھر ٹھیک وہی میک اپ اوپر سے چڑھاتے ہیں تاکہ اینٹی میک اپ کیمرے کا لینس اوپر کے میک اپ کو پار کر کے چہرے پر پہنچے تو ماسک میک اپ پر رک جائے اور اسی کی تصویر اتارے۔"
وہ قائل ہو کر بولی "ہاں، چالاک مجرم ایسا کرتے ہیں۔"
"کسی ایزل ہارڈی سے ملنے کے بعد کیا تم نے اس کا میک اپ چیک کیا تھا۔ کوئی ایسا طریقہ اختیار کیا تھا جس سے اس کی اصلیت ظاہر ہو؟"
"میں نے اس کے میک اپ پر یا اس کے چہرے پر توجہ نہیں دی۔ بس مطمئن ہو گئی کہ وہ اینٹی میک اپ کیمرے کے سامنے سے گزر کر آیا ہے اور ایک بہت بڑی شخصیت تسلیم کیا جاتا تھا۔ لہٰذا اس پر زیادہ شبہ نہیں کیا۔"
"جب تم نے شبہ نہیں کیا تو پھر وہ اصل ایزل ہارڈی نہیں ہو سکتا تھا نہ ہی اس کا ہم شکل ہو سکتا تھا۔ وہ فراڈ تھا۔"
"کیا تم نے بھی ڈبل میک اپ کیا ہے؟"
"میں تمھیں موقع دوں گا تاکہ تم میرے چہرے کو اچھی طرح جانچ لو۔ پرکھ لو اور اپنا اطمینان کر لو۔"
"میں ابھی اطمینان کروں گی۔"
"بہت زیادہ چالاک بننے کی کوشش کر رہی ہو۔ ابھی اس کا موقع نہیں دوں گا۔ تم یہاں سے واپس جاؤ گی۔ تمھارے یہاں سے جانے کے بعد میں یہ تمام اہم دستاویزات اور تمام اہم چیزیں یہاں سے منتقل کر دوں گا۔ اس کے بعد تمھیں کل یہاں آنے کی دعوت دوں گا۔ تم آؤ، ہزار بار آؤ۔ میرے چہرے کو جس طرح جانچنا پرکھنا ہو گا پرکھ لو۔ مطمئن ہو جاؤ۔"
میری باتوں کے دوران وہ میرے ریوالور کو دیکھ رہی تھی۔ میں نے کہا "تم اپنی حرکتوں سے باز نہیں آؤ گی۔ اگر ابھی دروازہ کھولوں تو میری لیڈی سیکرٹری اور دوسرے ملازم آ جائیں گے۔ پھر یہ سوال پیدا ہو گا، تم کہاں سے آئی ہو؟ کیسے آئی ہو جبکہ وہ سب مکان میں موجود تھے اور تمھیں کسی نے آتے نہیں دیکھا۔ تم آئندہ دوست کی حیثیت سے آؤ گی تو یہ لوگ تم پر شبہ کریں گے۔ بہتر ہے آرام سے بیٹھو۔ میں ابھی ملازموں کو چھٹی دے کر آتا ہوں۔ جب یہ بنگلہ خالی ہو جائے تو اطمینان سے چلی جانا۔"
وہ پیچھے ہٹ کر ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔ میں آئرن سیف کے پاس آیا۔ اسے نمبروں کے ذریعے مقفل کیا۔ پھر وہاں سے چلتا ہوا دروازے کے پاس پہنچا۔ پلٹ کر اسے دیکھا، مسکرایا۔ پھر دروازے کو کھول کر باہر جانا چاہتا تھا۔ اسی وقت کھولتے کھولتے رک گیا۔ میں نے دیکھا، لیڈی سیکرٹری کان لگائے سن رہی تھی۔ میں نے ڈپٹ کر پوچھا "یہ کیا حرکت ہے۔ چلو دور ہٹو۔"
وہ فوراً ہی پیچھے ہٹ گئی۔ میں دروازے کو ذرا سا

کھول کر باہر آیا۔ پھر اسے بند کرتے ہوئے بولا "کیا تم جاسوسی کرتی ہو؟"
وہ بولی "جہاں سے تجسس شروع ہوتا ہے، وہیں سے جاسوسی شروع ہوتی ہے۔ کوئی عورت جب کسی دوسری عورت کی آواز سنے تو دل میں بے چینی پیدا ہوتی ہے، آخر وہ کون بلا ہے جو بند دروازے کے اندر تمھارے پاس پہنچ گئی ہے؟"
"تمھارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ کیا تم نے بنگلے میں کسی کو آتے دیکھا ہے؟"
"نہیں، بالکل نہیں۔"
"پھر تمھارا شبہ ہے۔ کیا تم میرے بیڈ روم کو چیک کرنا چاہتی ہو؟"
"میری کیا مجال ہے۔"
"تم بہت بڑھتی جا رہی ہو۔ میں کسی وقت بھی تمھاری چھٹی کر سکتا ہوں۔"
"سوری مسٹر میکی! آئندہ میں تمھیں شکایت کا موقع نہیں دوں گی۔"
میں نے نرمی سے اسے دیکھا۔ اس کا دماغ بہت پہلے پڑھ چکا تھا۔ وہ کسی کی جاسوس نہیں تھی۔ بس ذرا بے تکلف ہونا چاہتی تھی لیکن اس کا موقع نہ تو مجھ سے پہلے والے کرسٹوفر میکی نے دیا تھا اور نہ ہی میں دے رہا تھا۔ میں نے ذرا سختی سے کہا۔ "تم چھٹی کر دو۔ کل آنا۔"
"آپ اتنی جلدی چھٹی کیوں دے رہے ہیں؟"
"میرا موڈ ٹھیک نہیں ہے۔ میں اس وقت تمھیں برداشت نہیں کر سکتا۔ پلیز مجھ سے بحث نہ کرو۔ چلی جاؤ۔"
وہ جانے لگی۔ دوسرے کمرے میں پہنچ کر اس نے اپنا پرس اٹھایا۔ آئینے میں اپنا میک اپ درست کیا۔ پھر بنگلے سے باہر جانے لگی۔ اس دوران وہ سوچ رہی تھی "ضرور دال میں کچھ کالا ہے۔ میں نے کانوں سے کسی کی آواز سنی ہے۔ کسی لڑکی کی آواز تھی۔ یہ مسٹر میکی پہلے تو ایسے نہ تھے۔ اب اچانک یہ تبدیلی کیسے آ گئی؟ وہ بھی اتنی زبردست تبدیلی کہ کوئی لڑکی ہم لوگوں کی نظر بچا کر اندر پہنچ گئی۔ یقیناً یہ اس لڑکی کے چکر میں ہیں جو دوپہر کو آئی تھی۔"
وہ سوچتے ہوئے چلی گئی۔ میں نے ملازموں کو بلا کر چھٹی دے دی۔ تھوڑی دیر بعد ہی میرا بنگلہ خالی ہو گیا۔ صرف لیلیٰ ثانی رہ گئی تھی ــــ میں نے اس کے دماغ کو پڑھنا شروع کیا۔ وہ خوابگاہ کے بند دروازے کی طرف دیکھتی جا رہی تھی اور

آئرن سیف کے لاک کو آزما رہی تھی۔ نمبر ملا کر کھولنا چاہتی تھی۔ میں کوئی تیز قدموں سے ذرا بھاری قدموں سے چلتا ہوا بیڈ روم کے دروازے تک آیا تاکہ وہ میرے قدموں کی آہٹ سن کر آئرن سیف کے پاس سے ہٹ جائے اور اپنی جگہ بیٹھ جائے۔ جب میں دروازہ کھول کر خوابگاہ میں داخل ہوا تو وہ اپنی جگہ آکر بیٹھ چکی تھی۔ اس نے سینٹر ٹیبل پر رکھے ہوئے ٹرانسمیٹر کی طرف اشارہ کر کے کہا "سگنل موصول ہو رہا ہے اسے اٹینڈ کر دو۔"
میں تیزی سے چلتا ہوا وہاں پہنچا اور ٹرانسمیٹر کو اٹینڈ کرنے لگا۔ دوسری طرف سے انقرہ کے کرسٹوفر میکی نمبر دو کی آواز سنائی دی۔ کوڈ ورڈز کے تبادلے کے بعد اس نے کہا "مجھے تمھارا پیغام مل چکا ہے۔ اپنے آدمیوں کو میری طرف نہ بھیجو۔ انھیں ہدایات دو کہ وہ وادیٔ قاف کے اطراف میں پوشیدہ مقامات پر چھپ جائیں۔ خطرناک تنظیموں اور بڑے ملکوں کے سیکرٹ ایجنٹوں، سراغرسانوں کی ٹیم میں شامل ہونے کی کوشش کریں اور ان کے منصوبوں کو معلوم کرتے رہیں۔ یہ جانتے رہنا ضروری ہے کہ دوسرے تمام لوگ وادیٔ قاف میں کس طرح داخل ہونا چاہتے ہیں اور کس طرح ٹائر غلیا پر دباؤ ڈالنا چاہتے ہیں۔"
میں نے پوچھا "تم ہیلی کاپٹر میں ادھر گئے تھے۔ کیا ہوا؟"
"ٹائر غلیا بڑا ضدی ہے۔ میں نے ایندھن ختم ہونے کا بہانہ کیا۔ پھر بھی اس نے اترنے نہیں دیا۔ نیچے سے زبردست فائرنگ ہو رہی تھی۔"
"وادیٔ قاف بہت بڑا علاقہ ہے۔ آخر وہ کتنی جگہ سے فائرنگ کر سکتے ہیں۔ کوئی ایسی جگہ نظر نہیں آئی جہاں ہیلی کاپٹر کو اتارا جا سکتا۔"
"میں نے پرواز کے دوران دیکھ لیا تھا۔ تقریباً دو میل کے رقبے پر وسیع و عریض میدان ہے۔ وہاں بڑی تیزی سے کام ہو رہا ہے۔ قبیلے کے باشندے راستہ ہموار کر رہے ہیں۔ یقیناً اس اغوا ہونے والے طیارے کے لیے راستہ بنایا جا رہا ہے۔ اس میدان میں ہمارے اترنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ دو میل کے رقبے میں تمام جگہ قبیلے کے لوگ پھیلے ہوئے ہیں، جگہ جگہ انھوں نے محاذ بنا رکھا ہے۔ کسی بھی پرواز کرنے والے ہیلی کاپٹر کو اترنے کا موقع نہیں دیتے ہیں۔ فائرنگ شروع کر دیتے ہیں۔"
"میں نے سنا ہے کہ جب وہاں برف پگھلنے لگتی ہے تو موسم بہار میں ہریالی نظر آتی ہے۔ ہر جگہ ہرے ہرے جنگل ہوتے ہیں۔"
"بے شک وہاں جنگلات بھی ہیں لیکن اتنے گھنے ہیں کہ ہیلی کاپٹر کو نہیں اتارا جا سکتا۔ وادیٔ قاف کے اطراف جنگلات اور پہاڑی علاقے ہیں۔ وہاں رات کی تاریکی میں مختلف ممالک اور مختلف تنظیموں کے افراد پیراشوٹ کے ذریعے ضرور اتریں گے۔"
"پھر تو ٹائر غلیا نادانی کر رہا ہے۔ وہ نہیں جانتا کہ اس کی لاعلمی میں لوگ وادیٔ قاف میں داخل ہونے یا اس کے اطراف اپنا مورچہ

بنانے کے لیے کیسے کیسے ہتھکنڈے استعمال کریں گے۔ پیراشوٹ کا ذریعہ تو نہایت ہی آسان ہے۔ رات کی تاریکی میں بھلا ٹارٹر غلبا کے آدمی کیا دیکھ سکیں گے۔"

میں نے ہیلی کاپٹر کے ذریعے پرواز کرنے کے دوران لاؤڈ اسپیکر سے غلبا کو بہت سمجھانے کی کوشش کی۔ جب میں نے دیکھا کہ نہ تو وہ مجھے اترنے کا موقع دے رہا ہے اور نہ ہی میری بات سمجھنا چاہتا ہے تو میں نے ہیلی کاپٹر سے سامان کا ایک بہت بڑا بنڈل نیچے پھینک دیا۔"

"اس بنڈل میں کیا ہے؟"

"بہت کچھ ہے۔ سب سے پہلے تو خیرسگالی کا پیغام ہے۔ اس میں لکھا ہوا ہے، ہم دوستی کا ہاتھ بڑھانے کے لیے کچھ تحائف پیش کرنا چاہتے ہیں۔ جن میں سے پہلا تحفہ دنیا کے چند نایاب ہیروں میں سے ایک ہیرا ہے۔ ایک البم میں اس ہیرے کی تصویر ہے۔ اس کے دوسرے صفحات میں چند جدید ہتھیاروں کی تصاویر ہیں۔ ہم نے لکھا ہے کہ وہ ہتھیار بہت قیمتی اور کارآمد ہیں۔ موجودہ جنگوں میں ان کے بغیر دشمن کے آگے ٹھہرنا محال ہو جاتا ہے۔ بلکہ ان ہتھیاروں کی موجودگی میں دشمن فرار ہونے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ ہم نے ان ہتھیاروں کی بڑی تعریفیں لکھی ہیں۔ یہ بھی لکھا ہے کہ ان تمام ہتھیاروں کی پہلی کھیپ مفت سپلائی کی جائے گی۔ اس کے بعد واجبی قیمت لگائی جائے گی۔"

ان باتوں کے دوران میں نے کن انکھیوں سے لیلیٰ ثانی کی طرف دیکھا۔ وہ بھی توجہ سے ہماری باتیں سن رہی تھی۔ دوسری طرف سے کرسٹو فریمیکی نمبر دو کہہ رہا تھا: "اس البم کے باقی صفحات میں مس ترکی، مس لبنان، مس فرانس، مس اسرائیل، مس انڈیا، مس جاپان اور مس امریکہ وغیرہ کی مختلف تصاویر ہیں۔"

انسانی تاریخ کے پچھلے دور میں یہ شرمناک سمجھوتہ ہوتا آیا ہے۔ کسی بھی ملک کے بادشاہ سے دوستی کرنے کے لیے دوسرے ملک سے ہیرے جواہرات کے ساتھ ساتھ حسین کنیزیں بھی تحائف کے طور پر بھیجی جاتی تھیں۔ میں نے کہا: "میں سمجھ گیا ٹارٹر غلبا کو جن چیزوں میں زیادہ کشش محسوس ہوتی ہے وہ تمام چیزیں اس بنڈل میں بھیجی گئی ہیں لیکن یہ بتاؤ اس سے رابطہ کس طرح قائم ہو سکتا ہے۔ کیسے معلوم ہوگا کہ وہ دوستی کرنا چاہتا ہے یا بدستور دنیا والوں سے کنارہ کش رہے گا؟"

"میں نے ایک بڑا سا ٹرانسمیٹر سیٹ بھی اس بنڈل میں رکھ کر نیچے اتار دیا تھا۔ اس میں فریکوئنسی سیٹ کر دی گئی ہے۔ وقت بھی مقرر کر دیا گیا تھا۔ امید ہے وہ ابھی ٹھیک پندرہ منٹ بعد ہم سے رابطہ قائم کرے گا۔"

میں نے پھر کن انکھیوں سے لیلیٰ ثانی کی طرف دیکھا، وہ مجھے اشارہ کر رہی تھی۔ میں نے ٹرانسمیٹر کے مائک کو آف کر دیا تاکہ ہماری کوئی بات دوسری طرف سنی نہ جا سکے۔ پھر میں نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

وہ بولی: "جب خیرسگالی کے طور پر ٹارٹر غلبا کو اتنی سا[ری] چیزیں پیش کی گئی ہیں تو فرہاد کے متعلق بھی اُسے بتایا گیا ہوگا [کہ] وہ تمہارے اصل کرسٹو فریمیکی کے قبضے میں ہے۔"

"یقیناً بتایا گیا ہوگا۔"

"کیا فرہاد کی اتنی اہمیت نہیں ہے کہ ٹارٹر غلبا اسے حاص[ل] کرنے کے لیے یا اس سے رابطہ قائم کرنے کے لیے تمہارے [اس] کرسٹو فریمیکی نمبر دو سے رابطہ قائم کرتا اور اس کے ہیلی کاپٹر [کو] اترنے کی اجازت دیتا؟"

میں نے اُسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ پھر مائک کو [آن] کرتے ہوئے کرسٹو فریمیکی نمبر دو سے پوچھا: "تم ہیلی کاپٹر کی پرواز کے دوران ٹارٹر غلبا کو بتا چکے ہو گے کہ فرہاد علی تیمور ہمارے قبضے میں ہے۔ کیا اس کا کوئی خاص اثر نہیں ہوا؟"

"یہی تو تعجب کی بات ہے۔ ہمارا یہ حربہ بالکل ناکام [رہا] ہے۔ ہماری معلومات کے مطابق فرہاد علی تیمور غلبا کا ہونے والا داماد ہے۔ پھر بھی اس نے اپنے داماد میں کوئی دلچسپی نہیں لی۔ اس کے متعلق سننے کے باوجود ہمارے ہیلی کاپٹر کو اترنے کی اجازت نہیں دی۔ یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آ[رہی]۔"

"میں آدھے گھنٹے کے بعد رابطہ قائم کروں گا اور بتاؤں گا کہ یہاں سے میرے کتنے آدمی وادیٔ قاف کے اطراف جا[نے] والے ہیں اور یہ معلوم کرنا چاہوں گا کہ ٹارٹر غلبا نے تم سے را[بطہ] قائم کیا یا نہیں۔ اگر کیا ہے تو کیا کہتا ہے۔"

میں نے ٹرانسمیٹر کو آف کر دیا۔ پھر دوسری فریکوئنسی پر اپنے ماتحت سے رابطہ قائم کرنے کے بعد حکم دیا کہ ایسے بہترین نوجوانوں کا انتخاب کیا جائے۔ جو جنگلوں اور پہاڑوں میں گوریلا جنگ کر سکتے ہوں اور ضرورت کے وقت دشمنوں کے ساتھ گھل مل کر دوستی کرنا بھی جانتے ہوں۔"

دوسری طرف سے کہا گیا: "میں ایسے قابل اور باصلاحیت لوگوں کی ٹیم تیار کر لوں گا۔"

"ایسے افراد بھی ہونے چاہئیں جو وادیٔ قاف اور اس کے اطراف کے علاقوں کے جغرافیائی حالات سے اچھی طرح واقف ہوں اور وہاں کے نقشے اس طرح تیار کر سکتے ہوں کہ انہیں دیکھ کر پیراشوٹ کے ذریعے اُترنے کی جگہ کا تعین کیا جا سکے یا پھر خشکی کے کچھ ایسے راستے تلاش کیے جا سکیں جو دو[سرے] اختیار نہ کر سکیں۔"

میں نے اسے حکم دیا کہ آج رات ہی کو یہ ٹیم یہاں سے روانہ ہو جانی چاہیے۔ اسے ضروری ہدایات دینے کے بعد

ٹرانسمیٹر کو آف کر دیا۔ لیلیٰ ثانی مجھے گھور کر دیکھ رہی تھی۔ میں نے پوچھا: "کیا ہوا؟"

اس نے پوچھا: "فرہاد کہاں ہے؟"

"تمہارے دماغ میں تو فرہاد گھسا ہوا ہے، تمہی بتاؤ کہاں ہے؟"

"جب میں یہاں چھپ کر آئی تھی تو ٹرانسمیٹر سے تمہارے اصل باس کی ہونے والی گفتگو سنی تھی۔ تمہارا باس دعویٰ کر رہا تھا کہ فرہاد علی تیمور اس کے قبضے میں ہے اور میں دعویٰ کرتی ہوں کہ اس کے قبضے میں نہیں ہے۔"

"تم کیسے دعویٰ کر سکتی ہو؟"

"ٹارٹر غلبا نے اس خبر کا کوئی اثر نہیں لیا۔ طیارے کے اغوا سے یہ خبر عام ہو چکی ہے کہ رسونتی کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں واپس آ گئی ہیں۔ جب وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے تو یہ بھی جانتی ہوگی کہ فرہاد اس وقت تمہارے باس کے قبضے میں ہے یا کہیں آزاد گھوم رہا ہے اور جب وہ جانتی ہے تو اس کے ذریعے ٹارٹر غلبا بھی حقیقت کو جانتا ہوگا۔"

میں نے قائل ہو کر کہا: "تم بڑے مدلل دلائل پیش کر رہی ہو۔ اگر یہ بات ہے تو پھر فرہاد علی تیمور کہیں آزاد ہے۔ روپوش ہے اور اُس کے متعلق صرف چند لوگ جانتے ہیں۔"

"میں اُن چند لوگوں میں تو نہیں ہوں جن کا شمار فرہاد کے خاص ساتھیوں میں ہوتا ہے۔ اس کے باوجود جانتی ہوں وہ آزاد ہے۔ دشمنوں کی گرفت میں نہیں ہے۔ وہ بھی ٹیلی پیتھی جانتا ہے اور وہ یہاں موجود ہے۔"

میں نے چونکنے کی ایکٹنگ کی۔ پھر پوچھا: "یہاں ہے؟ تم کیا کہنا چاہتی ہو؟ کیا تم اس کے متعلق جانتی ہو؟ لیکن کیسے جانتی ہو؟ کہاں ہے وہ؟"

"کتنے سوالات کرو گے۔ تم ہر سوال کے جواب میں فرہاد علی تیمور نظر آتے ہو۔ میں تمہارا میک اپ ضرور چیک کروں گی۔"

"تم ابھی چیک کر لو تاکہ اطمینان ہو جائے لیکن اس کے متعلق یہ کیسے کہہ سکتی ہو کہ وہ یہاں موجود ہے؟"

"سوری، میں اس سلسلے میں کچھ نہیں بتاؤں گی۔"

"جب بتانا نہیں تھا تو پھر کیوں کہہ دیا کہ فرہاد علی تیمور یہاں موجود ہو سکتا ہے۔"

"تم نے مجھے الجھا دیا ہے۔ تل ابیب میں ایزل ہارڈی کسی اور ایزل ہارڈی کا ہمشکل بن کر آیا تھا۔ یہاں تم کرسٹو فریمیکی کے ہمشکل بنے ہوئے ہو۔ کیا میں ایسی صورت میں شبہ نہیں کر سکتی کہ وہاں بھی فرہاد تھا۔ یہاں بھی فرہاد ہے۔"

میں نے ریوالور کے چیمبر سے تمام گولیاں نکال کر جیب میں رکھ لیں۔ پھر اسے ایک طرف صوفے پر پھینکتے ہوئے بولا: "میرے چہرے کو اچھی طرح چیک کر لو۔ اس چھوٹی سی الماری کی دراز میں میک اپ اتارنے کا سامان موجود ہے۔ اسے تم میرے چہرے پر استعمال کر سکتی ہو۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھی۔ اور دراز سے میک اپ اتارنے کا سامان نکالا۔ پہلے تو میرے چہرے کو ہر طرح سے چیک کیا۔ گردن وغیرہ کو چھو کر دیکھا کہیں ماسک میک اپ تو نہیں ہے۔ اس کے بعد میک اپ اتارنے کے لوازمات میرے چہرے پر آزمانے لگی۔ آخر اس نے تسلیم کر لیا: "تم میک اپ میں نہیں ہو لیکن یہ کتنی حیرانی کی بات ہے کہ تم کرسٹو فریمیکی کے ہمشکل ہو۔"

"اس میں حیرانی کی کیا بات ہے۔ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک تلاش کرتی پھرو تو ایک ہی شکل کے کئی آدمی نظر آئیں گے۔ رنگ یا جسامت کا فرق ہوگا یا قد کا فرق ہوگا لیکن صورتیں ملتی ہوئی ہوں گی۔ تم دیکھ ہی رہی ہو کہ ایک ہی نام کے دس کرسٹو فریمیکی مختلف ممالک میں ہیں۔ تم نے ماتاہری جیسی جاسوسہ کے متعلق پڑھا ہوگا۔ وہ کئی ممالک میں ایک ہی دن، ایک ہی وقت دیکھی جاتی تھی۔ اس کی طرح کتنے ہی مجرم ایسے گزرے ہیں جو ساری دنیا میں اپنے ہمشکل تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ ان سے دوستی کرتے
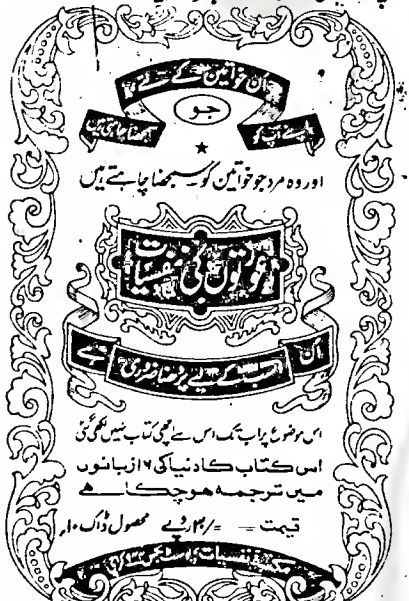
ہیں۔ انھیں بھاری معاوضہ دے کر اپنے ساتھ ملائے رکھتے ہیں تاکہ قانون کو دھوکا دیا جا سکے۔"

"میں مانتی ہوں۔ لیکن فرہاد تو کسی کا ہمشکل نہیں ہے پھر وہ ہوبہو ایزل ہارڈی کیسے بن گیا؟"

"تم خواہ مخواہ بحث کو طول دے رہی ہو۔ اس سلسلے میں کہہ چکا ہوں، اس نے ڈبل میک اَپ کیا ہوگا اس لیے اینٹی میک اَپ کیمرے کی زد میں نہیں آیا۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ "تم نے ٹھیک کہا تھا۔ میں یہودی ہونے کے باوجود تمھارے جیسے ذہین آدمی کے خلاف اقدامات نہیں کروں گی۔ میں تم سے دوستی کرنا چاہتی ہوں۔ تمھارے ذریعے بہت سی معلومات حاصل کرنا چاہتی ہوں۔"

"تمھاری اس دانش مندی کا شکریہ۔ اتنا وقت برباد کرنے کے بعد میری باتیں تمھاری سمجھ میں آئی ہیں۔ کیا اب یہاں سے جانا پسند کرو گی۔ میں نے تمھارے لیے راستہ صاف کر دیا ہے۔"

وہ خاموشی سے اٹھ گئی۔ وہاں سے جانے کے لیے تیار تھی۔ میں اس کے آگے چلتے ہوئے بولا۔ "مجھ سے رات کے کھانے پر ملاقات کر سکتی ہو یا تم جب چاہو ہم دونوں مل کر یہاں کام کریں گے اور اصلی کرسٹوفر میکی تک پہنچنے کی کوشش کریں گے۔"

میں باتیں کرتا ہوا آگے جا رہا تھا۔ اچانک باتھ روم کے اندر سے ہلکی سی آواز سنائی دی۔ لیلیٰ نے میرے بازو کو تھام کر آگے بڑھنے سے روک دیا۔ دروازے کی طرف اشارہ کرنے لگی۔ اس کے اشارے کا مطلب یہی تھا کہ اندر کوئی ہے۔

میں نے سرگوشی میں کہا۔ "کوئی آہٹ ہو سکتی ہے۔ بھلا یہاں کون ہوگا۔"

وہ دھیمی سرگوشی میں بولی۔ "جب میں بند کمرے میں پہنچ سکتی ہوں تو کوئی باتھ روم میں بھی پہنچ سکتا ہے۔"

اس کی بات درست تھی۔ میں دبے قدموں چلتا ہوا دروازے کے پاس آیا۔ پھر میں نے پوچھا۔ "اندر کون ہے۔"

جواب نہیں ملا۔ لیلیٰ نے پیچھے سے سرگوشی کی۔ "ذرا دروازہ کھول کر دیکھو، یقیناً کوئی ہے۔"

میں نے ہینڈل پر دباؤ ڈالا۔ دروازے کو ایک ذرا سا کھولا تاکہ کوئی نظر آ جائے۔ اس کے ساتھ ہی مجھے ایک زور کا دھکا لگا۔ میں اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا اور لڑکھڑاتا ہوا دروازے کے اندر چلا گیا۔ پھر اس سے پہلے کہ پلٹ کر دیکھتا، وہ دروازہ باہر سے بند ہو چکا تھا۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "تم یہیں رہو گے۔ میں تمھارے آئرن سیف سے تمام دستاویزات اور تمام ضروری چیزیں لے جاؤں گی۔ تم نے کہا تھا، میری ناکامی میرا منہ چڑائے گی اور میری وردی پر کوئی سرکاری تمغہ نہیں سجے گا۔ یہ ایسا کر کے دکھاؤں گی۔"

اس دوران وہ آئرن سیف کے پاس پہنچ گئی تھی۔ چند نمبروں کو آزما کر تالے کو کھولنا چاہتی تھی۔ اس لڑکی نے مجھے بڑی دیر سے پریشان کر رکھا تھا۔ میں چاہتا تو ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے بلا کر دروازہ کھلوا سکتا تھا لیکن اس کا شبہ یقین میں بدل جاتا اور میں فرہاد کی حیثیت سے ظاہر ہو جاتا۔

اب صبر کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ میں نے سوچ لیا کہ اسے ارمان پورے کر لینے دوں۔ وہ یہاں سے جتنی چیزیں سمیٹ کر لے جانا چاہے، لے جائے۔ میری کوشش یہی ہوگی کہ وہ تمام چیزیں لے کر ہوٹل میں رہے۔ ابھی اپنے سفارت خانے نہ جائے۔ جب ہوٹل میں رات گزارے گی تو میں اسے ٹیلی پیتھی کی لوری سنا کر گہری نیند سلا دوں گا۔ اس کے بعد وہ چیزیں واپس لے کر چلا آؤں گا۔

واقعی وہ ضدی تھی۔ مستقل مزاج تھی۔ قوتِ ارادی کی مالک تھی۔ جو فیصلہ کر لیتی تھی اس پر عمل کرتی تھی۔ جہاں جاتی تھی، وہاں سے کامیاب لوٹنا جانتی تھی۔ ناکامی برداشت نہیں کرتی تھی۔ مجھے بھی اس نے بڑا چکر دیا تھا اور اب کامیاب ہونے والی تھی۔ بیشک وہ کامیاب ہونے والی تھی لیکن ؎

قسمت کی خوبی دیکھیے، ٹوٹی کہاں کمند
دو چار ہاتھ جب کہ لبِ بام رہ گیا

شاید وہ مخصوص نمبروں سے دبا ہوا قفل کھول لیتی لیکن یک بیک آہٹ سن کر پلٹ گئی۔ دیکھا تو دروازے پر ایک چادر پوش کھڑی ہوئی تھی۔ شاید کوئی مجاہدہ تھی۔ اس نے نیلے رنگ کی پتلون اور ربڑ سول کے جوتے پہن رکھے تھے۔ جسم کے اوپری حصے کو چادر سے ڈھانپ رکھا تھا حتیٰ کہ چہرہ بھی چھپا ہوا تھا۔ دو خوبصورت ہاتھ باہر تھے اور ان دونوں ہاتھوں میں دو خنجر نظر آ رہے تھے۔

باہر شام کی تاریکی گہری ہو چلی تھی۔ اندر بلب کی روشنی میں خنجر کے پھل چمک رہے تھے۔ لیلیٰ ثانی نے پوچھا۔ "کون ہو تم؟"

جواب میں اس خنجر والی نے دونوں ہاتھوں کو حرکت دی۔ دو خنجر فضا میں اچھلے۔ پھر واپس اس چادر پوش کے ہاتھوں میں آئے تو اس نے خنجر کے پھلوں کو ان کی نوک کی طرف سے تھام لیا تھا گویا دوسری بار لیلیٰ ثانی بولے گی تو وہ ٹھیک اس کا نشانہ لے گی۔ اس نے پینترا ابھی بدل لیا تھا۔ خنجر والا ایک ہاتھ یوں اٹھ گیا تھا جیسے اب تب میں وہ تیر کی طرح سنسناتے ہوئے لیلیٰ تک پہنچنا چاہتا ہو۔

مجھے خطرہ محسوس ہوا۔ لیلیٰ بھی دوست تھی۔ حدیقہ بھی دوست تھی اور دونوں ٹکرانے والی تھیں۔ کسی نہ کسی کو ایک دوسرے سے نقصان پہنچنے والا تھا۔ شاید جانی نقصان بھی پہنچتا۔ میں نے لیلیٰ کے دماغ میں پہنچ کر اس کی سوچ میں کہا۔ "شاید یہ خنجر والی گونگی ہے۔ اسی لیے بولتی نہیں ہے۔ اس کے اشاروں کو سمجھنا چاہیے۔"

اُدھر حدیقہ ایک ہاتھ سے خنجر تول رہی تھی، دوسرے خنجر والے ہاتھ سے اشارہ کر رہی تھی۔ اشارے سے صاف ظاہر تھا کہ لیلیٰ آئرن سیف کے پاس سے ہٹ جائے۔

حدیقہ شام کی تاریکی پھیلتے ہی میری خیریت معلوم کرنے آئی ہوگی۔ وہ بولتی تو نہیں تھی لیکن اسے یہ فکر ضرور لاحق ہوگی کہ میں کرسٹوفر میکی بننے کے بعد خیریت سے ہوں یا نہیں۔ اگر مجھ پر کوئی آنچ آ رہی ہو تو وہ ڈھال بن جائے۔ اگرچہ اس نے بولنا چھوڑ دیا تھا، اس کے باوجود میں اس کے گونگے جذبوں کو سمجھ رہا تھا۔

لیلیٰ مصلحتاً آئرن سیف کے پاس سے ہٹ گئی تاکہ آنے والی کو بھانپ سکے۔ اس کو اپنی نظروں میں تول سکے کہ اس کے مقابلے میں کس طرح ثابت قدم رہتی ہے؟

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "مقابلہ کرنا سراسر حماقت ہے۔ مجھے حالات کا تجزیہ کرنا چاہیے۔ یہ یقیناً مجاہدہ ہے اور کرسٹوفر میکی کی حفاظت کے لیے آئی ہے۔ میکی کو اس نے دیکھا نہیں ہے کہ باتھ روم میں بند ہے۔ تاہم اس کی چیزوں کی حفاظت کر رہی ہے۔ اس سے مجھے سمجھ لینا چاہیے کہ یہ کرسٹوفر میکی واقعی پاکستانی ہے اور اس کا تعلق یہاں کے مجاہدوں سے ہے۔"

میں اس کی سوچ میں اپنی طرف سے جتنے بھی خیال ٹھونستا رہتا، لیلیٰ پر اثر نہ ہوتا۔ وہ بڑی ضدی تھی۔ میں اس کے دماغ میں رہ کر محسوس کر رہا تھا کہ وہ پینترا بدل کر کوئی مناسب موقع ڈھونڈ رہی ہے کسی طرح حدیقہ کو باتوں میں لگا کر اس پر حملہ کرنا چاہتی ہے۔ اسی وقت میں نے دروازے پر دستک دی۔ حدیقہ نے چونک کر باتھ روم کے دروازے کی طرف دیکھا۔ میں نے کہا۔ "دروازہ کھولو۔ مجھے یہاں بند کر دیا گیا ہے۔"

دوسرے ہی لمحے حدیقہ نے آگے بڑھ کر اسے کھول دیا۔ میں نے باہر نکلتے ہی کہا۔ "مس سارہ آئزک! تم دوستی کے قابل تو ضرور ہو لیکن اس قابل نہیں ہو کہ تمھیں اپنے گھر بلاؤں۔ آئندہ تم کبھی نہیں آؤ گی — تمھاری خیریت اسی میں ہے کہ چلی جاؤ۔ یہ حدیقہ ہے۔ اسے خنجر زنی میں مہارت حاصل ہے۔ اس کا نشانہ کبھی نہیں چوکتا۔ میں نہیں چاہتا کہ تمھیں کوئی نقصان پہنچے۔"

میں ان کے درمیان آ گیا تھا تاکہ حدیقہ اس پر حملہ نہ کر سکے۔ پھر میں نے لیلیٰ کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ "حدیقہ! تم یہاں ٹھہرو۔ میں اسے باہر تک چھوڑ کے آ رہا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں نے لیلیٰ کا ہاتھ پکڑا پھر اسے کھینچتے ہوئے لے جانے لگا۔ وہ جانا نہیں چاہتی تھی۔ مگر کھنچتی آ رہی تھی۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کے اپنے خیالات میں مجبور کر رہا تھا۔ "فی الحال مجھے چلے جانا چاہیے۔ حالات میرے خلاف ہیں۔ پھر آؤں گی تو یہاں کی چیزیں سمیٹ کر لے جاؤں گی۔ اگر چیزیں نہ ملیں تو کرسٹوفر میکی کو ہی اغوا کر لوں گی۔"

وہ سوچ رہی تھی یا میں اُسے سوچنے پر مجبور کر رہا تھا۔ بہرحال میں نے اسے بنگلے سے نکلنے پر مجبور کر دیا۔ اسے باؤنڈری وال تک لے آیا۔ مین گیٹ کو کھولا۔ پھر اس سے کہا۔ "تم بہت اچھی دوست بن سکتی ہو۔ میں تم سے ناراض نہیں ہوں۔"

"میں نے تمھارے خلاف اتنا کچھ کیا، تم ناراض کیوں نہیں ہو۔ دوستی کیوں کرنا چاہتے ہو؟"

میں نے سینے پر دل کی جگہ ہاتھ رکھ کر کہا۔ "مجبور ہوں۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتا۔ جاؤ کل صبح ہماری ملاقات ہوگی۔ فون سے رابطہ قائم کر لینا۔"

وہ مجبوراً چلی گئی۔ میں نے اطمینان کی سانس لی۔ ایک خوبصورت بلا ٹل گئی تھی ورنہ دو بلائیں ٹکرانے والی تھیں۔ دونوں میں سے کسی کو نقصان پہنچتا تو وہ میرا ہی نقصان ہوتا۔ میں نے بنگلے میں آ کر بیرونی دروازے کو اندر سے بند کیا۔ پھر مختلف کھڑکیوں اور دروازوں کو دیکھا۔ وہ بھی بند تھے۔ اس کے بعد میں کمرے میں آیا۔ حدیقہ ایک سینٹر ٹیبل کے پاس کھڑی ہوئی تھی۔ مجھے دیکھتے ہی اس نے ایک تہہ کیا ہوا کاغذ میری طرف بڑھایا۔ میں نے اسے ہاتھ میں لے کر کھولا۔ پھر پڑھا۔ اس نے لکھا تھا:

"میرے محسن!

میں عین وقت پر پہنچ گئی ورنہ وہ لڑکی جانے تمھارے ساتھ کیا سلوک کرتی۔ اس کے باوجود تم نے اس کی حمایت کی اور اسے بخیریت باہر پہنچا دیا۔ سچ پوچھو، تو میں تمھیں سمجھنے سے قاصر ہوں۔ تم بہت پُراسرار بن کر ہمارے علاقے میں آئے۔

وہاں تم نے اپنا چہرہ تبدیل کیا۔ تم پہلے بھی کون تھے؟ یہ ہم نہیں جانتے۔ اب بھی کون ہو ہم نہیں جانتے۔ لیکن یہ ادا سمجھ میں نہیں آئی کہ جو دشمنی کرنے آئی، اس سے دوستی کی۔ بہر حال تمہاری مرضی ہے اور تمہاری مرضی میری مرضی ہے۔

میرے محسن! اب میرے دو ہی فرائض ہیں۔ ایک تو۔۔ فلسطین کو آزاد کرانے کی جدوجہد کرتے کرتے مر جانا، دوسرے تمہارے کام آتے رہنا۔ تم نے میرے محبوب کو قید خانے سے چھڑا کر لانے اور مجھ تک پہنچانے میں جو رول ادا کیا ہے، اگرچہ وہ بہت پُراسرار ہے تاہم میں تمہاری مشکور ہوں۔ مَیں تمہارے اسرار کو زیادہ سمجھنا نہیں چاہتی۔ تم خود سمجھا دو تو یہ ہماری تمہاری اپنائیت ہوگی۔

میں نے اپنی زبان بند کرلی ہے۔ اپنا چہرہ چھپا لیا ہے۔ جہاں جاتی ہوں وہاں اپنی سفید چادر کی وجہ سے پہچانی جاتی ہوں۔ یہاں کسی طرح چھپ کر دوبارہ آچکی ہوں۔ یہ مَیں ہی جانتی ہوں۔ پچھلی رات تم سے پہلے میں تمہارے دشمن کرسٹوفر میکی کو ٹھکانے لگانے آئی تھی۔ خدا کا شکر ہے مَیں اپنے مقصد میں کامیاب رہی۔ دوسری بار ابھی اپنے ایک مقصد کے تحت آئی تو تمہارے کسی حد تک کام آگئی۔ اس لڑکی کو یہاں سے کچھ لے جانے کا موقع نہیں دیا۔ مَیں چاہتی ہوں اپنی قسم پر قائم رہوں۔ کسی سے بات نہ کروں۔ اپنی آواز کسی کو نہ سناؤں اور اپنا چہرہ کسی کو نہ دکھاؤں۔ اس کے باوجود آزادی سے گھوم پھر سکوں کہ تمہارے کام آتی رہوں اور مادرِ وطن کی آزادی کے لیے آزادی سے جدوجہد کرسکوں۔ کوئی مجھے میری چادر کی وجہ سے پہچان نہ سکے۔

میرے ذہن میں ایک تدبیر ہے۔ مَیں نے پچھلے دن دیکھا ہے کہ ایک شخص نے آکر تمہارے چہرے کو حیرت انگیز طور پر تبدیل کردیا تھا۔ وہ پلاسٹک سرجری کے ذریعے میک اَپ تھا۔ اگر سرجری کے ذریعے میرا میک اَپ ہو جائے تو میرا پردہ رہ جائے گا۔ میری قسم قائم رہے گی اور میرا اپنا چہرہ پھر کوئی نہیں دیکھ سکے گا۔ میں ایک نئے چہرے کے ساتھ آزادی سے جدوجہد جاری رکھ سکوں گی۔ وہ چہرہ میرے اصلی چہرے پر نقاب رہے گا۔

رہ گئی گونگی بنے رہنے کی بات تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ مَیں گونگی رہ کر بھی جدوجہد جاری رکھ سکتی ہوں۔ کوئی ضروری بات ہوئی تو تحریر کے ذریعے اپنا مدعا بیان کرسکتی ہوں۔ کیا تم میرا ایک اور احسان مجھ پر کرسکتے ہو کہ اس شخص کے ذریعے میرا چہرہ تبدیل کرا دو۔

فقط

بے زبان اور بے چہرہ

حدلیقہ"

مَیں نے خط کو پڑھنے کے بعد اسے تہہ کرتے ہوئے حدلیقہ کی طرف دیکھا۔ وہ چادر میں چھپی کھڑی تھی۔ آنکھوں کے پاس ایک ذرا سی چادر ہٹی ہوئی تھی لیکن وہ چادر گھونگٹ کی طرح تھی۔ اس کی آنکھیں بھی نظر نہیں آرہی تھیں۔ وہ اس کے پیچھے سے یقیناً مجھے دیکھ رہی تھی۔

مَیں نے کہا "حدلیقہ! تم نے آواز نہ سنانے کی اور چہرہ چھپائے رکھنے کی قسم کھائی ہے لیکن نہ بیٹھنے کی قسم تو نہیں کھائی ہے لہٰذا بیٹھ جاؤ۔"

وہ ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔ مَیں نے کہا "مجھے افسوس ہے۔ تم نے چہرہ بدلنے والی بات ذرا دیر سے کی۔ پلاسٹک سرجری کا ماہر ڈاکٹر شیفرڈ پیرس چلا گیا ہے۔ اُسے بار بار یہاں بلانا ممکن نہیں ہے۔ وہ بہت مصروف رہتا ہے۔ میرے لیے ایک بہت بڑا آپریشن چھوڑ کر یہاں آیا تھا۔"

حدلیقہ نے صوفے پر پہلو بدلا۔ اسے میری بات سے مایوسی سی ہوئی ہوگی۔ مَیں نے کہا "تم نے جذباتی انداز میں قسم کھائی۔ تم ایک تعلیم یافتہ لڑکی ہو۔ اس طرح جذبات میں آکر خود پر ایسی پابندیاں عائد کر لینا جو آگے چل کر تمہارے لیے نقصان دہ ہوں اور تمہاری آزادی کی تحریک کو بھی نقصان پہنچائیں۔ تمہارے راستے میں بار بار رکاوٹ بنیں اور اگر تم اپنی چادر کی وجہ سے دشمنوں کی نظروں میں آتی رہو تو یہ دانش مندی نہیں ہے۔"

وہ کچھ بول نہیں سکتی تھی۔ سر جھکائے بیٹھی ہوئی تھی۔ مَیں نے کہا "میرا مشورہ مانو تو کسی بزرگ سے رجوع کرو۔ اس قسم کے متعلق کوئی فتویٰ حاصل کرو۔ اگر ایسی جذباتی قسم جائز نہیں ہے تو پھر قسم کو جاری رکھنا درست نہ ہوگا اور اگر جائز ہے تو قسم کو توڑنے کے لیے محتاجوں کو کھانا کھلا سکتی ہو۔ حاجت مندوں کے کام آسکتی ہو۔ بلڈ بینک میں خون دے سکتی ہو۔ یوں بھی فلسطین کی آزادی کے لیے جو جہاد کر رہی ہو، اس کے پیش نظر قسم کو توڑ دو۔ ہر دیوار گرا دو۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔

"تم میری باتوں سے مایوس ہو رہی ہو یا پھر عمل نہیں کرنا چاہتیں۔"

اس کے سامنے ہی سینٹر ٹیبل پر کاغذ کا ایک پیڈ اور قلم رکھا ہوا تھا۔ جس پر اس نے وہ پہلا رقعہ لکھ کر دیا تھا۔ اس نے جھک کر کچھ لکھا۔ پھر وہ کاغذ پھاڑ کر میری طرف بڑھا دیا۔ اس میں لکھا ہوا تھا "میرے محسن! یہ کبھی ہو نہیں سکتا کہ میں آپ کی بات نہ مانوں۔ آپ کے سامنے سرِ تسلیم خم ہے۔ جو مناسب مشورہ دیں گے تسلیم کروں گی۔ آپ کے مشورے کے مطابق کسی بزرگ سے رجوع کروں گی لیکن اور آسان طریقہ ہو جاتا اور میری قسم بھی قائم رہتی تو آخری سانس تک میرا ضمیر مطمئن رہتا کہ میں نے اپنے محبوب کے سلسلے میں قسم کو ہمیشہ نبھایا ہے۔"

مَیں نے اسے پڑھنے کے بعد کہا "ایک آسان طریقہ ہے۔ مَیں تمہارا میک اَپ کر سکتا ہوں۔ مجھے اس میں کسی حد تک مہارت حاصل ہے۔ تمہیں اعتراض نہ ہو تو میرے سامنے بے نقاب ہونا پڑے گا تاکہ تمہارے چہرے پر دوسرا چہرہ بنا سکوں۔"

وہ دوسری طرف منہ پھیر کر کھڑی ہوگئی۔ اس کا مطلب یہی ہو سکتا تھا کہ وہ جھجک رہی ہے۔ شرما رہی ہے یا کوئی فیصلہ کر رہی ہے۔

"حدلیقہ! مَیں مانتا ہوں، تم نے مجھے بھی اپنا چہرہ دکھایا تو قسم ٹوٹ جائے گی۔ تمہارا ضمیر تمہیں ملامت کرے گا لیکن کسی نہ کسی کے سامنے بے نقاب ہونا پڑے گا۔ میرے سامنے نہ سہی، ڈاکٹر شیفرڈ کے سامنے یہ چادر ہٹانا پڑے گی۔"

وہ ذرا دیر یونہی کھڑی رہی، کچھ سوچتی رہی۔ پھر اس نے جھک کر کاغذ پر لکھا اور اسے میری طرف بڑھا دیا۔ اس نے لکھا تھا "آہ کیسی مجبوری ہے۔ نہ اس کروٹ چین ہے نہ اُس کروٹ۔ نہ میں یہ کر سکتی ہوں نہ وہ کر سکتی ہوں۔ میرے محسن! میں تمہارے لیے کچھ بھی کر سکتی ہوں۔ تمہارے سامنے بے نقاب بھی ہو سکتی ہوں لیکن مجھے سوچنے کا موقع دو۔ پہلے میں اپنے ضمیر کو مطمئن کرلوں۔ اگر اسے مطمئن کر سکی تو تمہارے سامنے چلی آؤں گی۔"

مَیں نے اس پرچی کو پڑھنے کے بعد کہا "بیشک، کوئی بھی کام کرنے سے پہلے اپنے ضمیر کو مطمئن کرلینا چاہیے۔ جب میرا مشورہ تمہارے لیے قابلِ قبول ہو تو چلی آنا۔ مَیں تمہارا انتظار کروں گا۔"

وہ سر جھکا کر آگے بڑھی۔ میں ایک طرف ہٹ گیا۔ وہ اسی طرح چادر میں لپٹی ہوئی جانے لگی۔ مَیں اس کے ساتھ بنگلے کے بیرونی دروازے تک آیا۔ وہ اسے کھول کر باہر چلی گئی۔ مَیں نے کہا "فی امان اللہ۔"

اس نے پلٹ کر میری طرف دیکھا۔ اس نے دیکھا ہوگا میں تو اسے دیکھ نہیں سکتا تھا۔ پھر اس نے ایک بار ہاتھ اٹھایا جیسے جواباً کہہ رہی ہو "فی امان اللہ۔"

***

طیارے کی اندرونی فضا پُرسکون تھی۔ سیکڑوں مسافر اطمینان سے سفر کر رہے تھے۔ اگرچہ وہ طیارہ اغوا کیا جا رہا تھا لیکن مسافروں کے دلوں میں زیادہ دہشت نہیں تھی۔ سونیا اور رسونتی نے انھیں بڑی حد تک مطمئن کر دیا تھا۔ مسافروں کی پریشانی محض اتنی تھی کہ ان کا سفر بہت طویل ہو گیا تھا ورنہ انھیں جانی یا مالی نقصان نہیں پہنچ رہا تھا۔ حتیٰ کہ اغوا کرنے والیوں نے اپنی طاقت اور کامیابی کے زعم میں کسی کی توہین نہیں کی تھی۔ ان میں سے اکثر عورتوں کی رائے یہ تھی کہ ایک عورت اپنے دو بچوں کی حفاظت کے لیے طیارے کو اغوا کر رہی ہے اور انھیں ایک محفوظ پناہ گاہ تک پہنچانا چاہتی ہے تو ایسا کرنے میں تمام عورتوں کو بھی اس عورت کا ساتھ دینا چاہیے لہٰذا وہ خاموشی سے ساتھ دے رہی تھیں۔

وہ دونوں اسی طرح پچھلی سیٹوں پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ میں سونیا کے دماغ میں تھا۔ رسونتی بھی وہیں پہنچ گئی تھی۔ میں انھیں بتا رہا تھا کہ کس طرح ٹارزغلبا نے تقریباً راستہ ہموار کر لیا ہے۔ طیارہ آسانی سے اتر جائے گا۔ دوسرے یہ کہ ٹارزغلبا پر ہر طرح سے دباؤ ڈالنے اور وادئ قاف میں داخل ہونے کے لیے مختلف تنظیمیں زبردست منصوبے بنا رہی ہیں۔ کسی طرح بھی رسونتی اور بچوں تک پہنچنے کے لیے اپنے اپنے ہتھکنڈے استعمال کر رہی ہیں۔

تمام باتیں سننے کے بعد رسونتی نے کہا "تم نے کافی معلومات حاصل کی ہیں لیکن تمہیں وقت نکال کر مرجانہ کے پاس ضرور جانا چاہیے تھا۔"

میں نے کہا "مَیں بہت مجبور ہوں۔ مجھے کئی سمتوں میں بھاگنا پڑتا ہے۔ ہر طرف دھیان رکھنا پڑتا ہے یوں کسی نہ کسی طرف ذرا کوتاہی ہو جاتی ہے۔"

سونیا نے کہا "یہی سوچ کر میں نے رسونتی سے کہا تھا کہ تمہیں ڈسٹرب نہ کیا جائے۔ رسونتی ذرا مرجانہ کی خیریت معلوم کرلے۔ مَیں اتنی دیر تک ریوالور لیے پورے طیارے کی نگرانی کرتی رہوں گی۔ کوئی گڑبڑ ہوگی تو رسونتی کو دماغی طور پر حاضر ہونے کے لیے کہہ دوں گی۔"

اسی وقت طیارے کے اندر اسپیکر کے ذریعے پائلٹ کی آواز سنائی دینے لگی "لیڈیز اینڈ جنٹلمین! اس وقت ہمارا طیارہ انقرہ کی فضاؤں میں پرواز کر رہا ہے۔ اب سے تقریباً ایک گھنٹے کے بعد ہم وادئ قاف میں پہنچ جائیں گے۔"

پھر اسٹیورڈ آنند کی آواز سنائی دی "ہم مادام رسونتی کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ انھوں نے طیارے کے کسی آدمی کو نقصان نہیں پہنچایا۔ وہ کبھی میرے دماغ میں آتی ہیں اور

کبھی ہمارے پائلٹ کے دماغ میں۔ اس طرح ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ مسافروں کی سلامتی کے لیے ہم اُن کے ہر حکم کی تعمیل کریں گے اور ہم تعمیل کرتے آ رہے ہیں۔ اسی لیے میں نے پائلٹ روم کا دروازہ نہیں کھولا ہے۔ میں اپنے دوست اسٹیورڈ، ائیر ہوسٹس، اپنے فرسٹ آفیسر اور اپنے انجینئر سے معذرت چاہتا ہوں۔ اگر میں یہ دروازہ کھول دیتا تو مادام مجھ سے ناراض ہو جاتیں اور انھیں ناراض کرنا کسی طرح بھی دانش مندی نہ ہوتی بہرحال ہم ایک گھنٹے بعد انھیں بچوں کے ساتھ بحفاظت وادی میں پہنچا دیں گے۔ ہمارا وعدہ ہے کہ اس کے بعد ہم جہاز کے ہر مسافر کو بھی اس کی منزل تک ضرور پہنچائیں گے۔"

سونیا نے کہا: "فرہاد! یہ طیارہ ایک گھنٹے کے اندر منزل تک پہنچے گا۔ تمھاری غیر موجودگی میں مرجانہ کے ساتھ بہت کچھ ہو چکا ہے۔ رسونتی اس کے کام آتی رہی ہے۔ تم وہاں جاؤ گے تو اس کے حالات معلوم ہو جائیں گے لیکن جلد ہی چلے آنا۔"

میں مرجانہ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ بلبا کے ساتھ ایک ساحلی کاٹیج میں تھی۔ کاٹیج کے فرش پر ایک بستر پر بلبا زخموں سے چھلنی ہو کر پڑا ہوا تھا۔ اگرچہ جزیرے میں یوگو ہنٹر نے اس کی مرہم پٹی کرائی تھی لیکن دوبارہ مرہم پٹی نہیں ہو سکی تھی نہ ہی اسے خاطر خواہ دوائیں مل رہی تھیں۔ اب وہ جزیرہ یونانی سس سے نکل آئے تھے لیکن "آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا" کے مصداق یونان کے مشرقی ساحل پر پہنچ کر جمی فاؤنڈر اور اس کے آدمیوں کے حصار میں تھے اور وہاں سے نکلنے کی کوشش کر رہے تھے۔

پچھلی رات جزیرہ یونانی سس میں گھمسان کی لڑائی ہوئی تھی۔ ایک طرف جنگلی درندے آزاد ہو گئے تھے۔ دوسری طرف جمی فاؤنڈر کے گوریلے فائٹروں نے اس جزیرے پر حملہ کر دیا تھا۔

صبح تک یوگو ہنٹر مارا گیا تھا۔ اس کے باقی ماندہ ساتھیوں نے ہتھیار ڈال دیے تھے۔ پھر اس جزیرے کا کیا بنا، یہ مرجانہ نہیں جانتی تھی کیونکہ جمی فاؤنڈر کے آدمی ہیلی کاپٹر میں اسے اور بلبا کو یہاں لے آئے تھے۔

جب وہ بلبا کے ساتھ مشرقی ساحل پر پہنچی تو اس وقت تک جمی فاؤنڈر کے سامنے یہ انکشاف ہو چکا تھا کہ فرہاد ٹیلی پیتھی نہیں جانتا ہے۔ وہ سجاد کو فرہاد سمجھ رہا تھا۔ بہرحال یہ اطلاع اس کے یہودی اکابرین تک پہنچ گئی تھی۔ وہاں سے جواب موصول ہوا تھا، مرجانہ اور بلبا کو دوستانہ انداز میں روک لیا جائے۔ ہو سکے تو اسرائیل پہنچا دیا جائے۔ لیکن انھیں یہ احساس نہ ہو کہ قیدی بنا کر لے جایا جا رہا ہے۔

انھیں اسرائیل پہنچانے کا مقصد ایک ہی تھا کہ میں سونیا اور رسونتی مجبور ہو جائیں۔ مرجانہ اور بلبا کو قیدی بنا کر بلیک میل کیا جائے یا ان کے حوالے سے پھر دوستی کی پیشکش کی جائے۔ مرجانہ اتنی نادان نہیں تھی کہ ان کے رویے کو نہ سمجھ سکتی۔ اس نے کہا: "مجھے فوری طور پر اعلیٰ بی بی اور فرہاد کے پاس پہنچاؤ۔"

جمی فاؤنڈر نے کہا: "وہ تو یہاں سے پیرس روانہ ہو چکے ہیں کسی بلیک شیڈو کی حراست میں ہیں۔"

"اگر وہ حراست میں ہیں تو میں پیرس جاؤں گی۔"

"مس مرجانہ! مسٹر بلبا بہت زخمی ہیں اس کے علاوہ پیرس میں آپ کے دشمن ہیں۔ جو بلیک شیڈو، اعلیٰ بی بی اور فرہاد صاحب کو یہاں سے لے جا سکتا ہے، وہ وہاں آپ لوگوں کو بھی نقصان پہنچا سکتا ہے۔ ہمیں پوری تیاریوں کے ساتھ جانا چاہیے۔ بہتر ہے، پہلے ہم اسرائیل چلیں۔ وہاں مسٹر بلبا کا خاطر خواہ علاج ہو گا۔ آپ وہاں سے ایک مضبوط ٹیم بنا کر پیرس جائیں گی۔"

مرجانہ نے تیور بدل کر پوچھا: "کیوں یونان میں، پیرس میں یا کسی اور ملک میں اسپتال نہیں ہیں جہاں بلبا کا علاج ہو سکے؟ اسرائیل لے جانا ضروری ہے؟ میری ٹیم کو مضبوط ہونے کے لیے اسرائیل کی سرزمین نہیں چاہیے۔ ہم جس زمین پر پہنچتے ہیں، وہاں اپنے قدم جما لیتے ہیں۔"

مرجانہ کی اس بات سے بات بگڑتی چلی گئی۔ پھر یہ ہوا کہ جس کاٹیج میں بلبا اور مرجانہ کو رکھا گیا تھا، اسے چاروں طرف سے گھیر لیا گیا۔ گویا کاٹیج میں انھیں نظر بند کر دیا گیا۔

ایسے میں مرجانہ خاموش نہیں رہ سکتی تھی۔ وہ سوچنے لگی، کیا کرے؟ چاروں طرف مسلح گوریلے فائٹر تھے جو لڑنے میں کسی سے کم نہیں تھے۔ جمی فاؤنڈر کے ایک حکم پر جان دینے کے لیے آمادہ رہتے تھے۔ آخر اس کے دماغ میں یہ بات آئی کہ جمی فاؤنڈر اسے اور بلبا کو یرغمال بنا کر اسرائیل لے جانا چاہتا ہے گویا ان کی جان کا دشمن نہیں ہے اور ان کی جان اتنی سستی بھی نہیں تھی۔ یہودی انھیں ہلاک کر کے رسونتی اور فرہاد کی دشمنی مول لینے کی جرأت نہیں کر سکتے تھے۔

مرجانہ نے سوچا: "یہودی فرہاد اور رسونتی پر دباؤ ڈالنے کے لیے مجھے اور بلبا کو لے جانا چاہتے ہیں۔ وہ کسی صورت میں نہ ہمیں ہلاک کریں گے اور نہ ہی کوئی نقصان پہنچنے دیں گے۔"

یہ سوچ کر اس نے سرگوشی میں بلبا سے پوچھا: "اگر ہمیں کوئی خطرہ پیش آئے تو تم کاٹیج کے باہر تھوڑی دور تک چل سکتے ہو؟"

بلبا فوراً ہی اٹھ کر بیٹھ گیا۔ کہنے لگا: "تم مجھے اس قدر کمزور کیوں سمجھتی ہو۔ میں اب بھی دشمنوں کے سامنے جا کر اُن کے دانت کھٹے کر سکتا ہوں۔"

وہ کچن میں گئی۔ وہاں سے اس نے کیروسین تیل لے کر کاٹیج کی اندرونی دیواروں پر چھڑک دیا۔ پھر بستر پر بھی چھڑک دیا۔ پھر آگ لگا دی۔

اچانک آگ کے شعلے بھڑکے تو باہر کھڑے ہوئے مسلح گوریلے بوکھلا گئے۔ دور ساحل پر بیٹھا ہوا جمی فاؤنڈر شراب سے شغل کر رہا تھا۔ وہ چیختے ہوئے دوڑتے ہوئے آیا: "دروازہ کھولو۔ دونوں کو فوراً باہر نکالو۔ کمبختو! اگر انھیں کوئی نقصان پہنچا تو میں کیا جواب دوں گا۔"

دوسرے ہی لمحے چار مسلح جوان دروازہ کھول کر دندناتے ہوئے اندر آئے۔ لیکن دو فوراً ہی بھاگ گئے کیونکہ شعلے لپک رہے تھے۔ دو کسی طرح اندر آئے، لیکن وہاں بلبا نہیں تھا۔ اچانک مرجانہ نے ایک کی گردن دبوچ لی۔ دوسرے کو لات ماری۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا شعلوں میں جا گرا پھر چیخنے لگا۔ آگ اس سے لپٹ گئی تھی۔ دوسری طرف مرجانہ اس کے ساتھی سے لپٹی ہوئی تھی۔ اس کے گردن دبوچنے کا مطلب یہی تھا کہ اب وہ گردن چھٹنے والی نہیں تھی اور یہی ہوا۔ اس مسلح جوان کے ہاتھ سے اسٹین گن چھوٹ گئی۔ اس نے اسے ایک طرف دھکا دیا۔ پھر اسٹین گن اٹھا کر تڑاتڑ فائرنگ کی۔ اس کے بعد دوسرے کی اسٹین گن پر قبضہ کیا پھر دونوں ہتھیار لیتے ہوئے دوسرے کمرے کی طرف دوڑتی چلی گئی۔

دوسرے کمرے میں آگ ابھی بھڑکی نہیں تھی۔ کچھ گوریلے اُدھر کا دروازہ کھول کر دندناتے ہوئے اندر آ رہے تھے ادھر مرجانہ نے فائرنگ کی تو دو چار گرے۔ باقی وہاں سے پلٹ کر بھاگے۔ بلبا نے مرنے والوں کی اسٹین اور کارتوس کی پیٹیاں سمیٹ لیں۔ پھر مرجانہ کے ساتھ پچھلے دروازے کو کھول کر باہر نکلنے لگا۔ اُدھر بھی گوریلے پہنچ گئے تھے۔ دونوں طرف سے فائرنگ ہونے لگی۔ مرجانہ اور بلبا کبھی اندر جاتے تھے تاکہ فائرنگ کی زد سے محفوظ رہیں۔ ایسے میں جمی فاؤنڈر چیخا تھا: "فائرنگ نہ کرو۔ انھیں اس کاٹیج سے نکلنے دو ورنہ وہ جل مریں گے۔"

فائرنگ بند ہو گئی۔ گوریلے چھٹ گئے۔ ان کے لیے راستہ صاف ہو گیا۔ شعلوں میں لپٹے ہوئے، کاٹیج کے پیچھے پچیس گز کے فاصلے پر ایک اور کاٹیج تھا۔ وہ اُدھر جانے لگے۔ دور پھیلے ہوئے فائٹر گوریلے نظر آ رہے تھے۔ وہ مسلح تھے لیکن فائرنگ نہیں کر رہے تھے۔ کیونکہ مرجانہ اور بلبا کے پاس بھی ہتھیار تھے۔ جمی فاؤنڈر چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا: "کوئی فائر نہ کرے۔ دور جاؤ۔ منتشر ہو جاؤ۔"

پھر وہ مرجانہ سے کہتا تھا: "مس مرجانہ! یہ سراسر حماقت ہے۔ تم زخمی کو لے کر کہیں نہیں جا سکو گی۔ تمھارے ذرائع محدود ہیں۔ تمھارے ساتھی یہاں سے جا چکے ہیں۔ تم ہمارے رحم و کرم پر ہو۔ ہتھیار پھینک دو۔ ہماری بات مان لو۔"

اس کے چیخنے چلانے تک وہ بلبا کو سہارا دیتے ہوئے دوسرے کاٹیج میں پہنچ گئی۔ اس دوران رسونتی جمی فاؤنڈر کے دماغ تک پہنچی ہوئی تھی۔ اس وقت وہ سوچ رہا تھا: "مرجانہ کو صحیح سلامت نہ سہی اپاہج بنا کر اسرائیل پہنچا دے۔ کم از کم ٹانگوں پر فائرنگ کی جائے اور اسے فرار ہونے کے قابل نہ چھوڑا جائے۔"

رسونتی اس کے دماغ میں رہ کر اس کی سوچ میں کہہ رہی تھی: "مرجانہ کو نقصان نہیں پہنچنا چاہیے ورنہ اسے تو ایک گولی لگے گی، اس کے بعد جاننے ٹیلی پیتھی کی کتنی گولیاں ان کے بڑوں کو چاٹ جائیں گی۔"

اسی لیے وہ محتاط تھا۔ صرف چیختا چلاتا رہ گیا تھا۔ یہ تمام واقعات اس وقت پیش آئے جب میں بیروت میں مصروف رہا تھا۔ جب میں مرجانہ کے پاس پہنچا تو وہ دوسرے کاٹیج میں بلبا کے ساتھ پہنچ گئی تھی۔ وہ اتنی دیر میں تھک گیا تھا۔ اس کے کتنے ہی زخموں سے خون رسنے لگا تھا۔ ایک جگہ فرش پر گر پڑا تھا۔ مرجانہ نے اسے بستر پر... لیٹے رہنے کے لیے کہا تھا۔ اور خود اسٹین گن سنبھالے کھڑکیوں اور دروازوں کو بند کر دیا تھا۔ جب کبھی باہر سے جمی فاؤنڈر کچھ کہتا تھا تو یہ جواباً کہتی تھی: "میرے لیے ایک ہیلی کاپٹر فراہم کرو۔ میں بلبا کو یہاں سے لے جاؤں گی۔ کوئی میرے راستے میں رکاوٹ بنے گا تو میں یہاں مر جاؤں گی لیکن ہمیں اسرائیل پہنچائے جانے کا خواب پورا نہیں ہونے دوں گی۔

رسونتی نے مرجانہ کو سمجھا دیا تھا: "میں زیادہ دیر تک تمھارے پاس نہیں رہ سکتی۔ طیارے کو صحیح سلامت وادیٔ قاف تک لے جانا اور مسافروں کو ان کی منزل تک پہنچانا میری اور سونیا کی ذمہ داری ہے۔ تم انتظار کرو۔ ہم فرہاد اور اعلیٰ بی بی وغیرہ سے مشورہ کرنے کے بعد تمھیں بتائیں گے کہ اس سلسلے میں کیا کرنا ہے۔ فی الحال میں جا رہی ہوں۔"

رسونتی چلی گئی تھی اور اب اتنی دیر کے بعد میں مرجانہ کے پاس آیا تھا۔ مجھے اس نے محسوس کرتے ہی پوچھا: "کیا تمھارا طیارہ وادیٔ قاف پہنچ چکا ہے؟"

"ابھی نہیں۔ میں تمھاری خیریت معلوم کرنے آئی ہوں۔ تم کچھ دیر اور انتظار کرو۔ میں اسرائیلی حکام سے بات کر کے ابھی آتی ہوں۔"

میں ربی اسفندیار کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس نے مجھے محسوس کرتے ہی پوچھا "کون فرہاد؟"

"نہیں۔ رسونتی۔"

"اوہ تم ہو۔ واہ بہت خوب۔ تم نے ہماری دوستی کا یہی صلہ دیا۔ ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ تمھاری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں تل ابیب میں واپس آ گئی تھیں لیکن تم بہانہ کر کے وہاں چلی گئیں۔ یہ بتاؤ کیا ہماری ذات سے تمھیں کوئی نقصان پہنچا تھا؟"

"میں بحث کرنے نہیں آئی ہوں۔ ثابت کرنے آئی ہوں کہ اب بھی دوست ہوں اور دوستی کا ثبوت دے سکتی ہوں۔"

اس نے فوراً چونک کر پوچھا "وہ کیسے؟"

"کاہال تنظیم کے سربراہ اور دوسرے یہودی اکابرین کو فوراً اطلاع دیں کہ وہ تمھاری باتیں سن سکیں۔ پھر میں اپنی بات آگے بڑھاؤں گی۔"

اس نے فوراً ہی تمام متعلقہ حکام اور افسران کو ہدایات دیں۔ دس منٹ کے اندر سبھی ٹرانسمیٹر اور ٹی وی اسکرین کے سامنے بیٹھ گئے تاکہ ان ذرائع سے ربی اسفندیار کو دیکھتے رہیں اور وہ جو کچھ کہتا ہے، اسے سنتے رہیں۔ جو افسران یا اعلیٰ حکام بیمار تھے یا کسی وجہ سے آ نہیں سکتے تھے، وہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے ہماری باتیں سننے لگے۔ میں نے رسونتی کی حیثیت سے کہا "مجھے افسوس ہے، میں فرہاد بن کر آپ سے بولتی رہی اور آپ لوگوں کو دھوکا دیتی رہی لیکن مجھے کاہال تنظیم کے سربراہ نے اپنی ایک حماقت سے بدظن کر دیا تھا۔ جب مجھے اور پارس کو ریڈ پاور کے آدمی اغوا کر کے طیارے میں لے جا رہے تھے اور میرے بیٹے کو ریوالور کا نشانہ بنایا جا رہا تھا تو کاہال تنظیم کے سربراہ نے کہا، ایک بچے کی قربانی دے کر ہم ان مجرموں کو فرار ہونے سے روک سکتے تھے اور یہ بات ایک ماں کے دل کو لگی تھی۔ بہرحال میں یہ بحث کرنے نہیں آئی ہوں۔ صرف یہ سمجھانا چاہتی ہوں اگر اسرائیلی حکام مصلحت کے تحت میرے ایک بچے کی قربانی دے سکتے ہیں تو میں بھی اپنے یہودی دوستوں کو وقتی طور پر دھوکا دے سکتی ہوں اور میں نے دھوکا دیا ہے۔ اب یہاں سے وادیٔ قاف پہنچ رہی ہوں۔"

ایک آفیسر نے کہا "مادام! مداخلت کی معافی چاہتا ہوں۔ آپ کا دھوکا وقتی نہیں ہے۔ آپ وادیٔ قاف پہنچنے والی ہیں جہاں ہم تو کیا دنیا کا کوئی بھی شخص آپ کی مرضی کے بغیر نہیں پہنچ سکے گا۔"

"میں یہی کہنے آئی ہوں۔ میری مرضی کے مطابق صرف پانچ لوگ وہاں پہنچ سکیں گے۔"

یہ سنتے ہی سب سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔ کچھ خوش نظر آنے لگے۔ سبھی سنجیدگی سے اور پوری توجہ سے اسکرین پر ربی اسفندیار کو دیکھ رہے تھے جس کے ذریعے میری باتیں سنی جا رہی تھیں۔

میں نے پھر رسونتی کی حیثیت سے کہا "ابھی مجھے مرجانہ کے ذریعے پتا چلا ہے کہ جمی فاؤنڈر اسے اور بلبا کو جبراً اسرائیل پہنچانا چاہتا ہے۔ آپ ان دونوں کو اسرائیل لا کر کیا کریں گے؟ کیا انھیں قیدی بنا کر رکھ سکیں گے؟ کیا اس سے پہلے اعلیٰ بی بی اور فرہاد کو قیدی بنا کر رکھنے میں کامیاب رہے؟ صرف ایک سونیا نے تنہا کتنے ہنگامے کیے؟ کس طرح آپ لوگوں کی نیندیں حرام کر دیں۔ یہ آپ ابھی بھولے نہیں ہوں گے۔ لہٰذا پہلے تو بلبا اور مرجانہ کو یرغمال بنائے رکھنے کی بات دماغ سے نکال دیں۔"

وہ سبھی کہنے لگے "ہم کبھی ایسا سوچ بھی نہیں سکتے۔"

ربی اسفندیار نے بھی کہا "ہم کبھی انھیں یرغمال بنانا نہیں چاہتے۔ تم جہاں کہو گی ہم انھیں پہنچا دیں گے۔"

"صرف انھیں نہیں بلکہ آپ بھی اپنے خاص آدمیوں کو ضرور پہنچائیں۔"

"کہاں؟" کتنے ہی افسران نے بیک زبان پوچھا۔

"میں چاہتی ہوں آپ مرجانہ اور بلبا کو ایک ہیلی کاپٹر کے ذریعے وادیٔ قاف پہنچا دیں۔"

"کیا واقعی؟"

"وادی میں میری اور ٹارزر غلبا کی مرضی کے بغیر کوئی قدم نہیں رکھ سکتا۔۔۔۔ میں ٹارزر غلبا سے یہ کہنے والی ہوں کہ ایک اسرائیلی ہیلی کاپٹر یہاں آئے گا اسے اترنے کی اجازت دی جائے لیکن ایک شرط ہے۔"

"وہ کیا ہے؟"

"اس میں آپ کا کوئی سیکرٹ ایجنٹ یا گوریلا فائٹر نہیں ہوگا۔ آپ کی حکومت کے ایسے نمائندے ہو سکتے ہیں جو آئندہ ہماری دوستی کو مستحکم رکھنے کے سلسلے میں خوشگوار ماحول میں گفتگو کر سکیں۔"

ربی اسفندیار نے کہا "اوہ مادام رسونتی! واقعی آپ دوستی کا ثبوت دے رہی ہیں۔ ہم ضرور ایسے افراد کو بھیجیں گے جن سے آپ کو یا ٹارزر غلبا کو کوئی شکایت نہیں ہوگی۔"

"ایک بات یاد رکھیں۔ آپ کے صرف پانچ افراد کو وادیٔ قاف میں آنے کی اجازت ملے گی اس لیے ہیلی کاپٹر میں اس سے زیادہ نہ ہوں۔"

"ہمیں منظور ہے۔ پانچ افراد سے زیادہ نہیں ہوں گے۔"

"میں نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمام معلومات حاصل کر لی ہیں۔ کتنے ممالک اور کتنی ہی تنظیموں کے افراد اس وقت وادیٔ قاف کے اطراف گھیرا ڈال رہے ہیں اور طرح طرح کے ہتھکنڈے استعمال کر رہے ہیں۔ دوستانہ بھی اور دشمنانہ بھی۔ تاکہ کسی طرح وادیٔ قاف میں داخل ہو سکیں۔ اگر ان میں آپ کے آدمی ہوئے تو پھر ہماری دوستی خطرے میں پڑ جائے گی۔"

"ہم یقین دلاتے ہیں۔ آپ کو کسی قسم کی شکایت نہیں ہوگی۔ وادیٔ قاف کے اطراف ہمارا ایک آدمی بھی نہیں ہوگا۔ اگر کوئی یہودی پکڑا گیا تو یقین کریں وہ سپر ماسٹر یا ماسک مین کی چال ہو سکتی ہے۔ کوئی ایسی بات ہو تو پہلے ہمیں صفائی کا موقع دیں۔ اگر شرائط کی خلاف ورزی ہو جائے تو آپ جو فیصلہ چاہیں کریں۔"

"تو پھر جمی فاؤنڈر سے ابھی کہہ دیں کہ وہ ہیلی کاپٹر کے ذریعے مرجانہ اور بلبا کو یہاں لے آئے۔"

"ہم ابھی جمی فاؤنڈر کو حکم دیتے ہیں۔"

اسی وقت سیکرٹ سروس کے چیف آفیسر نے جمی فاؤنڈر سے رابطہ قائم کرنا شروع کیا۔ جب رابطہ قائم ہو گیا تو میں نے ان کی بات سنی۔ پھر مرجانہ کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے پوچھا۔ "کیا اسرائیلی حکام سے گفتگو ہو گئی؟"

"ہاں، معاملات طے ہو گئے ہیں۔ میں نے ان کے سامنے دوستی کا چارہ ڈالا ہے۔ وہ ابھی تمھیں اور بلبا کو ہیلی کاپٹر کے ذریعے اسرائیل پہنچائیں گے۔"

وہ غصے سے بولی "کیا بکواس کر رہی ہو۔ کیا میں تمھارے مشورے پر عمل کروں گی تاکہ اسرائیل پہنچ کر ان کی قیدی بن جاؤں؟"

"مرجانہ تحمل سے سنو۔ بات کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ میں تمھاری دشمن نہیں ہوں۔ اس وقت طیارے میں سونیا میرے پاس بیٹھی ہوئی ہے۔ اس کا بھی یہی مشورہ ہے۔ کاش میں سونیا کی آواز تم تک پہنچا سکتی۔ پھر تمھیں یقین آتا۔ کیا تم مجھ پر بھروسہ نہیں کرو گی؟"

وہ سوچنے لگی۔ میں نے کہا "فرض کرو تم مجھ پر بھروسہ نہیں کرو گی۔ پھر کیا کرو گی؟ کب تک اس کاٹیج میں قید رہو گی، اور جمی کے آدمیوں کو دھمکیاں دیتی رہو گی۔ یہاں سے کہیں جانے کا کوئی ذریعہ تمھارے پاس نہیں ہے۔ اعلیٰ بی بی سے رابطہ قائم نہیں ہو سکتا۔ صرف ٹیلی پیتھی کے ذریعے میں ہی رابطہ قائم کر سکتی ہوں۔ میری بات مان لو۔ ابھی ہیلی کاپٹر آنے والا ہے۔ تم تل ابیب جاؤ۔ وہاں سے پانچ اسرائیلی اس ہیلی کاپٹر میں سوار ہوں گے۔ ان پانچ آدمیوں کے ساتھ تم بلبا کو لے کر وادیٔ قاف پہنچ جاؤ گی۔ اس سے زیادہ آسان راستہ کوئی نہیں ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ بلبا کو مزید نقصان پہنچے۔ تم دیکھ رہی ہو اس کے جسم کے کتنے ہی حصوں سے خون جاری ہے۔ وہ اپنی جواں مردی اور بے پناہ قوت کے باعث زخموں کو برداشت کر رہا ہے۔ اگر تم اسے ذرا بھی چاہتی ہو تو میری بات مان لو جو کہتی ہوں فوراً اس پر عمل کرو۔"

"تم کیا کہتی ہو؟ میں کیا کروں؟"

"دروازہ کھولو اور۔۔۔۔ جمی فاؤنڈر کے سامنے ہتھیار پھینک دو۔ اس سے کہو بلبا کی فوراً مرہم پٹی کرائے۔"

"میں خود ہتھیار نہیں پھینکوں گی۔ تمھارا حوالہ دوں گی۔ اس سے کہوں گی تم نے مجھے مشورہ دیا ہے اور اس کے یہودی حکام بھی یہی چاہتے ہیں۔"

"تمھیں کہنے کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ جمی فاؤنڈر کو اب تک اس کے حکام نے ہدایات دے دی ہوں گی۔ تم باہر تو جاؤ۔"

وہ وہاں سے اٹھ گئی۔ دروازہ کھول کر باہر گئی۔ برآمدے میں اسے دیکھتے ہی تمام گوریلا فائٹر مستعد ہو گئے۔ اپنے اپنے ہتھیار سنبھالنے لگے۔ جمی فاؤنڈر نے کہا "خبردار! کوئی ہتھیار نہ اٹھائے۔ سب اپنے اپنے ہتھیار پھینک دو۔"

انھوں نے حکم کی تعمیل کی۔ اپنے ہتھیار برآمدے کی طرف پھینکنے لگے۔ مرجانہ یہی چاہتی تھی کہ اس کی سبکی نہ ہو۔ پہلے اسے ہتھیار نہ پھینکنا پڑے۔ جب اس نے دیکھا کہ دشمن ایسا کر رہے ہیں تو اس نے بھی اپنے ہتھیار کو پھینکتے ہوئے کہا "مسٹر جمی! فوراً ہی بلبا کی مرہم پٹی کراؤ۔"

اس کے بعد دوستانہ فضا قائم ہو گئی۔ تھوڑی ہی دیر میں بلبا کے زخموں کی صفائی ہونے لگی۔ ہیلی کاپٹر وہاں سے پہنچنے ہی والا تھا۔ میں نے مرجانہ سے کہا "میں جا رہی ہوں۔ پھر آؤں گی۔ ابھی طیارے میں موجود رہنا ضروری ہے۔"

یہ کہتے ہی میں طیارے میں پہنچ گیا۔ پائلٹ اسپیکر کے ذریعے اعلان کر رہا تھا کہ وہ وادیٔ قاف کی فضاؤں میں پرواز کر رہے ہیں اور اب تھوڑی دیر میں وہاں کے رن وے پر اترنے والے ہیں۔

رسونتی اس وقت ٹارزر غلبا کے دماغ میں پہنچی ہوئی

تھی اندا سے بتا رہی تھی "چاندنی رات میں انھیں جو طیارہ نظر آرہا ہے، وہی رَن وے پر اترنے والا ہے۔ اسے اُترنے کی اجازت دی جائے۔ رَن وے کے دونوں طرف تمام مشعل بردار لوگ کھڑے رہیں۔ اس طرح پائلٹ کو درمیانی رَن وے نظر آتا رہے گا اور وہ آسانی سے اُتر جائے گا۔"

میں رسونتی کی حیثیت سے کبھی اسٹیورڈ آنند سے اور کبھی پائلٹ سے کچھ نہ کچھ کہتا جا رہا تھا۔ پائلٹ کے ذریعے دیکھتا بھی جا رہا تھا۔ نیچے بہت دور سیکڑوں مشعلیں نظر آرہی تھیں۔ ان کے درمیان دور تک ایک راستہ دکھائی دے رہا تھا۔ طیارہ پہلے اس راستے کے اطراف ذرا بلندی پر پرواز کرتا رہا پھر اسی رَن وے پر اترنے لگا۔ سب لوگوں نے سیفٹی بیلٹ باندھ لیے تھے۔ کچے رَن وے پر طیارے کا اترنا خطرے سے خالی نہیں تھا۔ کوئی بھی حادثہ پیش آسکتا تھا لیکن دس منٹ کے بعد وہ طیارہ بخیریت اتر گیا۔ کچھ دیر تک بھاگتا رہا پھر ایک جگہ ٹھہر گیا۔ سب نے اطمینان کی سانس لی۔

دوسری طرف پائلٹ میری مرضی کے مطابق کہہ رہا تھا۔ "لیڈیز اینڈ جنٹلمین! خدا کا شکر ہے، ہم بخیریت وادیٔ قاف تک پہنچ گئے۔ اب طیارے کو پوری طرح چیک کیا جائے گا۔ اس کے بعد ہم دوبارا پرواز کریں گے اور آپ کو آپ کی منزلوں تک پہنچائیں گے۔ میں اپنے انجینئر سے اور فرسٹ آفیسر سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ طیارے کو پوری طرح چیک کرنے کے سلسلے میں اپنا کام شروع کر دیں تاکہ جلد سے جلد یہاں سے روانہ ہو سکیں۔"

پائلٹ کیبن کے دونوں دروازے کھل گئے۔ ایک دروازہ وہ جو مسافروں کی طرف طیارے کے اندرونی حصّے میں کھلتا تھا دوسرا وہ جو باہر کی طرف کھولا جاتا تھا۔ وہاں ایک خود کار زینہ تھا، رسونتی اور سونیا دونوں بچّوں کو اٹھائے ہوئے اس زینے سے اترنے لگیں۔ ٹارٹر غلبا نے دونوں کو دیکھتے ہی اپنا سر جھکا لیا۔ پھر کہا "میں اس قبیلے کا سربراہ ٹارٹر غلبا ہوں۔ تم دونوں سے صورت آشنا نہیں ہوں۔ تم میں سے کون رسونتی ہے اور کون انا میریا؟"

وہ دونوں اپنا تعارف کرانے لگیں۔ وہاں تین پالکیاں رکھی ہوئی تھیں۔ ایک پالکی میں ٹارٹر غلبا بیٹھ کر آیا تھا باقی دو رسونتی اور سونیا کے لیے لائی گئی تھیں۔ ٹارٹر غلبا نے کہا "تم دونوں بچّوں کو لے کر آرام سے پالکی میں بیٹھ جاؤ۔ میں اپنے محل میں پہنچنے کے بعد تم سے گفتگو کروں گا۔ ابھی تم دونوں بہت تھکی ہوئی ہو۔ آرام کی بھی ضرورت ہے۔"

سونیا نے کہا "میں پالکی میں نہیں جاؤں گی۔ مجھے پیدل چلنا اچھا لگتا ہے۔"

غلبا نے کہا "ہم اور ہمارے قبیلے کے لوگ پیدا ہو[نے] کے بعد جب چلنے کے قابل ہوتے ہیں تو اپنے پیروں پر [ہی] چلتے رہتے ہیں۔ کبھی کسی سواری کے محتاج نہیں رہتے لیکن مہمان نوازی کبھی نہیں بھولتے۔ تم دونوں پہلی بار یہاں آئی ہو، ہم تمھیں پیدل نہیں جانے دیں گے۔"

میں نے کہا "سونیا! اس کی بات مان جاؤ۔ اسے میزبانی کا شرف حاصل کرنے دو۔"

وہ دونوں ایک ایک بچّے کو لے کر الگ الگ پالکی میں بیٹھ گئیں۔ ایک پالکی کو چار آدمی اٹھا کر لے جاتے تھے۔ اسی طرح ان کی سواری وہاں سے روانہ ہوئی۔ میں نے رسونتی سے کہا "م[یرے] کے دماغ میں پہنچو۔ میں کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ پہنچ گئی۔ میں انھیں بتانے لگا کہ اسرائیلی حکا[م] سے کیا معاملات طے پائے ہیں۔ اس طرح مرجانہ اور بلیا صبح [تک] یہاں پہنچ جائیں گے۔

سونیا نے پوچھا "کیا واقعی یہاں ٹارٹر غلبا کا کوئی م[حل] ہے۔ اس پہاڑی علاقے میں مجھے ایسی کوئی عمارت نظر نہ[یں] آتی ہے۔"

"اس نے پتھروں اور لکڑیوں سے ایک بہت بڑا گھ[ر] بنایا ہے۔ اسی کو محل کہا جاتا ہے۔ تم وہاں پہنچنے کے بعد خو[د کو] سونیا کی حیثیت سے ظاہر کر دینا۔ اسے اس بات پر آمادہ کر[و] کہ وہ اسرائیلی ہیلی کاپٹر کو اترنے کی اجازت دے۔ یوں بھی [وہ] انکار نہیں کرے گا کیونکہ اس کا بیٹا بلیا اسی ہیلی کاپٹر کے ذریعے پہنچنے والا ہے۔"

انھیں تمام اہم باتیں سمجھانے کے بعد میں اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے کہا "فرہاد! میں مانتی ہوں تم بہت زیا[دہ] مصروف رہتے ہو لیکن چند سیکنڈ کے لیے آسکتے ہو تاکہ اگر کوئی با[ت] ہو، کوئی اہم تبدیلی ہو تو تمھیں معلوم ہو سکے۔"

"کیا کوئی اہم بات ہے؟"

"ہاں، جب دنیا کی اہم خفیہ تنظیمیں وادی کے اطراف ڈیرے ڈال رہی ہیں تو ہم کیوں پیچھے رہیں؟"

"کیا بابا صاحب کے ادارے سے کچھ لوگ ادھر جانا چاہتے ہیں؟"

"ہم نے ایک زبردست ٹیم تیار کی ہے اور وادیٔ قاف کے اطراف پڑاؤ ڈالنے والے ہیں۔"

"وادیٔ قاف کے اطراف کیوں؟ تم لوگوں کو ٹارٹر غلبا دل سے خوش آمدید کہے گا۔"

"یہ تو ہم جانتے ہیں۔ کوہِ قاف میں ہمیں جانے سے کوئی نہیں روکے گا لیکن بابا صاحب کے ادارے سے بہت ہی باصلاحیت [افراد] روانہ کیے جا رہے ہیں وہ کوہِ قاف کے آس پاس جنگلوں اور پہاڑوں میں رہیں گے اور دشمنوں پر کڑی نظر رکھیں گے۔ ان کے [تم]ام اقدامات کے متعلق ہمیں اہم اطلاعات پہنچاتے رہیں گے۔"

"یہ اچھی تدبیر ہے ویسے دو مختلف ٹیمیں تیار کرو۔ ایک [ٹیم] کے افراد وادیٔ قاف کے اطراف پھیلے رہیں۔ دوسری ٹیم ٹارٹر [غل]با کے پاس جائے۔ وہاں اسرائیلی حکومت کی طرف سے پانچ اہم افراد مرجانہ اور بلیا کے ساتھ پہنچ رہے ہیں۔ تمھاری [ٹیم] کے افراد ان پر کڑی نظر رکھیں گے۔ اس ٹیم کے افراد کم از کم [ب]یس ہوں گے تاکہ یہ غلبا کے پاس پہنچنے کے بعد اس قبیلے [می]ں پھیل جائیں۔ وہاں کے ایک ایک فرد سے گفتگو کرتے [ر]ہیں۔ ان کے حالات معلوم کرتے رہیں۔ ایسا نہ ہو کہ دوسرے [م]مالک کے سیکرٹ ایجنٹ یا دوسری تنظیموں کے افراد ان لوگوں میں پہلے ہی گھل مل چکے ہوں یا ان کے بھیس میں قبیلے کے باشندے بن کر وہاں رہنے لگے ہوں۔ ان باتوں کو سمجھنا بے حد ضروری ہے۔ بہت سوچ سمجھ کر ایسے افراد کا انتخاب کرو جو ہمارے اس مقصد کو پورا کر سکیں۔"

میں اعلیٰ بی بی کے ساتھ یہ پروگرام طے کرنے کے بعد ثباتہ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ نیپال کے ایک بہت ہی خوبصورت [س]ے گیسٹ ہاؤس میں تھی۔ اس کی خدمت کے لیے بہت سی خادمائیں رکھی گئی تھیں۔ اگرچہ دنیا کے نقشے میں وادیٔ قاف کے علاقے تھے لیکن کوئی تسلیم شدہ مملکت نہیں تھی تاہم یہ مملکت جلد ہی تسلیم کی جانے والی تھی۔ اس سے پہلے ہی ثباتہ کو وہاں کی شہزادی تسلیم کرکے اس کے شایانِ شان میزبانی کی جا رہی تھی۔ پہلے میں چپ چاپ اس کی سوچ پڑھتا رہا۔ معلوم کرتا رہا وہاں اس کے ساتھ کیا کچھ ہو رہا ہے۔ پتا چلا کھٹمنڈو ایئرپورٹ پر ایک طیارہ کھڑا ہوا ہے۔ وہ اس طیارے میں ابھی دہلی جانے والی ہے۔ ان کے پروگرام کے مطابق دہلی میں ایئر انڈیا کا ایک طیارہ پہلے ہی ثباتہ کے لیے مخصوص کر دیا گیا ہے تاکہ وہاں کے کچھ افسران اسے لے کر وادیٔ قاف جا سکیں۔ اس سلسلے میں رسونتی سے رابطہ قائم ہونے کا انتظار کیا جا رہا ہے۔

ثباتہ گیسٹ ہاؤس سے نکل کر باہر کھڑی ہوئی ایک بہت خوبصورت اور قیمتی کار میں جاکر بیٹھنے لگی۔ آس پاس مسلح فوجی الرٹ ہو گئے تھے۔ خادمائیں اس کے اطراف چل رہی تھیں۔ ایک نے اس کے لیے دروازہ کھولا تھا اور وہ پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی تھی۔ جب گاڑی وہاں سے روانہ ہوئی تو اس کے آگے پیچھے بھی مسلح محافظوں کی گاڑیاں جا رہی تھیں۔ بالکل شاہانہ انداز تھا۔

میں نے اسے مخاطب کیا "ثباتہ میں رسونتی بول رہی ہوں۔"

"میں بہت دیر سے انتظار کر رہی ہوں۔ خیریت تو ہے؟"

"بالکل خیریت ہے۔ ہم تمھارے باپ کے پاس پہنچ گئے ہیں۔"

وہ خوش ہو کر بولی "خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ اتنے سخت پہروں کے باوجود تم بچّوں کے ساتھ وہاں پہنچ گئی ہو۔ کیا بابا کو معلوم ہے کہ انا میریا کے روپ میں سونیا ہے؟"

"ابھی سونیا نے انکشاف کیا ہے۔ تمھارے بابا تو سونیا کے گرویدہ ہو گئے ہیں۔ بس اسی سے باتیں کیے جا رہے ہیں۔"

"ہم سب اسے پسند کرتے ہیں۔ مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ میرے علاقے میں تم نے بچّوں کے ساتھ پناہ لی ہے۔ سونیا جیسی چالاک اور دلیر عورت وہاں پہنچ گئی ہے۔ انشاء اللہ ایک دن فرہاد بھی پہنچ جائیں گے۔ میں بھی آنے ہی والی ہوں۔"

"تمھارے آنے کے سلسلے میں بھارتی حکام سے کچھ معاملات طے کرنا چاہتی ہوں۔ اس لیے تمھارے پاس بیٹھے ہوئے افسر سے رابطہ قائم کر رہی ہوں۔"

اگلی سیٹ پر وہی آفیسر راما راؤ بیٹھا ہوا تھا جس کے دماغ کو میں کئی بار پڑھ چکا تھا۔ جب میں نے اسے مخاطب کیا تو وہ فوراً ہی سیدھی طرح سیٹ پر بیٹھ کر بولا "شریمتی رسونتی دیوی! نمستے۔ ہم بڑی بے چینی سے آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ خیال خوانی کے ذریعے معلوم کر سکتی ہیں کہ ہم مس ثباتہ کے ساتھ کتنی عزت اور احترام سے پیش آرہے ہیں۔ ان کے شایانِ شان میزبانی کے فرائض ادا کر رہے ہیں۔"

"میں معلوم کر چکی ہوں۔ اب آپ کے حکّام سے رابطہ قائم کرنا چاہتی ہوں۔"

"جسٹ اے منٹ۔"

اس نے ڈیش بورڈ کے ایک بٹن کو دبایا۔ وہاں ایک بڑا ساخانہ کھلتا چلا گیا۔ ایک ٹرانسمیٹر اندرونی حصّے سے سامنے آنے لگا۔ وہ کار بھارتی سیکرٹ سروس کے چیف آفیسر کے لیے مخصوص تھی۔ اس میں جدید قسم کے آلات نصب کیے گئے تھے تاکہ سفر کے دوران اس گاڑی میں بیٹھ کر ایک آفیسر مختلف متعلقہ افسران سے رابطہ قائم کر سکے اور بیرونی حملے کے دوران اپنا تحفظ بھی کر سکے۔ جب وہ رابطہ قائم کرنے لگا اور دوسری طرف سے آواز سنائی دی تو میں دوسری طرف پہنچ گیا۔ آفیسر راما راؤ فوجی دستور

کے مطابق اپنے سے بڑے افسران سے رابطہ قائم کر رہا تھا۔ وہ براہِ راست اعلیٰ افسروں سے رابطہ قائم نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے بڑے افسران ان حکام سے رابطہ قائم کر سکتے تھے۔ بہرحال وہ ایک کے بعد دوسرے سے اور دوسرے کے بعد تیسرے سے رابطہ قائم کرتے جا رہے تھے اور اس بات کی منظوری لے رہے تھے کہ اعلیٰ حکام کو رسونتی دیوی کی موجودگی کی اطلاع دے کر فوراً ان سے بات کرنے پر آمادہ کیا جائے۔

اوّل تو انھیں آمادہ کرنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ وہ رسونتی سے رابطہ قائم کرنے، کسی نہ کسی طرح اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ایک ٹانگ پر کھڑے ہوئے تھے۔ جب وہ یکے بعد دیگرے رابطہ قائم کرتے ہوئے وزارتِ خارجہ کے سیکرٹری تک پہنچے تو میں نے سیکرٹری کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "اس قدر اہتمام کی اور احتیاط کی ضرورت نہیں ہے۔ میں پہنچ گئی ہوں۔"

اپنے دماغ میں سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی وزارتِ خارجہ کا سیکرٹری فوراً ہی چوکنا ہو گیا۔ پھر کہنے لگا۔ "دیوی جی! ہم آپ کا سواگت کرتے ہیں۔ آپ کی آمد پر جس قدر خوشی ہو رہی ہے اس کا اظہار نہیں کر سکتے۔"

"اس کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ میں دماغ میں رہ کر سچی اور جھوٹی خوشیوں میں فرق محسوس کر سکتی ہوں۔"

"بیشک بھگوان نے آپ کو ایسا علم دیا ہے کہ آپ انتر گیانی بن گئی ہیں۔ اندر کی باتیں معلوم کر لیتی ہیں۔"

"میں یہ کہنے آئی ہوں کہ ثباتہ کو وہاں سے لے جانے والا طیارہ انقرہ تک جائے گا۔ پھر اسے ہیلی کاپٹر میں وادیٔ قاف پہنچایا جائے گا۔ وادیٔ قاف میں طیارے کے اترنے کی گنجائش نہیں ہے۔"

"دیوی جی! آپ کا حکم سر آنکھوں پر لیکن ابھی تو آپ کا طیارہ وہاں اتر چکا ہو گا۔"

"اتر بھی چکا ہے اور وہ یہاں سے روانہ بھی ہو چکا ہے لیکن وہ رَن وے عارضی تھا۔ اسے ختم کر دیا گیا ہے۔ آئندہ کسی دوسرے طیارے کے لیے گنجائش نہیں ہے۔ میں جو کہہ رہی ہوں، اس پر عمل کیا جائے گا۔ صرف ایک ہیلی کاپٹر وادیٔ قاف میں آئے گا۔"

"آپ جیسا کہتی ہیں ہم ویسا ہی کریں گے۔"

"اس ہیلی کاپٹر میں ثباتہ اور پائلٹ کے علاوہ تمھارے صرف پانچ آدمی ہوں گے۔ وہ پانچوں نہ تو فوجی ہوں گے نہ گوریلا فائٹر ہوں گے۔ نہ سیکرٹ ایجنٹ ہوں گے نہ ہی انٹیلی جنس سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص ہو گا۔ وہ زیادہ سے زیادہ تمھارے سیاست داں ہو سکتے ہیں، وزیر ہو سکتے ہیں۔ یاد ہے بہت پہلے میں نے اور فرہاد نے ایک علیحدہ مملکت قائم کرنے کا خواب دیکھا تھا۔ وہ خواب تم سب کی نظروں میں مضحکہ خیز تھا۔ لیکن اب اس کی تعبیر سامنے آ رہی ہے۔ وادیٔ قاف میں ہماری مملکت قائم ہونے والی ہے لہٰذا ہم سے دوستی قائم کرنے اور آئندہ خوشگوار تعلقات قائم رکھنے کے سلسلے میں آپ کے صرف پانچ بڑے آ سکتے ہیں۔ اس سے زیادہ نہیں۔"

"اچھی بات ہے۔ ہم صرف پانچ آدمیوں کو یہاں سے روانہ کریں گے اور کوئی حکم؟"

"جب یہاں سے آپ کے آدمی روانہ ہوں گے تو میں ان کے دماغوں میں پہنچ کر معلوم کروں گی کہ وہ اپنے دماغوں میں سازشی منصوبہ لے کر تو نہیں آ رہے ہیں؟ جب اطمینان ہو جائے گا تو انھیں آگے بڑھنے کا موقع دوں گی۔ ورنہ وہ ہماری مملکت میں نہیں آ سکیں گے۔"

میں نے تمام معاملات طے کرنے کے بعد ثباتہ کو ان کے متعلق تفصیل سے بتایا۔ وہ اس وقت تک ائیرپورٹ پہنچ چکی تھی۔ وہ عورت بھی اپنے دو بچوں اور شوہر کے ساتھ تھی جو کھٹمنڈو میں فرضی رسونتی کا رول ادا کر چکی تھی۔ وہ ثباتہ کے ساتھ وادیٔ قاف جا رہی تھی۔ میں نے کاہل تنظیم کے سربراہ ریمونڈیل کے پاس پہنچ کر پوچھا "کیا آپ نے ان پانچ افراد کا انتخاب کر لیا ہے جو مرجانہ اور ملیسا کے ساتھ وادیٔ قاف جائیں گے؟"

"جی ہاں مادام! ہم نے انتخاب کر لیا ہے۔"

"مجھے ان کی آواز سنائی جائے۔ میں ان کے دماغوں کو ٹٹولنا چاہتی ہوں۔"

"بے شک۔ آپ اپنا اطمینان کر لیں۔ کیا ہم یہ نہیں جانتے کہ ہمارے آدمیوں کے دماغوں میں کوئی بھی ڈھکی چھپی سازش ہو گی تو وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے چھپی نہیں رہ سکے گی۔"

ری مونڈیل کے حکم پر ان پانچوں افراد کی آوازیں سنائی گئیں۔ میں ان کے دماغوں میں پہنچتا گیا اور انھیں اچھی طرح ٹٹولتا رہا۔ مطمئن بھی ہوتا رہا۔ دراصل انسان اندر میلا ہوتا ہے۔ اور اپنے میل کو چھپانے اور اجلا رہنے کا ہنر خوب جانتا ہے۔ اگر ساری دنیا کے لوگ ایک دوسرے کے دلوں میں جھانک کر، دماغوں میں جھانک کر ایک دوسرے کی ڈھکی چھپی باتوں کو معلوم کر لیں۔ ان کے عیبوں کو، ان کے رازوں کو، ان کے جرائم کو، ان کی مکاریوں کو

سمجھتے رہیں تو پھر اس دنیا میں کوئی جرم کوئی مکاری نہ رہے۔ سب نیک پارسا اور دوست بن جائیں۔ یہی وجہ تھی کہ اس بار یہودیوں کے جو پانچ افراد منتخب ہو گئے تھے وہ کسی طرح کی سازش کرنا نہیں جانتے تھے۔ ان کے دماغوں میں صرف ایک بات تھی کہ اپنی مملکت اور حکومت کے حق میں مادام رسونتی اور ٹارزغلبا کی زیادہ سے زیادہ حمایت حاصل کی جائے۔ دوستی کو زیادہ سے زیادہ پائیدار بنایا جائے۔ دوستی کا بھرم رکھنے کے لیے کبھی کوئی سازش نہ کی جائے۔

میری داستان میں ایک دلچسپ موڑ آنے والا تھا۔ وادیٔ قاف میں ایسے لوگ داخل ہونے والے تھے جن کی حکومتوں اور تنظیموں کے سربراہ جھوٹ، فریب اور مکاریوں میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ دنیا کے چپے چپے پر حکومت کرنے کے لیے سیاسی قلابازیاں کھاتے تھے۔ سازشوں کے جال بچھاتے تھے لیکن وہ ٹیلی پیتھی کے دروازے سے گزر کر کوہِ قاف میں پہنچتے ہی تمام جھوٹ فریب، مکاریاں اور سیاسی قلابازیاں بھولنے والے تھے اور معصوم فرشتوں کی طرح وادیٔ قاف کے سربراہ ٹارزغلبا اور خیال خوانی کی ملکہ رسونتی سے دوستانہ تعلقات قائم کرنے والے تھے۔

سوال پیدا ہوتا ہے۔ کیا دنیا میں فرشتہ صفت انسانوں کی ایسی مملکت قائم ہو سکتی ہے؟ جہاں کوئی سازش نہ ہو۔ کوئی سیاست نہ ہو، اقتدار کی ہوس نہ ہو اور ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کے لیے ہتھیاروں کا بازار گرم کرنے والی سازشیں بھی نہ ہوں۔

اس کا جواب جلد ہی اس داستان میں، اس شرط کے ساتھ مل سکتا ہے کہ واقعی اسرائیل کے اور بھارت کے وہ سیاست داں بالکل معصوم ہوں اور کوئی ہیرا پھیری نہ جانتے ہوں۔ ہو سکتا ہے آگے چل کر سپر ماسٹر اور ماسک مین اور بلیک فیڈو وغیرہ بھی اپنے اپنے پانچ پانچ آدمیوں کو روانہ کریں۔ آئندہ ان کے .... پانچ آدمیوں کے لیے بھی گنجائش تھی کیونکہ وادیٔ قاف کو ایک آزاد مملکت بنانا تھا۔ فرہاد اور رسونتی کی مملکت لہٰذا ان تمام لوگوں سے رابطہ قائم کرنا اور سفارتی تعلقات کی ابتدا کرنا لازمی تھا۔

میں نے کاہل تنظیم کے سربراہ سے کہا "میں نے ان پانچوں کے دماغوں کو اچھی طرح ٹٹول لیا ہے اور مطمئن ہو گئی ہوں۔ لہٰذا انھیں وادی میں بھیجا جا سکتا ہے۔"

وہ پانچوں میری ٹیلی پیتھی سے گزرنے کے بعد بدلے نہیں جا سکتے تھے۔ ایسا ممکن نہیں تھا کہ کسی کا میک اپ کیا جاتا۔ جعلی پاسپورٹ بنایا جاتا اور ان پانچوں میں سے کسی کی جگہ کوئی جاسوس بھیجا جا سکتا۔ میری ٹیلی پیتھی میں کسی پاسپورٹ کی ضرورت نہیں تھی۔ ایک بار دماغ کو ٹٹول لینے کے بعد وادیٔ قاف میں داخل ہونے والے کی اصلیت شروع سے آخر تک معلوم ہو جاتی۔

پاسپورٹ، تصویریں اور دوسرے ضروری کاغذات دنیا کے تمام ممالک میں داخل ہونے کے لیے لازمی ہوتے ہیں کیونکہ ہم جس ملک سے آتے ہیں اس ملک کی حکومت ہمارے کردار، ہمارے چال چلن کی ضمانت دیتی ہے۔ ہماری صحت کا سرٹیفکیٹ دیتی ہے کہ ہمیں ایسی کوئی بیماری نہیں ہے جو دوسرے ممالک میں جانے کے بعد وہاں والوں کو لگ سکے۔

میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ رسونتی کو پتا چلا تو وہ بھی سونیا کے دماغ میں آ گئی۔ میں انھیں باہر کے ممالک کے حالات بتانے لگا خصوصاً یہودیوں اور بھارتیوں کے متعلق جو پانچ پانچ کی تعداد میں وہاں پہنچنے والے تھے۔ ابھی بھارت سے آنے والے ان پانچ نمائندوں کے دماغوں کو ٹٹولنا رہ گیا تھا۔ یہ میں بعد میں کر سکتا تھا۔ سونیا نے کہا "پتا نہیں مجھے یہاں کتنے عرصے تک رہنا پڑے۔ یوں بھی رسونتی اور بچوں کو چھوڑ نہیں سکتی۔ جب تک ان کے متعلق پورا یقین نہ ہو جائے کہ یہاں یہ بحفاظت رہیں گے اور کوئی نئی مصیبت ہم پر نازل نہیں ہو گی۔"

"تمھیں ابھی نامعلوم مدت تک یہاں رہنا ہے۔"

"پھر کیوں نہ میں اپنی اصلی شکل میں آ جاؤں۔ ہلکی سی پلاسٹک سرجری ہے۔ ہمیں اتنی سی بات کے لیے ڈاکٹر شیفرڈ کو تکلیف نہیں دینی چاہیے۔ بابا صاحب کے ادارے سے کوئی معمولی سرجری کا ماہر مجھے میرے اصلی روپ میں لا سکتا ہے۔"

"میں ابھی اعلیٰ بی بی سے کہتا ہوں۔ ان کے تقریباً پچیس آدمی وادیٔ قاف میں پہنچنے والے ہیں۔ ان میں ایک وہ ماہر بھی ہو گا جو تمھارے چہرے سے پلاسٹک سرجری کے میک اپ کو ختم کر دے گا۔"

رسونتی نے پوچھا "جب بھارت کے اور اسرائیل کے پانچ پانچ نمائندے یہاں آ رہے ہیں تو ان کی رہائش کے لیے اور ان سے مذاکرات کے لیے کوئی جگہ ہونی چاہیے۔"

"میں ٹارزغلبا سے یہ کہنا چاہتا تھا۔ تم کہہ سکتی ہو کہ فی الحال پتھروں اور لکڑیوں سے ایک بڑا سا ہال بنا لے جہاں بیٹھ کر ان سے گفتگو کی جا سکے اور ان کی رہائش کے لیے چھوٹے چھوٹے کاٹیج تعمیر ہو جائیں تو بہتر ہے۔ کاٹیجوں کی تعداد زیادہ

ہونی چاہیے۔ مختلف ممالک اور مختلف تنظیموں کے نمائندوں کے لیے بھی گنجائش رکھنی ہوگی۔"

رسونتی نے کہا "فرہاد! پارس کی طبیعت سنبھل گئی ہے۔ پھر بھی اسے ڈاکٹروں کی توجہ چاہیے۔ کیا یہاں ڈاکٹر نہیں آسکتے؟"

سونیا نے کہا "وادیٔ قاف میں جڑی بوٹیوں سے علاج ہوتا ہے۔ موجودہ دور میں ہم سب ڈاکٹروں اور انگریزی دواؤں کے محتاج ہو گئے ہیں۔ پارس کے لیے دواؤں اور ڈاکٹروں کا انتظام ہونا چاہیے۔"

"میں اس کا بھی انتظام کروں گا۔ ابھی جا رہا ہوں۔ یہاں رات کے گیارہ بجنے والے ہیں۔ رسونتی تم خیال خوانی کے ذریعے ثباتہ، اعلیٰ بی بی اور مرجانہ وغیرہ کی خیریت معلوم کرتی رہنا۔ میری ضرورت ہو تو کسی وقت بھی بلا لینا۔"

میں نے اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ کر کہا "ہماری جو ٹیم وادیٔ قاف میں ٹارٹر غلبا کے پاس پہنچنے والی ہے، ان کی تعداد پچیس سے بڑھا کر پچاس کر دو۔ ان میں ڈاکٹر، نرسیں، انجنیئر اور دوسرے اہم شعبوں سے تعلق رکھنے والے افراد ہونے چاہئیں۔ دوائیں زیادہ سے زیادہ بھیجی جائیں، آئندہ جو ممالک اپنے مخصوص نمائندے بھیجیں گے ان کے ساتھ یہ شرائط عائد کی جائیں گی کہ وہ ٹارٹر غلبا کے قبیلے کے لیے ضروری دوائیں، طبی آلات اور مختلف بیماریوں سے تعلق رکھنے والا اہم سامان فراہم کریں۔"

"یہ شرائط مناسب ہوں گی لیکن ایک بات یاد رکھنا۔ ان میں سے کسی سے بھی ہتھیار طلب نہ کرنا۔ ورنہ ہتھیار سپلائی کرنے کے لیے ذخیرہ لائیں گے تو اپنے لیے بھی کچھ چھپا کر لائیں گے۔"

"کرسٹوفر میکی نمبر دو کے ذریعے ترکی کے شمال مشرق میں جدید ہتھیاروں کا ذخیرہ پہنچنے والا ہے۔ جب وہاں پہنچ جائے گا تو میں اپنے آدمیوں کو اطلاع دوں گا۔ وہ چھاپا مار کر ان ہتھیاروں کو حاصل کریں گے اور اپنے ہیلی کاپٹر کے ذریعے وادیٔ قاف میں پہنچا دیں گے۔"

اس سے باتیں کرنے کے بعد میں مرجانہ کے پاس پہنچ گیا۔ یہی بھاگ دوڑ لگی ہوئی تھی۔ کبھی سونیا اور رسونتی کبھی اعلیٰ بی بی کبھی ثباتہ، کبھی مرجانہ اور بلبا کے پاس حاضر ہوتا رہتا تھا اور کبھی خود اپنی جگہ موجود رہنا پڑتا تھا۔ آج رات رسونتی دونوں پارس کو لے کر قاف پہنچی تھی۔ آج کی رات بہت اہم تھی۔ اگر آج میری پلاننگ میں ذرا بھی خامی رہ جاتی تو آئندہ ہمارے لیے بڑی بڑی مشکلات پیدا ہو سکتی تھیں۔

صورتِ حال یہ تھی کہ وادیٔ قاف ایک شطرنج کی بساط بنی ہوئی تھی۔ بساط پر ایک طرف ہمارے مہرے تھے اور دوسری طرف دشمنوں کے مہرے اپنی اپنی پوزیشن سنبھال رہے تھے۔ میں مصلحت پسندی سے کام نہ لیتا۔ ان کے نمائندوں کو آنے کی اجازت نہ دیتا تو پتا نہیں کیا قیامت آنے والی تھی۔ میں کچھ سیاست سے اور کچھ ٹیلی پیتھی کے رعب اور دبدبے سے کام نکالتے رہنا چاہتا تھا۔

مرجانہ اور بلبا ہیلی کاپٹر کے ذریعے تل ابیب پہنچ گئے تھے۔ اس نے کہا "میں خیریت سے ہوں۔ ان لوگوں کا رویہ نہایت ہی دوستانہ ہے۔ اتنا دوستانہ کہ ہمارے قدموں میں بچھے جا رہے ہیں۔"

"تم مجھے پہلے والی رسونتی سمجھ رہی تھیں اس لیے مجھ پر بھروسہ نہیں کر رہی تھیں۔ ان یہودیوں کے پاس نہیں آنا چاہتی تھیں۔ اب دیکھ لو، میری باتوں پر یقین آگیا؟"

"تم درست کہہ رہی تھیں۔ یہ مجھے اور بلبا کو کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ مجھ سے بہت اصرار کر رہے تھے کہ میں انھیں میزبانی کا موقع دوں اور ایک رات کے لیے ٹھہر جاؤں، صبح ہمیں روانہ کیا جائے گا۔ لیکن میں نے معذرت چاہی۔ بلبا کو فوراً وادیٔ قاف پہنچانا چاہتی ہوں۔ بلبا کے زخم بچپن ہی سے جڑی بوٹیوں کے ذریعے بھرتے آئے ہیں لہٰذا جلد سے جلد وہاں پہنچنا ضروری ہے۔"

"ان لوگوں نے تم سے اتفاق کیا ہوگا کیونکہ وہ بھی جلد سے جلد وادی میں پہنچنا چاہتے ہیں۔ انھیں اس بات کا خدشہ ہوگا کہ رسونتی کہیں اپنا ارادہ نہ بدل دے۔ کسی وجہ سے انھیں قاف میں آنے سے نہ روک دے۔"

اچانک میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ فون کی گھنٹی بج رہی تھی — میں دماغی طور پر کرسٹوفر میکی کی خواب گاہ میں حاضر ہو گیا۔ دروازے اور کھڑکیاں اندر سے بند تھیں۔ دبیز پردے پڑے ہوئے تھے۔ باہر سے کوئی دیکھنے والا نہیں تھا۔ اس لیے میں گم صم بیٹھا اتنی دیر تک خیال خوانی کرتا رہا تھا۔ میں نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو، میکی آن یور ریسیور۔"

لیلیٰ ثانی کی آواز سنائی دی "ہیلو مسٹر پاکستانی میکی! کیا حال ہے تمھارا؟"

اس کم بخت نے مجھے پاکستانی میکی کہا تھا۔ اس فون کو میرے دشمن بھی سنتے ہوں گے یا پھر اصلی کرسٹوفر میکی جو بلیک شیڈو تھا۔ اس نے میرے پیچھے اپنے جاسوس لگائے ہوں گے تاکہ میری سرگرمیوں پر نظر رکھے۔ جو لوگ پُراسرار زندگی گزارتے ہیں، وہ اپنے خاص آدمیوں پر بھی بھروسہ نہیں کرتے۔ ہو سکتا ہے میری فون کالیں بھی سنی جاتی ہوں۔

لیلیٰ ثانی کی یہ بات سنتے ہی میں اس کے دماغ میں پہنچ ...یا۔ میں نے سوچا۔ اسے ایسی حماقت سے روکوں لیکن وہ اپنی ...نت میں حماقت نہیں کر رہی تھی۔ اس کے ذہن میں یہ بات ...ھ رہی تھی کہ میں فرہاد علی تیمور ہوں۔ ایک ایرل ہارڈی دوسرے ...ل ہارڈی کا، ایک کرسٹوفر میکی دوسرے کرسٹوفر میکی کا ہمشکل ...یں ہو سکتا۔ لہٰذا وہ ایسی حماقت کرے گی۔ فون پر مجھے پاکستانی ...ی کہے گی جس سے مجھے نقصان پہنچنے کا احتمال ہو تو فرہاد کبھی ...نہیں چاہے گا۔ پھر وہ مجبور ہو کر اس کے دماغ میں آئے گا، ...ے ایسی حماقتوں سے باز رہنے کی نصیحتیں کرے گا۔

میرے سوچنے کے دوران لیلیٰ نے پوچھا "کیا بات ہے، ...کہاں گم ہو کیا ریسیور رکھنے کا ارادہ ہے؟"

"میں انتظار کر رہا ہوں۔ ابھی تم نے مجھے پاکستانی میکی ...دوسری بار کرسٹوفر میکی آف ہونولولو، پھر تیسری بار کرسٹوفر میکی ...ف جیجو کی ملیاں کہہ کر مخاطب کر دگی۔ تمھارے دماغ میں یہ ...ت کسی نے بھر دی ہے کہ کرسٹوفر میکی ایک نہیں دو جنوں سے ...ں لہٰذا تم ابھی ورجنوں نام لوگی۔"

وہ کچھ اور کہنا چاہتی تھی۔ میں نے کہا "فضول باتیں ...رو گی تو ریسیور رکھ دوں گا۔ کسی کام سے مخاطب کیا ہے تو ...ہا سن رہا ہوں۔"

"ہاں، تم سنو۔ جس ساتویں گولڈ مین کو تم بلیک میل کرنے ...لے تھے، وہ میرا شکار ہے۔ تم میرے راستے میں آؤ گے ...اس بار کوئی جادر والی بھی تمھیں بچانے نہیں آسکے گی۔"

وہ میرا راز فاش کرنے پر تلی ہوئی تھی۔ یہ بات اس ...ے دماغ میں گھس گئی تھی کہ فرہاد علی تیمور اسے ان حرکتوں ...ے باز رکھنے کے لیے دماغ میں آنے پر مجبور ہو جائے گا۔ ...ساتواں گولڈ مین، گولڈن ریکٹ کا ساتواں ڈاکٹر ولیم بروک ...تھا۔ وہ بیروت پہنچ گیا تھا۔ لیکن میرے پہنچنے سے پہلے ...ہی لیلیٰ ثانی اس ڈاکٹر تک پہنچ گئی تھی۔ وہ اپنے ساتھ نشہ آور ...ادویات کا ذخیرہ لے کر آیا تھا۔ خود تو نہ لایا ہوگا لیکن اس کے ...گرگے ایسا کر رہے ہوں گے۔ اس کی سرپرستی میں یہ سب ...کچھ ہو رہا ہوگا۔ میں اسے بلیک میل کرنے والا تھا۔ میں نے ...کہا "مس سارہ آئزک! تم بہت زیادہ عقلمند بننے کی کوشش ...کرتی ہو۔ وہ ساتواں گولڈ مین نہ تو میرے ہاتھ آئے گا نہ تمھارے۔ ...کیونکہ ہماری باتیں فون کے ذریعے یہاں کی انٹیلی جنس والے سن ...رہے ہیں۔ اگر ذرا بھی عقل ہے تو آئندہ فون پر گفتگو نہ کرنا۔"

"کیا تم نہیں چاہتے کہ میں تم سے فون پر باتیں کروں۔ ...تمھارا عشق کیا ہوا؟"

"عشقیہ انداز میں دن رات فون کر سکتی ہو اور عشق میں دوری مار ڈالتی ہے۔ لہٰذا فون کی کیا ضرورت ہے۔ میں دروازے کھلے رکھتا ہوں۔ تمھاری راہوں میں آنکھیں بچھاؤں گا۔ چلی آؤ میرے پاس۔"

اس نے ایک جھٹکے سے ریسیور رکھ دیا، اس کا علاج یہی تھا۔ ایسی باتیں کرتے ہی وہ یوں بھاگتی تھی جیسے لاحول پڑھنے سے شیطان بھاگتا ہے۔

میں اس کے دماغ کو کریدنے لگا کہ اس نے سیون گولڈ مین سے کس طرح رابطہ قائم کیا ہے۔ پتا چلا، ساتواں گولڈ مین ہماری معلومات کے مطابق کسی بڑے ہوٹل میں نہیں بلکہ ایک ریسٹ ہاؤس میں قیام کر رہا تھا۔ سارہ آئزک کی حیثیت سے اس نے اپنے سفارت خانے والوں اور انٹیلی جنس کے آدمیوں سے کام لیا تھا۔ ان کے ذریعے معلوم کیا تھا کہ شام چار بجے سے رات آٹھ بجے تک بیروت میں بیرونی ممالک سے آنے والوں نے کہاں کہاں قیام کیا ہے۔ ہوٹلوں میں پے انگ گیسٹ کی حیثیت سے یا ریسٹ ہاؤس میں؟ پتا چلا گیا کہ ریسٹ ہاؤس میں ایک بہت ہی مشہور شخصیت آئی ہوئی ہے۔ وہ ایک ڈاکٹر ہے اور انٹرنیشنل اینٹی نارکوٹک سوسائٹی کا بہت بڑا عہدے دار بھی ہے۔

سارہ آئزک نے اپنے سفارت خانے والوں سے اور انٹیلی جنس کے آدمیوں سے کہہ دیا کہ ان میں سے کوئی اس کے مطلب کا آدمی نہیں ہے۔ جس گولڈ مین کے متعلق معلوم ہوا تھا وہ شاید آج نہیں پہنچ سکا۔

ان لوگوں کو مطمئن کرنے کے بعد اس نے لیلیٰ ثانی کی حیثیت سے اس ساتویں گولڈ مین سے فون کے ذریعے رابطہ قائم کیا۔ پھر کہا "ڈاکٹر ولیم بروک! میں تمھیں اچھی طرح جانتی ہوں۔ تم مجھے نہیں جانتے لیکن آج کے بعد آخری سانس تک مجھے بھلا نہیں پاؤ گے۔ مجھے لیلیٰ ثانی کہتے ہیں۔"

دوسری طرف سے پوچھا گیا "کون لیلیٰ ثانی؟ تم کیا بکواس کر رہی ہو؟"

"اس بکواس کو پورے اسرائیل میں ناگہانی بلا کہتے ہیں۔ تمھارے پاس بھی ناگہانی پہنچی ہوں۔ تمھارے پیچھے جو نشہ آور دواؤں کا ایک بہت بڑا ذخیرہ یہاں پہنچا ہے وہ سپلائی نہیں ہونے پائے گا۔"

ڈاکٹر نے کہا "یہ نام میرا کچھ سنا ہوا ہے۔ بہر حال میں اپنے ذاتی انسائیکلوپیڈیا میں یہ نام تلاش کر دوں گا۔ اس ذاتی انسائیکلوپیڈیا میں دنیا کے تمام مجرموں، تمام سنڈیکیٹ۔۔۔۔

کے لوگوں، خطرناک تنظیموں اور جاسوسوں کے متعلق بہتیری سی معلومات ہیں۔ اگر تمھارا نام اس میں ہوا تو میں تمھاری بدتمیزی کا منہ توڑ جواب دوں گا۔"

"میں دیکھنا چاہتی ہوں، تم کس انداز میں جواب دیتے ہو۔ جواب کا انتظار آدھ گھنٹے تک کروں گی۔ اس کے بعد جو کر گزروں گی، وہ تمھارے خواب و خیال میں بھی نہیں ہوگا۔"

یہ کہنے کے بعد اس نے ریسیور رکھ دیا تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں پوچھا "آدھ گھنٹہ گزر چکا ہے۔ اب میں اس ساتویں گولڈ مین کے ساتھ ایسی حرکت کروں گی کہ وہ خواب و خیال میں بھی نہیں سوچ سکتا ہوگا؟"

وہ ذرا پریشان ہو کر جواباً سوچنے لگی "میں نے تو محض دھمکی دی تھی۔ ارادہ تھا، کرسٹوفر میکی کے پاس جاؤں گی اور اس کے متعلق مزید معلومات حاصل کروں گی پھر ان تفصیلات کے مطابق اسے ذہنی الجھنوں میں مبتلا کر دوں گی۔ یقیناً وہ دھونس میں آجائے گا کہ اس کا موجودہ ذخیرہ اس شہر میں سپلائی ہو سکے گا یا نہیں؟"

میں نے اس کے دماغ سے اس کے ہوٹل کا فون نمبر معلوم کیا۔ پھر اپنا ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ ہوٹل کے ٹیلیفون ایکسچینج نے اس کے کمرے سے رابطہ قائم کرا دیا۔ میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "ہائے مین فرام گولڈ مین۔"

لیلیٰ نے سخت لہجے میں پوچھا "کون ہو تم؟"

"بے بی! انجان نہ بنو۔ میں گولڈ مین کا وہ خاص آدمی ہوں جو تمھاری خدمات کے لیے مقرر ہو چکا ہے۔ اب تم سکون سے یہاں نہیں رہ سکو گی۔"

"کیا نادان بچی سمجھ کر مجھے دھمکیاں دے رہے ہو؟"

"نہیں لیلیٰ ثانی! تم نادان بچی کیسے ہو سکتی ہو؟" میں نے اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ اپنا اصلی نام سن کر چونک گئی تھی۔ پھر وہ سنبھل کر بولی "کون لیلیٰ ثانی؟ کس سے باتیں کر رہے ہو۔ میں سارہ آئزک ہوں۔"

میں نے ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا۔ پھر اسی طرح بھرائی ہوئی آواز میں کہا "ہمارے گولڈ مین نے ذاتی انسائیکلو پیڈیا میں تمھارا نام اور پتا معلوم کر لیا ہے۔ تم دوہری زندگی گزار رہی ہو۔ اگر میں تمھاری حکومت کے سامنے یہ ثابت کر دوں کہ تم پیدائشی طور پر مسلمان ہو۔ تمھارا نام لیلیٰ ثانی ہے اور تم ایک یہودی عورت کی گود میں پرورش پاتی رہی ہو۔ تو اس حیرت انگیز انکشاف کے بعد تمھارا کیا حشر ہوگا؟ یہ تم خود ہی سوچ لو۔"

"تم سراسر بکواس کر رہے ہو۔ نہ میں لیلیٰ ثانی ہوں نہ ہی تم یہ ثابت کر سکتے ہو۔ میں وہ سارہ آئزک ہوں جو بچپن سے یہودیوں کی سرپرستی میں پروان چڑھتی رہی۔ تم میرے خلاف کیا ثبوت فراہم کرو گے جبکہ میرے خلاف کوئی ثبوت ہے ہی نہیں۔ نہ ہی میں اپنی حکومت کے خلاف کبھی کوئی قدم اٹھاتی ہوں۔ اپنے ملک کی وفادار ہوں اور...."

میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا "جو زیادہ بولتا ہے، اپنا پول کھولتا ہے۔ کم بولا کرو۔ میں تمھیں سوچنے کا موقع دیتا ہوں۔ تم نے صبح ہونے تک وہ تمام ثبوت واپس نہ کیے جو گولڈ مین کے خلاف ہیں تو صبح کے بعد تم اپنی حکومت کے سامنے سارہ آئزک نہیں بلکہ ایک مجرمہ لیلیٰ ثانی کی حیثیت سے پیش کی جاؤ گی۔"

میں نے ریسیور رکھ دیا اور اس کے دماغ کی طرف توجہ لگائی۔ وہ ہیلو ہیلو کہتی ہوئی کریڈل پر ہاتھ مار رہی تھی۔ پھر اس نے ریسیور کو پٹخ دیا۔ سوچنے لگی "یہ کون ہے۔ اسے کیسے معلوم ہوا کہ میں لیلیٰ ثانی ہوں۔ یہ راز تو کوئی نہیں جانتا۔ میں صرف حبیبہ الخیری جانتی ہے۔ ہاں۔ یاد آیا، فرہاد کو بھی معلوم ہے اور کوئی نہیں جانتا۔ یہ گولڈ مین کیسے... یہ اس کی ذاتی انسائیکلو پیڈیا کیا چیز ہے۔ کیا واقعی ایسی انسائیکلو پیڈیا تیار کی ہے جس میں مجرموں کے ... چھپے ہوئے ہیں۔ پھر بھی یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ میرا ... کو کیسے معلوم ہوا؟"

میں نے اس کی اپنی سوچ میں کہا "ہم بڑ... میں مبتلا رہتے ہیں لیکن ہم سے کہیں نہ کہیں ایسی چوک ... ہے جو کسی بلیک میلر کے لیے فائدہ مند ثابت ہو ... سکتا ہے لیلیٰ ثانی کی حیثیت سے بارہا رول پلے کر... کوئی ایسی غلطی ہو گئی ہو جو کسی دشمن کی نظر میں آ گئی ... ثبوت کے طور پر ریکارڈ کر لی گئی ہو۔ اب وہ ریکارڈ ... مین کے پاس ہے۔ تبھی وہ اتنے یقین سے دھمکی ..."

وہ الجھن میں پڑ گئی تھی۔ اس دوران میں نے ... ذریعے اپنے ایک ماتحت کو حکم دیا کہ میرے لیے بنگلا ... کرے۔ میں بنگلے میں تنہا ہوں اس لیے وہ بھی تنہا آئے ... پر بھروسہ نہیں کروں گا۔

ریسیور رکھنے کے بعد پھر لیلیٰ کے دماغ میں ... وقت وہ سوچ رہی تھی "جس شخص کو میرا اصلی نام معلوم ہے، وہ یقیناً صبح ہونے تک مجھے کسی ایسی مصیبت ... سکتا ہے جس کے متعلق میں ابھی سوچ بھی نہیں سکتی ...

...مسئلہ حل کرنا ہے کہ اسے میرا اصلی نام کیسے معلوم ہوا؟"

وہ بڑی ضدی تھی۔ کسی سے شکست تسلیم کرنا، کسی کے آگے جھکنا اس کی فطرت کے خلاف تھا۔ وہ سوچنے لگی "صبح سے پہلے میں ساتویں گولڈ مین کو یا تو اغوا کروں گی یا ہمیشہ کے لیے ختم کر دوں گی۔ نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔"

اس کے بڑے خطرناک ارادے تھے۔ ساتویں گولڈ مین کو ... زندہ رکھنا تھا تاکہ اس کے ذریعے مزید معلومات حاصل ... لیکن چونکہ میں وادیٔ قاف کے سلسلے میں الجھا ہوا تھا اس لیے ساتویں گولڈ مین کی طرف زیادہ توجہ نہیں دے رہا تھا لیکن ... میرا ہی تھا۔ کب تک مجھ سے بچ سکتا تھا۔ میں نے ... در پردہ ڈھیل دے رکھی تھی۔ یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ وہ لیلیٰ ثانی ... ہوں مارا جائے۔

اس وقت وہ سوچ رہی تھی "اس پاکستانی میکی کے ... بہت وسیع ہیں۔ میں یہاں اجنبی ہوں۔ اس کے ذریعے ... کام نکال سکتی ہوں۔ اس کے ذریعے ساتویں گولڈ مین ... ابھی کر سکتی ہوں۔ اسے مجاہدوں کے حوالے کر سکتی ہوں۔ وہیں ... بہت کچھ اگلوا سکتی ہوں۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "اگر کرسٹوفر میکی کے ذریعے ... نہیں تک اس ساتویں گولڈ مین کو پہنچاؤں گی تو سب مجھ سے ... جائیں گے کہ سارہ آئزک ایک یہودی لڑکی ہے۔ مجاہدوں پر کیوں ... کر رہی ہے۔ کس رشتے سے، کس جذبے سے اعتماد کر رہی ہے؟"

وہ ایک گہری سانس لے کر اپنے طور پر سوچنے لگی۔ "اگر وہ ... میکی واقعی پاکستانی ثابت ہوا اور میں نے یہ دیکھا کہ ... بھی اس پر اعتماد کرتے ہیں تو میں اپنے آپ کو لیلیٰ ثانی ... ثابت ظاہر کر دوں گی۔"

میں مسکرانے لگا، لیکن دوسرے ہی لمحے میری مسکراہٹ ... گئی۔ وہ سوچ رہی تھی "مجھے ہوٹل میں نہیں رہنا چاہیے۔ ... گولڈ مین کے آدمی میری نگرانی کر رہے ہوں گے۔ وہ مجھے ... پہنچانے کے متعلق بھی سوچ سکتے ہیں۔ لہٰذا مجھے فوراً ... سے نکل کر پاکستانی میکی کے پاس پہنچنا چاہیے۔ میں آج کی ... اس کے بنگلے میں گزاروں گی۔"

یہ سنتے ہی میری کھوپڑی چکرا گئی۔ اگرچہ وہ بے حد حسین ... اس کی قربت سے خیال خوانی کی تھکن دور ہو جاتی تھی اور ... بہل جاتا تھا، جیسے اچانک خزاں میں بہار آ گئی ہو لیکن وہ ... بڑی مشکل پڑتی۔ بنگلے میں رات کو رہنے کا مطلب یہ ہوتا ... میرے سونے کا انتظار کرتی اور کرسٹوفر میکی سے تعلق ... تمام دستاویزات اور اہم چیزیں چرا کر لے جانے کی کوشش کرتی۔

میں نے اس کے دماغ میں سوچ پیدا کی "وہ پاکستانی میکی شاید مجھے اپنے گھر میں گھسنے بھی نہ دے۔ کیونکہ میں اس کے بیڈ روم کا مقفل دروازہ کھول کر چوروں کی طرح اندر گئی۔ پھر اسے ریوالور کی زد میں لے کر اس کی آئرن سیف سے تمام دستاویزات لے جانے کی کوشش کی۔ میں نے اسے باتھ روم میں بند کیا تھا۔ اب وہ مجھے اپنے گھر کے آس پاس بھی دیکھنا گوارا نہیں کرے گا۔ وہ پہلے ہی کہہ چکا ہے کہ مجھ سے باہر ملاقات کر سکتا ہے لیکن گھر میں نہیں۔"

وہ اس سوچ کے ساتھ ہی کہنے لگی "اونہہ، کیسے گھر میں گھسنے نہیں دے گا۔ وہ تو میرے قدموں میں آنکھیں بچھائے گا۔ جب پہلی نظر میں ہی اتنا فری ہو رہا تھا۔ اپنے عشق کا اظہار ہی نہیں شادی کی بھی پیشکش کر رہا تھا تو مجھے کیسے گھر میں نہیں آنے دے گا۔ میں ابھی اس کے گھر میں گھس کر دکھاؤں گی۔"

وہ اپنا سامان سمیٹ کر اٹیچی میں رکھنے لگی۔ وہاں سے نکلنے کی تیاری کر رہی تھی اور میں سوچ رہا تھا۔ اس بلا کو کس طرح روکوں؟

میں نے اس کی سوچ میں کہا "ابھی میرا یہاں سے نکلنا بہت بڑی غلطی ہو گی۔ ہو سکتا ہے ساتویں گولڈ مین کے آدمی میری تاک میں ہوں۔ مجھے فرار ہونے کا موقع نہ دیں۔ میں پاکستانی میکی کے ہاں جاؤں گی۔ تو وہ بھی دشمنوں کی نظروں میں آ جائے گا۔"

اس کی اپنی سوچ نے کہا "اگر وہ دشمنوں کی نظروں میں آ جائے گا تو اسے بچنے کے ہزاروں طریقے آتے ہیں۔ اس کے بے شمار ذرائع ہیں۔ اس کے ساتھ رہ کر میں بھی اپنی حفاظت کر سکوں گی ورنہ تنہا کہیں نہیں جا سکتی۔ اس اجنبی شہر میں کہاں جاؤں؟ یہاں مجاہدین کہاں چھپے رہتے ہیں؟ پھر وہ مجھ پر کیوں اعتماد کریں گے۔ میں کیسے انھیں اعتماد میں لوں گی۔ اس کے لیے بھی مجھے پاکستانی میکی کا تعاون درکار ہے۔"

میں طرح طرح سے اس کی سوچ، اس کے ارادے کو بدلنا چاہتا تھا اور وہ ان کے جوابات و دلائل سے پیش کر رہی تھی یعنی ہر صورت میں آنے کے لیے پر تول چکی تھی۔ اب اٹیچی میں سامان بھی بند ہو چکا تھا۔ وہ اسے اٹھا کر کمرے سے نکلنا ہی چاہتی تھی، یک بیک فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ وہ دروازے کے پاس رک گئی۔ پلٹ کر فون کی طرف دیکھا۔ پھر واپس آ کر اٹیچی کو قالین پر رکھتے ہی ریسیور کو اٹھا لیا۔ اس کے بعد بولی "ہیلو، یہ کمرہ نمبر تیئیس ہے۔"

دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔ وہ پوچھ رہی تھی "اس کمرے میں بولنے والی کا کوئی نام تو ہو گا جس کی

آواز میں رسیور پر سن رہی ہوں۔"

لیلیٰ نے پوچھا "اور مجھے فون کرنے والی کا بھی کوئی نام ہوگا؟"

دوسری طرف سے کھنکتی ہوئی ہنسی سنائی دی۔ پھر وہ بولی "پہلے میں ہی اپنا نام بتائے دیتی ہوں۔ میرا پہلا نام گونگی، دوسرا نام چادر، تیسرا نام ڈبل خنجر ہے۔ کچھ یاد آیا؟ تم مجھ سے کب اور کہاں مل چکی ہو؟ یہ کچھ زیادہ پرانی بات تو نہیں ہے؟"

ادھر فون پر گفتگو ہو رہی تھی اور میں چونک کر سوچ رہا تھا۔ یہ تو حدلیقہ کی نشانیاں ہیں۔ گونگی، چادر اور ڈبل خنجر۔ کیا حدلیقہ بولنے لگی ہے؟ میں نے فوراً ہی اس بولنے والی کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔

دوسرے ہی لمحے واپس اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ اس بولنے والی تک نہ پہنچ سکا۔ کیونکہ ایک طرف فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ دوسری طرف باہر دروازے پر کوئی کال بیل کا بٹن دبا رہا تھا۔ تیسری طرف رسونتی نے مخاطب کرنا شروع کیا تھا۔ میں نے پہلے تو ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو کرسٹوفر میکی از ہیئر۔"

دوسری طرف سے کوئی اجنبی زبان میں کچھ بولنے لگا۔ میں نے انگریزی میں پوچھا "کیسی، آپ نے کس نمبر پر فون کیا ہے؟"

اُدھر سے نمبر بتایا گیا۔ رانگ نمبر تھا۔ میں نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر تیزی سے چلتا ہوا بیرونی دروازے کی طرف جاتے ہوئے رسونتی سے پوچھا "تم کیا کہنا چاہتی ہو؟"

وہ بہت خوش تھی۔ کہہ رہی تھی "ہمارا بیٹا نیند میں ابّو، ابّو کہہ رہا ہے۔"

"اوہ رسونتی! کیا اتنی سی بات کے لیے تم نے مجھے ڈسٹرب کیا ہے؟"

"تمھیں اتنی سی بات نظر آتی ہے۔ یہ بات سونیا کے دماغ میں پہنچ کر بولو۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا "کیا اتنی رات کو وہ بھی جاگ رہی ہے؟"

"ٹارزن غلبا ہمیں سونے کب دیتا تھا۔ دنیا بھر کی باتیں ہوتی رہیں۔ ہم دونوں ابھی اپنے کمرے میں آئے ہیں۔ پارس میری گود میں تھا۔ اور علی تیمور سونیا کی گود میں۔ پھر پارس نے نیند کی حالت میں اچانک ابّو، ابّو کہنا شروع کیا۔"

میں بیرونی دروازے تک پہنچ چکا تھا۔ اسے کھولا تو میرا ایک خاص ماتحت کھڑا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ میں کھانے کا ایک پیکٹ تھا۔ میں نے اس پیکٹ کو لیتے ہوئے کہا "شکریہ، تم جاؤ، میں تنہائی چاہتا ہوں۔"

وہ بے چارا الٹے قدموں لوٹ گیا۔ میں نے دروازہ کو بند کیا۔ پھر سونیا سے کہا "یہاں بہت رات ہو چکی ہے میں سونا چاہتا ہوں۔ تم دونوں کو بھی آرام کرنا چاہیے۔ نیند پوری کی تو صبح تازہ دم رہو گی۔"

سونیا نے پوچھا "تم کیسے باپ ہو؟ تمھارا بیٹا پہلی بار منہ سے ابّو، ابّو کہہ رہا ہے اور تمھیں کوئی خوشی نہیں ہو رہی۔"

"بھئی مجھے اتنی خوشی ہو رہی ہے کہ میں یہاں بھنگڑا ڈالنے والا ہوں۔ پلیز، کچھ عقل کی بات کرو۔ بچے نیند کی حالت میں سانس کبھی ناک سے لیتے ہیں اور کبھی منہ سے۔ اور جب منہ سے سانس نکالتے ہیں تو دونوں ہونٹوں سے پھُوں پھُو کی آواز نکلتی ہے اس طرح بُو، بُو۔ ابّو، ابّو سمجھ میں آتا ہے۔"

"اتنی سی بات میں بھی سمجھتی ہوں لیکن بچے جو حرکتیں کرتے ہیں، وہ ماں باپ کو پیاری لگتی ہیں۔ والدین اپنے جذبات کے مطابق ان پیاری پیاری حرکتوں کو اپنی ذات سے منسوب کرتے ہیں۔ میں مانتی ہوں، کبھی ان کے منہ سے پھُوں پھُوں کی آواز نکلتی ہے۔ کبھی وہ ما، ما، ما کہتے ہیں۔ ایسا کہنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ ماں کو پکارتے ہیں یا ماں کے رشتے کو سمجھنے لگے ہیں۔ وہ معصوم تو قربت کو سمجھتے ہیں۔ انھیں قربت ماں کی، کسی آیا کی ملے یا اس معصوم کو خریدنے والی کسی دوسری ماں کی قربت مل جائے۔ وہ تو صرف محبت کو سمجھتے ہیں جو انھیں پہلے اس دنیا میں، ملتی ہے۔ تم کیسے سنگدل ہو ایک معصوم بچے کی محبت کو یا اس کی معصوم حرکتوں کو اپنی ذات سے منسوب نہیں چاہتے۔"

رسونتی نے کہا "رہنے دو سونیا، وہ بہت مصروف ہیں۔ انھیں ڈسٹرب نہ کرو۔ آخر باپ ہیں محبت تو ضرور ہوگی۔"

سونیا نے چڑ کر کہا "یہ باپ نہیں، ٹیلی پیتھی کے مارخاں ہیں۔ انھیں تو پتا نہیں اللہ میاں نے کیوں باپ بنایا۔ نہ یہ کبھی اچھے شوہر ثابت ہو سکتے ہیں اور نہ ہی ایک محبت کرنے والے باپ۔"

"کیوں ناراض ہوتی ہو۔ دراصل ان دو عدد پارس کو ایسی مائیں مل گئی ہیں کہ اب باپ کی ضرورت نہیں رہی۔ تم دونوں، ان بچوں کی ماؤں کی گنتی کرو۔ میں سونے جا رہا ہوں۔"

اب میرے دماغ میں چادر میں لپٹی ہوئی حدلیقہ گھوم رہی تھی۔ کیا اس نے اپنی آواز سنائی ہے۔ کیا اس نے قسم توڑ دی ہے۔ کیا وہی فون پر بول رہی تھی؟ میں اس کے پاس پہنچنا چاہتا تھا اور سونیا کے دماغ سے نکلنا چاہتا تھا۔ اسی وقت دروازے پر دستک سنائی دی۔ سونیا نے کہا "فرہاد! ابھی نہ جانا۔ دیکھو کون ہے؟"

اس نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔ ٹارزن غلبا کھڑا ہوا تھا۔ سونیا نے پوچھا "آئیے، کیا بات ہے؟"

وہ اندر آتے ہوئے بولا "اب تک تین ہیلی کاپٹر والوں نے بڑے بڑے بنڈل پھینکے ہیں۔ ان بنڈلوں میں دنیا بھر کے تحائف ہیں اور ایک ایک ٹرانسمیٹر ضرور ہے اور یہ پیغامات بھی آئے ہیں۔"

سونیا نے ان پیغامات کو اس سے لیتے ہوئے سوچ کے ذریعے کہا "تم موجود رہو۔ میں پڑھ رہی ہوں۔ سنتے رہنا۔"

"تم اور رسونتی پڑھتی بھی رہو اور سنتی بھی رہو۔ میں تھوڑی دیر بعد آکر معلوم کروں گا۔"

میں نے ان سے رخصت ہو کر فوراً ہی اس آواز والی کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ بہت دیر ہو چکی تھی لیکن جس کے لب و لہجے کو میں ایک بار گرفت میں لے لوں چاہے اس کے لیے دیر ہو جائے، وہ لب و لہجے والا مجھ سے دور نہیں ہو سکتا۔ میں ایک عورت کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ حدلیقہ نہیں تھی بلکہ حدلیقہ کے ساتھ ایک کمرے میں بیٹھی ہوئی تھی۔ تھوڑی دیر پہلے وہ دونوں ٹیلیفون بوتھ میں گئی تھیں اور وہاں سے سارہ آئزک سے فون کے ذریعے رابطہ قائم کیا تھا۔

اس عورت کی سوچ نے بتایا۔ شام کے بعد حدلیقہ کرسٹوفر میکی کے بنگلے سے واپس آئی تھی۔ اس نے تحریر کے ذریعے سارہ آئزک کا حلیہ بتایا۔ اس سے پہلے مجاہدین یہ معلوم کر چکے تھے کہ تل ابیب سے ایک سراغ رساں لڑکی آئی ہے جس کا نام سارہ آئزک ہے۔ دراصل جس ہوٹل میں لیلیٰ عرف سارہ آئزک ٹھہری ہوئی تھی وہاں کچھ مسلمان ملازم تھے۔ ان میں مجاہدین کی طرف سے جاسوسی کرنے والے بھی تھے جو وہاں کی رپورٹ مجاہدین تک پہنچاتے تھے۔ انھوں نے ہی سارہ آئزک کے متعلق بتایا تھا۔

مختصر یہ کہ جب حدلیقہ نے تحریر کے ذریعے سارہ آئزک کا حلیہ بتایا تو معلوم ہو گیا کہ وہ کہاں مل سکتی ہے۔ حدلیقہ اُسے وارننگ دینا چاہتی تھی کہ آئندہ وہ کرسٹوفر میکی کے بنگلے کے پاس نہ دیکھی جائے ورنہ زندہ نہیں رہے گی۔ یہ دھمکی دینے کے لیے حدلیقہ اس عورت کو اپنے ساتھ ٹیلیفون بوتھ میں لے گئی تھی کیونکہ خود بول نہیں سکتی تھی۔ اپنی قسم کی پابند تھی۔ تحریر کے ذریعے حدلیقہ نے اس عورت کو بتایا۔ وہ عورت کہتی رہی۔ گویا حدلیقہ ابھی تک اسرار کی چادر میں چھپی ہوئی تھی۔ میں نے اسرار اس لیے کہا کہ اس کے دماغ تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ جس کے دماغ تک نہیں پہنچ سکتا تھا وہ میرے لیے ایک چیلنج بن جاتا تھا اور میں اضطراب میں مبتلا ہو جاتا تھا کہ کسی طرح اس کے دماغ کے تمام دروازے اپنے لیے کھول کر رکھ دوں۔

میں لیلیٰ کے پاس پہنچ گیا۔ اس کے ذریعے پتا چلا کہ فون کرنے والی عورت نے وہی دھمکی دی ہے۔ یعنی سارہ آئزک آئندہ کرسٹوفر میکی کے بنگلے کی طرف نہ دیکھی جائے ورنہ اس کی زندگی کی ضمانت نہیں دی جا سکے گی۔

لیلیٰ اسی ہوٹل کے کمرے میں بیٹھی رہ گئی تھی۔ سوچ رہی تھی۔ یک نہ شد دو شد۔ ایک طرف ساتویں گولڈن کے آدمی پیچھے پڑ گئے تھے۔ دوسری طرف پُراسرار چادر والی نے دھمکی دی تھی۔ اس اجنبی شہر میں ان دھمکیوں کے پیش نظر باہر نکلنا سراسر حماقت ہوتی۔ اس لیے وہ بیٹھ کر سوچ رہی تھی کہ اگلا قدم کیا ہونا چاہیے؟

میں نے اس کی سوچ میں کہا "دانشمندی یہی ہوگی کہ ہوٹل سے نہ نکلوں۔ رات بھر آرام سے سوتی رہوں۔ صبح دیکھا جائے گا۔"

لیکن اسے قرار کہاں تھا۔ وہ کبھی سکون سے سو نہیں سکتی تھی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر ہوٹل کے ایکسچینج سے رابطہ قائم کیا۔ پھر میرا نمبر بتایا۔ میں نے سر پکڑ لیا۔ وہ مجھ سے رابطہ قائم کر رہی تھی۔

فون کی گھنٹی بجی۔ میں نے ریسیور اٹھا کر کہا "کرسٹوفر میکی از ہیئر۔"

"میں سارہ بول رہی ہوں۔"

"بولو۔ آدھی رات کو بھی بولو۔ ذرا گھڑی دیکھ لو۔ میرا خیال ہے تم صبح تک بولتی رہو گی اور مجھے بھی نہیں سونے دو گی۔"

"کیا یہی تمھاری محبت ہے۔ ابھی سے بیزار ہو گئے۔"

"محبت بھری باتیں کر کے اُلّو نہ بناؤ۔ بولو کس لیے فون کیا ہے؟"

"وہ چادر والی کون تھی؟"

"کیا اتنی رات کو چادر والی یاد آ رہی ہے اور مجھے بھی یاد دلا رہی ہو؟"

"تم ایسے بول رہے ہو جیسے گہری نیند سو رہے تھے اور میں نے بیدار کر دیا۔"

"سو نہیں رہا تھا۔ سونے جا رہا تھا۔ مجھے نیند آ رہی ہے۔"

"جھوٹ نہ بولو۔ میں فون پر بھی آواز کے ذریعے اندازہ کر سکتی ہوں کہ تم سونے والوں میں سے نہیں ہو۔ پتا نہیں رات کو جاگ جاگ کر کیا کرتے رہتے ہو؟"

"بس سارہ! تمھاری باتوں کا جواب دینا ہی پڑے

گا۔ وہ چادر والی مجاہدین میں سے ایک ہے۔ وہ سب میری حفاظت کرتے رہتے ہیں۔ کیوں حفاظت کرتے ہیں؟ یہ تمہیں بتا چکا ہوں۔ معلوم ہوتا ہے تم فون کے ذریعے اس قسم کی باتیں کرتی رہو گی اور بہت جلد مجھے کرسٹو فریکی کے اس بنگلے سے نکلوا دو گی۔ ظاہر ہے اصل کرسٹو فریکی مجھے چار آدمیوں کے کاندھے پر ہی یہاں سے نکالے گا۔"

"تم اتنے بزدل تو نہیں ہو۔"

"کیا میں نے تمہاری تسلی کر دی ہے؟ اب ریسیور رکھ دوں؟"

"نہیں، ابھی میں ٹھنڈی آہیں بھرنا چاہتی ہوں۔ پتا نہیں کیوں آدھی رات کے بعد تمہاری محبت کا یقین آ گیا ہے اور میں تمہیں تصور میں دیکھ رہی ہوں۔ تمہاری طرف دل کھنچا جا رہا ہے۔"

"تمہاری جیسی فراڈ لڑکی میں نے نہیں دیکھی۔ صاف کیوں نہیں کہتیں، کوئی مقصد حاصل کرنا ہے۔ یا ایک بار پھر میری آہنی تجوری پر ہاتھ صاف کرنے کا ارادہ ہے۔"

"میں کان پکڑ کر توبہ کرتی ہوں، کبھی تمہاری تجوری کو ہاتھ نہیں لگاؤں گی۔ اس کمرے میں بھی نہیں جاؤں گی۔ میں اپنے لیے یہاں خطرہ محسوس کر رہی ہوں۔ پلیز، کیا تم مجھے یہاں آ کر اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتے؟"

"کیا آج تک تم نے یہ سنا ہے کہ کوئی عقل مند مصیبت کے گھر گیا ہو اور اس مصیبت کو گلے لگا کر گھر لے آیا ہو۔ ایسا تو صرف نکاح پڑھوانے والے کرتے ہیں۔"

"تم نے یہ بھی سنا ہو گا کہ جو لوگ مصیبت کو منہ نہیں لگاتے، مصیبت ان کے گھر میں گھسی چلی آتی ہے۔ میں آ رہی ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے ریسیور رکھ دیا۔ میں نے بوکھلا کر اپنے ریسیور کو دیکھا، پھر سوچا۔ "یہ لڑکی قبر تک پیچھا نہیں چھوڑے گی۔"

میں نے فوراً ہی کریڈل پر ہاتھ رکھ کر دوسرے نمبر ڈائل کیے۔ میرے خاص ماتحت سے رابطہ قائم ہوتے ہی میں نے کہا۔ "تین چار لڑکیوں کو میرے بنگلے میں لے آؤ۔"

میرے ماتحت نے بوکھلا کر پوچھا۔ "سر! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

"جو کہہ رہا ہوں، اس پر عمل کرو۔ یہاں سارہ آٹرک پہنچنے والی ہے۔ میں اسے اپنے گھر سے بھگانا نہیں چاہتا اور نہ ہی اتنا موقع دینا چاہتا ہوں کہ وہ ہمارے متعلق زیادہ تحقیقات کر سکے۔"

"میں سمجھ گیا لیکن سر، یہ عورتیں آپ کے بنگلے میں کیا کریں گی؟"

"یہ تو جانتے ہو کہ ایک عورت دوسری عورت کو پسند نہیں کرتی۔ اور مرد کے معاملے میں ایک عورت دوسری عورت کو برداشت نہیں کرتی۔ لہٰذا صبح تک سارہ آٹرک اور وہ عورتیں آپس میں نمٹتی رہیں گی اور میں آرام سے سوتا رہوں گا۔"

میں نے ریسیور رکھ کر کھانے کا پیکٹ کھولا اور فوراً ہی شروع ہو گیا۔ پتا نہیں بعد میں کھانا نصیب ہوتا بھی ہے یا نہیں۔ کھانے کے دوران میں نے سونیا کے دماغ میں پہنچ کر معلومات حاصل کیں۔ وہ تین ہیلی کاپٹر جو بڑے بڑے بنڈل گرا کر گئے تھے اور اپنا پیغام چھوڑ گئے تھے، ان پیغامات کا متن ایک ہی تھا۔ اور وہ یہ کہ ٹارزن غلبا سے دوستی کرنا چاہتے ہیں۔ اس سلسلے میں دیگر تحائف کے ساتھ ٹرانسمیٹر بھیج رہے ہیں تاکہ ان کی فریکوئنسی پر رابطہ قائم کر کے گفتگو آگے بڑھائی جا سکے۔

ان تین ہیلی کاپٹروں میں سے ایک سپر ماسٹر کی طرف سے، دوسرا ماسک مین کی طرف سے اور تیسرا جنیوا ریڈ کراس سوسائٹی کی طرف سے آیا تھا۔ سونیا نے تینوں ٹرانسمیٹرز کے ذریعے ان سے رابطہ قائم کرنے کے بعد کہا تھا۔ "میں سونیا بول رہی ہوں۔ یہ اطلاعاً عرض ہے کہ جو طیارہ نیپال سے چلا اور وادیٔ قاف تک پہنچا، اس میں اناامیریا سفر کر رہی تھی۔ وادیٔ قاف میں پہنچ کر وہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو چکی ہے۔ اس کی جگہ سونیا نے جنم لیا ہے لہٰذا اس اطلاع کے بعد میں رابطہ ختم کرتی ہوں، ت بہت ہو چکی ہے۔ اہم گفتگو کل صبح ہو گی۔"

اس نے سبھی کو یہی جواب دیا تھا اور صبح تک کے لیے ٹال دیا تھا۔ اب وادیٔ قاف میں ٹارزن غلبا سے رابطہ قائم کرنے والوں اور ہیلی کاپٹر کے ذریعے آنے والوں کی تعداد چھ ہو گئی تھی۔ ایک بلیک شیڈز جس کے ڈیلی گیٹ کرسٹو فریکی نمبر دو نے کوہِ قاف کی فضا میں ہیلی کاپٹر کے ذریعے پرواز کی تھی اور سب سے پہلے تحائف کے طور پر ایک بہت بڑا بنڈل پھینکا تھا اور خیر سگالی کا پیغام بھی بھیجا تھا۔ دوسرا اسرائیل کا تھا، جو وہاں پہنچنے والا تھا۔ تیسرا بھارتی ہیلی کاپٹر جو ثباتہ کو لے جانے والا تھا۔ چوتھا سپر ماسٹر، پانچواں ماسک مین اور چھٹا جنیوا ریڈ کراس سوسائٹی کا تھا۔ کل تک کتنے آنے جانے والے تھے اور رابطہ قائم کرنے کے متمنی تھے، یہ آنے والا وقت ہی بتا سکتا تھا۔

میں نے سونیا اور رسونتی سے کہا۔ "اب آرام سے سو جاؤ ہم سب کو نیند پوری کر کے صبح تازہ دم رہنا ہے۔"

میں ان کے پاس سے آ گیا۔ ابھی آرام سے سو نہیں سکتا تھا۔ ایک طرف ثباتہ، دوسری طرف مرجانہ اور بلیا سفر کر رہے تھے یہ معلوم کرنا ضروری تھا کہ وہ سفر کے دوران بھی بخیریت ہیں یا نہیں پھر یہ کہ بڑی دیر سے میں نے سجاد کی خبر نہیں لی تھی۔ اس کے بارے میں بھی معلوم کرنے کے بعد میں آرام سے سو سکتا تھا لہٰذا میں نے مرجانہ کی خیریت پہلے معلوم کی۔

اسی کو کہتے ہیں ناگہانی مصیبت۔ وہاں خیریت نہیں تھی۔ وہ ہیلی کاپٹر جس میں وہ بلیا کے ساتھ اسرائیل کے پانچ نہایت معصوم اور دوست نواز یہودیوں کے ساتھ سفر کر رہی تھی، اب پرواز کرتا ہوا واپس اسرائیل کی طرف جا رہا تھا۔

میں نے پوچھا۔ "مرجانہ! یہ کیا ہو رہا ہے؟"

اس نے جواب دیا۔ "پائلٹ کہہ رہا تھا، ہیلی کاپٹر میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی ہے، واپس جانا ضروری ہے ورنہ راستے میں حادثہ پیش آ سکتا ہے۔"

"پائلٹ سے گفتگو کرو۔ میں اس کے دماغ میں پہنچوں گی۔"

اس نے پائلٹ کو مخاطب کیا۔ پائلٹ نے جواب دیا تو میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کے لاشعور میں ایک سرخ ننھی سی روشنی جلتی بجھتی جا رہی تھی۔ اس کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا۔ میں نے اس کی سوچ میں پوچھا۔ "ہیلی کاپٹر میں کیا خرابی پیدا ہو گئی ہے؟"

اس کی اپنی سوچ نے جواب دیا۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا کیا خرابی ہے۔ مجھے احساس ہو رہا ہے کہ یقیناً کوئی ایسی خرابی ہے جو ہمیں نقصان پہنچا سکتی ہے۔ میں اپنا شبہ دور کرنے کے لیے واپس لے جا رہا ہوں۔"

اس کی سوچ کے دوران ہیلی کاپٹر تل ابیب کی فضاؤں میں پرواز کرنے لگا تھا اور اب اترنے ہی والا تھا۔ میں نے کاہال تنظیم کے سربراہ ری مونڈیل کے دماغ کی طرف چھلانگ لگائی۔ اس کے دماغ کو ٹٹولا، پتا چلا۔ اسے اس سلسلے میں کچھ نہیں معلوم ہے۔ بس اتنی اطلاع ملی ہے کہ ہیلی کاپٹر واپس آ رہا ہے اور اب یہاں اترنے ہی والا ہے۔

اتنی خیال خوانی سے ظاہر ہو رہا تھا کہ اس ہیلی کاپٹر کے واپس آنے میں کوئی سازش نہیں ہے۔ اگر سازش ہوتی تو میں ان کے دماغ سے معلوم کر لیتا۔ اس کے باوجود جانے کیوں میرا دل مطمئن نہیں ہو رہا تھا۔ کوئی بات میرے دماغ میں چبھ رہی تھی۔ میں نے اپنے دماغ کو ٹٹولنا شروع کیا۔ پتا چلا میں ہر ایک کے دماغ میں پہنچ سکتا ہوں لیکن ربی اسفندیار کے دماغ میں اس کی اجازت کے بغیر نہیں پہنچ سکتا اور چپکے سے کوئی راز معلوم کرنا چاہوں تو اسے میری موجودگی کا احساس ہو جائے گا۔ یہی بات میرے دماغ میں کھٹک رہی تھی۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا۔ ویسے تو اسرائیل میں کسی بھی حاکم یا کسی بھی آفیسر نے میرے سلسلے میں کسی طرح کی سازش نہ کرنے کی قسم کھا رکھی تھی۔ وہ سب اپنی جگہ دیانت دار ہو سکتے تھے لیکن ایک ربی اسفندیار ایسی سازشیں کر سکتا تھا جس کی خبر مجھے نہیں ہو سکتی تھی۔

میرے دماغ میں ایک بات آئی۔ کیوں نہ دوسرے اسرائیلی افسران کے دماغوں کو بھی ذرا ٹٹول لیا جائے۔ یہ سوچتے ہی میں سیکرٹ سروس کے چیف آفیسر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پھر اس کے دماغ کو ٹٹولتے ہی چونک پڑا۔ وہ اس وقت ایک خوبصورت سی کوٹھی میں داخل ہو رہا تھا۔ کوٹھی کے آس پاس مسلح افراد کا پہرہ تھا اور اس کوٹھی کے اندر فرہاد علی تیمور موجود تھا۔

میں نے فوراً ہی سجاد کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ پتا چلا، وہ اپنی جگہ گہری نیند سو رہا ہے۔ میں نے اس کی نیند میں مداخلت نہیں کی۔ واپس چیف آفیسر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس وقت تک وہ ایک خوبصورت سے بیڈ روم میں آ گیا تھا۔ وہاں ایک فرہاد علی تیمور ایزی چیئر پر بیٹھا ہوا تھا۔ دوسرے کئی لوگ تھے۔ وہ سب چیف آفیسر کو رپورٹ سنا رہے تھے۔ ایک نے کہا۔ "ہم نے اچھی طرح ان کو چیک کیا ہے۔ یہ فرہاد صاحب ہیں۔"

چیف آفیسر نے سر سے پاؤں تک اس فرہاد کو دیکھا۔ قد، جسامت، شکل و صورت، آواز، لب و لہجہ سب ویسا ہی تھا۔ ایک شخص محدب شیشہ لیے کھڑا ہوا تھا۔ اس نے کہا۔ "میں نے اچھی طرح معائنہ کیا ہے۔ یہ میک اپ میں نہیں ہیں یہ یقیناً ہمارے دوست فرہاد صاحب ہیں۔"

چیف آفیسر نے آگے بڑھ کر مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "مسٹر فرہاد علی تیمور! مجھے افسوس ہے، آپ کو ایسے مرحلوں سے گزرنا پڑا۔ آپ تو جانتے ہی ہیں، دشمن آپ کی ڈمی تیار کر لیتے ہیں اور ہم پریشان ہوتے ہیں۔"

اس ڈمی فرہاد نے خوشدلی سے کہا۔ "کوئی بات نہیں۔ میں پہلے بھی آپ کا دوست تھا۔ آج بھی دوست ہوں اور دوستانہ جذبے کے ساتھ ہر آزمائش سے گزر سکتا ہوں۔"

اس کی آواز اور اس کا لب و لہجہ سنتے ہی میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ تب انکشاف ہوا۔ یہ وہی ڈمی فرہاد تھا جسے بلیک شیڈز نے اعلیٰ بی بی کے ساتھ بابا صاحب کے ادارے میں بھیجا تھا۔ اعلیٰ بی بی نے کہا تھا کہ وہ بھی بلیک شیڈز کے اس ڈمی جیسے کو ایسا چکر دے گی کہ بلیک شیڈز یاد رکھے گا اور اس نے چکر دیا تھا۔ اس ڈمی فرہاد کو کسی کام سے بابا صاحب کے ادارے کے باہر بھیجا تھا اور مختلف ذرائع سے پیرس کی کاہال تنظیم کی برانچ میں اطلاع پہنچائی تھی کہ فرہاد پیرس کی طرف آ رہا ہے۔ بس اتنا ہی کافی تھا۔ اس کے بعد وہ ادارے میں واپس

نہ جاسکا، راستے ہی میں اغوا کرلیا گیا۔

دوسری طرف چیف آفیسر کو اطلاع ملی تھی کہ مسٹر فرہاد علی تیمور ہاتھ آ گئے ہیں اور انھیں فوراً ہی تل ابیب پہنچایا جارہا ہے۔ چیف آفیسر نے سوچا "اگر یہ بات ابھی اپنے خاص آدمیوں کو بتائی جائے گی تو رسونتی کسی نہ کسی کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کرلے گی کہ فرہاد پھر یہودیوں کے ہتھے چڑھ رہا ہے لہٰذا اس نے ربی اسفندیار کو اس کی اطلاع دی۔ ربی نے چیف آفیسر کو تاکید کردی کہ یہ بات کسی اور کو اس وقت تک نہ معلوم ہو جب تک فرہاد علی تیمور تل ابیب نہ پہنچا دیا جائے۔

اس بات کو اپنوں سے بھی راز میں رکھنے کا مقصد یہی سمجھ میں آیا کہ ان کا ربی کوئی سازش کرنا چاہتا ہے۔ اس نقطۂ نظر سے سوچنے کے بعد یہ بات سمجھ میں آتی تھی کہ ہیلی کاپٹر واپس کیوں لایا گیا۔

ایک سوال اور پیدا ہوتا ہے، وہ ہیلی کاپٹر واپس کیسے آیا جبکہ پائلٹ کو واپس لانے کے لیے حکم نہیں دیا گیا تھا۔ وہ کوئی خرابی محسوس کر رہا تھا۔ میں نے ایک بار پھر پائلٹ کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ وہاں پہنچا تو اس کے لاشعور میں ایک ننھی سی سرخ روشنی جلتی بجھتی دکھائی دی۔ اس روشنی کے ذریعے اسے خطرے کا احساس ہو رہا تھا۔ وہ سمجھ رہا تھا، ہیلی کاپٹر میں کوئی خرابی پیدا ہوگئی ہے۔

پھر سوال پیدا ہوتا تھا۔ لاشعور میں اگر کوئی سرخ ننھی سی بتی جلتی بجھتی محسوس ہوتی ہو تو یہ بات کیسے سمجھ میں آتی ہے کہ ہیلی کاپٹر میں کوئی خرابی پیدا ہوگئی ہوگی؟

میں پھر ایک بار چیف آفیسر کے دماغ میں پہنچا۔ وہ ڈمی فرہاد سے گفتگو کر رہا تھا۔ اسی وقت اطلاع ملی کہ ربی اسفندیار تشریف لائے ہیں۔ وہ فوراً ہی ڈمی فرہاد سے معذرت چاہتے ہوئے رخصت ہوگیا۔ اس کمرے سے نکل کر دوسرے کمرے میں پہنچا۔ ڈرائنگ روم میں ربی اسفندیار بیٹھا ہوا تھا۔ اسے دیکھتے ہی چیف آفیسر نے آگے بڑھ کے اپنے گھٹنے ٹیکے پھر ربی کے دائیں ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں لے کر بوسہ دیا۔ اس کے بعد رپورٹ سنانے لگا۔ رپورٹ یہی تھی کہ فرہاد علی تیمور کو اچھی طرح چیک کیا گیا ہے یہ اصلی فرہاد ہے، میک اپ نہیں ہے۔

تمام رپورٹ سننے کے بعد ربی نے کہا "قدرت ہمارا ساتھ دے رہی ہے۔ فرہاد پھر ہمارے ہاتھ آگیا ہے۔ دوسری طرف ٹارزغلبا کا بیٹا ٹارزبلبا اور اس کی ہونے والی بہو مرجانہ بھی ہمارے پاس دوبارہ پہنچ گئے ہیں۔"

چیف آفیسر نے ادب سے پوچھا "محترم ربی! میری الجھن دور کر دیجیے، وہ ہیلی کاپٹر کیسے واپس آگیا۔ آپ نے پائلٹ سے یا ہمارے ان پانچ نمائندوں سے کس طرح رابطہ قائم کیا جبکہ رسونتی کی طرف سے خدشہ تھا، وہ ہم میں سے کسی کے بھی رابطے کو خیال خوانی کے ذریعے معلوم کرلے گی۔"

"یہ ایک راز کی بات ہے، نہ پوچھو تو بہتر ہے۔"

"محترم ربی! میں سیکرٹ سروس کا چیف آفیسر ہوں۔ ملک کے اہم ترین راز میرے سینے میں دفن رہتے ہیں۔ کیا آپ مجھ پر اعتماد نہیں کریں گے؟"

"ضرور اعتماد کروں گا۔ بات اصل میں یہ ہے کہ جب رسونتی نے یہ شرط عائد کردی کہ یہاں سے ہمارا جو بھی نمائندہ جائے گا وہ ان کے دماغوں کو اچھی طرح پڑھے گی۔ مطمئن ہونے کے بعد انھیں وادیٔ قاف میں داخل ہونے کی اجازت دے گی۔ تب ہی میں نے اپنے دو خاص آدمیوں کو ہپناٹزم کے ذریعے اپنے قابو میں کیا۔ ایک پائلٹ تھا اور دوسرا ان پانچ نمائندوں میں سے ایک نمائندہ ہے۔ دونوں شعوری طور پر میرے ہپناٹزم کے عمل کو بھول چکے ہیں۔ میں نے تنویمی عمل کے دوران انھیں ہدایت کی کہ جو کچھ میں ان سے کہہ رہا ہوں وہ تمام باتیں تنویمی نیند کے بعد بھول جائیں گے البتہ جب بھی ان کی الیکٹرانک گھڑی میں ایک ننھا سا سرخ بلب جلتا بجھتا رہے گا تو وہ تنویمی عمل کے دوران ہدایات دینے والی تمام باتیں یاد کرلیں گے۔

چیف آفیسر نے پوچھا "آپ نے تنویمی عمل کے دوران کیا ہدایات دی تھیں؟"

"پہلے تو میں نے ان سے کہا تھا کہ ان کے ہاتھوں میں الیکٹرانک گھڑیاں ہوں گی۔ میں جب بھی ضرورت محسوس کروں گا ریموٹ کنٹرولنگ سسٹم کے ذریعے اس گھڑی میں سرخ سا بلب جلتا بجھنا شروع ہو جائے گا۔ اس کے بعد اس بلب کی روشنی کو دیکھتے ہی ان کے لاشعور میں سرخ روشنی جلتی بجھتی رہے گی۔ انھیں یاد آتا رہے گا کہ ایسے حالات میں کیا کرنا ہے۔ ہیلی کاپٹر کی پرواز کے دوران سرخ روشنی جلنے بجھنے لگے تو پائلٹ کو احساس ہوگا کہ خطرہ ہے۔ ہیلی کاپٹر میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی ہے لہٰذا اسے واپس اسرائیل لے جانا چاہیے تاکہ اسے دوبارہ اچھی طرح چیک کرنے کے بعد پرواز کی جاسکے۔"

چیف نے خوش ہو کر کہا "اوہ محترم ربی! واقعی آپ عظیم ہیں۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے آپ کی مرضی کے بغیر آپ کے دماغ میں پہنچ نہیں سکتے اور آپ ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو خوب بے وقوف بنا رہے ہیں۔ انھیں خوش فہمی میں مبتلا کر رکھا ہے کہ ہمارے جو نمائندے جا رہے ہیں وہ بالکل معصوم ہیں۔ اور کوئی سازش کرنا نہیں جانتے۔ جبکہ ان میں سے ہمارا ایک نمائندہ غیر شعوری طور پر ہمارے ملک کے لیے کام کرتا رہے گا۔ پلیز، ذرا یہ وضاحت کردیں کہ ہمارا وہ نمائندہ قاف پہنچنے کے بعد کس طرح ہمارے کام آسکتا ہے۔"

"بالکل اسی طرح، جب بھی مجھے ضرورت پڑتی میں ریموٹ کنٹرولنگ سسٹم کے ذریعے اس کی گھڑی کے ننھے سے بلب کو آن کرتا رہتا۔ اس طرح اس کے لاشعور میں سرخ روشنی جلنے بجھنے لگتی اور اسے یاد آتا کہ اپنے ملک کے مفاد میں کس طرح کوئی سازشی چال چلنی چاہیے۔ کن لوگوں کو اپنی حمایت میں لینا چاہیے یا کن لوگوں کو راستے سے ہٹا دینا چاہیے۔"

چیف آفیسر نے کہا "کمال ہے۔ آپ نے ایسا طریقۂ کار اختیار کیا ہے کہ رسونتی کی ٹیلی پیتھی ہمارے سامنے بے کار ہوگئی۔"

ربی نے کہا "اب فرہاد کی آمد کو راز میں نہ رکھا جائے۔ ہمارے حکام اور افسران کو اطلاع دے دی جائے۔ رسونتی مجھ سے رابطہ قائم کرے گی تو میں اسے فرہاد کے یہاں آنے کی خوشخبری سناؤں گا تاکہ وہ خیال خوانی کے ذریعے فرہاد سے بھی رابطہ قائم کرے۔ دوسری طرف یہی تاثر دیا جائے کہ ہیلی کاپٹر میں واقعی خرابی پیدا ہوچکی ہے۔ دوسرا ہیلی کاپٹر چونکہ موجود نہیں ہے اس لیے مرجانہ اور بلبا کو کل سے پہلے روانہ نہیں کیا جاسکتا۔ ہم ان سب کو کسی نہ کسی بہانے روکے رکھیں گے۔ رسونتی کو ابھی یہ احساس نہ ہونے دیا جائے کہ ہم ان کو بلاوجہ روک رہے ہیں۔"

چیف آفیسر نے پوچھا "اگر رسونتی نے میرے دماغ میں جھانکنا شروع کیا تو؟"

"تم ابھی میرے ساتھ چلو گے۔ رات زیادہ ہوچکی ہے۔ میں تمھیں تنویمی نیند سلاؤں گا اور تمھارے دماغ کو اپنے کنٹرول میں رکھوں گا۔ رسونتی تمھارے پاس آئے گی تو ہماری چالوں کو نہیں سمجھ سکے گی۔"

میں ان کی باتوں کو سن رہا تھا اور دل ہی دل میں کہہ رہا تھا "یا خدایا! تیری دنیا میں کیسے عجائبات ہیں، سب سے بڑا عجوبہ انسان ہے جو کسی کے بس میں نہیں رہتا۔ کسی کے دباؤ میں نہیں آتا۔ ٹیلی پیتھی جیسا حیرت انگیز اور دہشت زدہ کرنے والا علم بھی اسے مرعوب نہیں کرتا۔ اس علم سے بچنے کے لیے وہ اپنی ذہنی صلاحیتوں کو کتنی طرح آزماتا ہے۔ کیسے ٹیلی پیتھی سے محفوظ رہتا ہے۔ یہ میں اپنی زندگی میں دیکھتا آرہا تھا اور آئندہ جانے کیا کچھ دیکھنے والا تھا۔

ربی اسفندیار نے تنویمی عمل اور ریموٹ کنٹرولنگ سسٹم کو ملا کر جو ایک نیا طریقۂ کار اختیار کیا تھا وہ واقعی قابلِ تعریف تھا۔ اب ریموٹ کنٹرولنگ کا مطلب یہ نہیں تھا کہ اسرائیل میں بیٹھ کر اس شخص کو کنٹرول کرتا جو وادیٔ قاف میں موجود رہتا۔ اتنے طویل فاصلے سے کنٹرولنگ ممکن نہیں تھی البتہ خلائی سیارے کے ذریعے ممکن تھی لیکن ربی اسفندیار کی پلاننگ کے مطابق جو اسرائیلی سراغرساں وادیٔ قاف کے اطراف پڑاؤ کرنے والے تھے ان میں سے کوئی کنٹرولنگ کا طریقہ اپنے ہاتھ میں رکھتا اور وہیں سے اس شخص کو کنٹرول کرتا جو اسرائیلی نمائندے کی حیثیت سے وادیٔ قاف میں ٹارزغلبا اور رسونتی وغیرہ کے قریب رہتا۔

میں نے سونیا کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ وہ اور رسونتی سو رہی تھیں۔ انھیں بیدار کرنا مناسب نہیں تھا۔ لیکن یہ بات پریشان کر رہی تھی کہ مرجانہ اور بلبا قیدی بنائے جارہے تھے۔ میں مرجانہ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ گیسٹ ہاؤس میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے سامنے بلبا کی مرہم پٹی ہو رہی تھی۔ باقاعدہ علاج کیا جارہا تھا۔ اسے دوستانہ سلوک سے مطمئن کیا جارہا تھا۔ میں نے مرجانہ کو مخاطب کیا۔ وہ بولی "میں بلبا کے ساتھ جاتے جاتے واپس آگئی ہوں۔ سمجھ میں نہیں آتا، کیا چکر ہے۔"

"شاید ہیلی کاپٹر میں کوئی خرابی پیدا ہوگئی ہے۔ یہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں؟"

"اور کیا کہیں گے مجبوری ظاہر کر رہے ہیں۔ کہتے ہیں، دوسرا ہیلی کاپٹر نہیں ہے۔ اب ہماری روانگی کا انتظام کل تک ہوسکے گا۔"

"حالات مجبور کریں تو صبر کرنا چاہیے۔"

"کیا خاک صبر کروں۔ تم نے خواہ مخواہ مجھے یہاں پہنچا دیا۔ یہ دادی اماں کی طرح ہمیں مشورے کیوں دیتی رہتی ہو۔ مانا کہ ٹیلی پیتھی جانتی ہو لیکن اتنی ذہین تو نہیں ہو کہ دشمنوں کی چالوں کو سمجھ کر منصوبہ بندی کرسکو۔"

"تم خواہ مخواہ ناراض ہو رہی ہو۔ انشاءاللہ کل تک تمھاری روانگی کا انتظام ہو جائے گا۔"

"اور اگر نہ ہوا تو کل سے تل ابیب میں وہی ہنگامے شروع ہوں گے جن کی مثالیں پچھلے دنوں سونیا پیش کرچکی ہے۔"

"دیکھو مرجانہ! کوئی حماقت نہ کرنا۔ جلد بازی میں کوئی قدم اٹھاؤ گی تو ہم سب مشکلات میں پڑ جائیں گے۔"

"اب میں تمھاری کوئی بات نہیں سنوں گی۔ فوراً سونیا سے مشورہ کرو اور مجھے بتاؤ۔"

"سونیا گہری نیند میں ہے۔ کیا اسے اٹھانا مناسب ہے؟"

"صبح مشورہ لے لینا۔ فی الحال میرے دماغ سے جاؤ۔ میں تمھیں برداشت نہیں کرسکتی۔"

میں اس کے دماغ سے چلا آیا۔ عجب ضدی عورتوں سے پالا پڑتا رہتا تھا۔ سونیا، مرجانہ اور لیلیٰ ثانی ضد میں کسی سے کم نہیں تھیں۔ رسونتی کی ضد اور مخالفت نے اسے اچھا سبق سکھایا تھا۔ اب وہ قدرے نرم پڑ گئی تھی۔ ایک حدیقہ سے واسطہ پڑتا تھا۔ وہ بھی گونگی، بہری اور پردہ نشین ہونے کی ضد پر قائم تھی۔ پتا نہیں آگے چل کر کیا فیصلہ کرنے والی تھی۔ ثباتہ کس قدر ضدی طبیعت رکھتی ہے؟ اس کا اظہار ابھی تک نہیں ہوا تھا لیکن میں اس کے دماغ میں رہ کر معلوم کرسکتا تھا۔ ایک تو وہ قاف کی شہزادی تھی۔ باپ کی اکلوتی بیٹی اور بھائی کی لاڈلی بہن تھی۔ جنگجویانہ مزاج رکھتی تھی۔ لڑنے مرنے میں کسی سے پیچھے نہیں تھی۔ جنگ کے سلسلے میں قدیم ہتھیار تلوار سے لے کر جدید ہتھیاروں کو بھی بڑی مہارت سے استعمال کرنا جانتی تھی۔ فری اسٹائل میں اپنا جواب نہیں رکھتی تھی۔ جوڈو کراٹے، گھڑ سواری اور ڈرائیونگ وغیرہ کون سا ایسا ہنر تھا جو اسے بچپن سے اب تک سکھایا نہیں گیا تھا۔ جنگجو قوم کی بیٹی یہی سب کچھ سیکھتے رہنے میں اپنی زندگی گزارتی چلی آرہی تھی۔

میں ثباتہ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایک آرام دہ طیارے میں سفر کررہی تھی اور النقرہ پہنچنے والی تھی۔ اس کے دماغ میں رہ کر مجھے یاد آیا کہ اس نے اتنا کچھ سیکھنے کے بعد ایک بات اپنی گرہ میں باندھ رکھی ہے۔ اس کے باپ نے اسے سمجھایا تھا۔ "چاہے کتنی ہی صلاحیتوں کی مالک بن جاؤ۔ لڑنے کا موقع آئے تو ہمیشہ دماغ کو ٹھنڈا رکھو۔ بڑی تحمل مزاجی سے دشمن کا سامنا کرو۔ جیت ہمیشہ تمھاری ہوگی۔"

یہی وجہ تھی کہ وہ اکثر چپ رہتی تھی۔ کسی سے زیادہ بولتی نہیں تھی۔ کسی سے الجھتی نہیں تھی۔ میں نے اسے مخاطب کیا۔ "ثباتہ! میں رسونتی بول رہی ہوں۔ تم آرام سے سفر کررہی ہو۔ ابھی تھوڑی نیند پوری کرلینا چاہیے۔"

"میں تمھارا ہی انتظار کررہی تھی۔ سوچا تم میرے ذریعے میرے ساتھ سفر کرنے والوں کے دماغوں تک پہنچو گی۔ اس کے بعد آرام سے نیند پوری کرلوں گی۔"

"کسی ہوسٹس کو مخاطب کرکے اپنے لیے کچھ طلب کرو۔ میں اس کے ذریعے دوسروں تک پہنچوں گی۔"

اس نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ میں اس طیارے کی ایک ہوسٹس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پھر اس ر[illegible] ٹھہر ٹھہر کر بڑے اطمینان سے دوسروں کے دماغو[ں] پہنچنے لگا۔ ان کے متعلق معلومات حاصل کرنے لگا۔

اس دوران کرسٹوفر میکی کے جس بنگلے میں تھا[illegible] سکون نہیں تھا۔ کیونکہ لیلیٰ ثانی اور کچھ عورتیں موجود تھیں [illegible] سے ملنا چاہتی تھی۔ ان عورتوں نے اسے روک دیا تھا کہ میں سو رہا ہوں۔ صبح ملاقات ہوسکتی ہے۔ اس نے عورتوں کو دھوکا دے کر میری خوابگاہ تک آ[نے کی] کوشش کی تاکہ پہلے کی طرح مقفل دروازے کو کھول کر میں داخل ہوسکے لیکن ناکام رہی۔

طیارے میں ثباتہ کے ہم سفر ہندوستانی سیاست[دان] سیاستداں سے زیادہ ماہر نفسیات تھے۔ انسان کی [نفسیات] سمجھ کر، سمجھوتے کی راہیں نکال کر دوستی قائم رکھتے تھے۔ وادیٔ قاف میں ٹارزر غلبا اور رسونتی سے [تعلقات] کے لیے ایسے ہی لوگوں کی ضرورت تھی۔ اس لیے لوگوں کا انتخاب کیا گیا تھا لیکن وہاں تقریباً دس ہ[زار] دس اس لیے کہ رسونتی ان میں سے کسی پانچ کا انت[خاب] اور وادیٔ قاف میں پانچ سے زیادہ افراد کو آنے [کی اجازت] نہیں تھی۔

ان میں سے نو ایسے تھے جن پر میں اعتراض ن[ہیں کر سکتا] تھا۔ جب دسویں کے دماغ میں پہنچا تو وہ سیدھا [illegible] اس کے دماغ سے پتا چلا، وہ میری سوچ کی لہروں [کو محسوس کر] گیا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ یوگا کا ماہر ہے [اس کے] باوجود وہ انجان بنا ہوا تھا۔ میں نے کہا۔ "مسٹر! تم [میری] لہروں کو محسوس کررہے ہو اور انجان بن رہے ہو!"

اس نے جلدی سے کہا۔ "شریمتی رسونتی! [میں] بھلا آپ سے کیا چھپ سکتا ہوں۔ آپ یقین کر[یں] دماغ کے تہہ خانے میں اتر کر دیکھیں۔ میں فر[illegible] آپ کا سیوک ہوں۔ کبھی آپ کے خلاف کوئی [قدم نہیں] اٹھاؤں گا۔"

"میں وادیٔ قاف میں ایسے کسی شخص کو برد[اشت نہیں کر] سکتی جس کے دماغ میں بے کھٹکے نہ پہنچ سکوں۔"

"آپ جب بھی آئیں گی، میں اپنے دماغ [کے دروازے] کھلے رکھوں گا۔"

"اور جب چاہو گے اپنے دماغ کے درواز[ے بند کرلو] گے تاکہ میں تمھارے چور خیالات نہ پڑھ سکوں۔"

"ایسی بات نہیں ہے۔ آپ مجھے آزما کر..."

"بوشٹ اپ۔ میں زیادہ بحث نہیں کرنا چاہتی۔ تم النقرہ [پہن]چ کر واپس جاؤ گے۔"

اکثر لوگ اپنے مقاصد میں ناکام ہوتے ہیں تو بے اختیار [illegible]بلانے ہیں اور بے ساختہ ان کے منہ سے گالی نکلنے لگتی [ہے۔] وہ رسونتی کو گالی دینا چاہتا تھا۔ وقتی طور پر بھول گیا تھا [کہ د]ماغ میں رہنے والی چھپی ہوئی گالی کو بھی سن سکتی ہے۔ جو لوگ [چھپ] کر یا کسی کے پیٹھ پیچھے گالی دینے کے عادی ہوتے ہیں [وہ ایس]ے وقت ہمیشہ حماقت کر جاتے ہیں۔

وہ جیسے ہی گالی دینا چاہتا تھا میں نے دماغ کو زبردست [جھٹکا] پہنچایا۔ وہ ایک دم سے چیخ اٹھا۔ میں اسے گالی دینے [کے س]لسلے میں وارننگ دیتا تو وہ محتاط ہوجاتا، پہلے ہی سانس [روک] کر دماغ کے دروازے بند کرلیتا۔ مجھے آنے نہ دیتا۔ اس [طرح م]یں اسے سزا نہیں دے سکتا تھا۔

اس کی چیخ سنتے ہی طیارے کے سبھی لوگ ہڑبڑا کر اٹھ [بیٹ]ھے۔ کوئی سو رہا تھا، کوئی جاگ رہا تھا مگر سب ہی چونک [کر پر]یشان ہوکر اس کی طرف دیکھنے لگے۔ میں نے اسے سانس [روکن]ے کا موقع نہیں دیا۔ دوسری بار پھر جھٹکا لگایا۔ وہ اپنی [سیٹ] پر سے اچھل کر دو سیٹوں کی درمیانی راہداری پر گر پڑا۔ [پھر اس] کے فرش پر تڑپتے ہوئے کہنے لگا۔ "معاف کردیجیے۔ دلوی [جی! مع]اف کردیجیے۔"

ثباتہ نے پوچھا۔ "رسونتی! کیا بات ہے؟"

میں ایئر ہوسٹس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ کہنے [لگی۔ "م]یں رسونتی ہوں اور ایئر ہوسٹس کی زبان سے بول رہی ہوں۔" [سب] اسے دیکھنے لگے۔ اس یوگا کے ماہر کو ذرا سکون [مل گیا] ہوا تھا۔ اس نے فرش پر پڑے پڑے سر اٹھا کر... [ا]ن کی جانب دیکھا۔ پھر دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا۔ "دلوی جی! [مع]اف کردیجیے۔ میرا کیا قصور ہے؟"

"تم اپنی زبان سے میرے لیے گالی نکالنے والے تھے، یہ [سمجھ] کر کہ دماغ کے تہہ خانے میں بھی چور خیالات کو پڑھ [نہیں سکتی تھی]۔ اس سے پہلے کہ تم گالی دیتے، میں نے تمھیں سزا دی۔"

ایک بھارتی نمائندے نے اسے ناگواری سے دیکھتے [ہوئے] کہا۔ "مسٹر ہری نائیڈو! یہ کیا حماقت ہے۔ تمھاری اتنی [ہمت] کیسے ہوئی کہ رسونتی دلوی کو گالی دینے کی سوچو؟"

ہری نائیڈو فرش پر بیٹھ گیا تھا۔ دونوں ہاتھ جوڑ کر کہہ رہا تھا۔ "میں قسم کھا کر کہتا ہوں۔ جان بوجھ کر گالی نہیں دینا چاہتا تھا۔ بس عادت سی پڑ گئی ہے۔ آپ ہی آپ نکلنے والی تھی۔"

ایئر ہوسٹس نے کہا۔ "شکر کرو۔ اس وقت ثباتہ تمھارے درمیان موجود ہے۔ اگر یہ طیارے میں نہ ہوتی تو یہ ابھی تباہ ہوجاتا۔"

سب ہی اپنے اپنے ہاتھ جوڑ کر عاجزی کرنے لگے۔ گڑگڑانے لگے۔ میں نے کہا۔ "میں پہلے ہی وارننگ دے چکی ہوں۔ کہہ چکی ہوں، پانچ ایسے افراد کا انتخاب کیا جائے جو سازش کرنا نہ جانتے ہوں۔ صرف دوستی کرنا جانتے ہوں۔"

ایک نے کہا۔ "دلوی جی! ہم یقین دلاتے ہیں کہ ہم میں سے کسی کے بھی دماغ میں پہنچ کر ہمیں دوست ہی پائیں گی۔ ہم میں سازش کرنے والے جراثیم موجود ہی نہیں ہیں۔ ہماری سرکار نے خوب سوچ سمجھ کر ہمارا انتخاب کیا ہے۔"

"اور تمھاری سرکار نے اس جاسوس کا دُم چھلا بھی لگا دیا۔ وہ سمجھتے تھے، میں اس کی یوگا کی صلاحیت کو سمجھ نہیں پاؤں گی۔ میں زیادہ بحث نہیں کرنا چاہتی۔ النقرہ پہنچ کر اپنے حکام سے رابطہ قائم کرو اور جواب طلب کرو کہ میری مرضی کے خلاف ایک جاسوس تمھارے ساتھ کیوں روانہ کیا گیا۔ میں النقرہ میں رابطہ قائم کروں گی۔ تم سب کو پھر ایک بار چیک کروں گی۔ اس کے بعد ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر قاف جانے کی اجازت دوں گی۔"

وہ سب اپنی اپنی جگہ بیٹھنے لگے۔ میں نے ثباتہ سے کہا۔ "تم اطمینان سے سفر کرو اور سو جاؤ۔ تمھارے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ النقرہ میں رابطہ قائم کروں گی۔"

ثباتہ کے پاس سے رخصت ہوتے ہی مجھے خیال خوانی کا سلسلہ ترک کرنا پڑا کیونکہ میری خوابگاہ کے سامنے جو عورتیں موجود تھیں وہ اچانک ہی چیخنے لگی تھیں۔ میں نے فوراً ہی ان کے دماغ کو ٹٹولا، پتا چلا کچھ مردہ چوہے اُن کے درمیان آکر گرے تھے جنھیں دیکھتے ہی وہ خوفزدہ ہوکر دور بھاگ رہی تھیں۔ وہ چیخ چیخ کر کہہ رہی تھیں، یہ سارہ آنرک کی شرارت ہے۔ دروازے کے پاس سے انھیں ہٹانے کے لیے ایسا کیا گیا ہے لیکن کوئی لیلیٰ عرف سارہ کے قریب نہیں آرہا تھا۔ وہ اطمینان سے دروازے کے پاس آگئی تھی اور اس کے لاک کو کھولنے کی کوشش کررہی تھی۔

وہ چالاک عورتیں کرسٹوفر میکی کی ماتحت تھیں۔ وہاں کے بڑے بڑے افسران کو بڑی مکاریوں سے محبت کے جال میں پھانس کر ان سے بڑے بڑے راز اگلواتی تھیں۔ یعنی اتنی باصلاحیت اور

مکار ہونے کے باوجود وہ چوہے سے ڈرتی تھیں۔

میں خوابگاہ کے بند دروازے کے قریب پہنچ گیا تھا۔ انجان بن کر پوچھ رہا تھا "کیا بات ہے۔ تم سب کیوں چیخ رہی ہو؟"

ایک نے بتایا کہ لیلیٰ نے اُن کے ساتھ کیا کیا؟ تب میں نے کہا "تم سب خاموش ہو جاؤ۔ وہ یہاں آنا ہی چاہتی ہے تو آنے دو۔"

میرے ایسا کہنے کے دوران اس نے دروازے کو کھول لیا تھا۔ وہ کھلے ہوئے دروازے پر بڑا تحمانہ شان سے کھڑی ہو گئی۔ اس کا ایک ہاتھ کمر پر تھا اور دوسرے ہاتھ میں رسّی سے بندھا ہوا ایک چوہا لٹک رہا تھا۔ وہ پوچھ رہی تھی "کیا ان عورتوں پر تمھیں ناز تھا جو مُردہ چوہے سے ڈرتی ہیں؟"

میں نے سختی سے پوچھا "یہ کیا حماقت ہے؟"

"حماقت تم نے کی ہے۔ میرے یہاں آنے سے پہلے ان عورتوں کو بلالیا تاکہ میں واپس چلی جاؤں۔ میں پوچھتی ہوں، تم نے میرا راستہ کیوں روکا۔ کیا میں اپنی توہین برداشت کرلوں گی۔ اگر تمھیں مجھ سے ملنا نہیں تھا تو دل پر ہاتھ رکھ کر سرد آہیں کیوں بھرتے رہے۔ کیوں مجھے یہاں آنے کی دعوت دی؟"

"میں نے تم کو یہاں آنے کے لیے نہیں کہا تھا۔"

"تمھارے کہنے یا نہ کہنے سے کیا ہوتا ہے۔ اگر میں نہ آتی تو دشمن میرے پیچھے پڑ جاتے۔ وہ اب بھی میری تاک میں ہوں گے۔ میں نے سوچا، دشمنوں کے ہاتھ ماری بھی جاؤں تو تنہا کیوں مروں۔ اپنے عاشق کو ساتھ لے کر مروں گی۔ اس لیے آگئی ہوں یہاں۔"

"بڑا احسان کیا۔ تمھاری جیت ہوگئی۔ تم نے ان عورتوں کو بھگا دیا۔ میرے کمرے کے اندر آنے کی ضد پوری کرلی۔ اب کیا چاہتی ہو؟"

اس نے چوہے کو کوریڈور میں پھینک دیا۔ اس کے ساتھ ہی پھر چیخیں سنائی دیں۔ وہ چوہا کوریڈور میں اِدھر سے اُدھر بھاگ رہا تھا اور وہ عورتیں بھی پاگلوں کی طرح بھاگ رہی تھیں۔ میں نے دروازے کے پاس آکر ڈانٹتے ہوئے کہا "چپ ہو جاؤ۔ تم عورتیں آخر ہو کیا چیز؟ مردوں سے نہیں ڈرتیں۔ چوہے سے ڈرتی ہو۔ چلی جاؤ یہاں سے پانچ منٹ کے اندر میرا بنگلہ خالی کردو۔ مجھے کسی کی ضرورت نہیں ہے۔"

یہ کہتے ہی میں خوابگاہ میں واپس جانا چاہتا تھا۔ ایک دھڑاکے سے دروازہ بند ہوگیا۔ لیلیٰ نے اندر سے چٹخنی لگاتے ہوئے کہا "اب میں اطمینان سے تمھارے آئرن سیف کو کھول کر ضروری چیزیں حاصل کرسکوں گی۔ نہ تم آسکو گے نہ تمھاری چادر والی آسکے گی۔"

لیلیٰ کی بچی نے مجھے پریشان کردیا تھا۔ رات اتنی [illegible] تھی کہ اب مشکل سے دو گھنٹے کی نیند پوری ہوسکتی تھی اگر [illegible] سونے کا موقع ملتا۔ ادھر دیکھتے ہی دیکھتے صبح ہوجاتی۔ [illegible] نے اسے جھانسا دینے کے لیے ایک قہقہہ لگایا۔ پھر کہا [illegible] مجھے احمق سمجھتی ہو۔ اے احمق لڑکی! تمھارے یہاں سے [illegible] کے بعد ہی میں نے تمام ضروری چیزیں وہاں سے ہٹا دی [illegible] وہ ایسی جگہ ہیں، جہاں تم کبھی نہیں پہنچ سکو گی۔ ویسے [illegible] سیف کا لاک تم کھول سکتی ہو۔ دیکھ کر اطمینان کرسکتی ہو۔ [illegible] باہر انتظار کر رہا ہوں۔ اطمینان ہوجائے تو دروازہ کھول [illegible]

اس کے ساتھ ہی دروازہ کھل گیا۔ وہ مایوس نظر [illegible] تھی۔ میں نے اندر آکر دروازے کو ایک جھٹکے سے بند کر [illegible] ہوئے کہا "بہت چالاک بنتی ہو۔ مجھے اتنا موقع ہی نہیں [illegible] میں آئرن سیف سے اپنی ضروری چیزیں ہٹا کر کہیں لے [illegible] وہ تو میں نے جھانسا دیا تھا۔"

وہ غرا کر میری طرف بڑھی۔ میں نے ایک طرف ہٹتے [illegible] کہا "اسے کہتے ہیں، کھسیانی بلّی کھمبا نوچے۔ اب شرافت سے جاؤ اور مجھے یہ بتاؤ آج رات سونے کا ارادہ ہے یا نہیں؟ [illegible] ہے تو کسی دوسرے کمرے میں جاکر بیٹھو مجھے تو خدا کے [illegible] سونے دو۔"

"بستر کی حالت بتا رہی ہے کہ تم سو نہیں رہے تھے [illegible] تک جاگ رہے تھے۔ بولو کیا کر رہے تھے؟"

"تم بڑی بوڑھیوں کی طرح سوالات نہ کرو۔"

[illegible] میں خوب سمجھتی ہوں۔ تم خیال خوانی کر رہے تھے۔ تم [illegible]

"کیا رات کو جو بھی جاگتا رہے گا وہ فرہاد ہوگا..... [illegible] میکی کی ہزاروں مصروفیات ہیں۔ اسے کئی کئی راتیں جاگنا [illegible] ہیں۔ میں نے اس کے متعلق تمام معلومات حاصل کی [illegible] اس کا رول ادا کر رہا ہوں تو خود پتا چل رہا ہے، جب [illegible] رات کو دیر تک جاگ کر کام نہیں کرتا رہوں گا خود کو پور [illegible] کرسٹوفر میکی ثابت نہیں کرسکوں گا۔"

وہ ٹہلنے کے انداز میں کمرے کے ایک طرف جا [illegible] ہوئے بولی "یہ تو یقین ہوگیا ہے کہ تم میکی نہیں، کوئی اور [illegible] نے تمھیں باتھ روم میں بند کر دیا تھا۔ اس چادر والی نے [illegible] سے نکالا اور تمھاری چیزوں کی حفاظت بھی کی۔ مجھے [illegible] سے کچھ لے جانے کا موقع نہیں دیا۔ دوسری بار اس [illegible] فون کے ذریعے دھمکی دی کہ میں تمھارے قریب نہ دیکھی [illegible]

اس سے پتا چلا کہ یہاں مجاہدین تمھاری حمایت میں ہیں اور تم واقعی سلمان ہو۔ مجاہدین میں ہر دلعزیز ہو اور سب سے زیادہ اس چادر والی کے دل میں عزیز ہو۔"

میں نے ایک سرد آہ بھرتے ہوئے کہا "ایسا نہ کہو۔ میں تو تمھارے دل میں جگہ بنانا چاہتا ہوں۔"

"اے خبردار! مجھ سے زیادہ فری ہونے کی کوشش نہ کرنا۔"

"الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ تم میرے بنگلے میں آئی ہو، میری خوابگاہ میں گھس آئی ہو۔ خود فری ہو رہی ہو اور مجھے فری ہونے کا الزام دے رہی ہو۔"

"تم بکواس کرو گے یا کوئی کام کی بات کرو گے؟"

"اچھا تو تم کام کی باتیں کرنے آئی ہو۔"

"ہاں، میں مجاہدین سے ملنا چاہتی ہوں۔"

"وہ تمھاری بوٹی بوٹی کرکے تل ابیب پارسل کردیں گے۔ سارہ آٹزک اسرائیلی حکومت کی ایک اہم سراغرساں اور وہ مجاہدین سے [illegible] تو اس کا انجام اور کیا ہوسکتا ہے۔"

"میں ان سے ملنے کے بعد ان کی غلط فہمی دور کردوں گی۔"

"وہ کس قسم کی غلط فہمی ہے؟ کیا تم کہنا چاہتی ہو کہ یہودی نہیں ہو یا کہنا چاہتی ہو کہ یہودیوں کی طرف سے سراغرسانی نہیں کرتی ہو۔ تمھاری کس بات پر یقین کیا جائے گا؟"

"میں یقین دلانے کی کوشش کروں گی۔"

"فضول ہے۔ مجاہدین کی حمایت حاصل کرنے کے لیے ایسے ثبوت فراہم کرو جنھیں دیکھنے سمجھنے کے بعد وہ تم پر اعتماد کرسکیں۔"

وہ تھکے ہوئے انداز میں صوفے پر بیٹھ گئی۔ مجھے گھور کر دیکھنے لگی۔ میں نے پوچھا "اب کیا ہوا؟"

"میں فرہاد کے متعلق سوچ رہی ہوں۔"

"جب بھی تم فرہاد کے متعلق سوچتی ہو یا کچھ کہتی ہو تو مجھے ہی گھورتی رہتی ہو۔ کیا میں تمھارے لیے فرہاد علی تیمور بن جاؤں؟"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی "میری اصلیت کو صرف دو افراد جانتے ہیں۔ ایک تو میری ہمراز سہیلی جیبیہ الخیری ہے۔ وہ تل ابیب میں ہے۔ دوسرے فرہاد علی تیمور ہیں وہ میرے دماغ میں جھانک کر میری اصلیت معلوم کرچکے ہیں وہ میری گواہی دے سکتے ہیں۔"

"اس سے بڑی بات اور کیا ہوسکتی ہے۔ تم مجاہدین کے پاس ابھی چلو۔ مسٹر فرہاد کو ساتھ لے چلو۔ ان کی گواہی بسرد چشم قبول کی جائے گی۔"

وہ پھر ایک گہری سانس لے کر بولی "فرہاد ہی کا پتا نہیں ہے۔ انھوں نے کہا تھا، بیروت میں ملاقات ہوگی لیکن اب تک ملاقات نہیں ہوسکی۔ میں سمجھتی ہوں وہ براہِ راست مجھ سے ملنا نہیں چاہتے۔"

"ایسا کیوں سوچتی ہو۔ تم بلا کی حسین ہو اور فرہاد کے متعلق سنا ہے، وہ بلا کا حسن پرست ہے۔"

"بکواس ہے۔ لوگ ان کے متعلق غلط افواہیں اڑاتے ہیں۔ وہ میرے قریب رہ چکے ہیں۔ میرے ہاں مہمان رہ چکے ہیں۔ میں نے ان میں کوئی چھچھوراپن نہیں دیکھا۔ کوئی حسن پرستی نہیں دیکھی۔"

"تم فرہاد علی تیمور کے اس قدر قریب رہ چکی ہو تو پھر سارہ آٹزک نہیں ہو، کوئی اور ہو۔ میرے ستاروں نے صحیح بتایا تھا، تم دوہری زندگی گزار رہی ہو۔"

"ہاں جب تم نے مجھے یہ بتایا تو میں چونک گئی تھی۔ میری حقیقت کھلنے والی تھی۔ میں دوہری زندگی گزار رہی ہوں۔ ظاہر میں کچھ ہوں۔ باطن میں کچھ۔"

"وہ باطن والا کچھ، مجھے بتا دو۔"

"میں مجاہدین کے سامنے خود کو ظاہر کردوں گی۔"

"اچھی بات ہے۔ میں سوچتا ہوں، کس طرح تمھیں مجاہدین کے درمیان پہنچاؤں۔ کیا ابھی تم مجھے قہوہ پلانا پسند کرو گی۔ کچن میں تمام سامان موجود ہے۔"

اس نے مجھ پر ایک نظر ڈالی۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی کہ وہ بار بار مجھے فرہاد علی تیمور سمجھ کر شبہ کی نظروں .... سے دیکھتی ہے پھر مایوس ہوجاتی ہے۔ وہ وہاں سے اٹھ کر کچن کی طرف چلی گئی۔ اس کے جاتے ہی میں نے سجاد کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ میں بہت دیر سے اس کے پاس پہنچنا چاہتا تھا لیکن کوئی نہ کوئی رکاوٹ پیدا ہوجاتی تھی۔ میں نے لیلیٰ کو قہوہ تیار کرنے کے بہانے کچن میں بھیج دیا تھا تاکہ تھوڑی دیر میں سجاد کی خیریت تو معلوم کرلوں۔

پچھلی بار جب میں اس کے پاس پہنچا تھا تو وہ گہری نیند میں تھا۔ میں نے اسے بخیریت دیکھ کر مطمئن ہوکر دوسری طرف توجہ دی تھی۔ اب جو اس کے دماغ کو ٹٹول کر دیکھا تو پتا چلا وہ تنویمی نیند سو رہا ہے۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس پر تنویمی عمل کیا گیا تھا اور عمل کے بعد اسے تنویمی نیند سلایا گیا ہے۔ میں اس کے دماغ کے تہہ خانے میں اتر کر آہستہ آہستہ معلومات حاصل کرنے

لگا۔ اس کا خوابیدہ دماغ مجھے بتانے لگا کہ کس طرح عمل کیا گیا تھا اور اسے ٹرانس میں لانے کے بعد کس طرح کے سوالات کیے گئے تھے اور اس نے کیا جوابات دیے تھے۔

سجاد کو ایک آرام دہ بستر پر چاروں شانے چت لیٹنے کے لیے کہا گیا تھا۔ وہ اس سے پہلے بھی تنویمی عمل سے گزر چکا تھا لہٰذا جلد ہی ٹرانس میں آ گیا۔ عمل کرنے والے نے اس سے پوچھا۔ "تمھارا نام کیا ہے؟" اس نے جواب دیا۔ "فرہاد علی تیمور۔"

پھر اس سے پوچھا گیا۔ "اگر تمھاری ڈمی، اعلیٰ بی بی کے پاس بھیجی جائے تو کیا وہ اسے پہچان لے گی؟ اگر پہچان لے گی تو تمھاری خفیہ شناخت کیا ہے۔ کوئی کوڈ ورڈز وغیرہ ہیں؟"

"کوڈ ورڈز وغیرہ نہیں ہیں۔ نہ ہی کوئی خاص شناخت ہے۔ ہم ایک دوسرے سے گفتگو کے ذریعے پہچانے جاتے ہیں۔"

"پھر اعلیٰ بی بی نے اس فرہاد کی گمشدگی کا نوٹس کیوں نہیں لیا جو یہودیوں کے ہتھے چڑھ گیا ہے؟"

"میں نہیں جانتا کہ اعلیٰ بی بی نے اس کا نوٹس کیوں نہیں لیا۔"

"کیا وہ سمجھ گئی ہے کہ تم ابھی تک ہماری قید میں ہو؟"

"ہو سکتا ہے۔"

"تم فرہاد علی تیمور ہوتے تو وہ اس طرح آرام سے بابا صاحب کے ادارے میں بیٹھی نہ رہتی۔ ہمارے جاسوس بتا رہے ہیں، اسے تمھاری پروا نہیں ہے۔ وہ وادیٔ قاف جانے کے لیے پر تول رہی ہے۔ کیا یہ عجیب سی بات نہیں ہے کہ تم جیسی اہم شخصیت کو اس نے فراموش کر دیا ہے۔"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ وہ کیوں ایسا کر رہی ہے میں نہیں جانتا۔"

"میں تمھیں حکم دیتا ہوں، تم اپنے دماغ کی گہرائیوں میں اُترو اور تم دماغ کی گہرائیوں میں اُتر رہے ہو۔"

"میں کوشش کر رہا ہوں۔ میری رہنمائی کی جائے۔ میں کس طرح دماغ کی گہرائیوں میں اُتروں۔"

"اپنے لاشعور کو، اپنی بھولی ہوئی باتوں کو ٹٹولنا شروع کرو۔ دیکھو تمھارے اندر ایسی کون سی کمی رہ گئی ہے، کون سی خامی ہے جو تمھیں فرہاد علی تیمور کی حیثیت سے اہم نہیں بناتی۔ تمھارے اپنے تمھیں نظر انداز کر رہے ہیں۔"

میں سجاد کے خوابیدہ دماغ کو ٹٹول رہا تھا اور وہ بتا رہا تھا کہ کس طرح تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ کو کُرید گیا۔ اس قدر کُرید گیا کہ اس عمل نے حیرت انگیز انکشاف کیا۔ اسے بتایا کہ وہ فرہاد نہیں سجاد ہے۔

تنویمی عمل کے دوران اتنی گہری خاموشی، تنہا ہوتی ہے کہ عامل اپنے معمول کو اس کے لاشعور میں پہنچا کر وہاں سے دور کی کوڑی لے آتا ہے۔ کے ساتھ ہوا۔ میں نے اسے جس طرح فرہاد علی تیم رکھا تھا وہ بات ظاہر ہونے لگی تھی۔ اسے یاد آ کہ کس طرح وہ ایک بار یہودیوں کی قید میں رہ کر کر سو گیا تھا۔ پھر اس کے بعد اسے ہوش نہیں ر علی تیمور کہاں چلا گیا۔ اب تک وہ فرہاد بنا ہوا تھ تنویمی عمل کے ذریعے اسے فرہاد بنایا گیا تھا۔

بلیک شیڈو اب تک بہت ہی ذہین، چالا بروقت اقدامات کرنے والا پُراسرار شخص ثابت تھا۔ اس نے اعلیٰ بی بی کی ذرا سی عدم توجہ سے بہ تک سمجھ لیا تھا۔ چونکہ وہ ڈمی فرہاد تیار کر رہا تھ لیے اس پہلو پر توجہ گئی اور اس نے کسی تنویمی عمل کر کی خدمات حاصل کر لیں۔ اس تنویمی عمل کا نتیجہ اب سامنے آ رہا تھا۔ سجاد بہرحال سجاد تھا اور اب اپ کی طرف لوٹ آیا تھا۔

یوں بلیک شیڈو میرے ایک بہت بڑے پہنچ گیا تھا۔ میں نے اب تک یہودیوں اور ساری خطرناک تنظیموں کو اس فریب میں مبتلا رکھا تھا کہ ان کی نظروں میں سجاد ہی فرہاد ہے۔

اب بلیک شیڈو کے ذریعے بہت بڑا انکشاف والا تھا۔ یہودیوں نے جس فرہاد کو گرفتار کیا تھا، اُ کے پنجرے میں پیش کیا تھا۔ اسٹیج پر لا کر تماشا دکھایا تھا بڑی خطرناک تنظیموں کے سربراہوں نے اس کی موت کے پر دستخط کیے تھے۔ اور کتنے ہی ممالک نے اس کی مو تماشا دیکھنا چاہا تھا وہ سب میری طرف سے دہل جا گے۔ اس بات کا یقین ہو جائے گا کہ اصل فرہاد نہ تب گرفت میں آیا تھا۔ نہ آج کسی کی گرفت میں ہے، وہ روپوش ہے اور ایک جگہ بیٹھا یہ سارے تماشے کر رہا ہے۔

اگرچہ اس انکشاف کے بعد میرا کچھ زیادہ نقصا تاہم میں اپنے تمام دشمنوں کو اب تک خوش فہمی میں مبتلا ہوئے تھا، وہ کھیل ختم ہو جاتا۔ لطف اسی میں تھا کہ وہ خوش فہمی میں مبتلا رہتے اور میں ان کی بدعملی باتوں اور حرکتوں کو سمجھتا رہتا۔ اب میں سوچ رہا تھا، کیا کروں؟ طرح بلیک شیڈو کو اس اہم انکشاف سے روک دوں؟

کیا تھا؟ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ میں اس کے دماغ تک پہنچ سکتا تھا، نہ ہی اس کے کسی خاص ماتحت کو اپنا آلۂ کار بنا کر اس کی کسی کمزوری سے فائدہ اٹھا سکتا تھا۔

میرے سوچنے کے دوران لیلیٰ قہوہ لے کر آ گئی۔ یوں وہ جلدی آ سکتی تھی لیکن میں نے سجاد کے پاس پہنچنے کے دوران ایک بار اس کا تیار کیا ہوا قہوہ اس طرح گرا دیا کہ اسے خیال خوانی کا شبہ نہ ہو سکا۔ وہ افسوس کرتے گرے ہوئے قہوے کو دیکھتی رہی پھر اس نے دوسری قہوہ بنانا شروع کیا تھا۔ اس طرح مجھے کافی وقت مل گیا تھا۔

ہم سینٹر ٹیبل کے اطراف ایک دوسرے کے سامنے بیٹھ کر قہوہ پینے لگے۔ اس نے پوچھا۔ "کیا تم نے مجاہدین سے میرا تعارف کرانے کے سلسلے میں کچھ سوچا ہے؟"

"میں سوچ رہا ہوں۔ ایک تعارفی خط تمھارے لیے لکھ دوں۔ تم وہ خط لے کر سوق العرب کے علاقے میں جاؤ۔ وہاں ایک بزرگ جلیل القدر ہیں۔ یہ خط انھیں دے دینا۔ وہ تم پر بھروسا کریں گے۔"

"کیا تم نے وہ تعارفی خط لکھ دیا ہے؟"

"کیا خاک لکھوں؟ تم نے تو اپنی اصلیت نہیں بتائی۔ کون ہو۔ سارہ آئزک کس طرح بنی ہوئی ہو؟ اسرائیلی تم پر کس طرح اعتماد کرتے ہیں۔ اور تمھاری اصلیت تو نہیں سمجھتے لیکن؟"

وہ سر جھکا کر سوچنے لگی۔ مجھے اپنا اصلی نام بتائے یا نہ بتائے۔ پھر اس نے سوچا۔ "اصلی نام بتانا کیا ضروری ہے۔ لیلیٰ ثانی کو جس قدر راز میں رکھوں، بہتر ہے صرف حبیبہ اور فرہاد کو معلوم رہنا چاہیے۔ تیسرا شخص نہ سمجھ سکے۔"

وہ سر اٹھا کر بولی۔ "میری اصلیت خواہ کچھ ہو، تم مجھ پر اعتماد کرنے لگے ہو۔ اتنا لکھ دو کہ میں قابلِ اعتماد ہوں اور مجاہدین بھی مجھ پر بھروسا کر سکتے ہیں۔"

میں اس کی بات کا جواب دینا چاہتا تھا مگر یکلخت چُپ ہو گیا۔ اسی وقت ایک دھماکے سے میرے بیڈروم کا دروازہ کھلا۔ کسی نے زور کی لات ماری تھی۔ دو جوان نظر آئے۔ وہ کھلے ہوئے دروازے پر اسٹین گن لیے کھڑے ہوئے تھے۔ ایک نے لیلیٰ کو نشانے پر رکھتے ہوئے کہا۔ "یو ڈرٹی ڈیکٹو سارہ آئزک! تم سمجھتی ہو ہمیں دھوکا دے کر ہوٹل سے آ گئی اور ہم تمھارا تعاقب نہیں کریں گے۔"

دوسرے نے کہا۔ "ہم اسی وقت یہاں داخل ہو سکتے تھے لیکن پہلے ہم نے چاروں طرف محاصرہ کیا۔ اپنے آدمیوں کو بلایا۔ اب ہم میں سے دو یہاں ہیں اور دو بنگلے کے اگلے پچھلے دروازوں پر ہیں۔ تم یہاں سے فرار نہیں ہو سکو گی۔"

میں نے انجان بن کر پوچھا۔ "بھائی صاحب! بات کیا ہے۔ آپ لوگ یوں دندناتے ہوئے میرے بیڈروم میں گھس آئے ہیں۔ اس لڑکی سے کیا شکایت ہے؟"

ایک نے غرا کر کہا۔ "تم بکواس مت کرو ورنہ تمھیں گولیوں سے بھون دیا جائے گا۔"

پھر دوسرے نے پوچھا۔ "لڑکی! فوراً بتاؤ۔ تم ساتویں گولڈ مین کے متعلق کیا جانتی ہو۔ یہاں ہمارے مال کے پہنچنے کے سلسلے میں تمھیں کیسے معلومات حاصل ہوئیں؟ ہم دس تک گن رہے ہیں۔ اگر تم نے زبان نہ کھولی تو ہم اندھا دھند فائرنگ کریں گے اور تم دونوں کی لاشوں کو تمھارے ماتم کرنے والوں کے لیے چھوڑ کر چلے جائیں گے۔"

یہ کہتے ہی اس نے گننا شروع کیا۔ "ایک..."

ایک ذرا وقفے سے اس نے کہا۔ "جلدی بولو۔ ورنہ دو..."

لیلیٰ نے میری طرف دیکھا۔ وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی تھی۔ میں بھی کھڑا ہو گیا۔ میں سمجھ رہا تھا، وہ ان پر حملہ کرنے کے لیے پَر تول رہی ہے اور یہ نہایت ہی خطرناک اقدام ہوتا۔ یقیناً وہ فلائنگ سمرسالٹ یعنی فضا میں قلابازی کھانے کے کرتب جانتی تھی۔ فائرنگ سے بچ سکتی تھی۔ میں ان میں سے کسی ایک کے دماغ کو جھٹکا پہنچا کر فائرنگ کا رُخ دوسری طرف کر سکتا تھا مگر بیک وقت دو کے دماغوں میں نہیں پہنچ سکتا تھا۔ پھر فائرنگ کی آواز سن کر باہر کھڑے ہوئے دو مسلح شخص بھی آ سکتے تھے اور اپنی آواز سب مجھے سنائے بغیر بے دریغ گولی مار دیتے۔

وہ گنتا جا رہا تھا۔ "پانچ... چھ... سات..."

میں تیار ہو گیا جو بھی ہو۔ ادھر لیلیٰ فضا میں قلابازی کھائے گی۔ اُدھر میں ایک کو بہکا کر دوسرے کی طرف فائرنگ کراؤں گا۔ بعد میں جو آنے والے ہیں، ان سے بعد میں نمٹ لیا جائے گا۔

"آٹھ۔ نو..."

مگر وہ نو کے بعد گن نہ سکا۔ اچانک ہی دونوں کے حلق سے کراہ نکلی۔ دونوں کے ہاتھوں میں اسٹین گن کانپ رہی تھی اور وہ ہتھیار فرش پر گرنے ہی والے تھے۔ میں نے ان دونوں کے عقب میں دیکھا۔ وہاں مجھے ایسی علامتیں نظر آئیں جو اب دشمنوں کے لیے دہشت بن گئی تھیں اور وہ علامتیں تھیں۔

گونگی۔ خنجر اور چادر۔

جی ہاں! میرے قارئین نے درست سمجھا ہے، وہ حدیقہ تھی۔

وہ حدیقہ جو دوستوں کی پُشت پر پہنچے تو پُشت پناہی کرے اور دُشمنوں کی پُشت پر پہنچے تو یوں خنجر پیوست کرے جیسے پُشت با پُشت سے آخری کیل ٹھونکنے کا کاروبار کرتی آ رہی ہو۔

اسے دیکھتے ہی لیلیٰ پینترے بدلنا بُھول گئی۔ میں نے خیال خوانی کا ارادہ ترک کر دیا۔ ہم جو کام کرنا چاہتے تھے، وہ حدیقہ کر چکی تھی۔ ہمارے اجنبی دُشمنوں کے ہاتھ سے ہتھیار چھُوٹ کر فرش پر گر پڑے تھے۔ اس کے ساتھ ہی وہ اوندھے مُنہ زمین بوس ہو رہے تھے۔ دونوں کی پُشت پر ایک ایک خنجر یوں پیوست ہو چکا تھا۔ جیسے فتح کا پرچم ان کے گوشت پوست اور لہو میں نصب کر دیا گیا ہو۔

ایسی واردات میں جو لوگ موجود ہوتے ہیں وہ ساکت رہ جاتے ہیں۔ چند لمحوں تک کچھ بول نہیں سکتے۔ حدیقہ کے بولنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ وہ گونگی بن چکی تھی۔ لیلیٰ بھی چُپ چاپ سوچ رہی تھی "میں جب بھی پاکستانی میکی کو گھیرنے کی کوشش کرتی ہُوں، یہ کمبخت سر پر پہنچ جاتی ہے۔ کیا یہ چوبیس گھنٹے اس پاکستانی کی نگرانی کرتی ہے۔ آخر یہ کیا بلا ہے؟"

میں بھی چند لمحوں تک خاموش رہا۔ سوچتا رہا۔ ان دو اجنبیوں نے کہا تھا کہ ان کے دو اور آدمی باہر موجود ہیں۔ یقیناً حدیقہ انھیں ٹھکانے لگا چکی ہوگی۔ تب ہی یہاں تک پہنچی تھی۔ میں نے اس سے پوچھا "کیا باہر دُشمن موجود ہیں؟"

حدیقہ نے انکار میں سر ہلایا۔

"یہ دُشمن کہہ رہے تھے کہ ان کے ساتھی باہر موجود ہیں۔ کیا ان سے تمھارا سامنا ہُوا تھا؟"

اس بار اس نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔

"کیا تم نے انھیں بھی..." میں نے آدھی بات کہہ کر سامنے پڑی ہوئی لاشوں کی طرف انگوٹھا دکھایا۔

اس نے پھر اثبات میں سر ہلایا۔ عجب گونگی تھی۔ بول سکتی تھی لیکن قسمیہ خاموشی نے اسے اور زیادہ پُراسرار بنا دیا تھا۔ میں نے فون کے پاس پہنچ کر ریسیور اُٹھایا پھر بحیثیت کرسٹوفر میکی اپنے ماتحت سے رابطہ قائم کر کے کہا "یہاں کچھ دُشمنوں کی لاشیں پڑی ہیں، انھیں فوراً ٹھکانے لگا دو۔"

میری باتوں کے دوران حدیقہ نے دُشمنوں کی پُشت سے اپنے خنجر نکال لیے تھے۔ ان کے لباس سے انھیں صاف کرنے کے بعد سیدھی کھڑی ہو گئی تھی۔ اب لیلیٰ کی طرف ایک خنجر سے اشارہ کرتے ہوئے دوسرے خنجر کے اشارے سے کہہ رہی تھی "یہاں سے جاؤ۔"

یعنی وہ لیلیٰ کو میرے قریب برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ اسے دُشمن سمجھ رہی تھی۔ پچھلی بار اُس نے لیلیٰ کو مجھ پر زیادتی کرتے دیکھ لیا تھا اگر وہ وقت پر نہ پہنچتی تو لیلیٰ مجھے باتھ رُوم میں بند کر کے آہنی سیف سے اہم دستاویزات نکال کر لے جاتی۔ دوسری بار وہ پھر میرے کمرے میں اسے دیکھ رہی اور دُشمن سمجھ رہی تھی۔

لیلیٰ نے ناگواری سے پوچھا "اے، تم آخر کون ہو، کیوں پیچھے پڑ گئی ہو؟"

وہ چند ساعتوں تک چُپ رہی جیسے چادر کے پیچھے گم رہی ہو۔ لیلیٰ اس کے حکم کے مطابق وہاں سے نہیں جا رہی تھی۔ وہ دو خنجروں کو دستے کی طرف سے تھامے ہوئے تھی۔ اُس نے فضا میں اُچھالا۔ دونوں خنجر ذرا اوپر گئے پھر واپس آئے تو حدیقہ نے نوکیں کی طرف سے تھام لیا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ لیلیٰ پر خنجروں کو پھینکنے والی تھی۔

میں فوراً ہی اس کے سامنے ڈھال بن گیا "ارے یہ کیا کر رہی ہو، یہاں پہلے ہی دو لاشیں پڑی ہیں۔ اتنا سارا خون بہہ رہا ہے۔ چلو ہم یہودی لڑکی کو ڈرائنگ رُوم میں لے جا کر ذبح کریں گے۔"

لیلیٰ نے شدید حیرانی سے پوچھا "اے کیا بکواس کر رہے ہو، دماغ چل گیا ہے؟"

میں نے کہا "حدیقہ! اس کا نام سارہ آرزک ہے۔ یہ اسرائیلی سروس کی ایک اہم آفیسر ہے۔ یہاں اس بات کا سُراغ لگانے آئی ہے کہ مجاہدین کو کون ہتھیار سپلائی کرتا ہے اور کن ذرائع سے وہ سب ہوتے ہیں؟"

چادر کے پیچھے حدیقہ غرّا رہی تھی پھر وہ پینترا بدلتے ہوئے ایک یوں چلنے لگی جیسے شیرنی دُور سے دائرہ بناتے ہوئے اپنے شکار پر جھپٹنے کے لیے آ رہی ہو۔ وہ میرے بائیں طرف آئی اور اب پیچھے کی طرف پہنچ کر لیلیٰ پر حملہ کرنا چاہتی تھی۔ میں پھر گھوم کر ڈھال بن گیا۔ وہ رُک گئی، میں نے کہا "تم سے کہہ چکا ہُوں، یہاں نہیں، ڈرائنگ رُوم میں چلو۔"

وہ چُپ چاپ پلٹ کر باہر جانے لگی جیسے ہی وہ بیڈ رُوم سے نکل کر نگاہوں سے اوجھل ہوئی، لیلیٰ نے میری آستین پکڑ کر جھنجوڑ ڈالی "تم ہوش میں تو ہو۔ مجھ سے دُشمنی کر رہے ہو جب کہ میں تمھیں بتا چکی ہُوں کہ میں یہودی نہیں ہُوں، میں مسلمانوں کی اور خصوصاً فلسطینی مجاہدین کی دُشمن نہیں ہُوں۔"

"مس سارہ آرزک! اگر میں فرہاد ہوتا اور ٹیلی پیتھی جانتا تو تمھارے دماغ میں گھُس کر سچ اور جھُوٹ کو معلوم کر لیتا، میں کیا جانوں، تم فلسطینیوں کی دوست ہو یا دُشمن؟ ہم کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتے۔ ڈرائنگ رُوم میں چلو۔ اس گونگی کو خنجر زنی میں اتنی مہارت حاصل ہے کہ تمھیں ذرا تکلیف نہیں ہوگی۔"

میری بات ختم ہوتے ہی حدیقہ پھر کمرے میں آئی۔ آگے بڑھ کر فرش پر جھُکتے ہوئے ان ہتھیاروں کو اُٹھانے لگی، جو دُشمنوں کے ہاتھوں سے چھُوٹ کر گر پڑے تھے۔ لیلیٰ اسے غرّا کر دیکھ رہی تھی۔ ابھی ذرا دیر پہلے سوچ رہی تھی کہ مجھے باتوں میں لگا کر ایک چھلانگ مارے گی اور ان ہتھیاروں کے پاس پہنچ کر مجھے بے بس کر دے گی پھر وہ خنجر والی بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی۔

میں نے کہا "افسوس، یہ سہارا بھی تمھارے ہاتھ سے نکل گیا اب کیا کرو گی؟"

حدیقہ وہاں سے چلی گئی۔ لیلیٰ مجھے گھُورتے ہوئے بولی "تم مجھے نہتی اور بے بس سمجھ رہے ہو۔ میں خالی ہاتھوں سے اتنی پٹائی کروں گی کہ آئندہ عورت کو کمزور سمجھنا بھُول جاؤ گے۔"

میں نے سہم کر پیچھے ہٹتے ہوئے کہا "توبہ توبہ! میں اور عورت کو کمزور سمجھوں۔ میں نے بڑے بڑے تیس مار خاؤں کو عورت کے سامنے کمزور پڑتے دیکھا ہے۔ مجھے بھی ان میں سے ایک سمجھو۔"

وہ تقریباً چھلانگ لگا کر دروازے کے پاس پہنچی پھر اُسے اندر سے بند کرتے ہوئے بولی "تمھاری وہ گونگی لاڈلی اب کیسے اندر آئے گی۔ کیا تم مجھے ڈرائنگ رُوم میں لے جا سکو گے؟"

وہ میرے قریب پہنچتے ہوئے اچانک پینترا بدل کر مجھ پر حملہ کرنا چاہتی تھی۔ میں اُچھل کر ایک طرف چلا گیا۔ اس کا حملہ ناکام ہُوا پھر وہ جھنجلا کر پلٹ گئی۔ بولی "تم کیا سمجھتے ہو مجھ سے بچ کر چلے جاؤ گے۔ مجھے صاف صاف بتاؤ، اچانک تمھارے تیور کیسے بدل گئے۔ تم دوست سے دُشمن کیسے ہو گئے۔ مجھے اس گونگی کے ہاتھوں کیوں قتل کروانا چاہتے ہو؟"

میں نے دونوں ہاتھ اُٹھا کر اُسے چُپ رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا "بولتی چلی جاتی ہو، میری بھی کچھ سُنو۔ میں تمھیں دوست سمجھتا ہُوں، اب بھی تم سے محبت کرتا ہُوں لیکن جس طرح تم نے مجھے پریشان کیا ہے اور میری رات کو صبح کر دیا ہے، اس سے تو بہتر ہے کہ وہ گونگی تمھیں مار ڈالے۔ قصّہ ختم کر دے، میں ایسی محبوبہ نہیں پال سکتا، جو میری راتوں کی نیند حرام کر دے۔"

اسی وقت دروازے پر دستک سُنائی دی۔ کرسٹوفر میکی کا ماتحت کہہ رہا تھا "سر! دروازہ کھولیے، ہم آ گئے ہیں۔"

میں نے مسکرا کر لیلیٰ کو دیکھا پھر کہا "اگر میں دروازہ نہیں کھولوں گا تو یہ لوگ سمجھیں گے، خطرات میں گھِرا ہُوا ہُوں پھر تمھاری پوزیشن کیا ہوگی۔ کیا تم بچ کر جا سکو گی؟"

اُس نے غرّا کر مجھے دیکھا اور پھر آگے بڑھ کر خود ہی دروازے کو کھول دیا۔ وہاں چار آدمی کھڑے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک کرسٹوفر میکی کا خاص ماتحت تھا۔ وہ سب اندر آ گئے۔ وہ پہلے ان لاشوں کو اُٹھا کر باہر لے گئے پھر خاص ماتحت نے آ کر کہا "آپ دوسرے کمرے میں چلے جائیں، ہم یہاں کا قالین تبدیل کر دیں گے۔"

میں نے لیلیٰ کے ساتھ برآمدے میں آ کر کہا "میں ایک شرط پر تمھیں اس گونگی کی دُشمنی سے بچا سکتا ہُوں۔"

وہ جھنجلا کر بولی "کیا تم مجھے بُزدل سمجھتے ہو۔ میں ابھی اس کی چادر کو اس کا کفن بنا سکتی ہُوں۔"

"وہ زیادہ بولنے والیوں کی زبان کاٹ کر ان کی ہتھیلیوں پر رکھ دیتی ہے۔"

"ہم میں سے کس کا دعویٰ درست ہے، یہ ابھی ثابت ہو جائے گا۔"

وہ پلٹ کر غصّے سے جانے لگی۔ میں نے ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا "بس آزمانا تھا، آزما لیا۔"

وہ تعجب سے دیکھتے ہوئے بولی "آزما لیا؟ کس بات کے لیے؟"

"تم حدیقہ کے آنے سے پہلے دعویٰ کر رہی تھیں کہ فلسطینی مجاہدین کی ہمدرد ہو، ان کی ہر طرح مدد کرنا چاہتی ہو۔ عملی طور پر ان کے کام آنا چاہتی ہو کیا اسی طرح کام آیا جاتا ہے؟ تم ایک فلسطینی مجاہدہ کو صرف اس لیے مارنا چاہتی ہو کہ اس پر اپنی برتری ثابت کر سکو؟"

وہ مجھے پلکیں جھپکائے بغیر سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگی۔ میں فوراً ہی اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ سوچ رہی تھی "بالکل وہی انداز ہے۔ فرہاد ایزل ہارڈی کے رُوپ میں میرے ہاں آیا تھا۔ وہ اسی طرح بات بات پر مجھے طیش دلاتا تھا۔ کسی نہ کسی طرح بھڑکاتا تھا اور میں غصّے میں بھڑک جاتی تھی پھر وہ کہتا تھا کہ مجھے آزمایا ہے تاکہ میں اپنے غصّے کو مارنا سیکھتی رہوں۔ ایک سیکرٹ ایجنٹ کے لیے سب سے پہلا سبق یہی ہوتا ہے کہ ایسے جذبات کو بالکل ہی کچل ڈالا جائے جو غصّے کا محرک ہوتے ہیں۔"

وہ میری طرف انگلی اُٹھا کر سحر زدہ انداز میں بولی "تم بنجدا... تم فرہاد ہو۔"

میں نے مذاق اُڑانے والے انداز میں پوچھا "کیا واقعی؛ تم نے کیسے سمجھ لیا کہ میں فرہاد علی تیمور ہُوں۔ تعجب ہے، یہودی جاسوس کسی کے بھی اندر گھُس کر فرہاد کو پکڑ لاتے ہیں۔ میں ایک شرط پر اعتراف کروں گا۔"

اُس نے خوش ہو کر پوچھا "کون سی شرط؟"

"تم مجھ سے عشق کرو گی، محبت کرو گی۔ میں تمھارے لیے فرہاد علی تیمور بن جاؤں گا۔ یہ میرے لیے بہت بڑا اعزاز ہوگا جب کہ بعض دیوانے تو عشق میں لیلیٰ کا کتّا بھی بن جاتے ہیں۔"

وہ پریشان ہو کر سوچ رہی تھی "میں کس طرح اسے بے نقاب کروں۔ اگر یہ فرہاد نہیں ہے، تب بھی میرا ہمدرد اور دوست ہے۔ واقعی مجھے دل و جان سے چاہتا ہے۔ دیوانوں کی طرح عشق کرنے لگا ہے۔ مجھے اپنی اصلیت اس سے نہیں چھُپانا چاہیے۔ شاید اپنی اصلیت بتانے پر یہ مجھ پر زیادہ اعتماد کرنے لگے۔"

میں نے پوچھا "کیا سوچ رہی ہو۔ کیا ابھی تک تمھارے دماغ میں فرہاد علی تیمور ایک کیڑے کی طرح کلبلا رہا ہے۔ کیا اس کا اندازِ گفتگو، اس کی چال ڈھال، اس کا رکھ رکھاؤ میری طرح ہے۔ آخر کس بات پر

شبہ کر رہی ہو؟"

"میں بحث نہیں کرنا چاہتی۔ اگر تم اپنی اصلیت نہ چھپاؤ تو میں ابھی تمھیں اپنا اصل نام بتاؤں گی جب تم سُنو گے تو حیران رہ جاؤ گے۔"

"تم اس سے پہلے بھی مجھ میں یہ تجسس پیدا کر چکی ہو۔ میرا علم بھی یہ بتاتا ہے کہ تم دُہری شخصیت کی مالک ہو۔ اندر سے کچھ ہو، باہر سے کچھ۔ تمھارے ساتھ تمھاری ہم زاد چل رہی ہے۔ اس ہم زاد کی حقیقت کیا ہے، یہ تمھی بتا سکتی ہو، لہٰذا بتا ہی دو۔"

وہ چند لمحوں تک مجھے دیکھتی رہی پھر گہری سنجیدگی سے سخت لہجے میں بولی "میں دوست بن کر اپنے بارے میں بتا رہی ہوں۔ تم نے جواباً دوستی کا ثبوت نہ دیا تو میں تمھیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

"میں دوستوں کی قدر کرتا ہوں اور تمھارے لیے تو جان دے سکتا ہوں۔ تم نے اپنی حقیقت بیان کر دی تو میں تمھیں بتاؤں گا کہ کس طرح پاکستان سے یہاں آیا ہوں اور کیا کرنا چاہتا ہوں۔ میرا نام اور میری ہسٹری کیا ہے؟"

"یہ بات ہے تو سُنو! میں اصل میں سارہ آئزک نہیں ہوں۔ میرا اصلی نام...!"

وہ نام نہ بتا سکی۔ میں نے اس کے دماغ کو ذرا گڑبڑا دیا۔ وہ بولی۔ "میرا نام سارہ آئزک ہے۔"

میں نے تعجب سے پوچھا "ایک بار کہتی ہو تمھارا نام سارہ آئزک نہیں ہے پھر کہتی ہو نام سارہ آئزک ہے۔"

وہ پریشان ہو گئی تھی۔ اپنے سر کو تھام کر سوچ رہی تھی، ابھی اس کے دماغ میں کیسی گڑبڑ ہوئی تھی۔ وہ اپنا اصلی نام کیوں نہ بتا سکی؟

اس نے ہچکچاتے ہوئے میری طرف دیکھا پھر جبراً مسکراتے ہوئے بولی "دراصل میرا اصلی نام...."

وہ پھر گڑبڑا کر بولی "کہہ جو دیا میرا نام سارہ آئزک ہے۔"

میں نے تعجب سے پوچھا "کیا تمھارے دماغ کا کوئی پُرزہ ڈھیلا ہو گیا ہے؟ بھئی اپنی اصلیت نہیں بتانا چاہتی ہو تو میرا وقت کیوں ضائع کر رہی ہو؟"

اُدھر وہ میری بات نہیں سُن رہی تھی۔ تیزی سے دماغ سوچ رہا تھا۔ "میرے اندر فرہاد علی تیمور ہیں.... میرے اندر فرہاد صاحب بول رہے ہیں۔ شاید مجھے اپنی اصلیت بتانے سے روک رہے ہیں۔ اسی لیے میرے دماغ میں گڑبڑ پیدا ہو رہی ہے۔ میں دو بار کوشش کر چکی ہوں پھر بھی اپنے اندر چھپی ہوئی لیلیٰ کو ظاہر نہ کر سکی۔ شاید فرہاد چاہتے ہیں کہ مجھے کوئی نہ جان سکے۔"

وہ چُپ ہو کر سُننے کی کوشش کرنے لگی جیسے اب تب میں فرہاد بولتے ہی والا ہوں۔ میں نے اس کی اپنی سوچ میں کہا "شاید فرہاد نے ہی مجھے روکا ہو۔ اگر براہِ راست روکنا ہوتا تو وہ مجھے مخاطب کرتے صاف طور سے کہہ دیتے۔ لیلیٰ خود کو ظاہر نہ کرو۔ تمھارا راز صرف میں جانتا ہوں، کوئی اور نہ جان سکے۔ ہاں، فرہاد ایسا کہہ سکتا تھا لیکن اس نے ایسا نہیں کہا، صرف کہنے سے روک رہا ہے۔"

لیلیٰ کی اپنی سوچ نے کہا "اگر وہ مجھے بالواسطہ روک رہے ہیں تو اس کی تصدیق ہونی چاہیے۔ میں پھر ایک بار آزما کر دیکھتی ہوں۔ وہ میرے دماغ میں موجود ہوں گے تو مجھے اصلیت بتانے سے روکیں گے۔"

یہ سوچتے ہی اُس نے کھنکار کر گلا صاف کرتے ہوئے کہا "مسٹر پاکستانی میکی، دراصل میرا نام...؟"

وہ سچ مچ اپنا نام بتانا چاہتی تھی تاکہ میں اُسے روک سکوں اور میں نے روک دیا۔ بات بدل دی۔ اب اُس نے فقرہ یوں ادا کیا "مسٹر پاکستانی میکی، دراصل میرا نام جو کچھ بھی ہو، تم سے کیا؟ تم کیوں میرے متعلق معلوم کرنا چاہتے ہو اگر دوست ہو تو دوست ہی بن کر رہو۔"

یہ کہتے ہی وہ چُپ ہو گئی۔ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر خوشی سے سوچنے لگی "وہ موجود ہیں۔ ہاں، فرہاد موجود ہیں۔ مجھے غلطی کرنے سے روک رہے ہیں۔"

وہ اپنی خوشی میں مگن تھی۔ پہلے اُس نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا تھا۔ اب اُس کا ہاتھ بے اختیار اپنے دل پر آ گیا تھا۔ چہرہ خوشی سے کھِل رہا تھا۔ وہ مسکراہٹ کو چُھپانا چاہتی تھی تب بھی نہ چُھپا پائی۔

میں اس کے ذرا قریب جُھک کر اُسے شدید حیرانی سے دیکھنے لگا۔ اس نے چونک کر مجھے دیکھا پھر ایک قدم پیچھے ہٹ گئی۔ پیچھے اس لیے ہٹ گئی کہ اب میں فرہاد نہیں تھا۔ وہ تو اس کے دماغ میں موجود تھا پھر وہ میرے قریب کیسے آتی۔ سنڈرا اور پیچھے ہٹ کر بولی "میں نے خواہ مخواہ تمھارے ساتھ وقت ضائع کیا۔ رات بھر سو نہ سکی۔"

میں نے خوش ہو کر پوچھا "اس کا مطلب یہ ہے تم میرا پیچھا چھوڑ رہی ہو۔"

"میری جُوتی تمھارا پیچھا کرے گی۔ میں تو جا رہی ہوں، اپنے ہوٹل میں سونے کے لیے۔"

"تم کہہ رہی تھیں، دُشمن پیچھے پڑے ہیں۔ ہوٹل میں تم محفوظ نہیں رہ سکو گی۔"

وہ جاتے جاتے رُک گئی۔ پلٹ کر بڑے فخر سے بولی "میرے اندر وہ موجود ہے، جو آنے والے طوفان کی صحیح اطلاع دیتا ہے۔ اگر کوئی غلطی کرنا چاہوں تو مجھے بروقت روک دیتا ہے پھر مجھے دُشمنوں کا کیا ڈر؟"

وہ ایک ادائے ناز سے گھوم کر چلی گئی۔ میں نے اطمینان کی گہری سانس لی۔ واقعی خوبصورت بلا تھی۔ جب سے بیروت میں ملی تھی مجھے آرام سے بیٹھنے کا موقع نہیں دیا تھا۔ کتنی ہی بار میرے بیڈ روم پر چھاپے مارے تھے مجھے سونے تک نہیں دیا تھا۔ اب دن نکل آیا تھا۔ تھوڑی سی نیند پوری کرنا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے حدیقہ سے بھی دو باتیں کرنی تھیں۔ وہ ڈرائنگ روم میں انتظار کر رہی تھی۔

اس کے پاس جانے سے پہلے میں نے لیلیٰ کے دماغ میں احتیاطاً جھانک کر دیکھا۔ وہ میرے بنگلے سے باہر جانے کے بعد راستے کے کنارے کھڑی ٹیکسی کا انتظار کر رہی تھی اور سوچ کے ذریعے مجھے آہستہ آہستہ پکار رہی تھی "فرہاد! تم مجھ سے کیوں نہیں بولتے۔ آخر قریب رہ کر دُور رہنے میں کیا مصلحت ہے۔ میں اکثر سوچتی رہتی ہوں تو ایک ہی جواب ملتا ہے۔ تم نے کہا تھا۔ مجھے آزمائشوں سے گزار رہے ہو۔ مجھے سیکرٹ ایجنٹ کی حیثیت سے عملی میدان میں کُندن بنانے کے لیے مختلف طریقوں سے آزما رہے ہو۔ مجھے یہ آزمائش منظور ہے۔ آج میں بہت خوش ہوں۔ تم نے براہِ راست نہ سہی، بالواسطہ مجھے ایک بڑی غلطی سے بچا لیا۔ آج یہ سبق حاصل ہوا کہ اپنا راز اپنے سائے کو کبھی نہیں بتانا چاہیے۔ آئندہ میں لیلیٰ کا نام زبان پر نہیں لاؤں گی۔"

اچانک اُس نے ہاتھ اُٹھا کر گزرتی ہوئی ٹیکسی کو رُکنے کا اشارہ کیا۔ وہ رُک گئی۔ جب وہ آگے بڑھ کر ٹیکسی میں بیٹھنے لگی تو میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ برآمدے سے گزرتا ہوا ڈرائنگ رُوم میں پہنچ گیا۔ حدیقہ صوفے پر بیٹھی ہوئی تھی مجھے دیکھتے ہی اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ میں نے اس کے قریب جاتے ہوئے پوچھا "کیا تم دن کو یا رات کو آرام نہیں کرتی ہو۔ کیا تم تمام رات بنگلے کے باہر میری حفاظت کے لیے پہرہ دے رہی تھیں؟"

چادر میں چھپا ہوا سر جُھک گیا۔ اُس نے انکار میں سر ہلا دیا۔ میں نے کہا "تم جھوٹ بول رہی ہو۔ آخرِ شب اچانک ہی مجھے دُشمنوں سے بچانے کے لیے پہنچ گئیں۔ کس طرح پہنچ گئیں۔ کیا تمھیں اطلاع تھی کہ دُشمن مجھ پر حملہ کرنے والے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ تم پہلے سے یہاں موجود تھیں۔ آخر میری خاطر اتنی تکلیفیں کیوں برداشت کر رہی ہو؟"

اس نے جواباً دونوں ہاتھوں کو اپنے سینے پر باندھ لیا۔ سر کو جُھکا لیا۔ گونگی اداؤں سے کہہ رہی تھی "میں تمھاری کنیز ہوں۔ میں نے اپنی زندگی تمھارے لیے وقف کر دی ہے۔"

میں نے اس کے سینے پر رکھے ہوئے ہاتھوں کو دیکھا۔ ایک ہاتھ میں تہہ کیا ہوا کاغذ دبا ہوا تھا۔ یقیناً وہ تحریر کے ذریعے اپنی کوئی بات کہنا چاہتی تھی۔ میں نے پوچھا "کیا یہ میرے لیے ہے؟"

اس نے خاموشی سے وہ کاغذ میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے اسے کھول کر پڑھنا شروع کیا۔ اُس نے لکھا تھا۔

"میرے محسن!

تم نے مشورہ دیا تھا، میں کسی بڑے عالمِ دین سے قسم کھانے اور قسم توڑنے کا مسئلہ دریافت کروں۔ میں نے معلوم کیا ہے۔ ایک بزرگ عالمِ دین نے فرمایا ہے، ہمارے مذہب میں چند پہلوؤں سے قسم کھانا جائز نہیں ہے۔ مثلاً اگر ہم قسم کھائیں کہ گندم نہیں کھائیں گے یا کوئی پھل نہیں کھائیں گے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں سے انکار کر رہے ہیں اور اس سے ہمیشہ کے لیے ہاتھ اُٹھا رہے ہیں۔ البتہ نیک مقاصد کے لیے قسم کھائی جا سکتی ہے۔ مثلاً ہم فلسطینی باشندے اپنی زمین سے، اپنے گھروں سے بے دخل ہو گئے ہیں۔ ان حالات میں ہم قسم کھا سکتے ہیں کہ جب تک اپنے حقوق حاصل نہیں کریں گے، اُس وقت تک بے سروسامانی کے عالم میں کیمپوں میں رہا کریں گے۔ میں نے جو قسم کھائی ہے، وہ جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں آواز دی ہے۔ گویائی کا سلیقہ دیا ہے۔ اگر ہم اس سے انکار کریں اور گونگے بن جائیں تو خداوند کریم کی عطا سے انکار کریں گے یہ کفر ہو گا۔ میں نے دوسری قسم یہ کھائی کہ اپنا مُنہ کسی کو نہیں دکھاؤں گی اس لیے چادر میں چُھپی رہتی ہوں۔ بے شک مسلمان عورت کو پردہ کرنا چاہیے لیکن یہ پردہ دُشمنوں کے لیے شناخت کا سبب بن جائے، فلسطین کی آزادی میں رکاوٹ بنے اور اپنے مجاہدین بھائیوں کو اس پردے سے نقصان پہنچنے کا احتمال ہو تو پردے سے باہر آ جانا چاہیے۔ صرف آنکھ کا پردہ رکھنا چاہیے۔"

میں حدیقہ کی وہ تحریر پڑھتے پڑھتے رُک گیا۔ سر اُٹھا کر اُسے دیکھنے لگا۔ جب ساری باتیں طے ہو چکی تھیں، ایک عالمِ دین نے سب کچھ سمجھا دیا تھا تو پھر وہ چادر میں کیوں چُھپی ہوئی تھی؟ وہ بے زبان کیوں بنی بیٹھی تھی؟

میں اس سے یہ پوچھنا چاہتا تھا پھر خیال آیا۔ ابھی تو یہ تحریر ادھوری ہے۔ آگے بہت کچھ لکھا ہوا ہے۔ پہلے اسے پڑھ لینا چاہیے۔ لہٰذا میں پھر پڑھنے لگا۔ آگے لکھا تھا:

"میں پس و پیش میں ہوں۔ بڑی اُلجھن میں گرفتار ہوں۔ کبھی سوچتی ہوں، مجھے قسم توڑ دینا چاہیے۔ کبھی دل کہتا ہے، میں نے محبوب کے حوالے سے قسم کھائی ہے لہٰذا اسے ٹوٹنا نہیں چاہیے۔ علماءِ دین کی رہنمائی سر آنکھوں پر۔ ہمیں ان کے بتائے ہوئے راستوں پر چلنا چاہیے لیکن کیا کروں، دل نہیں مانتا۔ انسان مذہب سے ذرا ہٹ کر دل سے اور عقیدے سے بھی بہت

کچھ کر گزرتا ہے۔ انسانی عقیدے پتھر کی لکیر ہوتے ہیں۔ جب کوئی گہرے عقیدے کے زیرِ اثر ایک فیصلہ کر لیتا ہے تو پھر وہ فیصلہ کبھی نہیں بدلتا۔ یہی میری حالت ہے۔ میں حالات سے مجبور ہو کر فیصلہ بدلنا چاہتی ہوں پھر بدلتے بدلتے رہ جاتی ہوں۔ ابھی میں کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکی۔ مجھے بتاؤ میں کیا کروں؟ کس طرح اس اُلجھن سے نکلوں، میرا اس دُنیا میں کوئی نہیں ہے۔ ایک محبوب تھا، وہ بھی نہیں رہا۔ جب اس کے ساتھ میں کسی مہم پر نکلتی تو جیسے ساری دُنیا میرے ساتھ ہوتی تھی۔ آج میں تنہا ہوں لیکن خدا کی قسم، جب تمھاری طرف آتی ہوں تو یوں لگتا ہے جیسے ساری دُنیا پھر میرے ساتھ ہوگئی ہے۔ اسی لیے اب میں کیمپ کی طرف نہیں جاتی، شہر میں ہی وقت گزارتی ہوں۔ اس بنگلے کے چاروں طرف چکر لگاتی رہتی ہوں، دُشمنوں کی بُو سُونگھتی رہتی ہوں۔ جب تک اس چادر کے سائے میں دو آنکھیں سُلگ رہی ہیں، کوئی دُشمن تمھارے قریب نہیں پہنچ سکے گا۔

میرے محسن! میں صرف ایک ہی مقصد کے لیے جی رہی ہوں اور وہ ہے فلسطین کی آزادی! ہم میں سے کوئی نہیں جانتا یہ آزادی کب نصیب ہوگی لیکن اتنا یقین ہے، تم ساتھ رہو گے تو آزادی کی منزل قریب تر ہوگی۔ اسی لیے میں تمھارے ساتھ سائے کی طرح لگی رہتی ہوں، تمھیں دیکھتی ہوں، تمھارے کام آتی ہوں تو یوں لگتا ہے، محبوب ابھی زندہ ہے بلکہ محبوب خوب تھا، تم خوب تر ہو۔ غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک ہو۔ تم انسان کا چہرہ پڑھ کر ہاتھوں کی لکیریں دیکھ کر اور اس کا زائچہ بنا کر مستقبل کی باتیں درست بتا دیتے ہو۔ کیا تم میرے مستقبل کے متعلق اتنا نہیں بتا سکتے کہ مجھے کن حالات میں اپنی جدّ و جُہد جاری رکھنا چاہیے؟ کیا اپنی قسم کو قائم رکھتے ہوئے یا اپنی قسم کو توڑ کر؟ خدا کے لیے میرا ہاتھ دیکھو یا میرا زائچہ بناؤ لیکن اتنا کہہ دو کہ مجھے اپنی قسم پر قائم رہنا ہے۔ تاکہ میرا دل مطمئن اور عقیدہ سلامت رہے۔"

میں نے وہ تحریر پڑھنے کے بعد اس کی جانب دیکھا، اُس نے اپنا بایاں ہاتھ میری جانب بڑھا دیا، اپنی ہتھیلی پھیلا دی۔ وہ اپنی خاموش اداؤں سے ہاتھ کی لکیریں پڑھنے کو کہہ رہی تھی۔ میرے خاندان میں کبھی کوئی نجومی نہیں گزرا، میں بھلا کیا لکیریں پڑھ سکتا تھا البتہ ہاتھ کی لکیروں کے متعلق کچھ سطحی سی معلومات تھیں لیکن وہ جو کچھ معلوم کرنا چاہتی تھی، وہ تمام باتیں میں اس کے دماغ میں پہنچ کر ہی معلوم کر سکتا تھا اور اُسے بتا سکتا تھا۔

دن کی روشنی اچھی طرح پھیل چکی تھی۔ تھوڑی دیر کے لیے سونا تھا۔ سونے کے بعد ہی خواب آتے ہیں لیکن اس کی ہتھیلی جاگتی آنکھوں کے سامنے یوں چلی آئی تھی کہ مجھے خواب خواب سی لگ رہی تھی۔ مجھے نیند پوری کرنے کے بعد خیال خوانی کی نہ ختم ہونے والی دوڑ میں مصروف رہنا تھا لیکن دوڑتے رہنے والے کو ذرا دیر رُکنا پڑتا ہے، تھکنا پڑتا ہے، ذرا دم لینا پڑتا ہے، کسی کے ہاتھ کا سہارا بھی لینا پڑتا ہے۔ میں نے کنول کی طرح کھلی ہوئی گلابی ہتھیلی کو تھام لیا۔

وہ ہتھیلی سنگِ مرمر کی طرح پھسلتی ہوئی سی تھی جیسے تاج محل کا ایک ٹکڑا میرے ہاتھ آگیا ہو لیکن نہیں، سنگِ مرمر تو سخت ہوتا ہے۔ وہ ہتھیلی اتنی ملائم تھی جیسے کوئی نازک سا خیال ہوتا ہو۔ وہ ملائم سی ہتھیلی پھول کی طرح میرے ہاتھوں میں آئی تھی اور خوشبو کی طرح کھل رہی تھی۔

شاید وہ چادر کی آڑ سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ وہ قیافہ شناس تو نہیں تھی لیکن عورت کی حس بڑی تیز ہوتی ہے۔ وہ مرد کے چہرے کو اس حد تک پڑھ لیتی ہے جس حد تک وہ اس کی ذات سے وابستہ ہونا چاہتا ہے۔ شاید وہ سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی کہ میں لکیروں کو پڑھ رہا ہوں یا اپنے دل کی دھڑکنوں کو؟ اور شاید اس نے سمجھ لیا تھا کیونکہ اب میرے ہاتھوں میں اُس کا ہاتھ کسمسا رہا تھا۔ میں نے پوچھا "جب چھڑانا ہی تھا تو اپنا ہاتھ میرے ہاتھوں میں کیوں دیا تھا؟"

اس کا ہاتھ تھم گیا۔ دوسرے لفظوں میں اُس نے اپنے ہاتھ کو میرے ہاتھوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا۔ میں نے کہا "یہ لکیر کہتی ہے کہ تم مضبوط قوتِ ارادی کی مالک ہو لیکن یہ قوتِ ارادی . . . کبھی تمھارے نقصان کا سبب بن سکتی ہے، لہٰذا کسی مہم پر روانہ ہونے سے پہلے مجھے ضرور اطلاع دینا تاکہ میں تمھاری صحیح رہنمائی کر سکوں۔"

میں نے پھر اس کی ملائم ہتھیلی پر اپنا ہاتھ پھیرا جیسے لکیر دل کو واضح کر کے دیکھنا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد کہا "تم دُشوار گزار مراحل سے تنہا گزر سکتی ہو۔ اس کے باوجود ایک ساتھی کی ضرورت شدّت سے محسوس کرتی ہو۔ ایسا ساتھی جو تمھارے مزاج کے مطابق ہو۔ دلیر اور جواں مرد ہو اور قدم قدم پر تم سے برتر ہونے کا ثبوت دیتا رہے۔ پہلے تم نے محبوب کو خوب سمجھا، اب مجھے خوب تر سمجھ رہی ہو بلکہ اپنے سے برتر سمجھ رہی ہو۔ اس لیے میرے . . . ."

میرا فقرہ مکمل ہونے سے پہلے ہی اُس نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ چادر سنبھالتی ہوئی دوسری طرف گھوم گئی۔ پہلے ہی کچھ کم چھپی ہوئی نہیں تھی۔ اب اور چھپنا چاہتی تھی۔ اس کے خیال میں چادر پوری طرح چھپا نہیں پا رہی تھی۔ وہ کچھ اور جتن کرنا چاہتی تھی۔

اور بھلا کیا جتن کر سکتی تھی؟ وہ فوراً ہی دروازے کی طرف گھوم کر جانے لگی۔ میں نے آواز دی "حدیقہ! رُک جاؤ، سُنو!"

وہ دروازے پر پہنچ کر ذرا دیر کو جیسے رُکنا نہ چاہتی ہو، میری آواز نے جبراً پکڑ لیا ہو، پھر وہ ایک جھٹکے سے آگے بڑھ گئی۔ دروازے کے پار چلی گئی، نگاہوں سے اوجھل ہوگئی۔ اب میں اسے دیکھ نہیں سکتا تھا۔ اس کے دماغ میں پہنچ کر معلوم نہیں کر سکتا تھا کہ وہ دوسرے کمرے میں جا کر چھپ رہی ہے یا اس بنگلے سے جا رہی ہے۔ میں نے آگے بڑھ کر دروازے پر پہنچ کر باہر دیکھا، وہ نظر نہیں آ رہی تھی۔

"آہ! یہ جذبے کیا ہوتے ہیں، بے چاری پہلے مُنہ چھپاتی تھی، اب مجھ سے ہاتھ کی لکیروں کو بھی چھپایا کرے گی۔"

میں اپنے بیڈ روم میں آگیا۔ وہاں کا قالین تبدیل ہو چکا تھا۔ میرے ماتحتوں نے کمرے کی صفائی کر دی تھی اور وہاں سے جا چکے تھے۔ میں نے گھڑی دیکھی، صبح کے سات بج کر چالیس منٹ ہوئے تھے۔ مجھے تھکن کا احساس ہو رہا تھا۔ اب خیال خوانی کی سکت نہیں رہی تھی۔ میں آرام سے سو جانا چاہتا تھا۔ مجبوری یہ تھی کہ اپنے ساتھیوں کی خیریت معلوم کیے بغیر مجھے قرار نہ آتا۔ سونے کو دل بھی نہ چاہتا اور ساتھیوں کی خیریت معلوم کرنے کا مطلب یہ تھا کہ پہلے میں سونیا اور رسونتی کے پاس پہنچوں پھر مرجانہ اور بلبا کی خبر لوں، پھر اعلیٰ بی بی سے معلوم کروں کہ ہماری پلاننگ کے مطابق کس حد تک عمل ہو رہا ہے۔ اس کے بعد سجاد کی خیریت معلوم کروں۔ اس طرح سلسلہ اتنا طویل ہوگا کہ صبح سے شام اور شام سے پھر صبح ہو جائے گی۔

آخر میں نے رسونتی کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ سو رہی تھی۔ میرے پہنچتے ہی اس کی آنکھ کھل گئی تھی۔ وہ چُپ چاپ لیٹی ہوئی آنکھیں کھولے دماغ کے اندر میں جھانکنے کی کوشش کر رہی تھی۔ معلوم کرنا چاہتی تھی آنکھ کیوں کھل گئی؟

میں نے کہا "رسونتی! یہ میں ہوں۔"

وہ خوش ہو کر اٹھ بیٹھی۔ اپنے قریب ہی لیٹی ہوئی سونیا کو دیکھا۔ وہ ممی تیمور کو اپنے پہلو میں لیے گہری نیند سو رہی تھی۔ پارس رسونتی کے پاس تھا۔ میں نے کہا "تمھاری دماغی توتیں رفتہ رفتہ بحال ہو رہی ہیں۔ اب میری سوچ کی لہریں محسوس کر لیتی ہو، اسی لیے تمھاری آنکھ اچانک کھل گئی تھی۔"

"ہاں، میں بھی یہی سمجھتی ہوں۔ یوں تو جاگنے کی حالت میں سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتی تھی لیکن دماغی کمزوری کے باعث نیند کی حالت میں احساس نہیں ہوتا تھا۔ آج پہلی بار ہوا ہے۔"

"رسونتی! کیا تمھاری نیند پوری ہو چکی ہے؟"

وہ بولی "جب تم مجھے رسونتی کہتے ہو تو میں بیان نہیں کر سکتی، خوشی سے کیا حالت ہوتی ہے۔ یوں لگتا ہے، تم نے ماضی کو بھلا دیا ہو اور مستقبل کے لیے مجھے پکار رہے ہو۔"

میں چُپ رہا۔ اُس نے پوچھا "خاموش کیوں ہو، بولتے کیوں نہیں؟"

"میں بہت تھک گیا ہوں۔ پچھلی رات سو نہ سکا۔ اب سونا چاہتا ہوں۔"

"بستر پر لیٹ جاؤ۔ میں تمھیں نیلی پتیمی کی لوری سُناؤں گی۔"

"سونا کوئی پرابلم نہیں ہے۔ دراصل سونے سے پہلے میں تمام ساتھیوں کی خیریت معلوم کرتا ہوں۔ آج یہ کام تم کر لو۔"

"اچھی بات ہے، کر لوں گی۔ تم اطمینان سے سو جاؤ۔ اپنے ذہن کو زیادہ نہ تھکاؤ۔"

میں نے بیڈ روم کے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ تمام کھڑکیوں کو چیک کیا پھر مطمئن ہو کر بستر پر بیٹھتے ہوئے کہا "سونے سے پہلے میں چند اہم باتیں بتا دوں۔ میں مرجانہ اور بلبا کے سلسلے میں دھوکا کھا گیا۔ انھیں تل ابیب نہیں بھیجنا چاہیے تھا۔"

رسونتی نے پوچھا "کیا وہ کسی مصیبت میں گرفتار ہو گئے ہیں؟"

"گرفتار ہونے والے ہیں۔ قصہ یوں ہے کہ یہودیوں کے ہاتھ ایک ڈمی فرہاد لگ گیا ہے۔ اسے اچھی طرح چیک کیا گیا ہے۔ وہ میک اَپ میں نہیں ہے۔ دراصل بلیک شیڈ و میرے ہم شکل لوگوں کی تلاش میں رہتا ہے۔ کوئی میرا ہم شکل نہ ہو مگر بڑی حد تک مجھ سے مشابہت رکھتا ہو تو وہ باقی کمی پوری کر دیتا ہے . . . پلاسٹک سرجری کے ذریعے ہُو بہُو فرہاد بنا دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہودی اسے چیک کرنے کے بعد مطمئن ہو گئے ہیں۔"

"میں سمجھ گئی۔ یہودی پھر اپنی مکاریوں پر اُتر آئے ہیں۔ وہ سمجھ رہے ہیں فرہاد ان کے ہاتھ لگ گیا ہے۔ اب وہ آسانی سے ہم سب کو بلیک میل کر سکیں گے اور وادیٔ قاف میں آنے جانے کا راستہ بنا لیں گے۔ وہ یہاں بھی اپنی من مانی کر سکیں گے۔ شاید اسی وجہ سے وہ مرجانہ اور بلبا کو بھی روکنے کی کوشش کریں۔"

"میں یہی بتانا چاہتا تھا۔ اب چونکہ وہ ڈمی فرہاد خیال خوانی نہیں کر سکتا اس لیے اس بات کی مزید تصدیق ہو گئی ہے کہ اب تک تم ہی فرہاد کے نام سے خیال خوانی کرتی رہی ہو۔ لہٰذا ان کے لیے یہی بات مصدقہ رہنی چاہیے۔"

"ٹھیک ہے، میں ان باتوں کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے خیال خوانی کروں گی۔"

"ثبانہ القرہ پہنچ چکی ہوگی۔ اس کے ساتھ آنے والا ابھارتی وفد میرا انتظار کر رہا ہوگا۔ تم پہلے ثبانہ کے پاس جاؤ گی۔"

"میں تمھاری تمام ذمّے داریوں کو پورا کروں گی، تم اطمینان سے سو جاؤ، زیادہ نہ سوچو۔"

میں بستر پر لیٹ گیا۔ آنکھیں بند کر کے اپنے دماغ کو ہدایت دینے لگا کہ چار گھنٹے تک آرام سے گہری نیند سوتا رہوں۔ رسونتی نے مداخلت کی "نہیں فرہاد! چار نہیں چھ گھنٹے تک سوتے رہو گے۔ میں وعدہ کرتی ہوں، تمھارے حصّے کا تمام کام نمٹا لوں گی۔ کوئی پریشانی یا مجبوری ہوگی تو نیند

سے بیدار کروں گی مگر تم چھ گھنٹے تک سوتے رہو گے۔"

"اچھی بات ہے میں سو رہا ہوں۔ اس دوران کوئی غیر معمولی بات ہو میرے کمرے میں کوئی داخل ہونا چاہے یا کھڑکی، دروازوں کو کھولنا چاہے تو میری آنکھ کھل جائے۔"

میں نے یہ ہدایت دی اور چپ چاپ سونے کی کوشش کرنے لگا۔ وہ مجھے ٹیلی پیتھی کی لوری سنا رہی تھی اور میں آہستہ آہستہ نیند کی وادیوں میں گم ہوتا جا رہا تھا پھر میں سچ مچ چھ گھنٹے کے لیے گم ہو گیا۔

اگر رسونتی نہ ہوتی تو میں اتنی دیر تک سکون سے نیند پوری نہیں کر سکتا تھا۔ واقعی اس نے میری کمی پوری کر دی۔ صرف کمی پوری کرنے کی بات نہیں تھی، وہ نیند کے دوران میری حفاظت بھی کر رہی تھی جب میں کرسٹوفر میکی بن کر یہاں پہنچا تھا تو ایسے ہی وقت ایک بار اس نے میرے پاس پہنچ کر کرسٹوفر کے خاص ملازموں کے دماغوں میں جھانک کر دیکھ لیا تھا جن میں ایک ایڈنا نامی نیگرو ملازمہ تھی اور دوسری قابلِ ذکر وہ انگریز لیڈی سیکرٹری تھی جو مجھے کرسٹوفر میکی سمجھ کر لفٹ دینے کی کوشش کرتی رہتی تھی۔

اس کے علاوہ لیلیٰ کے دماغ میں بھی پہنچ سکتی تھی۔ حدیقہ کے سلسلے میں وہ میری طرح مجبور تھی۔ اس گونگی نے تو اپنے وجود کے تمام دروازے بند کر دیے تھے اس کے دماغ میں پہنچنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔

جب تک میں نیند میں مست رہا، رسونتی ہمارے تمام ساتھیوں کی خیریت معلوم کرتی رہی اور میرا پیغام پہنچاتی رہی۔ اس دوران وہ بار بار کبھی ایڈنا اور کبھی لیڈی سیکرٹری کے دماغ میں پہنچ کر دیکھ لیتی تھی۔ کہیں میرے لیے کوئی خطرہ تو نہیں ہے؟ وہ میرے دماغ میں نہیں آنا چاہتی تھی، جانتی تھی جیسے ہی اس کی سوچ کی لہریں پہنچیں گی میری آنکھ کھل جائے گی اور وہ مجھے جگانا نہیں چاہتی تھی۔ بہرحال وہ بار بار میرے اطراف پہنچ کر مطمئن ہو جاتی تھی کہ میں محفوظ ہوں۔

وہ اپنی مختلف مصروفیات کے دوران پہلی بار لیلیٰ کے دماغ میں پہنچی تھی۔ اس وقت وہ بھی گہری نیند میں تھی، پچھلی رات کی جاگی ہوئی تھی۔ اس کے خوابیدہ دماغ نے رسونتی کو بتایا کہ وہ ہوٹل پہنچ کر بالکل تھکے ہوئے انداز میں بستر پر گر پڑی تھی۔ اس کے باوجود نیند نہیں آ رہی تھی کیونکہ فرہاد اس کے دماغ میں کہیں چھپا ہوا تھا، مختلف انداز میں اس کی رہنمائی کر رہا تھا۔ لیکن خود کو ظاہر نہیں کر رہا تھا اگر ظاہر کر دیتا تو جانے کیا ہوتا۔ شاید ایک ضدی سیکرٹ ایجنٹ سارہ آٹرک اور سنگدل فلسطینی مجاہدہ لیلیٰ ثانی کی دنیا بدل جاتی۔

لیلیٰ کی خوابیدہ سوچ کہہ رہی تھی "اچھا ہوا اس نے خود کو ظاہر نہیں کیا۔ میرے اندر رہ کر آنکھ مچولی کھیل رہا ہے یہ کھیل آتنا پُر اسرار، دلچسپ اور تجسس انگیز ہے کہ میں خوابوں کی دنیا میں گم ہو جاتی ہوں"

اور واقعی وہ خواب میں فرہاد علی تیمور کو دیکھ رہی تھی حالانکہ اس نے مجھے اصلی چہرے کے ساتھ کبھی رُوبرو نہیں دیکھا تھا صرف تصو[یر دیکھی تھی] وہی تصویر اس کے خوابوں میں مجسم ہو گئی تھی۔

چونکہ رسونتی اس کے خوابیدہ دماغ میں پہنچی ہوئی تھ[ی] ساتھ وہ بھی خواب کی اسکرین پر نظر آ رہی تھی۔ لیلیٰ نیند کی حالت [میں] لگی پھر اس نے پوچھا "تم کون ہو؟"

"تم نے میرا نام سُنا ہے مگر دیکھا نہیں ہے، پہلی بار دیکھ [رہی ہو] سُن لو میرا نام رسونتی ہے۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا "مادام! مجھے ملنے والی اطل[اع کے مطابق] آپ کوہِ قاف میں ہیں پھر یہاں کیسے پہنچ گئیں؟"

"میں فرہاد کا سایہ ہوں۔ ایسا سایہ جو اندھیرے میں بھی سا[تھ رہتا ہے] گہری تاریکی ہو تو میں ان پر ٹیلی پیتھی کا سایہ کر دیتی ہوں۔"

لیلیٰ نے چبھتا ہوا سوال کیا "اور آپ کے فرہاد پر حسین عورتوں کا سایہ ہو تب کیا کرتی ہیں؟"

رسونتی نے ایک گہری سانس لی پھر کہا "پہلے پہلے تڑ[پ] دکھاتی تھی پھر تپ جاتی میں سمندر کی منہ زور لہر ہوں۔ جتنی بار چ[ٹان] کے ساحل تک پہنچوں گی ٹھنڈی ٹھنڈی واپس چلی آیا کروں گی آؤں گی پھر اس طرح ناکام واپس ہو جاؤں گی۔ میاں بیوی سمندر کا ناتا اسی طرح قائم رہ سکتا ہے کہ لہر سکون سے ساحل میں آئے اور آرام سے واپس چلی جایا کرے۔ میں یہ بات ہر [ایک] کے لیے نہیں کہتی۔ بعض مردوں کا مزاج بالکل ہی مختلف ہو[تا ہے] اپنی ذات میں چٹان ہوتے ہیں۔ جب عورت اپنے حسن کے اور محبت کی گرمی سے اسے پگھلا نہیں سکتی، غصہ دکھانے [سے] نہیں ملتا، اسے چھوڑنے کو بھی دل نہیں چاہتا تو وہ ہتھیار ڈا[ل دیتی ہے] ایسے ہی مرد کو پسند کرتی ہے جو چٹان ہو اور میرا تجربہ ہے [کہ جسے] عورت نہ توڑ سکے اُسے کوہ کن بھی نہیں توڑ سکتا۔"

"گویا تمہیں اس بات پر اعتراض نہیں ہے کہ تمہارا مجاز[ی خدا میرے] خواب میں کیوں آیا ہے؟"

"میں نے کہا نا، پہلے غصہ بھی آتا تھا اور اعتراض بھی [ہوتا تھا] اور اس کے ہرجائی پن پر یہ سوچتی تھی ۔

وہ تو خوشبو ہے، ہواؤں میں بکھر جائے گا
مسئلہ پھول کا ہے، پھول کدھر جائے گا؟

اب یہ عقل آ گئی ہے کہ خوشبو بکھر نہیں سکتی۔ اسے جب [تک] ہے۔ عورت میں تحمل ہو تو وہ دل کی شیشی میں اسے پرفیوم کی [طرح رکھ] سکتی ہے۔ میری اس بات کو عام سے انداز میں یوں سمجھو کہ مر[د] زندگی کے کھونٹے سے بندھا ہوا ایک بیل ہے۔ وہ رسّے کی لمبا[ئی تک] بھاگتا ہے جہاں لمبائی ختم ہوتی ہے وہاں سے پھر کھونٹے کی طر[ف] آتا ہے۔"

[کیا فرہاد] بھی واپس آتا ہے؟"

"[ایک] نہیں ہزار بار ہمارے درمیان اختلافات ہوتے۔ ہم ایک دوسرے [سے دور ہو] گئے۔ ہمارے درمیان اتنی نفرت بڑھی کہ ہم دشمنی پر اُتر آئے۔ مجھے [ک]ہنا چاہیے صرف میں دشمنی پر اُتر آئی۔ یہ میری نادانی تھی۔ ہزار [با]ت کے باوجود وہ میرے ہیں اور ہمیشہ میری طرف لوٹ آتے [ہیں] مجھے کس بات پر اعتراض ہو سکتا ہے۔ میں تو اپنی جگہ اٹل حقیقت [ہوں] پر تو پارس کی مہر لگی ہے اور کوئی باپ اپنے بیٹے کی ماں سے [دو]ر نہیں جاتا۔ وہ صبح کو بھولتا ہے، شام کو واپس آ جاتا ہے۔"

رسونتی کہتے کہتے رُک گئی، خواب کی اسکرین ہولے ہولے تھرتھرا [رہی تھی، خوابی]دہ دماغ کے پروجیکٹر میں مداخلت ہو رہی تھی۔ وہ لیلیٰ کے دماغ [میں یہ] محسوس کر سکتی تھی کہ اس کے آس پاس کوئی گڑبڑ ہے۔ شاید [کوئی کمر]ے کے اندر داخل ہونا چاہتا ہے۔

اس نے ہولے سے اس کے دماغ کو جھنجھوڑتے ہوئے سرگوشی [کی "]خطرہ ... !"

وہ ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھی۔ ایک دم سے چوکنی ہو کر چاروں طرف کمرے [کو دیکھ]نے لگی۔ سوچنے لگی، وہ اچانک کیسے بیدار ہو گئی، کیسے انجانے [خطرے] کا احساس ہو گیا پھر اسے کلک کی آواز سنائی دی۔ اس نے [دروازے] کی طرف دیکھا، ساری بات سمجھ میں آ گئی کوئی مقفل دروازے کو [کھولنے] کی کوشش کر رہا تھا۔

وہ بستر سے اُچھل کر فرش پر آ گئی۔ ایک دم سے شیرنی کی طرح تن [گئی۔ اس کا دماغ تیزی سے] سوچ رہا تھا۔ آنے والا ایک بھی ہو سکتا [ہے، زیادہ] بھی ہو سکتے ہیں۔ ان حالات میں کیا کیا جائے؟

اس کی اپنی سوچ کہہ رہی تھی "مقابلہ کروں گی، میں کسی سے کمتر [نہیں ہوں،] ان کے دانت کھٹے کر دوں گی۔"

رسونتی نے اس کی سوچ میں کہا "لیکن مجھے سوچنا چاہیے ایسے حالات [میں فرہ]اد کی ساتھی عورتیں کیا کرتی ہیں۔ اس نے یقیناً مجھے بھی ایسے موقعوں [پر ک]وئی گائیڈ لائن دی ہو گی۔"

لیلیٰ کو فوراً یاد آ گیا، میں نے اسے اکثر سمجھایا تھا کہ غصہ انسان کی [عقل] کھا جاتا ہے اور کامیابی سے دُور لے جاتا ہے لہٰذا سہولت سے [عقل]مندی سے کام لینا چاہیے۔

دوسرے ہی لمحے اس نے آنے والوں سے مقابلہ کرنے کا خیال [ترک کر] دیا۔ سکون سے ذرا سوچا تو بات سمجھ میں آ گئی۔ اس نے فوراً ہی بستر [اور تکیے و]غیرہ کو درست کیا۔ تکیے کو سلیقے سے رکھا پھر تیزی سے چلتی ہوئی [باتھ رو]م میں گئی۔ وہاں جا کر اس نے شاور کو کھول دیا۔ دروازے کو پھر [بند کر]کے اس دروازے کے پیچھے چلی آئی جسے کھولنے کی کوشش کی جا رہی [تھی۔ و]ہ عین اس وقت پہنچی جب دروازے کا ہینڈل آہستہ آہستہ جھک [رہا تھا] اور وہ محتاط انداز میں کھلتا جا رہا تھا۔ آنے والے آہستگی سے اسے کھولتے ہوئے اندر دیکھ رہے تھے۔ سمجھنا چاہتے تھے کہ لیلیٰ کہاں ہے؟

وہ بستر پر نظر نہیں آئی۔ وہاں کی بے شکن چادر پوچھ رہی تھی، بھلا دن کے وقت کوئی سو سکتا ہے۔ اسی وقت باتھ رُوم سے پانی گرنے کی آواز نے متوجہ کیا۔ وہ مسکرا کر یوں دیکھنے لگے جیسے شکار کو پا لیا ہو۔ انھوں نے دروازہ پوری طرح کھول دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لیلیٰ اس کے پیچھے نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ انھیں نظر نہیں آ رہی تھی۔ آنے والے دو تھے اور وہ دبے قدموں باتھ رُوم کے دروازے کی طرف جا رہے تھے۔

ان میں سے ایک نے قریب پہنچ کر دروازے سے کان لگاتے ہوئے اندر کی آواز سننے کی کوشش کی۔ دوسرے نے ہینڈل پر ہاتھ رکھا۔ وہ معلوم کرنا چاہتا تھا، دروازہ کھلا ہے یا بند ہے۔ جب لیلیٰ نے دیکھا کہ وہ ٹھیک دروازے کے سامنے کھڑے ہوئے ہیں تو اس نے اچانک ہی اپنے تُلے قدموں سے آگے بڑھ کر ایک چھلانگ لگائی۔ فضا میں ذرا بلند ہوئی پھر اس سے پہلے کہ وہ دونوں آہٹ سن کر چونکتے، بے چارے فلائنگ کِک کی زد میں آ گئے۔ باتھ رُوم کے دروازے سے ٹکراتے ہوئے اندر چلے گئے۔ یوں کہنا چاہیے کہ باتھ رُوم کے گیلے چکنے فرش پر پھسلتے ہوئے دُور تک چلے گئے۔ جب تک وہ سنبھلتے اور وہاں سے واپس آتے لیلیٰ نے دروازے کو باہر سے بند کر دیا۔

اب وہ اطمینان کی گہری سانس لے کر سوچ رہی تھی "واقعی ذہانت اور حاضر دماغی میں جو لطف حاصل ہوتا ہے وہ لڑائی جھگڑے میں نہیں ہوتا۔ اگر میں لڑائی کرتی تو تھوڑی بہت میری بھی ٹوٹ پھوٹ ہوتی ... فرہاد مجھے بہترین گائیڈ لائن دے رہے ہیں۔"

وہ چونک گئی۔ اسے خیال آیا، وہ اچانک گہری نیند سے کیسے بیدار ہو گئی تھی؟ کیا فرہاد نے جگایا تھا؟ اس کے دماغ سے اچانک غصہ کیسے فرو ہو گیا؟ اور وہ تحمل سے کس طرح حاضر دماغی کا مظاہرہ کرنے لگی؟ کیا یہ سب فرہاد کی ڈھکی چھپی کارفرمائی ہے؟ کیا وہ اب بھی میرے دماغ میں موجود ہیں۔ میں جاگتی ہوں، سوتی ہوں تو وہ میرے پاس رہتے ہیں؟

وہ خوش ہونے لگی۔ باتھ رُوم میں بند ہونے والے اس دروازے کے ہینڈل کو جھٹکے دے رہے تھے، کھولنے کی کوشش کر رہے تھے لیکن وہ دروازہ پیٹنا نہیں چاہتے تھے، آواز بھی نہیں دے سکتے تھے کیونکہ چوروں کی طرح آئے تھے۔

وہ یکبارگی چونک کر پلٹ گئی۔ کمرے کا وہ مقفل دروازہ جسے کھول کر وہ دشمن اندر آئے تھے۔ اب وہاں تیسرا دشمن نظر آ رہا تھا۔ اس نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا اور ریوالور میں سائیلنسر لگا ہوا تھا۔

وہ لیلیٰ کو سر سے پاؤں تک دیکھ رہا تھا۔ دانت پیسنے کے انداز میں دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے مسکرا رہا تھا پھر اس نے پوچھا "تمہاری

عمر کیا ہے بے بی؟ تم گولڈن ریکٹ سے ٹکرانے چلی ہو، زندگی سے بیزار ہو گئی ہو تو چُپ چاپ خودکشی کر لو۔ مَیں اتنی کم سن چھوکری کو اپنے ہاتھ سے مارنا نہیں چاہتا، مجھے بڑا ترس آتا ہے۔“

” اچھا تو تم ساتویں گولڈ مین ڈاکٹر ولیم بروک کے آدمی ہو؟“

” ڈاکٹر ولیم بروک ایک معزز انسان ہیں۔ بین الاقوامی شہرت کے حامل ہیں۔ ہر ملک میں انھیں عزّت کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔ تم انھیں ساتواں گولڈ مین کہہ کر نادانی کر رہی ہو۔ تمھاری بات کا کوئی یقین نہیں کرے گا کہ ڈاکٹر کا تعلق گولڈن ریکٹ سے ہے۔“

” کل مَیں نے ٹیلی فون کے ذریعے ڈاکٹر ولیم بروک سے گفتگو کی تھی۔ اس کا تعلق گولڈن ریکٹ سے نہیں ہے تو تم یہاں کیا لینے آئے ہو؟“

” تمھیں لینے۔“

وہ طنزیہ انداز میں بولی ”کیا یقین ہے کہ مجھے لے جا سکو گے؟“

اجنبی نے باتھ رُوم کی طرف دیکھا پھر کہا ”کل ہم نے پتا چلانے کی کوشش کی تھی کہ تم کہاں چھپی ہو اور کہاں سے تم نے ڈاکٹر کو فون کیا تھا پھر ہمیں اس ہوٹل کا پتا چل گیا۔ ہم نے سوچا رات کو تمھیں گھیر کر لے جائیں گے لیکن پچھلی رات تم یہاں نہیں تھیں۔ ہم ناکام چلے گئے۔ ہم نے جو معلومات حاصل کیں، اس کے مطابق تم اس میدان میں نئی ہو۔ پہلی بار اپنے ملک سے باہر آئی ہو اور سُراغ رسانی کے کمالات دکھانا چاہتی ہو۔ کتنی مضحکہ خیز بات ہے کہ آتے ہی گولڈن ریکٹ جیسے ادارے پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی ہے مگر ہاں، یہ تسلیم کر چکا ہُوں کہ اناڑی نہیں ہو، بہت ہوشیار ہو۔ بڑی چالاکی سے تم نے میرے دونوں آدمیوں کو باتھ رُوم میں بند کر دیا لیکن یہ بھول گئیں کہ کوئی سیر پر سوا سیر بھی ہو سکتا ہے۔ قربانی کے بکروں کو آگے بھیج کر خود پیچھے آ سکتا ہے اور مَیں آ گیا ہُوں۔“

چند ساعتوں تک خاموشی رہی۔ وہ دونوں ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر گھورتے رہے پھر اُس نے پوچھا ”سیدھی طرح چلو گی یا تمھیں بے ہوش کر کے لے جاؤں۔ باہر اسٹریچر اور ایمبولنس وغیرہ موجود ہیں۔ ہمارے دوسرے آدمی اسپتال کے عملے کی صورت میں انتظار کر رہے ہیں۔ بولو کیا چاہتی ہو؟“

اس کی باتوں کے دوران وہ تیزی سے سوچ رہی تھی ان حالات میں کیا کرنا چاہیے۔ لڑنے میں تو وہ پیچھے ہٹنے والی نہیں تھی لیکن یہ بات دماغ میں آ رہی تھی کہ یہ لوگ قتل کرنا چاہتے تو سائیلنسر لگے ریوالور سے بہت پہلے ہی کام تمام کر دیتے۔ یہ معلوم کرنا چاہیں گے کہ ڈاکٹر ولیم بروک کے متعلق اور کیا جانتی ہُوں۔ یہ مجھے کہیں اپنے خفیہ اڈّے میں لے جائیں گے لہٰذا مجھے ان کے ساتھ جانا چاہیے۔

وہ دُشمنوں کے ساتھ جانے کا خطرہ اس لیے مول لینا چاہتی تھی کہ بیروت میں آ کر اُس نے اب تک کوئی کارنامہ انجام نہیں دیا تھا اگر وہ یونہی ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھی رہتی تو اپنے ملک کی سیکرٹ سروس میں پہنچ کر شرمندگی اُٹھانی پڑتی۔ وہ اپنے ریکارڈ میں بہترین کارکردگی کا اضافہ کرنا چاہتی تھی۔

اُس نے آہستگی سے مجھے پکارا ”فرہاد! تم موجود ہو؟ مَیں جانتی ہوں تم براہِ راست گفتگو نہیں کرو گے۔ اشارتاً ہی بتا دو، مجھے جانا چاہیے یا نہیں؟ اگر موجود ہو تو تم نے دُشمن کے خیالات پڑھ لیے ہوں گے۔“

وہ چُپ رہ کر میرے جواب کا انتظار کرنے لگی۔ ریوالور والے نے پوچھا ”کیا سوچ رہی ہو۔ میری بات کا جواب دو۔ کیا راضی خوشی چلنے کو تیار ہو؟“

رسونتی نے لیلیٰ کی سوچ میں کہا ”اسے تھوڑی دیر تک باتوں میں بہلانا چاہیے، ہو سکتا ہے فرہاد ابھی موجود نہ ہوں کسی دوسری جگہ مصروف ہُوں، کسی لمحہ بھی میرے پاس آ سکتے ہیں مجھے ان کا انتظار کرنا چاہیے۔“

یہ کہتے ہی رسونتی میرے پاس پہنچ گئی۔ مَیں ساڑھے پانچ گھنٹے کی نیند پوری کر چکا تھا۔ آدھے گھنٹے بعد خود ہی بیدار ہونے والا تھا، اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی یک بیک بیدار ہو گیا۔ فوراً ہی اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ سمجھنے کی کوشش کرنا چاہتا تھا کہ اچانک بیداری کیسے ہوئی؟ اسی وقت رسونتی نے کہا ”یہ مَیں ہُوں۔“

مَیں نے پوچھا ”خیریت تو ہے؟“

” ابھی تک خیریت ہے۔ مَیں اپنے ساتھیوں کے متعلق تمام رپورٹ سُناؤں گی۔ پہلے لیلیٰ کے متعلق سُنو! اسے گولڈن ریکٹ کے غنڈوں نے گھیر لیا ہے، اسے اپنے ساتھ لے جانا چاہتے ہیں۔ لیلیٰ سیکرٹ ایجنٹ کی حیثیت سے کوئی کارنامہ انجام دینا چاہتی ہے، اس لیے ان کے ساتھ جانے کا خطرہ مول لے رہی ہے۔ اب تم فیصلہ کرو، اسے جانا چاہیے یا نہیں؟“

” کیا تم نے دُشمنوں کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کیا ہے کہ ان کے ارادے کیا ہیں؟“

” ہاں، لیلیٰ نے بڑی ذہانت سے دو دُشمنوں کو باتھ رُوم میں بند کر دیا ہے۔ تیسرے کے پاس ریوالور ہے۔ وہی زیادہ بول رہا تھا۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ کر معلومات حاصل کر رہی تھی۔ وہ اسے ہلاک نہیں کریں گے بلکہ ایک خفیہ اڈّے میں لے جا کر اس سے سودا کریں گے۔ وہ اپنے ملک کی سیکرٹ ایجنٹ ہے۔ اتنے اہم شعبے سے تعلق رکھنے والی ان کے بڑے کام آ سکتی ہے۔ نشیلی ادویات اور منشیات کو اس کے ذریعے دُور تک پھیلایا جا سکتا ہے اس لیے وہ اسے ساتھ لے جا رہے ہیں۔“

” ٹھیک ہے، جانے دو۔ مَیں اس کی نگرانی کرتا رہوں گا۔ تم بھی حاضر رہو۔ مختلف ہیلی کاپٹر کے ذریعے تمھارے ہاں سامان پہنچ چکا ہے۔ انھوں نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم کرنے کی فرمائش کی تھی۔ سونیا ان سے گفتگو کر رہی ہو گی۔ پتا نہیں وہ کس طرح کے معاملات طے کر رہی ہو گی۔ تم اس کے ساتھ رہو، مَیں تھوڑی دیر میں آؤں گا۔“

مَیں وہاں سے اُٹھ کر باتھ رُوم کی طرف جاتے ہوئے لیلیٰ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ابھی تک انتظار کر رہی تھی کہ شاید مَیں کہیں مصروف ہُوں اور وہاں سے اس کے دماغ میں آؤں گا اور اس کی رہنمائی کروں گا۔ وہ طرح طرح کے بہانے کر کے ریوالور والے کو ٹال رہی تھی۔ اُسے یہی تاثر دے رہی تھی کہ اس کے ساتھ جانے والی ہے۔ اس نے باتھ رُوم کا دروازہ بھی کھول دیا تھا۔ وہ اپنی مرضی سے نہیں کھولنا چاہتی تھی لیکن ریوالور کے نشانے پر رہ کر کھولنا پڑا۔ اب تین دُشمن اس کے آس پاس تھے۔ چونکہ وہ لڑائی نہیں کرنا چاہتی تھی، اپنے طور پر کچھ چالیں چلتے ہوئے اُن کے خفیہ اڈّے تک پہنچنا چاہتی تھی اس لیے ریوالور والے کے حکم کی تعمیل کر رہی تھی۔

مَیں نے اس کی سوچ میں کہا ”مَیں خواہ مخواہ فرہاد کا انتظار کر رہی ہُوں، اگر وہ آئیں گے تب بھی مجھے براہِ راست مخاطب نہیں کریں گے۔ ان کی موجودگی کی پہچان یہی ہے کہ مَیں کوئی غلطی کروں تو وہ روک دیں گے۔ چونکہ مَیں یہاں سے ان کے ساتھ جانے کی غلطی نہیں کر رہی ہُوں، میرے اقدامات درست ہیں اس لیے وہ مجھے نہیں روک رہے ہیں، مجھے جانا چاہیے۔“

وہ اپنا ایک لباس اُٹھا کر باتھ رُوم کی طرف جاتے ہوئے بولی ”مَیں تیار ہو لوں پھر ساتھ چلتی ہُوں۔“

ریوالور والے نے کہا ”ہمیں دھوکا دینے کی کوشش نہ کرنا اگر دروازے کو بند کرنے کے بعد یہاں سے نکلنا نہیں چاہو گی، ہمارے حکم کی تعمیل نہیں کرو گی تو مَیں فائر کر کے دروازے کے لاک کو توڑ دوں گا۔ اس کے بعد دوسری گولی تمھارے جسم میں پیوست ہو گی۔“

لیلیٰ نے اسے ناگواری سے دیکھا پھر باتھ رُوم کے اندر آ کر دروازے کو بند کر دیا۔ وہ دُشمنوں کے ساتھ جانے والی تھی ان سے دو دو ہاتھ ہو سکتے تھے، اس لیے وہ سیاہ جینز اور سُرخ بنیان پہن کر جانے والی تھی لیکن پہننے سے پہلے ہی ٹھٹک گئی۔ اچانک خیال آیا ”کیا فرہاد موجود ہیں؟“

اس وقت تک مَیں ریوالور والے کے دماغ میں پہنچ کر اس کی سوچ میں اسے قائل کر رہا تھا کہ جب تک سارہ آرنگ باتھ رُوم سے باہر آئے، اس وقت تک اُسے ڈاکٹر ولیم بروک سے فون پر رابطہ قائم کر کے بتا دینا چاہیے کہ سارہ کو اپنے اڈّے پر لایا جا رہا ہے۔

ریوالور والا پریشان ہُوا۔ اس کے دماغ نے کہا ”یہ مَیں کیا سوچ رہا ہُوں بھلا مجھے ٹیلی فون کے ذریعے رابطہ قائم کرنے کی کیا ضرورت ہے جبکہ مَیں سارہ کو یہاں سے لے جاتے وقت راستے میں ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم کرنے والا ہُوں۔“

مَیں اپنی جگہ حاضر ہو گیا، وہ تیار ہو چکی تھی ان کے ساتھ ہوٹل سے باہر آ کر ایک گاڑی میں بیٹھ رہی تھی۔ اس کے اطراف دو شخص بیٹھ گئے۔ آگے ڈرائیور تھا۔ ریوالور والا دوسری گاڑی میں جا کر بیٹھ گیا پھر وہ گاڑیاں آگے پیچھے چلنے لگیں۔ تھوڑی دُور جانے کے بعد ریوالور والے نے ڈیش بورڈ کو کھول کر وہاں سے ٹرانسمیٹر نکالا پھر اُسے آپریٹ کرتے ہوئے رابطہ قائم کرنے لگا۔ مجھے ڈاکٹر ولیم بروک کی آواز سُنائی دی۔ وہ پوچھ رہا تھا ”کیا اُسے لا رہے ہو؟“

” جی ہاں، مَیں اُسے لے کر آ رہا ہُوں۔ مَیں نے اسے یہ جتانے کی کوشش کی ہے کہ گولڈن ریکٹ سے آپ کا کوئی تعلق نہیں ہے۔“

” مَیں اس کے سامنے نہیں جاؤں گا، اپنی جگہ سے اس کی باتیں سُنتا رہوں گا۔ اسے کسی طرح بھی دوست بناؤ۔ وہ ہمارے بہت کام آئے گی، اسے بڑے سے بڑا لالچ دینا۔ مَیں دیکھوں گا تم میں دوست بنانے کی کتنی صلاحیت ہے۔ اوور اینڈ آل۔“

ان کا رابطہ ختم ہو گیا۔ مَیں ڈاکٹر ولیم بروک کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایک کمرے میں صوفے پر بیٹھا ہُوا ٹرانسمیٹر کے ذریعے گفتگو کر رہا تھا۔ رابطہ ختم ہونے کے بعد وہ ٹرانسمیٹر کو ایک طرف رکھتے ہوئے وہاں سے اُٹھ کر دوسرے کمرے میں جا رہا تھا۔ دوسرے کمرے میں ایک بہت بڑا لبنانی آفیسر بیٹھا ہُوا تھا۔ اُس نے ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔ ”ہاں، تو آفیسر، تم نے کیا فیصلہ کیا؟“

” مَیں محبِ وطن ہُوں مجھے لبنان سے محبّت ہے۔ مَیں یہاں نشیلی ادویات کی آڑ میں منشیات کا کاروبار ہونے نہیں دوں گا۔“

ڈاکٹر نے ہنستے ہوئے کہا ”تم کیسی بچّوں جیسی باتیں کر رہے ہو۔ لبنان ایک عرصے سے خانہ جنگی میں مبتلا ہے۔ تم نے محبِ وطن ہو کر یہاں کون سا امن و امان قائم کیا ہے؟“

” آپ جیسے معزز ڈاکٹر بین الاقوامی شہرت کا لیبل لگا کر جب ایسا کالا دھندا کریں گے تو ہم آپ کے سامنے یقیناً بے بس ہو جائیں گے۔“

” آفیسر! یہی بات مَیں تمھیں بتانا چاہتا ہوں۔ میں معزز ہُوں، محترم ہُوں اور اگر ایسے میں کالا دھندا کرتا ہُوں تو اس میں بھی کوئی مصلحت ہے۔“

” کیسی مصلحت؟ مَیں نہیں سمجھا؟“

” یہی کہ جب تم لبنان کے اندر خانہ جنگی کو بند نہیں کر سکتے، آپس میں تمھارے لوگ لڑ کر مر رہے ہیں، تم قانون کے محافظ ہو لیکن وہ قانون کو ہاتھ میں لیتے ہیں۔ یہاں ایک کے بعد ایک متحارب گروپ پیدا ہوتے چلے جاتے ہیں۔ ایک گروہ دوسرے گروہ سے ٹکراتا رہتا ہے۔ سب کو اپنی برتری قائم رکھنے کا جنون ہے۔ ایسے میں ہم دیکھتے ہیں کہ لبنان جیسا کوئی بھی ملک جہاں امن و امان قانون کے ذریعے قائم نہیں کیا جا سکتا، تقریر اور تحریک کے ذریعے قائم نہیں کیا جا سکتا تو وہاں ہم منشیات کے ذریعے یہ کام کرتے ہیں۔“

” منشیات کے ذریعے کیسے؟“

” سیدھی سی بات ہے اگر تمھارے جیسے افسران اور سیاستداں اس ملک میں اپنی مرضی کی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں تو منشیات کو

عام کردو تاکہ ملک کے عوام مدہوش رہیں اور حکومت پر کڑی نکتہ چینی کرنے کی جسارت سے محروم ہو جائیں۔ اس سے اچھا نسخہ کوئی نہیں ہے۔ آج بڑی بڑی طاقتیں، بڑے بڑے سیاست داں یہی نسخہ پسماندہ ممالک میں آزماتے جا رہے ہیں۔"

ڈاکٹر اٹھ کر کھڑا ہو گیا پھر آفیسر کی طرف انگلی اٹھاتے ہوئے بولا۔ "سنو آفیسر! آج کا انسان انڈر پریشر رہتا ہے لہٰذا اسے ٹرینکولائیزر یعنی سکون بخش ادویات دی جاتی ہیں۔ لبنان کی صورتِ حال تو عجیب ہے، یہاں صرف سکون بخش ادویات سے کام نہیں چلتا۔ یہاں ہم گہرے نشے کو عام کر رہے ہیں۔ تمھیں بھی ہمارا ساتھ دینا چاہیے۔ تم مارونی عیسائی ہو۔ اگر چاہو تو غیر مارونی عیسائیوں کو منشیات کا عادی بنا سکتے ہو۔"

"وہ ہمارے دشمن ہیں۔ ہم سے بولنا بھی گوارا نہیں کرتے۔ ہم انھیں کس طرح عادی بنا سکتے ہیں؟"

"یہ ہم پر چھوڑ دو۔ صرف منشیات کو عام کرنے کے سلسلے میں ہم سے تعاون کرو۔ کوئی سرکاری رکاوٹ کھڑی ہو تو ہمارا ساتھ دو۔ ہم اس سے زیادہ تعاون نہیں چاہتے۔ اس کے لیے ہم تمھاری ایسی خدمت کریں گے کہ سرکار تمام عمر تمھاری خدمات حاصل کر کے بھی وہ نہیں کر سکے گی یعنی تمھارا بینک بیلنس لبنان میں نہیں بلکہ بیرونی ممالک میں بھی ہوگا۔ کیا تمھیں اس بات کا اندیشہ نہیں رہتا ہے کہ تمھارے بچے جب اسکول میں پڑھنے جاتے ہیں تو پتا نہیں کب، کہاں کوئی ہنگامہ برپا ہو جاتا ہے۔ کہاں سے گولی چلے اور تمھارے بچے...؟"

آفیسر جلدی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ بے چینی سے ٹہلنے لگا پھر بولا "میں بہت پریشان رہتا ہوں۔ یہ ملک میرے بیوی بچوں کے لیے محفوظ نہیں رہا۔"

"یہی تو میں کہتا ہوں۔ بیوی اور بچوں کو یورپ یا امریکہ میں رہنے دو۔ وہ اعلیٰ تعلیم حاصل کریں گے۔ تمھاری بیوی اونچی سوسائٹی میں ایک معیاری زندگی گزارے گی اور جب تم یہاں سے ریٹائر ہو کر بیرونِ ملک بیوی اور بچوں کے پاس جاؤ گے تو اپنا بڑھاپا نہایت سکون اور اطمینان سے گزار سکو گے۔ کسی کے محتاج نہیں رہو گے۔"

ڈاکٹر سمجھا رہا تھا اور آفیسر سمجھتا جا رہا تھا۔ لبنان کی جو صورتِ حال تھی وہاں بڑے بڑے لوگ یہی چاہتے تھے کہ ان کے بیوی بچے ملک سے باہر محفوظ مقامات پر زندگی گزاریں۔ ایسے مقامات پر زندگی گزارنے کے لیے کثیر رقم کی بھی ضرورت پڑتی ہے اور اعلیٰ معیاری زندگی بھی لازمی تھی۔ اس لیے وہاں کے بڑے بڑے افسران، بڑے بڑے با اثر لوگ منشیات کے کاروبار میں ملوث ہو جاتے ہیں اور دونوں ہاتھوں سے دولت سمیٹنے لگتے ہیں۔

جب حکام ایسے معاملات سے چشم پوشی کریں اور بڑے بڑے افسران اور قانون کے محافظ کالے دھندے میں ملوث ہو جائیں تو قانون بے بس ہو جاتا ہے۔

پھر منشیات کی لعنت کو دور دور تک پھیلانے کے لیے مافیا جیسے پُسر اداروں کا خفیہ ہاتھ بھی ہوتا ہے۔

سب سے بڑی کمزوری عوام کی ہوتی ہے۔ وہ اپنے حالات سے مجبور ہوتے ہیں، پریشانیوں سے نجات حاصل کرنے کے لیے غم غلط کرنا چاہتے ہیں۔ غم غلط کرنے کے لیے نشے کا سہارا لیتے ہیں اور یہیں سے منشیات کو فروغ حاصل ہوتا ہے۔

میرے معزز قارئین! آپ کے محبوب رسالے سسپنس ڈائجسٹ میں منشیات سے متعلق "موت کے سوداگر" کے عنوان سے ایک بہت ہی عمدہ، معلوماتی، عبرت ناک اور سبق آموز مسلسل داستان پیش کی جا رہی ہے۔

اگرچہ یہ لعنت پوری دنیا میں پھیل رہی ہے لیکن مسلمانوں کی اکثریت اس کی زد میں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کے بیشتر مسلمان آپس میں دست بگریباں ہیں۔ لبنان میں ایک دوسرے کے خون سے ہولی کھیل رہے ہیں اور فلسطینی مجاہدین برسوں کی جدوجہد کے بعد بھی ناکام ہو رہے ہیں تو اس کے پیچھے جہاں یہودیوں کی دولت، ان کی مکاری اور بڑے ممالک کی دوغلی سیاست ہے، وہاں منشیات کا بھی بھرپور ہاتھ ہے۔

میں آئندہ کبھی اپنی داستان میں تفصیل سے بیان کروں گا کہ ایک طرف بامقصد اور جیالے مجاہدین فلسطین کی آزادی کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں تو انھی میں شامل رہنے والے ایسے فلسطینی بھی ہیں، جو نشے کے عادی ہیں، عیاش ہیں اور اپنی ساری قوم کو بدنام کر رہے ہیں اور فلسطینی آزادی کی جدوجہد کو ناکام بناتے جا رہے ہیں۔ میں اور رسونتی ... ٹیلی پیتھی کے ذریعے دو چار یا دس مجاہدین کو راہِ راست پر لا سکتے ہیں۔ ان میں جو گھر کا بھیدی ہو، اسے بے نقاب کر سکتے ہیں۔ مجاہدین کو نقصان پہنچانے والا کوئی سازشی ہو تو اسے سزا دے سکتے ہیں لیکن اپنے ہی گھر کے اندر تباہ کرنے والے موجود ہوں اور ایک نہیں، سیکڑوں ہوں تو ان کا محاسبہ کرنا ناممکن ہو جاتا ہے۔

بہرحال ڈاکٹر ولیم بروک نے اس بڑے آفیسر کو شیشے میں اتار لیا۔ وہ راضی ہو گیا۔ اس سے بڑی خوش دلی کے ساتھ مصافحہ کر کے رخصت ہونا چاہتا تھا۔ ڈاکٹر نے کہا "ہم اپنے دوستوں کو کبھی خالی ہاتھ نہیں جانے دیتے۔" اس نے میز پر رکھا ہوا ایک بریف کیس اٹھایا اور آفیسر کے حوالے کرتے ہوئے کہا "اس میں نوٹوں کی اتنی گڈیاں ہیں جنھیں تم رات بھر اطمینان سے گن سکتے ہو۔"

اس نے خوش ہو کر وہ بریف کیس لیا۔ اس کا شکریہ ادا کیا پھر جانے لگا۔ ڈاکٹر نے کہا "ایک بات سن لو، جب ہم دوستی کرتے ہیں تو دوستوں کے لیے دولت تو کیا جان تک دے دیتے ہیں اور دشمنی کرتے ہیں تو تنہا ہی کسی کو ہلاک کرتے ہیں، ورنہ میڈیکل رپورٹ تیار کر کے اسے پاگل خانے بھیج دیتے ہیں۔ تم سمجھ سکتے ہو، جو بین الاقوامی شہرت رکھنے والے معزز ڈاکٹروں پر الزام عائد کرے، اسے دنیا والے پاگل نہیں سمجھیں گے تو اور کیا سمجھیں گے۔ تم یہاں سے جانے کے بعد صرف ہم سے تعاون کرنے کے متعلق سوچنا، پاگل خانے کے متعلق کبھی نہ سوچنا۔ وِش یو گڈ لک۔"

وہ وہاں سے چلا گیا۔ ڈاکٹر تنہا رہ گیا تھا۔ انسان کی کھوپڑی دنیا کی سب سے مضبوط تجوری ہے۔ دنیا کا کوئی سیکرٹ ایجنٹ یا بلیک میلر اس کھوپڑی سے کوئی راز چرا کر نہیں لے جا سکتا۔ ایسی تجوریوں کی چابی صرف ٹیلی پیتھی کے ماہر کے پاس ہے۔ میں اس تجوری سے آہستہ آہستہ اہم راز چرانے لگا۔ معلوم کرنے لگا کہ بیروت میں کہاں کہاں منشیات کے خفیہ اڈے ہیں اور اس لعنت کو پھیلانے کے لیے ان کا طریقۂ کار کیا ہے؟

تمام اہم معلومات حاصل کرنے کے بعد میں نے ڈاکٹر کو اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ اسے ذرا بھی چھیڑنے کی ضرورت نہیں تھی۔ گولڈن رِنگ کے تمام معزز ڈاکٹر آئندہ بھی میرے کام آنے والے تھے۔ میں کاغذ قلم لے کر بیٹھ گیا۔ بیروت میں جتنے اڈوں کے نام اور پتے تھے، وہ سب نوٹ کرنے لگا کیونکہ یہ تمام نام اور مقام میرے لیے اجنبی تھے۔ یاد رکھنا مشکل تھا اس لیے احتیاطاً لکھ لیا۔ اس کے بعد لیلیٰ ثانی کے پاس پہنچ گیا۔

وہ ایک ایسے خفیہ اڈے میں پہنچائی گئی تھی جس کا پتا میں نے ابھی کاغذ پر نوٹ کیا تھا۔ اس کے علاوہ بھی کئی اڈے تھے لیکن جہاں وہ پہنچائی گئی تھی، وہاں صرف یہودی آلۂ کاروں سے رابطہ قائم کیا جاتا تھا۔ ریوالور والا بھی یہودی تھا، اس کا نام اسحاق رابن تھا۔ اس وقت وہ لیلیٰ سے کہہ رہا تھا "مس سارہ آرنک! تم ہماری ہم مذہب، ہم قوم ہو۔ اگر تمھاری جیسی ذہین لڑکیاں ہمارا ساتھ دیں گی تو ہم مسلمانوں میں منشیات کا زہر آسانی سے پھیلا سکیں گے۔"

"میں اپنے ملک کی طرف سے سرکاری کام کرنے آئی ہوں۔ تمھاری آلۂ کار نہیں بن سکتی۔"

"ہم اسرائیلی حکومت سے تمھارے سلسلے میں بات کر سکتے ہیں۔ تمھاری سرکار کو ہم سے بہت فائدہ پہنچے گا۔ تم لوگ فلسطینی مجاہدین سے بیزار ہو۔ یاد رکھو، یہ مسلمان صرف تمھاری فوج سے اور ہتھیاروں سے نہیں مریں گے۔ انھیں مارنا ہے تو آہستہ آہستہ مارو۔ سلو پوائزن دو — [illegible] سُست الاثر زہر کہ انھیں پتا بھی نہ چلے اور یہ آپس میں لڑتے جائیں اور مرتے جائیں۔ ان کو زیر کرنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے۔ انھیں ہوش میں نہ رہنے دیا جائے۔ ہمیشہ مدہوش رکھا جائے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو! میں اسحاق رابن بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے آواز آئی "میں بدر شیخ ہوں۔ مجھے فوری طور پر بیس کلو کی ضرورت ہے۔"

"ابھی تمھارے اڈے پر مال پہنچ جائے گا۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ میں بدر شیخ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اس دوسرے اڈے میں تھا جس کا پتا میرے کاغذ پر لکھا ہوا تھا۔ اس اڈے میں صرف ایسے مسلمان آتے تھے جو چرس، کوکین اور میری جوانا کا کاروبار کرتے تھے۔ وہاں سے مال اٹھاتے تھے اور اپنے اپنے علاقوں کے نشہ بازوں تک پہنچاتے تھے۔

بدر شیخ ایک ریوالونگ چیئر پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے دونوں پاؤں میز پر پھیلے ہوئے تھے۔ میز کے دوسری طرف ایک ادھیڑ عمر کا خوش پوش شخص بیٹھا ہوا تھا۔ بدر شیخ نے ریسیور رکھتے ہوئے کہا "مال آرہا ہے، انتظار کرو۔"

ایک چپراسی دروازہ کھول کر اندر آیا پھر اس نے ادب سے سر جھکا کر کہا "یا شیخ! آپ سے ابی جائیل ملنا چاہتے ہیں۔"

بدر شیخ نے ناگواری سے منہ بنا کر کہا "وہ پھر میرا دماغ کھانے آگیا۔ اس سے کہو، میں مصروف ہوں۔"

چپراسی نے کہا "یا شیخ، وہ ایک بہت ضروری اطلاع دینا چاہتا ہے۔"

بدر شیخ نے تھوڑی دیر تک سوچا پھر سامنے بیٹھے ہوئے شخص سے بولا "تم ذرا انتظار کرو۔" وہ اٹھ کر جانے لگا۔ بدر نے چپراسی سے کہا "ابی جائیل کو بھیج دو۔"

چپراسی چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک نوجوان کمرے میں داخل ہوا۔ اس نے سلام کرتے ہوئے کہا "مسٹر شیخ! مجھ سے کچھ ناراض معلوم ہوتے ہو، اس لیے ملنا نہیں چاہتے تھے۔"

"تم کسی کام کے آدمی نہیں ہو۔ پچھلی بار مال اٹھا کر لے گئے، ابھی تک رقم ادا نہیں کی۔"

"میں اگلا پچھلا تمام حساب بے باق کرنے آیا ہوں۔"

"کیا رقم لائے ہو؟"

"نہیں، ایک بہت ہی اہم راز کا انکشاف کرنے آیا ہوں۔ بولو، راز کی کیا قیمت دو گے؟"

بدر شیخ نے اسے سوچتی اور ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر کہا "اگر وہ راز ہمارے لیے اہم ہوا تو بڑی قیمت ادا کی جائے گی۔"

"میں چاہتا ہوں، پچھلا مال جو اٹھایا تھا اس کی رقم معاف کر دی جائے۔ ساتھ ہی مجھے پچیس کلو چرس اور دو سو پیکٹ کوکین چاہیے۔ یہی اس راز کی قیمت ہے۔"

"تمھارا دماغ چل گیا ہے۔ جانتے ہو کتنی رقم بنتی ہے؟"

"راز سنو گے تو کرسی سے اچھل پڑو گے۔ میں نہیں جانتا کہ اتنے بڑے دھندے کے پیچھے کتنے بڑے لوگوں کا ہاتھ ہے۔ ایک بار تم ہی نے کہا تھا کہ تمھارا باس بہت پریشان ہے۔ کسی نے اسے بلیک میل کیا تھا، لہٰذا اس کا منہ بند کرنے کے لیے پچاس ہزار ڈالر دیے گئے تھے۔"

"ہاں، یہ چھ ماہ پہلے کی بات ہے۔ کیا اس راز کا تعلق بلیک میلر سے ہے؟"

"ابھی کچھ نہیں بتاؤں گا۔ پہلے اپنے بگ باس سے طے کر لو کہ مجھے مال سپلائی کر سکو گے؟"

بدر شیخ نے اسے گھور کر دیکھا پھر کہا "اچھی بات ہے۔ باہر جاؤ۔ میں ابھی بلاؤں گا۔"

ابی جائیل وہاں سے اٹھ کر باہر چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی بدر شیخ

نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ چند سیکنڈ میں رابطہ قائم ہوگیا۔ اس نے کہا "ہیلو! میں بدر شیخ بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے نسوانی آواز سنائی دی "ہاں بولو، میں اٹینڈ کر رہی ہوں۔"

اس نے کہا "مس گائیڈ! ایک پناہ گزین کیمپ برج البراجنہ کا ایک فلسطینی مجاہد ہمارا آلہ کار ہے، وہ ایک اہم راز کا انکشاف کرنا چاہتا ہے لیکن اس کا معاوضہ طلب کر رہا ہے۔"

"راز کیا ہے اور معاوضہ کتنا ہے؟"

"وہ پچھلی بار پندرہ کلو چرس لے گیا تھا۔ اس کی رقم واجب الادا ہے، اب پچیس کلو چرس اور دو سو پیکٹ کوکین چاہتا ہے۔"

"ہولڈ آن کرو۔"

دوسری طرف سے خاموشی چھاگئی۔ میں مس گائیڈ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ یہ نام بھی بہت خوب تھا۔ اس کے پاس پہنچ کر پتا چلا کہ وہ بیس برس کی دوشیزہ ہے۔ ابھی شادی نہیں ہوئی اس لیے مس کہلاتی ہے چونکہ گولڈن رکیٹ کا کوئی بھی ڈاکٹر براہِ راست منشیات کا دھندا کرنے والوں سے رابطہ قائم نہیں کرتا لہٰذا اس کی جگہ مس گائیڈ یہ فرائض انجام دیتی تھی۔ وہاں جتنے بڑے آلہ کار مثلاً یہودی اسحاق رابن اور مسلمان بدر شیخ جیسے لوگ تھے ان سے مس گائیڈ ہی رابطہ قائم کرتی تھی اور انھیں گائیڈ لائن دیتی تھی چونکہ ان کی رہنمائی کرتی تھی لہٰذا گائیڈ کہلاتی تھی اور چونکہ کنواری تھی لہٰذا اسے مس کہا جاتا تھا۔ اس طرح اس کا نام مس گائیڈ پڑ گیا تھا۔ ویسے انگریزی زبان میں مس گائیڈ کا مطلب ہے، گمراہ کرنا۔ یوں دیکھا جائے تو وہ گمراہ کرنے والے کاروبار میں ملوث تھی۔ لہٰذا اس پہلو سے اس کا نام مس گائیڈ بالکل مناسب تھا۔

وہ ریسیور کے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر ڈاکٹر ولیم بروک کو ابی جمائیل کے متعلق بتا رہی تھی۔ ڈاکٹر نے تمام باتیں سننے کے بعد کہا "شیخ سے کہو، وہ ابی جمائیل کے سامنے ٹرانسمیٹر آن رکھے۔ ہم یہاں سے اس کی باتیں سنیں گے۔ اس سے پہلے اس نوجوان کو اچھی طرح سمجھا دیا جائے اگر وہ راز ہمارے لیے کسی بھی اہمیت کا حامل نہ ہوا تو اس سے پچھلی رقم کھرے کھرے وصول کی جائے گی اور آئندہ وہ رقم ادا کیے بغیر وہاں سے مال نہیں اٹھا سکے گا۔"

مس گائیڈ نے یہی بات ٹیلی فون پر بدر شیخ سے کہہ دی۔ بدر نے اپنے میز کی دراز سے ایک چھوٹا ٹرانسمیٹر نکال کر اپنے سامنے رکھ لیا پھر چپراسی کے ذریعے ابی جمائیل کو طلب کیا۔ جب وہ آکر سامنے کرسی پر بیٹھ گیا تو اس نے ٹرانسمیٹر کو آن کیا پھر مس گائیڈ سے رابطہ قائم کرنے کے بعد اس ٹرانسمیٹر کو ابی جمائیل کے سامنے رکھتے ہوئے کہا "تمہیں تمہاری شرائط منظور ہیں تمہارا جو بھی مطالبہ ہے، پورا کیا جائے گا تم اس راز کا انکشاف کرو۔"

ابی جمائیل نے کھنکار کر گلا صاف کیا پھر ٹرانسمیٹر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "یہ پرسوں شام کی بات ہے۔ بزرگ جلیل القدر کے علاقے میں ایک اجنبی ٹیکسی میں بیٹھ کر آیا۔ وہاں پہنچتے ہی اس نے بزرگ اور وہاں کے ہی مردوں، عورتوں کے دل جیت لیے۔ اس کی باتوں میں عجب سحر وہ غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک تھا کسی کا نام، اس کی عمر اور اس کا معلوم کر کے اس کا زائچہ بناتا تھا پھر اس کے متعلق صحیح پیش گوئی کر مثلاً اس علاقے میں حدیقہ نام کی ایک حسین دوشیزہ رہتی ہے، وہ مجـ نامی ایک نوجوان کو چاہتی تھی۔ محبوب کو عیسائی ملیشیا کے آدمیوں نے کہیں قید کر رکھا تھا۔ اس کا سراغ نہیں مل رہا تھا لیکن اجنبی نے بیٹھے بیٹھے اس کا سراغ لگا لیا۔ صرف اتنا ہی نہیں، اس کی پلاننگ کے مطابق صرف دو مجاہد وہاں گئے اور محبوب کو ان کی قید سے نکال لائے۔"

بدر شیخ نے مداخلت کرتے ہوئے کہا "تم کسی اہم راز کا ذکر کر رہے تھے۔ یہ کیا قصہ سنا رہے ہو؟"

"جو کہہ رہا ہوں اسے تحمل سے سنو! اس راز کا اس واقعے سے تعلق ہے۔"

بدر شیخ خاموش ہوگیا۔ ابی جمائیل کہنے لگا "تھوڑی دیر بعد ٹیکسی ڈرائیور ایک انگریز کو وہاں لے آیا۔ وہ پلاسٹک سرجری کا ماہر تھا۔ اس کے آتے ہی تمام لوگوں کو کمرے سے باہر جانے کے لیے کہا گیا۔ میں ان میں شامل ہو کر یہ تماشا دیکھ رہا تھا۔ جب ایک گھنٹے بعد ہم کمرے میں پہنچے تو وہ اجنبی نہیں تھا۔ اس انگریز نے پلاسٹک سرجری کے ذریعے اس کا چہرہ بدل دیا تھا۔ آپ سن کر حیران رہ جائیں گے، اس وقت سامنے وہ اجنبی نہیں بلکہ کرسٹوفر میکی بیٹھا ہوا تھا۔"

بدر شیخ نے چونک کر پوچھا "کیا بکواس کر رہے ہو۔ ایک اجنبی کرسٹوفر میکی کیسے بن سکتا ہے؟"

"میں سچ کہہ رہا ہوں، وہ انگریز بڑا ہی باکمال تھا۔ ایک مشہور پلاسٹک سرجری کرنے والا ہے۔ مجھے اس کا نام معلوم نہیں۔ بہرحال وہ انگریز وہاں سے چلا گیا مگر اجنبی کرسٹوفر میکی کی حیثیت وہاں بیٹھ کر پلاننگ کرتا رہا کہ کس طرح وہ اصلی کرسٹوفر میکی کی جگہ لے گا؟"

یہ کہہ کر ابی جمائیل نے فاتحانہ انداز میں بدر شیخ کو دیکھا پھر کہا "اصلی کرسٹوفر میکی کے متعلق سنو! پچھلی بار تم نے مجھے بتایا تھا کہ کرسٹوفر نے تمہارے باس کو بلیک میل کیا اور اس سے پچاس ہزار ڈالر وصول کیے۔ وہ کرسٹوفر میکی ماہر نجومی تھا۔ ستاروں کی چالوں کو سمجھتا تھا اور صحیح زائچہ بناتا تھا کہ اس نے اپنی موت کے متعلق بھی پیش گوئی کر دی۔ اس نے کہا تھا "اگر آج رات میں زندہ رہ گیا تو کل سے میری زندگی ہو جائے گی اور میں طبعی موت مروں گا، ورنہ آج رات اس کی آخری رات" اور مسٹر بدر شیخ! اس نے پرسوں رات کو اپنی آخری رات اور واقعی وہ اس کی آخری رات تھی۔ وہ اپنی پیش گوئی کے مطابق اس کی لاش غائب کر دی گئی ہے۔ اب اس کی جگہ وہ نقلی کرسٹوفر موجود ہے۔"

اس فلسطینی نوجوان ابی جمائیل کی باتیں سن کر میں حیران پریشان ہو گیا۔ اگر میں اپنے وطن پاکستان میں جا کر یہ کہنا چاہوں کہ ایک فلسطینی نے میرے ساتھ دھوکا کیا ہے تو شاید کوئی یقین نہ کرے اس لیے کہ اسلامی ممالک کے مسلمان، فلسطینیوں کے ہمدرد ہی نہیں، ان کے عقیدت مند بھی ہیں۔ ان کی بے انتہا عزت کرتے ہیں اور ان کے خلاف کچھ سننا گوارا نہیں کرتے مگر جن کے پاؤں میں جوتا کاٹتا ہے، وہی سمجھتا ہے کہ چھالا کس طرح پڑتا ہے۔ ہمیں اس حقیقت کو تسلیم کرنا چاہیے کہ کسی بھی ملک یا کسی بھی قوم میں فرشتے نہیں ہوتے، انسان ہوتے ہیں اور انسان سے غلطیاں ہوتی ہیں۔ انسانوں میں شیطان بھی چھپے ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ فلسطینی مجاہد اپنی سچی اور ایمان افروز جدوجہد کے باوجود ناکام ہوتے آ رہے ہیں۔ ان کی ناکامی کی ایک وجہ پہلی بار میرے سامنے آئی تھی اور آئندہ پتا نہیں کیسے انکشافات ہونے والے تھے۔

ابی جمائیل کو فلسطینی مجاہد کہنا مضحکہ خیز ہوگا۔ میں نے اس غدار پر لعنت بھیجی اور مس گائیڈ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ حیرانی سے کہہ رہی تھی "ڈاکٹر! اگر ابی جمائیل کا بیان درست ہے تو ہم اس نقلی کرسٹوفر میکی سے بڑے فائدے اٹھا سکتے ہیں۔"

اس نے تائید میں سر ہلا کر کہا "میں یہی سوچ رہا ہوں کہ کرسٹوفر میکی بہت پراسرار بنا ہوا ہے۔ جس ملک میں جاؤ وہاں وہ موجود ہوتا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا، ایک کرسٹوفر میکی بیک وقت کتنے ممالک میں وجود رکھتا ہے۔ اگر بیروت کا کرسٹوفر میکی مر چکا ہے، اس کی لاش غائب کر دی گئی ہے اور اس کی جگہ کسی نے لی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ جعلسازی کرنے والا کرسٹوفر میکی کا رول بڑی کامیابی سے ادا کر رہا ہے۔"

مس گائیڈ نے کہا "جی ہاں، اگر وہ پرسوں سے وہاں موجود ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے کرسٹوفر میکی کے تمام ماتحتوں سے گفتگو کی ہوگی، اس کے ملازموں سے بات چیت کی ہوگی اور اس دوران جانے کیسے کیسے معاملات طے کیے ہوں گے۔ کیا وہ کرسٹوفر میکی کے تمام بیرونی اور اندرونی رازوں کو جانتا رہا ہے؟"

ڈاکٹر ولیم بروک نے کہا "جو شخص کرسٹوفر میکی کا رول ادا کر رہا ہے، وہ بہت گہرا ہے اور بہت دور تک معلومات رکھتا ہے۔ تم فون کے ذریعے بدر شیخ سے سوال کرو۔ یہ سوال وہ ابی جمائیل سے کرے گا۔ سوال یہ ہے کہ وہ اجنبی کون ہے؟ کہاں سے آیا ہے؟"

مس گائیڈ نے حکم کی تعمیل کی۔ فون کے ذریعے رابطہ قائم ہوا۔ اس نے کہا "مسٹر شیخ! اس سے پوچھو، اجنبی کون ہے اور کہاں سے آیا ہے؟"

بدر شیخ نے یہ سوال کیا۔ ابی جمائیل نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا "میں کچھ نہیں جانتا۔ جو جانتا ہوں، وہ بتا چکا ہوں۔"

ادھر مس گائیڈ اور ادھر بدر شیخ نے ریسیور تھامے رکھا تھا تاکہ مزید گفتگو ہو سکے۔ مس گائیڈ نے کہا "اس سے کہو، اگر اس کا بیان درست ثابت نہ ہوا تو ہم اس سے بری طرح پیش آئیں گے۔"

یہی بات بدر شیخ نے ابی جمائیل سے کہی۔ ابی جمائیل نے کہا۔ "جو کچھ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا، وہ بیان کر دیا۔ اس میں ایک ذرہ برابر جھوٹ نہیں ہے۔ تم میں سے کوئی بھی وہاں جا کر تصدیق کر سکتا ہے۔"

میں خیال خوانی کے ذریعے ان کی باتیں بھی سن رہا تھا اور آہنی سیف کھول کر کرسٹوفر میکی کی تمام اہم دستاویزات، اس کی ڈائریاں اور وہ تمام ایسی چیزیں جو اس سے تعلق رکھتی تھیں، انھیں سمیٹ کر ایک ہینڈ بیگ میں ڈال رہا تھا۔ میں نے آہنی سیف کو مقفل کیا۔ بیگ کی زپ لگائی پھر اسے شانے سے لٹکا کر باہر نکل گیا

ملازم مجھ سے پوچھنے کی جرأت نہیں کر سکتے تھے کہ کہاں جا رہا ہوں لیکن باہر نکلتے ہی لیڈی سیکریٹری نے ٹوک دیا "آپ کہاں جا رہے ہیں؟"

میں نے اسے گھور کر دیکھا پھر پوچھا "کیا پہلے تمھیں بتا کر جاتا رہا ہوں، تم پوچھنے والی کون ہوتی ہو؟"

میں اسے ٹال کر اپنی کار کے پاس آیا۔ وہاں ڈرائیور کھڑا ہوا تھا۔ میں اس اجنبی شہر میں ڈرائیور کے ساتھ ہی جاتا تھا لیکن اب حالات بدل گئے تھے۔ پتا نہیں میں یہاں واپس آ بھی سکتا تھا یا نہیں۔ میں نے اسٹیئرنگ سیٹ سنبھال کر گاڑی اسٹارٹ کی پھر اسے ڈرائیو کرتا ہوا بنگلے کے احاطے سے نکل گیا۔

میں نہیں جانتا تھا کہ مجھے کہاں جانا چاہیے۔ فی الحال اس بنگلے سے دور جانا چاہتا تھا تاکہ ڈاکٹر ولیم بروک یا اس کا کوئی آدمی مجھ سے فوراً رابطہ قائم نہ کر سکے اور میں اتنی دیر میں کوئی اچھی سی تدبیر سوچ لوں۔ میں چاہتا تھا، ابھی مجھے کرسٹوفر میکی کی جگہ سے ہٹنا نہ پڑے۔ میں کوئی ایسا چکر چلا دوں کہ ابی جمائیل جھوٹا پڑ جائے۔

اکثر ایسا ہی ہوتا ہے۔ انسان سوچتا کچھ ہے، ہوتا کچھ ہے۔ میں اطمینان سے ایک جگہ بیٹھا خیال خوانی کے ذریعے اپنے معاملات سے نمٹ رہا تھا۔ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ہمارے جانباز مجاہدین کے درمیان کوئی گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے گا۔ میں اس گھر کے بھیدی کو جھوٹا ثابت کرنے کے لیے کچھ مہلت چاہتا تھا۔

آئیے، جب تک مجھے اپنے بچاؤ کے لیے مہلت مل رہی ہے اس وقت تک میں ان واقعات کا ذکر کر دوں، جو میری ساڑھے پانچ گھنٹے کی نیند کے دوران پیش آئے اور میری غیر موجودگی میں رسونتی ان واقعات سے نمٹتی رہی۔

وہ میرے لیے چھ گھنٹے کی نیند کا وقت مقرر کرنے کے بعد دماغی طور پر اپنی جگہ واپس قاف میں حاضر ہو گئی تھی کیونکہ سونیا بیدار ہو کر پوچھ

رہی تھی "تو تم اس طرح گم صم کیوں بیٹھی ہو۔ کیا خیال خوانی میں مصروف ہو؟"
اُس نے سونیا کو دیکھا پھر ذرا شرماتے اور مسکرانے لگی۔ سونیا نے تعجب سے پوچھا "کیا بات ہے؟"
وہ اپنے بستر سے نکل کر اُس کے بستر پر آئی پھر اس کے شانے پر سر رکھ کر بولی "میں ابھی اُن کے پاس سے آ رہی ہوں۔"
ایک طویل جدائی کے بعد اپنے جیون ساتھی سے دو باتیں کرنے کا موقع مل جائے تو عورت پھر سے ایک نئی دُلھن کی طرح شرمانے لگتی ہے۔ پچھلی تمام جدائیوں کا عذاب کٹ جاتا ہے اور دل میں نئی مسرتیں بھر جاتی ہیں۔ سونیا نے اسے تھپکتے ہوئے کہا "اچھا تو تمھارے فرہاد صاحب پگھل رہے ہیں؟"
"اب تک وہ بے رُخی سے باتیں کرتے تھے۔ کبھی میں کوئی بات کرتی تو مجھے نظر انداز کر دیتے تھے۔ ایک بار میں نے کہا تھا آپ تھکے ہوئے ہیں، سو جائیں، میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے سُلا دوں گی۔ انھوں نے انکار کرتے ہوئے کہا تھا، وہ خود اپنے دماغ کو ہدایات دے کر سو سکتے ہیں لیکن آج جب تک انھیں نیند نہیں آئی میں اُن کے ساتھ رہی۔ انھیں ٹیلی پیتھی کے ذریعے سُلاتی رہی۔"
وہ ایک گہری سانس لے کر بولی "سونیا! وہ مجھے دل سے چاہتے ہیں لیکن مجھے غلطیوں کا احساس دلانے کے لیے سزا دیتے رہتے ہیں۔ مجھے ان کی طرف سے ہر سزا قبول ہے بس وہ مجھے چاہتے رہیں خواہ اظہار نہ کریں۔ دل میں اپنی چاہت کو چھپائے رکھیں۔ آخر سیپ بھی تو موتی کو اپنے اندر چھپائے رکھتی ہے۔"
سونیا نے ہنستے ہوئے کہا "تم کام سے گئیں۔ اُٹھتے بیٹھتے ان کے ہی تصور میں گم رہو گی۔ جب کہ یہاں بے انتہا مصروفیات ہیں۔ ہماری دُشمن تنظیموں سے اور دوسرے ممالک سے پانچ پانچ کی تعداد میں لوگ پہنچنے والے ہیں۔ ان سے ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم کرنا ہے۔ بہت سے اہم معاملات طے کرنے ہیں۔ اس کے لیے تمھاری خیال خوانی ضروری ہے۔ فرہاد کا مشورہ بھی لازمی ہے۔"
"وہ چھ گھنٹے کے لیے سو رہے ہیں۔ انھوں نے کہا ہے، میں اُن کی غیر موجودگی میں اپنے تمام ساتھیوں سے رابطہ قائم کروں اور تمھاری ذہانت پر اعتماد کرتے ہوئے دوستوں اور دُشمنوں سے معاملات طے کرتی رہوں۔"
"اچھی بات ہے، ہم ذرا غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر ناشتا کریں گے۔ اس کے ساتھ ہی اپنا کام شروع کر دیں گے۔"
وہ بستر سے اُٹھ گئیں۔ دونوں بستر پر دو پارس سو رہے تھے۔ رسونتی نے پوچھا "کیا انھیں یہیں چھوڑ دیں؟"
"اب کس بات کا ڈر ہے؟ یہاں ایک بھی دُشمن نہیں ہے سب اپنے ہیں اور یقیناً ہمارے اس کاٹیج کے اطراف سخت پہرہ ہوگا؟"

وہ کاٹیج سے باہر آئیں۔ واقعی مسلح مقامی باشندے پہرے کے طور پر کھڑے ہوئے تھے۔ چار عورتیں دروازے کے سامنے تھیں۔ انھیں دیکھتے ہی دونوں ہاتھ سینے پر باندھ کر اپنے سر جھکالیے۔ کہا "ہم آپ کی خدمات کے لیے وقف ہیں۔ ہم میں سے دو بچوں کو سنبھالیں گی۔ یہ خادمہ آپ کی پسند کے کھانے تیار کرے گی۔ انگریزی جانتی ہوں، اس لیے آپ دونوں کو کسی سے بھی بات کرنے میں دُشواری نہیں ہوگی۔"
سونیا نے کہا "پتا نہیں، ہمیں یہاں کتنے عرصے تک رہنا ہے۔ ہم تمھارے ذریعے یہاں کی مقامی زبان سیکھیں گے۔"
وہ خادمائیں اپنے اپنے کام میں لگ گئیں۔ سونیا اور رسونتی دو غسل خانوں میں جا رہی تھیں۔ سونیا نے اچانک پوچھا "مرجانہ اور بلبا ابھی تک کیوں نہیں پہنچے۔ تم نے خیال خوانی کے ذریعے معلوم کیا ہے؟"
"میں تمھیں بتانا چاہتی تھی، سوچا غسل کرنے کے بعد بتاؤں۔ بازی پلٹ گئی ہے۔"
"کیا مطلب؟"
"تمھیں معلوم ہے کہ سجاد اس وقت بلیک شیڈو کی تحویل میں ہے۔ بلیک شیڈو نے اس کی جگہ ایک ڈمی سجاد یا فرہاد کو اعلیٰ بی بی کے حوالے کر دیا تھا۔ اعلیٰ بی بی نے اس کی چال لوٹا دی۔ اسے یہودیوں کے حوالے کر دیا۔ اب وہ ڈمی یہودیوں کے ہاتھوں ہاتھ ہوتا ہوا تل ابیب پہنچ گیا ہے۔ سب کو یقین ہے کہ وہ اصلی فرہاد ہے۔ یہ بات رسونتی کو معلوم ہوئی تو اس وقت مرجانہ اور بلبا ہیلی کاپٹر میں سفر کر رہے تھے اور اسی طرف آ رہے تھے لیکن اس سے پہلے ربی اسفندیار ایک چال چل چکا تھا۔"
"کیسی چال؟"
"فرہاد نے جب یہ اجازت دی تھی کہ ان کے پانچ آدمی وادی قاف میں آسکتے ہیں لیکن وہ سازشی، مکار یا سراغ رساں نہ ہوں بلکہ سیاست داں ہوں، جو خیر سگالی کے طور پر یہاں آئیں اور دوستانہ فضا ہموار کرنے کے معاملات پر غور کریں۔ اس سلسلے میں ربی دور کی کوڑی لایا۔ اس نے تنویمی عمل کے ذریعے اپنے ان پانچ میں سے دو کو اپنا معمول بنایا اور ایک ایک گھڑی ان کی کلائیوں پر باندھ دی۔ ان گھڑیوں میں ایک ننھا سا سُرخ بلب ہے جو ریموٹ کنٹرول کے ذریعے آف، آن ہوتا ہے۔ ربی نے تنویمی عمل کے ذریعے ان کے دماغ میں یہ بات بٹھا دی تھی کہ جب بھی گھڑی کا سُرخ بلب آن ہوگا تو ہیلی کاپٹر کا پائلٹ خطرہ محسوس کرے گا اور اسے واپس لے آئے گا۔ دوسرے سیاست داں کی گھڑی میں اگر بلب آن، آف ہوگا تو اسے تنویمی عمل کے دوران دی ہوئی ہدایات یاد آجائیں گی اور وہ ہدایات ہوں گی کہ اسے اپنی مملکتِ اسرائیل کی خاطر کوئی سیاسی ہیرا پھیری کرنی چاہیے۔ جب وہ کسی سیاسی ہیرا پھیری یا سازش کے کامیاب عمل سے گزر جائے گا تو وہ باتیں اس کے دماغ سے دوبارہ محو ہو جائیں گی۔ وہ سب کچھ بھول جائے گا۔ وہ تنویمی عمل کے دوران ہونے والی گفت گو اس وقت تک یاد نہیں آئے گی جب تک دوبارہ وہ ننھا سا سُرخ بلب آن، آف نہیں ہوگا۔"
سونیا نے اثبات میں سر ہلا کر کہا "ربی اسفندیار نے بہت دُور کی چال چلی ہے۔ تنویمی عمل اور ریموٹ کنٹرول سسٹم ملا کر ایک ایسا طریقہ اپنایا ہے کہ انسانی ذہانت کی داد دینی پڑتی ہے۔ خیر، آگے بتاؤ، کیا ہو رہا ہے؟"
"ہونا کیا ہے۔ جب ان یہودیوں کو یقین ہو گیا کہ اصلی فرہاد ان کے قبضے میں آگیا ہے تو ربی اسفندیار نے ریموٹ کنٹرول کے ذریعے پائلٹ کو خطرے کی اطلاع دی۔ وہ ہیلی کاپٹر تل ابیب واپس لے آیا۔ مرجانہ اور بلبا کو یہ تاثر دیا گیا ہے کہ ہیلی کاپٹر میں کوئی خرابی ہو گئی ہے چونکہ دوسرا ہیلی کاپٹر وہاں موجود نہیں ہے اس لیے دوسرے دن انھیں قاف روانہ کیا جائے گا۔"
سونیا ہونٹوں کو سختی سے بھینچ کر رسونتی کی باتیں سُن رہی تھی۔ اس نے کہا "آخر فرہاد نے مرجانہ اور بلبا کو تل ابیب جانے کے لیے کیوں کہا؟"
"ہم میں سے کوئی نہیں جانتا تھا کہ ربی اسفندیار اتنی گہری چال چلے گا۔"
"ساری دُنیا جانتی ہے کہ یہودی کتنے مکار، کتنے خود غرض اور ابن الوقت ہوتے ہیں۔ وہ اپنے باپ کے بھی نہیں ہوتے۔ آخر مرجانہ اور بلبا کو وہاں پھنسا دیا، اب کوئی نہ کوئی نئی پریشانی ضروری ہے۔ اب ہم ان کے لیے فکر مند رہیں گے۔"
رسونتی نے کہا "آرام سے غسل کرو، ناشتا کرو اور اپنے کام میں لگ جاؤ۔ میں خیال خوانی کے ذریعے ان کی خبر لیتی ہوں، جو بھی حالات ہوں گے تمھیں بتا دوں گی۔"
تھوڑی دیر بعد وہ چُپ چاپ بلبا کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ اور مرجانہ ایک بہت ہی عالیشان مہمان خانے میں تھے۔ اسرائیلی حکام کے لیے مرجانہ مارٹر بلبا کی ہونے والی بہو اور کوہِ قاف کی آئندہ ملکہ بننے والی تھی اس لیے اس کے شایانِ شان انھیں ایک بہت ہی عالیشان محل نما مہمان خانے میں ٹھہرایا گیا تھا۔ اس کی خدمت کے لیے بہت سی کنیزیں اور غلام حاضر رہتے تھے۔
ایک نہایت ہی رنگین اور آراستہ خواب گاہ میں مارٹر بلبا زخمی حالت میں پڑا ہوا تھا۔ اس کے قریب ہی مرجانہ غصے سے ٹہل رہی تھی۔ وہاں ایک ڈاکٹر اور دو اسرائیلی افسران کھڑے ہوئے تھے۔ وہ سب ہاتھ باندھے باادب تھے۔ ایک افسر کہہ رہا تھا "مس مرجانہ! ہماری درخواست قبول کریں۔ پلیز مسٹر بلبا کے علاج کی اجازت دیں۔ ان کے زخم بہت گہرے ہیں۔"
"میں جانتی ہوں، زخم بہت گہرے ہیں لیکن ان زخموں کا علاج بلبا کی عادات و روایات کے مطابق وادیٔ قاف میں پانے والی جڑی بُوٹیوں سے ہوگا۔ میں پوچھتی ہوں، ہمیں کیوں روکا گیا ہے؟"
"ہم عرض کر چکے ہیں۔ ہیلی کاپٹر کی خرابی کی وجہ سے آپ کو واپس آنا پڑا۔ دوسرا ہیلی کاپٹر موجود نہیں ہے۔"
"بکواس ہے۔ کیا اتنی بڑی اسرائیلی مملکت میں ایک . . . ہیلی کاپٹر نہیں ہے۔ میں جانتی ہوں، جب تم لوگ کسی کو قیدی بنا کر نہیں رکھ سکتے تو معزز مہمان بنا کر رکھ لیتے ہو۔ اتنی خوشامدیں کرتے ہو، اتنی خدمت کرتے ہو کہ وہ بے چارہ اپنے آپ کو قیدی سمجھ ہی نہیں پاتا لیکن تم رسونتی کی ٹیلی پیتھی سے محفوظ نہیں رہ سکو گے۔ اگر کوئی چال چل رہے ہو تو بتا دو۔"
دوسرے آفیسر نے کہا "ہم نادان نہیں ہیں۔ اچھی طرح جانتے ہیں، ٹیلی پیتھی کے آگے تمھاری کوئی چال نہیں چل سکتی۔ بائی گاڈ، ہم آپ کے معاملے میں دیانت دار ہیں، ہم کوشش کر رہے ہیں، آج شام تک آپ یہاں سے مسٹر بلبا کے ساتھ روانہ ہو جائیں گی۔"
"کل اس ہیلی کاپٹر میں خرابی ہو گئی تھی۔ آج کیا دوسرے میں خرابی پیدا ہو گئی ہے؟ اگر نہیں، تو تاخیر کی وجہ بتاؤ؟"
"آپ یقین کریں، یہ ڈاکٹر موجود ہیں۔ یہ اس بات کی گواہی دیں گے کہ آپ کے ساتھ جو پانچ معززین وادیٔ قاف جا رہے تھے، ان میں سے ایک سخت بیمار ہے۔ شام تک اس کی طبیعت سنبھل جائے گی۔"
"کیا اس کی جگہ کسی دوسرے کا انتخاب نہیں ہو سکتا؟"
"ہم نے بہت سوچ سمجھ کر ان پانچ ذہین افراد کا انتخاب کیا ہے تاکہ مادام رسونتی کو ہم سے کوئی شکایت نہ ہو۔"
"اچھی بات ہے، اگر وہ بیمار شخص شام تک صحت یاب نہ ہو سکا تو میرے ساتھ صرف تمھارے چار آدمی جائیں گے لیکن ہم شام سے پہلے روانہ ہو جائیں گے۔"
رسونتی نے افسران کی باتیں سُن کر یہ اندازہ کر لیا کہ ان کے ہاتھ جو ڈمی فرہاد لگا ہے، وہ اس کا ذکر مرجانہ اور بلبا کے سامنے نہیں کر رہے ہیں یعنی اپنے ہاتھ آنے والے فرہاد کو ابھی ایک راز بنا کر رکھ رہے ہیں۔ حالانکہ وہ جانتے تھے کہ رسونتی ڈمی فرہاد کے دماغ میں پہنچے گی تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ وہ تل ابیب میں یہودیوں کا مہمانِ خاص بنا ہوا ہے پھر انھوں نے مرجانہ سے کیوں چھپایا؟ یہ بات سمجھ میں نہیں آئی۔
رسونتی ایک طویل عرصے تک وہاں رہ چکی تھی۔ وہاں کے تمام اہم اور بڑے افسران سے اچھی طرح واقف تھی۔ کیں نے اسے

بتا دیا تھا کہ تنویمی عمل اور ریموٹ کنٹرولنگ سسٹم کے باہمی ربط سے جو طریقۂ کار اپنایا گیا ہے اُسے صرف ربی اسفندیار اور سیکرٹ سروس کا چیف آفیسر جانتا ہے اور اب ربی اسفندیار نے چیف آفیسر کو بھی تنویمی عمل کے زیرِ اثر لا کر اس کے دماغ سے اس طریقۂ کار کو بُھلا دیا ہے۔

وہ جب چیف آفیسر کے دماغ میں پہنچ کر اُس کے خیالات کو کُریدنے لگی تو واقعی وہ چیف آفیسر ربی اسفندیار کے نئے طریقۂ کار کو بھول چکا تھا۔ وہ تنویمی عمل کے زیرِ اثر تھا یعنی ان کے خیال کے مطابق رسونتی یہ معلوم نہیں کر سکتی تھی کہ مرجانہ اور بلبا کو کسی چال بازی سے یہاں روکا گیا ہے۔

وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گئی۔ اس وقت سونیا ٹرانسمیٹر کے ذریعے سپر ماسٹر، ماسک مین اور مختلف تنظیموں سے رابطہ قائم کرنے جا رہی تھی۔ اس نے کہا "ٹھہرو، پہلے میری بات سُن لو۔ کوئی بات سطحی طور پر دیکھی جائے تو آتنی پیچیدہ نہیں لگتی لیکن اس میں ڈوب کر دیکھو تو ذہن اُلجھ جاتا ہے۔ مثلاً یہی بات کہ ایک ڈمی فرہاد یہودیوں کے ہاتھ لگ گیا ہے۔ دوسری ڈمی جسے ہم سجّاد کے نام سے جانتے ہیں، وہ بلیک شیڈو کے پاس ہے۔ اصلی فرہاد کہاں ہے یہ ہم میں سے کچھ لوگوں کو معلوم ہے لیکن فرہاد نے بتایا ہے کہ بلیک شیڈو پر سجّاد کی حقیقت کُھل گئی ہے۔"

"اگر بلیک شیڈو کو سجّاد کی حقیقت معلوم ہو گئی ہے تو واقعی معاملہ اُلجھ گیا ہے۔"

"میں یہی پوچھنے آئی ہوں۔ کیا ان حالات میں بلیک شیڈو یہ نہیں سوچے گا کہ اس کی چال پے درپے ناکام ہو رہی ہے۔ اِدھر سجّاد ڈمی فرہاد ہے۔ اُدھر خود بلیک شیڈو نے ڈمی فرہاد تیار کر کے اسے اعلیٰ بی بی کے حوالے کیا اور اعلیٰ بی بی نے اسے تل ابیب پہنچا دیا۔ کیا ان حالات میں وہ ناکام ہو کر یہ انکشاف نہیں کرے گا کہ تل ابیب میں اصل فرہاد نہیں ہے۔"

سونیا نے تائید میں سر ہلا کر کہا "ہاں، وہ ناکامی سے جھنجلا کر یہ انکشاف کر سکتا ہے۔ اس طرح فرہاد کے اس منصوبے کو نقصان پہنچ سکتا ہے کہ وہ ہمیشہ روپوش رہے اور خیال خوانی کے ذریعے ہمارے کام آتا رہے۔"

"تم کیا مشورہ دیتی ہو۔ کیا دُنیا والوں پر یہ ظاہر ہو جائے کہ اصل فرہاد نہ تو کبھی یہودیوں کے ہاتھ آیا تھا، نہ ہی اس کے دماغ کو نقصان پہنچایا گیا تھا اور نہ ہی ایک طویل عرصے سے وہ کسی دُشمن سے براہِ راست مخاطب ہوا ہے۔"

سونیا نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا "دُنیا والوں کو یہ نہیں معلوم ہونا چاہیے۔ فرہاد کی یہ پلاننگ بہت ہی دانش مندانہ ہے۔ دُشمن ہمیشہ خوش فہمی میں مبتلا رہیں اور فرہاد گوشۂ گمنامی میں رہ کر خیال خوانی کے ذریعے ان کی چالوں کو سمجھتا رہے اور جوابی کارروائی کرتا رہے۔ اس منصوبے میں کوئی گڑبڑ نہیں ہونی چاہیے۔"

"پھر تو بلیک شیڈو سے کوئی سمجھوتہ کرنا ہوگا۔"

"کچھ بھی کرو لیکن اسے راز فاش کرنے کا موقع نہ دو۔"

"سونیا! فرہاد نے ایک مدّت کے بعد مجھ پر اعتماد کیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ میں ان کی نیند کے دوران ذمّے داریاں پوری کر دوں گی اور میں خود کو اہل ثابت کرنا چاہتی ہوں۔ ڈرتی ہوں کہیں مجھ سے کوئی حماقت سرزد نہ ہو جائے۔ مجھے بتاؤ بلیک شیڈو سے کس انداز میں باتیں کروں؟ کس طرح سمجھوتہ کروں؟"

"سیدھی سی بات ہے، وہ پہلے ہی ہم سے دوستی کرنا چاہتا ہے۔ چونکہ خود کو بہت زیادہ پُراسرار بنا کر رکھتا ہے تم اسے خوش فہمی میں مبتلا رکھنے کے لیے وقتی طور پر اس کی برتری تسلیم کر لو اور اعتراف کرو کہ تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے بھی اس کی اصلیت تک نہیں پہنچ سکتیں۔"

"جب اُس نے خود کو اس حد تک پُراسرار بنا رکھا ہے اور میں بھی اسے خوش فہمی میں مبتلا رکھوں گی تو پھر ٹیلی پیتھی کی اہمیت کیا رہ جائے گی؟ کیا وہ ہم سے سمجھوتہ کرے گا؟"

"سر کے بَل کرے گا۔ اتنا تو جانتا ہی ہے کہ فرہاد کی کوئی بھی ماتحت کسی دُشمن کے پیچھے پڑ جاتی ہے تو قبر تک پیچھا نہیں چھوڑتی۔ اسے اندیشہ ہوگا کہ کبھی نہ کبھی، کوئی نہ کوئی اس کے قریب پہنچ سکتا ہے لہٰذا وہ دوستی پر آمادہ ہو جائے گا۔ یاد رکھو، دُشمن خواہ کتنا ہی شہ زور ہو، وہ کسی نہ کسی پہلو سے کمزور ہوتا ہے اور اپنے تحفّظ کا راستہ ڈھونڈتا ہے۔ ہو سکتا ہے، وہ ہماری دوستی میں اپنا تحفّظ سمجھتا ہو اور اپنے کسی مفاد کو برقرار رکھنا چاہتا ہو۔ میں اِدھر ٹرانسمیٹر کے ذریعے دوسروں سے رابطہ قائم کر رہی ہوں، تم اُدھر خیال خوانی کے ذریعے سجّاد کے پاس جاؤ۔ اس کے ذریعے بلیک شیڈو سے گفتگو ہو سکے گی۔ اس دوران کوئی مشورہ چاہیے، کوئی مسئلہ پیش ہو تو مجھے بتا دینا۔ میں اپنی لیاقت کے مطابق مشورہ دوں گی۔ بعد میں دیکھا جائے گا کہ فرہاد کو ہم دونوں کی مشترکہ کارروائی پسند آتی ہے یا نہیں؟"

وہ سجّاد کے دماغ میں پہنچ گئی۔ سجّاد ایک کمرے میں ٹہل رہا تھا، کبھی بیٹھ جاتا تھا، کبھی اُٹھ کر ایک کھڑکی کے پاس جاتا تھا اور باہر دُور کے مناظر دیکھنے لگتا تھا۔ وہ ذہنی طور پر اُلجھا ہوا تھا۔ سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ جب اسے فرہاد علی تیمور سمجھ کر یہودیوں نے ساری دُنیا میں قیدی کی حیثیت سے اس کی نمائش کی تھی تو اس وقت وہ اپنے آپ کو سجّاد سمجھتا تھا اور فرہاد کا رول ادا کرتا جا رہا تھا لیکن قید کے دوران اچانک ہی وہ سجّاد کی حیثیت سے گم ہو گیا۔ خود کو فرہاد سمجھتا رہا۔ یہی بات اسے پریشان کر رہی تھی کہ وہ کس طرح اپنے آپ کو بھول گیا تھا، کس طرح اپنے آپ کو صرف فرہاد سمجھ رہا تھا۔

جو سوالات اُس کے ذہن میں پیدا ہو رہے تھے، اُن کا جواب بھی اس کی سمجھ میں آ رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا "جس طرح بلیک شیڈو نے تنویمی عمل کے ذریعے میری سجّاد والی شخصیت کو ظاہر کیا ہے، اسی طرح ہو سکتا ہے فرہاد بھائی نے مجھے تنویمی عمل کے ذریعے فرہاد بنا دیا ہو اور میری سجّاد والی شخصیت کو گُم کر دیا ہو میری سمجھ میں یہی بات آتی ہے۔"

"تم درست سمجھ رہے ہو۔"

رسونتی کی سوچ کی لہروں کو اپنے دماغ میں سُنتے ہی وہ چونک گیا۔ فوراً پلٹ کر سامنے والی دیوار کو دیکھنے لگا۔ وہاں ایک بڑا سا آئینہ تھا، اس میں خود کو دیکھ سکتا تھا۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا آئینے کے سامنے آیا پھر خود سے پوچھنے لگا "کیا میں درست سمجھ رہا ہوں، کیا یہ بات میں خود سوچ رہا تھا کہیں یہ خیال خوانی کی لہر تو نہیں ہے؟"

"یہ بھی درست سوچ رہے ہو۔ اب سوچو کہ خیال خوانی کس کے ذریعے ہو سکتی ہے؟"

"اوہ! میں سمجھ گیا، بھائی جان آپ ہیں؟"

"میں بھائی جان نہیں، بھابی جان ہوں۔"

اُس نے حیرانی سے آئینے میں خود کو دیکھتے ہوئے پوچھا "کون بھابی جان؟"

"میں جانتی ہوں، فرہاد نے شاید ہی تمہارے سامنے میرا ذکر کیا ہو کیونکہ میرے اور اُن کے درمیان اختلافات تھے۔ ویسے میں رسونتی ہوں۔"

وہ آئینے میں خود کو دیکھتے ہوئے یوں مسکرایا جیسے بھابی جان کو دیکھ رہا ہو پھر اُس نے پیشانی پر ہاتھ لے جاتے ہوئے کہا "السّلامُ علیکم! بھائی جان کے ذکر نہ کرنے سے کیا ہوتا ہے، آپ کو تو ساری دُنیا جانتی ہے میں بھلا کیسے نہیں جان سکتا لیکن بابا صاحب کے ادارے میں رہ کر میں نے سُنا تھا کہ آپ دماغی طور پر کمزور ہو گئی ہیں، خیال خوانی نہیں کر سکیں گی۔"

"یہ بات پُرانی ہو چکی ہے۔ اب تمہارے بھائی جان کا دماغ کمزور ہو چکا ہے، وہ خیال خوانی نہیں کر سکتے اسی لیے میں تمہارے پاس آئی ہوں۔"

"وہ کہاں ہیں؟ خیریت سے تو ہیں؟"

"بالکل خیریت سے ہیں۔ اب ان کے متعلق کچھ نہ پوچھو۔ اگر دُشمنوں نے تم پر تشدّد کیا یا تنویمی عمل کے ذریعے معلوم کیا تو تم انھیں سب کچھ بتا دو گے۔ تمھیں ایک تجربہ ہو چکا ہے۔ فرہاد نے تمہارے اندر سجّاد علی تیمور کی شخصیت کو چُھپا رکھا تھا۔ بلیک شیڈو نے اسے ظاہر کر دیا۔"

"آپ درست کہتی ہیں، میں بھائی جان کے متعلق کوئی سوال نہیں کروں گا۔"

"بلیک شیڈو کا رویّہ تمہارے ساتھ کیسا ہے، وہ تم سے کس قسم کے سوالات کرتا ہے؟"

"رویّہ ابھی تک دوستانہ ہے۔ وہ اس انتظار میں ہے کہ بھائی جان ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھ سے یا ان کے کسی ماتحت سے رابطہ قائم کریں گے تو وہ ان سے گفتگو کرے گا۔"

"تم بلیک شیڈو تک اطلاع پہنچاؤ کہ میں اس سے بات کرنا چاہتی ہوں۔"

وہ سوئچ بورڈ کے پاس آیا۔ وہاں اس نے ایک سُرخ رنگ کے بٹن کو دبایا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی، اسی مکان کے دوسرے کمرے میں کہیں گھنٹی بج رہی ہے۔ تھوڑی دیر میں ہی ایک شخص اندر آ کر ادب سے کھڑا ہو گیا پھر اس نے پوچھا "فرمائیے؟"

"میں بلیک شیڈو سے رابطہ قائم کرنا چاہتا ہوں۔ میری رسونتی بھابی اُس سے گفتگو کریں گی۔"

"میں ابھی انتظامات کرتا ہوں۔"

وہ چلا گیا تھوڑی دیر بعد ہی ایک ٹرانسمیٹر لے کر آیا۔ اسے ایک میز پر رکھتے ہوئے بولا "میں نے فریکوئنسی سیٹ کر دی ہے، آپ اسے آپریٹ کریں اور ان سے گفتگو کریں۔"

اُس نے ٹرانسمیٹر کو آپریٹ کیا۔ ذرا سی دیر میں رابطہ قائم ہو گیا۔ دوسری طرف سے بلیک شیڈو کی رُعب اور دبدبے سے بھرپور آواز سُنائی دی "ہیلو سجّاد! بولو، میں سُن رہا ہوں۔"

سجّاد نے کہا "رسونتی بھابی میرے دماغ میں موجود ہیں اور تم سے گفتگو کرنا چاہتی ہیں۔"

"میں کیسے مان لوں کہ تمہارے دماغ میں کوئی موجود ہے۔ اب وہ مادام رسونتی ہیں یا مسٹر فرہاد؟ ہو سکتا ہے، ان دونوں میں سے کوئی نہ ہو۔ تم ایک بار وہاں سے فرار ہونے کی کوشش کر چکے ہو۔ ہو سکتا ہے اس وقت کوئی چکر چلا رہے ہو۔"

رسونتی نے سوچ کے ذریعے کہا "سجّاد! اس سے کہو، وہ اپنے کسی ماتحت سے ٹرانسمیٹر پر گفتگو کرے اور اسے یہاں بُلائے، ابھی میری موجودگی ثابت ہو جائے گی۔"

سجّاد نے یہی بات بلیک شیڈو سے کہہ دی۔ وہاں اس کا ایک ماتحت، جو ابھی ٹرانسمیٹر لے کر آیا تھا، موجود تھا۔ اس نے کہا۔ "سر! میں یہاں موجود ہوں۔"

بلیک شیڈو نے کہا "میں مادام رسونتی سے مخاطب ہوں اگر وہ موجود ہیں تو میرے ماتحت کے ذریعے گفتگو کریں۔"

سجّاد وہاں سے ہٹ گیا۔ اس کا ماتحت ٹرانسمیٹر کے سامنے آ گیا۔ اسی وقت وہ عورتوں کے انداز میں کہنے لگا "ہائے بلیک شیڈو! میں عورت ذات ہوں، مجھے پردہ کرنا چاہیے، تم پردے میں کہاں چُھپے بیٹھے ہو۔ کیا یقین آ رہا ہے کہ میں رسونتی بول رہی ہوں؟"

بلیک شیڈو نے اپنے ماتحت کو ڈانٹ کر پوچھا "کیا بکواس

کر رہے ہو۔ اپنی آواز میں بولو۔"

رسونتی نے کہا "یہ بے چارہ اب تو وہی بولے گا جو میں چاہوں گی۔ البتہ اتنی رعایت کر سکتی ہوں کہ یہ زنانہ نہیں، مردانہ آواز میں باتیں کرے لیکن جو کچھ کہے گا، میری مرضی کے مطابق کہے گا۔"

"میں تسلیم کرتا ہوں، تم مادام رسونتی ہو، ابھی مجھے طعنے دے رہی تھیں کہ میں پردے میں ہوں۔ تم نے فرہاد کو پردہ نشیں کیوں بنا دیا ہے؟"

"ذرا ایک منٹ! میں ابھی فرہاد سے پوچھ کر بتاتی ہوں۔"

رسونتی نے سونیا کو بلیک شیڈو سے ہونے والی گفتگو مختصر طور پر سُنائی پھر پوچھا "میں کیا جواب دوں؟"

سونیا نے اسے جواب دیا۔ وہ بلیک شیڈو کے ماتحت کے دماغ میں دوبارہ پہنچ کر ٹرانسمیٹر کے سامنے بولی "فرہاد کہتے ہیں، عورتیں پردہ کرتی ہیں شرم سے، مجرم پردہ کرتے ہیں قانون کے ڈر سے اور فرہاد جیسے غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والے مجبور ہو کر قاتلوں اور سازشیں کرنے والوں سے پردہ کرتے ہیں، خود کو چھپا کر رکھتے ہیں۔ کیا تم اُن سے ملنا چاہتے ہو؟"

جواباً قہقہہ سُنائی دیا "ان سے ملنے کا مطلب یہ ہُوا کہ مجھے بھی ان کے روبرو آنا ہوگا، میں تو نہیں آسکتا۔"

"پھر وہی بات ہوئی، نا کہ تم ڈر سے نہیں آتے اور فرہاد مجبوری سے نہیں آتے لہٰذا جو بھی معاملات طے ہوں گے، وہ مجھ سے ہوں گے۔"

اس نے ہنستے ہوئے کہا "معلوم ہوتا ہے فرہاد کی کوئی گوٹ پھنس گئی ہے۔ اس لیے اپنی گھر والی کو بھیجا ہے۔"

"تم نے فرہاد کی ہسٹری پڑھی ہوگی تو یہ بھی پڑھا ہوگا کہ جہاں کہیں فرہاد کی گوٹ پھنستی ہے وہاں سونیا آگے آتی ہے۔ دُعا کرو وہ وادیٔ قاف میں مصروف رہے اگر وہاں سے نکلے گی تو ہمیں پورا یقین ہے، سیدھی تمھاری شہ رگ تک پہنچے گی۔"

"میں مانتا ہوں، وہ ایک دہشت ہے اس کا نام سُن کر بڑے بڑے دہشت گرد تھرّاتے ہیں لیکن میں تو ایک سایہ ہوں۔ آج تک بھلا کوئی سائے کو پکڑ سکا ہے؟"

"یہ بات اُس دن کے لیے چھوڑ دو، جب وہ سائے کی گردن اپنی مٹھی میں پکڑے گی۔ ابھی میں ایک مسئلے پر گفتگو کرنے آئی ہوں۔"

"میں سُن رہا ہُوں۔"

"تم نے جو ڈمی فرہاد اعلیٰ بی بی کے حوالے کیا تھا، اعلیٰ بی بی نے اُسے یہودیوں کے حوالے کر دیا۔ اب وہ تل ابیب میں ہے اور وہاں کے حکام اسے فرہاد علی تیمور سمجھ رہے ہیں۔"

"مجھے معلوم ہے۔ میرے ذرائع بہت وسیع ہیں۔ تم کہنا کیا چاہتی ہو؟"

"میں چاہتی ہوں، اسرائیلی حکام خوش فہمی میں مبتلا رہیں اور تمھاری بھیجی ہوئی ڈمی کو فرہاد سمجھتے رہیں۔"

اس نے ہنستے ہوئے کہا "اچھا۔ تو یہ بات ہے مگر اس میں میرا فائدہ بتاؤ۔"

"کیا یہ فائدہ کم ہے کہ ہم دوست بنے رہیں گے؟"

دوسری طرف تھوڑی دیر تک خاموشی چھائی رہی۔ اُدھر ٹرانسمیٹر کے ذریعے ہولے ہولے کھٹ کھٹ کی آواز آرہی تھی پھر اس نے کہا "تم لوگوں کی دوستی سے مجھے فائدہ بھی پہنچنا چاہیے۔"

"بے شک فائدہ پہنچے گا، بولو کیا چاہتے ہو؟"

"وہی، جو بڑے بڑے ممالک اور بڑی بڑی خطرناک تنظیمیں چاہتی ہیں۔ تم میرے پانچ آدمیوں کو وادیٔ قاف میں آنے کی اجازت دے دو۔"

"مجھے منظور ہے۔ ہم نے چند ممالک سے پانچ پانچ افراد کو آنے کی اجازت دی ہے۔ تم اپنے پانچ آدمی وہاں بھیج سکتے ہو۔"

"مادام رسونتی! یہ تو کوئی دوستی نہ ہوئی، جو دوسروں کو سہولت دی جارہی ہے وہی مجھے بھی دی جارہی ہے۔ دوستی اسے کہتے ہیں کہ دوسروں کے مقابلے میں فوقیت دی جائے۔ ہمارے آدمیوں کو زیادہ سے زیادہ اپنے قریب رہنے کا موقع دیا جائے۔ اپنے اہم معاملات میں شریک کیا جائے، ورنہ پھر دوستی کیا رہی؟"

"مجھے افسوس ہے، میں اتنی ہی رعایت دے سکتی ہوں۔"

"دوست بن کر تھوڑا فائدہ پہنچا رہی ہو اور مجھ سے بہت زیادہ فائدہ حاصل کر رہی ہو۔ میں جانتا ہوں، میرے ڈمی فرہاد کے ذریعے تم لوگ صرف اسرائیلی حکّام کو نہیں بلکہ سُپر ماسٹر، ماسک مین اور دوسرے بڑے ممالک کو بھی اسی خوش فہمی میں مبتلا رکھتے آئے ہو، اور اب بھی یہی کرنا چاہتے ہو۔ میرا ڈمی فرہاد تمھارے بہت کام آئے گا اس لیے جتنا فائدہ مجھ سے اُٹھایا جا رہا ہے، اتنا ہی مجھے بھی چاہیے۔"

"تو پھر بلیک شیڈو سُنو! ہم سے ایک بہت بڑا فائدہ تمھیں یہ پہنچے گا کہ ہمارے دوستانہ رویّے کے باعث تمھارے بہت سے اہم اور وفادار ماتحت زندہ سلامت رہیں گے۔"

اُس نے ذرا سخت لہجے میں پوچھا "تم دھمکی دے رہی ہو۔ تم کیا جانتی ہو کہ میرے اہم لوگ کہاں ہیں اور کس طرح زندگی گزار رہے ہیں؟ تم شاید اس خوش فہمی میں ہو کہ سجّاد کے پاس جو میرے آدمی ہیں وہی سب کچھ ہیں؟"

"ہماری معلومات اتنی محدود نہیں ہوتیں صرف ایک منٹ انتظار کرو۔ میں ابھی فرہاد سے مشورہ کر کے تم سے بات کرتی ہوں۔"

اُس نے سونیا کو بتایا کہ اب تک بلیک شیڈو سے کیا باتیں ہوتی رہیں اور اب کس چیلنج کا سامنا ہے۔ سونیا نے اسے پھر مشورے دیے۔ وہ اس کے مطابق بلیک شیڈو کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی

"ہاں، تو سُنو! مافیا جیسی خطرناک تنظیم سے ابھی تک ہمارا ٹکراؤ نہیں ہُوا۔ شاید مافیا والے ہم سے کتراتے ہیں۔ ہم ان کے قریب کبھی نہیں جاتے جو ہم سے کترایا کرتے ہیں۔ اگر تم نے سمجھوتہ نہ کیا تو آج سے مافیا کے اہم افراد ہاتوں کو سونا بھول جائیں گے۔ انھیں جو نقصان پہنچے گا اور ان کے ذریعے تمھیں جو نقصان پہنچے گا اُس کا اندازہ تم خود لگا سکتے ہو۔ اب دوسری بات سُنو! گولڈن ریکٹ جیسے کئی ادارے ہیں جنھیں بلیک میل کر کے تم اچھی خاصی رقم سمیٹ لیتے ہو۔ آج کے بعد سے جتنی رقم ان سے سمیٹو گے، وہ ہم اپنی تحویل میں لے آئیں گے۔ یقین نہ ہو تو آزما لینا۔ اب تیسری بات سُنو! تمھیں کرسٹو فر میکی کی تعداد تو معلوم ہی ہوگی۔ ذرا گِن کر بتاؤ، اس دُنیا میں کتنے کرسٹو فر میکی ہیں؟"

دوسری طرف خاموشی چھا گئی۔ اس خاموشی میں پھر وہی کھٹ کھٹ کی دھیمی دھیمی آواز آرہی تھی۔ اس نے کہا "میں ایسے تمام مجرموں کو جانتا ہوں، جو ایک نہیں دس کے رُوپ میں ہوتے ہیں لیکن وہ ایک ہی ہوتے ہیں اور دسوں کو آلۂ کار بنائے رکھتے ہیں۔"

"شاباش، تم بڑی سادگی سے اپنی حقیقت بیان کر رہے ہو۔ وہ بے چارے دس کرسٹو فر میکی یہ نہیں جانتے کہ ان کے باس کا نام بلیک شیڈو ہے۔"

"کیا؟" دوسری طرف سے چونکنے کی آواز آئی پھر خاموشی چھا گئی۔ اس خاموشی میں وہ کھٹ کھٹ کی آواز ذرا تیز ہوگئی تھی اور وہ آواز جلدی جلدی سُنائی دے رہی تھی جیسے کوئی مشین تیزی سے چلنے لگی ہو کھٹ کھٹ، کھٹ کھٹ یا جیسے کوئی دیوار میں کیل ٹھونک رہا ہو یا پھر وہ بلیک شیڈو جہاں بیٹھا ہُوا تھا، وہاں میز پر انگلیوں سے طبلہ بجا رہا ہو، کھٹ کھٹ، کھٹ کھٹ۔

رسونتی مسکرانے لگی۔ بلیک شیڈو کی ایک کمزوری سامنے آگئی تھی۔ یہ انسانی فطرت ہے، وہ جب خاموش رہتا ہے یا سوچتا رہتا ہے تو کاغذات پر یونہی دستخط کرتا جاتا ہے۔ کوئی عادتاً کاغذ پر پھول پتیاں بناتا رہتا ہے یا پریشانی کے عالم میں میز پر ہاتھ مارتا ہے۔ اگر اسے موسیقی سے لگاؤ ہو تو وہ غیر شعوری طور پر انگلیوں سے طبلہ بجانے لگتا ہے۔ انسانی نفسیات کا مطالعہ کیا جائے تو آدمی تنہائی میں، پریشانی میں یا سوچنے کے دوران عجیب و غریب حرکتیں کرتا نظر آتا ہے۔ بہرحال ایک بات معلوم ہوگئی تھی کہ بلیک شیڈو سوچنے کے دوران میز پر انگلیوں سے طبلہ بجاتا ہے تبھی وہ کھٹ کھٹ کی آواز آرہی تھی۔

رسونتی نے پوچھا "خاموش کیوں ہوگئے۔ تم تو سایہ ہو، وجود نہیں ہو، کیا سائے بھی سوچتے ہیں؟"

وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا "دُنیا اگر فرہاد کی ٹیم کو مانتی ہے تو اس کی وجہ یہی ہے کہ اس ٹیم کے ہر فرد کو اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوانا آتا ہے۔ میں مانتا ہوں، تم لوگوں کی معلومات بہت وسیع ہیں۔ ذرائع بھی وسیع ہیں۔ میں اور زیادہ محتاط رہوں گا۔ اتنا تو مجھے یقین ہے کہ جب ٹیلی پیتھی جاننے والے مجھ تک نہیں پہنچ سکتے تو پھر موت کے سوا کوئی میرے قریب نہیں پہنچ سکے گا۔ اس کے باوجود بہت محتاط رہوں گا۔ تم نے مجھے چونکا دیا ہے۔"

"یہ تو کچھ بھی نہیں ہے، آگے آگے دیکھنا ہوتا ہے کیا۔ فی الحال یہ بتاؤ، تم ہماری بات مانتے ہو یا نہیں؟"

"مجھے اپنے خاص ماتحتوں اور اپنے منافع سے گہری دلچسپی ہے، اس لیے تمھاری بات مان لیتا ہوں لیکن میرے پانچ آدمی وادیٔ قاف جائیں گے۔"

"مجھے منظور ہے لیکن یاد رکھو! اگر ان پانچ آدمیوں نے کچھ چالاکی دکھانے کی کوشش کی تو وہاں سے زندہ واپس نہیں آئیں گے۔"

"میں انھیں سمجھا دوں گا۔"

"سجّاد کو تین گھنٹے کے اندر اندر بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا دو، میں جارہی ہوں، ضرورت ہوئی تو پھر رابطہ قائم کروں گی۔"

بلیک شیڈو نے کہا "مادام ایک منٹ، پہلے یہ طے ہو جائے کہ میرے آدمی وادیٔ قاف کس طرح پہنچیں گے اور آپ انھیں کس طرح شناخت کریں گی؟"

"یہ طے کرنا ضروری نہیں ہے۔ میں سب جانتی ہوں، تمھارا کرسٹو فر میکی نمبر دو سب سے پہلے ہیلی کاپٹر کے ذریعے سامان پہنچا چکا ہے۔ اس کے آدمی ہمارے پاس آئیں گے۔ اب تم اپنی ذہانت اور منصوبہ بندی کا ماتم کرو، میں جارہی ہوں۔"

رسونتی خاموش ہوگئی۔ دوسری طرف بھی خاموشی رہی لیکن وہی کھٹ کھٹ کی آواز سُنائی دیتی رہی۔ یقیناً بلیک شیڈو حیران اور پریشان ہو کر اپنی ذہانت اور منصوبہ بندی کا ماتم کر رہا ہوگا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ رسونتی اور فرہاد وغیرہ کس طرح اس کے اہم اور وفادار ماتحتوں کو جانتے ہیں اور اس کے طریقۂ کار کو بھی سمجھتے ہیں۔

وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگئی۔ ان کے کاٹیج میں ٹارزغلبا بھی آگیا تھا۔ رسونتی، سونیا کو مخاطب کرنا چاہتی تھی۔ اس سے پہلے ہی اس نے کہا "یہاں آجاؤ، ابھی ماسک مین سے رابطہ قائم ہو رہا ہے۔"

وہ ان کے قریب جا کر بیٹھ گئی۔ اسی وقت ٹرانسمیٹر سے آواز آئی۔ "ہیلو مادام سونیا! ہیلو، میں اے۔ ایم آپ سے مخاطب ہوں۔ ماسک مین کا اسسٹنٹ ہوں۔ یہاں آپ کی آواز ریکارڈ ہو رہی ہے۔ آپ جو سوال کریں گی، اس کا جواب فوری طور پر ماسک مین کمپیوٹر کے ذریعے دیں گے۔ میں کمپیوٹر سے موصول ہونے والا جواب آپ کو سُناتا جاؤں گا۔"

"سوال یہ ہے، تمھارا ماسک مین اپنے پانچ آدمی وادیٔ قاف کیوں بھیجنا چاہتا ہے۔"

"میں بحیثیت اسسٹنٹ یہ جواب دے رہا ہوں، اگر میرے جواب میں کوئی غلطی ہوگی تو کمپیوٹر مجھے روک دے گا۔ بہرحال سُنیے، آپ لوگ کوہِ قاف کا ذکر اکثر ترکی کے حوالے سے کرتے ہیں۔ اس سے یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ قاف کی وادی ترکی کے شمال مغرب یا شمال مشرق میں ہے۔ حقیقتاً یہ ہمیشہ رُوس کا علاقہ رہا ہے۔"

سونیا نے جواب دیا "تم کوہِ قاف کی بات کر رہے ہو اور ہم وادیٔ قاف کی بات کرتے ہیں۔ بے شک رُوس کے جنوبی حصّے میں یہ پہاڑی سلسلہ ہے لیکن ٹارٹر غلبا کا قبیلہ صدیوں سے جس وادی میں آباد ہے وہاں سے ترکی اور ایران کی سرحدیں قریب ہیں، اسی لیے ہم ترکی کا ذکر زیادہ کرتے ہیں۔ ویسے اس بحث کے چھیڑنے کا مقصد کیا ہے۔ کیا رُوسی حکام اپنی فوجیں بھیجنا چاہتے ہیں اور یہ حق جتانا چاہتے ہیں کہ وادیٔ قاف ان کا علاقہ ہے؟"

"جی نہیں۔ ہمارے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ جب وادیٔ قاف ہمارے علاقے میں ہے تو ہمیں دوسرے ممالک سے زیادہ سہولتیں ملنی چاہئیں۔ دوستی ہم سے ہونی چاہیے۔ ہم ہر طرح آپ کے کام آنا چاہتے ہیں۔"

"تعجب ہے، آج سے پہلے کبھی ٹارٹر غلبا کے قبیلے کے کام آنے کا خیال کسی کے دل میں پیدا نہیں ہُوا۔ کوئی ملک اِدھر توجہ نہیں دیتا تھا۔ وہ جانتے تھے، یہاں پسماندہ قوم آباد ہے۔ یہ لوگ بیرونی ممالک جاکر تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ باہر کی دُنیا دیکھتے ہیں، اس کے باوجود اپنے علاقے میں آکر وہی پسماندہ لوگوں جیسی زندگی گزارتے ہیں، اس لیے یہاں بسنے والی قوم کو ہمیشہ نظرانداز کیا گیا ہے۔"

"مادام! کسی علاقے کو نظرانداز کرنے یا اسے بہت زیادہ اہمیت دینے کی بہت سی وجوہات ہوتی ہیں۔ وادیٔ قاف میں نہ تو زرعی پیداوار ہوسکتی ہے نہ ہی اس دُور افتادہ علاقے کو صنعتی بنایا جاسکتا ہے اور نہ وہاں سے تیل نکلتا ہے۔ ہاں اچانک مادام رسونتی اور مسٹر فرہاد علی تیمور نکل آئے ہیں، تو تیل سے زیادہ اہمیت ہوگئی ہے۔ بڑے ممالک ایک دوسرے کے متعلق بڑی دُور تک معلومات رکھتے ہیں کہ ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم کس ملک نے کتنے بنائے ہیں اور کہاں ذخیرہ کیا ہے۔ مادام رسونتی اور مسٹر فرہاد علی تیمور جیسے ہائیڈروجن بم کہاں موجود ہیں، یہ ساری دُنیا کو معلوم ہوگیا ہے، اس لیے کوہِ قاف کی اہمیت تمام اہم ترین علاقوں سے بڑھ گئی ہے۔"

سونیا نے ٹوکتے ہوئے کہا "تم پھر کوہِ قاف کہہ رہے ہو، میں وادیٔ قاف کی بات کر رہی ہوں۔"

"سوری! میری مُراد وادیٔ قاف سے ہی ہے۔ آپ سے درخواست ہے کہ آپ کوہِ قاف کی جغرافیائی پوزیشن کو مدِنظر رکھیں، اگر وادیٔ قاف میں ہماری مخالفت کرنے والے ملکوں نے کسی طرح اپنے فوجی اڈے بنا لیے تو یہ ہماری سرحدوں کے لیے نقصان کا باعث ہوگا۔"

"یہاں کسی مُلک کا فوجی اڈہ قائم نہیں ہوگا۔ یہ ایک آزاد مملکت ہوگی اور اس کی اپنی خارجہ پالیسی ہوگی۔ ہم سب کو دوست بناکر رکھنے کی کوشش کریں گے۔"

"ہم بھی سب کو دوست بناکر رکھنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن کچھ ممالک اپنی گندی سیاست سے باز نہیں آتے۔"

"رسونتی اور فرہاد کی مملکت میں کوئی گندی سیاست کام نہیں آئے گی۔ اس سے پہلے ہی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان سازشیں کرنے والوں اور مکّار سیاست دانوں کو عبرت ناک انجام تک پہنچا جائے گا، اس لیے آئندہ وادیٔ قاف میں جو بھی آئے گا، وہ صرف اسے اُجلا بن کر نہیں آئے گا، اندر سے بھی اپنے آپ کو مکمل طور پر دیانت دار بنائے گا۔ اگر ایسا نہیں کرے گا تو ٹیلی پیتھی کی ایک ٹھوکر سے سرحد پار چلا جائے گا۔"

"آپ درست کہتی ہیں۔ ہم یہ بھول گئے تھے کہ وادیٔ قاف ایک نرالی مملکت ہوگی۔ ہر مُلک کی سرحد پر چہرے پڑھے جاتے ہیں۔ آپ یہاں دماغ پڑھے جائیں گے اور جہاں دماغ پڑھ لیے جاتے ہیں، وہاں کوئی مکّاری نہیں دکھا سکتا۔ پلیز! ذرا ایک منٹ انتظار کریں، کچھ ... کے ذریعے ماسک مین کچھ فرما رہے ہیں۔"

تھوڑی دیر بعد پھر آواز آئی "ہمارے ماسک مین سب ... مادام رسونتی کو ان کی دماغی صحت یابی پر مبارک باد دے رہے ہیں! ان کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں بحال ہونے پر اپنی مسرّتوں کا اظہار کر رہے ہیں۔ دوسری بھرپور مبارک باد پارس کے سلسلے میں ہے۔ ... رسونتی کو ایک طویل جُدائی کے بعد اپنے بیٹے سے ملنا نصیب ہُوا ... ان کے، ان کے بیٹے اور فرہاد صاحب کے لیے نیک خواہشات رکھتے ہیں۔"

"رسونتی میرے پاس موجود ہے اور ہماری باتیں سُن رہی ہے، اس لیے تمہاری اور ماسک مین کی نیک خواہشات رسونتی تک پہنچ رہی ہیں اور کچھ...؟"

"ماسک مین تہہ دل سے یہ چاہتے ہیں کہ آپ، مادام ... اور مسٹر ٹارٹر غلبا ہمارے مُلک میں خیرسگالی دَورے پر تشریف لائیں۔ ہم آپ کا شایانِ شان استقبال کریں گے۔ ہمیں یقین ہے، آپ ... مہمان نوازی کا موقع دیں گی۔"

"تم نے خیرسگالی دورے کی دعوت دی ہے، اسے ہم نوٹ کر رہے ہیں۔ ابھی ہمیں اپنی مملکت کے قیام کے سلسلے میں ایک ... لگے گا۔ دن رات مصروفیت رہے گی۔ جب بھی ہم اپنے علاقے سے باہر نکلیں گے تو سب سے پہلے تمہارے مُلک کا دَورہ کریں گے۔"

"بہت بہت شکریہ مادام! آج شام پانچ بجے تک ... پانچ نمائندے ہیلی کاپٹر کے ذریعے وادیٔ قاف پہنچ جائیں گے۔ ماسک مین نے کچھ نایاب تحفے ہز ہائی نس ٹارٹر غلبا کے لیے بھیجے ہیں۔ ہمیں اُمید ہے، ہز ہائی نس قبول فرمائیں گے۔"

سونیا نے کہا "میں نے پچھلی رات ٹرانسمیٹر کے ذریعے گفت گو کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ یہ وعدہ پورا کرلیا۔ باقی باتیں تمہارے نمائندوں سے ہوں گی۔ اوور اینڈ آل۔"

اس نے ٹرانسمیٹر کو بند کرکے ٹارٹر غلبا کی طرف دیکھا۔ وہ ہنستے ہوئے بولا "اِن کمبختوں نے مجھے ہز ہائی نس بنادیا ہے۔"

وہ اُٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ اس نے ایک ہاتھ سونیا کے سر پر اور دوسرا رسونتی کے سر پر رکھتے ہوئے کہا "میری بچیو! تمہارے آنے سے میری وادی کی قسمت بدل گئی ہے۔ ایک بار مَیں نے فرہاد کے سامنے اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ میری وادی دُنیا کی سب سے اہم وادی بن جائے، مَیں یہاں ایسی مملکت قائم کردوں جو دُنیا میں مثالی ہو۔ تم سب کی آمد سے یہ مملکت صرف مثالی نہیں بلکہ بے مثال ہوگی۔"

وہ وہاں سے دروازے کی طرف جاتے ہوئے بولا "اس مملکت کے لیے ہم سب کو اپنی اپنی جگہ اہم فرائض ادا کرنے ہیں۔ تم دونوں اپنے فرائض ادا کر رہی ہو، مَیں بھی جارہا ہوں۔ آنے والے غیرملکی نمائندوں کے لیے کاٹیج تعمیر ہو رہے ہیں، مَیں چاہتا ہوں، انھیں یہاں رہائش کے سلسلے میں کوئی شکایت نہ ہو۔"

وہ باہر چلا گیا۔ رسونتی نے بلیک شیڈو سے ہونے والی اختتامی گفتگو کے متعلق سونیا کو بتایا۔ اس نے تمام باتیں سُننے کے بعد کہا "تم نے بہت ہی اچھے انداز میں معاملات طے کیے ہیں۔"

"مَیں نے کیا کیا ہے، مَیں تو تم سے مشورے لیتی رہی تھی۔"

"لیکن اختتامی گفتگو تمہاری اپنی تھی اور میرے مشوروں کو پیش کرنے کا انداز بھی تمہارا تھا۔ جب تک کوئی بات کہنے کا سلیقہ نہ ہو، وہ سُننے والے کے دل پر اثر نہیں کرتی۔ بلیک شیڈو کو تمہاری بات ماننی ہی پڑے گی۔ وہ ڈمی فرہاد کی پول نہیں کھولے گا اور سجاد کو بابا صاحب کے ادارے میں واپس بھیج دے گا۔ اب فوراً شباتہ کی خبر لو۔ وہ بہت پہلے انقرہ پہنچ گئی ہوگی۔ مَیں ذرا اپیر ماسٹر سے رابطہ قائم کر رہی ہوں۔"

انقرہ ایئرپورٹ کے ایک سائیڈ ٹریک پر بھارتی طیارہ کھڑا ہُوا تھا۔ اس طیارے میں شباتہ کے ساتھ فرضی رسونتی آئی تھی۔ اس فرضی رسونتی کا پتی دیو اور دو بچے بھی تھے۔ ان کے علاوہ وہ پانچ بھارتی نمائندے بھی تھے، جو وادیٔ قاف جانا چاہتے تھے۔

ان میں سے ایک بھارتی نمائندہ یوگا کا ماہر ثابت ہُوا۔ اس پر پچھلے دِن رسونتی نے اعتراض کیا تھا اور وارننگ دی تھی "آئندہ ایسی چال چلی گئی، ایسے لوگوں کو وادیٔ قاف میں بھیجا گیا، جو ٹیلی پیتھی سے محفوظ رہنا جانتے ہیں تو بھارت سے پھر دوستانہ معاہدہ نہیں ہوگا۔"

انھیں انقرہ پہنچے دو گھنٹے ہوچکے تھے۔ شباتہ وہاں کے بہت مہنگے ہوٹل میں ایک کمرہ حاصل کرکے رسونتی سے رابطہ قائم ہونے کا انتظار کر رہی تھی۔ رسونتی نے کہا "مجھے افسوس ہے، بے پناہ مصروفیات کے باعث تاخیر سے پہنچ رہی ہوں۔"

"کوئی بات نہیں۔ مَیں یہاں تک بخیریت پہنچ گئی ہُوں۔ بھارتی حکام نے پہلے ہی ترکی کی حکومت سے رابطہ قائم کرکے ایک ہیلی کاپٹر کا انتظام کرلیا تھا۔ اب وہ لوگ یہاں سے پرواز کرنے کے انتظار میں ہیں۔"

"اُس نمائندے کا کیا ہُوا جس پر مَیں نے اعتراض کیا تھا اور اُسے پچھلے دن سزا دی تھی۔"

"اسے ٹیم سے ہٹادیا گیا ہے۔ اس کی جگہ انقرہ میں مقیم ایک بھارتی صحافی کا انتخاب کیا گیا ہے۔ اس طرح انھوں نے اپنی ٹیم میں پانچ نمائندوں کا کوٹہ پورا کرلیا ہے۔"

"ٹھیک ہے، مَیں ان نمائندوں کو جاکر پھر سے چیک کرتی ہُوں تم ایئرپورٹ چلو تاکہ یہاں پہنچ سکو۔"

شباتہ نے کہا "تم فرضی رسونتی اور اس کے خاندان کو پانچ نمائندوں کے ساتھ وادی میں بُلالو، مَیں نہیں آؤں گی۔"

رسونتی نے حیرانی سے پوچھا "یہ کیا کہہ رہی ہو؟ کیا تم اپنے بابا سے ملنے یہاں نہیں آؤگی؟ کیا تمھیں اپنی وادی سے محبت نہیں ہے؟ کیا تم یہاں ایک نئی مملکت بنانے میں اپنے طور پر اہم رول ادا نہیں کروگی؟"

"مجھے اپنی وادی سے محبت ہے اور مَیں اپنے بابا سے محبت کرتی ہُوں لیکن وہ وادی اور وہ مملکت فرہاد کے بغیر نامکمل ہے۔ وہاں تم سب ہو لیکن وہ نہیں ہے تو میرے لیے کچھ نہیں ہے۔ مَیں بابا سے یہ کہہ کر نکلی تھی کہ فرہاد کی تلاش میں جارہی ہُوں اور فرہاد نے کہا تھا، مَیں بیرونی ممالک میں کہیں بھی گھومتی پھرتی رہوں، جہاں وہ ملاقات کا مناسب موقع دیکھیں گے اور دُشمنوں سے کوئی خطرہ نہیں ہوگا تو مجھ سے ضرور ملنے آئیں گے لہٰذا مَیں ان سے ملاقات کیے بغیر اپنی وادی میں نہیں آؤں گی۔"

"تم یہاں آجاؤ، مَیں خیال خوانی کے ذریعے فرہاد سے رابطہ قائم کرتی رہتی ہُوں۔"

"تمہارے رابطہ قائم کرنے سے کیا ہوتا ہے؟ کیا فرہاد کی تنہائی، اس کی بے وطنی اور بے یاری و مددگاری دُور ہوجائے گی؟ اسے ساتھی کی ضرورت ہے اور مَیں اس سے منسوب ہُوں لہٰذا مَیں اس کے ساتھ رہوں گی، اسے تلاش کروں گی۔"

"شباتہ یہ نادانی ہے۔ تم فرہاد کی تلاش میں کہاں بھٹکتی رہوگی؟"

"بہت خوب! تم خیال خوانی کے ذریعے فرہاد کے پاس پہنچ جاتی ہو اور مجھے یہ نہیں بتاسکتیں کہ وہ کس ملک میں ہے؟"

"مَیں فرہاد کی اجازت کے بغیر نہیں بتاسکتی۔"

"دیکھو رسونتی! تم ان کی پہلی بیوی ہو۔ تم یہ تسلیم کروگی کہ میرے

بابا تمھاری عزت کرتے ہیں اور تمھیں بہت زیادہ اہمیت دیتے ہوں گے۔ ہمارے یہاں کا دستور یہی ہے، جو پہلی بیوی ہوتی ہے، وہ ہمیشہ دوسری بیویوں کے مقابلے میں برتر تسلیم کی جاتی ہے۔ میں تمھیں برتر تسلیم کرتی ہوں، تم سوکنوں والا رویہ اختیار نہ کرو اور مجھے فرہاد کے متعلق بتا دو۔"

"تم میری بہت اچھی بہن ہو۔ میں کبھی سوکنوں والا رویہ اختیار نہیں کروں گی، یقین کرو، اس وقت فرہاد بہت تھکے ہوئے ہیں اور گہری نیند میں ہیں۔ جب وہ بیدار ہوں گے تو میں انھیں مجبور کروں گی کہ وہ تمھیں اپنے متعلق بتائیں۔"

"اچھی بات ہے، میں ان کے بیدار ہونے کا انتظار کروں گی۔"

"لیکن تم وادی میں آکر بھی انتظار کر سکتی ہو۔ فرہاد تمھیں اپنے متعلق بتائیں گے۔ تمھیں اپنے پاس بلانا چاہیں گے تو وادی سے وہاں جا سکتی ہو۔"

"میں نے کہا نا، فرہاد کو لیے بغیر وادی میں نہیں آؤں گی۔"

"اچھی بات ہے، میں تمھارا فیصلہ فرہاد پر چھوڑتی ہوں۔ تم ان کے بیدار ہونے کا انتظار کرو، میں بھارتی نمائندوں کے پاس جا رہی ہوں۔"

میں اور رسونتی پہلے ہی ان بھارتی نمائندوں کے دماغوں میں پہنچ چکے تھے۔ ان میں سے یوگا کا ماہر اب وہاں نہیں رہا تھا۔ اس کی جگہ ایک دوسرا بھارتی صحافی آگیا تھا۔ رسونتی نے دوسرے نمائندوں کے ذریعے اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے اچھی طرح ٹٹولا پھر مطمئن ہو کر انھیں مخاطب کیا۔ ان میں سے ایک نے کہا "مادام! ہم یہاں دو گھنٹے سے انتظار کر رہے ہیں کیا حکم ہے؟"

"پرواز کی تیاری کرو۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے، میں نے تم پانچوں کو اچھی طرح چیک کر لیا ہے۔"

وہ خوش ہو کر شکریہ ادا کرنے لگے۔ رسونتی نے کہا "ثنا تمھارے ساتھ نہیں جائے گی۔ وہ عورت جس نے نیپال میں میرا رول ادا کیا تھا، اپنے شوہر اور بچوں کے ساتھ یہاں آئے گی۔ وادیٔ قاف کی استقبالیہ کمیٹی کو اطلاع دیتی ہوں۔ کمیٹی کے ممبر تمھاری آمد پر یہاں موجود رہیں گے۔"

رسونتی دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گئی۔ اس نے کاغذ قلم لے کر بھارتی نمائندوں کی آمد کے سلسلے میں ایک پرچی لکھی پھر ایک خادمہ کے حوالے کرتے ہوئے کہا "اسے استقبالیہ کمیٹی تک پہنچا دو۔"

خادمہ وہ پرچی لے کر چلی گئی۔ اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر کاہل تنظیم کے سربراہ کے پاس پہنچ گئی۔ وہ ڈمی فرہاد کے سامنے ایک آرام دہ صوفے پر بیٹھا ہوا کہہ رہا تھا "جناب! مجھے ابھی معلوم ہوا ہے کہ آپ دوبارہ تشریف لے آئے ہیں۔ آپ کی آمد اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ ہمیں سب سے اہم دوست سمجھتے ہیں اور سب سے زیادہ اعتماد ہم پر کرتے ہیں۔"

ڈمی فرہاد نے، فرہاد کے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا "میں

زبان کا دھنی ہوں۔ جب کسی کو زبان دیتا ہوں تو آخری دم تک دوستی نبھاتا ہوں۔"

کاہل تنظیم کے سربراہ نے خوش ہو کر کہا "جناب! ہم علاج کے لیے اپنی دولت پانی کی طرح بہا دیں گے، اپنی تمام ... چھوڑ کر یہی کوشش کریں گے کہ ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں واپس ... آپ نے دیکھا ہی ہے کہ دماغی امراض کے سلسلے میں جس ڈاکٹر کا ڈنکا ساری دنیا میں بجتا ہے، ہم نے اسی سے مادام کا علاج ... ہمیں یقین ہے، آپ بھی اس کے زیرِ علاج رہ کر اپنی کھوئی ... حاصل کر لیں گے۔"

رسونتی نے اسے اچانک مخاطب کیا "بیوقوف! ... ڈاکٹروں کی دوائیں کھانے سے تمھیں ٹیلی پیتھی آجائے گی؟"

وہ ایک دم سے گھبرا گیا۔ سیدھا ہو کر صوفے پر بیٹھ ... تنظیم کے سربراہ نے پوچھا "کیا بات ہے، جناب؟"

رسونتی نے کہا "اس سے کہو، میں تمھارے دماغ میں ... ہوں۔ چونکہ ہم میاں بیوی کا جھگڑا ایک عرصے سے ہوتا ... ہے، تم سے جھگڑا کر رہی ہوں۔"

وہ خوش ہو گیا۔ یہ سمجھ رہا تھا، رسونتی اس کی اصلیت ... نہیں پائی ہے، واقعی فرہاد سمجھ کر اس سے رابطہ قائم کر رہی ... کے انداز میں اس سے جھگڑا کر رہی ہے۔

اس نے کاہل تنظیم کے سربراہ سے کہا "رسونتی میرے ... میں ہے اور مجھ سے جھگڑا کر رہی ہے۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا "مادام! آپ سے جھگڑا ... رہی ہیں؟"

ڈمی فرہاد نے مسکراتے ہوئے کہا "آپ تو جانتے ہی ... بیوی کے جھگڑے ہوتے ہی رہتے ہیں۔ اب میں اپنی وائف کی خوشامد کروں گا، ذرا مناؤں گا تب بات بنے گی۔"

اس نے دانت نکال کر مسکراتے ہوئے تائید میں ... رسونتی نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا "مسٹر ری مو... میں رسونتی بول رہی ہوں۔"

وہ فوراً ہی اکڑ کر سیدھا بیٹھ گیا "یس مادام! ... لائق کوئی خدمت؟"

"میں اسرائیلی حکام سے اہم گفتگو کرنا چاہتی ہوں ... اطلاع دیں۔ پندرہ منٹ کے اندر گفتگو شروع ہو ..."

"اچھی بات ہے۔ میں ابھی اطلاع دیتا ہوں۔"

وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر بولا "جناب فرہاد ... کا حکم ہے، میں اپنے حکام کو ان کی آمد کی اطلاع دوں ... ضروری گفتگو کروں، اس لیے جا رہا ہوں، پھر آپ کی ..."

...ہو جاؤں گا۔"

وہ جانے لگا۔ ڈمی فرہاد سوچ کے ذریعے رسونتی کو پکار رہا ... رسونتی نے کہا "بے چین کیوں ہوتے ہو؟ میں نے اسے ٹال ... ہے، تاکہ تنہائی میں تم سے ضروری باتیں کر سکوں۔ سب سے پہلے یہ خوش فہمی ختم کر دو کہ میں تمھیں فرہاد سمجھ رہی ہوں۔ آئندہ تم نے ... کی حیثیت سے گفتگو کی تو کھوپڑی ہلا کر رکھ دوں گی۔"

وہ عاجزی سے بولا "میری کیا خطا ہے؟ بلیک شیڈو کے ... آیا ہوں، آپ سے کوئی بات چھپی نہیں رہتی۔ آپ تو جانتی ... ہیں۔"

"میں جانتی ہوں، تم محض ایک آلۂ کار ہو، اسی لیے ڈھیل ... رہی ہوں۔ آئندہ جو کہوں گی تم اسی کے مطابق عمل کرو گے۔ یہاں ... علی تیمور بن کر رہو گے۔"

"یہ میری خوش نصیبی ہے، میں آپ کے حکم کی تعمیل کرتا رہوں گا۔"

"تم یہاں کے تمام یہودیوں کو یہی تاثر دیتے رہو گے کہ ... تم سے ناراض ہوں۔ پچھلے دنوں جب تمھارے پاس ٹیلی پیتھی ... صلاحیتیں تھیں تو تم مجھ کو کمتر سمجھتے تھے۔ اور مجھ سے دور رہتے ... اب میرے پاس یہ صلاحیتیں ہیں، میں تم کو کمتر سمجھ رہی ہوں ... تم سے دور رہنا چاہتی ہوں۔ کیا میری باتیں سمجھ میں آرہی ہیں؟"

اس نے اثبات میں سر ہلا کر کہا "جی ہاں، سمجھ رہا ہوں، میں ... کروں گا۔"

"معلوم ہوتا ہے، تم نے فرہاد علی تیمور کی بہت اچھی اسٹڈی ... ہے، بالکل انھی لب و لہجہ میں بولتے ہو اور انھی کی طرح حرکتیں ... تے ہو۔"

"جی مادام! بلیک شیڈو نے مجھ پر اور میرے جیسے دو ... پر بڑی محنت کی ہے۔ وہ بھی فرہاد صاحب کے ہم شکل ہیں ... فرہاد صاحب کی نقالی میں اوّل رہتا ہوں۔ میری یادداشت ... اچھی ہے۔ ان سے تعلق رکھنے والی تمام باتیں میرے ذہن میں ... ہیں، اس لیے بلیک شیڈو نے مجھ پر اعتماد کرتے ہوئے اعلیٰ ... کے حوالے کر دیا تھا۔ وہاں سے میں یہاں پہنچا دیا گیا ہوں۔"

"میں جا رہی ہوں۔ جو کہہ چکی ہوں، اس پر عمل کرتے رہنا ... کوئی دشواری پیش آئے گی تو میں تمھاری رہنمائی کروں گی۔"

وہ کاہل تنظیم کے سربراہ ری مونڈیل کے پاس پہنچ گئی۔ وہ ایک بڑے ہال میں ایک بڑی میز کے اطراف بیٹھے ہوئے ... ربی اسفندیار اور سیکرٹ سروس کا چیف آفیسر بھی ... نے کاہل تنظیم کے ایک عہدے دار کے ذریعے مخاطب کیا۔ "ربی اسفندیار! میں رسونتی مخاطب ہوں۔"

ربی اسفندیار نے بزرگانہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"خوش آمدید میری بچی! میں کل سے تمھارا انتظار کر رہا ہوں۔ مجھے حیرانی ہے کہ فرہاد کی یہاں موجودگی کے باوجود تم نے مجھ سے رابطہ قائم کرنے میں اتنی دیر کر دی۔"

"محترم ربی! میں تذبذب میں تھی، سوچ رہی تھی، جب فرہاد یہاں پہنچ گیا ہے تو مجھے کون سا طریقۂ کار اختیار کرنا چاہیے۔"

"تمھیں کوئی پریشانی یا الجھن ہو تو میرے سامنے بیان کرو۔ میں تمھارے باپ کی جگہ ہوں، کبھی غلط مشورہ نہیں دوں گا۔"

"میں نے اپنے مسئلے پر بہت سوچا۔ یہی بات سمجھ میں آئی کہ آپ پر ہی اعتماد کر سکتی ہوں۔ اس لیے میرے آنے میں تاخیر ہوئی۔ جن دنوں میں یہاں تھی اور یہاں سے نیپال جا رہی تھی، انھی دنوں میری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں واپس آگئی تھیں لیکن میں نے آپ لوگوں سے یہ حقیقت چھپائی تھی۔ اس کی وضاحت میں پچھلی ملاقات میں کر چکی ہوں۔"

"مجھے اس سلسلے میں کوئی شکایت نہیں ہے۔ تم اپنا موجودہ مسئلہ بیان کرو۔"

"آپ سب جانتے ہیں کہ جب فرہاد کے پاس ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں تھیں تو وہ کتنا مغرور تھا۔ اس نے مجھے ٹھوکروں میں رکھا تھا۔ میں آپ لوگوں کی طرف دوستانہ انداز میں بڑھتی تھی اور وہ دشمن بنتا جاتا تھا۔"

"ہاں، ہمیں ایک ایک بات یاد ہے۔"

"یہ کہاوت غلط نہیں ہے کہ دودھ کا جلا چھاچھ پھونک پھونک کر پیتا ہے۔ آج وہ مجھ سے بڑی محبت جتا رہا ہے۔ لیکن جو توہین میری ہو چکی ہے، اسے بھول نہیں سکتی۔ میں اسے اتنے قریب نہیں آنے دوں گی کہ وہ پھر میرے حواس پر چھا جائے۔"

یہ بات سن کر سب اپنی اپنی جگہ پہلو بدلنے لگے۔ ربی اسفندیار نے پوچھا "تم کیا چاہتی ہو میری بچی؟"

"میں چاہتی ہوں وہ تل ابیب سے باہر نہ جا سکے۔ آپ اسے اپنے ہی پاس رکھیں۔ اسے یہ فریب دیتے رہیں کہ اس کا علاج کرایا جا رہا ہے اور اس کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں واپس آجائیں گی اور میں کبھی نہیں چاہوں گی کہ اس کی صلاحیتیں واپس آئیں۔"

کاہل تنظیم کے سربراہ نے کہا "مادام! آپ ہمیں آزمائش میں مبتلا کر رہی ہیں۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں کسی علاج کے بغیر ہی واپس آگئی ہیں۔ فرہاد صاحب کے ساتھ ایسا پچھلی بار ہو چکا ہے۔ اگر ان کی صلاحیتیں واپس آجائیں گی تو وہ معلوم کر لیں گے کہ ہم نے ان کے برے وقت میں آپ کا ساتھ دیا اور انھیں فریب دیتے رہے۔ پھر ہمارا کیا ہو گا؟"

"سیدھی سی بات ہے۔ دنیا میں سپر طاقتوں کے درمیان ...

کر فیصلہ کرنا پڑتا ہے کہ کس طاقت کا ساتھ دینا ہے اور کس سے دشمنی مول لینی ہے آپ تمام حضرات فیصلہ کریں، میرا ساتھ دینا چاہتے ہیں یا فرہاد کا؟ اگر میرا، تو فرہاد کا علاج بہت آسان ہے جب بھی آپ دیکھیں کہ وہ کچھ زیادہ ہی دماغی توانائی حاصل کر رہا ہے تو کمزوری کے لیے اُسے کوئی دوا دینا شروع کر دیں انجکشن لگا دیں۔ یہ آپ لوگ پہلے بھی کرتے آئے ہیں۔"

ربی اسفندیار نے کہا "تمہارے دل میں فرہاد کے خلاف جو انتقامی جذبہ ہے اُسے میں اچھی طرح سمجھ رہا ہوں۔ پھر بھی میاں بیوی میں لاکھ اختلافات ہوں اگر مصلحتاً صلح کا راستہ اختیار کر لیا جائے تو بہتر ہے خصوصاً موجودہ حالات میں جب کہ تم کوہ قاف کی وادی میں اپنی ایک مملکت قائم کرنا چاہتی ہو۔ وہ وادی ٹارٹر غلبا کی ہے اور ٹارٹر غلبا کی بیٹی ثبانہ فرہاد سے منسوب ہے۔ کیا تم پانی میں رہ کر مگر مچھ سے بیر کرو گی؟ وہاں ثبانہ، ٹارٹر غلبا، ٹارٹر بلبا، مرجانہ سبھی تمہیں اس طرح بے بس کر دیں گے جس کی تم توقع بھی نہیں کر سکتیں۔"

"میں نے ان تمام پہلوؤں پر غور کر لیا ہے۔ اگر آپ لوگوں کا تعاون حاصل رہے گا اور فرہاد یہاں سے نکل نہیں سکے گا تو ٹارٹر غلبا، مرجانہ، ثبانہ وغیرہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گی۔ سونیا میرے ساتھ ہے۔ میں چند ماہ کے اندر اُسے وادیٔ قاف سے باہر بھیج دوں گی پھر اسے بھی یہاں داخل ہونے کا موقع نہیں دوں گی۔ میری ٹیلی پیتھی کے آگے سب بے بس ہو جائیں گے۔ آپ لوگوں نے بڑی دنیا دیکھی ہے کیا آپ سمجھتے ہیں کہ میں ثبانہ جیسی سوکن کو برداشت کر سکوں گی؟ خواہ میں فرہاد کو شوہر کی حیثیت سے اپنے قریب آنے دوں یا نہ آنے دوں۔ یہ میرا اپنا معاملہ ہے لیکن سوکن پھر سوکن ہوتی ہے اُسے دنیا کی کوئی عورت برداشت نہیں کر سکتی۔"

اُن اسرائیلی حکام اور دیگر یہودی اکابرین کے لیے غور کرنے کے لیے دو اہم نکتے تھے۔ ایک تو یہ کہ رسونتی فرہاد سے پچھلی دشمنی کا انتقام لینا چاہتی ہے، دوسرے یہ کہ ثبانہ کو سوکن کی حیثیت سے برداشت نہیں کر سکتی۔ یہ دو ایسی باتیں تھیں جو انھیں قائل کر رہی تھیں رسونتی کی بات انھیں بالکل درست نظر آ رہی تھی۔ ان دو اہم نکات کے پیشِ نظر وہ اس پر شبہ نہیں کر سکتے تھے کہ کسی طرح کی چال چلی جا رہی ہے۔

ربی اسفندیار نے کہا "میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ میرے دماغ میں آؤ۔"

دوسرے ہی لمحے رسونتی اس کے دماغ میں پہنچ کر بولی۔ "محترم ربی! میں حاضر ہوں۔"

ربی اسفندیار نے کہا "تم اپنے اس مسئلے پر صرف مجھ سے گفتگو کرتیں تو بہتر ہوتا۔ یہاں ان کے سامنے یہ بات نہیں چھیڑنا چاہیے تھی۔ بہرحال میں اس بات کو نباہ دیتا ہوں اور تمہارا ساتھ دینے کا وعدہ کرتا ہوں۔ میں اپنے لوگوں کے سامنے تمہیں فرہاد سے دوستانہ رویہ رکھنے کے سلسلے میں نصیحت کروں گا۔ اُسے تسلیم کر لینا۔"

"لیکن میں اس کی دوست نہیں بن سکتی۔ میں اس سے گن گن کر بدلے لوں گی۔"

"میں تمہارے جذبات سمجھتا ہوں۔ بدلہ لینے کے اور بھی طریقے ہوتے ہیں۔ میں ہمیشہ فرہاد پر کڑی نظر رکھوں گا اور اپنے تنویمی عمل سے کمزور بناتا رہوں گا۔ وہ کبھی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں حاصل نہیں کر سکے گا۔ اب تو خوش ہو؟"

"خوش تو ہوں ۔۔۔ لیکن آپ اپنے لوگوں کو اعتماد میں کیوں نہیں لینا چاہتے؟"

"اس لیے کہ کبھی مجھ سے کوئی بھول چوک ہوئی، میری تمام تدابیر کے باوجود فرہاد نے ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں حاصل کر لیں تو وہ اس بات کی شکایت نہ کرے کہ یہودی حکام اور یہودی اکابرین نے رسونتی کا ساتھ دیا اور اس سے دشمنی کی۔ ایک طرف ہم تمہارا ساتھ دیں گے، دوسری طرف فرہاد سے کھلی دشمنی نہیں کریں گے تاکہ بات بنی رہے۔ تمہیں تو انتقام لینا ہے وہ انتقامی کارروائی پوری ہوتی رہے گی لہٰذا تمہیں میرے مشورے پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔"

"آپ کا مشورہ مناسب ہے۔ میں اسے تسلیم کرتی ہوں۔"

ربی اسفندیار نے بلند آواز سے اپنے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "رسونتی تم میں سے کسی ایک کے دماغ میں جائے۔ میں نے اسے اچھی طرح سمجھایا ہے، وہ خود بتلائے گی کہ آئندہ فرہاد کے سلسلے میں اس کا طرزِ عمل کیا ہوگا۔"

رسونتی نے وہاں کے ایک افسر کے دماغ میں پہنچ کر کہا "محترم ربی! آپ نے بہت ہی دانشمندانہ مشورہ دیا ہے۔ کبھی کبھی انسان تنکے کا سہارا بھی چاہتا ہے۔ فرہاد اس وقت میرے لیے تنکا ہی سہی، اسے سلامت رکھنا چاہیے۔ وہ کبھی بھولے بھٹکے ٹیلی پیتھی کی صلاحیت حاصل کر لے تو کم از کم مجھے دشمن نہیں سمجھے گا۔ میرا احسان مند رہے گا کہ میں نے ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں حاصل کرنے کے باوجود نقصان نہیں پہنچایا۔ اس طرح آپ لوگوں کی دوستانہ پالیسی پر کبھی حرف نہیں آئے گا۔ فرہاد کو کبھی آپ لوگوں سے شکایت نہیں ہوگی۔ محترم ربی! میں آپ کے مشورے کو تسلیم کرتی ہوں۔ میری گزارش ہے کہ آپ مرجانہ اور بلبا کو فوراً یہاں سے روانہ کر دیں۔ اگر اس سلسلے میں کوئی الجھن ہے تو مجھے بتائیں۔"

انھیں مرجانہ اور بلبا کو بھیجنے میں اب کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ تو یہ سوچے بیٹھے تھے کہ فرہاد ہاتھ لگ گیا ہے تو وادیٔ قاف سے رسونتی اور سونیا وغیرہ فرہاد کا مطالبہ کریں گی۔ بات شاید بڑھ جائے۔ کچھ اختلافات پیدا ہوں گے کچھ سودے بازی ہوگی لیکن رسونتی نے خلافِ توقع معاملے کی نوعیت ہی بدل دی تھی۔ فرہاد کو راضی خوشی ان کے پاس چھوڑ دیا تھا۔ مرجانہ اور بلبا کو صرف اس لیے وادی میں بلانا چاہتی تھی کہ ٹارٹر غلبا کو رسونتی سے کوئی شکایت نہ ہو اور وہ بلبا کو خوش رکھ کے وادیٔ قاف میں اپنی من مانی کر سکے۔

ری مونڈ بیل نے کہا "مادام! ہمارے پانچ نمائندے یہاں سے جائیں گے۔ کیا اُن کی تعداد بڑھائی نہیں جا سکتی؟ اگر بڑھ جائے تو آپ کو فائدہ پہنچے گا۔ ہم ایسے افراد کا انتخاب کریں گے جو وہاں ایک نئی مملکت قائم کرنے اور آپ کے مخالفوں سے نمٹنے کے سلسلے میں اہم مشورے دے سکیں۔"

"اگر میں پانچ سے زیادہ افراد کو بلاؤں گی تو سونیا اعتراض کرے گی۔ اُسے شبہ ہوگا کہ دوسروں کے مقابلے میں یہودی حضرات کو ترجیح دے رہی ہوں۔ پہلے میں اپنی پوزیشن یہاں مضبوط کر لوں اس کے بعد وہی ہوگا جو آپ چاہتے ہیں۔ میں وادی میں جب بھی مشاورتی کونسل قائم کروں گی، تو اس کے لیے محترم ربی اسفندیار سے مشورہ لوں گی۔ وہ میرے لیے جن مشیروں کا انتخاب کریں گے میں انھیں تسلیم کر لوں گی۔"

رسونتی سبز باغ دکھا رہی تھی اور وہ خوش ہو رہے تھے۔ یہودی نادان نہیں ہیں کہ ایک عورت کے فریب میں آ جاتے۔ وہ تو اس لیے خوش تھے کہ فرہاد علی تیمور ان کے قبضے میں تھا۔

ایک اعلیٰ افسر نے پوچھا "کیا مادام سونیا مسٹر فرہاد کا مطالبہ نہیں کریں گی؟"

"ہاں مطالبہ کر سکتی ہے۔ اس سلسلے میں جوابی کارروائی کیا ہوگی، میں محترم ربی سے ابھی بات کرتی ہوں۔ یہ آپ لوگوں کا مسئلہ نہیں ہے۔ محترم ربی سونیا وغیرہ سے نمٹ لیں گے۔"

وہ پھر ربی اسفندیار کے دماغ میں آئی۔ اس نے کہا "آپ فرہاد کو تنویمی عمل کے ذریعے یہ سمجھا سکتے ہیں کہ جب بھی سونیا، بابا بلی وغیرہ اس کا مطالبہ کریں تو وہ یہاں سے جانے سے انکار کرے جب وہ اپنی مرضی سے یہاں رہنا چاہے گا تو سونیا اور بابا بلی یا تو اس کے مطالبے سے باز آ جائیں گی یا کسی طرح معلوم کرنا چاہیں گی کہ فرہاد کیوں آنے سے انکار کر رہا ہے۔

انھیں تصدیق کرنے کے سلسلے میں آپ سہولتیں فراہم کر دیں۔ خود سونیا یا اعلیٰ بی بی آ کر فرہاد سے گفتگو کر سکتی ہیں اور مطمئن ہو کر یہاں سے جا سکتی ہیں۔"

ربی نے کہا "میں تمہارے کہنے سے پہلے اسی طریقۂ کار پر غور کر رہا تھا۔ ٹھیک ہے، ایسا ہی ہوگا۔"

وہ سب تھوڑی دیر تک باتیں کرتے رہے۔ مرجانہ اور بلبا کی روانگی کے سلسلے میں فیصلہ ہو چکا تھا اس لیے رسونتی مطمئن ہو کر چلی آئی۔ پارس سونیا کی گود میں ہنس رہا تھا، کھیل رہا تھا۔ رسونتی نے کہا "یہ تمہاری گود میں بہت خوش رہتا ہے۔"

سونیا نے دل ہی دل میں کہا "اس کا تو باپ بھی خوش رہتا ہے۔" پھر مسکراتے ہوئے بولی "تم! اب یہ بتاؤ کیا ہو رہا ہے، مجھے بتاؤ۔"

اُسی وقت ایک آیا علی تیمور کو لے آئی، کہنے لگی "مادام! یہ رو رہا ہے۔"

رسونتی نے اسے گود میں لیا۔ پھر اُسے چپ کراتے ہوئے ربی اسفندیار اور وہاں کے یہودی حکام سے ہونے والی گفتگو تفصیل سے سنانے لگی۔ تمام باتیں سننے کے بعد سونیا نے پوچھا "تم نے تنویمی عمل اور ریموٹ کنٹرولنگ سسٹم کے بارے میں کچھ نہیں کہا؟"

"اس کی ضرورت ہی کیا ہے جب اُن کا کوئی نمائندہ ایسی کوئی گھڑی پہن کر آئے گا جس میں ننھا سا سرخ بلب نظر آئے تو ہم کسی نئی اور سمجھ میں نہ آنے والی چیز پر اعتراض کریں گے۔ ایسی گھڑیوں کو اتار کر رکھ لیں گے صرف گھڑیوں کی بات نہیں ہے جو بھی قابلِ اعتراض چیز ہمیں پسند نہ ہو اور جس سے ہمیں نقصان پہنچنے کا احتمال ہو، ہم اسے اپنی تحویل میں لے لیں گے۔ جب وہ نمائندے یہاں سے جائیں گے تو اُن کی چیزیں واپس کر دی جائیں گی۔"

سونیا نے پارس کو گود سے اُتار کر فرش پر کھڑا کر دیا۔ رسونتی نے کہا "میرا علی بھی کھڑا ہو سکتا ہے۔" اُس نے بھی اسے فرش پر کھڑا کر دیا۔ پارس اور علی تیمور رُوبرُو کھڑے ہو کر ایک دوسرے کی طرف اپنا اپنا ہاتھ بڑھانے لگے جیسے ایک دوسرے کو پکڑ رہے ہوں۔ وہ دونوں ہنسنے لگیں۔

سونیا نے کہا "پارس ذرا قد آور نکلے گا۔"

رسونتی نے کہا "باپ پر گیا ہے لیکن علی تیمور بھی کم نہیں ہے۔ قد میں انیس بیس کا فرق ہے۔"

پارس شدید بیماری کے بعد ذرا صحتیاب ہو چلا تھا لیکن کسی قدر کمزوری باقی تھی۔ وہ لڑکھڑا کر گرنا چاہتا تھا مگر علی تیمور

کے اُوپر آ گیا۔ رسونتی نے کہا۔ "دیکھو دیکھو دونوں گلے مل رہے ہیں۔"

"علی زیادہ صحت مند ہے، پارس کو سنبھال رہا ہے۔ اگرچہ شعوری طور پر سہارا نہیں دے رہا ہے مگر اس کا سہارا بن گیا ہے۔"

"اللہ نے چاہا تو یہ ساری زندگی ایک دوسرے کا سہارا بن کر رہیں گے۔"

سونیا نے کہا۔ "ہم دونوں کو ایک دوسرے کے لیے ڈبل ہارس پاور بنا کر رکھیں گے۔"

وہ دونوں ایک دوسرے سے لپٹ کر فرش پر گر پڑے۔ دونوں ہنسنے لگیں۔ ایک ایک بچے کو اُٹھا کر پیار کرنے لگیں۔ پھر سونیا نے خلا میں خواب زدہ نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "ہم کتنے عرصے سے ایک گھر کا خواب دیکھتے آ رہے ہیں کہ کہیں اس دُنیا کے کسی گوشے میں ایک چھوٹا سا گھر ہو۔ ہم سکون سے صرف ایک دن اور ایک رات گزار سکیں۔ وہاں ہمارے بچے ہوں جن کی شرارتوں پر ہم کھلکھلا کر ہنسنے پر مجبور ہو جایا کریں۔ بہت مدت کے بعد یہ خواب ایک ذرا پورا ہو رہا ہے۔ اب دیکھنا ہے یہ وادی ہمارے خوابوں کا مسکن بن سکتی ہے یا نہیں؟"

رسونتی نے چونک کر کہا۔ "مائی گڈنیس۔ ہم اپنے خوابوں کی ان ننھی تعبیروں کو دیکھنے میں فرائض کو بھول رہے ہیں۔ ابھی مجھے اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچنا ہے۔"

اس نے خادمہ کو آواز دی پھر کہا۔ "بچوں کو لے جاؤ۔"

دو عورتیں دونوں کو لے گئیں۔ سونیا نے کہا۔ "تھوڑی دیر پہلے سپر ماسٹر سے گفتگو ہو چکی ہے۔ یہ پہلا سپر ماسٹر ہے جس کے دماغ میں فرہاد پہنچ سکتے ہیں، کیا تم پہنچ سکتی ہو؟"

"میں نے اس کی آواز نہیں سُنی۔ کبھی فرہاد کے ذریعے اس کے دماغ میں پہنچ جاؤں گی۔"

"جب میں ٹرانسمیٹر پر گفتگو کر رہی تھی تو تم خیال خوانی میں مصروف تھیں اس لیے میں نے مخاطب نہیں کیا۔ وہ خود کو سپر ماسٹر کہہ رہا تھا۔ میں تصدیق کرنا چاہتی تھی پھر سوچا، جب فرہاد اس کے دماغ میں پہنچ ہی جاتے ہیں تو تمھیں کیوں ڈسٹرب کیا جائے؟"

اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ "سپر ماسٹر نے بھی ہم سب کو اپنے ملک میں خیر سگالی دورے کی دعوت دی ہوگی؟"

"ہاں، سب کے سب ایک ہی راگ الاپ رہے ہیں۔ ہر ایک کی کوشش یہی ہے کہ خود کو ہمارا جاں نثار دوست ثابت کرنے میں سبقت لے جائے۔"

اسی وقت ٹرانسمیٹر سے اشارہ موصول ہونے لگا۔ سونیا نے اُسے آپریٹ کیا۔ اِتنے میں دوسرے ٹرانسمیٹر سے بھی اشارہ موصول ہونے لگا۔ وہاں ایک بڑی سی میز پر کئی ٹرانسمیٹر رکھے ہوئے تھے۔ جتنے ہیلی کاپٹر آئے تھے، جتنے ممالک اور خطرناک تنظیموں نے اپنے اپنے سامان کا بنڈل پھینکا تھا، اِن میں سے ہر بنڈل میں ایک ایک ٹرانسمیٹر ضرور تھا۔ سب کی خواہش یہی تھی کہ سونیا اور رسونتی ٹرانسمیٹر کے ذریعے اُن سے رابطہ قائم کریں۔ اور کل سے یہی ہوتا آ رہا تھا۔

اُس نے دوسرے ٹرانسمیٹر کو آپریٹ کرتے ہوئے کہا۔ "میں رسونتی بول رہی ہوں، آپ پانچ منٹ کے بعد رابطہ قائم کریں۔ سونیا مصروف ہے۔"

دوسری طرف سے کہا گیا۔ "مادام! ہم آپ سے ہی گفتگو کرنا چاہتے ہیں، پلیز۔"

"گفتگو صرف سونیا سے ہو سکتی ہے مگر پانچ منٹ کے بعد۔"

اُس نے ٹرانسمیٹر کو آف کر دیا پھر دوسرے کمرے میں آ گئی۔ وہاں بیٹھنے کے لیے نہ تو آرام دہ صوفے تھے اور نہ ہی پلنگ لکڑیوں سے بنائی ہوئی بے ڈھنگی چارپائیاں اور کرسیاں تھیں۔ وہ ایک کرسی پر بیٹھ گئی پھر خیال خوانی کے ذریعے اعلیٰ بی بی کے دماغ میں پہنچ گئی۔

اس نے سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی کہا۔ "میں کب سے انتظار کر رہی ہوں، کہاں رہ گئی تھیں؟"

"رہ گئی تھی۔"

وہ چونک کر بولی۔ "اوہ! تم رسونتی ہو؟"

"ہاں، فرہاد نے سونے سے پہلے کہا تھا، تم سے رابطہ قائم کروں۔ کچھ اپنی سناؤں، کچھ تمھاری سنوں۔"

"پہلے اپنی سناؤ، وادی میں کوئی پریشانی تو نہیں ہے؟"

"بالکل نہیں۔ زندگی میں پہلی بار ایک پُرسکون جگہ نصیب ہوئی ہے لیکن مصروفیات بے پناہ ہیں۔ اُن سے نجات ملے تو کچھ بات بنے۔ بے چاری سونیا نے میری تمام ذمہ داریاں اپنے سر لے لی ہیں۔"

"فکر نہ کرو، میں پہنچنے والی ہوں۔ تمھاری ذمہ داریاں برائے نام رہ جائیں گی۔ تم صرف بچوں کو سنبھالو گی یا پھر خیال خوانی کے ذریعے وادی میں سازشیں کرنے والوں کو بے نقاب کرتی رہو گی۔"

"تم نے جس ڈمی فرہاد کو یہودیوں کے ہتھے چڑھایا تھا وہ ہمارے کام آ رہا ہے۔"

اُس نے ڈمی فرہاد اور بلیک شیڈو کے متعلق تفصیل بتایا۔ اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "یہ تم نے اچھا کیا۔ اب وہ فرہاد کا رول ادا کرتا رہے گا اور یہودی خوش فہمی میں مبتلا رہیں گے بلکہ اُن کے ذریعے تمام خطرناک تنظیمیں اور دوسرے ممالک بھی فرہاد کو یہودیوں کے زیرِ اثر سمجھتے رہیں گے لیکن ایک بات ہے۔"

"وہ کیا؟"

"دشمن ایسے نادان بھی نہیں ہوتے۔ وہ بڑی دُور تک سوچتے ہیں۔ یہ خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ رسونتی، سونیا اور اعلیٰ بی بی وغیرہ جب وادی میں ایک علیٰحدہ مملکت قائم کرنے کی ابتدا کر رہی ہیں تو فرہاد یہودیوں کے پاس کیوں ہے؟"

"میں ابھی سونیا سے پوچھ کر بتاتی ہوں۔"

وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوئی پھر دوسرے کمرے میں جا کر سونیا سے پوچھا۔ اس کے بعد اپنے کمرے میں آ کر خیال خوانی کی پرواز کی۔ اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ کر بولی۔ "ہمارا پہلا مقصد مرجانہ اور بلیا کو وہاں سے نکال کر وادیٔ قاف میں پہنچانا ہے۔ ربی اسفندیار نے تنویمی عمل اور ریموٹ کنٹرول سسٹم کے ذریعے اُن کے ہیلی کاپٹر کو واپس بُلا لیا تھا۔ کوئی نئی چال چلنا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ہی ہم نے ڈمی فرہاد کے ذریعے انھیں خوش فہمی میں مبتلا کر دیا۔ اس طرح مرجانہ اور بلیا آج شام تک یہاں پہنچ جائیں گے۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "اس کا مطلب یہ ہُوا کہ ڈمی فرہاد والا کھیل عارضی ہے، زیادہ عرصے تک نہیں چلے گا؟"

"سونیا کہتی ہے، جب ڈمی فرہاد کے سلسلے میں ہمارا کھیل بگڑتا نظر آئے گا تو ہم اسے اسرائیلی حدود سے نکال کر کہیں دُوسری جگہ بھٹکا دیں گے تاکہ فرہاد کو شکار کرنے والے اس کے پیچھے گھومتے رہیں یا اس وقت تک کوئی معقول تدبیر سوچ لی جائے گی۔ فی الحال ہم مرجانہ اور بلیا کو وہاں سے نکالنے میں کامیاب ہو رہے ہیں۔"

"میں وادی میں آ کر سونیا سے تفصیلی گفتگو کروں گی۔ بابا کے متعلق بتاؤ؟"

"وہ فرہاد کی تلاش میں ہے۔ اسے ساتھ لے کر وادی میں جانا چاہتی ہے۔ تنہا نہیں جائے گی۔ میں نے اس سے کہا ہے، فرہاد بیدار ہوں گے تو اس کا پیغام پہنچا دوں گی۔"

"پتا نہیں کہ یہ ہمارے فرہاد صاحب کیا کرتے پھر رہے ہیں۔ تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے اُن کی مصروفیات کو سمجھ سکتی ہو۔"

"بڑی مشکل ہے، جب سے انھوں نے سگریٹ چھوڑی ہے۔ اُن کی سانسوں میں توانائی پیدا ہو گئی ہے۔ وہ سوچ کی لہروں کو اپنے دماغ میں محسوس کر لیتے ہیں۔ میں چپکے سے جانا چاہوں گی تو وہ میری موجودگی کو سمجھ لیں گے۔ اسی لیے اُن کی ذاتی مصروفیات یا چور خیالات کو پڑھ نہیں سکتی۔ بہرحال میں نے اپنی اور سونیا کی مصروفیات کے متعلق تمھیں بتا دیا اب میں سنوں گی، تم سناؤ۔"

"فرہاد نے مجھ سے کہا تھا، میں کم از کم پچاس ایسے افراد کا انتخاب کروں جو ڈاکٹر، انجینئر، سائنس داں ہوں۔ ایک پلاسٹک سرجری کرنے والا ہو تاکہ سونیا اپنے اصلی رُوپ میں آ سکے۔ یہ پچاس افراد وادیٔ قاف میں رہیں گے۔"

"یہ کب تک وہاں سے روانہ ہوں گے؟"

"روانگی تو بہت پہلے ہو جاتی لیکن فرانسیسی حکومت بھی وادیٔ قاف کے سلسلے میں دلچسپی لے رہی ہے۔ ہمارے ادارے کے ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ جناب شیخ الفارس غلام حسین البرقی نے یہاں کے حکام کے سامنے یہ وضاحت کر دی ہے کہ وادی میں کسی بھی ملک کے پانچ نمائندے آ سکتے ہیں، اس سے زیادہ کی اجازت نہیں ہے۔ لہٰذا یہاں کی حکومت کے بھی پانچ نمائندے ہمارے ساتھ وہاں پہنچیں گے۔ ہمارے وقت کے مطابق دوپہر کے تین بجے سے یکے بعد دیگرے پندرہ ہیلی کاپٹر وہاں پہنچتے رہیں گے۔ کیونکہ پچھتر افراد ہیں۔ ان کے علاوہ دوائیں، سربمہر ڈبوں کے کھانوں، کپڑوں اور کمبلوں کا اچھا خاصا ذخیرہ بھی آ رہا ہے۔ اس کے علاوہ میں نے سُراغ رسانوں کی ایک ٹیم ترتیب دی ہے۔ اس ٹیم میں پچیس افراد ہیں جن میں چار طالبات ہیں، سات طلبا ہیں اور بارہ عمر رسیدہ، جہاں دیدہ جاسوس ہیں جو بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ کئی مہمات میں نمایاں کامیابیاں حاصل کر چکے ہیں۔ پومی نے برما میں کمیونسٹ گوریلوں کے درمیان رہ کر کافی تجربہ حاصل کیا ہے۔ ہم نے اسے بابا صاحب کے ادارے سے ہی بارگیننگ لیڈر بنا کر بھیجا ہے۔ چونکہ یہ اس کا پہلا موقع ہے، لہٰذا اس کی رہنمائی کے لیے ماسٹر دالشور وکی کو مقرر کیا گیا ہے۔"

رسونتی نے پوچھا۔ "تمھاری باتوں سے پتا چلتا ہے، پومی اور ماسٹر دالشور وکی کی یہ ٹیم وہاں سے روانہ ہو چکی ہے۔"

"ہاں۔ وہ ہر اس مقام پر رہیں گے جہاں سے کوئی راستہ وادی کی طرف جاتا ہے۔ وہاں غیر ملکی جاسوس اور خطرناک تنظیموں کے افراد نہ جانے کیا کچھ کر رہے ہوں گے۔ یہ لوگ اُن کا محاسبہ کریں گے۔ اس ٹیم کے کسی فرد کے پاس کوئی ٹرانسمیٹر یا ہتھیار وغیرہ نہیں ہے لیکن آپس میں ایک دوسرے سے رابطہ قائم رکھنا بھی لازمی ہے۔ اس کے لیے تمھاری یا فرہاد کی ٹیلی پیتھی ضروری ہے۔ اب تم دونوں فیصلہ کرو کون اس ٹیم سے رابطہ رکھے گا۔"

"میں اس سلسلے میں فرہاد سے بات کروں گی۔ تم کب تک آ رہی ہو؟"

"میں کل تک پہنچ جاؤں گی، آنٹی سائرہ کو ساتھ لاؤں گی۔ پتا نہیں وادیٔ قاف کی نئی مملکت کے سلسلے میں کیسے حالات پیش آئیں گے۔ تم اور فرہاد دو اہم ستون ہو۔ ٹیلی پیتھی کے بغیر نئی مملکت کا قیام ممکن نہیں ہے لیکن جب بھی یہ مملکت قائم ہوگی تو تاتار ٹرغبا کی بہو ہونے کے ناتے اصولاً مرجانہ وہاں کی ملکہ ہوگی۔ اگر آنٹی سائرہ

یہاں رہیں گی تو دشمن کسی بھی وقت انھیں اغوا کر کے ہماری کمزوری بنا سکتے ہیں۔ ایسا پہلے بھی ہو چکا ہے اس لیے میں انھیں ضرور ساتھ لاؤں گی۔"

"یہ تم نے بہت دُور کی سوچی ہے۔ آنٹی سائرہ کو یہاں ضرور آنا چاہیے۔"

وہ اعلیٰ بی بی سے رخصت ہو کر دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوئی پھر سوچنے لگی، کوئی رہ تو نہیں گیا۔ سبھی سے رابطہ قائم ہو چکا تھا اور ایک دُوسرے کے حالات معلوم ہو چکے تھے۔ اسی دَوران وہ تین بار کرسٹو فرمیکی کی نیگرو ملازمہ ایڈنا کے دماغ میں اور اس انگریز لیڈی سیکریٹری کے دماغ میں پہنچتی رہی تھی اور یہ معلوم کرتی رہی تھی کہ فرہاد خیریت سے ہے اور وہ بند کمرے میں آرام سے سو رہا ہے اس کے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے۔

وہ حدیقہ کے پاس نہیں پہنچ سکتی تھی۔ اسے لیلیٰ کا خیال آیا۔ وہ اس کے دماغ میں پہنچی تو یہ وہی وقت تھا جب لیلیٰ گہری نیند میں ڈُوبی خواب میں مجھے دیکھ رہی تھی اور اس کے خواب میں رسونتی بھی چلی آئی تھی پھر اس کے بعد دشمن مقفل دروازے کو کھول کر اندر آنے کی کوشش کر رہے تھے۔ ایسے ہی ایک مرحلے پر رسونتی نے مجھے نیند سے جگا دیا تھا۔

اور اب میں جاگ رہا تھا اور بھاگ رہا تھا۔ کرسٹو فرمیکی کی تمام اہم دستاویزات اور اس سے تعلق رکھنے والی تمام چیزوں کو سمیٹ کر ایک بیگ میں رکھ لیا تھا اور میکی کی کار لے کر بیروت کی انجان سڑکوں پر بھاگ رہا تھا۔ کوئی ایسی جگہ تلاش کر رہا تھا جہاں کچھ دیر اطمینان سے رہ کر ایسی تدبیر سوچ سکوں جس پر عمل کرنے کے بعد اپنی کرسٹو فرمیکی کی حیثیت برقرار رکھ سکوں۔

میں فی الحال ڈاکٹر ولیم بروک اور اس کے تمام اہم ماتحتوں سے جتنی دُور نکل جاتا، اتنی ہی زیادہ مجھے سوچنے سمجھنے کی مہلت مِل سکتی تھی۔ اس کے لیے چاہتا تھا، بیروت شہر سے نکل کر کسی دُور دراز کے قصبے میں یا ہائی وے کی کسی سرائے میں قیام کر دں۔ مشکل یہ تھی کہ بیروت کی شاہراہیں میرے لیے اجنبی تھیں۔ میں اس شہر کا نقشہ ساتھ رکھنا بھول گیا تھا۔ مجھے شہر سے باہر نکلنے کا راستہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں ایک شاہراہ سے دوسری شاہراہ پر گاڑی دوڑا رہا تھا۔ مختلف شاہراہوں میں بھٹک رہا تھا کوئی راستہ تو مجھے شہر سے باہر لے جا سکتا تھا۔ شاید میں باہر جانے کے راستے سے بھٹک کر پھر پُرانے راستے کی طرف لَوٹ آتا تھا۔ اسی وجہ سے باہر نِکل نہیں پا رہا تھا۔

میں نے ایک پٹرول پمپ میں پہنچ کر کار کی ٹنکی فل کرائی۔ پٹرول کا بِل ادا کرتے ہوئے پوچھا "ڈیمور جانے کا کون سا راستہ ہے؟" اس نے سامنے والی شاہراہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"آپ اُدھر جنوب کی طرف چلے جائیں۔"

میں اُدھر چل پڑا۔ اب اپنے مسئلے پر غور کرنے اور اس کا حل تلاش کرنے سے پہلے لیلیٰ کے متعلق معلوم کرنا ضروری تھا کہ وہ دشمنوں سے کس طرح نِمٹ رہی ہے۔

مجھے منزل کی فکر نہیں تھی۔ راستہ معلوم ہو چکا تھا۔ ایک بار ڈرائیو کرتا ہوا اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اسے اپنے اڈے پر لانے والا اسحاق رابن سبز باغ دکھا رہا تھا۔ طرح طرح کا لالچ دے رہا تھا کہ اگر وہ گولڈن ریکیٹ سے تعاون کرے گی تو دُنیا کے کئی ممالک میں اس کا بینک بیلنس ہو گا۔ وہ جہاں جائے گی عیش کرے گی۔ اس کے لیے کسی چیز کی کمی نہیں ہو گی۔ جس چیز کا مطالبہ کرے گی گولڈن ریکیٹ والے فوراً اسے پُورا کریں گے۔

لیلیٰ اس کی باتیں سُن رہی تھی اور یوں خوشی کا اظہار کر رہی تھی جیسے متاثر ہو رہی ہو اور اس کی باتوں میں آ کر اب سمجھوتا کرنے ہی والی ہو۔ اسحاق رابن نے پوچھا "اب اپنا فیصلہ سناؤ۔"

"تمھاری ایک بات سمجھ میں نہیں آتی۔ ابھی تم نے کہا ہے، میں سمجھوتے پر راضی نہ ہوئی تو اسرائیلی حکام کے ذریعے مجھے تعاون کرنے پر مجبور کر سکتے ہو۔ اگر ایسا کر سکتے ہو تو پھر مجھے شیشے میں اتارنے کی کیا ضرورت ہے؟ کیوں میری خوشامد کر رہے ہو؟"

وہ مسکراتے ہوئے بولا "جب ایک مُلک دُوسرے دشمن ملک سے محاذ آرائی کرتا ہے تو وہ صرف ہتھیاروں سے نہیں لڑتا، سیاسی چالوں سے بھی لڑتا ہے اور آج کی دُنیا میں بہت بڑی چال منشیات ہے۔ تمھارے اسرائیلی حکام فلسطینی مسلمانوں میں منشیات کا زہر پھیلانا چاہتے ہیں، اس کے لیے ہم سے تعاون کرتے ہیں۔ اسرائیل سے لے کر لبنان تک جن علاقوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے، وہاں سکون بخش ادویات سے کر چرس، کوکین اور ماری جوآنا جیسے نشے کو پھیلانے کے لیے وہ ہر طرح ہمیں سہولتیں فراہم کرتے ہیں۔"

ان دنوں شاذ و نادر ہی ہیروئن کا نام سُنا جاتا تھا۔ لیلیٰ نے پوچھا "میری حکومت کا تعاون کافی نہیں؟"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولا "تمھاری حکومت کا معاملہ اپنے ساتھ ہے۔ اس سے ہٹ کر ہماری تمھاری انڈرسٹینڈنگ ہو گی۔ یہ تو مانتی ہو کہ ہر ملک، ہر قوم میں غنڈے بدمعاش بدقماش لوگ ہوتے ہیں —— ہماری قوم میں بھی چور، نشے باز اور قابل لازمی ہوتے ہیں۔ ہم انھیں راہ راست پر نہیں لا سکتے۔ یہ جیسے ہیں ویسے ہی رہیں گے پھر ان میں منشیات کو کیوں نہ پھیلائیں؟"

"یعنی تم یہودی ہو کر مجھ جیسی یہودی لڑکی سے

کہتے ہو کہ اپنی ہی قوم میں یہ زہر پھیلاؤں گی؟"

"منافع خوروں کا کوئی مذہب نہیں ہوتا، کوئی ملک نہیں ہوتا۔ وہ ہر مذہب میں گھُس کر، ہر مُلک کی سرحد پار کر کے اپنا منافع حاصل کرتے ہیں۔ اور میں تو سیدھے سادے یہودیوں کی بات نہیں کر رہا ہوں صرف بدقماش لوگ زیرِ بحث ہیں۔ تم ان میں تو یہ زہر پھیلا سکتی ہو۔"

وہ تائید میں سر ہلا کر بولی "تمھاری بات سمجھ میں آ گئی۔ یعنی ہماری ۔۔۔۔ قوم میں جو لوگ بدخماش ہیں، تھوڑے بہت نشے کے عادی ہیں، جُوا کھیلتے ہیں، بدمعاشیاں کرتے ہیں، وہ تو بدمعاش لازمی رہیں گے پھر ان سے منافع کیوں نہ حاصل کیا جائے؟"

وہ چٹکی بجا کر بولا "ہیئر از دی پوائنٹ، میں یہی نکتہ سمجھانا چاہتا تھا۔ تم واقعی سمجھدار ہو۔"

"مسٹر رابن! میں ضرور تمھارا ساتھ دُوں گی لیکن اپنے مُلک سے پہلی بار یہاں کارکردگی دکھانے آئی ہوں۔ اگر میرے ریکارڈ میں کسی کارنامے کا اضافہ نہ ہوا تو میری ترقی رُک جائے گی۔ دوبارہ مجھے مُلک سے باہر آنے کا موقع نہیں ملے گا۔"

"اگر تم کوئی کارنامہ انجام دینا چاہتی ہو تو میں تمھارے لیے کچھ کر سکتا ہوں۔ ذرا ٹھہرو، ابھی تمھاری بات کا جواب دوں گا۔"

اُس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ مس گاڈ سے رابطہ قائم ہوا۔ اسحاق رابن نے کہا "باس کو یہ خوشخبری سُنا دو کہ مس سارہ آئزک ہر طرح سے تعاون کرنا چاہتی ہیں لیکن ایک شرط ہے وہ اسرائیلی حکام کو خوش کرنے کے لیے کوئی کارنامہ انجام دینا چاہتی ہیں کیا اس سلسلے میں ہم مس سارہ آئزک کے لیے کچھ کر سکتے ہیں؟"

مس گاڈ نے کہا "میں باس سے گفتگو کرنے کے بعد جواب دُوں گی، انتظار کرو۔"

اس نے ریسیور رکھ کر انٹرکام کے ذریعے ڈاکٹر ولیم بروک سے رابطہ قائم کیا پھر اسے اسحاق رابن اور سارہ آئزک کے متعلق تفصیل سے بتایا۔ ڈاکٹر نے کہا "میں ابھی آ رہا ہوں۔"

وہ تھوڑی دیر بعد مس گاڈ کے دفتری کمرے میں پہنچ گیا۔ اس کے سامنے میز کے دُوسری طرف ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ "ہم سارہ آئزک کے لیے اتنا کچھ کر سکتے ہیں کہ وہ ہماری احسان مند رہے گی۔"

ڈاکٹر نے بتایا کہ سارہ آئزک پر کس طرح احسان کیا جا سکتا ہے۔ مس گاڈ نے ٹیلیفون کے ذریعے رابطہ قائم کرتے ہوئے اسحاق رابن کو وہی بات بتائی۔ اسحاق رابن سنتا رہا پھر

اس نے ریسیور رکھ کر لیلیٰ کو دیکھتے ہوئے کہا "تم کرسٹو فرمیکی کو اچھی طرح جانتی ہو؟"

لیلیٰ نے چونک کر اسے دیکھا، پھر پوچھا "تم اس کے متعلق کیوں سوال کر رہے ہو؟"

"ہمارے آدمیوں کی رپورٹ ہے کہ تم پچھلے دن اس کے ساتھ ایک ہوٹل میں دیکھی گئیں پھر کل رات اس کے بنگلے میں گئی تھیں۔"

"یہ میرا پرسنل معاملہ ہے۔"

"یہ تمھارا پرسنل معاملہ ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس کی پرسنل لائف کو بھی جانتی ہو۔"

"کسی حد تک جانتی ہُوں۔ سُنا ہے وہ بے حد پُراسرار سرگرمیوں میں ملوث رہتا ہے، اسمگلنگ اس کا دھندا ہے لیکن وہ کبھی گرفت میں نہیں آتا۔ میں نے سوچا، اگر اس کے قریب جاؤں گی تو شاید اس کے بھید کو پا سکوں لیکن کوئی خاص کامیابی نہیں ہوئی۔"

"اب کامیابی ہو گی۔"

"کیا تم اس کے متعلق کچھ جانتے ہو؟ اس کے خلاف ثبوت ہیں؟"

"ہمارے ہاتھ میں کوئی ثبوت نہیں ہے، وقت آنے پر ثابت کیا جا سکتا ہے۔ ہم تمھیں اتنے مواقع، اتنی آسانیاں فراہم کریں گے کہ تم اسے پُوری طرح بے نقاب کر سکو گی۔ اس کے بے نقاب ہونے کے بعد یہودی حکام تمھیں سیکرٹ سروس کی آنکھ کا تارا سمجھنے لگیں گے۔ کیا اس سے بڑی کامیابی کی توقع کر سکتی ہو؟"

وہ خوش ہو کر اپنی کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے بولی: "مجھے فوراً بتاؤ، میں اسے کس طرح بے نقاب کر سکتی ہُوں؟"

"غور سے سنو۔ ان دنوں بیروت میں جو کرسٹو فرمیکی ہے اور جس سے تم مل چکی ہو، وہ کرسٹو فرمیکی نہیں ایک بہروپیا ہے۔"

یہ بات لیلیٰ جانتی تھی کہ میں پاکستانی میکی ہوں، اس کے باوجود اس نے حیرانی کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا "کیا واقعی؟"

"ہاں تمھیں معلوم ہو گا کہ کرسٹو فرمیکی ماہرِ نجوم تھا اور ہمیشہ درست پیش گوئیاں کرتا تھا۔ اس نے کہہ دیا تھا کہ وہ رات اس کی زندگی کی آخری رات ہے۔ اگر زندہ بچ جائے گا تو پھر طبعی موت مرے گا۔"

"ہاں، میں نے یہ سُنا تھا۔ اس رات میں نے اسے فون بھی کیا تھا۔ اس سے ملنا چاہتی تھی لیکن وہ اپنے آپ کو زندہ رکھنے کے لیے اتنا محتاط تھا کہ کسی سے ملنا نہیں چاہتا تھا اور میں سمجھتی ہُوں اس کی یہ احتیاط کام آئی۔ وہ اب بھی زندہ ہے۔"

اسحاق رابن نے ہنستے ہوئے کہا "یہی تو سارا چکر ہے جسے تم زندہ سمجھ رہی ہو وہ کب کا مر چکا ہے۔ اپنی پیش گوئی کے

مطابق اس دُنیا سے اُٹھ چُکا ہے۔ پتا نہیں اس کی لاش کہاں لے جا کر پھینک دی گئی ہے۔"

"تو پھر یہ کون ہے جس سے میں ملتی رہی ہوں؟"

"میں نے کہا نا، ایک بہروپیا ہے۔ اس کے متعلق جو معلومات حاصل ہوئی ہیں، وہ یہ ہیں کہ وہ پرسوں شام کو ایک اجنبی بزرگ جلیل القدر کے علاقے میں آیا۔ اس بزرگ کے متعلق تم کیا جانتی ہو؟"

لیلیٰ نے انکار میں سر ہلایا۔ اسحاق رابن نے کہا "وہ فلسطینی مجاہدین کی پشت پناہی کرتا ہے۔ مجاہدین جب بھی کسی مصیبت میں ہوں تو کیمپ سے نکل کر جلیل القدر کے علاقے میں قیام کرتے ہیں۔ اس طرح دشمن اُن کی شناخت نہیں کر سکتے۔ جو مجاہدین چہروں کے ذریعے شناخت کیے جاتے ہیں، وہ بوڑھا انھیں چھپا کر رکھنے کے انتظامات بھی کرتا رہتا ہے۔ بہرحال اسی کے علاقے میں وہ اجنبی آیا تھا۔ وہاں اس نے اپنے چہرے کی مختصر سی پلاسٹک سرجری کرائی۔ کوئی انگریز پلاسٹک سرجری کا ماہر وہاں آیا تھا۔ اس نے حیرت انگیز طور پر اس کے چہرے کو تبدیل کیا اور اسے ہو بہو کرسٹوفر میکی بنا دیا۔ اس کا کمال یہ ہے کہ ابھی تک میکی کا رول ادا کر رہا ہے۔ ہم، تم اور کرسٹوفر میکی کے تمام شناسا اس سے دھوکا کھا رہے ہیں۔ اس پر ایک ذرا شبہ نہیں کر رہے ہیں۔"

لیلیٰ نے کہا "یہ تو کہانی قصے کی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ مانا کہ اس نے اپنا چہرہ تبدیل کر لیا ہے اور ہو بہو کرسٹوفر میکی بن گیا ہے لیکن اس کی چال ڈھال، گفتگو کا انداز اور اس کے خفیہ راز جسے وہ یا اس کے قریب ترین شناسا جانتے ہیں، یہ موجودہ کرسٹوفر میکی جو بہروپیا ہے، کس طرح جانتا ہوگا؟"

"یہی بات ہماری سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔ اس بہروپیے کی جڑوں میں گھس کر معلوم کیا جائے تو بہت سے اہم انکشافات ہو سکتے ہیں۔"

"لیکن وہ اجنبی کون ہے؟ کہاں سے آیا ہے؟"

"اتنا پتا چلا ہے کہ پاکستان سے آیا ہے اور وہ بھی علم نجوم کا ماہر ہے، بلا کا قیافہ شناس ہے۔ بالکل سچی پیش گوئیاں کرتا ہے۔"

لیلیٰ اس کی باتیں سن رہی تھی اور دل ہی دل میں سوچ رہی تھی "کمبخت پاکستانی میکی مجھ سے جھوٹ کہہ رہا تھا کہ وہ کرسٹوفر میکی کا ہمشکل ہے۔ آخر بہروپیا نکلا۔"

وہ سوچ رہی تھی "اگر اس نے پلاسٹک سرجری کے ذریعے خود کو تبدیل کیا ہے اور وہ کوئی دُوسرا پاکستانی ہے تو مجھ سے کیوں چھپ رہا ہے؟ جب کہ اس حد تک بتا چکا تھا کہ وہ اصلی میکی نہیں ہے، اگر وہ بتا دیتا کہ پلاسٹک سرجری کے ذریعے چہرے کو تبدیل کیا ہے تو کیا میں شبہ کرتی کہ وہ فرہاد ہے؟"

وہ بے چینی سے پہلو بدلنے لگی۔ اس کے اندر اضطراب پیدا ہُوا "ہاں، وہی فرہاد ہیں۔ انھوں نے سرجری والی بات اس لیے چھپائی ہے کہ مجھے اُن پر شبہ نہ ہو یعنی جس سے شبہ ہو سکتا تھا وہی بات چھپائی۔ باقی ساری باتیں بتا دیں۔"

"کیا تم میکی کے متعلق سوچ رہی ہو؟"

"ہاں۔ کیا میں فون استعمال کر سکتی ہوں؟"

"بیشک، آج سے تم گولڈن ربیکٹ کی اہم رکن ہو۔ یہاں کی ہر چیز استعمال کر سکتی ہو۔"

وہ ریسیور اٹھا کر کرسٹوفر میکی کے بنگلے کے نمبر ڈائل کرنے لگی۔ رابطہ قائم ہوتے ہی میری لیڈی سیکرٹری کی آواز سنائی دی۔ لیلیٰ نے کہا "میکی کو فون پر بلاؤ۔ ایک بہت اہم اطلاع ہے۔"

"سوری ــ وہ موجود نہیں ہیں۔"

لیلیٰ نے ذرا جھوٹ کہا "لیکن وہ کہہ رہے تھے، موجود رہیں گے۔ مجھے اسی نمبر پر اطلاع دینا چاہیے۔"

"وہ آدھ گھنٹے پہلے یہاں سے گئے ہیں کوئی ضروری پیغام ہے تو آپ نوٹ کرا سکتی ہیں۔ میں ان کی خاص سیکرٹری ہوں۔ ان کا پیغام صرف انہی تک پہنچتا ہے کسی دُوسرے کو معلوم نہیں ہوتا۔"

"مجھے افسوس ہے، میں یہ اطلاع صرف میکی کو دے سکتی ہوں وہ کب تک واپس آئیں گے؟"

"وہ کبھی بتا کر نہیں جاتے۔"

"یہ تو بتا سکتی ہو، وہ اپنی گاڑی میں گئے ہیں یا ٹیکسی میں؟ اگر اپنی گاڑی میں گئے ہیں تو خود ڈرائیو کر رہے ہیں یا ڈرائیور ساتھ ہے؟"

"تم اتنی باتیں کیوں پوچھ رہی ہو؟"

"پلیز بتا دو۔ اگر تمھارا باس اپنی گاڑی میں گیا ہے، تو زندہ واپس نہیں آئے گا کیونکہ اس گاڑی میں ٹائم بم رکھا ہوا ہے۔"

"کیا واقعی؟" لیڈی سکرٹری کی تقریباً چیخ سنائی دی۔ لیلیٰ نے کہا "ریسیور نہ رکھنا میری بات کا جواب دو۔ کیا وہ اپنی گاڑی میں گئے ہیں؟"

"ہاں، خود ڈرائیو کرتے ہوئے گئے ہیں۔"

لیلیٰ نے ریسیور رکھ دیا۔ اسحاق رابن اُسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ بولی "میں معلوم کرنا چاہتی تھی اس کے بنگلے میں اس وقت کتنے ملازم ہیں۔"

"لیکن تم نے ایسا کوئی سوال نہیں کیا۔"

وہ دوبارہ ریسیور اُٹھا کر نمبر ڈائل کرتے ہوئے مسکرا کر بولی "میں نے سوال کیا اور اپنا جواب پا لیا۔ یہ بات تم نہیں سمجھو گے۔"

دُوسری طرف سے رابطہ قائم ہُوا۔ لیلیٰ نے کہا "اِس وقت کرسٹوفر میکی اپنے بنگلے میں نہیں ہے۔ اس بنگلے میں ایک لیڈی سیکرٹری، ایک نیگرو ملازمہ اور دو ملازم ہیں۔ اُن کے علاوہ ایک ڈرائیور ہے۔"

لیلیٰ نے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھتے ہوئے اسحاق رابن سے پوچھا "میں یہاں سے کرسٹوفر میکی کے بنگلے تک کتنی دیر میں پہنچ سکتی ہوں؟"

"پینتالیس منٹ میں۔"

اُس نے ریسیور سے ہاتھ ہٹا کر کہا "پینتالیس منٹ کے اندر ان پانچ ملازموں کو اپنے قابو میں کر لیا جائے۔ بنگلے کے اندر جانے کا راستہ صاف ہونا چاہیے۔ میں ابھی اس کے بیڈ رُوم کی تلاشی لوں گی۔"

یہ کہتے ہی اُس نے ریسیور رکھ دیا۔ اسحاق رابن نے اسے تعریفی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا "تم بہت فاسٹ ہو۔ میں سمجھ گیا، تم نے یہ سوال کیوں کیا کہ میکی خود کار ڈرائیو کرتا ہوا گیا ہے یا ڈرائیور ساتھ گیا ہے۔ اس سے پتا چل گیا کہ ملازموں میں ڈرائیور بھی شامل ہے لیکن ابھی تم کس سے باتیں کر رہی تھیں؟ کیا یہاں تمھاری ٹیم موجود ہے؟"

"یہ میرے ذاتی معاملات ہیں۔ میں اس سلسلے میں کچھ نہیں بتاؤں گی۔ تم لوگ مجھ سے تعاون چاہتے ہو، کیا یہ اس کا ثبوت نہیں ہے کہ میں تمھارے کام آنے کے لیے اسی لمحے سے میکی کے پیچھے پڑ گئی ہوں؟"

"بے شک ہمیں اس بات کی خوشی ہے۔"

"فوراً میرے لیے ٹیکسی منگوا دو۔"

"ٹیکسی کیوں؟ ہم تمھیں پہنچائیں گے۔"

"سوری، یہ میرا معاملہ ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ گولڈن ربیکٹ کا کوئی فرد میرے ساتھ ہو۔"

"لیکن تم گولڈن ربیکٹ کے لیے کام کر رہی ہو۔"

"پھر بھی جب میں تنہا ایک کارنامہ انجام دُوں گی، تو گولڈن ربیکٹ میں بھی میرا ریکارڈ رہے گا۔ اور یہ ہمیشہ سے میرا ریکارڈ رہا ہے کہ کسی بھی مہم میں تنہا جاتی ہوں اور تنہا کامیاب ہو کر آتی ہوں۔ میری کامیابی صرف میرے نام ہوتی ہے۔ اس میں کسی کو شریک نہیں کرتی۔ پلیز! مجھے پینتالیس منٹ میں وہاں پہنچنا ہے۔"

"میرے ساتھ آؤ۔"

وہ اسحاق رابن کے ساتھ چلتے ہوئے اس اڈے سے باہر جانے لگی۔ اس کے دماغ میں ایک ہی کیڑا کلبلاتا رہتا تھا اور وہ یہ کہ کسی طرح وہ میری عدم موجودگی میں کرسٹوفر میکی سے تعلق رکھنے والی تمام اہم چیزیں وہاں سے سمیٹ کر لے جائے۔ اب اُس کے خیال کے مطابق اسے سنہرا موقع مل رہا تھا۔

پھر یہ بات تو دماغ میں گونج ہی رہی تھی کہ پاکستانی میکی نے پلاسٹک سرجری والی بات چھپائی اور نہ جانے کیا کچھ چھپاتا رہا ہے۔ آج صبح وہ مجھ سے دُور ہو گئی تھی کہ فرہاد علی تیمور اب اس کے دماغ میں آ کر بالواسطہ رہنمائی کرنے لگا ہے اور میں چونکہ فرہاد نہیں ہوں اس لیے مجھ سے کوئی دلچسپی نہیں رہی تھی۔

لیکن چند منطقی دلائل کے مطابق میں فرہاد نظر آ رہا تھا پھر وہ میرے قریب آنا چاہتی تھی۔ اس بار مجھے اچھی طرح ٹٹولنا اور میری جڑوں میں پہنچنا چاہتی تھی۔ وہ سوچ رہی تھی، اس بار میکی کا سامنا ہوا تو وہ پیچھا نہیں چھوڑے گی۔ یہ تو میں دیکھ ہی رہا تھا کہ کسی کے پیچھے پڑتی ہے تو اس کے متعلق مکمل معلومات حاصل کرتی ہے اور اس سے تعلق رکھنے والے اہم ثبوت حاصل کیے بغیر پیچھا نہیں چھوڑتی کمبل بن جاتی ہے۔

میں کار ڈرائیو کرنے کے دوران دماغی طور پر حاضر نہ رہتا تھا۔ اس کے دماغ میں اس طرح جاتا تھا کہ ڈرائیونگ کے وقت کوئی نقصان نہ پہنچے۔ میں شہر سے باہر آ گیا تھا اور تیزی سے دوڑتی ہوئی کار کے سامنے اور اطراف سے گزرتے ہوئے مناظر دیکھتا جا رہا تھا۔ اسی وقت مجھے اپنے دماغ میں سوچ کی لہریں محسوس ہوئیں۔ میں نے کہا۔ "ہاں، سونیا میں سن رہا ہوں۔"

"میں خیریت معلوم کرنے آئی ہوں۔ تمھاری نیند کے دوران میں نے جن لوگوں سے رابطہ قائم کیا اور جو معاملات طے ہوئے، اس کی رپورٹ پیش کرنا چاہتی ہوں۔"

"کیا اس رپورٹ میں کوئی ایسا معاملہ ہے جس کے لیے مجھے فوراً توجہ دینی پڑے گی؟"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے لیلیٰ خطرات میں گھری ہوئی تھی تو میں نے نیند سے بیدار کیا۔ اور بھی کوئی اہم معاملہ ہوتا تو تمھیں پہلے ہی بتا دیتی۔ جو کچھ بھی ہے اُس سے میں، سونیا اور اعلیٰ بی بی نمٹ سکتے ہیں۔"

"پھر یہ رپورٹ ابھی نہ سُناؤ میں دُوسرے معاملے میں مصروف ہوں۔"

"ایک اور بات ہے، ثباتہ وادی میں واپس آنا نہیں چاہتی وہ اپنے بابا سے یہ کہہ کر گئی تھی کہ تمھارے ساتھ ہی واپس آئے گی، اس لیے تمھاری تلاش میں بھٹکنا چاہتی ہے۔ میں نے اُسے سمجھایا ہے جب تم بیدار ہو گے تو تم سے اس کا ذکر کروں گی۔ تم ہی اس کے بارے میں کوئی فیصلہ کرو گے۔"

"میں کسی وقت اس سے رابطہ قائم کروں گا یا سوچوں گا، اس کے بارے میں کیا کیا جا سکتا ہے۔ ابھی تو میں عزت علی کے دماغ میں پہنچ رہا ہوں۔ تم چاہو تو وہاں پہنچو اور میری باتیں سُنو۔

اس طرح تمھیں میری موجودہ مصروفیات کا علم بھی ہوتا رہے گا۔"

میں نے ایک بستی کے قریب کار روک دی۔ وہاں کچھ دکانیں نظر آ رہی تھیں۔ جس دکان کے سامنے میں نے گاڑی روکی، وہاں ٹیلیفون تھا۔ میں اسی طرح گاڑی میں بیٹھا رہا اور عزت علی کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "ہیلو عزت بھائی!"

وہ پہلے تو چونکا پھر مسکرا کر بولا "کون بھائی آپ ہیں؟"

"ہاں، میں بول رہا ہوں۔ ان دنوں گولڈن ریکٹ کا ساتواں گولڈ مین ڈاکٹر ولیم بروک بیروت میں ہے۔ اس کے یہاں آنے سے پہلے ایسی ادویات کا ایک بھاری ذخیرہ یہاں پہنچا ہے جو بظاہر تو سکون بخش ادویات ہیں لیکن وہ نشہ کی انتہا کو پہنچاتی ہیں۔ اس کے علاوہ پورے لبنان میں چرس، کوکین اور میری جوانا کے ذخیرے جہاں جہاں چھپا کر رکھے گئے ہیں، میں نے ان کا سراغ لگایا ہے آپ ان تمام خفیہ اڈوں کے پتے نوٹ کریں۔ اور مجھے بتائیں کہ آپ یہاں چھاپے ماریں گے یا میں ان کا محاسبہ کروں؟"

"نہیں بھائی! آپ تو وادیٔ قاف میں بے حد مصروف ہیں یہ کام مجھ پر چھوڑ دیں۔ میں فوراً ہی روانہ ہونے کی کوشش کرتا ہوں۔ آج رات تک بیروت پہنچ جاؤں گا۔"

"ایک بات یاد رکھیں۔ یہاں آپریشن کے دوران سارہ نامی ایک لڑکی سے آپ کا ٹکراؤ ہو سکتا ہے۔"

"یہ سارہ کون ہے؟"

"پورا نام سارہ آئزک ہے۔ اس کا تعلق اسرائیلی سیکرٹ سروس سے ہے۔ بہت تیز طرار، ذہین اور بہترین فائٹر ہے لیکن اس قدر پراسرار ہے کہ اسرائیلی حکام اور سیکرٹ سروس والے بھی اس کی اصلیت کو سمجھ نہیں پاتے۔ دراصل یہ ایک مسلمان لڑکی ہے۔ اس کا نام لیلیٰ ثانی ہے۔ دوہری زندگی گزار رہی ہے ——— یہ مسلمان اور یہودی دونوں کو پسند کرتی ہے۔ دونوں قوموں میں شیطان ہوں تو ان کی دشمن، دونوں قوموں میں انسان ہوں تو ان کی دوست بن جاتی ہے۔ میں چاہتا ہوں، اس سے آپ کا ٹکراؤ ہو تو وہ آپ سے دشمنی بھول جائے۔ آپ سے سراغرسانی کے ایسے گر سیکھے جو اتنی کم سنی میں لڑکیاں سیکھ نہیں پاتیں۔"

"آپ اطمینان رکھیں، میں لیلیٰ سے ایک باپ اور استاد کی طرح پیش آؤں گا۔"

میں نے منشیات کے خفیہ اڈوں کے جو پتے کاغذ میں لکھ رکھے تھے، انھیں دیکھ دیکھ کر پڑھنا شروع کیا۔ ادھر عزت علی ان پتوں کو نوٹ کرتا جا رہا تھا۔ آخر اس نے کہا۔ "ایران، ترکی، بلغاریہ اور روس کی جنوبی سرحدوں سے انٹرپول کی ہائی کمان نے اطلاع دی ہے کہ وادیٔ قاف کے اطراف بھانت بھانت کے سراغرسانوں اور مسلح گوریلا ٹائپ کے لوگوں کی بھیڑ لگتی جا رہی ہے۔ وہ سب آپ کو گھیر رہے ہیں۔ وہاں بھی آپ کو سکون سے نہیں رہنے دیں گے۔"

"آپ فکر نہ کریں، میں یہاں خیریت سے ہوں۔ سونیا میرے ساتھ ہے اور ٹارزر غلبا کے قبیلے والے کسی سے کمزور نہیں ہیں۔ ہمارے پاس جدید ہتھیار نہیں ہیں لیکن ٹیلی پیتھی روایتی ہتھیاروں پر بھاری ہے۔ اس کے علاوہ دو چار روز میں ہمارے پاس اتنے ہتھیار پہنچ جائیں گے جس کی توقع ہم خود نہیں کر رہے ہیں۔ بڑے بڑے ممالک ہمیں ہر طرح کی امداد دینے پر تلے ہوئے ہیں۔"

"اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ میں چاہتا ہوں، جب لبنان آ ہی رہا ہوں تو کیوں نہ گولڈن ریکٹ والوں کو اچھا سبق سکھانے کے بعد آپ کی طرف چلا آؤں۔ میرا مطلب ہے، وادیٔ قاف تو نہیں آؤں گا لیکن اس کے اطراف ایک چکر ضرور لگاؤں گا اور میلہ لگانے والے دشمنوں میں ہلچل پیدا کر دوں گا۔"

"آپ آنا ہی چاہتے ہیں تو میں آپ کا تعارف اپنی ایک سراغرساں ٹیم سے کراؤں گی۔ یہ ٹیم بابا صاحب کے ادارے سے روانہ ہو چکی ہے اور وادیٔ قاف کے اطراف پہنچنے ہی والی ہے۔"

"پھر تو ذرا لمبی چھٹی میں آؤں گا۔ تاکہ آپ کی سراغرساں ٹیم کے زیادہ سے زیادہ کام آ سکوں۔"

میں نے اس سے رخصت ہو کر سونیا سے کہا۔ "اب تمھیں وادی میں حاضر رہنا چاہیے۔ میں یہاں سے فرصت پاتے ہی تمھارے پاس پہنچوں گا۔"

میں گاڑی سے اتر کر اس دکان میں آیا۔ وہاں ٹیلیفون رکھا ہوا تھا۔ دکاندار کی اجازت سے میں نے ریسیور اٹھایا۔ اس دوران لیلیٰ کے دماغ میں جھانک کر دیکھتا رہا۔ وہ میری خوابگاہ میں پہنچ گئی تھی۔ میرے پانچوں ملازموں کو کچھ انجانے لوگوں نے اپنے قابو میں کر رکھا تھا۔ ادھر وہ آہنی سیف کو کھول چکی تھی۔ اس کے اندر رکھی ہوئی کچھ چیزوں کو نکال نکال کر دیکھ رہی تھی۔ سمجھ رہی تھی اور پھر مایوس ہو رہی تھی کیونکہ تمام اہم چیزیں میں اپنے ساتھ لے آیا تھا۔

وہ اچانک ہی اچھل پڑی۔ پلٹ کر دیکھا، فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ چور کے دل میں چور ہوتا ہے۔ اسے یوں لگا تھا، جیسے کرسٹو فرمیکی اس کے سر پر پہنچ گیا ہو۔ اس نے گھور کر ٹیلیفون کو دیکھا، گھنٹی بج رہی تھی۔ پھر اس نے دروازے کی جانب دیکھا۔ وہ جانتی تھی، یہاں کے تمام ملازمین کو قابو میں کیا گیا ہے۔ کوئی ادھر نہیں آئے گا۔ وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی آئی۔ پھر کچھ سوچ کر اس نے ریسیور اٹھا لیا۔ کان سے لگا کر سنا۔ میں نے ہیلو کہہ کر لیڈی سیکرٹری کو مخاطب کیا۔ وہ فون پر میری آواز کو پہچان رہی تھی۔ مزید ایک بار آواز سن کر یقین کرنا چاہتی تھی۔ میں نے کہا۔ "تم خاموش کیوں ہو۔ جواب کیوں نہیں دیتیں؟"

"میں تمھاری سیکرٹری نہیں ہوں۔ آواز سے پہچان سکتے ہو تو پہچان لو۔"

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "اوہ تم پھر میرے کمرے میں پہنچ گئی ہو۔ آخر کیا بلا ہو۔ چوبیس گھنٹے میرے بنگلے کی نگرانی کرتی ہو۔ جب بھی میں غیر حاضر ہوتا ہوں، وہاں پہنچ جاتی ہو۔ آخر کب میرا پیچھا چھوڑو گی؟"

اس نے میری بات کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔ "تم نے کرسٹو فرمیکی کی تمام اہم چیزیں سیف سے نکال کر کہاں چھپائی ہیں؟"

"اچھا تو تم وہ آہنی سیف کھول چکی ہو۔"

"ہاں، میں تم سے چند سوالوں کے جواب چاہتی ہوں۔"

"جب اسے کھول چکی ہو تو وہاں ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر ملے گا۔ میں ریسیور رکھ رہا ہوں۔ ابھی ایک منٹ کے اندر تم سے ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم کروں گا۔"

میں نے ریسیور رکھ دیا۔ دکان کا مالک دور بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ پھر اپنی کار میں آ کر بیٹھ گیا۔ اسے اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے ڈیش بورڈ کے ایک نچلے بٹن کو پش کیا۔ اس کے ساتھ ہی بورڈ کا ایک مختصر سا حصہ کھل گیا۔ میں نے دوسرے بٹن کو دبایا تو ایک ٹرانسمیٹر باہر آ گیا۔ میں نے اسے آپریٹ کیا۔ ذرا سی دیر میں رابطہ قائم ہوتے ہی میں نے کہا۔ "ہیلو ہیلو، میکی اسپیکنگ۔"

دوسری طرف سے لیلیٰ کی آواز سنائی دی۔ میں نے پوچھا۔ "تم کیا سوال کرنا چاہتی ہو؟"

"تم نے مجھ سے پلاسٹک سرجری والی بات کیوں چھپائی؟"

"کیسی پلاسٹک سرجری؟"

"انجان نہ بنو۔ تم نے چہرے پر پلاسٹک سرجری کرائی ہے۔ تم کرسٹو فرمیکی کے ہمشکل نہیں ہو۔ تم نے مجھ سے جھوٹ کیوں کہا؟"

میں نے حیرانی سے پوچھا۔ "یعنی تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ یہ میرا اپنا چہرہ، اصلی چہرہ نہیں ہے؟"

"ہاں، تمھارا اصلی چہرہ نہیں ہے۔ تم اب بھی جھوٹ بول رہے ہو اور بننے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"مس سارہ آئزک! اگر تم اسی طرح سراغرسانی کرتی رہیں تو عورتوں کو بدنام کر دو گی۔ یہ ثابت کرو گی کہ عورت جاسوس بن ہی نہیں سکتی۔"

"تم خواہ کچھ کہہ لو، مجھے ملنے والی اطلاع غلط نہیں ہو سکتی۔"

"کیسی احمقانہ باتیں کر رہی ہو۔"

"تم کہاں چھپے ہوئے ہو۔ سامنے آؤ۔ میں ثابت کر دوں گی۔"

"میں سامنے آؤں گا مگر ایک شرط پر۔"

"مجھے تمھاری ہر شرط منظور ہے۔"

"اگر تم میرے چہرے پر پلاسٹک سرجری ثابت نہ کر سکیں اور یہی میرا اصلی چہرہ ثابت ہوا تو تم میری ہو جاؤ گی۔"

"یہ کیا بکواس ہے؟"

"اگر بکواس ہے تو میں تمھیں اپنے قریب بھٹکنے بھی نہیں دوں گا۔ دوسری صورت میں اپنا چہرہ تو کیا اپنا دل بھی کھول کر رکھ دوں گا۔"

"مجھ سے دل کی باتیں نہ کرو۔ جب دشمن تمھارے سر پر پہنچ جائیں گے تو وہ تمھارے چہرے کو نوچ کھسوٹ کر بے نقاب کر دیں گے۔"

"تم کس دشمن کی بات کر رہی ہو؟"

گولڈن ریکٹ والے تمھارے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ میں نے یہ معلومات انھی لوگوں سے حاصل کی ہیں۔ یہ درست ہے کہ تم پاکستان سے آئے ہو۔ یہاں آ کر تم کسی بزرگ جلیل القدر کے علاقے میں پہنچے تھے۔ وہاں کسی انگریز نے تمھاری پلاسٹک سرجری کی۔ پھر تم اسی رات کرسٹو فرمیکی کی جگہ لے کر اب تک اس کا رول ادا کر رہے ہو۔"

"تمھیں یہ کہانی کس نے سنائی؟"

"گولڈن ریکٹ کا ایک اہم شخص ہے۔"

"اس شخص کو یہ باتیں کیسے معلوم ہوئیں؟"

"جیسے بھی معلوم ہوئیں۔ تم بتاؤ کیا یہ غلط ہے؟"

"صرف ایک بات غلط ہے۔ وہ یہ کہ میرے چہرے کی پلاسٹک سرجری کرائی گئی ہے۔ میں پاکستان سے آیا ہوں۔ بزرگ جلیل القدر کے علاقے میں گیا۔ وہیں پر میں نے اور مجاہدین نے یہ منصوبہ بنایا کہ جب کرسٹو فرمیکی اس رات اپنی متوقع موت کا انتظار کر رہا ہے تو اسے مر ہی جانا چاہیے اور مجھ جیسے ہمشکل کو اس کی جگہ لینا چاہیے۔ یوں بھی میں بہت عرصے سے اس کی جگہ لینا چاہتا تھا۔ اس رات موقع مل گیا اور اب میں اسی کا رول ادا کر رہا ہوں۔"

"یعنی تمھارے چہرے پر پلاسٹک سرجری نہیں کی گئی۔"

"بالکل نہیں۔"

وہ آہستگی سے بولی "مسٹر ایزل ہارڈی کا بھی یہی دعویٰ تھا۔ انھیں اینٹی میک اپ کیمرہ بھی بے نقاب نہیں کر سکتا تھا۔ آج تمھارا بھی یہی دعویٰ ہے۔ تمھیں بھی اینٹی میک اپ کیمرہ بے نقاب نہیں کر سکتا۔ پلیز، سچ سچ بتا دو کیا تم فرہاد علی تیمور ہو؟"

"اوہ خدایا، سمجھ میں نہیں آتا، تم میرے پیچھے پڑ گئی ہو یا فرہاد کے؟ جب گھوم پھر کر مجھے فرہاد کہتی ہو تو پتا چلتا ہے، دراصل تمھیں فرہاد کی تلاش ہے اور جب میں تمھاری محبت کی خاطر خود کو فرہاد تسلیم کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہوں تو تم مجھے فرہاد سمجھنے سے انکار کر دیتی ہو۔ آخر میں کیا کروں؟ تم ایک بار مجھے فرہاد کہہ دو۔ میں ساری زندگی کے لیے اپنا یہی نام رکھ لوں گا۔ جب قیس لیلیٰ کے عشق میں مجنوں کہلانے لگا تو کیا میں تمھارے عشق میں فرہاد نہیں کہلا سکتا۔"

وہ سر تھامے ٹرانسمیٹر کے سامنے بیٹھی میری باتیں سن رہی تھی، پریشان ہو رہی تھی۔ میں نے کہا "تم اس کی تلاش میں ضرور پاگل ہو جاؤ گی۔ ابھی صبح کی بات ہے، تم مجھے فرہاد سمجھ کر قریب آ رہی تھیں۔ پھر اچانک مجھ سے دور چلی گئیں۔ آخر یہ کیا پاگل پن ہے۔ مجھے بھی کچھ سمجھاؤ؟"

وہ کیا سمجھاتی، خود اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "یہ پاکستانی میکی درست کہتا ہے۔ میں شاید فرہاد کی تلاش میں پاگل ہو رہی ہوں۔ حالانکہ وہ مجھے سمجھاتے ہیں۔ تحمل سے، صبر سے اور ٹھنڈے دماغ سے کام لینا چاہیے ورنہ میں سیکرٹ سروس کے میدان میں کامیاب نہیں ہو سکوں گی اور میرا یہ حال ہے کہ ادھر وہ مجھے اچھی باتیں سمجھاتے ہیں اور اُدھر میں اپنے فرائض سے ہٹ کر اچھی باتیں سمجھانے والے کے پیچھے پڑ جاتی ہوں۔ مجھے اپنے آپ پر قابو رکھنا چاہیے۔"

وہ قائل ہو کر سوچنے لگی "ہاں، جس طرح میں پاکستانی میکی پر کسی نہ کسی بات سے فرہاد ہونے کا شبہ کرتی ہوں اسی طرح کوئی دوسرا بھی مجھے صبر و تحمل کی باتیں سمجھا سکتا ہے۔ دماغ ٹھنڈا رکھنے کی تلقین کر سکتا ہے۔ جہاں کوئی مماثلت ہوتی ہے، میں وہیں بھٹکنے لگتی ہوں۔ آخر یہ کیا پاگل پن ہے۔ مجھے اپنے آپ کو سنبھالنا چاہیے۔"

میں اس کی سوچ پڑھ رہا تھا۔ پھر چونک کر عقب نما آئینے کو توجہ سے دیکھنے لگا۔ جب میں بیروت شہر میں بھٹک رہا تھا تو مجھے ایک نیلے رنگ کی سیکنڈ ہینڈ کار نظر آئی تھی۔ جب میں ہائی وے پر ڈرائیو کرتا ہوا شہر سے نکل رہا تھا، اس وقت بھی وہ پرانی کار دکھائی دی تھی۔ میں دکان کے پاس فون کرنے کے لیے رکا تو وہ کہیں گم ہو گئی تھی۔ اب لیلیٰ سے باتوں میں مصروف تھا تو اچانک پھر وہی پرانی نیلی سی کار نظر آ رہی تھی۔ یعنی تقریباً پونے دو گھنٹے سے وہ میرے تعاقب میں تھی۔

میں نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے کہا "سارہ! میں اپنی جگہ مصروف ہوں۔ فرصت ملتے ہی تم سے ملاقات کروں گا۔ کیا ہوٹل میں رہو گی؟"

"میں وہیں تمھارا انتظار کروں گی۔ مگر ہوشیار رہنا گولڈن والے تمھیں یہاں سکون سے رہنے نہیں دیں گے۔"

"میں ان سے سمجھ لوں گا۔ تم فکر نہ کرو۔ اوور اینڈ آل۔"

میں نے ٹرانسمیٹر کو بند کر کے نیچے کا بٹن دبایا۔ وہ ٹرانسمیٹر سرکتا ہوا پیچھے چلا گیا۔ پھر دوسرا بٹن دبانے سے ڈیش بورڈ وہ خلا پُر ہو گیا۔ وہاں ذرا گھنی آبادی تھی۔ میں نے سڑک سے اتر کر گاڑی کو ایک چھوٹے سے راستے کے کنارے کھڑا کیا۔ باہر نکل کر اسے لاک کیا۔ پھر آہستہ آہستہ چلتا ہوا پلٹ کر دیکھنے لگا۔ جب وہ گاڑی مجھے نظر آئی تو میں اس راستے کو چھوڑ کر ایک گلی میں مڑ گیا۔ قریب ہی ایک قہوہ خانہ نظر آیا۔ میں وہاں پہنچ کر ایک میز کے پاس بیٹھ گیا۔ قہوہ خانے کے مالک نے میرے پاس آ کر ادب سے اپنی زبان میں کچھ کہا۔ میرے لیے یہ بڑی مشکل تھی۔ میں وہاں کی زبان نہیں جانتا تھا جبکہ اصلی کرسٹو فر میکی جانتا تھا۔ اب تک میرا گزارہ یوں ہو رہا تھا کہ میکی کے جو ماتحت مجھ سے مقامی زبان میں گفتگو کرتے تھے، وہ انگریزی بھی جانتے تھے۔ اس لیے میں ان کے دماغ سے ترجمہ سمجھ لیا کرتا تھا۔ یہاں چونکہ قہوہ خانے کے مالک کو میں نے انگریزی بولتے نہیں سنا تھا اس لیے اس کی بات نہ سمجھ سکا۔ یہی اندازہ ہوا کہ وہ مجھ سے کھانے پینے کے سلسلے میں کچھ پوچھ رہا ہے۔

میں نے انگریزی زبان میں اسے قہوہ لانے کے لیے کہا اور ہاتھ کے اشارے سے بھی سمجھایا۔ وہ چلا گیا۔ اسی وقت ایک شخص تیزی سے چلتا ہوا اسی گلی میں داخل ہوا۔ میں نے اسے گلی میں مڑتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ وہ اِدھر اُدھر یوں دیکھ رہا تھا جیسے کسی کو تلاش کر رہا ہو۔ پھر مجھ پر نظر پڑتے ہی وہ ٹھٹک گیا۔ میں نے ہاتھ اٹھا کر اشارے سے اپنی طرف آنے کے لیے کہا۔ وہ جھجک رہا تھا۔ میں نے بلند آواز سے کہا "پلیز کم اوور ہیئر۔"

اس کے ساتھ ہی پھر میں نے ہاتھ کا اشارہ کیا۔ میرا خیال ہے کہ شاید وہ بھی انگریزی نہ جانتا ہو۔ بہرحال وہ میرے قریب آ گیا۔ [illegible] انگریزی زبان میں کہا "یہ قہوہ خانے کا مالک میری زبان نہیں سمجھتا ہے۔ اس نے [illegible] دونوں کے لیے قہوہ لے آئے۔"

وہ اندر گیا۔ پھر قہوہ خانے کے مالک سے کچھ کہنے کے بعد واپس آ کر میری میز کے دوسری طرف بیٹھ گیا۔ اس کے بعد آہستگی سے بولا "میری گاڑی کی پچھلی سیٹ پر حدلقیہ سو رہی ہے۔ اسے زیادہ دیر تک وہاں چھوڑنا مناسب نہیں ہے۔ آپ یہاں سے چلیں۔ میں نے قہوہ کے لیے منع کر دیا ہے۔"

میں فوراً ہی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے ساتھ چلتے ہوئے بولا "تم کون ہو؟ حدلقیہ تمھاری گاڑی کی پچھلی سیٹ پر کیوں سو رہی ہے؟"

"جناب! کیا بتاؤں۔ جب سے آپ کرسٹو فر میکی کے بنگلے میں آئے ہیں، وہ دن کو دن اور رات کو رات نہیں سمجھتی ہے۔ بنگلے کی نگرانی کرتی رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ہر وقت آپ کی مدد کے لیے پہنچ جاتی ہے۔ میرے پاس ایک پرانی سی گاڑی ہے۔ اسے ساتھ لیے لیے پھرتا ہوں۔ جب آپ رات کو بنگلے میں سوتے ہیں تو وہ میری گاڑی کی پچھلی سیٹ پر رہتی ہے۔ آدھی رات تک میں جاگتا ہوں، آدھی رات تک وہ جاگتی ہے۔"

"کیا حدلقیہ سے تمھارا کوئی رشتہ ہے؟"

"جی ہاں، بہت گہرا۔ ہم سب فلسطینی ہیں یا مادرِ وطن کے حوالے سے ہم ایک ماں کی اولاد ہیں۔"

"کیا ابھی میرے پیچھے آنے کا مقصد یہی ہے کہ میری نگرانی اور حفاظت کر رہے تھے؟"

"جی ہاں، جب سے آپ نئے روپ میں آئے ہیں، بزرگ جلیل القدر نے ہم نوجوانوں کی ڈیوٹی مقرر کر دی ہے۔ کتنے ہی نوجوان مختلف اوقات میں آپ کے آس پاس رہ کر آپ کی حفاظت کرنے کی ذمے داریاں پوری کرتے رہتے ہیں۔ ہم میں چار لڑکیاں بھی ہیں جن میں ایک حدلقیہ ہے۔ یہ کسی ڈیوٹی کی پابندی نہیں کرتی دن رات آپ کی ہی فکر میں لگی رہتی ہے۔ میں نے اس سے وعدہ کیا ہے۔ اگر یہ ذرا آرام کرتی رہے، کھاتی پیتی رہے، اپنی صحت کا خیال رکھے تو میں دن رات اس کا ساتھ دوں گا۔ جب یہ آرام کرے گی تو اس کی ڈیوٹی انجام دوں گا۔ یہ کہیں جانا چاہے گی تو اس کے لیے اپنی گاڑی مخصوص کر دوں گا۔"

ہم باتیں کرتے ہوئے اس پرانی نیلے رنگ کی گاڑی کے پاس پہنچ گئے۔ اس وقت تک حدلقیہ بیدار ہو گئی تھی۔ پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی شاید ہماری طرف دیکھ رہی ہو گی۔ اس نے اپنے آپ کو چادر میں چھپا لیا تھا۔ میں نے اسی نوجوان سے آہستگی سے پوچھا "کیا تم نے حدلقیہ کا چہرہ دیکھا ہے۔ اس کی آواز سنی ہے؟"

"چند روز پہلے تک سبھی نے اسے دیکھا ہے۔ اس کی آواز سنی ہے۔ بہت پیاری سی لڑکی ہے۔ اس کی آواز میں ایسا ترنم ہے جسے فنا نہیں ہونا چاہیے اور وہ اسے فنا کر رہی ہے۔"

"کیا یہ بالکل تنہا ہے؟"

"ہاں، اس کے تمام خاندان والے اپنی سرزمین کے لیے شہید ہو گئے۔ اس کا کوئی ٹھکانہ ہے اور نہ ہی کوئی اپنا ہے۔"

میں نے کار کی پچھلی کھڑکی سے حدلقیہ کو دیکھتے ہوئے کہا "تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا کہ تمھارا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔ میں کیا تمھیں پناہ نہیں دے سکتا؟"

اس نوجوان نے کہا "آپ پناہ دیں گے تو یہ آپ کے ساتھ رہے گی۔ جبکہ یہ دور ہی دور رہ کر آپ کے دشمنوں کو شکار کرنا چاہتی ہے اور کرتی آ رہی ہے۔"

میں نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔ "میری گاڑی میں آ جاؤ۔"

وہ اپنے آپ میں سمٹنے لگی۔ اس کی اداؤں سے پتا چل رہا تھا، ہچکچا رہی ہے۔ میں نے کہا "جب تم میرے لیے دن رات ایک کرتی ہو تو میرے حکم سے انکار نہیں کر سکتیں۔ چلو باہر آ جاؤ۔"

وہ چادر سنبھالتی ہوئی، اپنے آپ کو اچھی طرح چھپاتی ہوئی باہر آ گئی۔ پھر میرے ساتھ چلتے ہوئے میری کار کے پاس آئی۔ میں نے اس کا اگلا دروازہ کھول دیا۔ وہ بیٹھ گئی۔ نوجوان بھی ساتھ تھا۔ اس نے کہا "میں اپنی گاڑی لے جاؤں گا لیکن آپ کہاں جا رہے ہیں؟"

"شہر میں کچھ دشمن میرے پیچھے پڑ گئے تھے۔ میں وقتی طور پر نجات حاصل کرنے ادھر چلا آیا تھا۔"

یہ سنتے ہی حدلقیہ کا سر ایک جھٹکے سے اوپر کی طرف اٹھ گیا۔ جیسے وہ میری خاطر نیند سے ہڑبڑا کر بیدار ہو گئی ہو، میرے دشمنوں تک پہنچنے کے لیے پر تول رہی ہو۔ میں اس کے قریب اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ وہ نوجوان پچھلی سیٹ پر میری باتیں سننے کے لیے آ گیا۔ میں نے کہا "ہمارے ساتھیوں میں کچھ غدار بھی موجود ہیں۔ ایسے بدقماش اور منافع خور بھی ہیں جو ذرا سے دُنیاوی فائدے کے لیے اپنی عاقبت خراب کرتے ہیں۔ کیا تم ابی جمائل نامی ایک فلسطینی جوان کو جانتے ہو جس کا تعلق کیمپ بروج البراجنہ سے رہا ہے۔ میں جس شام تمھارے علاقے میں آیا تھا، وہاں وہ موجود تھا۔"

نوجوان نے کہا "ہاں، ہاں، ہم سب اسے اچھی طرح جانتے ہیں اور اسے اچھی نظروں سے نہیں دیکھتے۔ وہ غلط راستے پر چل رہا ہے۔ بزرگ اسے سمجھانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔"

"جو گمراہ ہو جائے اور کبھی راہِ راست پر نہ آنا چاہے اس پر بزرگوں کی نصیحت اثر نہیں کرتی۔ ابی جمائل نے میرے دشمنوں

میں جاکر مخبری کی ہے۔ دشمن اس تاک میں ہیں کہ کسی طرح میرے چہرے کی پلاسٹک سرجری ثابت ہو جائے۔ میرے خلاف اور ثبوت فراہم ہو جائیں تو وہ دو طرفہ اقدامات کریں گے۔ ایک تو کرسٹوفر میکی نے جس طرح انھیں بلیک میل کر کے ان سے بڑی بڑی رقمیں وصول کی ہیں، وہ رقمیں مجھ سے وصول کریں گے۔ دوسرے میری اصلیت معلوم ہونے پر بلیک میل کریں گے اور مجھے اپنا آلۂ کار بننے پر مجبور کر دیں گے۔"

میری باتوں کے دوران حدیقہ چادر کے اندر سے دونوں ہاتھ نکال کر ایک چھوٹے سے کاغذ پر کچھ لکھ رہی تھی۔ وہ ایسے موقع کے لیے ہمیشہ اپنے پاس ایک قلم اور چند کاغذات رکھتی تھی اس نے کاغذ کا وہ ٹکڑا میری طرف بڑھا دیا۔ اس نے لکھا تھا۔ "ابھی شہر چلو اور مجھے دشمنوں کے اڈے تک پہنچا دو۔"

میں نے اسے پڑھنے کے بعد کہا۔ "میں جانتا ہوں، ان کے نام اور پتے معلوم ہونے کے بعد تم انھیں زندہ نہیں چھوڑو گی۔ ایسا تو میں بھی کر سکتا تھا لیکن میں دشمنوں کو اتنی آسانی سے مرنے نہیں دیتا۔ جب وہ مجھے بلیک میل کرنا چاہتے ہیں، مجھ سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں تو میں ان سے مجاہدین کے لیے فائدے حاصل کرنے کی کوشش کروں گا۔ میں شہر میں ایک جال پھیلا کر آیا ہوں۔ آج رات تک میرے دشمن میرے شکنجے میں ہوں گے لہٰذا میں کل تک شہر واپس نہیں جاؤں گا اور نہ ہی تم جاؤ گی۔"

میرے موجودہ منصوبے کے مطابق ایک تو عزت علی آج رات تک پہنچنے والا تھا۔ دوسرے میں نے عزت علی کو گولڈن ریکٹ کے تمام خفیہ اڈوں کے پتے نہیں بتائے تھے تقریباً چار خفیہ اڈے ایسے تھے جن کا پتا بیلی کو بتانا چاہتا تھا لیکن ایسے وقت جب عزت علی اپنی مہم شروع کرے۔ ادھر لیلی اپنے طور پر دشمنوں کو ہراساں کرے اور سیکرٹ سروس کی جاسوسہ کی حیثیت سے بیروت میں پہلا کارنامہ انجام دے۔

میں نے نوجوان سے پوچھا۔ "اس بستی میں کیا مسلمانوں کی اکثریت ہے؟"

"جی نہیں۔ مسلمانوں یہودیوں اور عیسائیوں کی ملی جلی آبادی ہے۔ اگر آپ شہر واپس نہیں جانا چاہتے تو آگے بڑھ جائیں۔ آپ بیروت سے بارہ میل ادھر ہیں اور دس میل بڑھیں گے تو ڈیمور پہنچ جائیں گے۔ وہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے اور فلسطینی مسلمانوں کا بہت بڑا کیمپ ہے۔"

میں نے پوچھا۔ "کیا تم بھی ہمارے ساتھ چلو گے؟"

"اگر میری ضرورت ہو تو چلوں گا۔ ورنہ ضرورت کے وقت وہاں سیکڑوں ہزاروں مسلمان کسی بھی معاملے میں آپ کے ساتھ ہو جائیں گے۔"

"پھر تم واپس جا کر آرام کرو۔ میں حدیقہ کو اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں۔"

وہ کار سے اتر کر ہمیں الوداع کہتا ہوا اپنی گاڑی کی طرف جانے لگا۔ میں نے کار کو اسٹارٹ کیا۔ پھر آگے بڑھا ہائی وے کی طرف آیا۔ اس کے بعد ڈیمور کی طرف چل پڑا۔ ذرا سی دیر میں وہ بستی پیچھے رہ گئی۔ اب ہم کار کی محدود فضا میں تنہا تھے مگر وہ ایک عجیب ہمسفر تھی۔ میری آواز سن سکتی تھی میں اس کی آواز نہیں سن سکتا تھا۔ میں اپنی بات کہہ سکتا تھا مگر وہ اپنی بات مجھ سے نہیں کہہ سکتی تھی۔

میں نے ایک سرد آہ بھر کر اردو زبان میں کہا۔ ع

تصویر تیری دل میرا بہلا نہ سکے گی
میں بات کروں گا تو یہ خاموش رہے گی

وہ ذرا سا سر گھما کر میری طرف دیکھنے لگی۔ دیکھنا کیا تھا، چادر کا لانبا سا گھونگھٹ تھا۔ وہ مجھے دیکھ رہی ہوگی۔ میں اسے دیکھ نہیں سکتا تھا۔ شاید وہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ میں اپنی زبان میں کیا بول رہا ہوں۔ بے شک وہ جواب نہیں دے سکتی تھی لیکن میری بات سمجھنے کا حق رکھتی تھی۔ میں نے انگریزی میں اس کا ترجمہ سنایا۔ وہ جلدی سے ذرا دور کھسک گئی۔ دروازے سے لگ کر کھڑکی کے اس پار دیکھنے لگی۔

میں نے کہا۔ "صبح جو کچھ ہوا مجھے اس کا افسوس ہے۔ میرا ہرگز یہ مطلب نہیں تھا کہ تم مجھ سے دور چلی جاؤ۔ میں تو تم سے صرف وہی کہہ رہا تھا جو تمھارے ہاتھ کی لکیریں کہہ رہی تھیں۔"

یہ سنتے ہی اس نے فوراً اپنے دونوں ہاتھوں کو چادر کے اندر چھپا لیا۔

میں نے ونڈ اسکرین کے پار دیکھتے ہوئے کہا۔ "حدیقہ! میں اپنے بارے میں ایک ذرا مختصر سی بات کہہ دوں۔ میں انسان ہوں اور انسان اگر باذوق ہے تو وہ ہر خوبصورت چیز کو پسند کرتا ہے۔ خواہ وہ عورت ہو، پھول ہو یا ایک خوبصورت سی کتاب ہو۔ میں جانتا ہوں، تم مجھ سے متاثر ہو لیکن کس حد تک، یہ نہیں جانتا۔ تم ہمیشہ ایک بات یاد رکھنا۔ میں ایک [illegible] ہوں۔ اچانک یہاں آیا ہوں اور اچانک کسی دن چلا جاؤں گا۔ پھر اجنبی بھی ایسا جس کا اصلی چہرہ تم نے دیکھا ہے۔ جب میں تمھاری بستی میں آیا تھا تو اس وقت بھی میں کسی دوسرے روپ میں تھا۔ آج بھی کسی دوسرے روپ میں ہوں اور [illegible] سے جاؤں گا تو نہ جانے کس روپ میں ہوں گا۔ یقین کرو، میں نے خود اپنا اصلی چہرہ بہت کم دیکھا ہے۔"

وہ چپ چاپ سر جھکائے بیٹھی ہوئی تھی۔ جواباً کچھ لکھ کر دے سکتی تھی لیکن شاید لکھنے کی کوئی بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ جو کچھ میں کہہ رہا تھا، ہو سکتا ہے اس پر سنجیدگی سے غور کر رہی ہو۔ میں نے اسے غور کرنے کے لیے چھوڑ دیا۔ پھر خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا مرجانہ کے دماغ میں پہنچ گیا۔

وہ بلبا کے ساتھ ہیلی کاپٹر میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے ساتھ اسرائیلی حکومت کے پانچ نمائندے تھے اور وہ سب وادیٔ قاف کی طرف جا رہے تھے۔ میں نے بلبا کی خیریت دریافت کی۔ مرجانہ نے جواب دیا۔ "بظاہر خیریت سے ہے لیکن اس کے زخموں کا شمار نہیں ہے۔ اندر سے کیا حالت ہے، یہ تم اس کے دماغ میں جا کر معلوم کر سکتی ہو۔"

میں بلبا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ مجھے محسوس کر رہا تھا اور میں اس کے زخموں کی ٹیسوں کو، تکلیفوں کو اس کی طرح محسوس کر رہا تھا۔ میں نے اسے تسلی دی۔ پھر کہا۔ "میں تمھارا انتظار کر رہی ہوں۔ ابھی تمھارے بابا سے کہتی ہوں کہ تم آ رہے ہو۔"

پھر میں نے مرجانہ سے کہا۔ "پائلٹ سے دریافت کرو کتنی دیر میں یہ ہیلی کاپٹر وادی میں پہنچے گا۔"

مرجانہ نے اس سے پوچھا۔ میں نے اس کا جواب سننے کے بعد سونیا سے رابطہ قائم کیا۔ وہ وادی کے ایک کھلے میدان میں ایک ہیلی کاپٹر کے پاس کھڑی ہوئی تھی۔ وہ ماسکو سے کی طرف سے آیا تھا اور سونیا اس کے نمائندوں سے مصافحہ کرتے ہوئے گفتگو کر رہی تھی۔ ان کا طریقہ کار یہ تھا کہ رسونتی غلبا کی رہائش گاہ میں بیٹھی ہوئی تھی۔ سونیا نے غلبا کو آنے والوں کا استقبال کرنے سے اس لیے روکا تھا کہ اب وہ ایک نئی مملکت کا سربراہ تھا، اگرچہ یہ مملکت ابھی تسلیم شدہ نہیں تھی مگر اس کا آغاز ہو چکا تھا۔ وہاں آنے والوں سے رسونتی کو بھی اس لیے دور رکھا گیا تھا کہ وہ سونیا کے ذریعے ان کے دماغوں میں پہنچے گی اور معلوم کرے گی کہ آنے والے کس مزاج کے لوگ ہیں۔ ان کے عزائم کیا ہیں۔ ان کی اپنی صلاحیتیں کیا ہیں اور وہ ایسی کوئی چیز تو اپنے ساتھ نہیں لا رہے ہیں جس سے وادی والوں کو کوئی نقصان پہنچ سکے۔

ان سے پہلے بھارتی ہیلی کاپٹر وہاں پہنچا تھا۔ ان کے ساتھ بھی یہی طریقۂ کار اختیار کیا گیا تھا۔ سونیا جب ان سے گفتگو کرتی تھی، رسونتی اسے خیال خوانی کے ذریعے بتاتی تھی کہ فلاں کے پاس فلاں چیز ہے، اسے لے کر رکھ لیا جائے۔ جب وہ یہاں سے واپس جائیں گے تو ان کی چیزیں انھیں واپس کر دی جائیں گی۔ مثلاً وہاں آنے والوں کو سگریٹ پینے کی تو اجازت تھی لیکن شراب پینا قطعی ممنوع تھا۔ کوئی سگریٹ کے تمباکو میں چرس ملا کر بھی استعمال نہیں کر سکتا تھا۔ ویسے وہاں آنے والے معزز سیاست داں تھے۔ اپنی عزت، شخصیت اور وقار کو برقرار رکھنا جانتے تھے۔ اس لیے ایسی چھچھوری حرکت نہیں کر سکتے تھے۔ تاہم جن کے پاس سے شراب کی بوتلیں برآمد ہوئیں، ان بوتلوں کو یہ کہہ کر ضبط کر لیا گیا کہ واپسی میں ان کے حوالے کر دی جائیں گی۔

سونیا مصروف تھی۔ میں نے رسونتی کے پاس جا کر بتایا کہ مرجانا اور بلبا آدھے گھنٹے کے اندر پہنچنے والے ہیں۔ رسونتی نے ٹارزر غلبا کو اس کے بیٹے اور ہونے والی بہو کے آنے کی خوشخبری سنائی۔ پھر سونیا سے کہا۔ "اس ہیلی کاپٹر کو جلدی فارغ کرو۔ آدھے گھنٹے کے اندر مرجانہ اور بلبا یہاں پہنچ رہے ہیں۔"

میں رسونتی کے دماغ میں تھا۔ وہاں سے جانا چاہتا تھا اس نے کہا۔ "ذرا ٹھہرو۔ ایک ضروری بات ہے۔"

میں نے پوچھا۔ "کیا کہنا چاہتی ہو؟"

"میں انسانی فطرت کے متعلق بات کرنا چاہتی ہوں۔ جب کوئی شخص تنہا بیٹھا رہتا ہے یا لیٹا رہتا ہے تو بے خیالی میں کچھ نہ کچھ کرتا رہتا ہے۔ یہ بات میں نے بلیک شیڈو سے گفتگو کرتے وقت محسوس کی۔ جب بھی وہ باتیں کرنے کے بعد خاموش ہوتا تھا تو مجھے کھٹ کھٹ کی آواز سنائی دیتی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ سوچنے کے دوران میز پر انگلیاں بجا رہا ہو۔"

دشمن کی کوئی کمزوری ہاتھ آ جائے تو بے پناہ خوشی ہوتی ہے۔ یہی خوشی مجھے حاصل ہو رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "واہ رسونتی! تم نے تو کمال کر دیا۔ اتنی معمولی سی بات پر توجہ دے کر اپنی بہترین ذہانت کا ثبوت دیا ہے۔ آج میں تم سے بہت خوش ہوں۔ وہ کمبخت بلیک شیڈو اپنے آپ کو صرف سایہ کہتا ہے۔ انشا اللہ ایک دن ہم اس کی اسی عادت کی وجہ سے اس کی شہ رگ تک پہنچ جائیں گے۔"

میں نے ایک بہت ہی طویل ناراضگی، کشیدگی اور دشمنی کے بعد پہلی بار اس کی تعریف کی تھی۔ وہ خوشی سے کھل رہی تھی۔ اس نے کہا۔ "مجھے کتنی مسرت حاصل ہو رہی ہے، تم میرے دل کی گہرائیوں میں اتر کر سمجھ رہے ہو گے۔ میں صرف اتنا ہی کہنا چاہتی ہوں، مجھے اپنا سمجھتے رہو۔ آج جیسی ذمے داریاں مجھے سونپی ہیں، آئندہ بھی ذمے داریوں کا بوجھ مجھے اٹھانے دیا کرو۔ اس طرح تجربات بھی حاصل ہوتے رہیں گے اور میں اپنی ذہانت کا ثبوت دینے کی کوشش بھی کرتی رہوں گی۔"

"یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ میں کوئی کام تمھارے سپرد کروں۔ تم میرا انتظار کیے بغیر میرے کسی بھی کام میں ہاتھ بٹا سکتی ہو۔ ہم دونوں ٹیلی پیتھی کی ایک ہی کشتی پر سوار ہیں۔ کشتی میں

دو چپّو ہوتے ہیں۔ ایک میرے ہاتھ میں ہے۔ ایک تمھارے ہاتھ میں۔ ہم دونوں ایک ہی سمت بہتے جارہے ہیں۔ ایک ہی انداز میں چپّو چلا رہے ہیں۔ ہماری منزل ایک ہے۔ جب راستہ بہت طویل ہوتا ہے تو ایک چپّو چلاتا ہے دوسرا آرام کرتا ہے۔ جب پہلا تھک جاتا ہے تو وہ آرام کرتا ہے اور دوسرا چپّو چلاتا ہے۔ اسی طرح جب میں سوجایا کروں تو تم میرا کام کیا کرو۔ تم آرام کروگی تو میں تمھاری ڈیوٹی پوری کرتا رہوں گا۔"

"میں انھی اصولوں کے مطابق کام کرتی رہوں گی۔ مجھے یہ بتاؤ، مرجانہ اور بلبا تھوڑی دیر میں پہنچنے والے ہیں۔ اُدھر ہم ڈمی فرہاد کو کب تک کٹھ پتلی بنائے رکھیں گے۔ اس کا بھید کھل سکتا ہے۔ ربی اسفندیار کسی وقت بھی تنویمی عمل کے ذریعے اس کی اصلیت معلوم کرسکتا ہے۔"

"ربّی ہمیشہ دس بجے رات کو تنویمی عمل کرتا ہے۔ سونیا کے ساتھ بھی وہ یہی کرتا رہا۔"

رسونتی نے تائید کرتے ہوئے کہا "تم درست کہتے ہو، اس نے مجھ پر بھی کئی بار ٹھیک دس بجے عمل کیا ہے۔"

"جب یہاں ہیلی کاپٹر سے بیرونی ممالک کے نمائندے پہنچ جائیں تو ان سے فرصت پاتے ہی تم ڈمی کے دماغ میں پہنچ جانا اور اسے بے وقت سُلا کر ٹیلی پیتھی کے ذریعے عمل کرنا۔ اس کے دماغ کے تہ خانے میں یہ بات بٹھا دینا کہ وہ ڈمی نہیں، اصلی ہے۔ جس طرح میں نے سجاد کے دماغ میں اپنے کردار کو نقش کر دیا تھا۔"

"اچھی بات ہے، میں یہی کروں گی۔"

"اب تم باہر سے آنے والے نمائندوں پر توجہ دو۔ میں جارہا ہوں۔"

میں نے اس سے رخصت ہوکر ڈرائیونگ کی طرف توجہ دی۔ ویسے میں ڈرائیو کرنے کے دوران خیال خوانی اس انداز میں کررہا تھا کہ پوری طرح اپنی جگہ سے غیر حاضر نہ رہ سکوں یوں بھی انسانی دماغ اتنا تیز اور حساس ہوتا ہے کہ نیند میں غفلت کے دوران بھی خطرے کے وقت چونکا دیتا ہے اور میں تو نیند میں نہیں، سوچ میں ڈوبا ہوا تھا اور سوچنے والا آدمی غیر شعوری طور پر ہر طرف سے محتاط رہتا ہے۔

میں نے کن انکھیوں سے حدیقہ کی طرف دیکھا۔ اس کا ایک ہاتھ چادر سے باہر آگیا تھا اور وہ ہاتھ اس کے زانو پر رکھا ہوا تھا۔ کبھی وہ آہستہ آہستہ مٹھی بھینچتی تھی کبھی کھولتی تھی۔ اس کی انگلیاں جس انداز میں متحرک تھیں، اس سے ظاہر تھا، وہ کسی اضطراب میں مبتلا ہے یا مجھ سے کچھ کہنا چاہتی ہے لیکن کہہ نہیں سکتی۔ لکھنا چاہتی ہے مگر لکھ نہیں سکتی۔ کچھ باتیں قلم اور زبان کی نوک تک آتے آتے رہ جاتی ہیں۔

میں نے پوچھا "تم کچھ کہنا چاہتی ہو؟"

وہ خاموش رہی۔ اس کا وہ ہاتھ جو مٹھی کی صورت میں کبھی بھنچ رہا تھا کبھی کھل رہا تھا، ساکت ہوگیا جیسے اس کے اضطراب کو اور چور خیالات کو میں نے پڑھ لیا ہو۔

"کچھ کہنا چاہتی ہو تو لکھ کر دو۔ میں تمھیں چادر کے باہر آنے پر مجبور نہیں کروں گا۔ میں نے اور ایک بزرگ عالم دین نے تمھیں سمجھایا لیکن تم ان میں سے ہو جو بات زبان سے کہہ دینے کے بعد نہیں پھرتے۔ تاحیات اسی پر قائم رہتے ہیں۔ اس لیے تمھیں مجبور نہیں کروں گا۔"

وہ کاغذ اور قلم نکال کر سیٹ پر ذرا آگے کھسک آئی پھر کاغذ کو ڈیش بورڈ پر رکھ کر لکھنے لگی۔ وہ بڑی تیزی سے لکھ رہی تھی۔ اس لیے اس کی تحریر کو میرے ہاتھوں تک پہنچنے میں دیر نہیں لگی۔ میں نے اسے پڑھا۔ اس نے لکھا تھا۔

"میرے محسن،

آپ بڑے تحمل سے کام لیتے ہیں، ابھی تک آپ نے ابی جمائل جیسے گھر کے بھیدی کو ڈھیل دے رکھی ہے. آپ کے میکی بن کر رہنے والے زبردست منصوبے کو اس نے نقصان پہنچایا ہے لیکن آپ مطمئن ہیں۔ سچ ہے سمندر جتنا گہرا ہوتا ہے، اتنا ہی پُرسکون ہوتا ہے۔ میں جانے کیوں بے اختیار آپ سے متاثر ہوتی جارہی ہوں۔

مگر میرے محسن، آپ دشمنوں سے اپنے بچاؤ کے لیے کیا کررہے ہیں؟ جس گاڑی میں ہم سفر کررہے ہیں، یہ ان کتوں کی جانی پہچانی ہوگی. وہ ہمیں ڈیمور میں گھیر سکتے ہیں۔ ہوسکتا ہے، ابھی کسی ملحقہ جگہ وہ ہمارا راستہ روک لیں۔ میں دیکھ چکی ہوں کہ آپ کے منصوبے دوررس نتائج کے حامل ہوتے ہیں۔ پھر بھی میں مطمئن نہیں ہوں۔ آپ مجھے بتائیں کہ آپ کیا کرنا چاہتے ہیں۔ اچانک آپ نے ڈیمور جانے کا پروگرام کیوں بنالیا؟"

میں نے کہا "بیروت سے نکل آنے کا مطلب یہ ہے کہ دشمن وہاں تلاش کرتے رہیں اور میں اپنے طور پر منصوبے بناتا رہوں۔ یہاں تم سے ملاقات ہونے سے پہلے میں نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے تمام ماتحتوں کو صورتِ حال سے آگاہ کر دیا ہے۔ وہ میرے دشمنوں سے نمٹتے رہیں گے۔ ڈیمور میں بھی دشمنوں نے مجھے گھیرنے کی کوشش کی تو میرے آدمی ان سے ٹکرائیں گے۔ پھر ہم دونوں جان پر کھیلنا جانتے ہیں۔ ایسے میں دشمنوں کی پروا کیوں کریں۔"

میں نے ایک ذرا توقف کے بعد کہا "رہ گئی یہ گاڑی والی بات، دشمن مجھے اس گاڑی کے ذریعے بہ آسانی پہچان سکتے ہیں لیکن وہ تو مجھے چہرے سے بھی پہچان سکتے ہیں۔ میں نے تمھاری طرح اپنے آپ کو چھپا کر نہیں رکھا ہے۔ تمھارے مشورے کے مطابق میں اس گاڑی کو یہاں چھوڑ دوں یا کسی گیراج میں لے جاکر چھپا دوں تو اپنے آپ کو کہاں چھپاؤں گا۔ تمھاری طرح چادر میں چھپنے سے تو رہا۔"

میں اس کی تحریر کا جواب دینے کے دوران اس کے ہاتھ کو دیکھ رہا تھا۔ وہ ہاتھ اب پھر زانو پر رکھا ہوا کچھ مضطرب تھا۔ یہ سچ ہے، انسان اپنے چہرے سے، اپنی آنکھوں سے، اپنے ہاتھ کی لکیروں سے پہچانا جاتا ہے۔ اگر وہ ان تمام چیزوں کو چھپالے تو اپنے سر سے لے کر پاؤں تک بے اختیاری حرکتوں کے ذریعے پہچانا جاتا ہے۔ وہ کہنا کچھ چاہتی تھی لیکن میرے کہنے پر کچھ اور لکھ کر دیا تھا۔ اگر وہ اپنے دل کی بات کہہ دیتی تو ایسا اضطراب قائم نہ رہتا۔ کچھ تو وہ پُرسکون رہتی۔

جو کچھ اس کے دل میں تھا، وہ جو بھی سوچ رہی تھی، اس کے متعلق کسی فیصلے تک پہنچنے سے پہلے بے چین لمحات سے گزر رہی تھی۔ میں نے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا پھر خیال خوانی کی پرواز کی۔ اعلیٰ بی بی نے مجھے محسوس کرتے ہی مسکرا کر پوچھا "کیا رسونتی؟"

"نہیں، فرہاد۔"

وہ اپنے سامنے کھڑی ہوئی دو عدد اعلیٰ بی بیوں کو دیکھنے لگی تاکہ میں بھی اس کے ذریعے انھیں دیکھتا رہوں۔ وہ دونوں سر سے پاؤں تک مکمل اعلیٰ بی بی نظر آرہی تھیں۔ ان کی چال ڈھال، نشست و برخاست میں ایک ذرا فرق نہیں تھا۔ اعلیٰ بی بی انھیں مختلف ذہنی آزمائشوں سے گزار رہی تھی اور وہ دونوں کامیاب ہوتی جارہی تھیں۔

مجھے یاد آیا، جب پہلی بار وہ میری زندگی میں آئی تو اس کا یہی انداز تھا۔ اصل اعلیٰ بی بی کون ہے، میں کبھی سمجھ نہیں پاتا تھا۔ جو میرے سامنے آتی تھی، اس کے گلے میں سیاہ موتیوں کی مخصوص مالا ہوتی تھی۔ سب کا انداز ایک جیسا ہوتا تھا۔ وہ باپا صاحب کے حکم سے مجبور تھی. میرے سامنے ظاہر نہیں ہوسکتی تھی۔ آخر ایک مرحلے پر اس نے خود کو ظاہر کردیا تھا۔

میں نے کہا "بہت عرصے کے بعد تم نے پھر ڈمی اعلیٰ بی بی تیار کی ہیں۔ اس کا مقصد؟"

"تم اور رسونتی ٹیلی پیتھی کے ذریعے دنیا والوں سے چھپ جاتے ہو۔ میں کیسے چھپ سکتی ہوں۔ میرے پاس یہی طریقۂ کار ہے۔ میں سمجھتی ہوں، وادی کے اندر اور باہر جتنے دشمن پھیلے ہوئے ہیں، انھیں صرف تم دونوں کی نہیں، سونیا کی اور میری بھی تلاش ہوگی۔ سونیا نے تو خود کو ظاہر کر دیا ہے۔ وہ ابھی وادی میں رہے گی لیکن میں کہاں پائی جاؤں گی۔ یہ دشمن کبھی نہیں سمجھ پائیں گے۔"

میں نے پوچھا "کیا سجاد پہنچ گیا ہے؟"

"ہاں، وہ انھی میں سے ایک اعلیٰ بی بی کے ساتھ وادیٔ قاف کی مہم پر روانہ ہوگا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی میری خیال خوانی کا سلسلہ یکبارگی ٹوٹ گیا۔ میری کار کے پچھلے حصّے کی طرف دھماکہ سا ہوا تھا۔ گاڑی ایک جھٹکے سے ڈولنے لگی تھی۔ میرے ہاتھ سے اسٹیئرنگ نکلنا ہی چاہتا تھا، میں نے فوراً ہی اسے قابو میں کیا۔ گاڑی کو بریک لگاتے ہوئے سڑک کے کنارے روک دیا۔ چیختے ہوئے کہا "حدیقہ! فوراً دروازہ کھولو اور جھکتے ہوئے قریبی ٹیلے کے پیچھے پہنچنے کی کوشش کرو۔ میں تمھارے پیچھے ہوں۔"

ایسا کہنے کے دوران میں نے گاڑی کے پچھلے اسکرین کے پار دیکھا۔ ایک جیپ تیزی سے چلی آرہی تھی۔ اس میں کئی افراد تھے۔ ایک شخص جیپ کے اگلے حصّے کی طرف کھڑا ہوا ریوالور کے ساتھ نظر آرہا تھا۔ اسی نے ہماری گاڑی کے پچھلے پہیے پر فائرنگ کی تھی۔

ہم گاڑی سے نکل کر تیزی سے جھکتے ہوئے سڑک کے کنارے ایک گھنے درخت کے پاس پہنچے۔ اسی وقت پے درپے فائرنگ ہوئی۔ فائرنگ کی آواز نہیں تھی۔ شاید دو تین ریوالوروں میں سائلنسر لگے ہوئے تھے لیکن ہمارے قدموں کی طرف تھوڑی سی مٹی اڑتی ہوئی نظر آئی تھی۔ ہم درخت کی آڑ میں پہنچ گئے تھے۔ وہاں سے ہم نے آگے کی طرف چھلانگ لگائی پھر زمین پر لیٹے ہی لیٹے رینگتے ہوئے ٹیلے کی طرف جانے لگے۔ اس وقت تک جیپ والے ہماری گاڑی کے قریب پہنچ کر رک رہے تھے، اپنی جیپ پر سے چھلانگیں لگا رہے تھے۔ اس کے بعد ہی وہ نشانہ لے کر فائرنگ کرسکتے تھے۔ ہمارے لیے اتنی مہلت کافی تھی۔ ہم دوڑتے ہوئے ٹیلے کے پیچھے پہنچ گئے۔

یہ تو میری، سونیا اور مرجانہ کی پرانی عادت ہے. ہم کبھی اپنے پاس ہتھیار نہیں رکھتے۔ حدیقہ کے پاس میں نے دو خنجر دیکھے تھے کبھی اس کے پاس بھی ریوالور نہیں دیکھا

تھا لیکن اس کی چادر عمرعیّار کی زنبیل تھی جس کے اندر پتا نہیں کیا کچھ چھپا ہوا تھا۔ ٹیلے کے پیچھے پہنچ کر میں نے دیکھا، وہ چادر کے اندر دونوں ہاتھ ڈالے کچھ کر رہی تھی۔ پھر چادر کے باہر کارتوس کی ایک لمبی سی پٹی نظر آئی۔ اس کے ساتھ ہی ٹامی گن برآمد ہوئی۔

ایک شخص کی آواز سنائی دی۔ وہ چیخ کر اپنے ایک ساتھی سے کہہ رہا تھا "لُو پیٹر، تم کار کے پاس کیوں رک گئے۔ اِدھر آؤ، ہم انھیں گھیر لیں گے۔ وہ نہتے ہیں۔ اگر ان کے پاس ہتھیار ہوتا تو جوابی فائرنگ کرتے ہوئے ٹیلے کے پیچھے جاتے۔"

دوسری طرف سے پیٹر کی بلند آواز سنائی دی "تم انھیں گھیرنے کی کوشش کرو۔ میں اس کار کو چیک کرتا ہوں۔ میکی کے متعلق ضرور کچھ برآمد ہوگا۔"

میں دو دشمنوں کے دماغوں میں پہنچ چکا تھا۔ پیٹر کار کے اندر پہنچ کر اس کے ڈیش بورڈ کو ٹٹول رہا تھا۔ اسے سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ اس کے خانے کس طرح کھلتے اور بند ہوتے ہیں۔ میں نے اس کی رہنمائی کی۔ اس نے پہلے تو ایک خانے کو کھول کر اس میں سے دستاویزات اور دوسری تمام چیزیں نکال لیں۔ پھر دوسرے خانے سے ٹرانسمیٹر نکالا۔ تیسرے خانے میں کرنسی نوٹ اور ایک بھرا ہوا ریوالور اور کچھ کارتوس رکھے ہوئے تھے۔ اس نے تمام چیزوں کو اپنی تحویل میں لیا۔ وہاں سے نکل کر دوڑتا ہوا جیپ کے پاس آیا۔ پھر اسٹیئرنگ سیٹ کو اٹھا کر اس میں دستاویزات اور ٹرانسمیٹر رکھ دیے۔ کرنسی نوٹوں کو وہ پہلے ہی اپنی جیبوں میں ٹھونس چکا تھا۔ اسے ریوالور کی ضرورت نہیں تھی۔ تاہم اسے بھی لے آیا تھا۔ پھر وہ سیٹ پر بیٹھ کر جیپ ڈرائیو کرتا ہوا اسے راستے سے اتار کر ٹیلے کی طرف آنے لگا۔ ایک شخص نے چیخ کر پوچھا "یہ کیا کر رہے ہو۔ گاڑی اِدھر کیوں لا رہے ہو؟"

میں نے حدلیقہ سے کہا "اچھا موقع ہے۔ تم اس بڑے سے پتھر کے پیچھے جاکر فائرنگ کرو۔"

اس نے فوراً ہی میری ہدایت پر عمل کیا۔ دوڑتی ہوئی پتھر کے پیچھے گئی۔ پھر وہاں سے فائرنگ شروع کر دی تھی۔ اس کے تمام ساتھی بوکھلا گئے۔ حدلیقہ کی فائرنگ تو سمجھ میں آ رہی تھی، وہ دشمن تھی لیکن دوست کی فائرنگ سمجھ میں نہیں آئی۔ انھوں نے چیخ کر پوچھا "یہ کیا حماقت کر رہے ہو؟"

وہ پوچھنے والا جواب سننے کے لیے زندہ نہ رہ سکا۔ اپنے ہی ساتھی کی ایک گولی نے اس کے پاؤں زمین سے اکھاڑ دیے۔ وہ گر کر تڑپنے لگا۔ دوسری طرف جیپ والے کے دماغ نے میری سوچ کی لہروں کو واپس کر دیا کیونکہ اس کی کھوپڑی میں بھی سوراخ ہوگیا تھا۔ اس کے ساتھیوں میں سے جب ایک نے دیکھا کہ اپنا ہی دوست دشمن بن گیا ہے تو اس نے اس کا کام تمام کر دیا تھا۔ اُدھر حدلیقہ نے ایک کو مار گرایا تھا۔ اب وہ اس پتھر کی آڑ سے نکل کر دوڑتے ہوئے دوسرے پتھر کی طرف جا رہی تھی۔ جب دو طرفہ فائرنگ قائم ہو تو اس طرح اندھا دھند جگہ تبدیل نہیں کرنا چاہیے۔ حدلیقہ نے غلطی کی تھی۔ اسی وقت ایک گولی چلی اور اس کے قدم اکھڑ گئے۔ وہ اچھل کر قلابازی کھاتی ہوئی، لڑھکتی ہوئی دوسرے پتھر کے پیچھے پہنچ گئی۔ میرا دل دھک سے رہ گیا۔ کیا اسے گولی لگ گئی ہے؟

چند لمحوں کے بعد ہی اس پتھر کے پیچھے سے تڑتڑاہٹ کی آواز سنائی دی۔ مسلسل فائرنگ کے ساتھ ہی ایک شخص کی چیخ بھی سنائی دی۔ یعنی حدلیقہ کو گولی مارنے والا اس کی فائرنگ کی زد میں آکر گر پڑا تھا۔

وہ مجھے نظر نہیں آ رہی تھی۔ ہمارے چاروں طرف سناٹا چھا گیا تھا۔ میں نے حساب لگایا۔ چار دشمن کام آ گئے تھے۔ ابھی دو یا تین رہ گئے تھے۔ کیونکہ اس جیپ میں کوئی چھ سات آدمی تھے۔ اچانک مجھے اپنے پیچھے آواز سنائی دی۔

"ہالٹ اینڈ اباؤٹ ٹرن، کیپ یور ہینڈز اپ۔"

میں نے حکم کی تعمیل کی۔ دونوں ہاتھ اوپر اٹھاتے ہوئے ان کی طرف پلٹ کر دیکھا۔ وہ دو تھے۔ میرے سامنے ذرا دور کھڑے ہوئے تھے۔ دونوں کے ہاتھوں میں ریوالور تھے۔ ایک نے کہا "مسٹر میکی! اپنے گاڈ کو تھینکس دو۔ ہمیں حکم دیا گیا ہے، تمھیں گولی نہ ماری جائے۔"

دوسرے نے کہا "لہٰذا کوئی چالاکی نہ دکھاؤ۔ ورنہ ہم گولی مارنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ چپ چاپ اِدھر آؤ اور ہمارے آگے چلتے ہوئے جیپ میں بیٹھ جاؤ۔"

اسی وقت ایک فائر کی آواز سنائی دی۔ میں نے اندازہ کیا۔ حدلیقہ میرے دشمنوں کی آواز سن کر میری طرف آنا چاہتی تھی۔ باقی تین بچنے والے دشمنوں میں دو میرے سامنے تھے اور ایک نے حدلیقہ کو فائرنگ کے ذریعے روک رکھا تھا۔

میں نے خیال خوانی کے ترکش سے ایک تیر نکالا۔ پھر اسے چلّے پر چڑھاتے ہوئے ان میں سے ایک کا نشانہ لیا۔ اس نے ہنستے ہوئے کہا "چونکہ تمھیں زندہ گرفتار کرنے کے لیے کہا گیا ہے، اس لیے میرے اس ریوالور کی قطعی ضرورت نہیں ہے۔"

یہ کہتے ہی اس نے پوری قوت سے ریوالور کو دور پھینک دیا۔ اس کا ساتھی اس حرکت پر اعتراض کرنا چاہتا تھا۔ دوسرے ہی لمحے وہ بھی قہقہہ لگاتے ہوئے کہنے لگا۔ "تم کیا سمجھتے ہو، ریوالور تمھی پھینک سکتے ہو۔ میں تم سے بھی زیادہ دور پھینک سکتا ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے اپنا ریوالور زیادہ دور پھینک کر دکھایا۔ اب وہ دونوں نہتے ہو گئے۔ جب تک وہ دوسرا ریوالور پھینکتا رہا، پہلا میری ٹیلی پیتھی کی زد سے نکل کر سوچ رہا تھا۔ یہ اس نے کیا حماقت کی۔ ریوالور کہاں پھینک چکا ہے؟ جہاں اس نے پھینکا تھا، اُدھر دیکھ رہا تھا لیکن وہ اتنی دور تھا کہ اُدھر دوڑ کر جاتا تو میں اس کا راستہ روکتا یا اس پر حملہ کرتا۔

یہی بات اب دوسرا سوچ رہا تھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ پھر ایک نے کہا "جو ہونا تھا ہو چکا۔ جو حماقت ہو چکی ہے تو اسے زندہ پکڑو۔ یہ ہم دونوں کا مقابلہ نہیں کر سکے گا۔"

یہ کہتے ہی ایک دوڑتا ہوا میری طرف آیا۔ ایک تو میں خیال خوانی کے ذریعے معلوم کر سکتا تھا کہ وہ کس انداز میں حملہ کرے گا۔ دوسرے دوڑ کر آنے کے انداز سے ہی معلوم ہو رہا تھا، فلائنگ کک مارے گا۔ جیسے ہی وہ فضا میں اچھل کر میری طرف آیا، میں ایک طرف ہٹ گیا۔ ظاہر ہے اسے پتھریلی زمین پر گرنا تھا اور وہاں گرنے کے بعد اسے جو چوٹیں آئی تھیں اس کے نتیجے میں چیخنے اور تڑپنے لگا تھا۔ اس کا دوسرا ساتھی اس دوران میرے قریب پہنچ گیا تھا۔ اب وہ کراٹے کے ہاتھ دکھا رہا تھا اور میں ان ہاتھوں کو روکتا جا رہا تھا۔ اس کے لڑنے کا اسٹائل بتا رہا تھا کہ وہ کراٹے ماسٹر ہے۔ بلیک بیلٹ ضرور ہوگا۔ صرف کراٹے کا ہاتھ ہی نہیں کبھی کبھی ٹانگیں بھی چلاتا تھا۔ بڑے ہی خوبصورت اسٹائل سے گھوم کر کک مارتا تھا۔ میری جگہ کوئی دوسرا ہوتا تو کبھی اس کے حملوں سے محفوظ نہ رہتا۔ میں اس کے دماغ کو پڑھتا جا رہا تھا اور وہ بے چارا پریشان ہو رہا تھا، آخر اس کا کوئی حملہ کامیاب کیوں نہیں ہو رہا ہے؟

اس کا دوسرا ساتھی جو پتھریلی زمین پر گر پڑا تھا، اب اٹھ کر میری طرف آنا چاہتا تھا۔ اسی وقت تڑتڑاہٹ فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ جواباً اس دشمن کی آواز سنائی دی جو ریوالور لیے حدلیقہ کا راستہ روک رہا تھا۔ وہ ختم ہو چکا تھا لیکن جو شخص پتھریلی زمین سے اٹھ کر میری طرف آ رہا تھا، وہ دہشت زدہ ہو کر پھر گر پڑا تھا۔

میں نے چیختے ہوئے حدلیقہ سے کہا "اب فائرنگ نہ کرنا۔ تم تینوں کو مار چکی ہو۔ کم از کم یہ دو میرے لیے رہنے دو۔"

اس نے فائرنگ نہیں کی۔ شاید سوچ رہی ہوگی، اس نے کتنوں کو مارا ہے۔ میں نے غلط حساب بتایا تھا۔ حدلیقہ نے صرف تین کو ٹھکانے لگایا تھا۔ باقی ایک دشمن جیپ والے کے ذریعے مارا گیا تھا اور ان لمحات میں وہ جیپ والا میں ہی تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ بے چارا کسی اور کے ذریعے مارا گیا تھا۔ یوں حساب کیا جائے تو وہاں جو کچھ بھی ہو رہا تھا، اس کے پس پردہ میرا ہی ہاتھ تھا اور وہ ہاتھ حدلیقہ یا میرے دشمن نہیں دیکھ سکتے تھے۔

وہ میرے لڑنے کا انداز دیکھنے لگی۔ جب دشمن نے مجھ پر حملہ کیا تو میں نے اس کا ہاتھ روک کر دوسری طرف گھما دیا۔ پھر اس کے سر پر ایک چپت لگائی۔ وہ ایک دم سے جھنجلا گیا۔ جھنجلانے کی بات ہی تھی۔ جس انداز میں میں نے اسے گرفت میں لے کر دوسری طرف پلٹایا تھا، اسی طرح زبردست کراٹے کا ہاتھ اسے مار سکتا تھا یا پیچھے سے ایک لات مار کر اسے

اوندھے منہ زمین پر گرا سکتا تھا لیکن میں نے صرف ایک چپت پر اکتفا کیا تھا جیسے کوئی بزرگ بچّے کو تنبیہ کر کے چھوڑ رہا ہو۔ اور یہی بات جھنجلانے والی تھی۔ وہ پلٹ کر پھر حملہ کرنے لگا۔ اب وہ زیادہ جوش اور جنون میں تھا۔ اس کے ساتھ ہی اس کا دوسرا ساتھی بھی آگیا تھا۔ اب میں کبھی اس کے دماغ میں اور کبھی اُس کے دماغ میں جاتا تھا۔ موقع دیکھ کر کبھی دونوں کو ایک دوسرے سے لڑا دیتا تھا۔ وہ یہی سمجھتے تھے کہ مجھ پر حملہ کرنے کے دھوکے میں انھوں نے اپنے ساتھی پر حملہ کر دیا ہے۔

وہ تھکنے لگے، ہانپنے لگے۔ اس کے باوجود انھیں یقین تھا کہ وہ دو ہیں، میں اکیلا ہوں۔ وہ مجھے قابو میں کر لیں گے۔ اس دوران وہ حدیقہ کو بھول گئے تھے۔ وہ ایک پتھر پر اطمینان سے بیٹھی ہوئی تھی۔ میرے لڑنے کے انداز نے اسے مطمئن کر دیا تھا۔ اس کے باوجود وہ محتاط تھی۔ دشمن مجھ پر غالب آتے تو وہ اپنی ٹامی گن استعمال کرتی۔ ویسے اس کی نوبت کبھی نہ آتی۔

میں نے ایک حملہ کرنے والے سے پوچھا "کب تک لڑتے رہو گے؟"

اس نے ایک دم سے آگے بڑھ کر مجھ پر حملہ کیا۔ اس بار میں نے اس کے پیٹ میں لات ماری۔ وہ تکلیف کی شدت سے کراہتے ہوئے جھکنے لگا۔ میں نے اس کے بالوں کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ دوسرے کی شامت آگئی تھی۔ اسی وقت وہ بھی مجھ پر حملہ کرنے آیا تھا۔ میں ایک طرف ہٹ گیا۔ وہ اپنے ساتھی پر آپڑا۔ دونوں ہی پتھریلی زمین پر ڈھیر ہو گئے۔ نیچے والا بہت ہی تکلیف میں مبتلا تھا۔ وہ بے اختیار تڑپتا ہوا کراہ رہا تھا۔ اوپر والا اٹھنا چاہتا تھا، میں نے اس کے منہ پر ٹھوکر ماری۔ وہ بھی دوسری طرف الٹ کر پتھریلی زمین پر چاروں شانے چت ہو گیا۔ اب ان میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ پہلے کی طرح پھرتی دکھاتے اور فوراً ہی زمین سے اٹھ کر کھڑے ہو جاتے۔ وہ دونوں ہاتھ ٹیک کر اٹھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ میں نے یکے بعد دیگرے پھر ان دونوں کو ایک ایک ٹھوکر رسید کی۔ وہ زمین پر ڈھیر ہو گئے۔ میں نے پوچھا "اب بتاؤ مجھے کیوں پکڑنا چاہتے ہو؟ کہاں لے جانا چاہتے ہو؟ اگر تم نے وہ اڈہ نہ بتایا تو تم دونوں کو دوسری دنیا میں پہنچا دوں گا۔"

ان میں سے جو کراٹے ماسٹر تھا، وہ زخمی درندے کی طرح غرا رہا تھا۔ اب بھی شکست تسلیم نہیں کر رہا تھا۔ اس کے برعکس اس کا ساتھی ذرا ڈھیلا پڑ گیا تھا۔ بے بسی سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں نے کہا "حدیقہ! ادھر آؤ۔ اب ان دونوں میں سے کوئی میری بات کا صحیح جواب نہ دے تو اسے گولی مار دینا۔"

وہ میرے پاس آگئی۔ کراٹے ماسٹر نے مجھے گھور کر دیکھا پھر اپنی عادت کے مطابق غراتے ہوئے پوچھا "تم کون ہو؟ ہمارا باس کہتا ہے تم میکی نہیں ہو۔ اب میں بھی یقین سے کہتا ہوں، تم کسی غیر معمولی صلاحیت کے مالک ہو۔ تمہارے پاس آتے ہی ہم سحر زدہ ہو گئے تھے۔ ہم نے اپنے ریوالور پھینک دیے تھے۔ بتاؤ، تم کون ہو؟"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "بہت خوب۔ تم دونوں کو اپنے آپ پر اتنا ناز تھا کہ ریوالور پھینکتے ہوئے کہا تھا نہتے مجھ پر قابو پا لو گے۔ اب ناکام ہو کر مجھے جادوگر سمجھ رہے ہو۔"

"ہاں، تم جادوگر ہو۔" وہ جھنجلا کر بولا "میرے سامنے کوئی دشمن نہیں ٹھہرتا۔ میرے حملوں سے بچنا تقریباً ناممکن ہوتا ہے اور تم ہو کہ میرے حملوں سے بچتے رہے۔ میرا ایک بھی ہاتھ تم پر نہ پڑ سکا۔ کیا یہ جادوگری نہیں ہے؟"

"حدیقہ! یہ اپنی باتوں میں ہمیں الجھا رہا ہے۔ شاید اسے امید ہو کہ کہیں سے مدد پہنچ سکتی ہے یا اس کا باس ہمیں بے بس کر سکتا ہے۔ میں تم سے کہہ چکا ہوں، جو میری بات کا جواب نہ دے اسے گولی مار دو۔"

میری بات ختم ہوتے ہی تڑ تڑاتڑ کی آواز گونجتی چلی گئی۔ حدیقہ نے اسے ٹھنڈا کر دیا تھا۔ دراصل میں خود چاہتا تھا، جو میری ٹیلی پیتھی پر شبہ کر رہا تھا، مجھے جادوگر سمجھ رہا تھا وہ میرا راز فاش کرنے کے لیے زندہ نہ رہے اور اب وہ ہمیشہ کے لیے خاموش ہو چکا تھا۔ اس کا ساتھی خوف سے کانپ رہا تھا، دہشت زدہ ہو کر فرش پر پڑے پڑے پیچھے کی طرف کھسکتے ہوئے کہہ رہا تھا "نن نہیں۔ مجھے گولی نہ مارنا۔ سب کچھ بتا دوں گا۔"

"وقت ضائع کیے بغیر بتانا شروع کر دو۔ ہم سن رہے ہیں۔"

"میں بہت معمولی آدمی ہوں۔ ان کے باس وغیرہ سے واقف نہیں ہوں۔ مجھے ہر روز چرس کا ایک مقررہ کوٹہ ملتا ہے۔ میں اسے اپنے علاقے میں فروخت کرتا ہوں۔ مجھے صرف اس لیے رکھا گیا ہے کہ ریوالور اور رائفل وغیرہ کا نشانہ اچھا ہے۔ میرا نشانہ کبھی نہیں چوکتا۔ انھوں نے سمجھا دیا تھا، کرسٹوفر میکی کے ساتھ کوئی بھی ہو اسے بے دریغ گولی مار دی جائے لیکن میکی کو صرف زخمی کیا جا سکتا ہے۔ اسے زندہ پکڑ کر لانا ہوگا۔"

"یہ مجھے کہاں لے جانا چاہتے تھے؟"

"ڈیمور میں ایک پرانا قلعہ ہے۔ وہاں آپ کو پہنچانے لے جاتے۔"

وہ قلعے کا محل وقوع بتانے لگا۔ میں نے حدیقہ کی ر ف دیکھا۔ وہ اثبات میں سر ہلا رہی تھی۔ گویا تائید کر رہی تھی، ایسا ایک پرانا قلعہ ڈیمور کے اس حصّے میں ہے۔ ں نے آخری دشمن کو حکم دیا "اٹھ کر کھڑے ہو جاؤ اور پنا نام بتاؤ۔"

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ آہستہ آہستہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ "ر میکی! اتفاق سے میرا نام بھی میکی ہے۔"

"چلو اچھا ہے۔ اس قلعے کے مکین صرف ایک میکی ر چاہتے تھے۔ اب وہاں دو پہنچیں گے۔ بائی دی وے، ں قلعے میں کتنے لوگ ہیں؟"

"میں کبھی وہاں نہیں گیا۔ یوں تو ڈیمو کئی بار آچکا ہوں ں بیروت میں رہتا ہوں اور بیروت میں ہی میرا دھندا چلتا ہے۔ میں نہیں جانتا وہاں کتنے لوگ ہیں۔"

"اگر تم مجھے پکڑ کر وہاں لے جاؤ تو تمھیں کیا انعام ملے گا؟"

"میرا کوٹہ دگنا کر دیا جائے گا۔"

"چلو اپنا کوٹہ دگنا کرالو۔"

حدیقہ نے فوراً ہی سر گھما کر میری طرف دیکھا۔ کاش یں بھی اسے دیکھ سکتا۔ میں نے اپنے ہمنام سے کہا "تم یہیں کھڑے رہو۔ ہم ابھی آتے ہیں۔"

میں حدیقہ کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کرتے ہوئے وہاں ے ذرا دور گیا۔ جب وہ میرے پاس آئی تو میں نے اہستگی سے کہا "میں اس کے ساتھ جا رہا ہوں۔ تم شہر پہنچتے ہی مجاہدین کو لے کر اس قلعے کا محاصرہ کرو۔ مجھے یقین ہے، اہلحہ، ہتھیاروں کے علاوہ اور بھی بہت کچھ حاصل ہوگا۔"

میں وہاں سے جانے کے لیے پلٹ گیا۔ اس نے فوراً ہی میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ میں نے سر گھما کر دیکھا۔ وہ نہیں نہیں کے انداز میں سر ہلا رہی تھی۔ میرے جانے پر اعتراض کر رہی تھی۔ میں نے پوچھا "جب مجاہدین کسی محاذ پر جاتے ہیں تو کیا عورتیں اسی طرح ان کا راستہ روکتی ہیں؟"

اس نے فوراً ہی میرا ہاتھ چھوڑ دیا۔ میں نے کہا۔ "میں تنہا نہیں جاؤں گا۔ تم وہاں اپنے ساتھیوں کے ساتھ محاصرہ کرنے آؤ گی۔ ہم ایک ہی جیپ میں بیٹھ کر شہر تک جائیں گے۔ پہلے تم مجاہدین سے ملو گی۔ وہاں قلعے کو گھیرنے کا منصوبہ بناؤ گی۔ اس کے بعد میں اس شخص کے ساتھ وہاں داخل ہو جاؤں گا۔"

وہ چادر کے اندر ہاتھ ڈال کر کاغذ قلم نکال رہی تھی، کچھ لکھنا ہی چاہتی تھی۔ میں نے کہا "ٹھہرو، وقت ضائع نہ کرو۔ تمہارے ذہن میں جتنے سوالات ہو سکتے ہیں، میں انھیں سمجھ سکتا ہوں۔ اسی کے مطابق جواب دے رہا ہوں۔ پہلی بات تو یہ کہ میرے قلعے کے اندر جانے کے بعد آدھے گھنٹے تک انتظار کرنا۔ اس کے بعد تم سب اس میں داخل ہونے کی کوشش کرنا۔ آدھے گھنٹے کے اندر میں کچھ ایسے اشارے دوں گا جن کے ذریعے تمھیں میری سلامتی کا یقین ہوتا رہے گا۔ یا پھر یہ شخص جو میرے ساتھ جا رہا ہے، اس کے چیخنے چلانے کی آواز سن کر تم سمجھ سکتی ہو کہ میں مشکلات میں گھرا ہوا ہوں۔"

وہ سن رہی تھی اور چادر کو ادھر اُدھر سے لپیٹ کر اپنے اضطراب کا اظہار کر رہی تھی۔ میں نے کہا "ایک بات کا یقین کر لو۔ وہ یہ کہ دشمن مجھے جان سے نہیں ماریں گے۔ وہ مجھے زندہ گرفتار کرنا چاہتے ہیں۔ مجھ سے پہلے والے میکی نے انھیں بہت نقصان پہنچایا ہے۔ وہ اس کا بدلہ لینا چاہتے ہیں۔ اپنے نقصان سے زیادہ منافع حاصل کرنا چاہتے ہیں اور... مجھ سے منافع حاصل کرنے کے لیے مجھے زندہ رکھیں گے۔"

وہ میرے سمجھانے پر شاید کبھی راضی نہ ہوتی لیکن ایک بات نے یقیناً اسے مجبور کر دیا تھا اور وہ یہ کہ مجاہدین محاذ پر جاتے ہیں تو عورتیں راستہ نہیں روکتیں۔ میں نے پیٹر کے ذریعے کرسٹوفر میکی کے تمام کاغذات اور ٹرانسمیٹر وغیرہ کار سے نکلوا کر جیپ میں رکھوا دیا تھا۔ حدیقہ نے جیپ میں آکر میکی کے ضروری سامان کے بیگ کو اپنی تحویل میں لے لیا۔ جب ہم جیپ میں سفر کرتے ہوئے شہر میں داخل ہونے لگے تو حدیقہ نے ایک جگہ اشارے سے گاڑی رکوا دی۔ پھر ایک پرچی میرے ہاتھ میں دی۔ اس میں لکھا تھا "میں جا رہی ہوں۔ آدھے گھنٹے سے پہلے قلعے میں داخل نہ ہونا۔ اس وقت تک میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ محاصرہ کر لوں گی۔"

وہ چلی گئی۔ میں نے کہا "گاڑی آگے بڑھاؤ۔ ذرا ڈیمور کی سیر کراؤ۔ ہم آدھے گھنٹے بعد اس قلعے میں ہوں گے۔"

اس نے گاڑی آگے بڑھا دی۔ وہ بے حد پریشان تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں اس قلعے میں جانے کا خطرہ کیوں مول لے رہا ہوں۔ اس نے کہا "جناب! آپ کیا چاہتے ہیں۔ میں نے ایسا کوئی آدمی نہیں دیکھا جو جان بوجھ کر اندھے کنوئیں میں چھلانگ لگاتا ہو۔"

"آج دیکھ رہے ہو۔"
"کیا آپ کو ڈر نہیں لگتا؟"
"کس بات کا ڈر؟"
"اگر آپ اصلی کرسٹوفر نیلی ثابت نہ ہوئے تو وہ آپ کو بلیک میل کریں گے۔ آپ کو اس میکی کا رول ادا کرتے رہنے پر مجبور کریں گے اور اپنا مطالبہ پیش کریں گے۔ میں جن لوگوں کے ساتھ آپ کو پکڑنے آیا تھا، وہ باتیں کر رہے تھے۔ ان کے ذریعے مجھے معلوم ہوا، آپ سے بھاری بھاری رقمیں وصول کی جائیں گی۔ نہ دینے پر آپ کا راز فاش کیا جائے گا۔"
"کیا تمہارے وہ ساتھی جو اب اس دنیا میں نہیں رہے، اس پرانے قلعے کے متعلق کچھ باتیں کر رہے تھے؟ ہر اڈے کا ایک سرغنہ ہوتا ہے۔ اگر اس قلعے کو ایک اڈہ بنایا گیا ہے تو وہاں کا سرغنہ بھی کوئی ہوگا۔"
"میرے سامنے انہوں نے اس سلسلے میں کوئی بات نہیں کی تھی۔"
میں تھوڑی دیر تک سوچتا رہا اور آس پاس گزرتے ہوئے شہر کے مناظر کو دیکھتا رہا۔ پھر میں نے کہا "اب قلعے کی طرف چلو۔"
"ابھی آدھا گھنٹہ پورا نہیں ہوا ہے۔"
"مجھے معلوم ہے۔ میں قلعے کے قریب پہنچ کر اتر جاؤں گا۔ تم وہاں جاؤ گے اور انہیں بتاؤ گے کہ تمہارے ساتھیوں کے ساتھ کیا کچھ ہو چکا ہے اور تم کس طرح اپنی جان بچا کر وہاں تک پہنچے ہو۔"
اس نے ڈرائیو کرتے ہوئے گھما کر حیرانی سے میری طرف دیکھا۔ پھر پوچھا "کیا آپ سچ مچ مجھے وہاں تنہا جانے دیں گے؟"
"ہاں، ایسا ہو رہا ہوں۔ کیا تمہاری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے؟"
"میں وہاں یہی بتاؤں گا۔ آپ جیسا کہہ رہے ہیں، ویسا ہی کہوں گا۔"
"اس سے زیادہ کچھ بولو گے تو زندہ نہیں رہو گے۔ خبردار انہیں یہ نہ معلوم ہو کہ میں قلعے کے باہر موجود ہوں اور مجاہدین اس قلعے کا محاصرہ کر رہے ہیں۔"
اس نے ایک ہاتھ سے کان پکڑ کر کہا "نہیں کبھی نہیں۔ میں ایسی غلطی کبھی نہیں کروں گا۔ آپ جو کہہ رہے ہیں اسی پر عمل کروں گا۔"
ہم سمندر کے کنارے اپنے دور افتادہ مقام تک آئے جہاں ایک قلعہ نظر آ رہا تھا۔ وہ کھنڈر ہو چکا تھا۔ اس کے آس پاس کوئی بستی کے طور پر ذرا سی آبادی نظر آ رہی تھی۔ میرے حکم پر اس نے گاڑی روک دی۔ میں نے اس کی پیٹھ کو تھپکتے ہوئے کہا "جاؤ، تم آزاد ہو۔"
میں گاڑی سے اتر گیا۔ وہ اسے آگے بڑھا کر تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا قلعے کی طرف جانے لگا۔ اسی وقت میں نے دیکھا، دوسری سمت سے دو گاڑیاں آ کر رک گئی تھیں۔ ان میں سے کتنے ہی لوگ اتر رہے تھے۔ میں نے ایک چادر والی کو بھی دیکھا یعنی حدیقہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ پہنچ گئی تھی۔ ہم سمندر کے کنارے کھلے ریتیلے میدان میں تھے۔ دور سے ایک دوسرے کو دیکھا جا سکتا تھا، پہچانا جا سکتا تھا۔ حدیقہ نے بھی مجھے دور سے پہچان لیا۔
وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ میری طرف آنے لگی۔ میں اپنے دشمن کے دماغ میں تھا۔ وہ قلعے کے احاطے میں داخل ہو رہا تھا۔ جیپ تیزی سے ڈرائیو کر رہا تھا۔ وہ پریشان بھی تھا اور خوفزدہ بھی۔ بار بار عقب نما آئینے میں دیکھتا تھا کہیں اس کے پیچھے آ تو نہیں رہا ہوں۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ میں نے اسے آزاد چھوڑ دیا ہے اور اسے اس کے ساتھیوں سے جا ملنے کا موقع دیا ہے۔
ادھر وہ مجاہدین کے ساتھ میرے قریب آ رہی تھی۔ میں ان پر یہ ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ اپنے عمل کے ذریعے قلعے کے اندرونی حالات معلوم کر رہا ہوں۔ اس کے لیے میں نے ریت پر گھٹنے ٹیک دیے۔ آگے جھک کر ریت کی سطح کو ہاتھ کی ہتھیلی سے ہموار کرنے لگا۔ اس کے بعد کلمے کی انگلی سے ریت پر چند خانے بنانے لگا۔ اتنے میں وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ پہنچ گئی۔ بالکل قریب آنے سے پہلے ہی دونوں ہاتھ پھیلا کر اپنے تمام ساتھیوں کو آگے بڑھنے سے روک دیا تھا۔ خود آگے بڑھ کر ذرا جھک کر ریت پر دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے کاغذ اور قلم لے کر کچھ لکھا، اس کے بعد اسے ایک ساتھی کی طرف بڑھا دیا۔
ایک جوان نے اسے لے کر پڑھا۔ پھر مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا "مسٹر میکی! آپ کا مختصر سا تعارف حدیقہ کے ذریعے ہو چکا ہے۔ آپ کی طرح ہم بھی جانتے ہیں، یہ بول نہیں سکتی ہے۔ تحریر کے ذریعے آپ کا مکمل تعارف نہ ہو سکا۔ اتنا معلوم ہوا کہ آپ غیر معمولی صلاحیت کے مالک ہیں اور جو پیشگوئی کرتے ہیں، وہ حرف بہ حرف درست ہوتی ہے۔ آپ نے اب سے پہلے مجاہدین کا بھرپور ساتھ دیا ہے اور آج بھی ہمیں بے انتہا فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔ ابھی حدیقہ نے یہ پرچی لکھی ہے کہ آپ اپنے علم کے ذریعے معلومات حاصل کر رہے ہیں۔ کیا یہ درست ہے؟"
میں نے اس کی بات کا جواب نہیں دیا۔ سر اٹھا کر اس کی طرف نہیں دیکھا۔ گہرے انہماک کا مظاہرہ کیا۔ وہ پھر مجھے مخاطب نہ کر سکا۔ میں نے ایک ذرا اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو وہ سوچ رہا تھا "یہ مسٹر میکی ریت پر کسی کا زائچہ بنا رہے ہیں۔ یقیناً اپنے علم میں ڈوبے ہوئے ہیں۔" پھر اس نے حدیقہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "ہمیں انتظار کرنا چاہیے۔ ابھی یہ مصروف ہیں۔"
وہ ذرا دور ہٹ کر ریت پر بیٹھ گئے۔ میں اپنے عمل میں مصروف رہا۔ عمل کیا تھا، ایک ظاہری تماشا تھا۔ باطن میں تو اس دشمن میکی کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا۔ جیسے ہی وہ جیپ ڈرائیو کرتا ہوا قلعے کے احاطے میں پہنچا تھا، دو مسلح پہرے داروں نے اس کا راستہ روک لیا تھا۔ اس کی طرف رائفل تان کر گاڑی روکنے کے لیے کہا تھا۔ وہ گاڑی روک کر نیچے اتر گیا۔ پھر ایک سے بولا "میں پیٹر جاش کا آدمی ہوں۔ اس کے ساتھ ایک دشمن کو پکڑنے گیا تھا۔ مجھے ذرا باس کے پاس پہنچا دو۔"
ایک پہرے دار نے اسے سر سے پاؤں تک دیکھا۔ دوسرے پہرے دار نے کہا "یہ جیپ پیٹر لے گیا تھا۔ یہ درست کہہ رہا ہے۔"
اتنے میں دو اور مسلح جوان آ گئے۔ ان میں سے ایک نے پیٹر کی جیپ کو پہچان لیا۔ میکی کی زبان سے مختصر سی بات سن کر کہا "چلو، ہم تمہیں باس کے پاس پہنچا دیتے ہیں۔"
میکی ان کے ساتھ جانے لگا۔ وہ جہاں سے گزر رہا تھا، میں ان راستوں کو یاد کر رہا تھا اور دیکھتا جا رہا تھا۔ وہاں مسلح گارڈ موجود تھے۔ قلعے کا اندرونی حصہ بہت ہی تنگ و تاریک تھا۔ چھوٹے چھوٹے کوٹھری نما کمرے نظر آ رہے تھے۔ کہیں کہیں بڑے ہال نما کمرے بھی دکھائی دیتے تھے۔ پھر کہیں کھلا صحن آ جاتا تھا یا قلعے کے اندر اتنا بڑا سرسبز و شاداب باغ نظر آتا جس کی توقع قلعے کے باہر نہیں کی جا سکتی تھی۔ باہر سے وہ بالکل کھنڈر نظر آ رہا تھا۔
میکی ان کے ساتھ بڑھتا جا رہا تھا۔ قلعے کا اندرونی حصہ ماڈرن ڈیزائن کا دکھائی دینے لگا تھا۔ اب کمرے بہت ہی خوبصورت اور آراستہ دکھائی دے رہے تھے۔ کہیں کہیں حسین عورتیں دکھائی دے رہی تھیں۔ کوئی سبز گھاس پر بڑے ہی کافرانہ انداز میں لیٹی ہوئی تھی۔ کوئی ادھر سے ادھر جا رہی تھی۔ ہر ایک کے انداز میں ایسی شانِ بے نیازی اور ایسا غرور تھا جیسے وہ کسی کو لفٹ دینا جانتی ہی نہ ہوں اور نہ ہی کسی نے آج تک انہیں ہاتھ لگایا ہو یا جیسے وہ سیدھی آسمان سے اتر کر آئی ہوں اور زمین کی مخلوق کو حقارت سے دیکھ کر گزر رہی ہوں۔
میکی کو اپنے ساتھ لے جانے والے اس باغ سے گزرتے ہوئے ایک اونچے برآمدے میں آئے۔ پھر ایک کوریڈور میں پہنچے۔ وہاں سے گزرتے ہوئے ایک کمرے میں آ کر انہوں نے میکی کو وہاں بیٹھنے کے لیے کہا۔ پھر ان میں سے ایک دوسری طرف جانے لگا۔ میں میکی کو چھوڑ کر اس دوسرے شخص کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ دوسرے کمرے میں پہنچ کر ایک ادھیڑ عمر کے شخص سے کہہ رہا تھا "پیٹر جاش کے ساتھ جانے والا ایک ہی آدمی واپس آیا ہے۔ وہ کہتا ہے سب کے سب مارے گئے ہیں۔ وہ باس سے ملنا چاہتا ہے۔"
یہ سنتے ہی وہ ادھیڑ عمر کا آدمی حیرانی سے اچھل کر کھڑا ہو گیا "کیا سب مارے گئے؟ نہیں، یہ کیسے ممکن ہے؟"
وہ تیزی سے چلتا ہوا اس کمرے میں آیا جہاں میکی بیٹھا ہوا تھا۔ پھر اس نے پوچھا "تم کون ہو؟ کیا یہ درست ہے کہ ہمارے آدمی مارے گئے۔ کیا پیٹر بھی؟"
میکی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر سر جھکا کر بولا "جی ہاں، مجھے افسوس ہے۔"

"تم اپنی شناخت کراؤ"

میکی نے کوڈ ورڈز بیان کیے۔ پھر کہا "مجھے بیروت کے مسٹر اسحاق رابن اچھی طرح جانتے ہیں۔ میرا نام میکی رونالڈ ہے۔"

وہ شخص واپس اپنے کمرے میں گیا۔ وہاں سے گزرتا ہوا ایک بڑے سے ہال نما کمرے میں پہنچا۔ وہاں ایک بڑی سی میز کے پیچھے ایک شخص ریوالونگ چیئر پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ دھیمی آواز میں بولا۔ مگر اس کے دھیمے پن میں بھی ایک گونج اور گرج تھی۔ وہ کہہ رہا تھا "میں تمام باتیں سن چکا ہوں۔ جاؤ کمپیوٹر سے معلوم کرو۔ وہ میکی رونالڈ بیروت کے اسحاق رابن کا آدمی ہے یا نہیں؟"

وہ ادھیڑ عمر کا شخص واپس چلا گیا۔ میں ریوالونگ چیئر پر بیٹھے ہوئے شخص کے دماغ میں پہنچ چکا تھا۔ اس کا نام جو کچھ بھی تھا، وہ اپنے نام سے نہیں، اپنی صفت سے پہچانا جاتا تھا۔ سب اسے دی سی سرپنٹ کہتے تھے یعنی سمندر کا ناگ۔

دی سی سرپنٹ اپنے آبا و اجداد کے زمانے سے اس قلعے کا مالک چلا آ رہا تھا۔ عدالتی کاغذات ظاہر کرتے تھے کہ اس کے آبا و اجداد صدیوں سے اس قلعے کے مالک چلے آئے ہیں اور اب ورثے میں سی سرپنٹ مالک بن چکا ہے۔ عدالتی کاغذات درست نہیں تھے جس ملک میں برسوں سے خانہ جنگی جاری ہو، وہاں سرکاری دفاتر اپنا صحیح ریکارڈ محفوظ نہیں رکھ سکتے۔

کبھی دفاتر کو آگ لگائی جاتی ہے کبھی ان کے اہم کاغذات چرا لیے جاتے ہیں۔ ایسا ہی کوئی چکر چلا کر سی سرپنٹ وہاں کا بلا شرکت غیر مالک بن چکا تھا۔

وہ قلعہ کبھی کسی زمانے میں کسی حکمران نے بیرونی حملہ آوروں سے محفوظ رہنے کے لیے تعمیر کرایا تھا لیکن اب وہ جرائم کا سب سے بڑا اڈا بن گیا تھا۔ دنیا کے بدنام ترین اسمگلر لبنان کے جنوب مغربی ساحل سے اس وقت تک اپنا مال اسمگل نہیں کر سکتے تھے جب تک کہ سی سرپنٹ کو اپنے اعتماد میں نہ لیتے اور اسے معقول حصہ نہ دیتے۔

اگرچہ وہ بدنام ترین مجرم تھا، لیکن اسرائیلی حکومت سے اس کے دوستانہ تعلقات تھے ——— حکام لبنان میں خانہ جنگی کو جاری رکھنا چاہتے تھے۔ اس لیے لبنانی مسلمانوں کے خلاف مارونی عیسائیوں کو سمندری راستے سے ہتھیار سپلائی کرتے تھے اور یہ ہتھیار سی سرپنٹ کے ذریعے لبنان میں عیسائیوں کے پاس پہنچتے تھے۔

یہی ہتھیار سپلائی کرنے کے معاملے میں سی سرپنٹ کرسٹوفر میکی کا دشمن بن گیا تھا۔ ان دونوں میں ایک بڑا فرق یہ تھا کہ سی سرپنٹ صرف عیسائیوں کے لیے ہتھیار حاصل کرتا تھا اور اپنے عیسائی بھائیوں سے ہی منافع حاصل کرتا تھا جبکہ کرسٹوفر میکی منافع حاصل کرنے کے لیے ملک و مذہب کی تفریق نہیں کرتا تھا جن لوگوں سے آمدنی زیادہ ہوتی تھی، وہاں تک ہتھیار پہنچا دیتا تھا۔ یہی وجہ تھی وہ فلسطینی مجاہدین کو بھی ہتھیار سپلائی کرتا تھا۔ سی سرپنٹ کی ناراضگی کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ کرسٹوفر میکی گولڈن ریکیٹ والوں کو پریشان کرتا تھا اور ان سے اچھی خاصی رقمیں وصول کرتا رہتا تھا۔

میں سمندر کے کنارے ریت پر زائچہ بنانے کے لیے پلتھی مار کر بیٹھ گیا تھا۔ دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھ لیے تھے، آنکھیں بند کر لی تھیں جیسے مراقبے میں پہنچ گیا ہوں۔ میرے قریب وہ تمام مجاہدین حدلیقہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے اس انتظار میں تھے کہ میں انھیں مخاطب کروں گا۔

میں سی سرپنٹ کے متعلق اہم معلومات حاصل کرتا رہا، اس قلعے کے بارے میں بھی معلوم کرتا رہا پھر آنکھیں کھول دیں۔ سر اٹھا کر حدلیقہ کی طرف دیکھا تو وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ میں نے اسے اپنے قریب آنے کا اشارہ کیا۔ وہ قریب آ کر میرے سامنے دو زانو ہو کر بیٹھ گئی۔ میں نے کہا "اپنے اس ساتھی کو بلاؤ جس پر سب سے زیادہ اعتماد ہو۔"

اس نے اشارے سے اسی نوجوان کو بلایا جو مجھے مخاطب کر چکا تھا لیکن میں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ وہ بھی ہمارے پاس آ گیا۔ حدلیقہ کے برابر میرے روبرو دو زانو ہو کر بیٹھ گیا۔ میں نے کہا "میرے پاس معلومات کا جو ذخیرہ ہے، اسے میں سب کے سامنے ظاہر نہیں کر سکتا۔ میں دودھ کا جلا ہوں، چھاچھ پھونک کر پیتا ہوں۔ برا ماننے کی بات نہیں ہے۔ میں تمام مجاہدین پر اعتماد نہیں کر سکتا۔ میرے نوجوان دوست! تم بھی میرے لیے اجنبی ہو۔ لہٰذا میں تم پر بھی بہت سوچ سمجھ کر اعتماد کروں گا۔ تمھارا نام کیا ہے؟"

ویسے تو میں اس کا نام معلوم کر چکا تھا لیکن پوچھنا ضروری تھا۔ اس نے جواب دیا "میرا نام وارثت حسین ہے۔"

"مسٹر وارثت! تمھارے ان ساتھیوں میں کتنے جوان انگریزی بولتے اور سمجھتے ہیں؟"

"ان میں صرف دو انگریزی جانتے ہیں۔ باقی سب مقامی زبان سمجھتے اور بولتے ہیں؟"

وارثت کی باتوں نے مجھے اور زیادہ محتاط بنا دیا۔ میں نے کہا "اس قلعے میں داخل ہونے کے بعد اگر ہم دشمنوں پر غالب آ جائیں گے تو اس قدر فائدہ حاصل ہوگا جس کی توقع تم میں سے کوئی نہیں کر سکتا۔ کیا تم کبھی اس قلعے کے اندر گئے ہو؟"

اس نے انکار میں سر ہلایا۔ پھر کہا "میرا ایک عیسائی دوست ہے۔ وہ اس قلعے کے بارے میں بتاتا ہے کہ راستے بہت پیچیدہ ہیں۔ کمرے ایک دوسرے سے گڈمڈ ہیں پہچانے نہیں جاتے کہ ہم کس کمرے سے نکل کر گئے تھے اور کس میں پہنچ رہے ہیں۔ میرا وہ عیسائی دوست یا تو سچ کہہ رہا تھا یا مجھے مسلمان سمجھ کر اس قلعے کو پراسرار بنا رہا تھا۔"

میں نے کہا "اس نے درست کہا تھا۔ قلعے کے اندرونی راستے بہت ہی پیچیدہ ہیں۔ یہ باہر سے جیسا کھنڈر نظر آتا ہے، اس کا اندرونی حصہ اتنا ہی جدید طرز کا نمونہ ہے۔ وہاں ہر طرح کے عیش و آرام کا سامان موجود ہے۔ دور دراز کے اسمگلروں اور دیگر جرائم پیشہ افراد سے رابطہ قائم کرنے کے لیے ٹرانسمیٹر سے لے کر دوسرے الیکٹرونک آلات اور کمپیوٹر وغیرہ سے کام لیا جاتا ہے۔ ان کے ہاں ایسے کمپیوٹر بھی ہیں جو انسائیکلو پیڈیا کا کام کرتے ہیں اور دنیا کی تمام معلومات فراہم کرتے ہیں۔ ہتھیاروں میں ریوالور اور پستول سے لے کر دور مار رائفلیں تک موجود ہیں یعنی وہ ایسا مضبوط اور مستحکم قلعہ ہے جس کے اندر ایک فوج بھاری تعداد میں ہمہ وقت چوکنا رہتی ہے۔ اب بتاؤ، کیا اس قلعے میں داخل ہونا پسند کرو گے؟"

"جناب! حدلیقہ مجھے اس لیے ساتھ لائی ہے کہ میں موجودہ مہم کے سلسلے میں آپ سے گفتگو کروں اور اسے اپنے ساتھیوں تک پہنچاؤں۔ میں نوجوان مجاہدین فورس میں ایک مشیر کی حیثیت رکھتا ہوں میری طرح اور پانچ نوجوان ہیں جو مختلف مہمات کے سلسلے میں پلاننگ کرتے ہیں، طریقۂ کار اختیار کرتے ہیں پھر اس مہم کو سر کرنے کے لیے قدم اٹھاتے ہیں۔ آپ جو سچویشن بتا رہے ہیں، اس کے تحت وہاں کامیابی ناممکن ہے۔ ایک تو وہ مضبوط قلعہ ہے، اندر جانا ہی دشوار ہے۔ اگر چلے گئے تو وہاں سے نکلنا اور وہاں سے کچھ حاصل کر کے آنا جوئے شیر لانے کے برابر ہوگا۔ پھر وہاں جدید ہتھیار کے ساتھ ایک فوج بھاری تعداد میں موجود ہے جو ہر وقت چوکنی رہتی ہے۔ اس پرانے کھنڈر نما قلعے کے اندر جدید الیکٹرونک آلات نصب ہیں۔ دور دراز کے علاقوں سے رابطہ قائم کرنے کے لیے ٹرانسمیٹر اور معلومات حاصل کرنے کے لیے کمپیوٹر وغیرہ ہیں جتنی معلومات آپ نے حاصل کی ہیں، ہو سکتا ہے اور معلومات حاصل کرنے کے لیے بہت کچھ رہ گیا ہو۔ ان حالات میں کیا آپ کی عقل یہ کہتی ہے کہ ہم اس قلعے کے اندر داخل ہو کر صحیح سلامت واپس آ جائیں گے۔ میں سمجھتا ہوں، اپنے ساتھیوں کو وہاں جانے کا مشورہ دینا گویا خودکشی کرنے کا مشورہ دینا ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی حدلیقہ نے ریت پر زور سے ایک ہاتھ مارا۔ ایک جھٹکے سے گردن گھما کر وارثت کی طرف یوں دیکھا جیسے کہہ رہی ہو "ہم قلعے میں جائیں گے۔ ضرور جائیں گے۔ اپنی جان پر کھیلنے جائیں گے۔"

اس نے ریت پر ہاتھ مارنے کے بعد ہاتھ کو قلعے کی طرف گھمایا اور انگلی سے اشارہ کیا۔ میں نے کہا "حدلیقہ! میں تمھارے جذبات کو سمجھتا ہوں۔ تم مجھ پر اعتماد کرتی ہو۔ میں وہاں جاؤں گا تو تم بھی جان پر کھیلنے کے لیے وہاں جاؤ گی لیکن سبھی مجھ پر اس حد تک اعتماد نہیں کر سکتے۔ جب چاروں طرف آہنی دیواریں ہوں۔ اندر جانے کا راستہ ہو، باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہ ہو تو بھلا کون میری بات پر بھروسہ کرے گا۔ تم سر ہلا کر ہاں یا ناں میں جواب دو۔ کیا ایسے بیس مجاہدین تیار کر سکتی ہو جو ہم پر اندھا اعتماد کریں اور جان کی بازی لگا کر قلعے میں داخل ہونا پسند کریں؟"

حدلیقہ نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ میں نے کہا "پھر یہاں سے جاؤ۔ میں تنہا مراقبے میں رہوں گا۔ تم خوب سوچ سمجھ کر اس مہم کے لیے مجاہدین کا انتخاب کرو۔ پھر انھیں میرے پاس لے آؤ۔ اندھیرا ہو چلا ہے۔ میں اسی ساحلی علاقے میں کہیں بھی مل سکوں گا۔ میرے لیے کچھ کھانے کو لے آنا۔"

وراثت حسین نے کہا "مجھے افسوس ہے، میں آپ لوگوں کا ساتھ نہیں دے رہا ہوں۔ اس کے علاوہ میرے لائق کوئی خدمت ہو تو ہمیشہ حاضر ہو سکتا ہوں۔ کیا مجھے جانے کی اجازت ہے؟"

میں نے کہا "ہاں، تم جا سکتے ہو۔"

وہ اپنے ساتھیوں کی طرف چلا گیا۔ میں نے حدلیقہ سے کہا "میری بات توجہ سے سنو۔ میں کوشش کروں گا کہ قلعے کے تین دروازے تم لوگوں کے لیے کھلے رہیں۔ اگر کسی وجہ سے ایسا نہ ہو سکا تو اپنے ساتھ رسے کا ایک بڑا بنڈل لے آنا۔ ہو سکتا ہے قلعے کی دیواروں پر کمند ڈالنی پڑے۔ اس کے علاوہ مجاہدین کے پاس سائلنسر لگے ہوئے ریوالور لازمی ہوں تاکہ زیادہ فائرنگ کی آواز گونجنے نہ پائے۔ میرا بیگ مجھے

واپس کر دو۔ میں نے دراشت حسین کے سامنے یہ بتانا مناسب نہیں سمجھا کہ ہماری ملاقات اب یہاں نہیں ہوگی۔ میں ڈیمور کی بندرگاہ میں رہوں گا۔ رات کے دس بجے فرسٹ کلاس ویٹنگ روم میں ہماری ملاقات ہوگی۔ تم میرے لیے کھانے کی فکر نہ کرنا۔ جو بتا چکا ہوں اس پر عمل کرنا۔ اب یہاں سے جاؤ۔"

اس نے میرا بیگ میرے حوالے کر دیا جس میں کرسٹو فر میکی کے تمام اہم کاغذات اور ٹرانسمیٹر وغیرہ موجود تھے۔ اس کے بعد وہ اٹھ کر اپنے ساتھیوں کے پاس گئی پھر ان کے ساتھ وہاں سے جانے لگی ۔ میں انھیں جاتے دیکھتا رہا۔ جب وہ بہت دور چلے گئے تو میں نے ٹرانسمیٹر کو آپریٹ کیا۔ ڈیمور میں رہنے والے ایک ماتحت سے رابطہ قائم ہوتے ہی کہا۔ "میں قلعے کے مشرقی ساحل پر آبادی سے ذرا دور موجود ہوں۔ میرے لیے فوراً گاڑی لے آؤ۔"

پچیس منٹ کے بعد ہی ایک جیپ ساحل پر نظر آئی۔ وہ بہت دور رُک گئی تھی۔ اب ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہو رہا تھا۔ میں نے پھر رابطہ قائم کر کے پوچھا "کیا بات ہے؟"

"ہم جیپ لے کر ساحل پر پہنچ گئے ہیں۔ میرے ساتھ چار آدمی ہیں۔"

بات کرنے والے نے اپنے علاوہ چار آدمیوں کے نام بتائے۔ کرسٹو فر میکی کی ڈائری میں وہ تمام نام موجود تھے۔ میکی ان پر بہت زیادہ اعتماد کرتا تھا۔ میں نے کہا "انتظار کرو، ابھی آتا ہوں۔"

میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ پھر بولنے والے کے دماغ کے ذریعے یکے بعد دیگرے باقی چاروں ماتحتوں کے دماغ میں پہنچنے لگا۔ دس منٹ کے اندر یقین ہو گیا کہ وہ چاروں وفادار ہیں اور مجھے کسی حالت میں دھوکا نہیں دے سکتے ۔

وہ گاڑی کی ہیڈ لائٹس کی وجہ سے نظر آ گئے تھے۔ اب ہیڈ لائٹس بجھ گئی تھیں۔ میں انھیں نظر نہیں آ رہا تھا۔ ان کی طرف سے اطمینان حاصل کرنے کے بعد تیزی سے چلتا ہوا جب قریب پہنچا تو وہ پانچوں میرے سامنے الرٹ ہو گئے۔ میں نے دور قلعے کی جانب دیکھا۔ تاریکی میں وہ ایک سیاہ ہیولے کی طرح دکھائی دے رہا تھا۔ پھر میں نے ایک ماتحت کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "سینڈو! آج رات میں اس قلعے میں داخل ہونا چاہتا ہوں۔"

وہ تاریکی میں صحیح طرح نظر تو نہیں آ رہے تھے لیکن میں سینڈو کے دماغ میں رہ کر معلوم کر رہا تھا۔ وہ حیران ہو کر مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے پوچھا "سر! آپ وہاں کیوں جانا چاہتے ہیں؟ آپ تو جانتے ہی ہیں، سی سرپنٹ ایک شیطان کی طرح ظاہر بھی ہے اور پُراسرار بھی۔ لوگ اس کے متعلق طرح طرح کی قیاس آرائیاں کرتے ہیں۔ آج تک کوئی دشمن اس قلعے کے دروازے پر قدم نہیں رکھ سکا۔"

"آج اس کی اجازت کے بغیر قلعے میں داخل ہونے کا بہترین موقع ہے اور میں یہ موقع ہاتھ سے جانے نہیں دوں گا۔ کیا تم دو عدد موٹر بوٹ کا انتظام کر سکتے ہو۔ موٹر بوٹ ایسی ہوں جن کے سامنے والے حصّے میں سرخ رنگ کی پٹی ہو اور اس پٹی کے اوپر جلی حرفوں سے لکھا ہو۔ آئی سی جی۔ یہ اسرائیلی کوسٹ گارڈز کا مخفف ہے۔"

سینڈو نے پوچھا "کیا ہم اسرائیلی بن کر وہاں جائیں گے؟"

"میں تم لوگوں کی زندگی خطرے میں ڈالنا نہیں چاہتا۔ یہ فلسطینی سر پھرے مجاہدین ہیں، یہ کس دن کام آئیں گے۔ میں انھیں قربانی کے بکرے بنا کر لے جاؤں گا۔"

ایک نے پوچھا "لیکن آپ تنہا ان کے ساتھ جائیں گے تو آپ کو خطرات پیش نہیں آئیں گے؟"

میں نے جواب دیا "تم لوگوں کو ابھی یہ نہیں معلوم ہے کہ گولڈن ریکٹ والے میرے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ ان کے آدمی مجھے تلاش کر رہے ہیں۔ سی سرپنٹ اکثر دوہری چالیں چلتا ہے۔ ایسے وقت وہ چاہتا ہے کہ میں گولڈن ریکٹ والوں کے ہاتھ نہ آؤں اور اس کے مفاد کے مطابق معاہدہ کر لوں۔ میں خود اس کے سامنے نہیں جاؤں گا۔ یہ فلسطینی مجاہدین مجھے قیدی بنا کر لے جائیں گے۔ میں نے مجاہدین کو یہ لالچ دیا ہے کہ وہاں سے انھیں ان کی خواہش کے مطابق ہتھیار دستیاب ہو سکتے ہیں۔ یہ سب مجھے معلوم ہے کہ اسرائیلی لانچ یا موٹر بوٹ جب اس قلعے کے ساحلی گیٹ تک جاتی ہے تو ان کے لیے رکاوٹیں نہیں ہوتیں۔ اس لیے میں اسرائیلی طرز کی موٹر بوٹ استعمال کرنا چاہتا ہوں۔"

ہم جیپ میں بیٹھ کر بندرگاہ کی طرف جانے لگے۔ میں نے کرسٹو فر میکی کے ماتحتوں کو حقیقت اس لیے نہیں بتائی کہ وہاں کے تمام مخالف گروہ اور دوسری جرائم پیشہ تنظیموں کو فلسطینی مجاہدین سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اگر انھیں یہ پتا چلتا کہ میں ان کا ساتھ دے رہا ہوں تو گولڈن ریکٹ والوں کی طرح کرسٹو فر میکی کے اپنے ماتحتوں کو بھی مجھ پر شبہ ہونے لگتا۔

میں قصہ مختصر کرتا ہوں۔ دو عدد موٹر بوٹ کا انتظام ہو گیا۔ دس بجے حدلیقہ سے ملاقات ہو گئی۔ میں نے اس سے

کہا "بیس مجاہدین میں سے دس میرے ساتھ موٹر بوٹ میں جائیں گے۔ باقی دس تمہارے ساتھ رہیں گے اور تم قلعے کے سامنے والے دو دروازوں سے داخل ہو جاؤ گی۔ کرسٹو فر میکی کے ماتحت ان دروازوں کو کھلا رکھنے کی کوشش کریں گے۔"

میں نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا "اس وقت دس بج کر پچیس منٹ ہوئے ہیں۔ تم ساڑھے بارہ بجے تک اس قلعے میں پہنچ جانا۔"

میں نے کرسٹو فر میکی کے ایک ماتحت کو حدلیقہ کے ساتھ کر دیا تاکہ اس ماتحت کے دماغ کے ذریعے حدلیقہ اور اس کے ساتھیوں کی رہنمائی کر سکوں۔ حدلیقہ نے دس ایسے مجاہدین کو میرے ساتھ کیا جن میں سے آٹھ انگریزی جانتے تھے۔ باقی دو مقامی زبان بولتے تھے۔ وہ سب اپنے شانوں سے اسٹین گنیں لٹکائے ہوئے تھے۔ میری ہدایت کے مطابق انھوں نے سائلنسر لگے ہوئے ریوالور بھی رکھ لیے تھے۔ ہم ٹھیک گیارہ بجے بلیک پورٹ سے روانہ ہوئے ۔

میں نے سی سرپنٹ کے ذریعے معلوم کر لیا تھا، اسرائیل کے مغربی ساحل سے اکثر رات کو ہتھیار اس قلعے میں پہنچتے تھے اور وہ ہتھیار مارونی عیسائی گروہ تک پہنچائے جاتے تھے۔ اس بار دو موٹر بوٹ میں دس ایسے اسرائیلی فوجی آ رہے تھے جو یہاں پہنچ کر مارونی عیسائی نوجوانوں کو خانہ جنگی جاری رکھنے کے سلسلے میں باقاعدہ ٹریننگ دینے والے تھے ۔

دوسری طرف آدھی رات کے بعد عزّت علی بیروت پہنچ کر گولڈن ریکٹ کے مختلف اڈّوں پر چھاپے مارنے والا تھا۔ میں چاہتا تھا، ایسے وقت لیلی بھی باقی چار اڈّوں پر کامیابی سے چھاپے مارے اور اپنے ریکارڈ میں نمایاں کارکردگی کا اضافہ کرے ۔

میں نے اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا، وہ ہوٹل کے کمرے میں تھی۔ شام تک پاکستانی میکی کا انتظار کرتے کرتے تھک گئی تھی۔ اسے تلاش بھی کیا تھا لیکن پتا نہیں چل رہا تھا کہ میں کہاں ہوں۔ اب وہ مایوس ہو کر سو جانا چاہتی تھی۔ مایوسی اس بات کی تھی کہ یہاں آنے کے بعد اب تک اس نے کوئی نمایاں کارنامہ انجام نہیں دیا تھا۔

اسی وقت میں نے اسے مجبور کیا کہ وہ کاغذ قلم اٹھائے۔ وہ سوچنے لگی "میں کاغذ قلم کیوں اٹھانا چاہتی ہوں؟"

سوچنے اور انکار کرنے کے باوجود اس نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کاغذ اور قلم کو اٹھایا۔ پھر بے اختیار ان چار خفیہ اڈّوں کے پتے لکھنے لگی۔ ان اڈّوں کے جو سرغنہ تھے ان کے نام بھی اس نے لکھے۔ پھر میں نے اسے آزاد چھوڑ دیا۔ یوں بھی وہ آزاد تھی۔ صرف میرے اختیار میں تھی۔ جو کچھ وہ لکھ رہی تھی، اس پر تعجب بھی کر رہی تھی اور دھڑکتے ہوئے دل سے سوچ رہی تھی "میرے دماغ میں فرہاد ہیں، یقیناً فرہاد ہیں۔ وہی مجھ سے یہ لکھوا رہے ہیں۔"

لکھنے کے دوران وہ مجھے مخاطب بھی کرتی جاتی تھی "پلیز، فرہاد! ایک بار مجھ سے باتیں کر لو۔ میں معلوم کرنا چاہتی ہوں، آخر کب تک مجھے آزمائشوں میں مبتلا کرتے رہو گے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ جب اس نے ان اڈّوں کے پتے لکھ لیے تو اس کے دماغ سے چلا آیا۔ یقیناً وہ مجھے پکارتی رہی ہوگی لیکن میرا موٹر بوٹ میں حاضر رہنا ضروری تھا۔

دونوں موٹر بوٹ کو چلانے والے مجاہدین تجربہ کار تھے اور جانتے تھے کہ سمندر میں کتنے فاصلے سے ایک چکر کاٹ کر بارہ بجے کے بعد اس گیٹ کے سامنے پہنچنا چاہیے۔ ہم بارہ بج کر بیس منٹ پر اس قلعے کے قریب پہنچنے لگے۔ قلعے سے روشنی کا سگنل ملنے لگا۔ روشنی کی زبان سے پوچھا جا رہا تھا "تم کون ہیں؟"

میں بھی اپنی موٹر بوٹ پر سے لائٹ کو آن آف کرتے ہوئے مخصوص اشارے دینے لگا۔ ایسے اشارے اور ان کے مخصوص کوڈ ورڈز کے متعلق سی سرپنٹ کے دماغ سے سب کچھ معلوم کر چکا تھا۔ قلعے والے مطمئن ہو گئے۔ ہمارے راستے میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کی گئی۔ ہم قلعے کے اس حصّے میں پہنچے جس کے دو طرف دیواریں دور سمندر تک چلی گئی تھیں۔ ان دیواروں کے درمیان موٹر بوٹ اور چھوٹی لانچیں داخل ہوتی تھیں اور قلعے کے ساحلی گیٹ تک پہنچ جاتی تھیں۔ دوسرے لفظوں میں ان دیواروں کے درمیان سمندر کا پانی گیٹ تک پہنچ گیا تھا۔ ایک خلیج بن گئی تھی۔ ہم اس خلیج سے گزرنے لگے تو کوڈ ورڈز میں ہمارے متعلق پھر پوچھا گیا۔ میں نے بھی کوڈ ورڈز کے ذریعے جواب دیا۔ وہ پھر مطمئن ہو گئے ۔

ہمیں خلیج سے گزر کر مین گیٹ میں داخل ہونے تک پندرہ منٹ لگ گئے۔ اس دوران کبھی میں قلعے کے ٹاور پر بیٹھے ہوئے اس شخص کے دماغ میں پہنچ جاتا تھا جو ہیڈ لائٹس اور دوربین کے ذریعے دور سمندر تک نگرانی کرتا رہتا تھا۔ مجھے یہ اندیشہ تھا، کہیں وہ اسرائیلی فوجی ٹریننگ دینے والے اس وقت نہ پہنچ جائیں۔ قلعے کے گیٹ میں داخل ہونے سے پہلے ہی مجھے ریڈیو آپریٹر کی آواز سنائی دی "ایک اسرائیلی ٹیم سے رابطہ قائم ہو رہا ہے۔ پھر یہ اسرائیلی ٹیم کون ہے جو گیٹ سے داخل ہو رہی ہے؟"

میں توجہ سے ریڈیو آپریٹر کے دماغ میں بیٹھا ان کی باتیں سنتا رہا۔ دوسری طرف سے آنے والے اسرائیلی فوجی اپنے مخصوص انداز میں کہہ رہے تھے "ہم قلعے کے قریب پہنچ گئے ہیں۔ شاید آدھ گھنٹے میں قلعے کے دروازے تک پہنچ جائیں۔"

ریڈیو آپریٹر نے کہا "پلیز، آپ کوڈ ورڈز بیان کریں۔"

اس سے پہلے کہ اسرائیلی ٹیم کا سربراہ کوڈ ورڈز بیان کرتا، میں نے اسے گڑبڑا دیا۔ اس نے سنبھل کر دوبارہ کوڈ ورڈز اپنی زبان سے ادا کرنے چاہے۔ میں نے پھر گڑبڑا دیا۔ تیسری بار اس نے کہا "سوری، مجھے سب یاد ہے۔ ایک ذرا بھول رہا ہوں۔ ابھی بیان کرتا ہوں۔"

اس نے تیسری، چوتھی بار کوشش کی۔ ریڈیو آپریٹر نے کہا "تم ہمیں بے وقوف نہیں بنا سکتے۔ میں تمھیں وارننگ دیتا ہوں، قلعے کے قریب نہ آنا۔ اپنی کشتی واپس لے جاؤ۔ اگر آؤ گے تو اپنے ساتھیوں کے ساتھ زندہ واپس نہیں جا سکو گے۔"

وہ جب تک وارننگ دیتا رہا، اُدھر سے آنے والا اسرائیلی ٹیم کا سربراہ دل ہی دل میں کوڈ ورڈز یاد کرتا رہا اور بڑی کامیابی سے یاد کرتا رہا۔ اس نے فوراً کہا "پلیز، ایک منٹ، مجھے سب یاد آگیا ہے۔ میں ابھی بیان کرتا ہوں۔"

اس نے جیسے ہی بیان کرنا شروع کیا پھر میں نے گڑبڑا دیا۔ اس بار اس نے کچھ دوسری طرح کے کوڈ ورڈز بیان کیے۔ ریڈیو آپریٹر نے کہا "ہم وہ نہیں ہیں جو تم سمجھتے ہو۔ یہ کوڈ ورڈز کسی اور کے لیے مخصوص ہوں گے۔ لہٰذا جس کے لیے ہیں، اسی کے پاس جاؤ۔ میں بار بار وارننگ دے کر اپنا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ ڈیٹس آل۔"

اس نے ریڈیو کو آف کر دیا۔ اس وقت تک میرے ساتھی موٹر بوٹ سے اتر کر مین گیٹ کی سیڑھیوں پر کھڑے ہو گئے تھے۔ انھوں نے سیڑھیوں کی بلندیوں تک دو قطاریں بنالی تھیں۔ درمیان میں میرے گزرنے کا راستہ بنا دیا تھا۔ میں یہ طریقۂ کار پہلے ہی انھیں سمجھا چکا تھا۔ تاکہ یہ تاثر دیا جا سکے کہ فوجی جوان اپنے کمانڈر کے اطراف مضبوط دیوار بن کر کس طرح اسے حفاظت سے اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔

جب میں ان کے درمیان پہنچا تو وہ گیٹ کی طرف پلٹ گئے، فوجی انداز میں چلنے لگے۔ میں ان کے درمیان چلتا ہوا گیٹ کے سامنے پہنچا۔ وہاں بھی میں نے سوال کے جواب میں کوڈ ورڈز ادا کیے۔ پھر قلعے کا وہ مضبوط ساحلی دروازہ جو اسمگلروں اور دوسرے جرائم پیشہ افراد کے لیے کھولا جاتا تھا، ہمارے لیے کھول دیا گیا۔ ہم اندر داخل ہوئے لیکن اب ہم تیز روشنی کی زد میں تھے۔ مجاہدین کو پہچانا نہیں جا سکتا تھا۔ وہ پتلون، شرٹ اور جیکٹ وغیرہ میں تھے۔ چہروں کی تشخیص نہیں ہو سکتی تھی کہ وہ اسرائیلی ہیں یا لبنانی، مسلمان ہیں یا عیسائی لیکن میرا چہرہ پہچان لیا گیا۔ دور کسی نے چیخ کر وہاں کی مقامی زبان میں کچھ کہا۔ میں نے فوراً ہی اپنے ایک ساتھی کے دماغ میں پہنچ کر اس کا ترجمہ معلوم کیا۔ وہ کہہ رہا تھا "ارے یہ تو کرسٹوفر میکی ہے۔"

اگرچہ میں اپنے ساتھ ہتھیار رکھنے کا عادی نہیں ہوں لیکن وہ ایسا موقع تھا کہ مجھے ایک انسٹرکٹر کی حیثیت سے کم از کم ایک ریوالور اپنے پاس رکھنا پڑا۔ میری کمر سے کارتوس کی پیٹی بندھی ہوئی تھی اور ہولسٹر میں ریوالور تھا۔ سائلنسر جیب میں رکھ لیا تھا تاکہ وقت پر کام آئے اور میں مجبور ہو جاؤں تو وہ ہتھیار استعمال کر سکوں لیکن جتنی دیر میں ریوالور نکالتا، مجھے گولی مار دی جاتی۔ لہٰذا میں نے گیٹ پر ڈیوٹی دینے والے سیکیورٹی گارڈز کے افسر کے دماغ سے کام لیا۔

جس ہیڈ لائٹس سے ہم پر روشنی پھینکی جا رہی تھی، اس کے پیچھے کھڑے ہوئے ایک شخص نے چیخ کر کہا "میں کرسٹوفر میکی اور اس کے ساتھیوں سے کہتا ہوں، فوراً اپنے ہاتھ اوپر اٹھا لیں۔ ہم اُن پر اعتماد نہیں کر سکتے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی سیکیورٹی گارڈ کے افسر نے ریوالور نکال کر پہلی گولی اسی بولنے والے پر چلائی۔ دوسری گولی سے اس ہیڈ لائٹ کا نشانہ لیا۔ دونوں ہی نشانے صحیح تھے۔ ایک طرف سے چیخ بلند ہوئی، دوسری طرف سے شیشوں کا چھناکا ہوا اور روشنی بجھ گئی۔

اتنی سی مہلت کافی تھی۔ تمام مجاہدین نے دوڑ لگائی، کچھ نے قلابازیاں کھائیں۔ میں نے زمین پر گر کر لڑھکتے ہوئے دوسری ہیڈ لائٹ پر فائر کیا جو روشن ہو چکی تھی۔ میری گولی نے یہ ثابت کر دیا کہ روشنی کی عمر بھی لمحاتی ہوتی ہے۔ بلبلے کی طرح اُبھرتی ہے اور ڈوب جاتی ہے۔ ویسے بالکل تاریکی نہیں تھی، قلعے کے اس حصے میں خاص خاص مقام پر بلب روشن تھے۔ ان کی روشنی میں بہت کچھ دیکھا جا سکتا تھا۔ میں نے پھر زمین پر لڑھکتے ہوئے اُدھر کروٹ لی، جدھر ایک دروازہ تھا۔ اسی دروازے سے گزر کر سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اوپر ٹاور کی بلندی تک پہنچا جا سکتا تھا۔ میں نے وہاں کھڑے ہوئے ایک مسلح گارڈ پر فائر کیا۔ جتنی دیر مجھے لڑھکنے میں لگتی تھی، اتنی دیر میں دماغی طور پر اس سیکیورٹی گارڈ سے کام لیتا تھا۔ اس نے بھی دروازے پر کھڑے ہوئے دوسرے گارڈ پر گولی چلائی۔

...نی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہاں کھڑے ہوئے دونوں مسلح دشمن زمین ...بوس ہو گئے۔ میرے لیے دروازہ کھلا تھا۔ میں وہاں سے اٹھ کر ...جھکتا ہوا، رینگتا ہوا دروازے کے اندر پہنچ گیا۔ وہاں میں اٹھنا ...ہی چاہتا تھا کہ ایک زبردست ٹھوکر لگی۔ میں نیم تاریکی میں لڑھکتا ...ہوا ذرا دور جا کر چاروں شانے چت ہو گیا۔ اس کے بعد اٹھ نہ سکا۔ ایک ...رائفل میری کنپٹی سے لگ گئی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا "خبردار، ریوالور ...پھینک دو۔ ہم تمھیں زندہ گرفتار کرنے پر مجبور ہیں۔ ہمیں یہی ...حکم دیا گیا ہے۔"

دوسری طرف سے ایک آواز آئی "مسٹر میکی! تمھارا منصوبہ ناکام ہو چکا ہے۔ تمھاری وہ ٹیم جو قلعے کے اگلے حصے سے داخل ہونے والی تھی، اس کے تمام فلسطینی چھوکرے ہمارے قیدی بن چکے ہیں اور تمھاری وہ چادر والی ..."

تیسری آواز آئی "ہم کہتے ہیں ریوالور پھینک دو، شرافت سے اٹھ کر مائک کے پاس آؤ اور اعلان کرو کہ تم ہتھیار پھینک رہے ہو تاکہ تمھارے ساتھی بھی ہتھیار پھینکنے پر مجبور ہو جائیں۔"

میں نے ریوالور پھینک دیا۔ پھر وہاں سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ وہاں تین مسلح جوان نظر آئے۔ چوتھا ایک عمر رسیدہ آفیسر لگتا تھا۔ وہ مائک کے سامنے کھڑا ہوا مجھے ہاتھ کے اشارے سے آنے کے لیے کہہ رہا تھا۔ انہوں نے پہلے سے وہ مائکرو فون لا کر رکھا تھا تاکہ مجھ سے اعلان کرا سکیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ انھیں میرے منصوبے کی اطلاع بہت پہلے ہی مل چکی تھی۔ سوال پیدا ہوتا ہے یہ اطلاع کس نے پہنچائی؟

ایک شخص میرے پیچھے رائفل لیے کھڑا ہوا تھا۔ رائفل کی نال میری پشت سے لگی ہوئی تھی۔ باقی دو میرے سامنے ذرا فاصلے پر رائفلیں تانے کھڑے ہوئے تھے۔ میں نے دونوں کے دماغوں کو باری باری کنٹرول کیا۔ پھر تو وہی تماشہ ہوتا، جو میں دکھانا چاہتا تھا۔ ان میں سے ایک نے میرے پیچھے کھڑے ہوئے شخص کا نشانہ لیا۔ دوسرے نے نشانہ لینے والے کا نشانہ لیا۔ نتیجے کے طور پر وہاں دو لاشیں فرش پر تڑپنے لگیں۔ آفیسر نے حیرانی سے پوچھا "یہ کیا ہو رہا ہے؟"

تیسرے مسلح جوان نے فوراً ہی اپنی رائفل کا رخ اپنے آفیسر کی طرف کرتے ہوئے کہا "سوری، ہم میکی کے آدمی ہیں۔ مسٹر میکی یہ معلوم کرنا چاہیں گے کہ تمھیں ان کے منصوبے کا علم کیسے ہوا؟"

آفیسر اپنا ہاتھ آہستہ آہستہ بڑھاتا ہوا مائک کی طرف لے جا رہا تھا۔ وہ مائک کا سوئچ آن کرنا چاہتا تھا تاکہ ہماری باتیں دوسری طرف سنی جا سکیں یعنی اس مائیکرو فون کے ذریعے ہماری آواز صرف مجاہدین اور دوسرے لڑنے والوں تک ہی نہیں بلکہ اس قلعے کے مختلف اہم مقامات تک پہنچتی اور وہ سب سمجھ لیتے کہ جو جال میرے لیے بچھایا گیا ہے، اس میں سی سرپنٹ کے آدمی خود ہی الجھ گئے ہیں۔ میری جیت کو ہار میں بدلنے والے خود شکست کھا رہے ہیں۔

لیکن وہ مائک کے سوئچ کو آن نہ کر سکا۔ میں نے اس مسلح جوان کی کمر پر ایک زور کی لات ماری۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا جا کر اپنے آفیسر کے اوپر گرا۔ وہ دونوں ٹکراتے ہوئے پچھلی دیوار سے جا کر لگ گئے۔ رائفل ابھی تک اس کے ہاتھ میں تھی، وہ اس دوران میری خیال خوانی کی گرفت سے آزاد ہو چکا تھا کیونکہ میں حاضر دماغ رہ کر ان سے نمٹ رہا تھا۔ جیسے ہی میں ان کے قریب پہنچا، وہ رائفل سیدھی کر کے میرا نشانہ نہ لے سکا۔ میں نے اس کے پیٹ میں ایک لات ماری جیسے ہی وہ جھکا، اس کے منہ پر ایک گھونسا رسید کیا۔ وہ پھر سیدھا ہو کر دیوار سے لگ گیا۔ میں نے پوچھا "اپنے آفیسر پر رائفل تان رہے تھے۔ شرم نہیں آتی؟ چلو ہتھیار آفیسر کو دو تاکہ یہ ہم دونوں کو گولیوں کا نشانہ بنا سکے۔"

میری بات ختم ہوتے ہی آفیسر نے اس سے رائفل چھین لی۔ پھر وہ میرا نشانہ پہلے لینا چاہتا تھا لیکن میں نے رائفل کا رُخ دوسری طرف کر دیا۔ فائرنگ ہوئی اور اس کا وہ تیسرا محافظ بھی فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑا تو وہ بوکھلا گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ جتنی دیر میں وہ سمجھتا، میں اس کے سر پر پہنچ چکا تھا۔ میں نے ایک کراٹے کا ہاتھ اس کے منہ پر رسید کیا۔ رائفل چھوٹ کر گر پڑی۔ میں نے ایک بازو کو اس کی گردن میں ہار کی طرح پہنایا۔ پھر اسے دبوچ کر پوچھا "ہاں تو بتاؤ، میرے منصوبے کا علم کیسے ہوا؟ کس نے میرے یہاں آنے کی اطلاع دی؟"

اس کی گردن میرے بازو میں جکڑی ہوئی تھی، سانس رکتی جا رہی تھی۔ وہ گھبرا کر بولا "مم، میں کچھ نہیں جانتا۔ مجھے سی سرپنٹ نے اطلاع دی تھی کہ کرسٹوفر میکی قلعے کے ساحلی دروازے سے آنے والا ہے۔ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ قلعے کے سامنے سے تمھارے جو ساتھی آنے والے ہیں، ان پر ہمارے دوسرے آدمی قابو پالیں گے۔ میری اطلاع کے مطابق ان پر قابو پالیا گیا ہے۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں، اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتا۔"

اس کے بولنے کے دوران میں اس کے دماغ کو بھی پڑھ رہا تھا۔ واقعی اسے کچھ نہیں معلوم تھا۔ جو اطلاع سی سرپنٹ کی طرف سے ملی تھی، وہی مجھے سنا رہا تھا۔

میں تھوڑی دیر تک اسی طرح اس کی گردن دبوچے رہا اور خیال خوانی کے ذریعے مجاہدین کی خبر لیتا رہا۔ وہ بڑی کامیابی سے محاذ آرائی کر رہے تھے اور جوابی فائرنگ کرتے جا رہے تھے۔ ان میں سے دو ہلاک ہو گئے تھے لیکن انہوں نے کتنے ہی دشمنوں کو مار گرایا تھا۔ جس سیکورٹی آفیسر کے دماغ میں مَیں نے قبضہ جمایا تھا، اس کا دماغ پھر مجھے نہ مل سکا۔ یعنی وہ کسی کی گولی کا نشانہ بن چکا تھا۔

میں نے اس کی گردن کو چھوڑتے ہوئے کہا: "میں جانتا ہوں، قلعے کے اس حصّے کا کنٹرول تمہارے ہاتھوں میں ہے۔ یہاں کے تمام مسلح گارڈز تمہارا حکم مانتے ہیں۔ چلو سوئچ آن کرو اور انھیں ہتھیار پھینکنے کا حکم دو۔"

میں کن انکھیوں سے ان ہتھیاروں کو دیکھ رہا تھا جو مُردہ گارڈز کے پاس پڑے ہوئے تھے۔ میں نے کہا: "کوئی چالاکی نہیں چلے گی۔ سیدھی طرح میرے حکم کی تعمیل کرو۔"

وہ اتنی آسانی سے تعمیل کرنے والا نہیں تھا۔ میں نے ٹیلی پیتھی کا سہارا لیا تو اس نے سوئچ کو آن کرتے ہی باوقار انداز میں حکم دیا: "ہیلو، اٹینشن پلیز، میں سی سرپنٹ کے حکم سے اپنے مسلح جوانوں کو حکم دیتا ہوں، وہ فوراً ہتھیار پھینک دیں۔"

اس نے تین بار یہ اعلان کیا۔ فائرنگ رک گئی۔ اس کی آواز اسپیکر کے ذریعے قلعے کے اندرونی حصّوں میں نجانے کہاں کہاں گونج رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا: "میرے تمام مسلح جوان ہتھیار پھینکنے کے بعد اپنے اپنے ہاتھ اٹھا کر ساحلی گیٹ کے قریب کھلے چبوترے پر آ کر کھڑے ہو جائیں۔"

جیسے ہی اس کی بات ختم ہوئی، میں نے مائک کے سوئچ کو آف کیا۔ پھر اسے جکڑ کر مائک سے ذرا پرے لے گیا۔ اس کے ساتھ ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ سی سرپنٹ یہ اعلان سن کر حیران تھا۔ اس نے ایک بٹن دبا کر پوچھا: "یہ کیا بکواس ہے۔ کیا آفیسر تھرمون کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ اسے فوراً حراست میں لیا جائے اور اس سے جواب طلب کیا جائے۔"

اس کے بعد وہ دوسرا سوئچ آن کر کے اپنی طرف سے اعلان کرنا چاہتا تھا کہ کوئی ہتھیار نہ پھینکے۔ اس کے سامنے میز پر شراب سے بھرا ہوا جام رکھا تھا۔ میں نے اس کے دل میں خواہش پیدا کی۔ پہلے وہ دو گھونٹ پیے پھر آفیسر تھرمون کے اعلان کے خلاف دوسرا اعلان کرے اور اپنے آدمیوں کو لڑتے رہنے کا حکم دے۔

اس نے عجلت سے جام اٹھا کر ہونٹوں سے لگایا۔ دو گھونٹ پینا چاہتا تھا، لیکن چار بڑے بڑے گھونٹ اس نے حلق میں اتارے۔ پینے کے ساتھ ساتھ اس نے ایک زور کی سانس کھینچی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ زور کا ٹھسکا لگا۔ یکبارگی کھانسی شروع ہو گئی۔ سانس اوپر کی اوپر اور نیچے کی نیچے رہ گئی۔ وہ سینہ تھام کر میز پر جھکا۔ اس کی آنکھوں سے اور ناک سے پانی بہہ رہا تھا۔ وہ اپنے آپ کو سنبھالنے میں مصروف ہو گیا تھا۔ بھلا ایسے میں اعلان کیسے کر سکتا تھا۔

میں نے پھر آفیسر تھرمون کے ساتھ مائک کے قریب آ کر سوئچ کو آن کیا۔ اس بار میں نے اعلان کرتے ہوئے کہا: "میں کرسٹوفر میکی اپنے دلیر جوانوں سے مخاطب ہوں۔ جو لوگ کھلے چبوترے پر پہنچ چکے ہیں، انھیں چاروں طرف سے گھیر کر اس گودام تک لے جاؤ جہاں اسمگلنگ کا مال رکھا جاتا ہے۔"

میں نے خیال خوانی کے ذریعے دیکھا۔ میرے حکم کی تعمیل ہو رہی تھی۔ میں آفیسر تھرمون کو وہاں سے دھکا دیتا ہوا زینے کے پاس لے گیا۔ پھر کہا: "چپ چاپ زینہ چڑھتے ہوئے اوپر کنٹرول روم میں چلو۔ میں تمہارے ساتھ نہیں آؤں گا۔ تم آزاد ہو۔"

اس نے حیرانی اور بے یقینی سے دیکھا۔ پھر دوڑتے ہوئے زینے پر چڑھتے ہوئے اوپر کی طرف جانے لگا۔ میں نے ایک کھڑکی کھول کر دیکھا۔ میرے ساتھ آنے والے مجاہدین تمام نہتے گارڈز کو گھیر کر گودام کے سامنے لے آئے تھے۔ میں کھڑکی کی طرف سے پلٹ کر مائک کے پاس آیا۔ اُدھر آفیسر تھرمون تیزی سے چڑھتا جا رہا تھا۔ ابھی اوپر پہنچنے میں دیر تھی۔ میں نے مائک کے سوئچ کو آن کرتے ہوئے مجاہدین کو مخاطب کیا اور کہا: "جس ساحلی گیٹ سے ہم داخل ہوئے تھے، وہاں کے سیکورٹی آفیسر کی جیب میں گودام کی چابیاں ہیں۔ انھیں نکال کر تالا کھولو اور نہتے گارڈز کو بند کر دو۔ خواہ مخواہ کسی کی زندگی سے کھیلا نہ جائے۔"

وہ میرے حکم کی تعمیل کرنے لگے۔ میں آفیسر تھرمون کے دماغ میں پہنچ گیا لیکن مجھے سی سرپنٹ کے دماغ میں پہنچنا چاہیے تھا۔ میں نے دیکھا کہ تھرمون اوپر پہنچ چکا ہے تو اسے پھر پلٹا دیا۔ وہ تیزی سے دوڑتے ہوئے زینے سے اترنے لگا۔ اب وہ نیچے میری طرف آ رہا تھا۔ میں نے سی سرپنٹ کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔

وہ اپنی کھانسی پر قابو پا چکا تھا۔ بٹن دبا کر قلعے کے اعلیٰ

علاقے والے مسلح گارڈز کو حکم دینا چاہتا تھا کہ ہتھیار نہ پھینکیں، جنگ جاری رکھیں۔ پھر اسے خیال آیا، بہت دیر ہو چکی ہے۔ اتنی دیر میں وہ ہتھیار پھینک کر مجاہدین کے قابو میں آ گئے ہوں گے۔ وہ دوسرا بٹن آن کر کے قلعے کے دوسرے حصّے کے مسلح گارڈز کو ادھر بھیجنا چاہتا تھا۔ اس کا ہاتھ دوسرے بٹن کی طرف بڑھ رہا تھا۔ میں نے اسے جام کی طرف بڑھا دیا۔ اس نے بے اختیار اسے تھام کر حیرانی سے سوچا: "میں خواہ مخواہ پینے کیوں لگتا ہوں۔ وہ بھی ایسے وقت جبکہ میکی ہیرو بن کر جرأت کا مظاہرہ کر رہا ہے۔ میرے قلعے میں داخل ہو کر تباہی مچا رہا ہے۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا: "اسی لیے تو اپنے دماغ کو پٹرول پہنچا رہا ہوں تاکہ یہ اچھی طرح کام کر سکے۔"

اکثر شراب پینے والے اس لعنت کو پٹرول کہتے ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے، اس کے ذریعے دماغ کی گاڑی چلتی ہے اور خوب چلتی ہے۔ لہٰذا وہ بھی جام اٹھا کر اوپر سانس کھینچتے ہوئے پینے لگا۔ ظاہر تھا، پھر اسے ٹھسکا لگتا۔ نہ لگتا تو میں پہنچاتا اور میں نے پہنچایا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ دوسری بار بٹن نہ دبا سکا۔ میں ادھر سے فرصت پاتے ہی زینے کی طرف دیکھنے لگا۔ آفیسر تھرمون تیزی سے اترتا ہوا نیچے آ رہا تھا۔ میں نے اسے گھور کر دیکھتے ہوئے ڈانٹ کر پوچھا: "یہ کیا حرکت ہے۔ میں نے تمھیں اوپر جانے کے لیے کہا تھا۔ یو بلڈی فول۔ چلو اوپر جاؤ۔"

وہ بے چارہ اوپر جا کر نیچے آیا تھا۔ بُری طرح ہانپ رہا تھا۔ جانا نہیں چاہتا تھا، میں نے پھر اسے پلٹا کر اوپر کی طرف دوڑا دیا۔ وہ تیزی سے دوڑنے لگا۔ جب ذرا اوپر پہنچا تو میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ ٹھٹک گیا۔ رک کر سوچنے لگا: "میں پھر اوپر جا رہا ہوں؟"

میں نے بلند آواز سے کہا: "جو حکم دیا ہے اس پر عمل کرو۔"

وہ فوراً ہی اوپر کی طرف اس خیال سے جانے لگا کہ کنٹرول روم میں اس کے آدمی ہیں۔ ان کے ذریعے وہ مجھے زیر کر سکے گا۔ بہرحال اُدھر وہ دوڑنے لگا، ادھر میں نے مجاہدین کی خبر لی۔ انھوں نے تمام نہتے گارڈز کو گودام میں بند کر دیا تھا۔ وہاں سے میں نے سی سرپنٹ کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ وہ کھانسنے کے دوران اپنے سینے کو سہلا رہا تھا۔ میں نے اس کے دماغ کو ٹٹولنا شروع کیا۔ اس سوال کا جواب تلاش کیا: "آخر اسے میرے منصوبے کا علم کیسے ہوا تھا؟"

اس کی سوچ نے بتایا، اسے خفیہ طور پر اطلاع دی گئی تھی۔ اس سے کہا گیا تھا، قلعے کے اگلے دروازے کو اور پچھلے ساحلی دروازے کو کھلا رکھا جائے یا جس انداز میں بھی میکی داخل ہونا چاہے اسے داخل ہونے دیا جائے۔ ایک طرف میکی کو اور دوسری طرف اس چادر والی عورت کو کوئی نقصان نہ پہنچایا جائے۔ انھیں زندہ گرفتار کیا جائے۔ ان کے باقی ساتھی مارے جائیں، کوئی بات نہیں۔

سی سرپنٹ کی سوچ پڑھ کر مجھے مایوسی ہوئی۔ مجھے یقین تھا کہ وہ اس قلعے کا مالک ہے، مختار ہے اور اس کے حکم سے یہاں کوئی شخص اپنی جگہ سے حرکت نہیں کر سکتا ہے تو پھر اسے میرے منصوبے کے متعلق بہت کچھ معلوم ہوگا اور معلومات حاصل کرنے کے ذرائع بھی معلوم ہوں گے۔

سرپنٹ کی سوچ کہہ رہی تھی، یہ پہلی بار خفیہ طریقے سے اطلاع ملی ہے۔ اسے یقین نہیں تھا کہ اطلاع کے مطابق ایک طرف سے کرسٹوفر میکی اور دوسری طرف سے کوئی چادر والی قلعے میں داخل ہونا چاہتی ہے اور ان کے ساتھ دس دس افراد ہیں۔ ویسے یقین نہ ہونے کے باوجود اس نے اپنے مسلح گارڈز کو محتاط رہنے کے لیے کہا تھا۔

اب سی سرپنٹ کو یقین ہو گیا تھا۔ وہ اپنے ٹھسکے اور کھانسی پر قابو پاتے ہوئے دو پریشان کُن خیالات میں الجھا ہوا تھا۔ ایک تو یہ کہ بار بار وہ کیوں پی رہا ہے اور اسے ٹھسکے کیوں لگ رہے ہیں۔ دوسرے یہ کہ اطلاع کس نے دی تھی؟

میں ایک جگہ ٹھہر نہیں سکتا تھا۔ خیال خوانی کی چھلانگیں لگا رہا تھا۔ اگرچہ قلعے کے ساحلی حصّے پر قابض ہو رہا تھا، یہاں کے لوگوں پر غالب آ رہا تھا، تاہم قلعہ بہت دور تک پھیلا ہوا تھا اور میرا راز فاش ہو چکا تھا۔ میرے خلاف مخبری کرنے والا ایک تھا یا کئی تھے، میں نہیں سمجھ سکتا تھا۔ اگر ایک سے زیادہ ہوں گے تو یقیناً وہ قلعے میں بھی ہوں گے اور ان کی نظریں مجھ پر ہوں گی اور وہ کسی مناسب موقع کے انتظار میں ہوں گے۔

میرے لیے دانشمندی یہی تھی کہ جلد سے جلد سی سرپنٹ کے سر پر پہنچ جاؤں۔ اسے اپنے قابو میں کروں گا تو پورا قلعہ میرے قابو میں رہے گا۔ میں نے اس کے دماغ سے معلوم کیا، وہ جہاں بیٹھا ہوا تھا، وہاں تک پہنچنے کا قریب ترین راستہ کون سا ہوگا؟ اس دوران سی سرپنٹ انٹرکام کے ذریعے اپنے خاص ماتحتوں کی رپورٹ سن رہا تھا۔ وہ بتا رہے تھے کہ ٹاور کے نچلے حصّے میں جہاں کرسٹوفر میکی ہنگامے کر رہا ہے، وہاں تک پہنچنے کے لیے ان کے بہترین فائٹر خفیہ

راستوں سے گزر رہے ہیں۔

میں نے فوراً ہی فرش پر پڑے ہوئے اپنے ریوالور کو اٹھا کر اسے پوری طرح لوڈ کیا۔ پھر اسے ہولسٹر میں رکھ کر ایک رائفل اٹھالی۔ وہاں سے پلٹ کر اس دروازے کو کھولتے ہوئے دوسری طرف نکل گیا جو خفیہ راستوں کی طرف لے جاتا تھا جو بہترین فائٹر میری طرف آرہے تھے، میں خود ان کی طرف بڑھنے لگا۔ یہی ایک راستہ تھا۔ اگر میں دوسرے راستوں سے سی سرپنٹ تک پہنچنا چاہتا تو پتا نہیں کن مقامات پر کتنے پہرے داروں کی ڈیوٹی تھی اور وہ میرے ساتھ کیا سلوک کرتے۔ مجھے وارننگ دیتے یا وارننگ دیے بغیر ہی گولی مار دیتے۔

وہ خفیہ راستہ ایک لمبی سرنگ کی طرح تھا لیکن وہ زمین دوز نہیں تھا۔ وہاں نیم تاریکی تھی۔ کافی فاصلوں پر دھیمی روشنی کے بلب لگے ہوئے تھے جن کی وجہ سے راستہ سجھائی دیتا تھا۔ ذرا دور جانے کے بعد ہی مجھے کئی قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔ میں ایک جگہ دیوار سے لگ کر کھڑا ہوگیا۔ آنے والے جلد ہی نظر آگئے۔ وہ مجھے دیکھتے ہی ذرا سنبھلے۔ میں نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر قریبی بلب پر فائر کیا۔ وہ بلب ایک چھناکے سے ٹوٹا۔ اس حصے میں اچھی خاصی تاریکی چھاگئی۔ فائر کرتے ہی میں زمین پر گر پڑا تھا کیونکہ وہ لوگ ٹارچ روشن کررہے تھے۔ جہاں جہاں ٹارچ روشن ہوئی، وہاں میں نے لڑھکتے ہوئے، کروٹ بدلتے ہوئے کئی فائر کیے اور کئی چیخیں سنتا رہا۔ ٹارچیں بجھ گئیں۔ اب کسی میں اتنی جرأت نہیں تھی کہ وہ میری طرف روشنی پھینک سکتا۔

آنے والوں کے پیچھے بہت دور ایک بلب روشن تھا اس کی روشنی بمشکل ہم تک پہنچ رہی تھی۔ پھر بھی ان میں سے ایک ذرا حاضر دماغ تھا۔ اس نے فوراً ہی اس بلب پر فائرنگ کی تاکہ بالکل تاریکی چھا جائے اور میں ان پر جوابی فائرنگ نہ کرسکوں۔

اب ہر طرف مکمل تاریکی تھی۔ ہمارے درمیان اندھیرے کا کھیل شروع ہوگیا تھا۔ میں اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ یہ انسان کی فطرت ہے، گہری تاریکی میں دیوار کا سہارا لے کر راستہ تلاش کرتا ہے۔ ہم میں سے کوئی اس سرنگ نما راستے کے درمیان تنہا کھڑا نہیں رہ سکتا تھا۔ اس بات کا اندیشہ تھا کہ کہیں سے بھی فائرنگ ہو سکتی ہے لیکن فائرنگ کرنا بھی حماقت ہوتی۔ کیونکہ ریوالور سے یا رائفل سے تاریکی میں شعلے بلند ہوتے اور یہ معلوم ہوجاتا کہ فائرنگ کرنے والا کہاں ہے۔ پھر جوابی فائرنگ اسے ہمیشہ کے لیے چاٹ جاتی۔

میں دیوار سے ذرا ہٹ کر چلنے لگا۔ بہت آہستہ آہ[illegible] پھونک پھونک کر قدم اٹھا رہا تھا۔ لیکن یہی طر[illegible] وہ بھی استعمال کررہے تھے۔ انھوں نے بھی دیوار کا [illegible] نہیں لیا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایک مقام پر دو آدمیوں سے [illegible] فوراً ہی اچھل کر پیچھے چلا آیا۔ اس کے بعد ایسی آوازیں آ[illegible] جیسے باقی افراد آپس میں ٹکرا گئے ہوں۔ وہ دونوں ایک دو[illegible] پر حملہ کررہے تھے۔ یقیناً ایک دوسرے کو میکی سمجھ رہے [illegible] میں نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا۔ رائفل کو نال کی طر[illegible] سے پکڑ لیا۔ پھر اندازے سے آواز کی سمت حملہ کیا۔ رائفل [illegible] کُندہ کسی پر پڑا۔ ایک دلدوز چیخ نکلی۔ میں نے پھر انداز[illegible] سے گھمایا، وار خالی گیا۔ دوسری بار میں نے پینترا بدل کر [illegible] کو گھمایا۔ اس بار ایک چیخ بلند ہوئی۔ میں نے ذرا رک کر [illegible] کی سُن گن لی۔ پتا چلا، وہ دونوں زمین پر گر پڑے ہیں [illegible] بے اختیار کراہ رہے ہیں۔ میں نے کراہنے کی آواز کو غور [illegible] سنا۔ سمت کا تعین کیا پھر حملہ کیا۔ اس بار پھر وہی چیخیں [illegible] دیں۔ شاید وہ فرش پر گر پڑے ہوں گے اور تڑپ رہ[illegible] ہوں گے۔

ان میں سے ایک شخص ڈوبتی ہوئی آواز میں بڑبڑ[illegible] رہ گیا تھا لیکن وہ مقامی زبان کی بڑبڑاہٹ تھی۔ میں اس [illegible] دماغ تک نہیں پہنچ سکتا تھا اور نہ ہی یہ جان سکتا تھا کہ [illegible] پر حملہ کرنے والے کتنے تھے، کتنے مر چکے تھے اور کتنے زخمی [illegible] تھے۔ ان میں سے کسی کی ٹارچ لے کر روشن کرنا بھی دانشمند[illegible] تھی۔ میں نے رائفل کو وہیں چھوڑ دیا۔ زمین پر اوندھا لی[illegible] آہستہ آہستہ رینگنے لگا۔ ایک لاش کے پاس پہنچا پھر اس [illegible] اوپر سے گزرتا ہوا آگے بڑھا۔ آگے پھر ایک لاش پر [illegible] گزرنا پڑا۔ یہی طریقہ مناسب تھا۔ میں رینگتے ہوئے آگے [illegible] رہا تھا۔ اگر کوئی دشمن زندہ تھا یا زخمی حالت میں تھا تو [illegible] تاریکی میں رینگتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ جب بہت فا[illegible] پر ایک اور بلب نظر آیا تو میں نے پیچھے پلٹ کر دیکھا [illegible] لوگ مجھ سے بہت دور رہ گئے تھے۔ میں وہاں سے [illegible] کر دوڑتا ہوا اس راستے پر جانے لگا جو مجھے سی سرپنٹ [illegible] پہنچا سکتا تھا۔

اچانک ہی میں روشنی میں نہا گیا۔ دوڑتے دوڑتے [illegible] دم سے ٹھٹک گیا۔ چاروں طرف حیرانی سے دیکھنے لگا۔ [illegible] پہنچا تھا، وہاں چاروں طرف ہیڈ لائٹس نظر آرہی تھیں [illegible] ایک اسپیکر سے قہقہہ سنائی دے رہا تھا۔ پھر سی سرپنٹ کی [illegible] سنائی دی "مسٹر میکی! ہم تمھیں بڑی وضاحت سے اسکرین [illegible] دیکھ رہے ہیں۔ ریوالور پھینک دو۔ وہ محض ایک کھلونا [illegible]

[illegible] تم کتنوں پر فائرنگ کرو گے۔ کتنی لائٹوں کو بجھاؤ گے؟"

وہ درست کہہ رہا تھا۔ میں ایک ریوالور سے کچھ [illegible]ہیں کرسکتا تھا۔ مجھے ریوالور پھینکنا پڑا۔ وہ کہنے لگا "میکی! [illegible] شاید یقین نہ کرو، تمھارے یہاں آنے سے پہلے ہی معلوم [illegible]ہوچکا تھا کہ تم آرہے ہو۔ صرف ساحلی راستے سے نہیں بلکہ [illegible] کے اگلے دروازے سے بھی تمھاری ٹیم کے کچھ افراد یہاں [illegible]پہنچنے والے ہیں۔ تمھیں حیرانی تو ہوگی کہ وہ مخبر کون ہے؟"

میں اس کی آواز سن رہا تھا اور یہ بھی سننا چاہتا تھا کہ [illegible] کون ہے؟ اس نے کہا "پہلے میں خود حیران تھا مگر مجھے [illegible] دینے والا اب میرے پاس بیٹھا ہے۔ ہاں تو یوسف، بتاؤ تمھیں کرسٹوفر میکی کی پلاننگ کس طرح معلوم ہوئی؟"

یوسف عربی زبان میں کہنے لگا۔ میں عربی نہیں سمجھتا لیکن سی سرپنٹ کے دماغ سے ترجمہ سن رہا تھا۔ اس نے [illegible] کے ذریعے کہا "کرسٹوفر میکی! اگر تم واقعی میکی ہو تو اس کی [illegible] عربی اور عبرانی زبان ضرور سمجھتے ہوگے۔ بتاؤ، یہ کیا کہہ [illegible] رہا ہے؟"

میں نے سر اٹھا کر کہا "یہ جو کچھ کہہ رہا ہے، ایک غدار زبان سے کہہ رہا ہے۔ اگرچہ یہ فلسطینی مسلمان ہے لیکن مجاہدین [illegible] درمیان رہ کر ان کے راز تم لوگوں تک پہنچاتا ہے۔ اس [illegible] تمھیں پوری بات نہیں بتائی، لیکن میں سمجھ گیا ہوں۔ حدیقہ [illegible] میں مجاہدین کی جو ٹیم تیار کی تھی، ان میں سے ایک یہ بھی [illegible] اس نے تمام پلاننگ سن لی لیکن ایک بات سمجھ میں نہیں [illegible] اس نے تمھیں اطلاع دیتے وقت خود کو راز میں کیوں رکھا؟"

سی سرپنٹ نے ہنستے ہوئے کہا "یہ اصل آدمی نہیں [illegible] تمھیں یہاں گھیرنے کا سہرا ایک دوسری ہستی کے سر ہے۔ یقیناً اس سے مل کر خوش ہوجاؤ گے۔ وہ دیکھو، تمھارے [illegible] سامنے دروازہ کھل رہا ہے اور وہ آرہی ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ذرا فاصلے پر ایک دروازہ [illegible] کھلنے لگا۔ اس کھلے ہوئے دروازے کے اندر تیز روشنی تھی۔ وہاں [illegible] کسی کا سایہ میرے سامنے پڑ رہا تھا۔ میں اسے سایہ نہیں [illegible] پرچھائیں کہوں گا۔ وہ پرچھائیں چادر میں لپٹی ہوئی تھی۔

میرا دل دھک سے رہ گیا۔ سی سرپنٹ فخریہ انداز میں [illegible] کہہ رہا تھا "دیکھو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھو۔ یہی وہ ہستی ہے [illegible] جس نے تمھارے منصوبے کو خاک میں ملا کر رکھ دیا۔"

وہ آرہی تھی۔ دروازے سے گزر کر جب میرے سامنے روشنی میں آئی تو وہ چادر میں لپٹی ہوئی تھی۔ یقیناً اس [illegible] چادر کے اندر وہ خنجر بھی ہوں گے جو اس کے خصوصی کردار [illegible] ایک حصہ تھے۔ یعنی گونگی، خنجر اور چادر کی علامتیں مکمل ہو رہی تھیں۔

میں کھلی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے بھی اسے بے یقینی سے دیکھ رہا تھا۔ کیا مجھ پر جان دینے والی میری جان کی دشمن بن سکتی ہے؟

وہ کچھ نہیں بول رہی تھی۔ پہلے بھی گونگی تھی، اب بھی گونگی بنی ہوئی تھی۔ پھر وہ آہستہ آہستہ دوسری طرف پلٹ گئی۔ جس دروازے سے آئی تھی، اس کی طرف منہ کرلیا۔ میری طرف اس کی پشت ہوگئی۔ پھر وہ چادر کھولنے لگی۔ دونوں بازو پھیل گئے۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے چادر تھام رکھی تھی۔ اسے آہستہ آہستہ نیچے سرکا رہی تھی، یعنی چادر گرا رہی تھی، پردہ اٹھا رہی تھی۔ پہلے اس کا سر نظر آیا پھر اس کی گھنی سیاہ ریشمی زلفیں نظر آنے لگیں۔ پھر اس نے چادر چھوڑ دی۔ وہ چادر اس کی پشت پر سے سرکتی ہوئی نیچے فرش پر گر پڑی۔

وہ سراپا میرے سامنے بے پردہ تھی۔ میں کسی لمحے میں اس کا چہرہ دیکھنے والا تھا۔ وہ میری طرف گھومنے ہی والی تھی۔ بڑی حسرت تھی کہ اس کا چہرہ دیکھوں، اس کی آواز سنوں لیکن اب مجھے شدید نفرت ہورہی تھی۔ میں نے سوچ لیا، وہ میری طرف گھوم کر خود کو دکھائے گی تو منہ پھیر لوں گا۔ اپنی آواز سنائے گی تو کانوں میں انگلیاں ٹھونس لوں گا۔ لیکن انگلیاں ٹھونسنے سے پہلے ہی اس کا قہقہہ سنائی دیا۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "میرے پیارے میکی! میرے محسن! کیا اپنی حدیقہ کا چہرہ نہیں دیکھو گے؟"

اس کی آواز نہ سننا حماقت ہوتی۔ میں نے سن لیا، اچھا کیا۔ اس کی کھوپڑی میں پہنچتے ہی انکشاف ہوا، میں جو سمجھ رہا تھا، وہ نہیں تھی اور جو نہیں سمجھ رہا تھا وہ تھی۔

اس نے گھوم کر اپنی رونمائی کی۔ فضا میں اپنی ایک مٹھی بلند کرتے ہوئے کہا "تمھاری حدیقہ میری مٹھی میں ہے۔"

وہ مس گائیڈ تھی۔

اور اس نے سچ مچ مجھے مس گائیڈ کیا تھا۔

میں نے مس گاڈ ڈ کو دیکھ کر یوں شدید حیرانی ظاہر کی جیسے بوکھلا گیا ہوں۔ اپنی شکست پر بدحواس ہو کر گم صم رہ گیا ہوں مگر میں اس کے دماغ کو پڑھ کر سب سے پہلے حدیقہ کے متعلق معلوم کر رہا تھا۔ پتا چلا وہ جس وقت بیس مجاہدین پر مشتمل ایک ٹیم بنا رہی تھی اور اپنے با اعتماد ساتھیوں کو میری پلاننگ سمجھا رہی تھی، اس وقت یوسف نامی غدار ان میں شامل تھا۔ اس نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے گولڈن ریکٹ کے سربراہ کو اطلاع دی۔ یہ شام ہی کو پتا چل گیا تھا کہ کرسٹوفر میکی کسی جادر روالی کے ساتھ ڈیمور کے علاقے میں ہے۔ اس اطلاع کے ساتھ ہی گولڈن ریکٹ کا ڈاکٹر ولیم بروک اپنی دست راست مس گاڈ ڈ کے ساتھ ڈیمور پہنچ گیا تھا۔ وہ تقریباً گیارہ بجے وہاں پہنچا جب حدیقہ آخری بار مجھ سے ملاقات کر کے مجاہدین کے ساتھ وہاں سے روانہ ہوئی تو راستے میں ہی انھیں گھیر لیا گیا تھا۔ ان کے درمیان زبردست تصادم ہوا۔ فائرنگ کا تبادلہ ہوتا رہا پھر وہ حدیقہ کو گرفتار کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ بہت سے مجاہدین ہلاک ہوئے جو بچ گئے تھے انھیں مجبوراً فرار ہونا پڑا۔

ڈاکٹر ولیم بروک نے فوراً ہی اپنے طور پر منصوبہ بنایا کہ مس گاڈ ڈ کو حدیقہ بن کر جانا چاہیے۔ اس نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے سی سرپنٹ سے رابطہ قائم کیا، اسے میرے منصوبے کے مطابق تفصیل سے اطلاع دی لیکن یہ نہیں بتایا کہ اطلاع دینے والا خود کون ہے۔ اس نے سختی سے تاکید کی تھی کہ کرسٹوفر میکی اور حدیقہ کو جانی نقصان نہ پہنچایا جائے۔ ایک تو وہ مجھے زندہ گرفتار کرنا چاہتا تھا دوسرے اس کی مس گاڈ ڈ حدیقہ کے روپ میں جا رہی تھی۔ قلعے کے پہرے دار اسے گولی مار سکتے تھے اسی لیے اس نے پہلے ہی سی سرپنٹ کو سمجھا دیا تھا۔

میں مس گاڈ ڈ کے دماغ سے تمام معلومات ایک ہی وقت میں حاصل نہیں کر رہا تھا۔ صرف حدیقہ کے متعلق معلوم کرنا چاہتا تھا۔ اس کے دماغ نے بتایا، وہ گولڈن ریکٹ کے ڈاکٹر ولیم بروک کی قید میں ہے۔ اسے کہاں رکھا گیا ہے؟ یہ ڈاکٹر ولیم بروک ہی جانتا ہے۔

مس گاڈ ڈ نے مسکرا کر مجھے دیکھتے ہوئے پوچھا "کب تک تم گم صم ہو کر دیکھتے رہو گے۔ کیا اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا ہے؟"

مجھے اس کی بات کا جواب دینا تھا۔ میں نے چونک کر اسے دیکھا۔ پھر اپنے سر کو دونوں ہاتھوں سے یوں تھام لیا جیسے میرا سر چکرا رہا ہو۔ دراصل میں پہلی فرصت میں حدیقہ کے متعلق معلوم کرنا چاہتا تھا۔ میں نے ولیم بروک کے دماغ کو پڑھا۔ صرف اتنا ہی معلوم کیا کہ وہ زندہ ہے یا نہیں؟ معلوم ہوا وہ زندہ بھی ہے اور بخیریت بھی۔ پھر میں دماغی طور پر حاضر ہو کر مس گاڈ ڈ کی طرف دیکھتے ہوئے گھورنے لگا۔ وہ حیرانی سے بولی "ابھی تو تم حیران ہو کر دیکھ رہے تھے۔ اب گھور رہے ہو، کیا بات ہے؟"

میں نے پوچھا "حدیقہ کہاں ہے؟"

وہ اپنی ایک انگلی انکار کی صورت میں ہلاتے ہوئے بولی "قیدی کو سوال کرنے کا حق نہیں پہنچتا۔ ہم تم سے سوال کریں گے اور تم جواب دو گے۔"

میں نے شوخی سے مسکراتے ہوئے کہا "جہاں تک تمھارا قیدی بننے کا تعلق ہے تو سے

سر تسلیم خم ہے ، جو مزاج یار میں آئے

لیکن سی سرپنٹ کا جہاں تک تعلق ہے وہ بے چارہ مجھے اس زندگی میں کبھی اپنا قیدی نہیں بنا سکے گا۔"

سی سرپنٹ کی آواز اسپیکر کے ذریعے گرجتی ہوئی آئی "یو نان سنس، زیادہ اسمارٹ بننے کی کوشش نہ کرو۔ اگر تمھیں پتا چل جائے کہ قلعے میں قید ہونے والوں کو کتنی اذیت ناک سزائیں دی جاتی ہیں تو تمھارے ہوش اڑ جائیں گے۔"

میں جانتا تھا، سی سرپنٹ کا پورا خاندان اس قلعے میں آباد ہے۔ اس کی بیوی، اس کی جوان بیٹی، جوان بیٹا اور دو چھوٹے بچے قلعے کے ایک حصے میں شاہانہ زندگی گزارتے تھے۔ میں نے کہا "تم مجھے جان سے نہیں مار سکو گے۔ میں جانتا ہوں گولڈن ریکٹ والوں کو میری ضرورت ہے اور تم بھی مجھ سے فائدے اٹھانے کی کوشش کرو گے۔ رہ گئی اذیت دینے کی باتیں تو یہ حسرت بھی تمھارے دل میں رہ جائے گی۔ یقین نہ ہو تو حسرت پوری کرنے کی کوشش کرو۔"

مس گاڈ ڈ نے سر اٹھا کر کہا "مسٹر سرپنٹ! ایک ذہین کو جوشیلے انداز میں چیلنج کرنے سے بات نہیں بنے گی۔ ہم چکے ہیں، میکی کو ہمارے حوالے کر دو۔ ہم اس سے اصلیت اگلوا لیں گے۔"

"اچھی بات ہے، یہ صبح تک تمھاری تحویل میں رہے گا اگر تم ناکام ہوئیں تو ہم اسے بولنا بھی سکھائیں گے۔"

مس گاڈ ڈ نے مجھ سے کہا "میرے پیچھے آؤ۔"

وہ پلٹ گئی۔ دروازے کی طرف جانے لگی۔ میں اپنی جگہ کھڑا رہا۔ وہ دروازے کے پاس پہنچ کر رک گئی۔ گھوم کر میری طرف دیکھا۔ پھر پوچھا "کیا ہوا؟"

میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا "میں عورت کے پیچھے نہیں جاتا۔ لہٰذا حکم نہ دو پیار سے بولو۔"

وہ قاتلانہ انداز میں مسکراتے ہوئے بولی "پیار سے کہہ رہی ہوں، آجاؤ۔"

میں اس کے پیچھے چلتا ہوا ایک بڑے سے ڈرائنگ روم میں پہنچا۔ اس نے ایک آرام دہ صوفے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "بیٹھ جاؤ اور میرے سوالوں کا جواب دو۔"

میں نے چاروں طرف گھوم کر اس سجے ہوئے کمرے کا جائزہ لیا۔ پھر باتھ روم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "میں ذرا ادھر جانا چاہتا ہوں۔"

وہ ناگواری سے منہ بنا کر بولی "کوئی چالاکی دکھانا چاہتے ہو؟ یاد رکھو، یہاں سے فرار کا کوئی راستہ نہیں ہے۔"

"جب تمھیں اتنا یقین ہے تو پھر منہ کیوں بنا رہی ہو؟"

وہ دوسری طرف منہ پھیر کر کھڑی ہو گئی۔ میں باتھ روم میں چلا آیا۔ اندر سے دروازے کو بند کرتے ہی مجاہدین کی خبر لی۔ ساحلی حصے کی طرف ہمارا پلڑا بھاری تھا۔ وہاں سی سرپنٹ کے دوسرے مسلح جوان آنے کی جرأت نہیں کر رہے تھے۔ جب بھی وہ پیش قدمی کرنا چاہتے، مجاہدین کی طرف سے فائرنگ ہونے لگتی تھی۔ ان کے لیے گولہ بارود کی کمی نہیں تھی جتنے حصوں پر انھوں نے قبضہ جمایا ہوا تھا، وہاں ایسی چیزوں کا ذخیرہ تھا۔

میں نے کنٹرول ٹاور کے اس آفیسر کی خبر لی جسے میں زینے پر چڑھاتا اور اتارتا رہا تھا۔ اب وہ کنٹرول روم میں تھا۔ وہاں اس کے علاوہ ایک عورت اور دو مرد تھے۔ ان کے ساتھ ایک جوان لڑکا تھا۔ وہ کنٹرول روم میں وہاں کی مشینوں کو آپریٹ کرنے، سگنل کو سمجھنے کی ٹریننگ حاصل کر رہا تھا۔ اس آفیسر کے ذریعے میں نے عمر رسیدہ عورت اور مرد کی باتیں سنیں اور یہ معلوم ہوا کہ وہ لڑکا سی سرپنٹ کا بڑا بیٹا ہے۔

آفیسر نے کنٹرول روم کے دروازے کو اندر سے بند کر لیا تھا۔ وہ انھیں بتا رہا تھا "کرسٹوفر میکی بہت جی داری سے لڑتا ہے۔ اسے اپنی جان کی پروا نہیں ہے۔ ہمارے مسلح جوانوں نے اسے بے بس کر دیا تھا۔ اس کے باوجود وہ ہم پر بھاری پڑ گیا۔"

نوجوان نے پوچھا "یہ کیسے ممکن ہے۔ وہ کیسے غالب آ گیا ہے؟"

"معلوم ہوتا ہے، ہمارے قلعے میں جو مسلح گارڈز ہیں، ان میں سے کچھ کرسٹوفر میکی کے آدمی ہیں۔ کیونکہ جب اسے بے بس کیا گیا

تو اپنے ایک مسلح جوان نے دوسرے جوان کو گولی کا نشانہ بنایا۔ پھر اس نے مجھے بھی شوٹ کرنے کی دھمکی دی تھی۔"

آفیسر کی باتوں کے دوران میں نوجوان کے دماغ کو ٹٹول رہا تھا۔ اس کا نام یوں تو جان بلیمور یا تھا لیکن سب اسے بلی کہہ کر پکارتے تھے۔ بلی کو آفیسر کی بات کا یقین نہیں آیا تھا۔ بعد میں ریڈیو آپریٹنگ کے ذریعے اطلاع ملی۔ خفیہ راستوں سے جو بہترین فائٹر کرسٹوفر میکی کو قابو کرنے آ رہے تھے ان میں سے میکی نے چار کو ہلاک کر دیا تھا اور دو بُری طرح زخمی ہو گئے تھے۔

بلی نے یہ رپورٹ سن کر حیرانی سے کہا "او گاڈ! یہ میکی انسان ہے یا شیطان ہے۔ کسی کے قابو میں نہیں آ رہا ہے۔ میں نے اس کے متعلق بہت کچھ سن رکھا ہے لیکن کبھی دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ آج اچھا موقع ہے۔"

اس نے ریڈیو آپریٹ کرتے ہوئے اپنے باپ سی سرپنٹ سے رابطہ قائم کیا۔ پھر پوچھا "پاپا! کیا میکی کو گرفتار کر لیا گیا ہے؟"

"ہاں بیٹے، وہ ہماری قید میں ہے۔ مس گاڈ ڈ اس سے حقیقت اگلوانے کی کوشش کر رہی ہے۔"

"پاپا! میں اسے ایک نظر دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"ڈیوٹی کے وقت صرف ڈیوٹی کا خیال رکھو۔ اسے دیکھنے کا بہت موقع ملے گا۔ وہ ہماری قید میں ہے۔ یہاں سے نکل کر نہیں جا سکے گا۔"

سی سرپنٹ نے بیٹے سے رابطہ ختم کر دیا۔ دوسری طرف سے انٹرکام پر اشارہ موصول ہو رہا تھا۔ اس نے بٹن کو دباتے ہوئے پوچھا "یس؟"

دوسری طرف سے کہا گیا "سر، ہم کنٹرول ٹاور اور ساحلی گیٹ کی طرف پیش قدمی نہیں کر سکتے۔ ہر ممکن کوشش کر چکے ہیں۔ اب تو ایک ہی راستہ ہے۔ کرسٹوفر میکی سے اعلان کرایا جائے۔ وہی اپنے لوگوں کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر سکتا ہے۔"

"فی الحال فائرنگ بند رکھو۔ تھوڑی دیر بعد میکی اعلان کرنے پر مجبور ہو جائے گا۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ میں نے اسے دماغی طور پر مجبور کیا کہ وہ اپنے بیوی بچوں سے رابطہ قائم کرے۔ اس نے یہی کیا۔ چند سیکنڈ کے بعد میں نے مسز سرپنٹ کی آواز سنی۔ پھر مسز سرپنٹ کے ذریعے اس کے بچوں تک پہنچ گیا۔ دو بچے بہت چھوٹے تھے اور ایک چودہ برس کی لڑکی تھی اس کا نام لیزا تھا۔

اب میرے ہاتھ میں اتنے اہم مہرے تھے جن کے ذریعے میں سرپنٹ کو ڈگنی کا ناچ نچا سکتا تھا۔ اسی وقت دروازے پر

دستک ہوئی۔ مس گا ئیڈ نے پوچھا "اے، تم کیا کر رہے ہو؟"
میں نے جواباً پوچھا "باتھ روم میں کیا کرتے ہیں؟"
"بکواس مت کرو۔ فوراً باہر آؤ۔"
"ایک گھنٹے سے پہلے نہیں نکلوں گا۔ انتظار کرو۔"
"تم سیدھی طرح نہیں آئے تو دروازہ توڑ دیا جائے گا۔"
"تمھیں کس احمق نے میرے ساتھ لگایا ہے۔ تم ایک باتھ روم کا دروازہ نہیں کھلوا سکتیں۔ میری زبان کیا کھلواؤ گی؟"

وہ تدبیر سوچنے لگی۔ کس طرح دروازہ کھلوائے۔ میں فوراً ہی ڈاکٹر ولیم بروک کے دماغ میں پہنچ گیا۔ حدلیقہ کے متعلق معلوم کرنا ضروری تھا کہ وہ اس کی قید میں کس طرح وقت گزار رہی ہے۔ میں براہِ راست حدلیقہ کے دماغ میں پہنچ نہیں سکتا تھا۔ اس کے گونگے پن اور اس کی پردہ نشینی نے میری ٹیلی پیتھی کو محدود کر دیا تھا۔

پھر یہ خیال بھی ستا رہا تھا کہ وہ قید میں رہ کر اپنی پردہ نشینی اور اپنے گونگے پن کو قائم رکھ سکے گی یا نہیں؟ اپنی قسم کے ٹوٹنے پر اس کا ردِ عمل کیا ہوگا؟ بعض عورتیں یہ برداشت نہیں کر سکتیں کہ ان کے عقیدے یا جذبے کو ٹھیس پہنچے۔ وہ ایسے وقت جان پر کھیل جاتی ہیں۔

ڈاکٹر ولیم بروک اپنے کمرے میں ٹہل رہا تھا۔ غصے سے جھنجلا رہا تھا۔ پھر اس نے پلٹ کر دروازے کی طرف دیکھا جہاں اس کے دو ماتحت کھڑے ہوئے تھے۔ اس نے گرج کر پوچھا "مجھے وضاحت چاہیے۔ وہ کیسے فرار ہو گئی؟"

وہ حدلیقہ کے متعلق اپنے آدمیوں سے سوال کر رہا تھا۔ میں نے اطمینان کی سانس لی۔ میرے دماغ سے بہت بڑا بوجھ اتر گیا تھا۔ وہ فرار ہو گئی تھی۔ ڈاکٹر کے ایک ماتحت نے کہا "سر! ہم دھوکا کھا گئے۔ ہم اس خیال میں رہے کہ ہمارا کوئی پیچھا نہیں کرے گا۔"

"میں یہی پوچھنا چاہتا ہوں۔ کون ہمارا پیچھا کر رہا تھا؟"
"جناب! وہ دس تھے جن میں سے یوسف ہمارا آدمی تھا باقی نو میں سے چھ کو ہم نے ہلاک کر دیا تھا۔ تین فرار ہو گئے تھے۔ ہم سے یہیں چوک ہو گئی۔ وہ فرار نہیں ہوئے تھے۔"

ڈاکٹر نے دہاڑتے ہوئے کہا "کیا تم لوگ نہیں جانتے کہ یہ مجاہدین دلوانے ہیں، سر پھرے ہیں جب مقابلے پر آتے ہیں تو پیٹھ نہیں دکھاتے۔ میں سمجھ گیا وہی فرار ہونے والے تمھارا تعاقب کرتے ہوئے حدلیقہ تک پہنچ گئے تھے۔"
"جی ہاں۔ یہی بات ہے۔"
"اب میرا منہ کیا تک رہے ہو۔ جاؤ اور اپنے بہترین اور چالاک آدمیوں کو قلعے کے آس پاس ڈیوٹی پر لگاؤ۔ حدلیقہ ضرور میکی کے متعلق معلوم کرنے کے لیے اُدھر آئے گی۔ ہو سکتا ہے وہ قلعے میں داخل ہونے کی حماقت کرے۔"

ڈاکٹر ولیم بروک صحیح لائن پر سوچ رہا تھا۔ اگرچہ وہ پوری طرح حدلیقہ کی دیوانگی کو نہیں سمجھتا تھا کہ وہ میری خاطر کس طرح دن رات جاگتی ہے اور میرے ساتھ سائے کی طرح لگی رہتی ہے۔ اسے صرف اتنا ہی معلوم تھا کہ میکی اور حدلیقہ کئی مقامات پر ایک جگہ دیکھے گئے ہیں۔ اس نے اندازہ لگایا تھا، وہ قلعے میں داخل ہونے کی حماقت کرے گی اور میں بھی اعتراف کر رہا تھا۔ اگر اس نے واقعی یہ حماقت کی تو میری پریشانیاں بڑھ جائیں گی۔

لیکن میں کس طرح اسے حماقت سے باز رکھ سکتا تھا؟ میں اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اس کے آس پاس جو مجاہدین تھے وہ انگریزی نہیں جانتے تھے۔ وہ تینوں ہی عربی زبان بولتے تھے۔ اب وہ مزید جانبازوں کی ٹیم بنا کر اِدھر آئے گی تو میں ان کے چہروں سے اور ان کے لب و لہجہ سے آشنا نہیں رہوں گا۔

میرا وہ بیگ جس میں کرسٹو فر میکی کے اہم کاغذات اور ٹرانسمیٹر رکھا ہوا تھا حدلیقہ کے پاس رہ گیا تھا۔ ڈاکٹر ولیم بروک کے دماغ سے پتا چلا، اس کے پاس ایسا کوئی بیگ نظر نہیں آیا۔ اس کا مطلب یہ تھا، فرار ہونے والے مجاہدین اسے لے کر چلے گئے تھے۔

میں حدلیقہ سے رابطہ قائم کرنے کے لیے ہر پہلو پر غور کر رہا تھا۔ آخر یہ تدبیر سوجھی کہ قلعے کے ساحلی حصے پر ہمارے جن مجاہدین نے قبضہ جما رکھا ہے، ان میں سے کسی ایک کو کنٹرول ٹاور پر بھیجوں۔ وہاں ریڈیو سگنل، فلیگ سگنل، لائٹ سگنل کے علاوہ ٹرانسمیٹر بھی تھا۔ وہ مجاہد وہاں سے رابطہ قائم کر سکتا تھا۔ میرا ٹرانسمیٹر اگر کسی بھی مجاہد کے پاس ہوگا تو ان کے درمیان رابطہ قائم ہو جائے گا اور میں اس کے ذریعے پیغام پہنچا دوں گا کہ حدلیقہ کو فی الحال قلعے کی طرف نہیں آنا چاہیے۔

ابھی میں سوچ ہی رہا تھا کہ اچانک باتھ روم کے اندر ہلکی سی گڑگڑاہٹ کی آواز سنائی دی۔ پھر پتا چلا، وہاں بھی ایک اسپیکر کہیں نصب کیا گیا ہے۔ پھر سی سرپنٹ کی آواز سنائی دی "میکی! بہت ہو چکا ہے۔ باتھ روم سے نکل آؤ۔ ہم تمھیں صرف ایک منٹ کی مہلت دیتے ہیں۔ دوسرے منٹ میں یہ باتھ روم گیس چیمبر بن جائے گا۔ یہاں تم گھٹ گھٹ کر مر جاؤ گے۔ باہر نہیں نکل سکو گے کیونکہ ہم دروازے کو باہر سے لاک کر دیں گے۔ اگر ایسا نہیں کریں گے تو گیس دوسرے کمرے تک پہنچے گی۔ فیصلہ کرو۔ صرف ایک منٹ۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی میں دروازہ کھول کر باہر آ گیا۔ ڈرائنگ روم میں مس گائیڈ دونوں ہاتھ کمر پر رکھے فخریہ انداز میں

مسکرا رہی تھی۔ مجھے دیکھتے ہی بولی "کیسے آ گئے؟"
میں نے ایک سرد آہ بھر کر کہا "آدمی جنت میں اکیلا نہیں رہ سکتا۔ باتھ روم میں کیسے رہ سکتا ہے؟"

دو پہلوان نما شخص کمرے میں آ گئے۔ ایک پہلوان باتھ روم کے دروازے کے قریب کھڑا ہو گیا۔ دوسرا کمرے کے دوسرے دروازے پر جم گیا۔ وہ بولی "اگر تم نے میرے سوالوں کے جواب نہیں دیے تو یہ دونوں تمھاری پٹائی کریں گے۔"

میں نے اُن کی طرف دیکھا۔ ان سے مقابلہ کرنا کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ میں بڑی آسانی سے دونوں کو ٹھکانے لگا سکتا تھا لیکن ان کے بعد کچھ اور آ جاتے، یہ سلسلہ چلتا رہتا۔ میں خواہ مخواہ نہیں الجھنا چاہتا تھا۔ آرام سے ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ مس گائیڈ نے ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے پوچھا "تمھارے چہرے پر پلاسٹک سرجری کی گئی ہے۔ کیا یہ غلط ہے؟"
"غلط ہے۔"
"جھوٹ مت بولو۔ ابھی تمھارا معائنہ کیا جائے گا۔ ایک پلاسٹک سرجری کا ماہر یہاں موجود ہے۔ ہم وقت ضائع نہیں کرنا چاہتے۔ اس سے پہلے کہ وہ تمھارے چہرے کا معائنہ کرے تم خود ہی حقیقت بیان کر دو۔"
"میں کہہ چکا ہوں۔ دوسرا سوال پوچھو۔"
"تم پاکستان سے آئے ہو کیا یہ غلط ہے؟"
"غلط ہے۔"
"تم پھر جھوٹ بول رہے ہو۔"
"کیا کوئی ماہر پاکستان بھی آیا ہے۔ جو میرا معائنہ کر کے بتائے گا کہ میں پاکستانی ہوں؟"

مس گائیڈ نے ایک پہلوان کی طرف دیکھتے ہوئے حکم دیا۔ "سرجن سے کہو، اپنے آلات لے کر آئے اور اسے بے نقاب کرے۔"

میں جانتا تھا کسی طرح بھی میرا بھید نہیں کھلے گا۔ ڈاکٹر شیفرڈ ایسے مردہ انسانوں کی کھالوں سے استفادہ کرتا تھا جو میڈیکل اسٹوڈنٹس کے سامنے ڈائی سیکشن کے لیے آتے تھے۔ ان سے بچ رہنے والی کھالوں کے ریشے سرجری کے لیے محفوظ کر لیے جاتے تھے۔ جب یہ کسی زندہ انسان کے چہرے پر سرجری کے وقت استعمال ہوتے تھے تو ذرا بھی مصنوعی چہرے کا شبہ نہیں ہوتا تھا۔

مس گائیڈ میرے چہرے کا طبی معائنہ کرانا چاہتی تھی اور سرجن آ رہا تھا۔ وہ ظاہری معائنہ کرنے کے بعد طبی معائنے کے لیے ضرور میرے چہرے کے کسی حصے سے تھوڑا سا گوشت کاٹ کر لے جاتا اور میں ایسا کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا تھا۔

وہ پہلوان واپس آیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک تہہ کیا ہوا کاغذ تھا۔ مس گائیڈ نے پوچھا "کیا ہوا، تم سرجن کو بلا کر نہیں لائے؟"

اس نے خاموشی سے وہ کاغذ اس کی طرف بڑھا دیا۔ مس گائیڈ نے وہ کاغذ کھول کر پڑھا۔ سی سرپنٹ نے لکھا تھا۔
"مس گائیڈ! یہ تھوڑی دیر بعد بھی بے نقاب ہو سکتا ہے۔ لیکن کنٹرول ٹاور میں میرا بیٹا اور تین اہم افراد پھنسے ہوئے ہیں۔ وہاں سے اُتر کر نیچے نہیں آ سکتے۔ تمام چھاپا مار اس حصے پر چھائے ہوئے ہیں۔ اس سے کہو مائیکرو فون کے ذریعے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کرے اور انھیں ہتھیار ڈالنے کا حکم دے۔"

سی سرپنٹ یہ باتیں اسپیکر کے ذریعے مجھ سے کہہ سکتا تھا لیکن وہ مجھے یہ بتانا نہیں چاہتا تھا کہ کنٹرول ٹاور میں اس کا اپنا بیٹا پھنسا ہوا ہے۔ اس نے مس گائیڈ کو تاکید کی تھی کہ میرے سامنے کنٹرول ٹاور کا ذکر ہی نہ کرے۔

مس گائیڈ نے کاغذ کو پھاڑ کر پرزہ پرزہ کرتے ہوئے کہا۔ "یہاں مائیکرو فون لایا جا رہا ہے۔ تم اس کے ذریعے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کرو اور انھیں ہتھیار ڈالنے کا حکم دو۔"
میں نے مسکرا کر پوچھا "کس خوشی میں حکم دوں؟"

اسی وقت ایک مائک اسٹینڈ کے ساتھ لا کر میرے سامنے رکھ دیا گیا۔ میں نے اسے ٹھونک بجا کر دیکھا۔ پھر کھنکار کر گلا صاف کرتے ہوئے مسکرا کر مس گائیڈ کو دیکھتے ہوئے بلند آواز میں کہا۔ "میرے جانباز ساتھیو! کرسٹو فر میکی تم سے مخاطب ہے۔ توجہ سے سنو۔ تم نے قلعے کے اس حصے پر قبضہ جمانے کے بعد کنٹرول ٹاور کی طرف دھیان نہیں دیا ہے۔"

میری یہ بات سنتے ہی سی سرپنٹ اپنی جگہ سے چیخنے چلانے لگا "بند کرو۔ بکواس بند کرو۔ اس سے مائک چھین لو۔"

اس سے پہلے کہ مجھ سے مائک چھینا جاتا میں نے کہا۔ "میرے مجاہدو! اس کنٹرول ٹاور میں سی سرپنٹ کا لاڈلا بیٹا پھنسا ہوا ہے تم ہر لمحہ میری خیریت معلوم کرتے رہو جیسے ہی میری سلامتی کو خطرہ ہو ویسے ہی لڑکے کو ٹھکانے لگا دو۔"

میری بات ختم ہونے سے پہلے دونوں پہلوانوں نے میری طرف چھلانگ لگائی تھی۔ میں کب خاموش بیٹھنے والا تھا۔ مائک اسٹینڈ کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر وہاں سے چھلانگ لگا کر دوسری جگہ پہنچ گیا تھا۔ وہ دونوں میرے صوفے کے پاس گرے تھے اور میں دوسری جگہ کھڑے ہو کر اپنی بات پوری کر چکا تھا۔ اس کے بعد میں نے للکارتے ہوئے کہا "سی سرپنٹ! تمھارا بیٹا کسی

لیے بھی اس دنیا سے اٹھنے والا ہے۔"

سرپنٹ نے تڑپ کر کہا "نہیں، ایسا نہیں ہو سکتا۔ بیوقوفو! ہٹ جاؤ۔ میکی سے دور رہو۔ اسے ہاتھ نہ لگاؤ۔"

دونوں پہلوان صوفے کے پاس سے اٹھ کر حملہ کرنا چاہتے تھے۔ اپنے باس کا حکم سن کر وہیں رک گئے۔ میں نے مائک کے ذریعے کہا "میرے جانباز ساتھیو! ہر آدھے گھنٹے کے بعد میری آواز سنو۔ اگر میری آواز سنائی نہ دے تو سمجھ لینا، میں اس دنیا میں نہیں ہوں لہٰذا دشمن کا بیٹا بھی نہ رہے۔"

یہ کہنے کے بعد میں نے مائک اسٹینڈ کو مس گا نڈ کے سامنے رکھ دیا۔ پھر اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر پچکارتے ہوئے کہا "ننھی بچی! اب تم ہر آدھے گھنٹے بعد مائیکروفون میرے سامنے لاؤ گی اور مجھے اعلان کرنے کا موقع دو گی۔"

پھر میں نے سر اٹھا کر پوچھا "کیوں مسٹر سرپنٹ! میرا اعلان ہر آدھے گھنٹے بعد ضروری ہے نا؟"

"ہاں۔ ضروری ہے۔ مس گا نڈ تم آرام کرو۔ یہ تمھارے بس کا کام نہیں ہے۔ میں مسٹر میکی سے گفتگو کروں گا۔"

"گفتگو پردے میں رہ کر نہیں ہوگی۔ میرے سامنے آؤ یا مجھے آنے دو۔"

اس نے ایک پہلوان کو مخاطب کرتے ہوئے حکم دیا "مسٹر میکی کو میرے پاس لے آؤ۔"

میں نے مسکراتے ہوئے مس گا نڈ کو دیکھا۔ وہ غصے سے تلملا رہی تھی۔ پھر کہنے لگی "مسٹر سرپنٹ! معاہدے کے مطابق میں بھی اس گفتگو میں شریک ہوں گی۔ تم نے ڈاکٹر ولیم بروک سے وعدہ کیا تھا کہ اس معاملے سے ہمیں الگ نہیں رکھو گے۔"

سرپنٹ کی آواز سنائی دی "میں نے وعدے کے مطابق تمھیں موقع دیا۔ تم مسٹر میکی سے کوئی کارآمد گفتگو نہ کر سکیں۔ اب مجھے کرنے دو۔"

میں ایک پہلوان کے ساتھ چلتا ہوا اس کمرے سے نکل گیا۔ مختلف راہداریوں اور کمروں سے گزرتا ہوا سی سرپنٹ کی طرف جانے لگا۔ اس دوران مجاہدین کے دماغوں سے معلوم کر رہا تھا۔ انھوں نے اسپیکر کے ذریعے میری باتیں سن لی تھیں۔ یہ طے کر چکے تھے کہ ہر آدھے گھنٹے کے بعد میری آواز سنیں گے۔ آواز سنائی نہیں دے گی تو کنٹرول روم پر دھاوا بول دیں گے۔

میں ایک وسیع و عریض کمرے میں پہنچ گیا۔ اس کمرے کے دور افتادہ حصے میں ایک بڑی سی میز تھی۔ اس میز کے پیچھے ریوالونگ چیئر پر سی سرپنٹ بیٹھا ہوا مجھے گھور رہا تھا۔ میں نے اسے دیکھتے ہی کہا "میں کوئی ملزم نہیں ہوں اور تم کوئی منصف نہیں ہو کہ بیٹھے رہو۔ تمھیں میرے استقبال کے لیے اٹھنا چاہیے۔"

اس نے مجھے بے لبسی سے دیکھا۔ پھر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ میں آگے بڑھا تو وہ بھی آگے بڑھتا ہوا آیا۔ ہم دونوں نے ایک دوسرے سے مصافحہ کیا۔ اس نے کہا "مسٹر میکی! ہم چاہیں تو ایک مستحکم دوستی کے رشتے میں منسلک ہو سکتے ہیں۔"

"میں اس سلسلے میں اطمینان سے گفتگو کروں گا۔ سب سے پہلی بات یہ کہ یہاں مائک کے ذریعے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ اپنی میز کی طرف بڑھتے ہوئے بولا "یہاں آجاؤ۔"

اس میز پر ایک جگہ بہت سے بٹن لگے ہوئے تھے۔ اس نے کہا "اس بٹن کو دباؤ گے تو مائک آن ہو جائے گا۔ تمھاری آواز یہاں سے مجاہدین تک پہنچے گی۔"

میں نے پوچھا "اور کنٹرول روم تک آواز کیسے پہنچے گی؟"

اس نے گھور کر مجھے دیکھا۔ پھر ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "اس بٹن کو دبانے سے۔"

"تو پھر اسے دباؤ اور اپنے بیٹے سے اور وہاں موجود چار افراد سے کہو۔ ہمارا ایک جانباز وہاں پہنچ رہا ہے۔ اس کے لیے کنٹرول روم کا دروازہ کھولا جائے اور اسے کوئی نقصان نہ پہنچایا جائے۔"

سی سرپنٹ نے غصے سے کہا "کیا تم مجھے بالکل ہی بے لبس اور مجبور سمجھتے ہو۔ مجھے غصہ آئے گا تو میں اپنے بیٹے کی بھی پروا نہیں کروں گا۔"

"جب تم پروا نہیں کرو گے، اس وقت سوچوں گا کہ دوسری کون سی چال چلنی چاہیے۔ فی الحال جو کہہ رہا ہوں اس پر عمل کرو۔"

وہ اچانک نرم پڑتے ہوئے بولا "دیکھو میکی، میرا بیٹا اور وہ چاروں کنٹرول روم میں محفوظ ہیں۔ تم یہاں محفوظ ہو۔ تمھارے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ پھر کیا ضروری ہے کہ تمھارا کوئی آدمی وہاں پہنچے؟"

"بہت ضروری ہے۔ جو کہہ رہا ہوں وہ کرو۔"

"تم قلعے کے اس حصے پر قابض ہو چکے ہو۔ ہمارے آدمی وہاں مداخلت نہیں کر سکتے، پھر تمھیں کس بات کا اندیشہ ہے؟"

"سمندری راستے سے تمھارے مسلح آدمی وہاں پہنچ سکتے ہیں۔ مانا کہ وہ بڑا سا گیٹ ہمارے مجاہدین نے بند کر دیا ہے لیکن تمھارے آدمی کمند ڈال کر قلعے کے اندر آ سکتے ہیں۔ اس لیے ہمارے کسی مجاہد کا تمھارے بیٹے کے قریب رہنا بہت ضروری ہے۔"

وہ مجھے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگا۔ میں نے کہا "تمھارا اعتراض فضول ہے۔ یوں بھی تمھارا بیٹا جان بلی اپنے لوگوں کے ساتھ کنٹرول روم میں محصور ہے وہاں سے نکل کر کسی طرح تمھارے پاس نہیں آ سکتا۔ پھر میرے آدمیوں میں سے کوئی وہاں پہنچ جائے تو تمھیں اعتراض کیوں ہے؟"

"میں مانتا ہوں وہ محصور ہے۔ میرے پاس نہیں آ سکتا۔ مجاہدین سے دور ہے۔ اسے دور رہنے دو۔ اسی طرح محفوظ رہنے دو پلیز، مجھ سے کوئی بھی شرط منوا لو۔ مگر میرے بیٹے کے دشمن نہ بنو۔"

"جب کوئی باپ اپنے جوان بیٹے کی سلامتی کے لیے گڑگڑاتا ہے۔ کوئی ماں اپنے بچوں کی حفاظت کے لیے تڑپتی ہے تو بہت دکھ ہوتا ہے۔ ان سے ہمدردی ہوتی ہے۔ جی چاہتا ہے جان دے کر بھی ان کے کام آؤں لیکن سی سرپنٹ! تم نے اپنی زندگی میں کتنی ماؤں پر رحم کیا؟ کتنے باپوں کے سامنے ان کے بیٹوں کو اذیتیں دے کر ہلاک کیا؟ ہم مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ مرنے کے بعد ہمارے لیے یوم حساب ہوگا۔ آج کی شب تمھارے لیے شب حساب ہے۔ حساب کرو اور بتاؤ، تم نے کتنے جوان بیٹوں کو موت کے گھاٹ اتارا ہے؟"

وہ میری بات سن رہا تھا اور تھوک نگل رہا تھا۔ اس کا چہرہ فق ہو گیا تھا۔ آنکھیں یوں دھندلا گئی تھیں جیسے بیٹے کے سوا کچھ نظر نہ آ رہا ہو۔ میں نے کہا "چلو۔ میں اپنی شرط سے باز آجاتا ہوں۔ میری دوسری شرط پوری کر دو۔"

وہ اچانک ہی خوش ہو کر بولا "مجھے منظور ہے۔ بولو کیا چاہتے ہو؟"

"مجھے میری حدیقہ واپس کر دو۔"

"میں کچھ نہیں جانتا۔ وہ کون ہے؟ اسے گرفتار کیا گیا ہے؟ اور اس کی جگہ مس گا نڈ نے کیسے لی ہے؟"

"میں بھی کچھ نہیں جانتا۔ میری یہ شرط پوری کرو۔ مس گا نڈ سے کہو، اپنے لوگوں سے رابطہ قائم کرے۔ کچھ بھی کرے۔ صبح ہونے سے پہلے حدیقہ کو میرے پاس ہونا چاہیے۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا "اب میں کسی کمرے میں تنہا آرام کروں گا۔"

وہ جہاں ریوالونگ چیئر پر بیٹھا تھا، اس کے پیچھے ایک در تھا۔ اس نے دروازے کو کھولتے ہوئے کہا "یہ میرا خاص کمرہ ہے۔ تم آرام کر سکتے ہو۔"

میں نے اندر جھانک کر دیکھا۔ بہت ہی خوبصورت سجا ہوا کمرہ تھا۔ سی سرپنٹ جیسے مجرم اور عیاش دولت مند ایسے مخصوص کمرے اپنے لیے رکھتے ہیں لیکن سرپنٹ میں ایک بات اچھی تھی۔ وہ عیاش نہیں تھا۔ اپنے بیوی بچوں کے ساتھ ایک خوشگوار زندگی گزارتا تھا۔

عام طور پر مجرمانہ زندگی گزارنے والے بیوی بچوں کا بکھیڑا نہیں پالتے۔ اگر ایسا کر لیتے ہیں تو پھر رشتوں کی محبت میں اس قدر ڈوب جاتے ہیں کہ وہی ان کی کمزوریاں بن جاتے ہیں۔ ایسے لوگ گھریلو زندگی سے پرہیز کرتے ہیں۔ سی سرپنٹ میرے سامنے محض اس لیے جھک رہا تھا کہ وہ اپنے بچوں کو بے انتہا چاہتا تھا۔ ان کی خاطر وہ دنیا چھوڑ سکتا تھا۔ ابھی تو میں نے صرف اس کے بیٹے کو ایک مہرے کے طور پر استعمال کیا تھا۔ اس کی فیملی کے دوسرے مہرے باقی تھے۔

میں اس کی ہنستی بستی گھریلو زندگی کو جہنم بنانا نہیں چاہتا تھا۔ اس کی بیوی بے قصور تھی۔ بچے معصوم تھے۔ میں صرف دھمکی دینے کی حد تک انھیں استعمال کرنا چاہتا تھا۔ میں نے کمرے کا دروازہ بند کرنے سے پہلے کہا "سرپنٹ! ایک بات یاد رکھو۔ حدیقہ صبح سے پہلے میرے پاس آجائے۔ دوسری بات، جہاں ہمارے مجاہدین قابض ہو چکے ہیں، قلعے کے اس حصے کو واپس لینے کی کوششوں سے باز آجاؤ۔ تمھارا کوئی آدمی سمندری راستے سے بھی ادھر نہ جائے۔"

یہ کہہ کر میں نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ وہ مجھے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ میں اسے دیکھ رہا تھا۔ دروازہ بند ہوتے ہی وہ فوراً پلٹ کر اپنی میز کے پاس گیا اور ایک ٹرانسمیٹر کو آپریٹ کرنے لگا۔ ذرا دیر بعد ہی ڈاکٹر ولیم بروک سے رابطہ قائم ہو گیا۔ اس نے کہا "ڈاکٹر! تم نے یہ کون سی مصیبت میرے سر ڈال دی ہے۔ میں کسی دشمن کو بہت سوچ سمجھ کر قلعے کے اندر آنے کی اجازت دیتا ہوں، اس کے چاروں طرف سخت پہرے بٹھا دیتا ہوں۔ کرسٹوفر میکی تو ایسا دشمن ہے جو پورے یورپ میں پراسرار مشہور ہے۔ اس کے متعلق کہا جاتا ہے، وہ ایک نہیں گیارہ ہیں۔ پھر تم نے اس کے لیے میرے قلعے کا راستہ ہموار کیوں کیا؟"

"تم کیا بکواس کر رہے ہو۔ میں یہاں بہت پریشان ہوں۔ شاید تمھیں نہیں معلوم اور اگر نہیں معلوم ہے تو لبنان کے ہر مجرم کو معلوم ہونا چاہیے۔ انٹرپول کا وہ بلائے جان عزت علی اچانک ہی آپہنچا ہے۔ اس نے اب تک میرے تین اڈوں پر کامیاب چھاپے مارے ہیں۔ ہم حیران ہیں کہ وہ کیا بلا ہے، اس کے ذرائع کتنے وسیع ہیں۔ ہزاروں میل دور رہ کر سمجھ لیتا ہے کہ کس

شہر میں کتنے اڈے ہیں اور وہ اڈے کہاں ہیں؟"

"تم اپنا وقت برباد کر رہے ہو۔ میری بات نہیں سننا چاہتے۔ مجھے بتاؤ، میں کرسٹوفر میکی سے کس طرح نجات حاصل کروں؟"

"میرے پاس یہ معلوم کرنے کی فرصت نہیں ہے کہ وہ تمھارے لیے کس طرح پریشانیوں کا سبب بن گیا ہے؟"

"اس نے میرے بیٹے کو یرغمال بنا لیا ہے۔"

"سیدھی سی بات ہے، اسے قلعے سے جانے کی اجازت دے دو۔ اس کے راستے کی رکاوٹ نہ بنو۔"

"بات یہی ہوتی تو میں کب کا معاملہ ختم کر دیتا۔ وہ تو حدلیقہ کا مطالبہ کر رہا ہے۔ تم نے اسے کہاں چھپا رکھا ہے۔ فوراً اسے بھیجو۔"

"وہ میرے پاس نہیں ہے۔ میں نے اسے گرفتار کیا تھا لیکن وہ فرار ہو گئی۔"

"کیا بکواس کرتے ہو۔ میرے لیے یہ کتنی مصیبت بن جائے گا۔ صبح تک وہ یہاں نہ آئی تو میرے بیٹے کی سلامتی خطرے میں پڑ جائے گی۔"

ڈاکٹر ولیم بروک جواب میں کچھ کہنا چاہتا تھا۔ اس کے قریب ہی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے کہا "ایک منٹ، میں ابھی بات کرتا ہوں۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر غصے سے کہا "کون ہے، جو کہنا ہے مختصر الفاظ میں جلد کہو۔"

لیلیٰ ثانی کی آواز سنائی دی۔ وہ ہنستے ہوئے بولی "ڈاکٹر! میں نے کہا تھا، مجھ سے ٹکراؤ گے تو تمھارے ساتھ آنے والے نئے مال کی کھیپ بیروت میں فروخت نہیں ہو سکے گی۔ اب تو پرانے مال کا اسٹاک بھی خطرے میں پڑ گیا ہے۔ میں اب تک تمھارے دو خفیہ اڈوں کا کباڑا کر چکی ہوں۔ تم نے اپنے ان اڈوں کے نام بُرج کے حساب سے رکھے ہیں۔ بہرحال میں بتا دوں، تمھارے اڈے عقرب اور سرطان کو تہس نہس کر چکی ہوں۔ تیسرے کا نام ابھی نہیں بتاؤں گی۔ ہو سکے تو اپنے تمام اڈوں کو بچائے رکھنے کی بھرپور کوشش کر لو۔ میں تمھیں ایک موقع دے رہی ہوں۔"

لیلیٰ نے ریسیور رکھ دیا تھا۔ میرے پاس وقت نہیں تھا کہ لیلیٰ کے پاس جاتا۔ میں تو ڈاکٹر ولیم بروک کے تلملانے کا تماشا دیکھ رہا تھا۔ اِدھر سے سی سرپنٹ نے اسے مخاطب کیا تو وہ بری طرح جھنجلا کر بولا "تم سب جہنم میں جاؤ۔ میں کسی کی نہیں سن سکتا۔ مجھے سوچنے کا موقع دو۔"

"ڈاکٹر ہوش میں تو ہو۔ مجھ سے اس انداز میں گفتگو کرو گے تو آئندہ تمھارا مال سمندری راستے سے نہیں آ سکے گا۔ میں تمھیں پندرہ منٹ کی مہلت دیتا ہوں۔ اگر تم نے حدلیقہ کو پہنچانے کے سلسلے میں کوئی اُمید افزا بات نہیں کی تو بُرے نتائج کے ذمہ دار تم خود ہو گے۔"

اس نے ٹرانسمیٹر کو آف کیا۔ پھر ایک بٹن کو دبایا۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی ایک ماتحت اس کمرے میں آ گیا۔ اس نے گرج کر کہا "مس گانڈ کو کھینچتے ہوئے لاؤ۔"

ماتحت نے اسے حیرانی سے دیکھا لیکن سوال کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ تھوڑی دیر بعد ہی دو شخص مس گانڈ کو جبراً دھکے دیتے ہوئے اس کمرے میں لے آئے۔ وہ جھنجلا کر بولی "مسٹر سرپنٹ! یہ کیا حرکت ہے؟"

"حرکت کی بچی، فوراً بتاؤ حدلیقہ کہاں ہے؟"

"میں نہیں جانتی۔"

"وہ تمھارا باپ بھی نہیں جانتا۔ مجھے حدلیقہ چاہیے۔ جب تم اس کا بہروپ اختیار کر سکتی ہو تو اس کے بارے میں بتا بھی سکتی ہو۔ نہیں بتاؤ گی تو یہاں قیدی بن کر رہو گی۔ جب تک وہ ہمیں نہیں ملے گی تمھاری رہائی ممکن نہیں ہو گی۔"

اس نے اپنے آدمیوں کی طرف دیکھتے ہوئے حکم دیا "لے جاؤ اور تہہ خانے کی کوٹھری میں ڈال دو۔"

میں دروازہ کھول کر وہاں پہنچ گیا تھا۔ مس گانڈ کو دیکھتے ہوئے بولا "افسوس، اتنی حسین لڑکی اور اتنا بُرا سلوک کیا جا رہا ہے۔"

وہ جھنجلا کر بولی "مسٹر سرپنٹ! اس نے جانے کیا چال چلی ہے۔ یہ ہمارے درمیان پھوٹ ڈال رہا ہے۔ یاد رکھو اگر ہم آپس میں لڑ پڑے تو اس کا بھلا ہو گا اور ہم سب کا نقصان۔"

"نقصان کی بچی، میں تم سے زیادہ سمجھتا ہوں۔ تم کھڑے کیا دیکھ رہے ہو۔ لے جاؤ اسے۔"

وہ اسے گھسیٹتے ہوئے لے جانے لگے۔ میں نے پوچھا "کیا اسے قید کرنے سے حدلیقہ مل جائے گی؟"

وہ جھنجلا کر میری طرف پلٹا۔ پھر مجھے دیکھتے ہی ایک دم سے ٹھنڈا پڑ گیا۔ یاد آ گیا کہ اس کی دُکھتی رگ میرے ہاتھ میں ہے۔ بڑی بے بسی سے بولا "میں ہر ممکن کوشش کر رہا ہوں۔ ڈاکٹر ولیم بروک کہتا ہے کہ حدلیقہ اس کی قید سے فرار ہو گئی ہے۔"

"سرپنٹ! میں تمھارے بیوی بچوں سے دشمنی نہیں کروں گا لیکن میری جان پر بن آئے گی تو شاید مجبور ہو جاؤں۔"

"میں یقین دلاتا ہوں، تم یہاں پوری طرح محفوظ ہو۔ چاہو تو کسی روک ٹوک کے بغیر قلعے سے باہر جا سکتے ہو۔ یہاں سے جو لے جانا چاہو، میں انکار نہیں کروں گا۔"

میں نے ٹھہر ٹھہر کر کہا "میں حدلیقہ کو لے جانا چاہتا ہوں۔"

وہ غصے سے مٹھیاں بھینچنے لگا۔ بے چارہ اپنا غصہ اپنی مٹھیوں پر دکھا سکتا تھا۔ میں نے کہا "اگر تم وزن گھٹانا چاہتے ہو۔ خون خشک کرنا چاہتے ہو تو غصہ دکھاؤ ورنہ دماغ کو قابو میں رکھو۔"

وہ اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کرنے لگا۔ میں نے پھر کہا "میں تمھارے لیے ایک آسانی اور فراہم کرتا ہوں۔"

"وہ کیا ہے؟"

اس نے امید بھری نظروں سے میری طرف دیکھا۔

میں نے کہا "اگر حدلیقہ، ڈاکٹر ولیم بروک کی قید سے فرار ہو گئی ہے تو یقیناً اپنے ساتھیوں کے ساتھ قلعے کی طرف آئے گی۔ تم اپنے مسلح گارڈز کو حکم دو کہ وہ نظر آئے اور یہاں داخل ہونا چاہے تو اسے اور اس کے ساتھیوں کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "کیا وہ مجاہدین کی فوج لے کر آئے گی؟"

"میرا اس قلعے پر قبضہ جمانے کا ارادہ نہیں ہے۔ میں صرف حدلیقہ کو چاہتا ہوں۔ وہ آ جائے تو اسے میرے پاس پہنچایا جائے اور مجاہدین کو باہر روک دیا جائے۔ میں اس سے ملوں گا۔ پھر یہاں سے اپنے باقی ساتھیوں کو لے کر چلا جاؤں گا۔ ساحلی علاقے پر ہمارا قبضہ ہے؛ وہ علاقہ تمھیں واپس کر دیا جائے گا۔"

اس نے مجھے بے یقینی سے دیکھتے ہوئے کہا "میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں، تم آخر چاہتے کیا ہو؟ اگر چپ چاپ چلے جاؤ گے تو تمھارے یہاں آنے کا مقصد کیا تھا؟"

"میرے دو مقاصد ہیں۔ ایک مقصد یہ پورا ہو گیا کہ تم مجھے اچھی طرح سمجھ لو اور زندگی بھر یاد رکھو۔ آئندہ کبھی مجھ سے ٹکرانے کی جرأت نہ کرو۔ کرو گے تو آج بیٹا یرغمال بنا ہے۔ کل تمھارا پورا خاندان بنے گا۔ وی الیون کرسٹوفر میکنیز چاہتے ہیں کہ کسی ملک، کسی شہر میں کوئی خطرناک مجرم ہمارے سامنے سر نہ اٹھائے۔ اگر کوئی کہیں کا بے تاج بادشاہ ہے اور سمندروں میں سی سرپنٹ کہلاتا ہے تو کم از کم ہم سے ٹکرانے کی جرأت نہ کرے۔"

اس نے قائل ہو کر کہا "میں الیون میکنیز کو مانتا ہوں اور تمھاری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتا ہوں۔"

اس نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ میں نے ہاتھ اٹھا کر اسے روکتے ہوئے کہا "ابھی ٹھہرو۔ میں اپنے خاص کرسٹوفر میکی سے گفتگو کراؤں گا۔ تم بھی کیا یاد کرو گے۔ آج زندگی میں پہلی بار ایک اصل کرسٹوفر میکی سے تمھاری بات ہو گی۔"

اس نے خوش ہو کر پوچھا "کیا واقعی ہے؟"

"ہاں، لیکن میرے یہاں آنے کا دوسرا مقصد سن لو۔ بزرگوں نے کہا ہے، عورت کے چکر میں پڑ کے بڑے بڑے گھن چکر بن جاتے ہیں۔ میں حدلیقہ کے چکر میں ہوں۔ اس سے محبت کرتا ہوں۔ اس لیے اس کے اور مجاہدین کے کام آتا ہوں حالانکہ یہ ہمارے اصولوں کے خلاف ہے۔ جب تم اصل کرسٹوفر میکی سے گفتگو کرو گے تو حدلیقہ اور مجاہدین کا ذکر نہیں کرو گے۔"

"میں بالکل ذکر نہیں کروں گا۔"

"جب ہم یہاں سے جائیں گے تو تم مجاہدین کو بے انتہا فائدے پہنچاؤ گے۔"

"میں انھیں اتنا فائدہ پہنچاؤں گا کہ وہ سوچ بھی نہیں سکتے۔"

"ایک اور بات۔ تمھارے ذریعے یہاں ایسا کوئی اسرائیلی نہیں آئے گا جو مارونی عیسائیوں کو مسلمانوں کے خلاف منظم کرے گا۔"

"میں ان معاملات میں کبھی نہیں پڑوں گا۔"

میں میز پر رکھے ہوئے ٹرانسمیٹر کے پاس آیا اور اسے آپریٹ کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد ہی اصلی کرسٹوفر میکی یعنی بلیک شیڈو سے رابطہ قائم ہو گیا۔ میں نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا "مسٹر کے ایم، اس وقت میں کوڈ ورڈز بیان نہیں کر سکتا کیونکہ میرے قریب ڈیمور کے علاقے کا سی سرپنٹ موجود ہے۔"

"کیا تم اس کے علاقے میں ہو؟"

"جی ہاں، میں اس کے قلعے میں ہوں اور قلعے کے ساحلی حصے پر میرا قبضہ ہے۔"

"تم نے کمال کر دیا۔ اس کا مطلب ہے، ہم سی سرپنٹ سے اپنی چند اہم شرائط منوا سکتے ہیں۔"

"اسی لیے میں نے سی سرپنٹ کی موجودگی میں تم سے رابطہ قائم کیا ہے۔ اس سے پہلے کہ سرپنٹ سے براہِ راست گفتگو ہو میں اپنی مختصر سی روداد سنانا چاہتا ہوں۔"

میں نے بلیک شیڈو کو بتانا شروع کیا۔ کس طرح ڈاکٹر ولیم بروک اور اس کے آدمی میرے پیچھے پڑ گئے تھے۔ مجھے نقلی کرسٹوفر میکی سمجھ رہے تھے۔ اسرائیلی انٹیلی جنس کی جاسوسہ کو بھی میرے پیچھے لگا دیا تھا۔ غرض یہ کہ بیروت سے ڈیمور تک پہنچنے کی داستان سنا رہا تھا۔ اس دوران میں نے محسوس کیا، بلیک شیڈو خاموش بیٹھ کر سننے کے دوران کبھی کبھی میز پر انگلیوں سے طبلہ بجاتا تھا۔ کھٹ کھٹا کھٹ کی آواز سنائی دیتی تھی۔ رسونتی نے درست کہا تھا۔ وہ اپنی عادت سے مجبور تھا۔ بے اختیار میز پر انگلیاں بجانے لگتا تھا۔

اس نے تمام روداد سننے کے بعد کہا "ہم نے سوچا تھا"

گولڈن ریکٹ والوں سے صرف ایک لاکھ ڈالر وصول کر کے انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیں گے۔ اب یہ رقم دُگنی کر دو۔"

"مسٹر کے ایم! اب اس سے ایک لاکھ کیا ہم ایک ڈالر بھی وصول نہیں کر سکیں گے۔ تم نے میری پوری بات نہیں سنی۔ ساتویں گولڈمین ڈاکٹر ولیم بروک کے ستارے گردش میں آ گئے ہیں۔ پتا نہیں کیسے انٹرپول کے اس بلاسُے جان عزت علی کو خبر ہو گئی کہ وہ بیروت پہنچ گیا ہے۔ اس نے اس کے تین اہم خفیہ اڈوں پر کامیاب چھاپے مارے ہیں۔ آج کی رات صرف گولڈن ریکٹ والوں کے لیے نہیں بلکہ تمام مجرموں کے لیے قیامت کی رات ہے۔"

"یہ تو بہت ہی بُری خبر ہے۔ اچھا ہوا تم بیروت میں نہیں ہو۔ لیکن سی سرپنٹ ہماری گفتگو سن رہا ہے۔ تمھارے ساتھ اسے بھی یہ معلوم ہونا چاہیے کہ بیروت سے وہ ڈیمو کا رُخ کرنے گا تو سب سے پہلے سی سرپنٹ کی نیندیں اڑا دے گا۔"

سی سرپنٹ نے کھنکار کر گلا صاف کرتے ہوئے کہا۔ "مسٹر اصلی کرسٹوفر میکی! میں تمھاری گفتگو سن رہا ہوں۔ مجھے خوشی ہے کہ میں پہلی بار تم سے مخاطب ہو رہا ہوں۔ فی الحال مجھے عزت علی سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ آج صبح تک سمندری راستے سے میرا کوئی مال نہیں پہنچے گا۔ دوسرے یہ کہ اس قلعے میں داخل ہونے کے لیے اور یہاں کی تلاشی لینے کے لیے باقاعدہ عدالت سے اجازت نامہ حاصل کرنا پڑتا ہے۔ اگر وہ ایسا کر بھی لے گا تو میرے خفیہ اڈوں تک نہیں پہنچ سکے گا۔"

"کیا خوش فہمی ہے۔ ایسی خوش فہمی گولڈن ریکٹ والوں کو بھی تھی۔ بہر حال یہ تمھارے معاملات ہیں۔ تم خود بہتر سمجھ سکتے ہو۔ کیا تم چاہتے ہو کہ میرا کے۔ ایم تمھارے ساحلی علاقے کو واپس کر دے اور یہاں سے چُپ چاپ چلا جائے؟"

"اس سے بہتر بات میرے لیے کیا ہو سکتی ہے۔ ہم ہمیشہ دوست بن کر رہیں گے۔"

"دوست بن کر رہنے کے لیے دوستی نباہنا پڑتی ہے۔ میں اس شرط پر دوستی کر سکتا ہوں کہ آئندہ سمندری راستے سے کسی بھی اسمگلر کا مال تمھارے ذریعے قلعے میں پہنچے اور قلعے سے لبنان میں آئے تو تم مال کے پہنچنے سے پہلے ہی ہمیں اطلاع دو گے۔"

"مسٹر کے ایم! اس طرح میرا دھندا چوپٹ ہو جائے گا۔ یہاں سے مال لے جانے والے اور مال لانے والے اسمگلر مجھ پر اعتماد کرنا چھوڑ دیں گے۔"

"تمھارا دھندا پہلے سے زیادہ چلے گا۔ کسی کو تم پر شبہ نہیں ہو گا۔ جب بھی تم ان کے متعلق اطلاع دو گے، ہم اس مال کے ساحلی علاقے تک پہنچنے سے پہلے ہی بیچ سمندر میں انھیں گھیر لیں گے۔ انھیں بلیک میل کریں گے اور ان سے رقمیں وصول کریں گے۔ پھر جب وہ مال قلعے میں پہنچ جائے گا اور وہاں سے نکل کر لبنان کے مختلف علاقوں میں جائے گا تو ہم ان کا راستہ روکیں گے۔ اس طرح تم پر کوئی شبہ نہیں کرے گا۔"

"مجھے منظور ہے۔ مسٹر میکی سے کہہ دو کہ میرے بیٹے کو یرغمال نہ بنائے۔"

"میرا کے۔ ایم جب بھی تمھارے قلعے سے جائے گا، دوست بن کر جائے گا اور دوست کسی کو نقصان نہیں پہنچاتے۔ یہ جو ہمارے درمیان زبانی معاہدہ ہو رہا ہے اس پر تم کس حد تک قائم رہو گے، ہم نہیں جانتے۔ جب تمھارا بیٹا تمھیں مل جائے گا اور ہمارا ایکی قلعے سے نکل آئے گا تو اس کے بعد تمھارے تیور یقیناً بدلیں گے۔"

وہ جلدی سے بولا "نہیں، کبھی نہیں۔ میں ہمیشہ دوست بن کر رہوں گا۔ ہمیشہ مخبری کروں گا اور سمندری راستے سے آنے والے ایک ایک اسمگلر کے متعلق اطلاع دیتا رہوں گا۔"

"مسٹر سرپنٹ! یہ بعد کی باتیں ہیں۔ ہم بیروت میں ساتویں گولڈمین سے ایک لاکھ ڈالر وصول کرنا چاہتے تھے۔ عزت علی کی آمد کے باعث نہ کر سکے لہٰذا تم ایک لاکھ ڈالر میرے کے ایم کو دے دو۔ وہ تمھارے بیٹے کو رہا کر دے گا لیکن کب رہا کرے گا اور کس وقت وہاں سے جائے گا، وہ اپنے طور پر خود بہتر سمجھتا ہے۔ میں صرف اتنی ضمانت دیتا ہوں کہ تمھارے بیٹے کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔"

بلیک شیڈو نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "کے ایم! میرا مشورہ ہے جب تک عزت علی لبنان کے کسی بھی علاقے میں موجود ہے تم روپوش ہو جاؤ یا یہ ملک چھوڑ دو۔ خواہ مخواہ اس سے ٹکرانا دانشمندی نہ ہو گی۔ وہ شیطان ہے۔ دنیا کے تمام ناک مجرم اسے ناگہانی بلا کہتے ہیں۔ کب، کس وقت کس کی شہ رگ تک پہنچ جائے کوئی نہیں جانتا۔"

میں نے کہا۔ "اکثر یہ بھی سنا گیا ہے کہ وہ ٹرانسمیٹر سے ہونے والی گفتگو ریکارڈ کر لیتا ہے۔ وہ ٹرانسمیٹر کا دائرہ اثر اور اس کی سمت کا تعین بھی کر سکتا ہے۔"

"اسی لیے کہہ رہا ہوں اپنی ساری سرگرمیاں بند کر دو۔ فی الحال خاموش رہو۔"

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔ کچھ عرصہ گوشہ گمنامی میں گزاروں گا۔ اس دوران تم سے بھی رابطہ قائم نہیں کر سکوں گا۔ موقع ملا تو کوئی ضروری اطلاع دے سکوں گا۔"

"اچھی بات ہے، میں خود ہی تم سے رابطہ قائم کر لیا کروں گا۔"

ہماری گفتگو ختم ہو گئی۔ میں نے ٹرانسمیٹر کو آف کر دیا۔ سی سرپنٹ نے کہا۔ "تمھارے اصل کرسٹوفر میکی نے میرے بیٹے کی زندگی کی ضمانت دی ہے۔"

"بےشک دی ہے لیکن اسے یہ نہیں معلوم ہے کہ میں حدیقہ کا مطالبہ کر رہا ہوں۔ یہ مطالبہ پورا ہو گا تو اصل کرسٹوفر میکی کی دی ہوئی ضمانت اپنی جگہ قائم رہے گی۔ تمھارے بیٹے کو نقصان نہیں پہنچے گا۔"

میری بات ختم ہوتے ہی میز پر رکھے ہوئے انٹرکام سے اشارہ موصول ہونے لگا۔ سی سرپنٹ نے اس کے بٹن کو دبا کر آن کیا۔ دوسری طرف ریڈیو روم سے اس کا بیٹا جان بلموریا عرف بلی کہہ رہا تھا۔ "پاپا! یہاں چھاپا مار دروازے تک پہنچ گئے ہیں۔ دروازہ توڑنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ آدھا گھنٹہ گزر چکا ہے اور انھیں کرسٹوفر میکی کی آواز سنائی نہیں دی ہے۔ پاپا وہ دروازہ توڑ ڈالیں گے۔"

میں نے فوراً ہی وہاں رکھے ہوئے ایک مائک کو آن کرتے ہوئے اعلان کیا۔ "میرے جاں نثارو! کرسٹوفر میکی تم سے مخاطب ہے۔ کنٹرول روم کا دروازہ نہ توڑو۔ یہ سی سرپنٹ کی غیر ذمہ داری ہے کہ اس نے وقت کا خیال نہیں رکھا۔ آدھا گھنٹہ گزر گیا۔ میری آواز نہیں سنائی دی۔ بہرحال میں بخیریت ہوں۔ آئندہ تم لوگوں کو ہر ایک گھنٹے کے بعد میری آواز سنائی دے گی۔ میرا مشورہ ہے کنٹرول روم کا دروازہ نہ توڑو۔ اپنی اپنی جگہ واپس چلے جاؤ۔"

یہ کہنے کے دوران میں ان کے دماغوں میں جھانک کر دیکھ رہا تھا۔ وہ میرے مشورے پر عمل کر رہے تھے۔ انھوں نے دروازہ نہیں توڑا۔ اپنے اپنے محاذ پر چلے گئے۔ میں نے کہا۔ "مسٹر سرپنٹ! آئندہ اچھی طرح یاد رکھنا۔ ایک گھنٹے بعد پھر میری آواز میرے لوگوں کو سنا دینا ورنہ پچھتاؤ گے۔"

یہ کہہ کر میں دروازے پر آیا۔ اسے کھول کر جماہی لیتے ہوئے بولا۔ "مجھے نیند آ رہی ہے ایک گھنٹے بعد بیدار کر دینا۔ ہاں، اگر حدیقہ آ جائے تو فوراً ہی جگا سکتے ہو۔"

میں نے دروازے کو بند کر دیا۔ نیند نہیں آ رہی تھی۔ ابھی خیال خوانی کا ایک طویل سلسلہ جاری رکھنا تھا۔ اس سے پہلے کہ میں سونیا، رسونتی وغیرہ کی خبر لیتا مجھے اپنے موجودہ حالات کا جائزہ لینا تھا۔ کہیں کسی طرف سے کوئی خامی رہ جاتی تو بعد میں میرے لیے پریشانی کا سبب بن جاتی۔

میرے موجودہ حالات یہی تھے کہ میں سی سرپنٹ پر برتری حاصل کر چکا تھا۔ باہر سے وہ قلعہ بہت ہی پُراسرار اور ناقابلِ تسخیر نظر آتا تھا۔ میں خود نہیں سوچ سکتا تھا کہ اتنی آسانی سے اس پر قابو پا لوں گا۔ ایسے ہی موقع پر کہتے ہیں "کھودا پہاڑ اور نکلا چوہا۔"

لیکن میرے اندر ایک چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ ایسی بات بھی نہیں ہے۔ پہاڑ تو کھود رہے ہو اور چوہا بھی نکلا ہے۔ ہو سکتا ہے اُس چوہے کے پیچھے ہاتھی نکل آئے۔

میں نے اس پہلو پر غور کیا۔ پہلی بات سمجھ میں آئی کہ سی سرپنٹ کے تمام اہم مہرے میری مٹھی میں ہیں۔ جب تک وہ خیال خوانی کی زد میں رہیں گے کوئی ہاتھی نہیں نکلے گا اور میرا ہی پلڑا بھاری رہے گا۔ میں نے احتیاطاً سی سرپنٹ کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ پھر اس کے بیٹے جان بلی اور اس کی بیوی اور دوسرے بچوں کے دماغوں میں باری باری جھانکتا رہا۔ ان میں سے کسی کے دماغ سے یہ بات معلوم نہ ہوئی کہ میری لاعلمی میں کوئی چال چلی جا رہی ہے۔

قارئین جانتے ہیں کہ اب ایک نہیں، دو ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔ اگر میں اپنی جگہ مصروف رہتا اور بڑی دیر تک رسونتی وغیرہ سے رابطہ قائم نہ کرتا تو یقیناً انھیں میرے متعلق تشویش ہوتی۔ یہ حیرانی کی بات تھی کہ میں نے پچھلی شام سے رابطہ قائم نہیں کیا تھا۔ رسونتی، سونیا، اعلیٰ بی بی اور دوسرے ساتھیوں کی نہ تو خبر لی تھی اور نہ ہی کسی نے رسونتی کے ذریعے میرا حال معلوم کیا تھا۔

میں رسونتی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ بستر پر پڑی ہوئی بڑی نقاہت محسوس کر رہی تھی۔ پتا چلا، اس کے بازو میں گولی لگی ہے۔ وہ کچھ دیر پہلے تک بیہوش تھی۔ اب ہوش میں آئی تھی۔ میں نے پوچھا۔ "یہ کیا ہو گیا۔ کس نے گولی چلائی ہے؟"

وہ کراہتے ہوئے بولی۔ "پتا نہیں، میں بڑی تکلیف محسوس کر رہی ہوں۔ اوہ فرہاد، یہ ٹارزن غلبا بڑا ظالم ہے۔ اس نے میرے بازو سے خنجر کے ذریعے گولی نکالی ہے۔ میں تو ہر لمحہ مرتی رہی اور چیختی رہی۔"

"وہ بےچارہ مجبور ہے۔ وہاں نہ تو سرجری کا سامان ہے اور نہ ایسے انجکشن اور دوائیں وغیرہ ہیں جن کے ذریعے تمھیں بےہوش کیا جاتا۔"

وہ کراہنے لگی۔ اپنے محبت کرنے والوں کو پاس دیکھ کر کچھ اور زیادہ تکلیف کا اظہار کرنے کو جی چاہتا ہے۔ اس کے دماغ کے کسی گوشے میں یہ بات تھی کہ ایسی شدید تکلیف کے وقت میں زیادہ سے زیادہ محبت سے پیش آؤں۔ میں نے بڑے پیار سے پچکارتے ہوئے کہا۔ "تم تو بڑی حوصلے والی ہو۔

تکلیف کو برداشت کرو۔ اگر کسی سرجن کو اس کے آلات کے ساتھ یہاں بلایا جاتا تو پتا نہیں کسی قریبی ملک سے وہ کب یہاں پہنچتا یا تمھیں کسی قریبی ملک کے اسپتال میں منتقل کیا جاتا تو اس وقت تک دیر ہو چکی ہوتی۔ گولی کی وجہ سے تمام جسم میں زہر پھیل سکتا تھا۔"

میں نے ایک بار پھر اُسے پچکارتے ہوئے پوچھا "کیا وہ گولی مارنے والا پکڑا گیا ہے؟"

"مجھے نہیں معلوم۔ میں تو اسی وقت گر پڑی تھی، سونیا نے اُدھر دوڑ لگائی تھی۔"

"تم آرام کرو۔ میں سونیا کی خبر لے کر آتا ہوں۔"

اس کے بستر کے آس پاس ٹارزٹر غلبا وغیرہ بیٹھے ہوئے تھے۔ میں اسے مخاطب نہیں کر سکتا تھا کیونکہ ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ صرف رسونتی کرتی رہی تھی۔ میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ میرا خیال تھا وہ کسی قاتل کا پیچھا کر رہی ہوگی یا اس کی گردن دبوچ رہی ہوگی۔ لیکن وہ آرام سے ایک کاٹج میں نیم دراز تھی۔ میں نے اسے مخاطب کرتے ہوئے حیرانی سے پوچھا "تم آرام کر رہی ہو اور رسونتی وہاں تکلیف میں مبتلا ہے۔"

"کیا تم چاہتے ہو دوسری گولی کا نشانہ میں بن جاؤں؟"

"مجھے بتاؤ تم نے کیا رائے قائم کی ہے؟"

"پہلی بات تو یہ کہ رسونتی خوش نصیب ہے۔ یہاں بجلی کی روشنی نہیں ہے۔ مشعلیں جلتی ہیں یا لالٹین کی روشنی ہوتی ہے۔ گولی چلانے والا صحیح نشانہ نہیں لے سکا۔ دوسرے یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ ایک سے زیادہ ہوں۔ رسونتی کے ساتھ مجھے بھی نشانہ بنانا چاہتے ہوں۔ انھوں نے یہ سوچ رکھا ہو کہ جیسے ہی رسونتی گولی کھا کر گرے گی، میں جوش میں آ کر قاتل کا پیچھا کروں گی اور وہ مجھے چاروں طرف سے گھیر لیں گے یا وہی قاتل دوسری گولی سے میرا نشانہ لے گا۔"

"رسونتی کہہ رہی تھی، تم قاتل کے پیچھے دوڑتی ہوئی گئی تھیں۔"

"میں نے دکھاوے کے لیے یہی کیا۔ دوڑتی ہوئی اس کاٹج میں آ کر بیٹھ گئی۔ یہاں اس قبیلے کی ایک جنگجو عورت ہے ویسے تو یہاں سبھی جنگجو ہیں۔ بچپن ہی سے جنگ کی تربیت حاصل کرتے رہتے ہیں۔ بہرحال میں نے اسے اپنی جگہ بھیج دیا ہے۔ اس سے پہلے اس کی آواز ایک چھوٹے سے ٹیپ میں ریکارڈ کر لی ہے۔ میں سوچ رہی تھی، تم آؤ گے تو میں تمھیں اس کی آواز سناؤں گی۔ اس طرح تم اس کے ذریعے دشمنوں تک پہنچ سکو گے۔"

اس نے ریکارڈر کو آن کیا۔ میں نے اس عورت کی آواز سنی۔ پھر کہا "اسے بند کر دو۔ میں جا رہا ہوں۔"

دوسرے ہی لمحے میں اس کے پاس پہنچ گیا۔ میں ایک بار پھر سونیا کی ذہانت اور حاضر دماغی کا اعتراف کرنا چاہتا ہوں۔ اس کی جگہ کوئی دوسری ہوتی یا دوسرا ہوتا تو یقیناً اندھا دھند قاتل کے پیچھے دوڑتا چلا جاتا اور یہی سوچتا کہ رسونتی جیسی ہستی ایک گولی کا نشانہ بن چکی ہے تو اسے جان پر کھیل جانا چاہیے قاتل کو گرفتار کرنا چاہیے یا اسے اس کے انجام تک پہنچانا چاہیے۔ جوش اور جنون میں بڑے بڑے غلطی کر بیٹھتے ہیں۔

سونیا نے سوچا "پہلی گولی نیم تاریکی کے باعث نشانے پر نہ بیٹھ سکی۔ ہو سکتا ہے دوسری گولی اس کے جسم کے پار ہو جائے۔ پھر یہ کون سی دانشمندی ہے کہ اندھیری رات میں کسی قاتل کا تعاقب کیا جائے؟"

رہ گئی یہ بات کہ دشمن اس طرح سونیا کو بھڑکا کر اپنے دام میں لانا چاہتا تھا۔ اس نے دشمنوں کی یہ حسرت پوری کر دی تھی۔ اپنی جگہ دوسری عورت کو روانہ کر دیا تھا۔

اب میں اس دوسری کے دماغ میں موجود تھا۔ وہ گھنی جھاڑیوں کے درمیان تھی۔ سر اٹھا کر دور کہیں تاریکی میں دیکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ ہم شہری اور مہذب زندگی گزارنے والے بجلی کی روشنی کے محتاج ہو گئے ہیں ورنہ دور دراز کے علاقوں میں جو قبائلی زندگی گزارتے ہیں، آج کی سائنسی ایجادات اور صنعتوں سے محروم رہتے ہیں۔ وہ زمانہ قدیم کے لوگوں کی طرح اندھیروں میں زندگی گزارنے کے عادی ہو جاتے ہیں۔ تاریکی میں بھی تاروں بھرے آسمان کی ٹمٹماتی روشنی میں دشمنوں کو دیکھ لیتے ہیں یا ہلکی سی آہٹ پر سمجھ لیتے ہیں کہ انسان کے قدموں کی چاپ ہے یا جانوروں کے۔

وہ جھاڑیوں کے پیچھے سے دیکھ رہی تھی۔ اس کا دماغ کہہ رہا تھا کہ قدموں کی جو آہٹ سنائی دے رہی ہے وہ آنے والے نہیں، جانے والے قدموں کی آواز ہے۔ ضرور کوئی دور جا رہا ہے۔ شاید جو قاتل ہے وہ اس آبادی سے دور چلا جانا چاہتا ہے۔

وہ جھاڑی سے نکلی۔ پھر دبے قدموں آواز کی سمت چلنے لگی۔ میں نے اس کی سوچ میں پوچھا "اگر قاتل ایک سے زیادہ ہوئے تو کیا میں ان پر قابو پا سکوں گی؟"

"ایک ہوں یا دس، میں نے آج تک پیچھے ہٹنا نہیں سیکھا مر جاؤں گی یا مار ڈالوں گی۔"

میں نے پھر اس کی سوچ میں کہا "مادام رسونتی کی اتنی اہمیت ہے کہ اس کے بغیر نئی مملکت قائم نہیں ہو سکتی۔ اسی نے گولی مار دی اور ٹارزٹر غلبا کے آدمی خاموش ہیں۔"

اس کی سوچ نے جواب دیا "پوری بستی اس قاتل کو گھیرنا چاہتی تھی لیکن سونیا نے منع کر دیا۔ اس کے حکم کے مطابق صرف میں اس کا تعاقب کر رہی ہوں اور یہ میرے لیے بہت بڑا اعزاز ہے۔"

وہ چلتے چلتے رک جاتی تھی۔ کان لگا کر قدموں کی آہٹ سنتی تھی اور پھر سمت بدل کر اسی طرف چلنے لگتی تھی۔ جانے والا بھی سمتیں بدل رہا تھا۔ پھر وہ ٹھٹک گئی۔ اسے محسوس ہوا جیسے اب محض آگے سے نہیں پیچھے سے بھی آہٹیں سنائی دے رہی ہیں۔ اس نے کان لگا کر سنا۔ دائیں طرف سے بھی، بائیں طرف سے بھی قدموں کی چاپ سنائی دے رہی تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ دشمن ایک نہیں تھا کئی تھے اور انھوں نے اسے چاروں طرف سے گھیرنا شروع کیا تھا۔

اس نے ایسے وقت میں گوریلا جنگ کی ایک مشق کا مظاہرہ کیا۔ اِدھر اُدھر محتاط نظروں سے دیکھا۔ پھر ایک قریبی درخت پر چڑھتی چلی گئی۔ دشمن بھی اندھیرے میں نہیں دیکھ سکتے تھے۔ ٹارچ روشن کرنا ان کے لیے خطرے سے خالی نہ ہوتا۔ اس لیے وہ بھی آہٹوں پر چل رہے تھے اور سمجھ رہے تھے کہ سونیا ان کا تعاقب کس انداز میں کر رہی ہے اور انھیں بھی کس طرح محتاط ہو کر اسے گھیرنا چاہیے۔

میں نے سونیا کے پاس پہنچ کر کہا "تمھاری تدبیر بڑی کامیاب رہی۔ گھیرنے والے آپ سے سونیا سمجھ رہے ہیں، اور جسے تم نے بھیجا ہے وہ بھی اُن سے کم نہیں ہے۔"

میری بات ختم ہوتے ہی کاٹج کا دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا اور مرجانہ داخل ہوئی۔ اس نے سونیا کو دیکھتے ہی کہا "تم نے مجھے نیند سے کیوں نہیں جگایا۔ میں وہاں سوتی رہی اور تم یہاں بیٹھی آرام کر رہی ہو۔ وہ کون تھا، کس نے گولی چلائی؟"

سونیا نے مسکراتے ہوئے کہا "آؤ بیٹھ جاؤ۔ تم پوچھ رہی ہو وہ کون تھا؟ اندھیرے میں تھا اور کسی کی شناخت نہیں ہوتی اور جب شناخت نہ ہو سکے تو اندھا دھند کسی کے پیچھے بھاگنا دانشمندی نہیں ہے۔"

"اگر میں جاگتی رہتی....."

سونیا نے اس کی بات کاٹ کر کہا "خدا کا شکر ہے تم سو رہی تھیں اور گولی کی آواز تمھارے کانوں تک نہیں پہنچی۔ ان کے ریوالور میں سائلنسر لگا ہوا تھا۔"

"سونیا! تم اتنی سیدھی نہیں ہو کہ چپ چاپ بیٹھی رہو۔ مجھے بتاؤ، تم اس قاتل کو چھوٹ دے رہی ہو یا اسے پہچان کر فی الحال نظر انداز کر رہی ہو؟"

"یہاں بجلی کی روشنی نہیں ہے۔ فائرنگ کے وقت غلبا کے کئی آدمی موجود تھے۔ ہم میں سے کوئی قاتل کو نہ پہچان سکا۔ اس بستی میں اگر دشمن کا کوئی آدمی چھپا ہوا ہے تو اس نے پچھلے دن سے مجھے رسونتی کے ساتھ برابر دیکھا ہے۔ تم آج علی الصبح یہاں پہنچی ہو۔ شام تک اس کی تیمارداری میں لگی رہیں۔ اس کے بعد کاٹج سے باہر نہیں آئیں اس لیے دشمنوں کی نظروں میں رسونتی کے علاوہ میں تھی۔ وہ ہم دونوں کو شکار کرنا چاہتے تھے۔"

"انھوں نے تم پر گولی کیوں نہیں چلائی؟"

"اس کی ایک وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ پہلے انھوں نے رسونتی کو نشانہ بنایا۔ دوسری بار مجھے نہ بنا سکے کیونکہ میں نے دوڑ لگا دی تھی۔ دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ گولی چلانے والا شاید مجھے نامیرا کے روپ میں نہ پہچانتا ہو۔ اسے رسونتی کے ساتھ سونیا کا چہرہ نظر نہ آیا ہو بہرحال اگر ان کا منصوبہ یہ ہوگا کہ رسونتی کو گولی ماریں اور مجھے اپنے پیچھے لگائیں اور کہیں دور لے جا کر گھیر لیں تو میں ان کی یہ حسرت پوری کر رہی ہوں۔ میں نے نتاشا کو ان کے پیچھے لگا دیا ہے۔"

میں نتاشا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ گھنے درخت کی شاخ پر بیٹھی نیچے دیکھ رہی تھی۔ دور پستی میں کچھ سائے نظر آ رہے تھے۔ وہ اِدھر سے اُدھر چل رہے تھے اور اسے تلاش کر رہے تھے۔ نتاشا ان کی صحیح تعداد معلوم کرنا چاہتی تھی۔ تاریکی میں سائے گڈمڈ ہو رہے تھے۔ پھر بھی اس نے چھ تک گنتی کی۔ سونیا نے اسے سمجھا دیا تھا کہ وہ ایک سے زیادہ ہوں تو ان سے مقابلہ نہ کرے۔ بلکہ صبر اور تحمل سے ان کی آواز سننے کی کوشش کرے۔ ہو سکتا ہے رسونتی اس کے دماغ میں پہنچے اور اس کے ذریعے قاتلوں کے دماغوں تک پہنچ جائے۔

اسی لیے وہ صبر سے اس شاخ پر بیٹھی ان کی آوازیں سننے کی کوشش کر رہی تھی۔ دوسری طرف دشمن محتاط تھے۔ وہ اپنے منہ سے آوازیں نہیں نکال رہے تھے۔ نتاشا کے دماغ میں یہ تدبیر آئی کہ درخت سے ایک پھل توڑ کر ان کی طرف دے مارے۔ شاید دہشت کی وجہ سے کوئی بول پڑے۔

تدبیر اچھی تھی لیکن دشمنوں میں سے کسی کو وہ پھل جا کر لگتا تو اس بات کی نشاندہی ہو جاتی کہ سونیا درخت پر چڑھ کر چھپی بیٹھی ہے۔ میں نے نتاشا کو ایسا کرنے سے روک دیا۔ وہ سوچ رہی تھی "میں پھل توڑ چکی ہوں اور انھیں مارنا چاہتی ہوں مگر میرے ہاتھ کیوں رک جاتے ہیں؟"

"نتاشا! میں رسونتی بول رہی ہوں۔ تم انھیں اپنی موجودگی

کا احساس نہیں دلاؤں گی۔ چپ چاپ وہیں بیٹھی رہو۔ جب وہ چلے جائیں اور تمھیں پورا یقین ہو جائے کہ تمھاری آہٹ پر کوئی تعاقب نہیں کرے گا اور تمھیں گھیرنے کی کوشش نہیں کرے گا تو چپ چاپ بستی میں چلی آنا۔"

"لیکن مادام یہ کیا ہوا؟ آخر تعاقب کرنے کا کوئی نتیجہ تو نکلنا چاہیے۔ میں ان میں سے کسی کو بھی بولنے پر مجبور کر سکتی ہوں۔ آپ میری پروا نہ کریں۔"

"مجھے اس بستی کے ایک ایک فرد کی جان عزیز ہے۔ میں کسی کو بے مقصد نہیں مرنے دوں گی۔ جو حکم دے رہی ہوں اس پر عمل کرو۔ ابھی وہیں بیٹھی رہو۔ اطمینان سے واپس آنا۔"

میں اس کے دماغ سے سونیا کے دماغ میں پہنچا۔ اسے وہاں کے حالات بتائے۔ اس نے تمام باتیں سننے کے بعد مرجانہ کی طرف دیکھا۔ پھر سوچ کے ذریعے پوچھا "فرہاد! آخر مرجانہ سے کب تک اپنی خیال خوانی چھپائے رہو گے۔ یہ ان عورتوں میں سے ہے جو جان دے سکتی ہیں لیکن تمھارا راز کبھی فاش نہیں کر سکتیں۔"

"ایسی ثباتہ بھی ہے اور ایسی لومی بھی ہے۔ میں سب کو اپنا رازدار بنانا چاہتا ہوں۔ سب پر اعتماد کرتا ہوں لیکن ربی اسفندیار جیسے لوگ تنویمی عمل کے ذریعے میرے وفادار ساتھیوں کے دماغوں کو بھی کھنگال ڈالتے ہیں۔ اور چھپے ہوئے راز تک پہنچ جاتے ہیں۔ اسی لیے محتاط رہنا چاہتا ہوں۔"

"احتیاط اس طرح بھی ہو سکتی ہے جس طرح ہم نے تل ابیب میں ڈمی فرہاد کے ساتھ کی ہے۔ رسونتی نے اسے نیند کی حالت میں اپنا معمول بنا کر اس کے دماغ میں یہ بات بٹھا دی کہ وہی اصل فرہاد ہے۔ اور اگر کوئی تنویمی عمل کے ذریعے دوسرا اس سے سوالات کرے تو وہ فرہاد کی حیثیت سے جواب دے۔ مرجانہ، ثباتہ، لومی، والٹسورد کی اور عزت علی وغیرہ ایسے قابلِ اعتماد لوگ ہیں جنھیں تمھاری خیال خوانی کا علم ہونا چاہیے۔ فرض کرو ان میں سے کوئی دشمنوں کی گرفت میں آتا ہے اور ہمیں یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ تنویمی عمل کے ذریعے ان سے حقیقت اگلوائی جائے گی تو اس سے پہلے ہی تم اور رسونتی اپنے تنویمی عمل کے ذریعے ان کے۔۔۔۔ دماغ سے یہ بات مٹا سکتے ہو کہ فرہاد علی تیمور خیالی خوانی کر رہا ہے۔"

تمھارا مشورہ معقول ہے۔ بعض اوقات میں بھی سوچتا ہوں کہ یہ میرے کتنے وفادار اور جاں نثار ساتھی ہیں اور میں ان سے اپنی خیال خوانی کی صلاحیت کو چھپاتا رہتا ہوں بہرحال تم کہتی ہو تو میں اپنے خاص ساتھیوں کے سامنے اپنی اس صلاحیت کا انکشاف کر دیتا ہوں۔"

"تم اچانک مرجانہ کو مخاطب کرو گے تو وہ چونک جائے گی۔ طرح طرح کے سوالات کرے گی۔"

"اسے مجھ پر چھوڑ دو۔ میں بات بنا لوں گا۔ میں خیال خوانی کے ذریعے اسے مخاطب کر رہا ہوں۔ تم انجان بنی رہو۔ اگر وہ تمھیں میرے متعلق کوئی خبر سنائے تو حیرانی ظاہر کرنا۔"

یہ کہتے ہی میں نے مرجانہ کے دماغ پر دستک دی۔ وہ چونک کر بولی "ارے رسونتی تو تکلیف میں مبتلا ہے کیا اس حالت میں خیال خوانی کر سکتی ہے؟"

"میں رسونتی نہیں، فرہاد علی تیمور ہوں۔"

وہ ایک دم سے اچھل کر کھڑی ہو گئی "کیا واقعی تم ہو؟"

"ہاں، تم اتنی زیادہ حیران کیوں ہو۔ کیا اس سے پہلے ایسا نہیں ہوا کہ خیال خوانی کی صلاحیتیں معدوم ہوئیں پھر بحال ہو گئیں۔"

"ہاں ہاں۔" اس نے ہاں ہاں کے انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا "مجھے خوشی ہو رہی ہے۔ یہ بتاؤ کیسے یہ صلاحیت بحال ہو گئی، تم کہاں ہو؟"

"اب تم میرے متعلق طرح طرح کے سوالات کرو گی پہلے جن حالات سے گزر رہا ہوں ان کے متعلق گفتگو ہو جائے۔ میں بہت دیر سے سونیا کے دماغ میں تھا۔ اس کے ذریعے تمھارے دماغ میں پہنچا۔"

میں نتاشا کے متعلق اسے بھی بتانے لگا۔ اُدھر سونیا نے اسے دیکھ کر حیرانی سے پوچھا "مرجانہ! یہ تمھیں کیا ہو گیا ہے؟ تم کہاں گم ہو گئی ہو؟ کیا تصور میں کسی سے باتیں کر رہی ہو؟"

"سونیا! میں تمھیں ایک بہت بڑی خوشخبری سنا رہی ہوں۔ فرہاد کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیت بحال ہو گئی ہے۔ وہ مجھ سے گفتگو کر رہے ہیں۔"

میں سونیا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ بولی "ہاں مرجانہ یہ میرے دماغ میں آ گئے ہیں۔ واقعی یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے۔ فرہاد تم اپنے متعلق بتاؤ۔ کہاں ہو؟ کیا کر رہے ہو؟"

"کام کی بات سنو۔ قاتلوں تک پہنچنے اور یہاں آنے والے نمائندوں کی اصلیت کو بہتر طور پر سمجھنے کے لیے میرے ذہن میں ایک بہتر تدبیر ہے۔"

"بولو۔ میں سن رہی ہوں۔"

"ابھی اعلان کرا دو کہ رسونتی گولی کا نشانہ بن چکی ہے۔ اس کا خیال خوانی کرنے والا دماغ ہمیشہ کے لیے موت کے اندھیروں میں گم ہو چکا ہے۔"

وہ چونک کر بولی "یہ نئی تدبیر کیا سوجھی۔ کیا کرنا چاہتے ہو؟"

"میرے منصوبے کے مطابق جن لوگوں نے رسونتی کو قتل کرنا چاہا تھا وہ فخریہ اظہار کریں گے کہ انھوں نے ٹیلی پیتھی کا ایک کانٹا ہمیشہ کے لیے نکال دیا ہے۔ میری طرف سے انھیں اندیشہ نہیں ہے کیونکہ وہ مجھے خیال خوانی کے بغیر بے ضرر سمجھتے ہیں۔ رسونتی کی موت کا اعلان ہوتے ہی وادیٔ قاف میں تم اور مرجانہ دو اہم ہستیاں رہ جائیں گی جنھیں خطرناک تنظیمیں اور دوسرے ممالک قیدی بنانا چاہیں گے۔ وادیٔ قاف کے اطراف جن لوگوں نے پڑاؤ ڈالا ہے وہ تمام جاسوس اور گوریلا فائٹر وادی میں داخل ہونے کی کوشش کریں گے۔ تمھیں اور مرجانہ کو زندہ گرفتار کرنا چاہیں گے۔ اس لیے رسونتی کی موت کا اعلان کرنے سے پہلے یہاں اچھی طرح مورچہ بندی کر لو تاکہ بیرونی حملوں سے محفوظ رہ سکو۔ ویسے وہ حملہ آور زیادہ کھیل نہیں کھیل سکیں گے۔ ہم پھر ڈرامائی انداز میں خیال خوانی کا انکشاف کریں گے۔ اس طرح جو ممالک اور جتنی خطرناک تنظیمیں ہم سے دوستی کا دم بھرتی رہی تھیں اور رسونتی کی موت کی تصدیق ہوتے ہی اپنے تیور بدل لیے تھے وہ پھر ہم سے دوستی کا دم بھرنے لگیں گے۔ وہ مختلف ممالک کے نمائندے جو یہاں پہنچ چکے ہیں ہم ان کی بھی بدلتی ہوئی پالیسیاں اور تیور دیکھ سکیں گے۔ اگرچہ ہم اپنے دشمنوں کو بارہا آزما چکے ہیں۔ ایک بار انھیں اور آزمائیں اور ان پر یہ ثابت کر دیں کہ نئی مملکت بنانے والے نادان نہیں ہیں۔ ہم انھیں ہر مرحلے پر بے نقاب کرتے رہیں گے۔ وہ پہلے ہی بے نقاب ہو کر ہماری مملکت میں قدم رکھیں تو ان کے لیے بہتر ہو گا۔"

سونیا میرے منصوبے کے متعلق مرجانہ کو بتاتی جا رہی تھی اور مرجانہ میری تائید کر رہی تھی۔ پھر ان دونوں نے کہا۔ "اچھی بات ہے ہم ٹارٹر ثعلبا کے پاس جا کر مشورہ کرتے ہیں لیکن یہاں مختلف ممالک کے جو نمائندے ہیں وہ رسونتی کا آخری دیدار کرنا چاہیں گے کیا ان حالات میں رسونتی ایک لاش بنی رہ سکتی ہے؟"

"وہ یوگا کی ماہر ہے، سانس روکنا جانتی ہے۔ اس کے چہرے پر ایسا میک اپ کرو جیسے لاش سفید پڑ گئی ہو۔ ایسے وقت جبکہ دوسرے ممالک کے نمائندے اس کا آخری دیدار کرنے کے لیے ایک قطار میں اس کے سامنے سے گزر رہے ہوں گے تو میں اس کے دماغ میں رہ کر اسے ایک لاش کی طرح ساکت رہنے کے سلسلے میں مدد کرتا رہوں گا۔"

اچانک میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ دروازے پر دستک ہو رہی تھی۔ سی سرپنٹ کی آواز سنائی دی "مسٹر میکی! ایک گھنٹہ پورا ہو چکا ہے۔ اپنی آواز مجاہدین کو سناؤ ورنہ وہ میرے لیے مصیبت بن جائیں گے۔"

میں نے سونیا اور مرجانہ سے کہا "میرا اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر رہنا ضروری ہے۔ میں پھر مناسب وقت پر آ جاؤں گا۔"

میں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر دروازے کو کھول دیا۔ سی سرپنٹ منتظر کھڑا ہوا تھا۔ میں نے اس کی میز کے پاس جا کر مائک کو آن کیا اور مجاہدین کو مخاطب کرتے ہوئے بتایا کہ میں بخیریت ہوں۔ پریشانی کی بات نہیں ہے۔ تمام مجاہدین اپنے محاذ پر ڈٹے رہیں۔ ہمیں حدیقہ کا انتظار ہے۔ جب وہ آئے گی تو ہم یہاں سے کامیاب و کامران واپس جائیں گے۔

میں نے اطمینان دلا کر مائک کو آف کر دیا۔ ٹرانسمیٹر سے اشارہ موصول ہو رہا تھا۔ سی سرپنٹ نے آگے بڑھ کر اسے ہینڈل کیا۔ دوسری طرف سے آواز آئی "سر! ایک چادر والی قلعے کی دیوار پر نظر آ رہی ہے۔ انھوں نے کمند پھینکی تھی ہم چھپ کر تماشا دیکھتے رہے۔ آپ کا حکم تھا، آنے والوں کو نقصان نہ پہنچائیں۔ اس وقت دو نوجوانوں کے علاوہ وہ چادر والی بھی ہے۔ ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے ان کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ دو اور شخص دیوار پر نظر آ رہے ہیں۔ آپ نے فائرنگ سے منع کیا ہے۔ ہم ان کے ساتھ کیسا سلوک کریں؟"

سی سرپنٹ نے کہا "جب سامنا ہو تو ان کے سامنے فوراً ہی ہتھیار پھینک کر پیچھے ہٹ جاؤ۔ انھیں یقین دلاؤ کہ ہم سب دوست ہیں۔ چادر والی کو عزت و احترام سے میرے پاس لے آؤ۔"

اس نے ٹرانسمیٹر کو آف کر دیا۔ میں نے کہا "انھیں کبھی یقین نہیں آئے گا کہ ماروتی عیسائیوں کی مدد کرنے والا سی سرپنٹ اور اس کے آدمی اُن کے دوست بن گئے ہیں۔ مجھے وہاں جانا ہو گا۔ بہتر ہے تم بھی چلو۔"

"میں یہ جگہ نہیں چھوڑ سکتا۔ میرے اس دفتر میں اور رہائشی حصے میں ایسے آلات نصب ہیں جن کے ذریعے میں پورے قلعے کی خبر رکھتا ہوں۔ میں یہاں سے جاؤں گا تو دوسری طرف سے ملنے والی اطلاعات سے محروم رہوں گا۔"

اس نے ایک ماتحت کو بلایا۔ پھر کہا "مسٹر میکی کو دو نمبر

کی طرف لے جاؤ۔ وہاں فلسطینی مسلمان آرہے ہیں۔ ان سب کو دوستانہ ماحول میں یہاں لے آؤ۔"

میں اس ماتحت کے ساتھ جانے لگا۔ بڑے ہال نما کمرے کے دوسرے دروازے کو کھولنے کے بعد پھر ایسا ہی کوریڈور نما راستہ نظر آیا جہاں سے پہلے ایک بار گزر چکا تھا۔ لیکن یہ کوریڈور اس سے مختلف تھا۔ وہاں ایک چھوٹی سی گاڑی رکھی ہوئی تھی۔ اس گاڑی میں صرف دو آدمیوں کی گنجائش تھی —— ایک ڈرائیو کرنے والا، دوسرا اس کے پیچھے بیٹھنے والا۔ میں اس ماتحت کے پیچھے بیٹھ گیا۔ اس نے گاڑی کو آن کیا پھر اسے ڈرائیو کرتے ہوئے ایک کوریڈور سے گزرنے لگا۔ وہ راستہ ایک طویل سرنگ کی طرح تھا۔ ختم نہیں ہو رہا تھا۔ سامنے کئی موڑ آرہے تھے اور وہ موڑ ہمیں قلعے کے ایک حصے سے دوسرے حصے کی طرف لے جا رہے تھے۔

میں نے اس شخص کے دماغ میں چھلانگ لگائی جو ذرا دیر پہلے ٹرانسمیٹر کے ذریعے سی سرپنٹ سے گفتگو کر چکا تھا اور کسی چادر والی کی آمد کی اطلاع دے چکا تھا۔ انھوں نے اپنے باس کے حکم کے مطابق چادر والی اور اس کے ساتھیوں کا سامنا تو کیا مگر ٹکرانے سے گریز کیا۔ سامنا ہوتے ہی اپنے ہتھیار پھینک دیے تھے اور پیچھے ہٹ گئے تھے۔ وہ شخص کہہ رہا تھا "ہم دوست ہیں۔ اس کا ثبوت یہ ہتھیار ہیں جنھیں ہم نے پھینک دیا ہے۔ ہم دوست بن کر آپ سب کو خوش آمدید کہتے ہیں۔"

ایک نوجوان نے کہا "یہ کوئی گہری چال ہے۔ ہم چوری چھپے قلعے میں داخل ہوئے۔ ہم نے آج سے پہلے کبھی سی سرپنٹ سے دشمنی نہیں کی اور سی سرپنٹ نے کبھی ہم سے دوستی نہیں کی پھر اچانک یہ انقلاب کیسے آگیا ہے؟"

"مسٹر کرسٹو فریکی سے معاملات طے ہو گئے ہیں۔ دشمنی دوستی میں بدل گئی ہے۔ آپ کو یقین نہ ہو تو اپنے ہتھیاروں سمیت آگے بڑھتے چلے جائیں۔ ہم گائیڈ کرتے ہیں۔ آپ کے پاس ہتھیار ہیں۔ آگے جو بھی پہرے دار نظر آئیں گے وہ سب ہتھیار پھینکتے جائیں گے۔"

میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ گاڑی میں بیٹھا ہوا ڈرائیور میرے سامنے ہی مائک کے ذریعے کسی سے پوچھ رہا تھا "آخر کیا بات ہے، ہمیں باہر جانے کے لیے راستہ کیوں نہیں مل رہا ہے۔ دروازے بند کیوں ہیں؟"

دوسری طرف سے مقامی زبان میں جواب سنائی دیا۔ میں نے اس کے ذریعے ترجمہ معلوم کیا۔ جواب تھا "دروازے میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی ہے۔ انتظار کرو۔ اسے درست کیا جا رہا ہے۔"

وہ گاڑی تیزی سے اپنی ڈگر پر دوڑتی جا رہی تھی۔ اس کا ڈرائیور سوچ رہا تھا "ابھی تھوڑی دیر پہلے دروازہ بالکل ٹھیک تھا۔ یہ اچانک خرابی کیسے پیدا ہو گئی؟"

وہ سوچتے سوچتے چونک گیا۔ گاڑی ایک طرف مڑ گئی تھی اور سیدھی ادھر چلی جا رہی تھی۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی۔ "اوہ گاڈ! یہ راستہ موت کی طرف لے جاتا ہے۔ یہ گاڑی سیدھی سمندر میں جا کر گرے گی۔"

اس سرنگ نما کوریڈور کے مختلف راستے تھے۔ وہ ایک راستہ سمندر کی طرف جاتا تھا۔ وہ راستہ نشیبی تھا۔ گاڑی روکو تب بھی رکتی نہیں تھی۔ ڈھلان میں پھسلتی چلی جا رہی تھی۔ اگر میں اور ڈرائیور وہاں سے کود کر نیچے جاتے تب بھی اپنا توازن قائم نہ رکھ سکتے۔ اس ڈھلان میں لڑھکتے ہوئے اسی طرف جاتے جہاں وہ راستہ لے جا رہا تھا یعنی ہم نہ چاہتے ہوئے بھی بے اختیار لڑھکتے ہوئے سمندر میں جا گرتے۔

میرے سامنے بیٹھا ہوا ڈرائیور اس گاڑی سے نہ تو چھلانگ لگا سکتا تھا نہ ہی اسے کنٹرول کر کے کسی طرح روک سکتا تھا۔ جب میں نے دیکھا کہ اس کے ذریعے کچھ نہیں ہو سکتا ہے تو سی سرپنٹ کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ وہ ایک مشین کے پاس کھڑا ہوا ہماری ننھی سی گاڑی کو ریموٹ کنٹرولنگ سسٹم کے مطابق کنٹرول کر رہا تھا۔ میں نے ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر اس کے دماغ میں سوال پیدا کیا۔ اگر کسی طرح سمندر میں گرتی ہوئی گاڑی کو روکنا ہو یا اس میں بیٹھے ہوئے مسافر بچنا چاہیں تو کیا صورت ہو سکتی ہے؟

اس کی سوچ نے بتایا۔ یہاں ایک بٹن ایسا ہے جسے دباتے ہی کوریڈور کی چھت سے ایک راڈ نمودار ہو گا۔ اسے تھام کر کوئی بھی مسافر گاڑی سے الگ ہو سکتا ہے۔

میں نے اس کے دماغ کو ایک ساعت کے لیے غافل کیا اور وہ بٹن دبا دیا۔ سامنے ہی ایک راڈ چھت سے نمودار ہوا۔ ڈرائیور اسے تھامنا چاہتا تھا، میں نے اس کی گردن پر ایک کراٹے کا ہاتھ رسید کیا۔ اتنی سی دیر میں وہ راڈ قریب آگیا۔ میں نے اچھل کر اسے تھام لیا۔ گاڑی مجھ سے آگے نکل گئی۔ میں تھوڑی دیر تک لٹکتا رہا۔ توازن درست کرتا رہا۔ جب یقین ہو گیا کہ اب لڑھک نہیں سکوں گا تو پاؤں زمین پر رکھ دیے۔ میرے آگے ذرا فاصلے پر گہری تاریکی تھی لیکن سمندر کا شور سنائی دے رہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اس ڈرائیور کی ایک دلدوز طویل چیخ سنائی دی۔ وہ زندگی کے لیے فریاد کر رہا تھا لیکن وہ فریاد سمندر میں ڈوب چکی تھی۔

میں نے پاؤں زمین پر رکھنے کے بعد محسوس کیا، وہاں اچھی خاصی پھسلن تھی۔ شاید کوریڈور کے اس فرش پر گریس وغیرہ کی پالش کر دی گئی تھی۔ تاکہ کوئی وہاں ٹھہر نہ سکے۔ نشیب میں پھسلتا ہوا سمندر میں پہنچ جائے۔

جب میں سی سرپنٹ سے رخصت ہو کر حدیقہ اور دوسرے مجاہدین سے ملنے جا رہا تھا، اس وقت سرپنٹ کے دماغ میں میرے خلاف کوئی بات نہیں تھی۔ میں نے اسے اچھی طرح پڑھ لیا تھا۔ پھر اچانک وہ کیسے بدل گیا، یہ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ ابھی اس کے دماغ کو سمجھنے کا موقع نہیں تھا۔ پہلے اپنی حفاظت کا سوال تھا۔ میں وہاں سے کس طرح نکلوں؟

میں سی سرپنٹ کے دماغ کو پڑھنے لگا۔ اب وہ اس مشین کے پاس نہیں تھا۔ دوسری مشین کے پاس پہنچ کر اس نے ایک بٹن کو دبایا۔ جس سے وہ کوریڈور کا کھلا ہوا دروازہ جو سمندر کی طرف پہنچاتا تھا، شٹر کی طرح نیچے آکر بند ہو گیا۔

سی سرپنٹ نے مشین کو آپریٹ کرنے کے دوران بے خیالی میں اس بٹن کو دبایا تھا جس سے راڈ باہر آگیا تھا اور میں اسے تھامے ہوئے تھا۔ اگر اسے یاد ہوتا تو وہ اس بٹن کو دوبارہ دبا کر راڈ کو واپس چھت کی طرف لے جاتا۔ اگر میں اس راڈ کو چھوڑ دیتا تو وہاں سے پھسلتا ہوا شٹر نما دروازے سے جا ٹکراتا۔ اگرچہ سمندر میں نہ گرتا، تاہم یہ اندیشہ تھا کہ وہ دروازہ کسی وقت بھی کھل سکتا تھا اور مجھے سمندر میں پہنچا سکتا تھا۔

سی سرپنٹ نے میری مرضی کے مطابق سوچا "اگر میں اس سمندر میں گرنے لگوں اور ایک راڈ کو تھام کر گرنے سے محفوظ رہوں تو وہاں سے واپس کس طرح آسکتا ہوں؟"

اس نے جواباً سوچا "اس کوریڈور میں صرف ایک ہی راڈ ہے۔ وہ چھت کے جس حصے سے لٹک رہا ہے وہاں اوپر خلا ہے۔ جس طرح بٹن دبانے سے راڈ نیچے آتا ہے اسی طرح دوبارہ بٹن دبانے سے اوپر چلا جاتا ہے۔"

وہ سوچ رہا تھا اور میں اس کی سوچ پڑھ رہا تھا۔ اسی وقت ایک ماتحت نے آکر کہا "جناب! ہمارے جونیئر باس جان بلی تشریف لا رہے ہیں۔"

میں اس کی بات سن کر چونک گیا۔ ساری بات سمجھ میں آ گئی تھی۔ اس کے بیٹے جان بلمور یا عرف بلی کو میں نے ٹاور میں مقید رکھا تھا۔ وہ کس طرح وہاں سے چلا آیا۔ یہ بعد میں سمجھنے کی بات تھی مگر یہ سمجھ میں آگیا کہ وہ آزاد ہو گیا ہے، میری گرفت سے نکل گیا ہے اسی لیے سرپنٹ نے میرے خلاف یہ چال چلی تھی۔ اور مجھے سمندر میں پھینک دینے کے سلسلے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔

وہ اپنے بیٹے سے ملنے کی خوشی میں دوڑتا ہوا کمرے سے باہر جانا چاہتا تھا۔ اسی وقت بیٹا کمرے میں داخل ہوا۔ دونوں ایک دوسرے سے لپٹ گئے۔ سی سرپنٹ نے اس کے چہرے کو جگہ جگہ سے چومتے ہوئے کہا "تھینکس گاڈ، تم پر کوئی آنچ نہیں آئی۔ میں نے اس کمبخت میکی کو موت کی سزا دی ہے۔ اس وقت وہ سمندر کی گہرائیوں میں ہو گا اور سمندری جانور اسے اپنی خوراک بنا رہے ہوں گے۔"

بلی نے باپ سے الگ ہو کر پاؤں پٹختے ہوئے کہا "اوہ پاپا! یہ آپ نے کیا کیا؟ میں اس بدترین دشمن کو اپنے ہاتھوں سے شوٹ کرنا چاہتا تھا۔"

"نہیں بیٹے! یہ رسک لینا مناسب نہیں تھا۔ تم نے اسے دیکھا نہیں ہے۔ کمبخت ناقابلِ تسخیر لگتا تھا۔ اسی لیے میں نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر اسے سمندر میں ڈبو دیا۔"

بلی نے ریموٹ کنٹرولنگ مشین کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ "اب ان مسلمانوں کا کیا ہو گا جو ساحلی علاقے پر قابض ہیں! انھیں کیسے ہتھیار ڈالنے پر مجبور کیا جائے گا؟"

"تم دیکھتے رہو۔ وہ سب کتے کی موت مریں گے۔"

وہ باتیں کرتا ہوا مشین کے پاس آکر رک گیا۔ اس نے میری مرضی کے مطابق اس بٹن کی طرف دیکھا، جس کے دبانے سے راڈ چھت کے اوپر جا سکتا تھا۔ اس وقت سی سرپنٹ کہہ رہا تھا "صرف ان مجاہدین کی بات نہیں ہے۔ حدیقہ نامی ایک چادر والی کے ساتھ کچھ اور مسلح مسلمان کمند ڈال کر قلعے میں داخل ہوئے ہیں۔ اب وہ بھی زندہ واپس نہیں جا سکیں گے۔"

جان بلی باپ کی باتیں سن رہا تھا۔ ادھر میں نے اس کے ہاتھ کی ایک انگلی اس بٹن پر رکھ دی، جس سے مشین آن ہوتی تھی۔ اس کے بعد اس نے دوسرے بٹن پر انگلی رکھ کر اس پر ہلکا سا دباؤ ڈالا۔ یکبارگی وہ راڈ اوپر چھت کے خلا میں گیا اور اس کے ساتھ ہی میں بھی وہاں پہنچ گیا۔ ایک ہاتھ سے راڈ کو چھوڑ کر چھت کے کنارے کو تھام لیا۔ پھر دوسرے ہاتھ سے بھی چھت سے لٹک گیا۔ میرے جسم کا بیشتر حصہ نیچے کوریڈور کی طرف لٹک رہا تھا۔ میں نے ذرا جمناسٹک کے کرتب دکھائے اور الٹ کر چھت کے اوپر آگیا۔

وہاں تاریکی تھی۔ کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر اندھے کی طرح ٹٹولنا شروع کیا۔ ذرا آگے بڑھا تو ایک

دیوار سے لگ گیا۔ میں اس دیوار کے سہارے کھڑے ہو کر ایک طرف چلنے لگا۔ وہ دیوار زیادہ دور تک نہیں گئی تھی۔ اس کے بعد دوسری دیوار شروع ہو گئی۔ میں دوسری سمت چلنے لگا۔ اس دیوار کے بعد تیسری سمت، پھر چوتھی سمت پہنچا تو ایک دروازہ نظر آیا۔ میں نے اسے کھولا۔ تب قلعے کے باہر دور تک روشنی نظر آئی۔ میں جس چھت پر تھا، اس سے بھی اونچی چھتیں، بالکونیاں اور محراب نما کھڑکیاں، دروازے نظر آ رہے تھے۔ ان کے پیچھے سے روشنی جھلک رہی تھی۔ باہر دھیمی روشنی میں مسلح پہرے دار ادھر سے اُدھر ٹہلتے ہوئے نظر آ رہے تھے۔

اتنے میں اسپیکر کے ذریعے سی سرپنٹ کی آواز سنائی دینے لگی۔ وہ مجاہدین کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا "غور سے میری باتیں سنو۔ تمھارا باپ کرسٹوفر میکی میری قید میں ہے۔ اب مجھے تم لوگوں کی پروا نہیں ہے۔ میرا بیٹا ٹاور کے بند کمرے سے بخیریت نکل آیا ہے۔ تم میں سے ایک ایک کو بھون کر رکھ دیا جائے گا۔ اپنی خیریت چاہتے ہو تو ہتھیار پھینک دو۔ تمھیں معافی مل سکتی ہے۔ اگر کسی نے فائرنگ کی اور ہمارا مقابلہ کرنے کی کوشش کی تو تمھارے سامنے کرسٹوفر میکی کو لا کر شوٹ کر دیا جائے گا۔"

وہ مجاہدین کو یہ نہیں بتا رہا تھا کہ مجھے سمندر میں پھینک دیا گیا ہے۔ میں مر چکا ہوں۔ وہ جانتا تھا، اگر میرے ساتھیوں کو میری موت کا علم ہو گا تو وہ جان پر کھیل جائیں گے اور آخری سانس تک ان کا مقابلہ کرتے رہیں گے۔ نتیجے کے طور پر اس کے کئی مسلح جوان مارے جائیں گے۔ اسے کافی نقصان اٹھانا پڑے گا۔

اسپیکر سے نشر ہونے والی آواز میرے پیچھے سے آ رہی تھی میں نے گھوم کر دیکھا، اُدھر قلعے کا وہی ساحلی علاقہ تھا اور اونچا سا ٹاور بھی اندھیرے میں سائے کی طرح دکھائی دے رہا تھا۔ میں جان بلی کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کرنے لگا۔ آخر وہ ٹاور کی بلندی سے کس طرح اپنے باپ کے پاس پہنچ گیا اور اس کے بند کمرے کے باہر کھڑے ہوئے مجاہد اسے کیوں نہ دیکھ سکے؟

اس کے دماغ نے جو کچھ بتایا اس سے اپنی حماقت کا احساس ہوا۔ میں دس مجاہدین کے ساتھ دو موٹر بوٹ میں قلعے کی طرف آیا تھا۔ ہم نے خود کو اسرائیلی انسٹرکٹر ظاہر کیا تھا۔ سی سرپنٹ کے پروگرام کے مطابق اسرائیل سے ایسے دس ریٹائرڈ فوجی آ رہے تھے جو یہاں ماردنی عیسائیوں کو گوریلا جنگ کی اور تخریب کاری کی ٹریننگ دینے والے تھے۔ یہ بات مجھے یاد رکھنی چاہیے تھی۔ اگرچہ میں نے اسرائیل سے آنے والے گروہ کے سرغنہ کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے گڑبڑا دیا تھا۔ وہ کوڈ ورڈز ادا نہ کر سکا تھا۔ اسے قلعے کے قریب آنے کی اجازت نہیں ملی تھی اس کے بعد میں مطمئن ہو گیا تھا۔ حالانکہ مجھے سمجھنا چاہیے تھا، جو ناکارہ ہو کر جا رہے ہیں، وہ پھر کسی وقت واپس آ سکتے ہیں۔

ٹاور کے کنٹرول روم میں جان بلی کے ساتھ تین آدمی بند ہو چکے تھے۔ باہر مجاہد پہرہ دے رہے تھے۔ یہ بات کھل چکی تھی کہ اصل میں اسرائیل کی دو موٹر بوٹس جو یہاں پہنچنے والی تھیں انھیں واپس کر دیا گیا ہے۔ قصور اسی گروہ کے سرغنہ کا تھا جو کوڈ ورڈز ادا نہ کر سکا تھا۔ بہر حال کنٹرول ٹاور سے پھر اسرائیلی انسٹرکٹر کا رابطہ قائم ہونے لگا۔ اس بار چونکہ میں اس کے دماغ کو نہیں گڑبڑا رہا تھا، اس لیے اس نے صحیح کوڈ ورڈز ادا کیے۔ ٹاور کی بلندی سے لائٹ سگنل کے ذریعے انھیں خطرے کا سگنل دیا گیا اور سمجھایا گیا کہ وہ بے آواز موٹر بوٹ یا کشتی لے کر ٹاور کے نچلے حصے میں چلے آئیں۔

ادھر میں اپنے معاملات میں مصروف تھا، اُدھر مجاہدین اپنے محاذ پر ڈٹے ہوئے تھے نہ تو ہم نے دھیان دیا نہ ہی ہمیں پتا چل سکا کہ وہ کب کشتی لے کر ٹاور کے نیچے آئے، پھر ٹاور کی بلندی سے رسّی کے ذریعے جان بلی کو کشتی پر اتارا گیا۔ اس طرح اسے قلعے کے دوسرے راستے سے لا کر باپ کے پاس پہنچا دیا گیا۔

اب سی سرپنٹ خوش فہمی میں مبتلا تھا۔ تمام اہم مہرے اس کے اپنے ہاتھ میں تھے۔ اس کے خیال کے مطابق میں اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تھا۔ اور میرے بگاڑنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ وہ اپنی دانست میں مجھے مار چکا تھا۔ اب اسے قلعے کے ساحلی حصے کی فکر تھی۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کے آدمیوں سے مجاہدین کا ٹکراؤ ہو۔ فائرنگ کا تبادلہ ہو۔ دور تک آواز گونجتی رہے۔ انٹرپول کا عزت علی بیروت پہنچ چکا تھا۔ ہو سکتا ہے انٹرپول کے آدمی ادھر بھی ہوتے اور اسے خبر کرتے تو وہ بلائے ناگہانی کی طرح اس کے سر پر پہنچ جاتا۔

وہ مائک کے سامنے آ کر پھر مجاہدین کو وارننگ دینا چاہتا تھا، ایک گھنٹے کے اندر اگر انھوں نے ہتھیار نہ پھینکے تو انھیں چاروں طرف سے گھیر کر مار ڈالا جائے گا۔ وہ تنہا صبح تک مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔

اسی وقت بڑے سے کمرے کا دروازہ کھلا۔ پھر دو ماتحتوں نے آ کر کہا "سر! وہ چادر والی اور اس کے آدمی یہاں لائے گئے ہیں۔ کیا انھیں پیش کیا جائے؟"

"وہ کتنے ہیں؟"

"پانچ مرد ہیں اور ایک عورت۔"

"لے آؤ۔"

چند سیکنڈ کے بعد ہی حدیقہ اور پانچ جوانوں کو پیش کیا گیا۔ اب وہ مسلح نہیں تھے۔ ان کے ہتھیار چھین لیے گئے تھے۔ جس طرح مجھے فریب دے کر سمندر میں ڈبونے کی کوشش کی گئی تھی، اسی طرح انھیں فریب دے کر چاروں طرف سے یوں گھیر لیا گیا تھا کہ وہ جوابی حملہ نہ کر سکے تھے۔ حدیقہ کو بچانے کی خاطر انھیں ہتھیار ڈالنے پڑے۔

سی سرپنٹ نے حدیقہ کی طرف انگلی اٹھا کر کہا "اس کی چادر اتار کر پھینک دو۔"

یہ سنتے ہی مجاہدین، حدیقہ کو چاروں طرف سے گھیر کر کھڑے ہو گئے۔ ایک ماتحت نے کہا "سر! ہم نے پہلے ہی چادر اتارنے کی کوشش کی، اسے بے نقاب کرنا چاہا لیکن یہ پانچوں اسے گھیر لیتے ہیں۔"

سی سرپنٹ نے ایک مجاہد سے پوچھا "آخر کیا بات ہے، اسے بے نقاب کیوں نہیں ہوتے دیتے؟ کیا یہ بہت ہی بدصورت ہے؟"

"اس نے قسم کھائی تھی کہ نہ اپنا منہ کسی کو دکھائے گی اور نہ ہی اپنی آواز کسی کو سنائے گی۔ للٰذا یہ چپ رہتی ہے اور اپنے چہرے کو چادر میں چھپائے رکھتی ہے۔ ہم اس کا بھرم رکھتے ہیں۔ تم سے بھی کہتے ہیں، اگر ہمیں موت کی سزا دینا ہے تو حدیقہ کو یوں ہی گولی مار دو مگر اس کی چادر نہ اتارو۔"

سی سرپنٹ نے مسکراتے ہوئے کہا "یہ چادر اور گونگا پن اتنا ہی ضروری ہے تو پھر ہمارا بھی ایک کام کر دو۔ وہاں مائک کے سامنے جاؤ اور اپنے مجاہدین سے کہو، ہتھیار پھینک دیں۔ مقابلہ کرنے کا خیال دل سے نکال دیں ورنہ تم سب کو گولی ماری جائے گی۔ اس عورت کو مارنے سے پہلے بے نقاب کیا جائے گا اور اسے بولنے پر بھی مجبور کیا جائے گا۔"

حدیقہ نے ایک چھوٹی سی پرچی ایک جانباز کی طرف بڑھائی۔ اس نے پڑھنے کے بعد سی سرپنٹ سے پوچھا۔ "مسٹر میکی کہاں ہیں؟ انھیں ہمارے سامنے لایا جائے اگر وہ حکم دیں گے تو ہم مائک کے سامنے جا کر وہی کہیں گے جو تم چاہتے ہو۔"

"ہم نے میکی کو آہنی سلاخوں کے پیچھے قید رکھا ہے۔ ضرورت ہو گی تو یہاں لایا جائے گا۔ فی الحال جو کہہ رہا ہوں، وہی کرو ورنہ تمھارے تمام مجاہدین مقابلے میں مارے جائیں گے میں خواہ مخواہ فائرنگ کی آواز دور تک پہنچانا نہیں چاہتا۔ اگر صلح صفائی سے بات بن جائے تو بہتر ہے۔"

ایک جانباز نے کہا "ہم حدیقہ کے مزاج کو اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ جب تک مسٹر میکی ہمارے سامنے نہیں آئیں گے، ہم تمھارے حکم کی تعمیل نہیں کریں گے خواہ ہمیں اپنی جان ہی کیوں نہ دینی پڑے۔"

پانچوں مجاہدین کا ایک ایک ہاتھ ایک دوسرے سے بندھا ہوا تھا اور ایک ایک ہاتھ آزاد تھا۔ سی سرپنٹ نے کہا "انھیں پوری طرح باندھ کر اس چادر والی سے دور لے جاؤ۔"

اس کے آدمی حکم کی تعمیل کرنے لگے۔ جانباز جدّوجہد کر رہے تھے۔ ان کے قابو میں نہیں آنا چاہتے تھے لیکن انھیں گن پوائنٹ پر رکھ کر مجبور کر دیا گیا۔ انھیں اچھی طرح باندھ کر دور لے جا کر کھڑا کر دیا گیا۔ سی سرپنٹ نے طنزیہ انداز میں مسکراتے ہوئے پوچھا "کیا تم میں سے کوئی اس کی قسم کا بھرم رکھ سکے گا، میں اسے بے نقاب کرنے جا رہا ہوں، اب کون مجھے روک سکے گا؟"

وہ آہستہ آہستہ حدیقہ کی طرف بڑھنے لگا۔ جب وہ قریب آیا تو حدیقہ پیچھے ہٹنے لگی لیکن وہ کہاں جا سکتی تھی۔ ایک جگہ ٹھٹک گئی کیونکہ پشت پر رائفل کی نال لگ گئی تھی۔ سرپنٹ نے کہا "تمھارے انداز سے پتا چلتا ہے واقعی بولتی نہیں ہو۔ جو کہنا ہوتا ہے لکھ کر دیتی ہو۔ چلو، اپنے ساتھیوں کو آخری بار لکھ کر دو۔ ان سے کہو، میرے حکم کی تعمیل کریں ورنہ ابھی بے نقاب ہو جاؤ گی۔"

وہ چپ کھڑی رہی۔ اب چادر کے اندر وہ کیا کر رہی تھی، کیا سوچ رہی تھی، ایسے وقت اس کا ردِّعمل کیا ہونا چاہیے یہ میں نہیں سمجھ سکتا تھا۔ کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا۔ سی سرپنٹ نے پوچھا "کیا تم اپنی قسم توڑنا پسند کرو گی؟"

میں نے سرپنٹ کے دماغ میں پہنچ کر اس کی سوچ میں پوچھا "کیا میں نے کبھی بجلی کے ننگے تار کو چھو کر دیکھا ہے؟"

اس سوچ کے ساتھ ہی وہ لرز گیا۔ بچپن میں ایک بار اس نے بجلی کے ننگے تار کو چھو لیا تھا۔ اس کے بعد جو جسمانی اور دماغی جھٹکے پہنچے تھے، اسے اب بھی یاد تھے۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "آج بہت عرصے کے بعد میں پھر بجلی کے ننگے تار کو چھونے جا رہا ہوں۔"

وہ چادر کی طرف ہاتھ بڑھانے والا تھا، رک گیا۔ دل ہی دل میں سوچنے لگا۔ "یہ کیا حماقت ہے۔ میں ایسا کیوں سوچ رہا ہوں۔ یہ عورت کوئی بجلی کا تار تو نہیں ہے۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "بجلی کو چھو کر آدمی ایک بار مرتا ہے۔ عورت کو چھو کر بار بار مرتا ہے۔"

اس نے جھنجلا کر حدلیقہ سے کہا۔ "میں آخری بار پوچھ رہا ہوں، میرے حکم کی تعمیل کرو گی یا نہیں؟"

وہ چپ کھڑی رہی۔ اس کی خاموشی بتا رہی تھی کہ اس نے خود کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا ہے۔ وہ آخر کب تک جدوجہد کر سکتی تھی۔ کب تک خود کو چھپا کر رکھ سکتی تھی۔ دشمن زیادہ تھے۔ اسے چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھے۔ وہ تنہا، بے بس تھی۔ جب دماغی صلاحیت اور جسمانی طاقت کام نہ آئے، کوئی صورت نظر نہ آئے تو صرف دعا کا راستہ رہ جاتا ہے۔ یقیناً وہ دل ہی دل میں دعا مانگ رہی ہوگی کہ اس کی قسم نہ ٹوٹے۔

اور میں بھی نہیں چاہتا تھا کہ اس کی قسم ٹوٹے۔ جیسے ہی سرپنٹ نے اس کی چادر کو ہاتھ لگایا، اس کے دماغ کو ایک شدید جھٹکا پہنچا۔ وہ چیخ مار کر اچھلا پھر پیچھے جا کر فرش پر گر پڑا۔ سب اسے حیرانی سے دیکھنے لگے۔ وہ بار بار اپنے ہاتھ کو یوں جھٹک رہا تھا جیسے واقعی بجلی کے تار کو چھو لیا ہو اور اس کی تکلیف کو محسوس کر رہا ہو۔ اس کے خاص ماتحت نے فوراً ہی قریب آ کر سہارا دے کر اٹھاتے ہوئے پوچھا۔ "سر! کیا ہو گیا، کیا بات ہے؟"

"یہ، یہ کوئی بلا ہے۔ اسے چھوتے ہی مجھے بجلی کا جھٹکا پہنچا ہے۔"

"سر! یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ یہ ایک عورت ہے۔ ہمارے جیسی انسان ہے۔"

"ہائیں، انسان ہے؟" سرپنٹ نے خالی خالی نظروں سے حدلیقہ کی طرف دیکھا۔ پھر اسے یاد آ گیا کہ کتنی شدید ذہنی اذیت پہنچی تھی۔ اس نے اپنے خاص ماتحت سے پوچھا۔ "کیا تم اس کی چادر کو چھو سکتے ہو؟"

"آپ چھونے کی بات کر رہے ہیں، میں ابھی اسے بے نقاب کر دیتا ہوں۔"

وہ تیزی سے آگے بڑھا۔ حدلیقہ کے قریب پہنچتے ہی اس نے ہاتھ بڑھا کر چادر کو چھو لیا۔ پھر جیسے سچ مچ بجلی کے ننگے تار کو چھو لیا ہو۔ میں نے اس کے دماغ کو اتنا شدید جھٹکا پہنچایا کہ وہ فلک شگاف چیخیں مارتا ہوا پیچھے الٹ گیا۔ فرش پر گر کر تڑپنے لگا۔

سب نے اپنی آنکھوں کے سامنے یہ حیرت انگیز اور ناقابلِ یقین تماشا دیکھا تھا۔ آنکھوں سے نہ دیکھتے تو کبھی یقین نہ کرتے اور یہ تماشا ایک بار نہیں دو بار ہوا تھا۔ ایک کے ساتھ نہیں دو کے ساتھ ہوا تھا۔ اب کسی تیسرے میں جرأت نہیں تھی کہ وہ آگے بڑھ کر حدلیقہ کی چادر کو ہاتھ لگاتا۔

دو مسلح جوانوں نے سرپنٹ کے خاص ماتحت کو سہارا دے کر اسے اٹھا کر بٹھایا۔ پھر اسے ایک گلاس پانی دیا۔ سی سرپنٹ گھور کر حدلیقہ کو دیکھ رہا تھا پھر اس نے جھنجلا کر کہا۔ "میں نہیں مانتا۔ یہ کوئی فور فورٹی وولٹ نہیں ہے کہ بجلی کا جھٹکا لگے۔ یہ کوئی جادو ہے۔ یہ ایسا عمل کر رہی ہے جس کی وجہ سے ہم اس کی چادر کو ہاتھ نہیں لگا سکتے۔ میں اسے آخری وارننگ دے رہا ہوں، یہ چادر سے باہر آ جائے ورنہ جادوگر دل کو زندہ بھی جلایا جاتا ہے۔"

اس نے مجاہدین کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "میں تم لوگوں سے بھی کہتا ہوں، اسے سمجھاؤ۔ اسے بے نقاب کرو۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں، آخر یہ ہے کیا چیز؟"

وہ پھر بھی خاموش کھڑی تھی۔ اب تو اس کا حوصلہ یقیناً بڑھ گیا ہوگا۔ وہ سوچ رہی ہوگی، یہ کیا ہو رہا ہے آخر اس میں ایسی پُراسرار قوت کہاں سے آ گئی کہ کوئی اس کی چادر کو ہاتھ نہیں لگا سکتا۔

مجاہدین بھی خاموش کھڑے رہے۔ جب قدرتی طور پر حدلیقہ کا تحفظ ہو رہا تھا تو انھیں کیا پڑی تھی کہ اسے بے نقاب ہونے کا مشورہ دیتے۔ وہ بھی تو حیران ہو گئے جو کچھ حدلیقہ کے ساتھ پیش آ رہا تھا وہ اس کی منطقی وجوہات معلوم کرنا چاہتے ہوں گے۔

ایک ادھیڑ عمر کے شخص نے کہا۔ "سر! اگر آپ لوگ اسے چھونے سے بجلی کے جھٹکے محسوس کرتے ہیں تو ایک ترکیب ہے۔ اگر ہم لکڑی کی چھڑی سے اس کی چادر کو ہٹائیں تو ہمیں شاک نہیں پہنچے گا۔"

سی سرپنٹ نے کہا۔ "اوہ، یہ کتنی آسان سی ترکیب ہے، اور ہماری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ فوراً کسی چھڑی سے اس کی چادر کو ہٹاؤ۔"

وہاں چھڑی موجود تھی لیکن کون چادر کو ہٹاتا۔ سب ہچکچا رہے تھے۔ کوئی ایسا تجربہ نہیں کرنا چاہتا تھا جس سے چیخیں مار کر فرش پر گرنا اور تڑپنا پڑے۔

سرپنٹ نے کہا۔ "اگر کوئی چھڑی سے اس کی چادر کو نہیں ہٹائے گا اور یہ بے نقاب نہیں ہوگی تو میں اسے دس منٹ کے

اندر گولی مار دوں گا۔"

میں اس کے دماغ میں رہ کر اس کے فیصلے کو سمجھ رہا تھا۔ اس نے دس منٹ کے اندر اسے گولی مارنے کا مصمم ارادہ کر لیا تھا۔ میں یہ کھیل زیادہ دیر تک جاری نہیں رکھنا چاہتا تھا۔ اس نے ایک ماتحت کو حکم دیا کہ وہ چھڑی لے کر آگے بڑھے۔ وہ بے چارہ آگے کیا بڑھتا، چھڑی کو پکڑنے سے ہی ڈر رہا تھا۔ اسے ڈانٹ کر کہا گیا۔ "اگر اس نے حکم کی تعمیل نہیں کی تو اسے ملازمت سے اور قلعے سے نکال دیا جائے گا۔"

اس نے چھڑی کو تھام لیا۔ پھر ڈرتے ڈرتے چھڑی کو آگے بڑھا کر حدلیقہ کی طرف جانے لگا۔ میں اس کے دماغ میں تھا۔ وہ تھر تھر کانپ رہا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ چھڑی سے چادر کو چھو لیتا، میں نے اس کے دماغ میں دہشت پیدا کر دی۔ اسے دماغی جھٹکا دینے کی ضرورت پیش نہیں آئی، وہ پہلے ہی ارے باپ رے، کہہ کر اچھلتا ہوا پیچھے چلا گیا۔

سی سرپنٹ نے غصے سے پوچھا۔ "کیا ہوا ہے؟"

"سر! آپ مجھے ملازمت سے نکال دیں۔ قلعے سے نکال دیں۔ جان ہے تو جہان ہے۔ میں کسی دوسری جگہ ملازمت کر کے اپنے بیوی بچوں کا پیٹ پال لوں گا۔"

سرپنٹ نے گرج کر کہا۔ "میں تمھیں آخری بار حکم دیتا ہوں۔ آگے بڑھو اور چادر کو ہٹا دو۔"

میں نے اس چھڑی والے کے دماغ میں بغاوت کی آگ بھڑکائی۔ اتنی جلدی آگ بھڑک نہیں سکتی تھی۔ کسی حد تک وہ مائل ہوا کہ یہاں سے جان بچا کر نکلنا چاہیے۔ کوئی ایسا کام کرنا چاہیے کہ سی سرپنٹ اسے چادر ہٹانے پر مجبور نہ کرے۔ اب وہ ایسی کیا تدبیر کر سکتا تھا؟ وہ تو میں ہی کرنے والا تھا۔ اور میں نے کیا۔

یکبارگی اس نے ہولسٹر سے ریوالور نکال کر پھرتی سے پلٹتے ہوئے جان بلی کا نشانہ لیا۔ پھر سخت لہجے میں چیلنج کرتے ہوئے کہنے لگا۔ "اگر کسی نے ذرا بھی حرکت کی تو جان بلی کی لاش تڑپتی ہوئی نظر آئے گی۔ بیشک مجھے گولی مار دی جائے لیکن میرے ساتھ ساتھ یہ بھی مرے گا۔"

اگرچہ اس نے سخت لہجے میں دھمکی دی تھی تاہم سی سرپنٹ کا ایک جاں نثار بلی پر قربان ہونے کے لیے فوراً ڈھال بننے آ گیا۔ جیسے ہی اس نے رکاوٹ پیدا کی، بلی کو فرار ہونے کا موقع دینا چاہا، ویسے ہی اس نے گولی چلا دی۔ ڈھال بننے والا اوندھے منہ فرش پر گرا۔ ادھر ریوالور والے نے اپنی پوزیشن بدلی اور بلی کا نشانہ لیتے ہوئے کہا۔ "ہالٹ!"

یہ کہتے ہی اس نے قدموں کی طرف فائر کیا۔ بلی بھاگتے بھاگتے ایک دم سے رک گیا۔ چیخ کر کہنے لگا۔ "پاپا! میں مر جاؤں گا۔"

ریوالور والے نے کہا۔ "اپنے باپ سے کہو وہ تمھارے سامنے آ کر ڈھال بنے۔ اس بار جو بھی آئے گا، اس کے ساتھ تمھیں بھی ختم کر دوں گا۔"

اب کوئی اس ریوالور والے کے خلاف قدم نہیں اٹھا سکتا تھا۔ سی سرپنٹ نے پریشان ہو کر اپنے بیٹے کی طرف دیکھا پھر ریوالور والے کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "جوزف! یہ کیا؟ تم تو میرے بہت ہی وفادار اور جاں نثار ملازم ہو اور تم میرے بیٹے کی جان لینا چاہتے ہو؟"

"جب تم میری بیوی بچوں کے دشمن بن گئے ہو۔ مجھے ملازمت سے نکال کر در بدر ٹھوکریں کھانے کے لیے چھوڑ رہے ہو۔ میری وفاداریوں کا یہی صلہ دے رہے ہو تو پھر وفاداری اور جاں نثاری کیسی؟"

"وہ تو میں غصے میں کہہ رہا تھا۔ میں تمھارا مالک ہوں۔ کیا مالک کو غصہ کرنے کا بھی حق نہیں ہے۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں، تمھاری ملازمت بحال رہے گی بلکہ تمھارا عہدہ اور تمھاری تنخواہ بڑھ جائے گی۔"

"میں کسی فریب میں نہیں آ سکتا۔ اگر اپنے بیٹے کی زندگی چاہتے ہو تو اس چادر والی اور اس کے ساتھیوں کے ہتھیار واپس کر دو۔ انھیں آزاد کر دو۔"

"آخر تم چاہتے کیا ہو؟"

"جو کہہ رہا ہوں اس پر فوراً عمل کرو۔ ورنہ پانچ منٹ کے اندر تمھارے بیٹے کی لاش نظر آئے گی۔ دوسری صورت میں یہ میرا وعدہ ہے تمھارے بیٹے کے جسم پر ایک ذرا سی بھی خراش نہیں آئے گی اور وہ تمھیں زندہ سلامت واپس مل جائے گا۔"

سی سرپنٹ نے مجبور ہو کر حکم دیا کہ حدلیقہ اور پانچوں مجاہدین کو چھوڑ دیا جائے اور ان کے ہتھیار واپس کر دیے جائیں۔

انھیں ہتھیار واپس مل گئے۔ جوزف نے کہا۔ "میں اکیلا ہوں، میری مدد کرو۔ جان بلی کو اپنے نشانے پر رکھ لو۔ اسے یرغمال بنا لو۔"

تمام مجاہدین نے جان بلی کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ حدلیقہ ریوالور لے کر بلی کے قریب گئی۔ اس کی چادر ذرا لہرا گئی۔ لہراتے ہی بلی کو چھو گئی۔ وہ یکبارگی چیخ مار کر پیچھے کھڑے ہوئے مجاہدین سے ٹکرا گیا۔ اگر مجاہدین نہ ہوتے تو وہ فرش پر گر پڑتا۔ سی سرپنٹ نے پدرانہ محبت سے تڑپ کر پوچھا۔ "کیا ہوا بیٹے؟"

وہ ہکلا کر ایک انگلی سے چادر کی طرف اشارہ کرنے لگا۔ اس کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ چادر کو چھوتے ہی اسے بجلی کا

جھٹکا لگا ہے حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ میں نے اس کے دماغ کو جھٹکا نہیں پہنچایا تھا۔ بس ایک دہشت تھی جس کے نتیجے میں وہ نوجوان لڑکا بدحواسی کا مظاہرہ کر رہا تھا۔

حدیقہ نے ایک چھوٹی سی پرچی اپنے ساتھی کی طرف بڑھائی اس نے اسے پڑھنے کے بعد کہا "سی سرپنٹ! ہم فوراً مسٹر میکی سے ملنا چاہتے ہیں۔ یا تو انھیں یہاں بلایا جائے یا ہم ان کے پاس جانا پسند کریں گے اور ہم جہاں بھی جائیں گے، تمھارے بیٹے کو ساتھ لے جائیں گے۔"

سی سرپنٹ تھوک نگلنے لگا۔ حلق کو تر کرنے کے باوجود آواز نہیں نکل سکی تھی۔ وہ بھلا کیا کہتا کہ میکی زندہ ہے یا مردہ؟ زندہ ہے تو کہہ نہیں سکتا تھا۔ اور مردہ کہتا تو اس کے بیٹے کو فوراً ہی گولی مار دی جاتی۔ اس نے ہچکچاتے ہوئے کہا "مسٹر میکی میرے پاس تھے۔ جب تم لوگوں کے آنے کی اطلاع ملی تو وہ یہاں سے میرے ایک ماتحت کے ساتھ تم سب سے ملنے گئے۔ اس کے بعد واپس نہیں آئے۔ میں خود حیران ہوں کہ کہاں رہ گئے ہیں۔ میں مائک کے ذریعے اعلان کرتا ہوں۔ وہ جہاں بھی ہوں گے آجائیں گے۔"

جوزف نے ریوالور سے اس کا نشانہ لیتے ہوئے کہا۔ "سی سرپنٹ! جھوٹ مت بولو۔ تم نے میکی کو مار ڈالا ہے۔"

حدیقہ نے یکبارگی چونک کر سر اٹھایا۔ اس کا رُخ... سی سرپنٹ کی طرف تھا۔ پھر وہ فوراً ہی ریوالور نکال کر اس کے بیٹے کی طرف پلٹ گئی۔ سرپنٹ نے چیخیں مارتے ہوئے، اپنے بیٹے کی طرف دوڑتے ہوئے کہا "نہیں نہیں، فار گاڈ سیک مجھے مار ڈالو۔ میرے بیٹے کو چھوڑ دو۔"

ایک مجاہد نے کہا "تمھارا بیٹا اسی صورت میں زندہ رہ سکتا ہے جب ہمیں مسٹر میکی زندہ سلامت نظر آئیں۔ ہم تمھیں دس منٹ کی مہلت دیتے ہیں۔"

وہ گڑگڑا کے بولا "دس منٹ میں، میں اتنے بڑے قلعے کے اندر مسٹر میکی کو کہاں تلاش کروں گا، پلیز۔"

دوسرے نے کہا "اگر اسے تلاش نہیں کر سکتے تو مائک کے ذریعے اسے مخاطب کر سکتے ہو۔ کسی دوسری جگہ سے مسٹر میکی مائک کے ذریعے جواب میں ہماری تسلی کر سکتے ہیں۔"

سی سرپنٹ کی سوچ کہہ رہی تھی "جب میکی زندہ ہی نہیں ہے تو میں اس کی آواز کیسے سناؤں؟ اوہ گاڈ، میں کیا کروں؟ میں نے اسے مار کر بہت بُرا کیا۔ اب اپنے بیٹے کو کیسے بچاؤں؟"

کچھ تو کرنا ہی تھا۔ اگر بچا نہیں سکتا تھا تو اس کی زندگی کے لیے تھوڑی مہلت تو لے سکتا تھا۔ انھوں نے دس منٹ کی مہلت دی تھی۔ وہ دس گھنٹے میکی کی تلاش میں لگا سکتا تھا۔ ایسی چال چل سکتا تھا جس سے حدیقہ اور دوسرے مجاہدین کی تسلی ہوتی رہتی۔

ایک مجاہد نے ڈپٹ کر پوچھا "کیا سوچ رہے ہو، مائک سے اعلان کرتے ہو۔ ہمیں مسٹر میکی کی آواز سناتے ہو یا تمھارے بیٹے کی آواز ہمیشہ کے لیے ختم کر دیں۔"

وہ نہیں، نہیں کے انداز میں دونوں ہاتھ ہلاتا ہوا تیزی سے چلتا ہوا مائک کے پاس آیا۔ پھر اسے آن کر کے پاگلوں کے انداز میں پکارنے لگا "میکی! مسٹر میکی! مسٹر کرسٹوفر میکی! کہاں گم ہو گئے ہو؟ پلیز جہاں بھی ہو ہمیں جواب دو۔ تمھارے آدمی مجھ پر شبہ کر رہے ہیں۔ یہ سمجھتے ہیں میں نے تمھیں ہلاک کر دیا ہے۔ بھلا میری اتنی جرأت کہاں۔ میں تو تم سے دوستی کے معاملات کر رہا تھا پھر یہ سب کیا ہو گیا؟ دیکھو، میرے بیٹے کی جان خطرے میں ہے۔ پلیز اپنی آواز کہیں سے سنا دو۔"

ایک مجاہد نے کہا "اپنے قلعے کے تمام محافظوں، مسلح سپاہیوں اور افسروں کو حکم دو کہ مسٹر میکی جہاں بھی ہیں انھیں عزت اور احترام سے یہاں لایا جائے۔ کسی وجہ سے وہ نہ آسکیں تو ہمیں مائک کے ذریعے ان کی آواز سنائی جائے۔"

سی سرپنٹ ان کی ہدایت کے مطابق یہی کہنے لگا۔ اپنے مسلح سپاہیوں اور افسروں کو حکم دینے لگا کہ مسٹر میکی جہاں کہیں نظر آئیں انھیں عزت و احترام سے لایا جائے یا پھر کسی طرح ان کی آواز یہاں تک پہنچائی جائے۔

وہ مائک کے سامنے زبان سے کہہ رہا تھا اور میں اس کے دماغ میں اس کی سوچ کے ذریعے پوچھ رہا تھا "کیا مردے اپنی آواز سنا سکتے ہیں۔ اب جان بلی کا کیا ہو گا؟"

اس نے بیٹے کی طرف پلٹ کر دیکھا۔ اس کے جی میں آیا کہ مائک کے پاس سے ایک دم چھلانگ لگائے اور اپنے بیٹے کے پاس پہنچ جائے اور اس سے لپٹ جائے۔ ہر طرف سے ڈھال بن جائے جہاں سے بھی گولی چلے صرف اس کے جسم پر لگے اور بیٹا اس کی پناہ میں محفوظ رہے۔

افسوس! دوسروں کی زندگی سے کھیلتے وقت یہ یاد نہیں رہتا کہ ایک دن خود مرنا ہے یا اپنی اولاد کو اپنی آنکھوں کے سامنے دم توڑتے ہوئے دیکھنا ہے۔ اور وہ بھی حرام موت مرتے ہوئے دیکھنا ہے۔

میں اس چھت سے اُتر آیا تھا۔ اب بے دھڑک ایک طرف چلا جا رہا تھا۔ اتنا تو یقین تھا کوئی بھی مجھ پر گولی نہیں چلائے گا اور یہی ہوا۔ جیسے ہی چند سپاہیوں نے مجھے دیکھا فوراً ہی ...ش ہو گئے۔ ایک نے آگے بڑھ کر کہا "جناب! آپ کو ...اش کیا جا رہا ہے۔"

میں نے کہا "میں اعلان سن چکا ہوں۔ تمھارے سی سرپنٹ ...پہنچنے کے لیے کتنی دور جانا ہو گا۔ مجھے یہ قلعہ کچھ سمجھ میں ...یں آتا۔ عجیب بھول بھلیاں ہیں۔"

"آپ وہاں پندرہ منٹ میں پہنچیں گے۔"

"پھر تو دیر ہو جائے گی۔ تمھارا باس کچھ گھبرایا ہوا سا لگتا ہے۔ بہتر ہے یہیں مائک کے ذریعے آواز سنا دو۔ پھر میں وہاں ...پہنچوں گا۔"

فوراً ہی مائک کا انتظام کیا گیا۔ میں نے اسے آن کر کے ...ہا "ہیلو، مسٹر سرپنٹ!"

میری آواز اس کے دماغ میں ایک دھماکے کی طرح گونج ...ٹھی۔ وہ ایک دم سے چونک کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ اسپیکر ...کے ذریعے میری آواز سنائی دی تھی۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا ...کہ وہ میری آواز ہے۔ بھلا کہیں مُردے بھی بولتے ہیں؟

"ہاں، میں بول رہا ہوں۔ سمندر کی گہری تہہ سے بول رہا ...ہوں جہاں تم نے مجھے ڈبو دیا۔ تم میرے ساتھیوں کے سامنے ...اعتراف کر دو کہ تم نے مجھے مار ڈالا ہے۔ میں اپنے ساتھیوں ...کو حکم دیتا ہوں کہ وہ تمھارے بیٹے کو کوئی نقصان نہ پہنچائیں لیکن ...اسے یرغمال بنائے رکھیں۔"

وہ ہاں ہاں کے انداز میں سر ہلانے لگا۔ فوراً ہی ...پلٹ کر حدیقہ سے اور مجاہدین سے کہنے لگا "میں مجرم ہوں، ...میں قاتل ہوں۔ میں نے مسٹر کرسٹوفر میکی کو مار ڈالا ہے۔ ایسی ...چال چلی کہ وہ سمندر کی گہرائیوں میں پہنچ گیا ہے لیکن دیکھو، ...میرے گاڈ کو میرے بیٹے کی زندگی منظور ہے۔ وہ مرنے کے ...بعد بھی سمندر کی تہہ سے بول رہا ہے۔ میرے بیٹے کو زندہ رکھو۔ ...اسے کوئی نقصان نہ پہنچاؤ۔ دیکھو، تم لوگوں نے اس کی آواز ...سنی ہے۔ بولو، سنی ہے یا نہیں؟"

"سرپنٹ! اب میں سمندر کی گہرائیوں سے نکل کر آ رہا ...ہوں۔ تم آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھو کہ مُردہ کس طرح زندہ ہو ...جاتا ہے۔"

میں نے مائک آف کر کے وہاں کے ایک آفیسر سے ...کہا "مجھے اپنے باس کے پاس لے چلو۔"

میں اس کے پاس جانے لگا۔ ویسے جانے سے پہلے ...سی سرپنٹ اور حدیقہ وغیرہ کے پاس پہنچا ہوا تھا۔ سی سرپنٹ ...نیم پاگل سا ہو گیا تھا۔ اس کے بیٹے کو دوبارہ زندگی مل رہی تھی۔ اتنا یقین ہو گیا تھا کہ اسے گولی نہیں ماری جائے گی۔ ایک ...وقت آئے گا کہ اسے زندہ چھوڑ دیا جائے گا۔ فی الحال وہ یرغمالی تھا۔

وہ اپنے بیٹے کو خوش ہو کر دیکھ رہا تھا۔ اس کی تبسی نکلی ہوئی تھی۔ وہ دونوں ہاتھ پھیلا کر کہہ رہا تھا "وہ آ رہا ہے! جسے میں نے مار ڈالا ہے، وہ آ رہا ہے۔ لوگو! اسے جادو کہتے ہیں۔ میں نے اسے ایک ماتحت کے ساتھ موت کی ننھی سی گاڑی میں بٹھا دیا تھا۔ پھر جب مجھے پتا چلا کہ میرا بیٹا صحیح سلامت ہے اور میرے پاس پہنچنے والا ہے تو میں نے اس گاڑی کا رُخ سمندر کی طرف کر دیا۔ وہ راستہ ایسا تھا کہ وہاں سے کوئی واپس نہیں آسکتا۔ اس نشیبی راستے میں اگر کوئی چلتی گاڑی سے چھلانگ لگائے تب بھی واپس نہیں آسکتا۔ کیونکہ نشیب میں لڑھکتا چلا جائے گا۔ فرش اتنا چکنا ہے کہ وہاں قدم جمائے نہیں جاسکتے۔ ایسے میں کرسٹوفر میکی کیسے واپس آسکتا ہے مگر وہ واپس آ رہا ہے۔"

وہ چاروں طرف گھوم گھوم کر پاگلوں کے سے انداز میں چیخ رہا تھا۔ اپنے بیٹے کی زندگی کی خوشی منا رہا تھا۔ آدھا پاگل ہو چکا تھا۔ مشین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "اسے دیکھو! وہاں ایک چھوٹا سا اسکرین ہے جب وہ ننھی سی گاڑی کسی مسافر کو موت کی طرف لے جاتی ہے تو اسکرین پر ایک ننھی سی روشنی کا نقطہ نظر آتا ہے۔ وہ نقطہ دراصل وہی موت کی گاڑی ہے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا، وہ ننھا سا نقطہ تیزی سے سفر کرتا ہوا اس حصّے کی طرف گیا تھا جہاں خلا ہے اور اس خلا سے گزرنے کے بعد گاڑی سمندر کی گہرائیوں میں پہنچ جاتی ہے اور میں نے دیکھا وہ نقطہ وہاں جا کر گم ہو گیا تھا۔ سمندر کی گہرائیوں میں..."

وہ تیزی سے چلتا ہوا مشین کے پاس آیا اور کہنے لگا۔ "دیکھو! اس مشین کے تمام بٹن اپنی جگہ موجود ہیں، کوئی بٹن دبا ہوا نہیں ہے۔ اس میں ایک بٹن ایسا ہے جسے دبانے کے بعد موت کے راستے پر چھت سے ایک راڈ لٹکتا ہے۔ اس راڈ کو تھام کر مرنے والا خود کو سمندر میں گرنے سے محفوظ رکھ سکتا ہے لیکن میں نے اس بٹن کو نہیں دبایا تھا یعنی وہ راڈ چھت سے نیچے نہیں آیا تھا۔ میکی اسے تھام نہیں سکتا تھا۔ بچ نہیں سکتا تھا مگر یہ قدرت کا اعجاز ہے کہ وہ زندہ ہے اور وہ چلا آ رہا ہے۔ میں یقین کرتا ہوں اور یقین سے کہتا ہوں کہ وہ سمندر کی گہرائیوں سے نکل کر آ رہا ہے۔ ہا ہا ہا..."

وہ قہقہے لگانے لگا۔ وہ سچ مچ پاگل ہو رہا تھا۔ اسے

بیٹے کے زندہ رہنے کی خوشی تھی اور اس کے لیے میرے مُردہ نہ ہونے کی بات ناقابلِ فہم تھی۔ وہ چکرا رہا تھا اور جب دماغ چکراتا ہے تو آدمی گر پڑتا ہے یا پھر پاگلوں جیسی حرکتیں کرتا ہے جیسا کہ وہ کر رہا تھا۔

قلعے کے ایک سپاہی نے آکر سیلوٹ کرتے ہوئے کہا۔ "سر! مسٹر کرسٹوفر میکی تشریف لا رہے ہیں!"

اطلاع دینے والا دو قدم پیچھے ہٹ گیا تاکہ مجھے آنے کا راستہ مل سکے۔ میں دروازے سے گزر کر اس بڑے سے ہال نما کمرے میں پہنچ گیا۔ مجھے دیکھتے ہی سی سرپنٹ ساکت کھڑا رہ گیا۔ اس کے دیدے حیرانی سے پھیل گئے تھے۔ میری آواز سننے کے بعد میرے آنے کا یقین کرنے کے باوجود وہ بے یقینی سے دیکھ رہا تھا۔ اُدھر حدیقہ تیزی سے چلتی ہوئی میرے پاس آئی۔ بالکل قریب پہنچ کر ٹھہر گئی۔ سر اٹھا کر میری طرف دیکھنے لگی۔ اس نے سر اٹھایا تھا۔ مجھے تو چادر اٹھی ہوئی لگ رہی تھی۔ اس انداز سے وہ دوسروں کو دیکھ سکتی تھی۔ دوسرے اسے نہیں دیکھ سکتے تھے۔

وہ بہت کچھ کہنا چاہتی تھی۔ میرے سامنے ایک بڑی سی چادر نہیں تھی بلکہ سخت پتھروں سے لپٹا ہوا آتش فشاں تھا جس کے اندر جلنے کیا کچھ پک رہا تھا اور وہ آتش فشاں کی طرح ابل پڑنے کو جیسے تیار تھی۔

اس بڑے سے ہال نما کمرے میں گہری خاموشی چھا گئی تھی۔ سب اپنی جگہ گم صم کھڑے ہوئے مجھے اور حدیقہ کو دیکھ رہے تھے۔ حدیقہ کے انداز کو سمجھ رہے تھے جیسے اب تب میں وہ بولنے والی ہو یا بے نقاب ہونے والی ہو۔ سی سرپنٹ کا پاگل پن بولنے کی حد تک ختم ہو چکا تھا۔ دیکھنے کی حد تک برقرار تھا۔ اب تک دیدے پھاڑے مجھے دیکھ رہا تھا اب بھی اس کا دماغ میرے وجود سے انکار کر رہا تھا۔

پھر وہ ایک دم سے پھٹ پڑا۔ میری طرف ہاتھ اٹھا کر اس نے کہا۔ "تم کون ہو۔ سچ سچ بتاؤ، تم کون ہو؟"

وہ ایک قدم آگے بڑھ کر بولا۔ "کنٹرول روم کا آفیسر کہہ رہا تھا، تم جادوگر ہو۔ وہ تمہارے سامنے بار بار ٹاور کے زینے پر چڑھتا تھا اور اترتا تھا۔ پھر چڑھتا تھا اور اترتا تھا۔ وہ محسوس کرتا تھا جیسے کوئی انجانی طاقت اسے بار بار بلندی پر چڑھنے اور اترنے پر مجبور کر رہی ہے۔ بولو، تم کون سا علم جانتے ہو؟ کون ہو تم؟"

وہ پھر ایک قدم آگے بڑھ کر دونوں ہاتھ اٹھا کر ہلاتے ہوئے بولا۔ "میرے اور اسرائیلی آفیسر کے درمیان جو طے شدہ کوڈ ورڈز تھے وہ صرف کنٹرول روم کے سگنل مین کو معلوم تھے۔ کسی چوتھے آدمی کو اس کا علم نہیں تھا۔ یہ ناممکن ہے کہ کوئی کسی بھی ذریعے سے وہ کوڈ ورڈز معلوم کر لیتا۔ تم نے کیسے معلوم کیا؟ تمھیں کیسے معلوم تھا کہ دو موٹر بوٹ میں دس اسرائیلی انسٹرکٹر آنے والے ہیں؟ اور ان کے کوڈ ورڈز وہی ہیں جو تم نے ادا کیے تھے۔ تم کون سا علم جانتے ہو؟"

وہ ایک ایک قدم آگے بڑھ رہا تھا مگر میرے قریب نہیں آنا چاہتا تھا۔ غیر شعوری طور پر مجھ سے خوفزدہ تھا۔ وہ کترا کر دوسری طرف جاتے ہوئے میری طرف مڑ کر بولا۔ "وہ جو اسرائیلی انسٹرکٹر ہمارے ہاں آنے والا تھا، جس نے میرے بیٹے کو ٹاور سے اتار کر یہاں تک پہنچایا، اس کا بیان ہے، جب بھی وہ کوڈ ورڈز ادا کرنا چاہتا تھا، اس کے دماغ میں گڑبڑ پیدا ہوتی تھی اور وہ ہمارے سگنل مین تک اپنے مخصوص کوڈ ورڈز نہیں پہنچا سکتا تھا۔ اس کا بیان ہے کہ ایسی دماغی گڑبڑ صرف ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہو سکتی ہے۔ بتاؤ کیا تم یہ علم جانتے ہو، آخر تم کون ہو؟"

حدیقہ کبھی مجھے دیکھتی تھی کبھی سی سرپنٹ کی طرف دیکھنے لگتی تھی۔ اس کی باتوں کو سنتی تھی پھر مجھے دیکھتی تھی۔ جب اس نے ٹیلی پیتھی کا ذکر کیا تو اس نے بے اختیار میرے بازو کو دونوں ہاتھوں سے تھام لیا۔ اس کے ہاتھوں کی گرفت میرے بازو پر مضبوط تھی جیسے تصدیق کر رہی ہو؟ "ہاں، تم یہ علم جانتے ہو!"

یا جیسے میرے بازو کو صرف اپنا سمجھ کر اپنائیت سے پوچھ رہی ہو۔ "بولو، مجھ سے تو نہ چھپاؤ؟"

سی سرپنٹ مجھ سے دور ہی دور سے کتراتا ہوا میرے عقب میں پہنچ گیا۔ میں نے اسے پلٹ کر نہیں دیکھا، میری ٹیلی پیتھی کی آنکھ دیکھ رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "بولو، ہاں بولو، تم کون ہو؟ تم وہ ہو جسے موت بھی نہیں مارتی۔ کوئی شخص اُس شبی راستے سے گزرنے کے بعد واپس نہیں آسکا۔ میں نے جتنوں کو موت کی سزا دی وہ سب سمندر کی گہرائی میں پہنچ گئے۔ تم کون ہو جسے موت بھی نہ مار سکی؟"

بڑی دیر بعد میں نے اسے جواب دیا۔ "میں کرسٹوفر میکی ہوں۔ چند روز پہلے میں نے اعلانیہ کہا تھا کہ وہ رات میری زندگی کی آخری رات ہے۔ اگر کسی طرح موت کے منہ میں جانے سے بچ گیا تو پھر دنیا کی کوئی طاقت مجھے نہیں مار سکے گی۔ صرف خدا کی مرضی سے میں طبعی موت مر سکوں گا۔ چونکہ ابھی میری حیات باقی ہے، موت کا وقت نہیں آیا اس لیے میں آج بھی

زندہ واپس آگیا ہوں۔ میری پیشنگوئی پہلے بھی درست تھی، آج بھی درست ثابت ہو رہی ہے۔"

سی سرپنٹ میرے عقب سے چلتا ہوا، دور ہی سے کتراتا ہوا میرے بائیں طرف آیا۔ پھر کہنے لگا۔ "کرسٹوفر میکی نے اس رات جو اعلان کیا تھا وہ تم نے بھی سنا تھا یا پھر اپنے علم سے معلوم کیا تھا کہ وہ رات اس کی آخری رات ہے لہٰذا اس کی جگہ تمھیں لینا چاہیے۔ یہ تمھارا علم ہے جس کے ذریعے تم نے معلوم کیا کہ ٹاور کی بلندی پر میرا بیٹا جان بلمور یا موجود ہے ورنہ تمھیں اس کا کوئی علم نہیں تھا۔ بتاؤ تمھیں کیسے پتا چلا کہ وہ ٹاور کی بلندی پر کنٹرول روم میں ہے۔ وہ تو ٹرانسمیٹر کے ذریعے صرف مجھ سے گفتگو کر رہا تھا۔ تمھیں کیسے پتا چلا ہمارے درمیان گفتگو ہو رہی ہے اور جو باتیں ہو رہی ہیں وہ باپ بیٹے کے درمیان ہو رہی ہیں!"

میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔ "سی سرپنٹ! یہاں آنے سے پہلے میں تمھارا زائچہ ساحلی ریت پر بنا چکا تھا جسے حدیقہ اور دوسرے مجاہدین نے دیکھا تھا۔ میں معلوم کر چکا تھا کہ تمھیں جانی نقصان نہیں پہنچا سکوں گا البتہ تمھارے بیٹے کی زندگی میرے ہاتھ میں ہو گی۔ میں چاہوں تو اسے مار ڈالوں، چاہوں تو اسے زندہ چھوڑ دوں۔ جان بلی کے متعلق تمام معلومات حاصل کرنے اور اپنی کامیابی کا پورا یقین کرنے کے بعد ہی میں اس قلعے میں آیا ہوں!"

وہ ایک جھٹکے سے میرے سامنے آیا مگر اب بھی مجھ سے تقریباً پندرہ فٹ کے فاصلے پر تھا۔ اس نے پوچھا۔ "اچھا تو یہ تمھارا کوئی دوسرا علم ہے جو تمھیں دشمنوں کے متعلق بتاتا ہے۔ تم زائچہ بناتے ہو۔ ستاروں کی چال کو سمجھتے ہو۔ اگر یہ بات ہے تو پھر مجھے بتاؤ، ہم اس چادر والی کو ہاتھ کیوں نہ لگا سکے؟ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ میرے دماغ کو جھٹکا پہنچا تھا اور یہ جھٹکا ٹیلی پیتھی کے ذریعے پہنچایا گیا تھا!"

اس نے پلٹ کر اپنے خاص ماتحت سے پوچھا۔ "تم بتاؤ، کیا تم نے اسے ہاتھ لگاتے ہی بجلی کا جھٹکا محسوس کیا تھا یا تمھارا دماغ اچانک ہی شدید تکلیف میں مبتلا ہو گیا تھا؟"

اس کے ماتحت نے کہا۔ "پتا نہیں کیوں، میرے دماغ میں یہ بات پیدا ہوئی تھی کہ بجلی کے ننگے تار کو چھونے جا رہا ہوں لہٰذا جب میرے دماغ کو جھٹکا پہنچا تو یہی خیال قائم رہا اور اس کی تصدیق ہوئی۔ اب آپ پوچھ رہے ہیں تو یہ بات سمجھ میں آ رہی ہے۔ مجھے کسی طرح کا شاک نہیں لگا تھا بلکہ دماغ میں ایسے شدید زلزلے کی سی کیفیت پیدا ہوئی تھی جو میرے لیے ناقابلِ برداشت تھی اس لیے میں فرش پر گر کر تڑپنے لگا تھا!"

سی سرپنٹ نے میری طرف پلٹ کر پوچھا۔ "سن رہے ہو؟ میں بھی یہی کہہ رہا ہوں۔ میرا ماتحت بھی .... یہی کہہ رہا ہے اب جو بھی اس لڑکی کے پاس پہنچے گا اسے ذہنی جھٹکا پہنچے گا۔ میں اس بات کو ثابت کر سکتا ہوں۔ اپنے کسی ماتحت کو اس لڑکی کے پاس بھیج سکتا ہوں یا ان میں سے کوئی میری بات کی تصدیق کرنا چاہے تو آگے بڑھے اور حدیقہ کی چادر کو ہٹانے کی کوشش کرے۔ ہم ہوں یا کوئی مجاہد ہو، تم اس لڑکی کو بے نقاب نہیں ہونے دو گے۔ جو بھی ایسا کرنے آئے گا اسے ضرور ٹیلی پیتھی کے ذریعے سزا دو گے!"

اس نے پانچوں مجاہدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں تم میں سے بھی ایک کو آزمائش کی دعوت دیتا ہوں۔ صرف آزمانے کے لیے آؤ اور اس چادر کو ہٹانے کی کوشش کرو۔ تمھارا یہ میکی جو اپنی ذات میں کچھ اور ہے یہ تمھاری کوشش کو ناکام بنا دے گا!"

حدیقہ نے میرے بازو کو ہولے سے دبایا۔ میں نے اسے دیکھا۔ اس نے ایک پرچی تھما دی۔ اس میں لکھا تھا۔ "میں تنہائی میں دو باتیں کرنا چاہتی ہوں۔ کسی دوسری جگہ چلو!"

میں نے مجاہدین کی طرف دیکھا۔ پھر پوچھا۔ "کیا تم میں سے کوئی اسے بے نقاب کرنا چاہتا ہے؟"

ایک نے کہا۔ "ہمارا دماغ خراب نہیں ہوا ہے۔ ہمیں شاک لگے یا نہ لگے، بھلا ہم کیوں اپنی حدیقہ کو بے نقاب کریں گے۔ ہم اس کی قسم کا بھرم رکھیں گے!"

میں نے سی سرپنٹ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "تھوڑی دیر پہلے جو کمرہ تم نے میرے لیے ... مخصوص کیا تھا، میں وہاں جا رہا ہوں، ابھی واپس آؤں گا۔ تمھارا بیٹا ان مجاہدین کے پاس بطور یرغمال رہے گا۔ اگر کوئی دھاندلی کی گئی اور تم نے کوئی چالاکی دکھانے کی کوشش کی تو تمھارا پورا خاندان نیست و نابود ہو جائے گا!"

میں نے حدیقہ سے کہا۔ "چلو!" پھر اس کے ساتھ اس کمرے کے دروازے کی طرف جانے لگا۔ سی سرپنٹ مجھ سے کچھ فاصلہ رکھ کر چل رہا تھا اور مجھے سر سے پاؤں تک دیکھتا جا رہا تھا۔ خصوصاً چہرے کو غور سے دیکھ رہا تھا جیسے میرے پیچھے چھپی ہوئی شخصیت کو سمجھنا چاہتا ہو۔ کمرے کے قریب پہنچتے ہی اس نے لپک کر دروازے کو کھول دیا۔ ہم اس کمرے میں داخل ہوئے۔ وہ اسے اندر سے بند کرنے لگا۔ میں

نے ڈانٹ کر کہا "میں تنہائی چاہتا ہوں۔ چلے جاؤ یہاں سے۔"

اس نے پلٹ کر فوراً ہی دونوں۔۔ ہاتھ جوڑ دیے۔ گڑگڑا کر کہنے لگا "میں سمجھ گیا ہوں، آپ سے تو دنیا کی خطرناک ترین تنظیمیں گھبراتی ہیں۔ بڑے بڑے لوگ آپ سے دوستی کرنا چاہتے ہیں۔ میری کیا مجال کہ آپ سے دشمنی کروں۔ پلیز جو کچھ میں نے کیا ہے' اسے میری حماقت سمجھ کر معاف کر دیجیے۔ میں اب ایک قدم بھی آپ کی مرضی کے خلاف نہیں اٹھاؤں گا۔ آپ جو کہیں گے وہی کروں گا۔"

"تم جانے کیا بکواس کر رہے ہو۔ میں کرسٹوفر میکی ہوں۔ اور مجھ سے بڑے بڑے لوگ دوستی نہیں کرتے بلکہ مجھے اپنے ملک سے نکالنے کی قانونی کوشش کرتے ہیں اور ناکام رہتے ہیں۔ بہر حال میں تم سے بحث نہیں کروں گا۔ تم نے پہلے بھی مجھ سے دوستی کا وعدہ کیا تھا، اور دھوکا دیا۔ لہٰذا تم پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ کمرے سے باہر جاؤ اور ہمارے باہر آنے کا انتظار کرو۔"

وہ بند دروازے کے سامنے دونوں ہاتھ پھیلا کر کھڑا ہو گیا، انکار میں سر ہلا کر کہنے لگا "نہیں، میں باہر نہیں جاؤں گا۔ تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھے یہاں سے بھگاؤ گے۔ اگر ایسا نہیں کرو گے تو میں ابھی اس کی چادر نوچنے کے لیے بڑھوں گا۔ تم مجھے روکو گے۔"

اس نے اپنے سینے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا "میں تم سے جان بوجھ کر سزا پاؤں گا۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے سزا پاؤں گا۔ یہ لو میں چادر کی طرف جا رہا ہوں۔ مجھے روکو' مجھے سزا دو۔"

وہ حدیقہ کی طرف بڑھنے لگا۔ میں دونوں کے درمیان آ گیا اس نے پھر دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا "آپ بہت گہرے ہیں۔ پلیز مجھے ٹیلی پیتھی کے ذریعے روکیے۔ میں ضرور آپ کو بے نقاب کروں گا۔ پلیز مجھے بتا دیجیے۔ میرے سامنے تسلیم کر لیجیے' آپ فرہاد علی تیمور ہیں۔"

میں نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا "تم ہمارا وقت ضائع کر رہے ہو۔ خدا کے لیے جاؤ۔ ہمیں ضروری باتیں کرنا ہیں۔"

وہ یقیناً انکار کرتا۔ اس بار میں نے اسے موقع نہیں دیا۔ اس نے خود ہی بے اختیار کہا "اچھی بات ہے۔ آپ یہاں باتیں کر لیں۔ میں باہر انتظار کروں گا۔"

وہ تیزی سے پلٹ کر دروازے کو کھولتے ہوئے باہر گیا۔ میں نے دروازہ اندر سے بند کر دیا۔ باہر جاتے ہی میں نے اس کے دماغ کو آزاد کر دیا تھا۔ وہ چونک کر سوچ رہا تھا "میں نے خود یہ بات کہی ہے کہ باہر جا کر انتظار کروں گا لیکن میں یہ کہنا نہیں چاہتا تھا۔ پھر میں نے کیسے کہہ دیا۔ میں باہر نہیں آنا چاہتا تھا پھر کیسے آ گیا؟"

وہ خوشی سے اچھل پڑا۔ سب نے اسے حیرانی سے دیکھا وہ اپنے ماتحتوں سے، اپنے خاص افسروں سے کہنے لگا "یہ کوئی نہیں ہیں۔ یہ فرہاد علی تیمور ہیں۔ اپنے اپنے ہتھیار پھینک دو۔ وہ باہر آئے تو گھٹنے ٹیک دو۔ قلعے کے دروازے کھول دو۔ جب تک فرہاد علی تیمور یہاں موجود ہے کوئی دشمن اندر آ نہیں سکتا اور کسی دوست کو یہاں سے نکالا نہیں جا سکتا۔"

میں دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر ایک صوفے کے ہتھے پر بیٹھ گیا۔ اتنی دیر سے انتظار کر رہا تھا۔ لیکن میرے انکار میں جان نہیں تھی۔ سی سارجنٹ ٹھوس دلائل پیش کر رہا تھا۔ قلعے میں داخل ہونے سے پہلے جو پلاننگ کی تھی اور یہاں داخل ہونے کے بعد جو کچھ کرتا آیا تھا' اس میں ٹیلی پیتھی کا اتنا ہاتھ تھا کہ میں انکار نہیں کر سکتا۔ انکار کر بھی دیتا تو یہ بات ناقابلِ فہم تھی کہ کوئی حدیقہ کی چادر کو کیوں نہیں چھو سکتا۔ میں نے صرف اس کی قسم کی لاج رکھنے کے لیے ایسا کیا تھا۔ویسے فرہاد علی تیمور کی حیثیت سے ظاہر ہونے میں صرف ایک چادر والی بات نہیں تھی۔ اس سلسلے میں کئی عوامل کارفرما تھے اور اب اس کا نتیجہ سامنے آ رہا تھا۔ انکار کرنے کے باوجود میں ظاہر ہو چکا تھا۔ اب میرے متعلق دور تک قیاس آرائیاں ہونے والی تھیں کہ ایک اجنبی یہاں آ کر اچانک کرسٹوفر میکی کیسے بن گیا۔ اس کی چال ڈھال، اس کے مزاج کو کیسے اپنا لیا۔ اس کے لب و لہجہ کو، اس کے ان گہرے رازوں کو جنھیں صرف میکی جانتا تھا، کیسے جان گیا۔ اب تو میرے سلسلے میں بال کی کھال نکالی جائے گی اور ہر پہلو سے مجھے فرہاد علی تیمور تسلیم کیا جائے گا۔

میں سوچ میں مصروف تھا۔ حدیقہ کا اجلا، ہاتھ میرے سامنے آیا۔ وہ ایک پرچی دے رہی تھی۔ میں نے اسے کھول کر پڑھا۔ لکھا تھا "مجھے دشمنوں نے جہاں قید کر رکھا تھا' وہ بہت ہی گندی جگہ تھی۔ میرے کپڑے میلے ہو گئے ہیں۔ اور میں غسل کرنے کی ضرورت محسوس کر رہی ہوں۔ کیا یہاں میرے لیے لباس اور ایک چادر دستیاب ہو سکتی ہے؟"

میں اٹھ کر سی سارجنٹ کو بلانا چاہتا تھا۔۔۔ اس نے ایک اور بڑا سا تہہ کیا ہوا کاغذ میری طرف بڑھا دیا۔ کوئی طویل خط ہو گا۔ میں نے اسے رکھ لیا پھر دروازہ کھول کر سی سارجنٹ سے کہا "اِدھر آؤ۔"

وہ دوڑتا ہوا آیا اور کسی غلام کی طرح دونوں ہاتھ باندھ

کر، سر جھکا کر سامنے کھڑا ہو گیا۔ مجھے ہنسی آ گئی۔ میں نے اسے اندر آنے کے لیے کہا۔ پھر دروازہ بند کرنے کے بعد پوچھا۔ "کیا حدیقہ کے لیے ایک اچھا سا لباس اور چادر کا انتظام ہو سکتا ہے؟"

"جناب! ایک لباس کی بات کر رہے ہیں' میں یہاں کپڑوں اور چادروں کی سپر مارکیٹ بنا دوں گا۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ تم جانتے ہو کہ یہ کس قسم کا لباس پہنتی ہے یعنی ایسا جس میں بھاگ دوڑ اور جدوجہد کی آسانی رہے۔ جاؤ اس کے کپڑوں اور چادر کا بندوبست کرو اور یاد رکھو، اگر تم نے فرہاد علی تیمور کی پبلسٹی کی تو میں تمھیں چھت سے الٹا لٹکا دوں گا۔"

میں نے دروازہ کھولا۔ وہ سر ہلاتا ہوا اور یہ کہتا ہوا گیا کہ کسی کے سامنے میرا ذکر نہیں کرے گا۔ خاموش رہے گا۔

میں نے کہا "اور سنو، یہاں ایک مائک لا کر رکھ دو۔ میں کبھی کبھی تم لوگوں کو مخاطب کیا کروں گا۔"

وہ چلا گیا۔ میں نے دروازے کو بند کر دیا۔ ایک صوفے پر آ کر بیٹھتے ہوئے اس تہہ کیے ہوئے کاغذ کو کھولا۔ پھر پڑھنے لگا۔ اس نے لکھا تھا:

"میرے پُراسرار محسن!

تم پُراسرار رہے اور میں تمھارے اسرار میں دن رات الجھتی رہی۔ میرے اضطراب سے بھرپور دن اور میری بے خواب راتیں صرف تمھارے ہی بارے میں سوچتے ہوئے گزرتی رہیں۔

میں اپنے آپ کو طرح طرح سے بہلانے کی کوششیں کرتی رہی۔ اپنے دماغ سے تمھیں نکال دینے کے کتنے ہی جتن کیے لیکن ہر بار ناکام رہی۔ اب سمجھ رہی ہوں کہ تم نے میرے دماغ پر قبضہ جما رکھا ہے۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے تم مجھے دیکھ تو نہ سکے لیکن میرے دماغ میں بیٹھ کر مجھے پڑھتے رہتے ہو۔ کیا یہ درست ہے؟"

میں خط ادھورا چھوڑ کر اٹھ گیا۔ پھر اسے مخاطب کرتے ہوئے بولا "میں نے ابھی تک تمھاری آواز نہیں سنی، تمھارا چہرہ نہیں دیکھا' تمھاری آنکھوں میں جھانکنے کا موقع نہیں ملا۔ پھر بھلا تمھارے دماغ میں کیسے پہنچ سکتا ہوں۔ ٹیلی پیتھی یعنی خیال خوانی کے لیے چند بنیادی شرائط ہیں۔ وہ شرائط پوری نہ ہوں تو ہم کسی کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتے۔ یہ جو تم کہہ رہی ہو کہ میں تمھارے دماغ پر قبضہ جما چکا ہوں تو درست نہیں ہے۔ بات کو سمجھنے کا فرق ہوتا ہے اور فرق یہ ہے کہ میں تمھارے دماغ پر نہیں، دل پر قبضہ جما چکا ہوں۔ اسی لیے مضطرب رہتی ہو۔ دن رات میرے پیچھے بھاگتی ہو۔ میں تمھیں سمجھتا ہوں، دوسرے مجاہدین بھی سمجھتے ہیں مگر تم پر دیوانگی طاری ہے۔ یہ میں اچھی طرح سمجھ چکا ہوں اور اسے سمجھنے کے لیے ٹیلی پیتھی لازمی نہیں ہے۔"

وہ تڑپ کر آگے بڑھی، اور آگے بڑھی پھر اور آگے بڑھنے کا راستہ نہ رہا۔ مجھے یوں لگا جیسے تیر کمان سے نکل کر سیدھا میری طرف آیا ہو اور سینے میں پیوست ہو گیا ہو۔ میرے ہاتھ سے اس کی لکھی ہوئی تحریر چھوٹ گئی۔ کاغذ کٹی ہوئی پتنگ کی طرح اِدھر سے اُدھر ڈولنے لگا۔

میں نے کہا "میرے سامنے تو چادر چھوڑ دو۔"

وہ اور زیادہ چادر کو لپیٹنے لگی۔ میں نے پوچھا "اگر میں اس چادر کو الگ کر دوں تو کیا شاک پہنچے گا؟"

وہ تڑپ کر اچھلی۔ پھر دوسری طرف منہ پھیر کر چادر کو چاروں طرف اچھی طرح لپیٹنے لگی۔ اپنے آپ کو پہلے سے زیادہ چھپانے لگی۔ میں نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا "یہ چادر بھی بیزار ہو کر کہہ رہی ہے، کہاں تک چھپو گے کہاں تک چھپاؤں' میرا بس چلے تو یہ کھڑا دکھاؤں۔"

اس نے دونوں ہاتھوں سے چہرے کو ڈھانپ لیا حالانکہ چہرہ پہلے ہی چھپا ہوا تھا۔ میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا پھر چادر کو ایک مٹھی کی گرفت میں لیا۔ وہ نہیں، نہیں کے انداز میں سر کو تیزی سے ہلانے لگی۔ اس نے ایک ہاتھ اپنے شانے کی طرف بڑھا کر میرے ہاتھ کو تھام لیا تاکہ میں چادر کو نہ کھینچ سکوں۔ مجھے اس پر بڑا ترس آیا۔ وہ ایک وہم سے چپکی ہوئی تھی۔ چادر چھوڑنا نہیں چاہتی تھی۔ جب اس کی مرضی نہیں تھی تو یہی سہی۔

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا "میلی سی چادر میں لپٹی ہوئی ہو۔ کیا دل گھبراتا نہیں ہے۔ تم تو بڑی نفاست پسند ہو۔"

وہ چپ رہی۔ میں نے پھر کہا "ایک طریقہ ہے۔ اگر روشنی گل ہو جائے تو گہری تاریکی میں چادر اتار سکتی ہو۔"

اس نے انکار میں سر ہلایا۔ میں نے پوچھا "کیا مجھ پر اعتماد نہیں ہے؟"

اس نے ہاں، ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ میں نے کہا "میں زبان دیتا ہوں۔ جس طرح دشمنوں کے سامنے تمھیں بے نقاب نہیں ہونے دیا اسی طرح اپنے سامنے بھی پردہ رکھوں

گا۔ یہ ایک مرد کا وعدہ ہے۔"

دروازے پر دستک سنائی دی۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے معلوم کیا۔ سی سرپنٹ وہاں کھڑا ہوا تھا۔ میں نے دروازہ کھول دیا۔ وہ ایک مائک اور ایک بڑا سا پیکٹ لے آیا تھا۔ اس نے اندر آتے ہوئے مائک کو ایک جگہ رکھ دیا۔ "اس میں مختلف قسم کے جوڑے اور مختلف رنگوں کی چادریں ہیں۔ آپ کو جو بھی پسند آجائے۔" وہ پیکٹ میری طرف بڑھ کر بولا۔

میں نے حدیقہ کی طرف دیکھا۔ وہ چادر کی آڑ سے لباس کو دیکھ رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "تم جاؤ، جو کچھ کہنا ہوگا میں مائک کے ذریعے کہوں گا۔"

وہ چلا گیا۔ میں نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ حدیقہ تیزی سے لباس کے پاس گئی۔ ایک ایک کو اٹھا کر دیکھا پھر اس میں سے ایک لباس اور ایک چادر پسند کر کے باتھ روم جانے لگی۔ میں نے کہا۔ "جب واپس آؤگی تو کمرے میں تاریکی ہوگی اس لیے چادر کا تکلف نہ کرنا۔"

وہ رک کر میری بات سن رہی تھی۔ پھر باتھ روم میں چلی گئی۔ دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ میں مائک اسٹینڈ کو اٹھا کر اسے صوفے کے سامنے لے آیا۔ وہاں بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا۔ مجھے کیا کہنا چاہیے؟ پھر میں نے مائک کو آن کرتے ہوئے کہا۔ "میرے جانباز مجاہدو! تم سے کرسٹوفر میکی مخاطب ہے۔ میرے متعلق تم سب پہلے سے جانتے تھے، میں میکی نہیں ہوں۔ تم لوگوں نے میرے راز کو ایک اہم راز بنا کر اپنے سینوں میں چھپائے رکھا۔ اس لیے میں تم سب کا مشکور و ممنون ہوں۔ سی سرپنٹ نے میرے بارے میں بڑے ٹھوس دلائل دیے ہیں۔ اب میں خود کو چھپا کر نہیں رکھ سکتا۔ لہٰذا جن ساتھیوں پر میرا بے حد اعتماد ہے ان کے سامنے پہلی بار اعتراف کر رہا ہوں، اس وقت تم سب سے فرہاد علی تیمور مخاطب ہے۔"

میں چند لمحوں کے لیے خاموش ہوا اور ٹیلی پیتھی کی اسکرین پر ہال میں موجود افراد کو دیکھنے لگا۔ ان میں مجاہدین بھی تھے، سی سرپنٹ کے سپاہی اور افسران بھی تھے۔ میرے چپ ہوتے ہی وہ فرہاد علی تیمور کے انکشاف پر آپس میں ایک دوسرے سے سرگوشیاں کرنے لگے تھے۔ کچھ خوش تھے، کچھ حیران تھے اور سوالیہ نظروں سے اپنے باس سی سرپنٹ کو دیکھ رہے تھے۔ شاید سوچ رہے ہوں کہ ٹیلی پیتھی کا ناقابلِ شکست ہتھیار اس قلعے میں آگیا ہے۔ اب یہاں کا مالک و مختار کون ہوگا۔ فرہاد علی تیمور یا سی سرپنٹ؟

میں نے انھیں مخاطب کیا۔ "سب سے پہلے تو میں مجاہدین سے کہوں گا کہ وہ جان بلی کو آزاد کر دیں۔"

سی سرپنٹ خوشی سے اچھل پڑا۔ دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا دینے کے انداز میں کہنے لگا۔ "فرہاد علی تیمور! تمھارا خدا تمھیں ہمیشہ سلامت رکھے۔ خدا مجھ جیسے دشمنوں کو تمھارے قدموں کی خاک بنائے۔ آہ، میں نے تم سے کتنی برائی کی اور تم کتنی نیکی کر رہے ہو۔ سچ ہے، جب نیکی اپنے منہ سے بدی پر تھوکتی ہے تو شرم سے منہ چھپانے کی جگہ نہیں ملتی۔"

میں نے کہا۔ "نیکی اوّل نیکی ہے، آخر نیکی ہے۔ وہ کسی پر تھوکتی نہیں ہے۔ تم اپنی الٹی سیدھی باتیں اپنے پاس رکھو اور کم بولا کرو۔ میری باتیں سنو۔"

وہ چپ ہو گیا۔ سب کے سب سر اٹھائے دیوار کے اس حصے کو دیکھ رہے تھے جہاں ایک خفیہ مائک لگا ہوا تھا۔ میں نے کہا۔ "سی سرپنٹ! پہلے میں نے ریوالور کے ذریعے تمھارے بیٹے کو مار ڈالنے کی دھمکی دی تھی۔ اپنے مجاہدین کا پہرہ بٹھا دیا تھا تاکہ وہ ٹاور کے کنٹرول روم سے نہ نکل سکے۔ اگر میں فرہاد علی تیمور کی حیثیت سے پہلے ہی ظاہر ہو جاتا تو اتنے تکلفات کی ضرورت پیش نہ آتی۔ میں خیال خوانی کے ذریعے صرف تمھارے بیٹے جان ہی کے نہیں بلکہ تمھاری بیوی، تمھاری بڑی بیٹی اور دو چھوٹے بچوں کے دماغوں میں بھی جب چاہوں پہنچ سکتا ہوں۔ اگر تمھارے دماغ میں یہ کیڑا کلبلائے کہ تم مجھے اس کمرے سے نکلنے نہیں دو گے، چاروں طرف سے گھیر لو گے تو یہ تمھاری بہت بڑی نادانی ہوگی۔"

وہ نہیں نہیں کے انداز میں سر ہلاتا ہوا کہہ رہا تھا۔ "میں کبھی ایسی جرأت نہیں کر سکتا۔"

"تم جرأت کرو یا نہ کرو، میں تم پر اچھی طرح واضح کر دوں کہ میں نے تمھارے خیالات پڑھ لیے ہیں۔ میں جس کمرے میں ہوں اس کے آس پاس تک کوئی ایسا زمین دوز حصہ نہیں ہے جہاں دھماکا کرنے والے ہتھیار یا بارودی لائن ہو۔ میرے اس کمرے کو گیس چیمبر بھی بنایا نہیں جا سکتا۔ شاید تم نہیں جانتے، سوچ کی لہریں دنیا کے آخری سرے تک پہنچتی ہیں۔ اس لیے یہ نہ سوچنا کہ تمھارے بیوی بچے دنیا کے کسی گوشے میں جا کر چھپ جائیں گے۔"

چونکہ میں اس کمرے میں صبح تک اپنا تحفظ چاہتا تھا، اس لیے اسے طرح طرح سے دھمکا رہا تھا۔ میں نے سی سرپنٹ سے پوچھا۔ "کیا تمھیں معلوم ہے کہ ان دنوں میری شریکِ حیات رسونتی وادیٔ قاف میں ہے؟"

"جی ہاں، اچھی طرح جانتا ہوں کہ مادام رسونتی ایک نئی مملکت قائم کر رہی ہیں۔ میں آپ کو مبارک باد دیتا ہوں۔"

"تم مجھے نہیں، اپنی زبان سے میری شریکِ حیات کو مبارک باد دینا۔ وہ اس وقت تمھارے دماغ میں موجود ہے۔"

"ہائیں؟" اس نے حیرانی سے آنکھیں پھاڑ کر خلا میں تکتے ہوئے کہا۔ "کیا مادام میرے دماغ میں ہیں۔ کیا میری اتنی عزت افزائی ہو رہی ہے۔"

میں نے رسونتی کے لب و لہجہ میں کہا۔ "ہاں، میں موجود ہوں۔ تمھیں سمجھانے آئی ہوں، اس وقت میرے شوہر تمھارے مہمان ہیں۔ اگر ان کے جسم پر ہلکی سی خراش بھی آئی تو یاد رکھو، میں وادیٔ قاف میں بیٹھے ہی بیٹھے تمھارے قلعے کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں گی۔ تمھارے بیوی بچے یوں تڑپ تڑپ کر مریں گے کہ تم آنکھوں سے دیکھتے رہو گے، خود مرنا چاہو گے لیکن مر نہیں سکو گے۔ کیا اتنا کہہ دینا کافی ہے؟"

وہ جلدی جلدی سر ہلا کر بولا۔ "جی ہاں، جی ہاں، میں سمجھتا ہوں۔ میں کبھی جرأت نہیں کر سکتا۔ میں آپ لوگوں کا خادم ہوں۔"

"اور سنو! میں اپنے شوہر کے معاملات میں مداخلت نہیں کرتی۔ چپ چاپ ان کے پاس آتی ہوں۔ خیریت معلوم کر کے چلی جاتی ہوں۔ لہٰذا تم مجھے مداخلت پر مجبور نہ کرنا۔ اب میں جا رہی ہوں۔"

میں ایک لمحے کے لیے چپ ہوا پھر میں نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "میں بھی تمھارے دماغ میں موجود تھا اور سن رہا تھا۔ تمھاری سوچ بھی پڑھ رہا تھا۔ مجھے یقین ہے تم کوئی مکاری نہیں دکھاؤ گے۔"

پھر میں نے بلند آواز سے ان مجاہدین کو مخاطب کیا جو قلعے کے ساحلی علاقے پر قابض تھے۔ "میرے مجاہدو! تم نے جو محاذ بنا رکھا ہے، اب اسے ختم کر دو۔ اس قلعے میں یوں تو ایک درجن ٹرک ہیں لیکن تم دو ٹرک اپنے قبضے میں لو۔ ایک میں ہتھیار لاد کر لے جاؤ اور دوسرے میں کرنسی نوٹ اور ہیرے جواہرات کی چند پیٹیاں لے جا سکتے ہو۔"

سی سرپنٹ کا چہرہ زرد پڑ گیا تھا۔ وہ بوکھلایا ہوا سر اٹھا کر اسپیکر کی طرف دیکھ رہا تھا۔ میں نے پوچھا۔ "سرپنٹ! کیا تم مجاہدین کو وہ ہتھیار، کرنسی نوٹ اور کچھ ہیرے جواہرات دو گے یا میں انھیں بتاؤں کہ کن تہہ خانوں میں یہ چیزیں چھپا کر رکھی گئی ہیں؟"

اس نے حیرانی سے پوچھا۔ "کیا آپ یہ بھی جانتے ہیں۔ کیا ٹیلی پیتھی زمین میں گڑے ہوئے خزانوں تک پہنچا دیتی ہے؟"

"ہاں، جو لوگ خزانہ گاڑ کر رکھتے ہیں میں ان کے دماغوں سے معلوم کر لیتا ہوں۔ میں نے تمھارے دماغ سے بہت کچھ پڑھ لیا ہے۔ انکشاف کروں گا تو حیرت سے مر جاؤ گے۔"

"م م، میں مانتا ہوں۔ تم سے کوئی بات چھپی نہیں رہتی۔ میں خود جا رہا ہوں۔ پلیز، ان سے کہہ دو کہ زیادہ مطالبہ نہ کریں ورنہ میں کٹ جاؤں گا۔"

"میں نے کہا تا، ہیرے جواہرات کی دو پیٹیاں کرنسی نوٹوں کی کم از کم دس پیٹیاں دے دو مگر وہ نوٹ امریکی ڈالر، فرانسیسی فرانک اور برٹش پونڈ ہوں۔"

وہ لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے یوں جھک کر جانے لگا جیسے کمر ٹوٹ گئی ہو۔ ایک مجاہد احتیاطاً اس کے ساتھ جا رہا تھا۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ "میں فرہاد تم سے مخاطب ہوں۔"

پہلے تو وہ گڑبڑایا۔ پھر اس نے تصدیق کے لیے پوچھا۔ "کیا واقعی میں فرہاد صاحب کے لب و لہجہ کو اپنے دماغ میں محسوس کر رہا ہوں؟"

"ہاں، میں نے کہا نا، میں فرہاد ہوں۔ غور سے سنو۔ یہ دونوں ٹرک سیدھے بزرگ جلیل القدر کے پاس جائیں گے یا وہاں پہنچانے میں خطرہ ہو تو کسی مناسب جگہ چھپا دینا اور بزرگ جلیل القدر کو اطلاع دے دینا۔ وہی ان ہتھیاروں کو تقسیم کریں گے۔ کرنسی نوٹوں اور ہیرے جواہرات کو کن مصارف میں لانا ہے، وہ خود فیصلہ کریں گے۔"

اس ہال میں چار مجاہدین رہ گئے تھے۔ میں نے ان سے کہا۔ وہ آرام سے سو جائیں۔ اگر کسی طرح کی بے اطمینانی ہو تو ایک جاگتا رہے۔ ویسے کسی طرح کا اندیشہ نہیں ہے۔

میں نے مائک کو آف کر کے باتھ روم کی طرف دیکھا۔ دروازہ ابھی تک بند تھا۔ میں نے جوتے اور موزے اتارے۔ مائک اسٹینڈ کو ایک طرف رکھا۔ کمرے کی تمام بتیاں گل کر دیں پھر آرام سے پلنگ پر لیٹ گیا۔ اب میرے آس پاس گہری تاریکی تھی۔ یہ بات سمجھ میں آگئی تھی کہ میں یہاں خود کو چھپا کر نہیں رکھ سکوں گا۔ عزت علی کے ذرائع بہت وسیع تھے۔ میری بات قلعے سے اڑ چکی تھی اور انٹرپول کے خفیہ آدمی کہاں نہیں ہوتے۔ خصوصاً ساحلی علاقوں میں، ایئرپورٹ اور ہائی وے وغیرہ کے اطراف ضرور موجود رہتے ہیں۔ سی سرپنٹ جیسے بدنام لوگوں کو ہمیشہ نظروں میں رکھتے ہیں۔ ہو سکتا ہے ان کا کوئی آدمی یہ بات لے اڑے اور عزت علی تک پہنچا دے تو اس کا دل میلا ہوگا۔ وہ

سوچے گا، ہمارے لیے اتنا کچھ کرتا ہے اور میں اس سے چھپتا ہوں جبکہ چھپنے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے۔ یہ تمام باتیں سوچ کر میں خود ہی عزت علی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایک بڑے سے استقبالیہ کمرے میں ڈاکٹر ولیم بروک کے مقابل کھڑا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ مقامی پولیس افسر بھی تھے۔ اس کمرے میں مووی کیمرہ اور ساؤنڈ ریکارڈر مشین اپنا کام کر رہے تھے۔ عزت علی پورے دستاویزی ثبوت کے ساتھ ڈاکٹر ولیم بروک کو گرفتار کرنا چاہتا تھا۔ اب تک اس نے میرے بتائے ہوئے جتنے اڈوں پر چھاپے مارے تھے، وہاں کی بھی متحرک فلمیں تیار کی تھیں اور گرفتار ہونے والے تمام چھوٹے بڑے مجرموں کی آوازیں بھی ریکارڈ کی تھیں۔

اس وقت عزت علی کہہ رہا تھا ”ڈاکٹر! میں مانتا ہوں تم بہت ہی معزز ہو۔ تمہارے اور دوسرے گولڈ مین کے خلاف ثبوت فراہم کرنا بہت مشکل ہے۔ اگر کسی طرح ثبوت فراہم کیا گیا تب بھی شاید دنیا والے اتنے معزز ڈاکٹر کو منشیات کا تاجر تسلیم نہیں کریں گے۔“

ڈاکٹر ولیم بروک نے غصے سے کہا ”یو شٹ اپ، تمہاری اتنی مجال کہ مجھ سے اس انداز میں گفتگو کرو۔ مانا کہ تم، انٹرپول کے بہت بڑے آفیسر ہو لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم عزت داروں کے گریبان پر ہاتھ ڈالو۔“

عزت علی نے کہا ”میں نے ایک اڈے پر چھاپا مارا تھا۔ وہاں تمہارے ایک آدمی نے اچھی طرح پٹائی ہونے کے بعد یہ اگل دیا کہ تم آج شام وہاں پہنچے تھے۔ میں نے ان تمام جگہوں کی تصویریں اتروالی ہیں جہاں جہاں تم گئے تھے۔ جہاں تم بیٹھے تھے۔ جن چیزوں کو تم نے ہاتھ لگایا تھا۔“

ڈاکٹر نے طنزیہ انداز میں مسکرا کر پوچھا ”کیا ثبوت ہے کہ جن چیزوں پر میری انگلیوں کے نشانات ملے وہ چیزیں انہی اڈوں پر پائی گئی ہوں۔ تم مجھے پھانسنے کے لیے ان چیزوں کو ایسے اڈوں میں لے جا کر رکھ سکتے ہو اور یہ متحرک فلمیں تیار کر کے مجھے خواہ مخواہ پھانسنے کی کوشش کر سکتے ہو۔“

عزت علی دل ہی دل میں سوچ رہا تھا۔ اس سے اگلوانا بہت مشکل ہے۔ میں نے اس کے دماغ میں پوچھا ”کیا میرے ہوتے ہوئے بھی مشکل ہے؟“

اس نے چونک کر پوچھا ”کون بھائی آپ ہیں؟“

”نہیں تمہاری بھابی جان کا مجازی خدا۔“

”یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ بھابی تو کہہ رہی تھیں...“

”وہ جو بھی کہہ رہی تھی، اپنی جگہ درست تھا۔ یہ بحث کا وقت نہیں ہے۔ دیکھو، میں اس سے کس طرح اگلواتا ہوں۔ پہلے تم اس سے وہی کہو گے جو میں چاہتا ہوں۔ اور تم کہہ رہے ہو۔“

اس نے بے اختیار کہنا شروع کیا ”ڈاکٹر ولیم بروک! ٹھیک ہے کہ میں تمہارے خلاف ثبوت فراہم نہیں کر سکتا لیکن یہ تو سوچو، ہمارا جھگڑا اب مستقل رہے گا۔ میں تمہارے پیچھے پڑا رہوں گا اور تمہیں کاروبار نہیں کرنے دوں گا۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ نقصان اٹھاتے رہو گے۔ کیا ہمارے درمیان سمجھوتہ نہیں ہو سکتا۔ کچھ تمہارا فائدہ ہو کچھ میرا۔“

ڈاکٹر نے اسے حیرانی سے دیکھا۔ پھر مسکرا کر کہا ”تم مجھے بیوقوف بنانا چاہتے ہو۔ عزت علی کا نام پورے انٹرپول میں دیانتداری کے لیے مشہور ہے۔ تم نے آج تک کسی سے رشوت نہیں لی۔“

”لیکن حالات مجبور کر دیتے ہیں۔ آج میں بہت مجبور ہوں۔ تم سے سمجھوتہ کرنا چاہتا ہوں۔“

میں ڈاکٹر کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اس نے تائید میں سر ہلا کر کہا ”اگر تم مجبور ہو تو میں تمہاری مجبوری سنوں گا اور تمہارے کام آؤں گا۔“

”مجھے ستر ہزار ڈالر کی سخت ضرورت ہے۔ ہمارے جیسے آفیسر کے لیے یہ رقم اتنی بڑی ہے کہ تمام عمر ملازمت کر کے بھی حاصل نہیں کر سکتے۔ میں کسی کے عشق میں مبتلا ہو گیا ہوں اور عشق کتنی بری بلا ہے یہ تم سمجھ سکتے ہو گے۔“

ڈاکٹر ولیم بروک نے میری مرضی کے مطابق کہا ”اچھی بات ہے، میں تمہیں ستر نہیں بلکہ ایک لاکھ ڈالر دوں گا۔ حالانکہ تم نے ایک ہی رات میں میرے تمام اڈوں کو تہس نہس کر کے رکھ دیا ہے۔ تم شاید یقین نہ کرو، آج ایک رات میں مجھے تقریباً ڈھائی کروڑ ڈالر کا نقصان ہوا ہے۔ پھر بھی تمہارے جیسے ایماندار آفیسر سے دوستی کرنے کے لیے اس نقصان کو برداشت کر لوں گا۔“

عزت علی نے پوچھا ”ڈاکٹر! یہ کالا دھندا کرنے کے لیے تمہیں بہت لمبا چوڑا حساب کتاب سنبھالنا پڑتا ہوگا۔ بہت سی اہم دستاویزات ہوں گی۔ اگر یہ دستاویزات کسی کے ہاتھ چڑھ جائیں تو تمہاری عزت خاک میں مل جائے گی۔“

وہ ہنستے ہوئے بولا ”میں ایسا اناڑی نہیں ہوں۔ چونکہ تم سے دوستی ہو گئی ہے اس لیے اپنا راز بتا رہا ہوں۔ دنیا کے ہر ملک میں ہمارا ایک مڈل مین ہوتا ہوں۔ ہم میں سے کوئی بھی ڈاکٹر کسی ملک میں جاتا ہے تو وہ مڈل مین نہ تو ہم میں سے کسی سے ملاقات کرتا ہے اور نہ ہی ہم اس کی صورت دیکھتے ہیں۔

دوسرے ذرائع سے ہم اپنی اہم دستاویزات، تصویریں اور بڑی اہم چیزیں اس کے پاس بھیج دیتے ہیں۔ اس کی رہائش وہ جہاں ہوتی ہے، وہاں وہ انھیں لاک کر دیتا ہے چونکہ ہم بھی اس سے نہیں ملتے، اس لیے پولیس، انٹیلی جنس والے اور انٹرپول کے آدمی کبھی اس پر شبہ نہیں کرتے۔“

”وہ مڈل مین لبنان میں کہاں رہتا ہے؟“

میں نے ڈاکٹر ولیم بروک کے دماغ کو اپنے قابو میں پوری طرح رکھا ہوا تھا۔ صرف اسے ذرا سوچنے کی مہلت دے کر اس کے دماغ میں بار بار مڈل مین کی گردان کرتا رہا۔ اگرچہ وہ اس سے کبھی نہیں ملتا تھا لیکن جس ذریعے سے رابطہ قائم کرتا تھا، وہ ذریعہ مجھے معلوم ہو گیا اور اس مڈل مین کا پتا چل گیا۔ میں نے ڈاکٹر ولیم کی زبان سے عزت علی کو اس کا نام پتا اور ٹھکانہ بتا دیا۔

اسی وقت خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ باتھ روم کا دروازہ کھل گیا تھا۔ وہ چادر میں لپٹی ہوئی کھڑی تھی۔ اس کے پیچھے باتھ روم کی روشنی تھی، اس لیے مجھے نظر آ رہی تھی۔ پردہ چادر کی اوٹ سے مجھے دیکھ رہی تھی کہ میں اندھیرے میں کہاں ہوں۔ پھر اس نے باتھ روم کا دروازہ بند کر دیا۔

میں نے عزت علی سے کہا ”تمہارا کام ہو چکا ہے۔ تھوڑی دیر بعد تم سے رابطہ قائم کروں گا۔ ڈاکٹر ولیم بروک کو اس مڈل مین کے پاس لے جاؤ۔ وہاں چھاپا مارو۔ بہت کچھ برآمد ہوگا۔“

عزت علی نے میرا شکریہ ادا کیا۔ میں وہاں سے اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ چاروں طرف گہری، پُراسرار تاریکی تھی۔ ایسی تاریکی میں دل دھڑکتے ہیں۔ وہ کہاں تھی، کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

زندگی میں پہلی بار بہت زیادہ تھکن محسوس کر رہا تھا۔ یا زندگی تھکا دیتی ہے، کبھی محبت تھکا دیتی ہے۔ ایک میدانِ عمل میں بہت کم آنے کا عادی ہوں۔ اکثر یہ شکایت رہی ہے کہ میں تاریک گوشے میں رہ کر صرف خیال خوانی کیوں کرتا ہوں۔ خود دشمنوں سے نمٹنے کے لیے سامنے کیوں نہیں آتا۔ اب پچھلے دن سے یہی ہو رہا تھا۔ بیروت میں کرسٹوفر کی کا بنگلہ چھوڑنے کے بعد میرے ساتھ جس طرح دشمن لگے ہوئے تھے اور جتنی جدوجہد کرتا ہوا میں یہاں پہنچا تھا، اس کے نتیجے میں تھک جانا لازمی تھا۔

مجھے تھکا دینے میں حدیقہ کا بھی ہاتھ تھا۔ غضب کی پُراسرار تھی۔ اب بھی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا، وہ حقیقتاً میری زندگی میں آئی ہے یا میں جاگتی آنکھوں کا سپنا دیکھتا رہا ہوں اور جاگتی آنکھیں بھی کیا ہو سکتی ہیں جبکہ آنکھوں کو کچھ نظر ہی نہ آتا ہو۔

میں عجیب طرح کا خمار محسوس کر رہا تھا۔ ایک بے نام سی مدہوشی تھی۔ سوچتے سوچتے جانے کیسے آنکھ لگ گئی۔ جب سے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا ہے تب سے پہلی بار ایسا ہوا کہ میں نے دماغ کو ہدایت نہیں دی۔ سونے کا ارادہ نہیں کیا اور بے اختیار سو گیا۔

پتا نہیں، کتنی دیر تک سوتا رہا۔ نیند کے دوران ایک بار مجھے مداخلت کا احساس ہوا جیسے کوئی بیدار کرنا چاہتا ہو یا رسونتی کی سوچ کی لہریں دماغ میں آئی ہوں۔ بڑی عجیب سی بات تھی، میں پھر بھی بیدار نہ ہوا۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ میں نے اپنے دماغ کو ہدایات نہیں دی تھیں۔ دوسری وجہ یہ کہ ہدایات دینا ضروری بھی نہیں ہے۔ میرا دماغ میرے طرزِ عمل کا عادی ہے۔ پھر میں سوتا رہوں یا جاگتا رہوں، پرائی سوچ کی لہروں کو تو اپنے دماغ میں محسوس کر لیتا ہوں۔ پھر رسونتی کی سوچ کی لہروں کو محسوس کرنے کے باوجود بیدار کیوں نہ ہوا؟

دراصل آدمی ہر طرح سے مطمئن ہو۔ کسی طرف سے کوئی خطرہ محسوس نہ ہو۔ اسے اپنے ساتھیوں، محافظوں پر پورا اعتماد ہو تو وہ اسی طرح بے فکری سے سوتا ہے۔ میں غیر شعوری طور پر مطمئن تھا۔ میرے دماغ میں سوچ کی لہریں آتیں تو وہ رسونتی کی سوچ ہوتی۔ وہ اپنی ہے، اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ کمرے میں کوئی آ نہیں سکتا تھا۔ حدیقہ کسی کو اندر آنے کی اجازت دے ہی نہیں سکتی تھی۔ اس کے علاوہ باہر مجاہدین موجود تھے۔ پھر میری غفلت کے دوران رسونتی میری حفاظت کر سکتی تھی۔

لیکن میری گہری نیند کے دوران رسونتی کو میری ضرورت تھی۔ اسی لیے وہ بے چاری میرے دماغ میں آئی تھی۔ اس نے میرے خوابیدہ دماغ میں رہ کر محسوس کیا کہ بہت گہری نیند میں ہوں، وہ فوراً واپس چلی گئی۔ اس نے سونیا سے پوچھا ”میں کس طرح مردہ بن کر رہوں۔ وہ تو گہری نیند سو رہے ہیں۔“

سونیا نے کہا ”ہمیں تمہاری موت کا ڈراما ہر حال میں پلے کرنا ہے۔ فرہاد کو جگاؤ۔“

”میں نے ان کے دماغ کو پڑھا ہے۔ وہ بہت تھکے ہوئے سو رہے ہیں۔ انھیں اٹھانا مناسب نہیں ہے۔“

رسونتی کو ایک خالی کاٹیج میں چھپا دیا گیا تھا۔ منصوبہ یہ تھا کہ وہاں ایک اونچے سے بستر پر اسے لاش کی طرح لٹا

کر پھولوں سے ڈھانپ دیا جائے گا اور غیر ملکی نمائندوں کو اس کے آخری دیدار کا موقع دیا جائے گا۔ اب تک اس کی موت کا اعلان ہو چکا تھا۔ ٹرانسمیٹر کے ذریعے تمام ممالک سے تعزیتی پیغام موصول ہونے لگے تھے۔

ان پیغامات کا لب لباب یہ تھا کہ رسونتی کی موت کوئی معمولی سانحہ نہیں ہے۔ اسے یونہی وادیٔ قاف میں چپ چاپ دفن کر دینا مناسب نہیں ہے۔ کچھ ممالک کے نمائندے اور بڑی خطرناک تنظیموں کے سربراہ اس کے آخری دیدار کے لیے وہاں آنا چاہتے تھے۔

دوسرے لفظوں میں وہ تصدیق کرنا چاہتے تھے، واقعی وہ مر چکی ہے یا کوئی ڈراما پلے کیا جا رہا ہے۔ اس سے پہلے بھی میری موت کی بارہا خبر اڑی تھی۔ کئی طرح سے میری موت کی تصدیق بھی ہو گئی تھی۔ اس کے بعد اچانک انکشاف ہوا کہ میں زندہ ہوں۔

اب دشمن رسونتی کے متعلق یقین نہیں کر سکتے تھے جس نے اسے گولی ماری تھی یا جس تنظیم کے افراد نے ایسا کیا تھا، وہ دعویٰ کر رہے ہوں گے کہ واقعی وہ مر چکی ہے لیکن پھر بھی آنکھوں سے دیکھ کر یقین کرنا چاہتے تھے۔ سونیا نے جواباً ہر ایک سے یہی کہہ دیا تھا کہ ہر ملک کا ایک نمائندہ اپنے ساتھ صرف دو افراد کو یہاں لا سکتا ہے اور یہاں ہیلی کاپٹر میں پہنچتے ہی ان کی سختی سے چیکنگ ہو گی کسی کو ہتھیار لانے یا کسی سازش کرنے کا موقع نہیں دیا جائے گا۔

اس نے کاہال تنظیم کے سربراہ سے کہہ دیا تھا کہ فرہاد کو اپنی بیوی کے آخری دیدار کے لیے یہاں لایا جائے اور وہ راضی ہو گئے تھے یعنی فرضی فرہاد پہنچ رہا تھا۔ اصلی فرہاد ہزاروں میل دور تھا۔ سونیا نے کہا "تم پھر اس سے دماغی رابطہ قائم کرو اور اسے بتاؤ کہ یہاں حالات کیا ہیں۔ ایسے وقت اس کا ٹیلی پیتھی کے ذریعے حاضر رہنا ضروری ہے۔"

رسونتی نے کہا "جب تک تمام ممالک کے نمائندے یہاں پہنچیں گے اس وقت تک دوپہر ہو چکی ہو گی۔ فرہاد کو آرام سے سونے دو۔ ابھی کافی وقت ہے ہم اسے ایک دو گھنٹے کے بعد بیدار کریں گے پھر اسی سلسلے میں مشورے کریں گے۔ یہاں مجھے کوئی دیکھنے نہیں آ رہا ہے۔ کاٹیج چاروں طرف سے بند ہے۔ جب مجھے نمائش کے لیے پیش کیا جائے گا تو بسترِ مرگ پر لٹا دینا۔ پھولوں سے ڈھانپ دینا۔ تب تک فرہاد بھی ہمارے پاس موجود رہیں گے۔"

میری نیند کے دوران رسونتی کی ذمہ داریاں بہت بڑھ جاتی تھیں۔ اب تک جتنے سرغنہ قسم کے لوگوں نے وہاں آنے کے لیے کہا تھا، ان سب کے دماغوں کو رسونتی باری باری ٹٹول رہی تھی کہ وہ کس قسم کی پلاننگ کریں گے۔ ہر ایک کے ذہن میں یہ بات تھی کہ رسونتی کی موت کے بعد دنیا اب ٹیلی پیتھی سے خالی ہو گئی ہے۔ ایک مر چکی ہے، دوسرا اپنی ذہنی کمزوری کے باعث یہ صلاحیتیں کھو چکا ہے۔

ان کے دماغوں میں طرح طرح کے منصوبے پک رہے تھے جو جس مزاج کا اور جس قماش کا تھا وہ اسی انداز میں منصوبے بنا رہا تھا۔ لیکن ایک بات سب میں مشترک تھی۔ وہ سب کے سب ٹیلی پیتھی کے بعد کسی سے دہشت زدہ ہوتے تھے تو وہ سونیا تھی۔ اب سونیا ہی ان کا ٹارگٹ بن گئی تھی۔ ان کے ارادوں کے مطابق اگر سونیا کو ختم کر دیا جائے تو پھر اس وادی کی اہمیت ذرہ برابر نہیں رہے گی۔ حالانکہ سونیا کو کسی نئی مملکت کے قائم کرنے کا شوق نہیں تھا۔ نہ ہی وہ ایسے بکھیڑوں میں پڑنا چاہتی تھی تاہم اس کا وجود ہی خطرناک تنظیموں کے لیے ایک چیلنج ہوتا تھا اور اس چیلنج کو ختم کر دینے کا یہ سنہری موقع تھا۔

یہودی پارس کے متعلق پلاننگ کر رہے تھے اور ڈمی فرہاد کو سمجھا رہے تھے "چونکہ آپ کی شریکِ حیات اب اس دنیا میں نہیں رہیں اس لیے پارس کی دیکھ بھال کی ذمہ داری آپ کا فرض ہے۔ آپ یہ فرض ادا نہ کر سکیں گے لیکن یہاں سرکاری طور پر پارس کی بہت اچھی طرح پرورش ہو گی۔ آپ اپنی شریکِ حیات کی آخری رسومات میں شریک ہونے کے بعد واپسی میں پارس کو اپنے ساتھ لے آئیں۔" وہ پارس کو اپنے قبضے میں رکھنا چاہتے تھے اور اس کے لیے ڈمی فرہاد کی پیٹھ پر ہاتھ پھیر رہے تھے۔

سپر ماسٹر اور ماسک مین کی تنظیم کے تمام باس اور ماسٹر تقریباً ایک طرح کی منصوبہ بندی کر رہے تھے۔ ان کا ارادہ تھا، سونیا کو ہلاک نہ کیا جائے بلکہ پارس کو اغوا کیا جائے۔ پارس ان کے پاس رہے گا تو سونیا لامحالہ ان کی طرف آئے گی۔ وہ بچے کو اس کی کمزوری بنا کر اسے مجبور کریں گے کہ وہ فرہاد کو یہودی اثرات سے نکالے اور اسے اسرائیل سے نکال کر دوسرے ملک میں لے جائے۔

میں نے اسی لیے سونیا کو رسونتی کی موت کا ڈراما پلے کرنے کا مشورہ دیا تھا تاکہ معلوم ہو سکے کہ دشمن کتنی طرح کے گیم کھیل سکتے ہیں۔ بعض انتہا پسند دشمنوں کا یہ حتمی فیصلہ تھا کہ کسی طرح کا رسک نہ لیا جائے۔ رسونتی کی آخری رسومات میں سونیا موجود ہو گی اور فرہاد بھی ہو گا۔ لہٰذا پہلی فرصت میں

ن دونوں کو گولی ماردی جائے۔ پارس کو یا تو اٹھا لایا جائے یا اسے بھی وہیں ختم کر دیا جائے۔ اگرچہ ٹیلی پیتھی والے سے ملنے والا علم نہیں ہے تاہم پارس کی موت کے بعد اطمینان ہو جائے گا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا خاندان نابود ہو چکا ہے۔

رسونتی نے پریشان ہو کر کہا "سونیا! میں موت کا ڈراما پلے نہیں کروں گی۔"

سونیا نے حیرانی سے پوچھا "اب کیا ہو گیا ہے؟"

"دشمن میرے بیٹے کا یا تو اغوا چاہتے ہیں یا خدانخواستہ مار ڈالنا چاہتے ہیں۔ میں یہ خطرہ مول لینا نہیں چاہتی۔"

"تم فکر کیوں کرتی ہو۔ وہ پارس کی پرچھائیں تک بھی نہ پہنچ سکیں گے۔"

"میں مانتی ہوں، ہماری پلاننگ زبردست ہو گی۔ ابھی ہم جتنی الجھنوں میں پھنستے اور نکلتے آئے ہیں ان کے پیشِ نظر اس الجھن سے بھی نکل جائیں گے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے، جب ہم نے دشمن کے دماغوں کو اچھی طرح پڑھ لیا ہے، ان کی عداوتوں کو سمجھ لیا ہے تو پھر اس ڈرامے کو پلے کرنے کا کیا جواز رہ جاتا ہے؟"

"مجھے فرہاد نے جو مشورہ دیا تھا، میں اس پر عمل کر رہی ہوں۔"

"لیکن ہم سب تمہاری ذہانت پر بھروسہ کرتے ہیں۔ تمہارا اپنا کیا خیال ہے؟"

"ایک طرح سے تمہارا خیال درست ہے کہ جب ہمیں دشمنوں کے متعلق سب کچھ معلوم ہو چکا ہے تو پھر خواہ مخواہ پارس کے سلسلے میں کوئی رسک نہیں لینا چاہیے۔ مجھے تو ذہنی اور جسمانی طور پر زیادہ سے زیادہ مصروف رہنے کے لیے کوئی بہانہ چاہیے۔ یہ بہانہ ہاتھ آ گیا اور میں مصروف ہو گئی۔ اب تم اور فرہاد یہ فیصلہ کر لو کہ یہ ڈراما یہیں روک دیا جائے گا اور ہمارے خلاف منصوبے بنانے والوں کو ویسے بھی سبق سکھایا جا سکتا ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

"فرض کرو، فرہاد یہ ڈراما پلے کرنا چاہیں۔ کیا تم بھی پارس کے لیے یہ خطرہ مول لینا چاہو گی؟"

"رسونتی! جب پارس اس دنیا میں نہیں آیا تھا تب ہی سے یہ اس کا مقدر بن گیا تھا۔ ماں بھی ٹیلی پیتھی جاننے والی، باپ بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا۔ ایسے میں اولاد ہمیشہ دشمنوں کی نظروں میں کھٹکتی رہے گی۔ وہ اس اولاد کو ماں باپ کی طرح آزاری بناتے رہنے کی سازش کرتے رہیں گے۔ بیشک آج یہ ڈراما پلے نہ کرو۔ میں تمہاری حمایت کرتی ہوں لیکن یہ بات گرہ میں باندھ لو کہ پارس کو پال پوس کر جوان کرنے تک تمہیں ایسے ایسے آزمائشی مرحلوں سے گزرنا پڑے گا جہاں ممتا قدم قدم پر ہارتی بھی رہتی ہے اور جیتنے کا ڈھنگ بھی سیکھتی رہتی ہے۔ تمہیں ابھی بہت کچھ سیکھنا ہے۔"

رسونتی بڑی حوصلے والی تھی۔ زندگی میں کتنے ہی صبر آزما مرحلوں سے گزر چکی تھی لیکن ایک ماں تھی اور ماں اپنی اولاد کے لیے کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتی۔ وہ میرے پاس آ گئی۔ میں نے فوراً ہی آنکھیں کھول دیں۔ خالی خالی نظروں سے کمرے کو دیکھنے لگا۔ وہ آہستگی سے بولی "میں ہوں۔"

"ہاں بولو، کوئی پریشانی تو نہیں ہے؟"

وہ تمام حالات بتانے لگی۔ سونیا نے جتنے ممالک اور خطرناک تنظیموں کے سربراہوں سے گفتگو کی تھی اور رسونتی نے خیال خوانی کے ذریعے ان کے جو مذموم ارادے پڑھے تھے، وہ سب تفصیل سے بیان کرنے لگی۔ اس دوران میں اپنے کمرے کا جائزہ لے رہا تھا۔ دور ایک صوفے پر حدیقہ بیٹھی ہوئی تھی۔ چادر کے گھونگھٹ سے پتا نہیں چل رہا تھا کہ وہ مجھے دیکھ رہی تھی یا نہیں؟ وہ گم صم تھی۔ میں نے سوچا پہلے رسونتی سے باتیں ہو جائیں پھر میں اسے مخاطب کروں گا۔

تمام باتیں سننے کے بعد میں نے کہا "تم پارس کے لیے ڈر رہی ہو۔ چلو یہ کھیل ختم کر دو۔ اب جو لوگ وہاں آنا چاہتے ہیں اور سازشیں کرنا چاہتے ہیں ان سے کس طرح نمٹنا چاہیے یہ سونیا سے مشورہ کر لو۔ میں تھوڑی دیر بعد تمہارے پاس آؤں گا۔"

وہ میرے پاس سے چلی گئی۔ میں نے حدیقہ کی طرف دیکھ کر ہولے سے آواز دی مگر وہ گم صم بیٹھی رہی۔ میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اسے دیکھنے لگا۔ وہ مجھ سے دور تھی اور میں سوچ رہا تھا، کیا میری نیند سے پہلے وہ میرے قریب تھی؟

ایک اندھے سے پوچھا جائے کہ اس نے کیا پایا اور کیا کھویا تو اس نے جو کچھ بھی پایا ہو وہ محض ایک خواب کی طرح یاد رہے گا۔

میں نے اس کے چہرے کو آنکھوں سے نہیں دیکھا تھا، انگلیوں سے چھو کر محسوس کیا تھا۔ اس کی آنکھوں پر ہاتھ رکھنے سے وہ بادامی بھی لگیں اور غزالی بھی۔ ناک ستواں تھی۔ اور رخسار آنچ دیتے تھے۔ اس کی ٹھوڑی کی سختی سے اس کے مضبوط ارادوں کا پتا چلتا تھا۔ پیشانی کشادہ تھی۔ اس کے بیضوی چہرے کے نقوش انتہائی جاذبِ نظر ہوں گے۔ بشرطیکہ وہ نظر آتے ہوں۔ دنیا میں ایک جان ملٹن اندھا شاعر تھا مگر

غضب کی شاعری کرتا تھا۔ دوسرا اندھا میں تھا جو اسے دیکھے بغیر شاعری کر رہا تھا۔

میں بستر سے اٹھ کر اس کے پاس آیا۔ ہولے سے آواز دی "حدلیقہ!"

مجھے جواب مل ہی نہیں سکتا تھا۔ خواہ وہ جاگ رہی ہو یا سو رہی ہو۔ میں اس کے قریب جھک گیا۔ کان لگا کر سننے لگا۔ گہری گہری سانسوں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

وہ سو رہی تھی۔ اس وقت دن کے دس بج رہے تھے۔ جب وہ باتھ روم میں گئی تھی تو صبح کے پانچ بجے تھے۔ اس نے باتھ روم سے آکر مجھے نیند کی حالت میں دیکھا ہوگا۔ میری بیداری تک انتظار کرنے کے لیے صوفے پر بیٹھ گئی ہوگی۔ لیکن خود تھکن سے اتنی چور ہوگی کہ وہیں بیٹھے بیٹھے سو گئی۔

میں نے بڑی ملائمت سے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ اب اسے بیدار ہو جانا چاہیے تھا۔ وہ ایک مجاہدہ تھی۔ ہمیشہ چوکنی رہنے کی عادی تھی۔ یوں بھی جو جاگتا ہوا ذہن رکھتے ہیں، وہ گہری نیند کے باوجود ہلکی سی آہٹ پر چونک جاتے ہیں لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوئی، اسی طرح سوتی رہی۔ میں نے کہا "چلو، بستر پر آرام سے سو جاؤ۔"

وہ چپ رہی۔ میں یہ ماننے کے لیے تیار نہیں تھا کہ وہ سو رہی ہے۔ میں نے انجان بن کر کہا "تمہارے جواب نہ دینے کا مطلب یہ ہوا کہ گہری نیند میں ہو لہٰذا میں تمہیں بازوؤں میں اٹھا کر لے جاؤں گا۔"

وہ اسی طرح صوفے پر بے حس و حرکت بیٹھی رہی۔ یعنی اسے اس بات کا ڈر نہیں تھا کہ میں بازوؤں میں اٹھاؤں گا تو بے نقاب ہو جائے گی۔ مجھ پر بڑا اعتماد تھا۔ اس کا دل کہہ رہا ہوگا کہ جب سنبھالنے والا مجھے سنبھال سکتا ہے تو میرے نقاب کو بھی سنبھال سکتا ہے۔

میں نے اسے بازوؤں میں اٹھا لیا۔ صوفے کے پاس سے چلتا ہوا بستر کے پاس آیا۔ پھر اسے آرام سے لٹا دیا۔ وہ اسی طرح چادر میں چھپی ہوئی تھی۔ اسی وقت دستک سنائی دی۔ میں نے پلٹ کر دروازے کی طرف دیکھا۔ پھر اسے بستر پر چھوڑ کر دروازے کے پاس آیا۔ مجھے اپنے پیچھے آہٹ سنائی دی۔ میں نے پلٹ کر دیکھا، وہ اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔ اور اب کھڑی ہو گئی تھی۔ چادر کو سنبھال رہی تھی۔ میں مسکرائے بغیر نہ رہ سکا۔ پھر میں نے دروازے کو کھول دیا۔

وہاں چند مجاہدین کھڑے ہوئے تھے۔ ان کے پیچھے سی سرجنٹ اور اس کے کچھ مسلح آدمی تھے۔ ایک نوجوان نے کہا۔

"ہم یہاں سے دو ٹرک مال لے گئے تھے۔ وہ تمام مال ہم نے خفیہ اڈے میں چھپا دیا ہے۔ وہاں سے یہ مجاہدین حدلیقہ سے ملنے آئے ہیں۔"

ان میں دو نئے مجاہد تھے۔ میں نے ان سے گفتگو کی ان کے دماغوں کو پڑھا۔ پھر ان سے کہا "کمرے کے اندر آ کر باتیں کر سکتے ہو۔"

وہ اندر آ گئے۔ سی سرجنٹ نے کہا "جناب! ہم صبح سے آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ میں نے کچھ کھانے پینے کا اہتمام کیا ہے۔ اس بہانے میرے بیوی بچے بھی آپ سے مل لیں گے۔"

میں نے مسکرا کر کہا "مجھے تمہارے بیوی بچوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانے میں بڑی خوشی حاصل ہوگی۔ میں ابھی حدلیقہ کے ساتھ چلوں گا۔"

وہ چلا گیا۔ میں نے سوچا، یہ مجاہدین خاص طور پر حدلیقہ سے ملنے کیوں آئے ہیں۔ یہ معلوم کرنے کے لیے میں نے پھر ان کے دماغ میں جھانکنا شروع کیا۔ ہر پہلو سے ان کے دماغوں کو کریدا تو پتا چلا، وہ ایک نہایت ہی اہم مشن پر جا رہے ہیں۔ اس کے لیے حدلیقہ کا جانا لازمی ہے۔ مجاہدین کے درمیان قرعہ اندازی میں پانچ مردوں اور دو عورتوں کا نام نکلا تھا۔ ان عورتوں میں ایک نام حدلیقہ کا تھا۔

اس خفیہ مشن کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ اسرائیل میں ایسے مجاہدین جو آزادی کی جدوجہد میں بڑی اہمیت رکھتے ہیں، وہ وہاں کی جیلوں میں تھے۔ ان کو رہا کرانے کے لیے وہ بیروت میں اسرائیل کے ایک اہم آفیسر کو گرفتار کر کے قیدی بنانا چاہتے تھے۔ اور اس کے عوض اپنے ان مجاہدین کو رہا کرانا چاہتے تھے۔ وہ آفیسر اسرائیل کی سیکرٹ سروس سے تعلق رکھتا تھا اور یہاں لیلیٰ عرف سارہ کی رہنمائی کے لیے بیروت آیا تھا کیونکہ لیلیٰ پہلی بار کسی مشن پر اسرائیل سے باہر نکلی تھی۔ اس لیے اس کے لیے ایک تجربہ کار آفیسر کی ضرورت تھی اور وہ تجربہ کار آفیسر وہی تھا جسے مجاہدین اپنا قیدی بنانا چاہتے تھے۔

ان کے منصوبے میں یہ بات بھی شامل تھی کہ کسی وجہ سے وہ آفیسر گرفت میں نہ آئے تو لیلیٰ کو حراست میں رکھ کر اس کے بدلے میں اپنے ساتھیوں کو رہا کرایا جائے۔ میں کمرے میں آ گیا۔ حدلیقہ ایک میز پر جھکی کاغذ پر کچھ لکھ رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد اس نے سر اٹھا کر دیکھا پھر وہ کاغذ میری طرف بڑھا دیا۔ اس میں لکھا تھا:

"میرے فرہاد!

کل سے پہلے تم میرے لیے صرف ایک محسن تھے پھر دوست بن گئے۔ اس کے بعد ہم نفس بن گئے۔ میرا دل مچل مچل کر کہہ رہا ہے، میں تمہیں ایک لمحے کے لیے بھی نہ چھوڑوں۔ اب تو آخری سانس تک تمہارے سائے میں رہ کر اس دنیا کو دیکھتے رہنے کو جی چاہتا ہے۔

لیکن فرائض مجبور کرتے ہیں۔ ہم مجاہدین کا عہد ہے کہ کسی اہم مہم پر روانہ ہونے کے لیے قرعہ اندازی میں جس کا نام نکلے گا وہ اپنے والدین کو، اپنے شوہر کو، اپنے بیوی بچوں کو چھوڑ کر، ساری دنیا سے منہ موڑ کر صرف اپنے مقصد کی خاطر اس مہم پر روانہ ہو جائے گا۔ آج یہی وقت مجھ پر آیا ہے۔

پچھلے دو چار دنوں سے میں دعائیں مانگتی تھی کہ کسی بھی قرعہ اندازی میں میرا نام نہ نکلے۔ اسی لیے میں آزادی سے تمہارے پیچھے سائے کی طرح لگی رہتی تھی۔ آج میں نہ چاہتے ہوئے بھی تم سے بچھڑ رہی ہوں۔ ویسے تم سارہ آنرک کو اچھی طرح جانتے ہو۔ ہم اس کے ساتھ آنے والے ایک بہت بڑے آفیسر کو گرفتار کر کے اپنی قید میں رکھنا چاہتے ہیں۔ کیا اس سلسلے میں تم ہماری مدد کر سکتے ہو۔ اگر ممکن ہو تو پھر میری مہم آسان ہو جائے گی اور میں جلد ہی تمہارے پاس واپس آ جاؤں گی۔"

میں نے کہا "حدلیقہ! ذرا انتظار کرو۔ میں ابھی جواب دیتا ہوں۔"

میں ایک صوفے پر بیٹھ کے لیلیٰ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ہوٹل کے کمرے میں تھی اور اس کا وہی گائڈ آفیسر اس سے کہہ رہا تھا "تم بہت تیز بھاگ رہی ہو۔ کیا تم سمجھتی ہو، میرے بغیر اپنے ریکارڈ میں نمایاں کارکردگی کا اضافہ کر سکو گی؟"

"یہ جو کچھ میں نے کیا ہے کیا یہ میرے اپنے کارنامے نہیں ہیں؟"

وہ غصے سے بولا "ہاں تم نے تنہا اپنی کارکردگی دکھانے کے لیے مجھے نظر انداز کیا۔ تمہارا فرض تھا کہ مجھ سے مشورہ لیتیں۔ اس کے بعد ان اڈوں پر چھاپے مارتیں۔"

"میں تم سے مشورے لینے کہاں جاتی؟ تم پچھلی رات سے غائب ہو۔ یقیناً کہیں نشے میں مدہوش پڑے ہوگے۔ اگر مجھے تمہارا ایڈریس یا فون نمبر معلوم ہوتا تو ضرور رابطہ قائم کرتی۔ پلیز مجھے ڈسٹرب نہ کرو۔ رپورٹ تیار کرنے دو۔"

"میں خوب جانتا ہوں، تم اپنی رپورٹ میں یہی لکھو گی کہ میں پچھلی شام سے غائب تھا اور تم نے تنہا یہ کارنامے انجام دیے ہیں۔"

"میں اور کیا لکھ سکتی ہوں؟"

"اپنی رپورٹ میں ذرا سی تبدیلی کرو۔ اس میں میرے نام کا بھی اضافہ کرو۔ ہم دونوں نے مل کر یہ کارنامہ انجام دیا ہے اور مجھے بتاؤ کہ تمہیں ان چاروں اڈوں کے متعلق کیسے علم ہوا۔ کس نے مخبری کی۔ تم وہاں تک کیسے پہنچیں؟"

"میں رپورٹ تیار کر رہی ہوں۔ اس میں تمام سوالات کا تفصیلی جواب موجود ہے۔ اسے پڑھ لینا۔"

"مس سارہ آنرک! تم یہ معمولی سا کارنامہ انجام دے کر بہت مغرور ہو گئی ہو۔ سمجھتی ہو، اپنے سینئر آفیسر سے آگے نکل جاؤ گی لیکن میں نے گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا ہے۔ ہم چھوٹے معاملات میں کبھی ہاتھ نہیں ڈالتے۔ ہمیشہ بڑا شکار کرتے ہیں۔ تمہیں یہ سن کر حیرانی ہوگی کہ میں نے فرہاد علی تیمور کا سراغ لگا لیا ہے۔"

لیلیٰ نے ایک دم سے چونک کر دیکھا۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ پھر اس نے چونک کر پوچھا "کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟"

"مجھے تم سے جھوٹ بولنے کا شوق نہیں ہے۔ پچھلی رات تین بج کر بیس منٹ پر مجھے یہ اطلاع ملی کہ فرہاد علی تیمور اس وقت ڈیمور کے ایک ساحلی قلعے میں موجود ہے۔ یہ اطلاع ملتے ہی میں نے اپنے اعلیٰ حکام تک یہ خبر پہنچا دی ہے۔ یہ کام میرے سر رہے گا۔ فرہاد علی تیمور ساری دنیا کو احمق بنا کر جیتا پھر رہا ہے۔ عیش کرتا تھا اور ڈمی فرہاد بنا کر بڑے بڑے ممالک کی بڑی خطرناک تنظیموں کو دھوکا دیتا رہتا تھا۔ اس فرہاد علی تیمور کا پتا ٹھکانہ میں نے معلوم کر لیا ہے اور میں نے ایسے انتظامات کیے ہیں جن کے نتیجے میں وہ ساحلی قلعے سے باہر نہیں نکل سکے گا۔"

لیلیٰ کا دل اس خیال سے دھڑک رہا تھا کہ فرہاد یہیں لبنان میں موجود ہے۔ ڈیمور میں ملاقات ہو سکتی ہے لیکن وہ بے یقینی سے اپنے آفیسر کو دیکھ رہی تھی۔ اس نے پوچھا۔ "تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ اس قلعے میں فرہاد علی تیمور موجود ہے۔ ہو سکتا ہے وہ بھی ڈمی ہو۔"

"وہ ہرگز ڈمی نہیں ہو سکتا۔ اس نے وہاں ٹیلی پیتھی کا

بھرپور مظاہرہ کیا ہے۔ اس پورے قلعے پر تنہا قابض ہو گیا ہے۔ کیا یہ اس بات کا ثبوت نہیں ہے؟"

لیلیٰ نے بے اختیار ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ آفیسر نے کہا "اس قلعے میں ہماری سیکرٹ سروس کے دو آدمی معمولی سپاہیوں کی حیثیت سے کام کرتے ہیں۔ وہاں کے متعلق ہمیں اہم اطلاعات فراہم کرتے رہتے ہیں۔ وہ قلعہ ہمارے لیے بہت اہم ہے۔ اسی لیے ہم نے بہت پہلے سے اپنے دو آدمی وہاں رکھ چھوڑے ہیں۔ ان کی اطلاع سو فی صد درست ہے۔"

لیلیٰ اپنے پچھلے کارناموں کی تحریری رپورٹ تیار کر رہی تھی۔ وہ سب بھول گئی۔ فوراً ہی تیزی سے چلتے ہوئے کمرے سے باہر جانے لگی۔ آفیسر نے پوچھا "کہاں جا رہی ہو؟"

اس نے جواب نہیں دیا۔ آفیسر باہر آیا تو دروازے کو لاک کر کے آگے بڑھنے لگا۔ اس نے پھر پوچھا "کچھ بتاؤ تو سہی، کہاں جا رہی ہو؟"

"فرہاد کے پاس۔"

اس نے چونک کر پوچھا "تم کیوں جاؤ گی۔ دیکھو میں تمھیں اس کی اجازت نہیں دوں گا۔ تمھارے وہاں جانے سے کھیل بگڑ سکتا ہے۔ ہم دور ہی دور رہ کر اسے بے بس کر دیں گے۔ وہ ہمارے آدمیوں کے ساتھ اسرائیل جانے پر مجبور ہو جائے گا۔"

لیلیٰ کے دماغ میں آندھیاں چل رہی تھیں۔ وہ تیزی سے سوچ رہی تھی کس طرح مجھے خطرے سے آگاہ کرے۔ ڈیمور پہنچنے تک دیر ہو جاتی۔ وہ ہوٹل کے کاؤنٹر کے پاس جا کر ٹیلیفون ڈائریکٹری طلب کرنا چاہتی تھی۔ ڈیمور کے ساحلی قلعے کے جتنے فون نمبر تھے ان کے ذریعے مجھ سے رابطہ قائم کرنا چاہتی تھی۔ اسے اپنے آفیسر کی پروا نہیں تھی۔ اس بات کی بھی کوئی اہمیت نہیں تھی کہ میری حمایت کرتے ہوئے اس کی اصلیت ظاہر ہو جائے گی۔

لیکن میں نے اسے کاؤنٹر کی طرف نہیں جانے دیا۔ سیدھا اسے ہوٹل کے باہر لے آیا۔ وہ حیران تھی، کاؤنٹر کی طرف کیوں نہیں جا رہی ہے۔ اس طرح سیدھی کیوں چل رہی ہے۔" کیا فرہاد میرے دماغ میں آ گئے ہیں؟"

وہ میری مرضی کے مطابق باہر جاتے ہوئے دل ہی دل میں کہنے لگی "پلیز فرہاد! ایک بار مجھ سے مخاطب ہو جاؤ۔ میں بہت سخت پریشان ہوں۔"

میں نے براہِ راست اسے مخاطب نہیں کیا۔ اسی طرح اس کی سوچ میں کہا "مجھے جوش اور جذبے سے کام نہیں لینا چاہیے۔ سہولت سے سوچنا سمجھنا اور اس پر عمل کرنا چاہیے۔"

اس کی اپنی سوچ نے کہا "یہ یقیناً فرہاد کی سوچ ہے۔ یہ مجھے سمجھا رہے ہیں۔"

"سوچ فرہاد کی ہو یا اپنی، مجھے یہ سمجھنا چاہیے کہ میں جہاں تک لیلیٰ ثانی کی حقیقت کو چھپا سکتی ہوں چھپانا چاہیے۔ میں ابھی کار میں بیٹھ کر سیدھی ڈیمور کی طرف جاؤں گی۔ یہ آفیسر بھی میرے ساتھ جائے گا۔ فرہاد غافل نہیں ہو سکتے۔ انھیں تمام باتوں کی خبر ہو گی۔ جب انھیں یہ معلوم ہو گا کہ ہم دونوں ڈیمور کی طرف آ رہے ہیں تو وہ خود ہی اس آفیسر سے نمٹ لیں گے۔"

وہ کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گئی لیکن دل ہی دل میں سوچنے لگی "میں کیوں ڈرائیو کروں۔ کیوں ڈیمور کی طرف جاؤں۔ کیا یہ فرہاد کی مرضی ہے؟"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "میں نہیں جانتی۔ فرہاد کی مرضی ہے یا نہیں لیکن میں ڈرائیو کر رہی ہوں اور میں ادھر جا رہی ہوں۔"

اس سوچ کے ساتھ ہی اس نے بے اختیار گاڑی اسٹارٹ کی۔ گیئر بدلے اور اسے آگے بڑھاتی چلی گئی۔ آفیسر اس کے پاس آ کر بیٹھ گیا تھا اور غصے سے کہہ رہا تھا "میں تمھیں حکم دیتا ہوں، تم ڈیمور کی طرف نہیں جاؤ گی۔"

اس نے بڑی فرمانبرداری سے کہا "تم میرے سینئر آفیسر ہو۔ تمھارا حکم سر آنکھوں پر۔ میں ڈیمور کی طرف جاؤں گی لیکن ڈیمور نہیں جاؤں گی۔ اب تمھیں اطمینان ہونا چاہیے۔"

"لیکن تم اُدھر کیوں جاؤ گی؟"

"میں نے کہہ دیا نا، وہاں نہیں جاؤں گی۔ ہائی وے پر ذرا تفریح کرنا چاہتی ہوں۔"

"اچھی بات ہے۔ میں دیکھتا ہوں، تم کیا کرنا چاہتی ہو۔ یاد رکھو، اگر تم ہائی وے پر پندرہ میل سے آگے بڑھو گی تو میں تمھیں بڑھنے نہیں دوں گا۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ حدیقہ کی طرف دیکھا پھر ان مجاہدین سے کہا "یہاں سے ابھی روانہ ہو جاؤ۔ وہ آفیسر مس سارہ آئزک کے ساتھ اِدھر چلا آ رہا ہے۔ اس کے پاس ایک ریوالور ہے۔ میں اسے ریوالور استعمال کرنے کا موقع نہیں دوں گا۔ کسی وجہ سے میں وہاں حاضر نہ بھی رہ سکا تب بھی سارہ آئزک تمھاری مدد کرے گی۔ ایک بات یاد رکھو، سارہ کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچنا چاہیے۔ وہ یہودی ضرور ہے، وہاں کی سیکرٹ سروس سے بھی تعلق رکھتی ہے لیکن تم لوگوں کی دشمن نہیں ہے۔ وہ ہمیشہ تمھارے کام آ سکتی ہے۔"

وہ وہاں سے روانہ ہونے کے لیے تیار ہو گئے۔ حدیقہ میرے پاس آئی۔ اپنا ہاتھ بڑھایا۔ میں نے اس کے ہاتھ کو تھام لیا۔ وہ سر اٹھائے میری طرف یوں دیکھ رہی تھی جیسے کچھ بولنا چاہتی ہو۔ میں نے دل ہی دل میں کہا "صورت نظر نہیں آتی لیکن بے اختیار بولنے کی صورت تو نکل آئے۔ جذبوں سے مجبور ہو کر بول پڑے۔"

شاید وہ بول پڑتی۔ اگر ذرا دیر میرے روبرو رہتی۔ اپنے آپ پر قابو نہ پا سکتی۔ وہ فوراً ہی ایک جھٹکے سے گھوم کر تیزی سے دروازے پر پہنچ گئی۔ وہاں سے پلٹ کر میری جانب دیکھا۔ پتا نہیں وہ چادر کے پیچھے سے کیسے دیکھ لیتی ہو گی۔ کاش اس طرح دیکھ لینے کا ہنر مجھے بھی آتا۔

ہائے کیا یہ وہی ہے جسے دیکھ کر بھی میں دیکھ نہ سکا۔ کیا تقدیر پھر ایسے لمحات سے گزارے گی جب میں اسے تمام جذبۂ اثر کے لیے پاؤں گا مگر ایک نظر کے لیے پھر پاؤں گا۔

اس نے جاتے جاتے ایک نظر مجھ پر ڈالی ہو گی پھر وہ چلی گئی۔ نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ میں نے چاروں طرف گھوم کر اس کمرے کو دیکھا پھر بستر کو دیکھا۔ ایسا تو کوئی محبوب آج تک نہ دیکھا نہ سنا جو اتنا قریب ہو۔ اپنی ہر ادا سے اپنے وجود کا یقین دلاتا ہو مگر نظروں سے اوجھل رہا ہو۔

"اری او چادر والی! تو بہت یاد آئے گی۔"

میں لیلیٰ کے گائیڈ آفیسر کے پاس پہنچ گیا۔ وہ گاڑی میں بیٹھا، ہائی وے پر پہنچ گیا تھا۔ میں نے اس کے دماغ کو کریدنا شروع کیا۔ پتا چلا، وہ ان سیکرٹ سروس کے آدمیوں سے ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم کر سکتا ہے اور معلوم کر سکتا ہے کہ فرہاد کو گھیرنے اور وہاں سے اسرائیل تک لے جانے کے سلسلے میں کیا انتظامات ہو چکے ہیں۔ وہ میری مرضی کے مطابق بے اختیار ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم کرنے لگا۔ لیلیٰ ڈرائیونگ کے دوران کن انکھیوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اور معلوم کرنا چاہتی تھی، وہ کس سے رابطہ قائم کرتا ہے اور کیا کہتا ہے۔

رابطہ قائم ہو گیا۔ اس نے کوڈ ورڈز کے ذریعے اپنی شناخت کرائی، پھر پوچھا "فرہاد کے سلسلے میں کیا ہو رہا ہے؟"

قلعے سے ایک آدمی نے کہا "سر! اس وقت گیارہ بج کر دس منٹ ہوئے ہیں۔ ٹھیک بارہ بجے ہمارا ہیلی کاپٹر قلعے کے اندر آئے گا۔ اس وقت ہم اپنا کام کر گزریں گے۔ اس کی تفصیل کچھ یوں ہے۔ ابھی تھوڑی دیر میں فرہاد سی سرونٹ کی فیملی کے ساتھ کھانا کھانے ان کے رہائشی حصے میں جائے گا۔ ایسے ہی وقت ہم اسے زخمی کریں گے۔ اس کے جسم کے کسی ایسے حصے پر گولی ماری جائے گی جس سے وہ ہلاک نہ ہو صرف زخمی ہو۔ ایسی حالت میں وہ خیال خوانی نہیں کر سکے گا۔ اس طرح ہم اس کی ٹیلی پیتھی سے محفوظ رہیں گے۔"

گائیڈ آفیسر نے کہا "ویری گڈ، بہت اچھا آئیڈیا ہے۔ آگے بولو۔"

"یہاں فرہاد نے سی سرونٹ کو بے بس کرنے کے لیے جو ہتھکنڈے آزمائے تھے، وہی ہتھکنڈے ہم آزمائیں گے۔ ہم سی سرونٹ کے بیٹے جان بلی کی کنپٹی سے ریوالور لگا دیں گے اور دھمکی دیں گے کہ اگر سی سرونٹ نے ہمارا ساتھ نہ دیا، اگر اس کے آدمیوں نے فرہاد کو اٹھا کر ہیلی کاپٹر میں نہ پہنچایا تو اس کے بیٹے کی جان جائے گی۔ ایسی صورت میں وہ اسے ہیلی کاپٹر میں پہنچانے پر مجبور ہو جائے گا۔"

لیلیٰ سوچ رہی تھی "اگر میں فرہاد کو بروقت خطرے سے آگاہ نہ کر سکی یا وہ ان سازشوں کے متعلق نہ جانتا ہو تو سب سے پہلے میں اس گائیڈ آفیسر کی گردن توڑ دوں گی۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "فرہاد یقیناً سب کچھ جانتا ہو گا۔ اسی لیے تو اس نے مجھے ہوٹل کے کاؤنٹر پر جا کر ڈائرکٹری طلب کرنے سے روک دیا۔ اس نے مجھے موقع نہیں دیا کہ میں ٹیلیفون کے ذریعے رابطہ قائم کر دوں۔ میں تو بے اختیار اس گاڑی میں آ کر بیٹھ گئی تھی۔"

اس کی اپنی سوچ نے کہا "کیا اس وقت بھی فرہاد موجود ہیں اور اس کی ٹرانسمیٹر والی گفتگو سن رہے ہیں۔"

"مجھے اس کی فکر نہیں کرنی چاہیے۔"

"کیوں نہیں کرنی چاہیے۔ میں ابھی ایک الٹا ہاتھ اس آفیسر کے منہ پر رسید کرتی ہوں۔ اگر فرہاد موجود ہوں گے تو مجھے اس حرکت سے باز رکھیں گے۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے اسٹیئرنگ تھامے ہوئے تھی۔ اب ایک ہاتھ اٹھا کر اس کے منہ پر رسید کرنا چاہتی تھی مگر میں نے موقع نہیں دیا۔ وہ اسی طرح اسٹیئرنگ تھامے ڈرائیونگ کرتی رہی۔ کئی بار اس نے کوشش کی کہ ہاتھ اسٹیئرنگ سے اٹھا لے لیکن کامیاب نہ ہوئی۔ تب اس نے تسلیم کر لیا کہ میں موجود ہوں اور دشمنوں کی سازشوں سے باخبر ہوں۔

میں نے اس کی سوچ میں کہا "مجھے بار بار فرہاد کو نہیں آزمانا چاہیے۔ انھیں اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر رہنا چاہیے تاکہ دشمنوں سے نمٹ سکیں۔ اب وہ جا رہے ہیں۔ یقیناً اب

میں اپنی مرضی سے اسٹیئرنگ پر سے ہاتھ ہٹا سکوں گی۔"
دوسرے ہی لمحے اس نے ہاتھ کو آزمائشی طور پر وہاں سے ہٹایا تو کامیاب ہوگئی۔ بہ آسانی اسے ہٹانے کے بعد پھر اسٹیئرنگ پر لے آئی۔ اس کے بعد زیرِ لب مسکرانے لگی۔
سی سرپنٹ کھانے کے لیے میرا انتظار کر رہا تھا۔ میں نے اسے مخاطب کیا تو وہ چونک کر اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ میں نے کہا "بیٹھے رہو اور توجہ سے میری بات سنو۔ جو کہہ رہا ہوں، وہ بات تمھارے سوا کسی اور کو نہ معلوم ہو۔"
"میری کیا مجال ہے۔ آپ حکم دیں، میں وہی کروں گا۔"
"تمھارے قلعے میں اسرائیلی سیکرٹ سروس کے دو آدمی موجود ہیں، انھوں نے مجھے زخمی کرکے یہاں سے اغوا کرنے کا پورا منصوبہ بنا لیا ہے۔ ٹھیک بارہ بجے اسرائیلی ہیلی کاپٹر اس قلعے کے اندر پہنچے گا اور...."
سی سرپنٹ نے کہا "میں ہرگز کسی کو ہیلی کاپٹر اتارنے کی اجازت نہیں دوں گا۔ کوئی تمھیں نہ تو زخمی کرسکے گا نہ یہاں سے اغوا کرنے کی جرأت کرسکے گا۔"
"پہلے میری پوری بات سنو۔ وہ لوگ جان بلی کو یرغمال بنائیں گے۔ جو ہتھکنڈے میں نے استعمال کیے تھے، وہی وہ کریں گے۔ تب تو تم مجبور ہو جاؤ گے۔"
وہ ایک گہری سانس لے کر بولا "ہاں۔ یہ میری بہت بڑی کمزوری ہے۔ مجھے اپنی فیملی کو اس قلعے میں نہیں رکھنا چاہیے۔"
"ابھی تمھاری فیملی یا تمھارے بیٹے کے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ میں ان کی حفاظت کروں گا۔ فی الحال جو کہہ رہا ہوں وہ کرو۔ دشمنوں کو اپنی سازشوں میں مصروف رہنے دو۔ تم ایک ٹائم بم کا انتظام کرو۔ مجھے اس کی ضرورت پڑے گی۔ اسرائیلی ہیلی کاپٹر کو یہاں اترنے کی اجازت دے دینا۔"
"میں تمھارے ہر حکم کی تعمیل کروں گا۔ اتنا بتا دو کہ وہ سیکرٹ سروس کے دو آدمی کون ہیں۔"
"تھوڑی دیر میں تمھارے سامنے بے نقاب ہو جائیں گے۔"
میں اس شخص کے دماغ میں پہنچ گیا جو سیکرٹ سروس کا آدمی تھا اور مجھے زخمی کرکے خیال خوانی کے ناقابل بنانا چاہتا تھا۔ وہ اپنے ساتھی سے پوچھ رہا تھا "کیا ہوا؟ تم نے سی سرپنٹ کے خانساماں کو شیشے میں اتارا؟"
"بہت مشکل ہے۔ وہ راضی نہیں ہو رہا ہے۔ میں نے اسے بڑے سے بڑا لالچ دیا۔ یہ کام ہمیں خود ہی کرنا ہوگا۔ اگر ہم نے کسی اور کو اپنا رازدار بنانے کی کوشش کی تو یہ بات فرہاد تک پہنچ جائے گی اور ہم ناکام ہو جائیں گے۔"
وہ اب خود ہی سارا کام کرنا چاہتے تھے۔ میں نے فی الحال ان دونوں کو چھوڑ دیا۔ سی سرپنٹ سے کہا "فون کے ذریعے اپنے بیوی بچوں سے کہو، وہ ایک کمرے میں بند رہیں۔ جب تک تم انھیں کھولنے کے لیے نہ کہو، وہ دروازہ نہ کھولیں اور نہ ہی اپنے کسی ملازم کو کمرے میں آنے دیں۔"
وہ فوراً ہی میری ہدایت کے مطابق اپنی بیوی سے رابطہ قائم کرنے لگا۔ اسی وقت میں نے اپنے دماغ میں رسونتی کو محسوس کیا۔ وہ کہہ رہی تھی "فرہاد، سونیا کے دماغ میں پہنچو۔ کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔"
میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ رسونتی نے پوچھا "کیا یہ درست ہے کہ تم دنیا والوں کے سامنے تقریباً ظاہر ہو چکے ہو۔ یہ خبر گشت کر رہی ہے کہ تم لبنان کے ایک ساحلی قلعے میں ہو۔"
"ہاں، میں ظاہر ہو چکا ہوں۔ فلسطینی مجاہدین کے ساتھ ایک مہم کے دوران اس قلعے کے مالک سی سرپنٹ کے سامنے ظاہر ہو گیا تھا۔ وہ قلعہ ایسا ہے جہاں اسرائیلی سیکرٹ سروس کے دو آدمی برسوں سے رہتے آئے ہیں۔ ان کے علاوہ بھی نہ جانے کتنی خطرناک تنظیموں کے مجرم، اسمگلر اور بلیک میلر یہاں مختلف روپ میں رہتے آ رہے ہوں گے۔ یہ قلعہ اس ساحلی علاقے میں بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ جب سی سرپنٹ نے مجھے فرہاد کی حیثیت سے پہچان لیا تو اس وقت میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ بات اتنی جلدی دور دور تک پہنچ جائے گی۔"
سونیا نے کہا "پہنچ چکی ہے۔ رسونتی جہاں جہاں سے ٹیلی پیتھی کے ذریعے معلومات حاصل کرسکتی ہے، وہاں سے یہی معلوم ہو رہا ہے کہ فرہاد لبنان کے ایک ساحلی قلعے پر قبضہ جمائے بیٹھا ہے۔ تم یقیناً اسرائیلی سیکرٹ سروس کے آدمیوں تک پہنچ گئے ہو گے۔ اب یہ دیکھو کہ سپر ماسٹر کیا کر رہا ہے۔"
"میں ابھی معلوم کر لوں گا۔ کیا رسونتی نے ماسک مین کے ارادے معلوم کیے ہیں؟"
وہ بولی "ماسک مین کے دماغ میں ہم تم نہیں پہنچ سکتے لیکن وہ بے خبر نہیں ہوگا۔ اسے بھی بہت پہلے معلوم ہو چکا ہوگا کہ تم کہاں موجود ہو۔ یہ تمام لوگ تمھارے اس قلعے کو چاروں طرف سے گھیرنے کی کوشش کر رہے ہوں گے۔"

میں سپر ماسٹر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ یہ بات معلوم ہوئی کہ وہ پہلے ہی اس قلعے کو گھیرنے کے لیے ایک بحری جنگی جہاز روانہ کر چکا ہے اور وہ اب تک اس قلعے کے قریب سمندری حصے میں پہنچ چکا ہے۔
میں نے سی سرپنٹ سے کہا "اپنے کنٹرول روم والوں سے پوچھو، کیا سمندر میں کوئی جنگی بحری جہاز نظر آ رہا ہے؟"
سی سرپنٹ نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ تھوڑی دیر بعد کنٹرول روم سے جواب ملا "جی ہاں، بہت دور ایک جہاز نظر آ رہا ہے اور وہ اسی طرف چلا آ رہا ہے۔"
سی سرپنٹ نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا "فرہاد صاحب! قلعے کے مختلف حصوں سے بھی یہ رپورٹ مل رہی ہے کہ باہر ساحلی علاقے پر فوجی ٹرک اور دوسری گاڑیاں نظر آ رہی ہیں۔ اگرچہ کہیں کہیں فوجی نظر آتے ہیں لیکن سادہ لباس میں مسلح افراد بہت ہیں۔ پتا نہیں چل رہا ہے کہ یہ کون لوگ ہیں۔ کس ملک سے تعلق رکھتے ہیں۔ کس ملیشیا، کس گروہ یا کس خطرناک تنظیم کی طرف سے آئے ہیں۔"
میں نے پوچھا "تم نے اپنے آدمیوں کو کیا حکم دیا ہے؟"
"فی الحال یہی کہ قلعے کا دروازہ کسی صورت میں نہ کھولا جائے۔"
"یہ بتاؤ، کیا میری موجودگی تمھیں پریشان کر رہی ہے؟"
"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ میں کسی طرح بھی پریشان نہیں ہوں۔ صرف یہ سوچ رہا ہوں، اگر آپ کو کوئی نقصان پہنچ گیا تو میرے بیوی بچوں کی خیریت نہیں ہے۔"
"تم ان کی طرف سے بالکل مطمئن رہو۔ انھیں ایک ذرا آنچ نہیں آئے گی۔ یہ تمام بھیڑ جو قلعے کے چاروں طرف لگی ہوئی ہے، ایک گھنٹے کے اندر چھٹ جائے گی۔"
میں پھر سپر ماسٹر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ رسونتی میرے پاس موجود تھی۔ میں نے کہا "اچھی بات ہے۔ تم بھی سپر ماسٹر کی آواز اور لب و لہجہ کو سمجھ لو۔"
میں چپ چاپ اس کے دماغ میں تھا۔ وہ جنگی بحری جہاز کے کپتان سے باتیں کر رہا تھا۔ اس سے کہہ رہا تھا "جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں تم سے صرف میں گفتگو کروں گا کیونکہ فرہاد اور رسونتی کبھی میرے دماغ تک نہیں پہنچ سکتے۔ لہٰذا تم مجھ سے گفتگو کرو گے۔ باقی وقت گونگے بنے رہو گے۔ اس بحری جہاز کا صرف ایک شخص باتیں کرے گا اور وہی سگنل کے ذریعے قلعے والوں کو مخاطب کرے گا۔ پھر فرہاد سے رابطہ قائم کرکے اسے بحری جہاز میں آنے کے لیے کہے گا۔ اسے دھمکی دینے کے لیے جہاز کی مارٹر گنوں کا رخ قلعے کی طرف کر دیا جائے گا۔"
میں نے گھڑی دیکھی۔ بارہ بجنے میں پندرہ منٹ باقی تھے۔ پندرہ منٹ کے اندر اسرائیلی ہیلی کاپٹر قلعے کے اندر پہنچنے والا تھا۔ میں نے رسونتی سے کہا "میں تمھیں ایک اہم ذمہ داری سونپ رہا ہوں۔ پہلے کپتان کے دماغ کو اچھی طرح ٹٹول کے معلوم کرو، اس جہاز میں کتنے ٹائم بم موجود ہیں، کہاں ہیں۔ جب معلوم ہو جائے تو کپتان کے دماغ پر پوری طرح قابض ہو جاؤ۔ اس طرح کہ اسے اپنا ہوش نہ رہے۔ اسے لے کر اس جگہ جاؤ جہاں ٹائم بم رکھے ہوئے ہیں۔ پھر وہاں سے وہ تمام بم لے کر انھیں جہاز کے انجن روم تک پہنچاؤ۔ ان بموں کو مختلف مقامات پر رکھواؤ۔ اور ہر ٹائم بم میں بارہ بج کر پندرہ منٹ کا وقت مقرر کرا دو۔"
"میں یہ کر لوں گی۔ تم اپنی جگہ پوری توجہ دیتے رہو۔"
میں اس سیکرٹ سروس کے ایجنٹ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ پریشان تھا کہ میں اب تک اپنی جگہ سے نکل کر سی سرپنٹ کی رہائش کے حصے کی طرف کیوں نہیں جا رہا ہوں۔ وہ معلوم کرنے کے لیے اس ہال نما کمرے میں آیا جہاں سرپنٹ اپنے آدمیوں کے ساتھ بیٹھا ہوا میرا انتظار کر رہا تھا۔ میں اپنے کمرے سے باہر آ گیا۔ مجھے دیکھتے ہی سیکرٹ ایجنٹ نے ریوالور کے دستے پر اپنی گرفت مضبوط کی۔ میں نے کہا "ہاں ہاں ریوالور نکالو اور مجھے زخمی کر دو۔ میں اسی لیے آیا ہوں تاکہ خیال خوانی کے قابل نہ رہوں۔"
وہ بوکھلا گیا۔ اس نے فوراً ہی سنبھل کر ریوالور کا نشانہ لینا چاہا۔ اس وقت تک میں اس کے دماغ پر قابض ہو چکا تھا۔ وہ ریوالور کا رخ میری طرف کرنا چاہتا تھا لیکن اس کی نال اسی کی طرف گھوم جاتی تھی۔ وہ گھبرا رہا تھا۔ پریشان ہو رہا تھا۔ میں نے کہا "کیا کرو گے۔ مجبوری ہے۔ وہ ریوالور تمھارا ہی نشانہ لینا چاہتا ہے۔ بولو مرنا چاہتے ہو یا صرف زخمی ہونا چاہتے ہو؟"
وہ گڑگڑانے لگا۔ معافی مانگنے لگا۔ میں نے کہا۔ "معافی کا وقت گزر چکا ہے۔ وہ دیکھو، ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دے رہی ہے۔ مجھے لے جانے والے آ گئے ہیں۔ وہ تمھیں لے جائیں گے۔ چلو اپنی ایک ران میں گولی مارو۔"
اس نے میری ہدایت کے مطابق اپنی ران کا نشانہ لیا۔ دوسرے ہی لمحے چیخ مار کر گر پڑا۔ فرش پر تڑپنے لگا۔ اس کے ہاتھ سے ریوالور چھوٹ گیا تھا۔ سی سرپنٹ نے اس ریوالور کو اٹھا کر کہا "کمینے! نمک حرام! تم میرے ہی قلعے میں رہ کر میرے خلاف جاسوسی کرتے رہے۔ اب تمھاری موت بڑی

عبرتناک ہوگی۔"

میں نے سی سرپنٹ سے کہا "اس پر نظر رکھو۔ میں اس کے دوسرے ساتھی کو لا رہا ہوں۔"

اس کا دوسرا ساتھی دوڑتا ہوا اسی طرف آنے لگا کیونکہ ٹیلی پیتھی اسے دوڑا رہی تھی۔ وہ اس کمرے میں پہنچتے ہی ہانپتے ہوئے ریوالور نکال کر کہنے لگا "مسٹر سرپنٹ! میں وہی آدمی ہوں جو ابھی جان بلی کو اس ریوالور کے نشانے پر رکھ کر فرہاد کو یہاں سے لے جانا چاہتا تھا۔ یہ ریوالور لیجیے اور وہ ٹائم بم میری جیب میں رکھ دیجیے۔"

سی سرپنٹ نے ٹائم بم نکالتے ہوئے پوچھا "کونسا وقت مقرر کردوں؟"

اس نے کہا "بارہ بج کر پانچ منٹ۔"

یہی وقت مقرر کرکے سی سرپنٹ نے ٹائم بم کو اس کی جیب میں رکھ دیا۔ وہ اپنی جیب تھپتھپا کر خوش ہوتے ہوئے بولا "میں بڑے مزے کی موت مروں گا۔ میرے اس زخمی ساتھی کو اٹھوا کر ہیلی کاپٹر کے اندر پہنچا دیں۔ تاکہ یہ معلوم ہوجائے کہ فرہاد کو لے جایا جارہا ہے۔"

یہی کیا گیا۔ اس زخمی کو اٹھا کر ہیلی کاپٹر کے اندر پہنچا دیا گیا۔ سی سرپنٹ کی ہدایت کے مطابق کسی نے ہیلی کاپٹر کو اندر آنے سے نہیں روکا تھا۔ اس کا پائلٹ زخمی فرہاد علی تیمور کا انتظار کررہا تھا۔ جب ایک زخمی کو وہاں پہنچا دیا گیا اور سیکرٹ سروس کا ایک ایجنٹ بھی اسے نظر آیا، تو وہ مطمئن ہوگیا۔ اسے اچھی طرح تاکید کی گئی تھی کہ فرہاد علی تیمور کو دیکھ، سمجھ کر لائے۔ چنانچہ ہیلی کاپٹر کی پرواز سے پہلے اس نے ایجنٹ سے کہا۔ "مجھے تم پر اعتماد ہے۔ پھر بھی میں فرہاد کی صورت دیکھنا چاہتا ہوں۔"

جس کی جیب میں ٹائم بم رکھا ہوا تھا اس نے ریوالور کا رُخ پائلٹ کی طرف کرتے ہوئے کہا "مجھ پر بھروسہ کرو اور فوراً اسے اڑا کر لے چلو ورنہ ہم مصیبت میں پھنس جائیں گے۔ دیر کروگے تو میں تمھیں گولی ماردوں گا اور اس ہیلی کاپٹر کو خود لے جاؤں گا۔"

پائلٹ نے اسے گھور کر دیکھا۔ پھر وہاں سے پرواز کر گیا۔ میں ہال نما کمرے میں بیٹھا ہوا تھا۔ سی سرپنٹ وغیرہ باہر ہیلی کاپٹر کو پرواز کرتے دیکھ رہے تھے۔ وہ سب دوڑتے ہوئے چھتوں پر پہنچ گئے۔ اب ہیلی کاپٹر سمندری حصے پر پرواز کررہا تھا۔ اسے جنگی بحری جہاز والے بھی دیکھ رہے ہوں گے۔ وہ ہیلی کاپٹر ان کی نظروں میں بھی ہوگا جو قلعے کو خشکی کے راستے چاروں طرف سے گھیر رہے تھے۔

سی سرپنٹ بار بار اپنی گھڑی دیکھ رہا تھا۔ ٹھیک بارہ بج کر پانچ منٹ پر ایک زبردست دھماکے کی آواز ہوئی اور ہیلی کاپٹر کے پرخچے اڑ گئے۔ وہ ٹکڑے ہوکر سمندر کی گود میں جارہا تھا۔ میں فوراً ہی بحری جہاز کے کپتان کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ دوربین آنکھوں سے لگا کر اس ہیلی کاپٹر کا انجام دیکھ رہا تھا۔

کپتان کے دماغ نے بتایا کہ وہ ابھی تھوڑی دیر پہلے جانے کیسے چند لمحوں کے لیے غائب دماغ ہوگیا تھا۔ ایسا کیوں ہوا، یہ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کیا اپنی اس کیفیت کا اظہار سپر ماسٹر کے سامنے کرے۔ کیا اس سے رابطہ قائم کرے۔

اور رسونتی اسے ایسا کرنے سے روک رہی تھی۔ اس نے میری ہدایت کے مطابق اپنا کام انجام دے دیا تھا۔ چھ عدد ٹائم بم بحری جہاز کے نچلے حصے میں جہاں اس کا بھاری بھرکم انجن کام کررہا تھا، وہیں انھیں مختلف مقامات پر رکھوا دیا تھا اور ان کی بلاسٹنگ کے لیے بارہ بج کر پندرہ منٹ کا وقت مقرر کردیا تھا۔

میں نے رسونتی سے کہا "تم نے اپنا کام بخیر و خوبی انجام دیا ہے۔ ابھی دس منٹ تک اس کے دماغ میں رہنا ہوگا۔ دھماکہ ہوتے ہی تمھارا کام ختم ہوجائے گا۔"

"تم میری فکر نہ کرو۔ اپنی جگہ موجود رہ کر اپنا خیال رکھو۔"

میں نے سی سرپنٹ کے پاس پہنچ کر کہا "تم قلعے کے ان بڑے دروازوں کی طرف اسپیکر کے ذریعے اپنی آواز سناؤ اور وہاں گھیرا ڈالنے والوں سے کہو، ابھی انھوں نے ایک ہیلی کاپٹر کی تباہی دیکھی ہے، چند منٹ کے بعد ایک اور دھماکہ سنیں گے۔ اگر وہ اپنی سلامتی چاہتے ہیں تو فوراً یہاں سے کوچ کر جائیں۔"

سی سرپنٹ میری ہدایت کے مطابق مائیکروفون کے پاس گیا اور بلند آواز سے وہی کہنے لگا جو میں نے سمجھایا تھا۔ اس نے یہ اعلان دوبارہ کیا۔ تیسری بار میں نے اس سے کہا "تم ان لوگوں کو وارننگ دو جو تمھارے قلعے کے اندر جاسوسی کر رہے ہیں۔"

اس نے مائیکروفون کے ذریعے کہا "میں قلعے کے اندر اپنے وفاداروں اور غداروں دونوں کو مخاطب کررہا ہوں۔ انھوں نے دیکھا ہے کہ یہاں سے میرے وہ دو آدمی گئے جو برسوں سے میری وفاداری کی قسمیں کھاتے تھے لیکن ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان کا راز فاش ہوگیا۔ وہ اسرائیلی ایجنٹ تھے

اور فرہاد کو یہاں سے لے جانا چاہتے تھے۔ ان کا انجام تم سب نے دیکھ لیا۔ اب میں باقی غداروں کو وارننگ دے رہا ہوں۔ اگر انھوں نے خود یہاں آکر اپنے آپ کو ظاہر نہ کیا تو فرہاد علی تیمور انھیں بے نقاب کرنا اور انھیں اذیت ناک سزائیں دینا جانتا ہے۔" اعلان ختم ہوا۔

اعلان ختم ہوتے ہی سی سرپنٹ ایک دم سے اچھل کر فرش پر گر پڑا۔ اتنے زبردست دھماکے کی آواز سمندر کی طرف سے آئی تھی جیسے زلزلہ آگیا ہو۔ سمندر کی لہریں جیسے سیکڑوں فٹ اونچی ہوگئی تھیں۔ ٹاور کے کنٹرول روم سے چیخ چیخ کر کہا جارہا تھا۔ سی سرپنٹ کو مخاطب کیا جارہا تھا "سر، وہ جنگی بحری جہاز جو ہماری طرف آرہا تھا اچانک ہی زبردست دھماکوں کے ساتھ تباہ ہوگیا ہے۔ وہ ایسے پانی میں گم ہورہا ہے جیسے کبھی مکمل جہاز نہ تھا۔ صرف اس کا کچھ حصہ دکھائی دے رہا ہے، اب وہ بھی ڈوبنے والا ہے۔"

سی سرپنٹ فرش پر بیٹھا تھر تھر کانپ رہا تھا اور خوفزدہ نظروں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی "میرے سامنے کون کھڑا ہوا ہے؟ کیا یہ انسان ہے؟ یہ زلزلہ ہے، طوفان ہے یا ایسا ملک الموت ہے جو خاموشی سے نہیں، دھماکوں کے ساتھ آتا ہے اور انسانی اعصاب کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیتا ہے۔"

میں دشمنوں کے دلوں میں یہ دہشت بٹھا چکا تھا کہ فضائی راستوں سے اور بحری راستوں سے آنے والوں کا کیا انجام ہوسکتا ہے۔ اب خشکی کے راستے سے جو مجھے گھیرنے کے لیے آئے ہوئے تھے، ان سے نمٹنا رہ گیا تھا اور ان سے نمٹنے کے کئی ذرائع تھے۔ سب سے پہلے میں رسونتی کے پاس پہنچا۔ وہ سونیا کے ساتھ مصروف تھی۔ مختلف ممالک اور مختلف تنظیموں کے نمائندہ لوگوں سے اہم معاملات پر گفتگو ہورہی تھی۔ وہ معاملات کچھ تو مجھ سے متعلق تھے اور کچھ رسونتی کی فرضی موت سے۔ جب میں وہاں پہنچا تو سونیا ماسک مین کے ایک باس سے ٹرانسمیٹر پر گفتگو کررہی تھی۔ میں نے کہا "اس سے کہہ دو، اگر اس کے آدمی قلعے کا محاصرہ کرنے سے باز نہ آئیں گے تو ٹھیک بیس منٹ کے اندر اس کے ملک کو اتنا زبردست نقصان پہنچے گا، جو ان کے لیے ناقابل برداشت ہوگا۔"

جواباً کہا گیا "مادام سونیا، ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ ڈیمور میں سی سرپنٹ کے قلعے کو ہمارے آدمیوں نے نہیں گھیرا ہے۔"

سونیا نے کہا "بیروت میں تمھاری تنظیم کا جو باس ہے، مجھے اس کا نام بتاؤ۔ اور اس سے رابطہ قائم کراؤ۔"

"میں ابھی ماسک مین سے اس سلسلے میں بات کرتا ہوں کیونکہ مختلف ممالک میں ہمارے جو باس ہیں ان سے میرا ذاتی رابطہ نہیں ہے۔ یہ میں ماسک مین کے ذریعے ہی کرا سکتا ہوں۔ پلیز ویٹ اے منٹ۔"

تھوڑی دیر کے لیے خاموشی چھا گئی۔ اس کے بعد پھر اس کی آواز سنائی دی "ہمارے ماسک مین کا کہنا ہے کہ ان دنوں بیروت میں ہمارا کوئی باس نہیں ہے۔ جب سے خانہ جنگی چھڑی ہے، اس وقت سے ہم نے اپنے باس کو وہاں سے ہٹا لیا ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ اس باس کو معطل کردیا ہے اب تک وہاں کسی کی تقرری نہیں ہوئی ہے۔"

میں بابا صاحب کے ہیڈ آف دی ڈپارٹمنٹ شیخ الفارس غلام حسین البرقی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ انھیں مخاطب کیا تو وہ حیرانی سے بولے "فرہاد کیا واقعی تم ہو؟"

"جی ہاں، میں ابھی اپنے متعلق زیادہ گفتگو نہیں کرسکتا۔ آپ فوراً اپنے ادارے کے ریکارڈ روم جائیں یا وہیں سے ریکارڈ روم والوں سے رابطہ قائم کریں۔ میں ان کے دماغ میں پہنچ جاؤں گا۔"

"تم کیا معلوم کرنا چاہتے ہو؟"

"میں ماسک مین، سپر ماسٹر اور دوسرے ممالک کے اہم نمائندوں کی آوازیں سننا چاہتا ہوں۔ آپ کے ہاں تمام آوازوں کے کیسٹ اور ان سے متعلق دستاویزی فلمیں موجود ہیں۔"

شیخ الفارس نے فون کے ذریعے ریکارڈ روم کے انچارج سے رابطہ قائم کیا۔ پھر اس سے کہا "مسٹر فرہاد علی تیمور تم سے رابطہ قائم کرنے والے ہیں۔ ان کے حسبِ منشا معلومات فراہم کرو۔"

"جی بہت اچھا۔"

میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا "میں بیروت کے باس کی آواز سننا چاہتا ہوں۔"

وہ ایک میز کے پاس پہنچا۔ وہاں ایک کرسی پر آرام سے بیٹھ کر اس نے کمپیوٹر کو ہینڈل کرنے کا ایک انسٹرومنٹ نکالا۔ پھر اس نے سامنے والے اسکرین کو آن کردیا۔ اس کے بعد انسٹرومنٹ کے ذریعے معلومات حاصل کرنے لگا۔ سامنے اسکرین پر معلومات فراہم ہورہی تھیں۔ میں نے کہا "میں تمھارے دماغ کے ذریعے اسے پڑھ رہا ہوں۔"

اسکرین پر لکھا ہوا تھا "لوئیس مارٹن اب سے ڈیڑھ برس پہلے بیروت سے جاچکا ہے۔ وہ ماسک مین کی تنظیم کے

باس کے عہدے سے سبکدوش ہو چکا تھا۔"

ریکارڈ روم کے انچارج نے انسٹرومنٹ کو پھر آپریٹ کیا۔ اس کے مطابق کمپیوٹر بتانے لگا۔ اسکرین پر تحریر نمودار ہونے لگی۔ وہاں لکھا ہوا تھا "لوئیس مارٹن سے تعلق رکھنے والا آوازوں کا کیسٹ، روم نمبر تھری، ریک نمبر فورٹین اور لاکر نمبر نائین میں ہے۔"

انچارج نے کمپیوٹر کو آف کیا۔ انسٹرومنٹ کو وہاں رکھا۔ پھر روم نمبر تھری میں پہنچا۔ وہاں ریک نمبر فورٹین کے اس لاکر میں جس کا نمبر نائن تھا، وہ کیسٹ رکھا ہوا تھا۔ اس نے لاکر کو کھول کر وہ کیسٹ نکالا۔ پھر ایک ریکارڈر میں رکھ کر اسے آن کر دیا۔ چند لمحوں کے بعد ہی مجھے لوئیس مارٹن کی آواز سنائی دی۔ وہ اب سے ڈیڑھ برس پہلے بیروت میں ماسک مین کی طرف سے باس مقرر کیا گیا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا میں سن رہا تھا۔ پھر میں نے اس کے لب و لہجے کو پوری طرح گرفت میں لے کر اس کے دماغ کی طرف چھلانگ لگائی، وہ مجھے مل گیا۔ میں نے واپس آکر انچارج سے کہا "شکریہ، اسے بند کر دو۔ میں نے لوئیس مارٹین کے دماغ کو ٹریس کر لیا ہے۔ ضرورت ہوگی تو تمھارے پاس آؤں گا۔"

انسانی دماغ خواہ مخواہ وہ باتیں نہیں سوچتا جو ہم سننا چاہتے ہیں۔ انھیں اس بات کی طرف مائل کرنا پڑتا ہے۔ تب مطلوبہ سوچ کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ جب اس سلسلے کی پہلی کڑی ملی تو لوئیس مارٹن کے دماغ نے اسی کے مطابق بتانا شروع کیا۔ وہ واقعی ڈیڑھ برس پہلے باس کے عہدے سے سبکدوش کر دیا گیا تھا۔ اسے کسی بھی ملک میں جا کر ایک پُرامن شہری کی طرح خاموش زندگی گزارنے کی ہدایت کی گئی تھی۔ کیونکہ لبنان میں خانہ جنگی کی ابتدا میں ماسک مین کی طرف سے بڑے ممالک کے سربراہوں اور خطرناک تنظیموں تک خفیہ طور پر یہ بات پہنچا دی گئی تھی کہ ماسک مین یا اس کا کوئی آدمی وہاں کی خانہ جنگی میں کوئی رول ادا نہیں کرے گا۔

لیکن وہ ایسا کر رہے تھے۔ وہ لبنان کے متحارب گروہوں میں مختلف صورتوں میں گھسے ہوئے تھے۔ سنّی ملیشیا میں سنّی بن کر، شیعہ ملیشیا میں شیعہ بن کر اور مارونی اور غیر مارونی عیسائیوں میں ان کے بھائی اور ہمدرد بنے ہوئے تھے لیکن یہ تمام تخریبی کارروائیاں وہ ماسک مین کی تنظیم کے نام سے نہیں کر رہے تھے۔ اس تنظیم کے تمام افراد لبنان سے یا تو جا چکے تھے یا دور افتادہ دیہاتوں میں پُرامن باشندوں کی طرح زندگی گزار رہے تھے۔ جو لوگ یہ کام کر رہے تھے وہ بالکل نئے تھے اور ان کے لیڈر کا نام، پتا ٹھکانہ لوئیس مارٹن کو نہیں معلوم تھا۔

میں سوچنے لگا۔ کچھ عرصہ پہلے شہر روم میں جب کاہل تنظیم کے سربراہ، سابقہ ماسک مین اور سابقہ سپر ماسٹر کا خفیہ اجلاس ہوا تھا، اس وقت میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان کے درمیان موجود تھا۔ اب وہ سابقہ ماسک مین نہیں رہا تھا۔ اس کی جگہ نیا آدمی آگیا تھا۔ اب سپر ماسٹر بھی نیا آگیا تھا لیکن میں اس کے دماغ میں پہنچ سکتا تھا۔ میں نے پرانے ماسک مین کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ اس کے دماغ نے بتایا کہ لبنان میں ماسک مین کی تنظیم نہیں ہے۔ دوسری صورت میں ہے لیکن ماسک مین کی تنظیم کو الزام نہیں دیا جا سکتا۔ وہ چونکہ کچھ عرصے پہلے تک ماسک مین رہ چکا تھا، اس لیے اسے معلوم تھا کہ اب وہ نیا لیڈر رجو ریڈ پاور۔۔۔ کی تنظیم سے ہٹ کر اس کے لیے کام کر رہا تھا، اس کا نام العطش تھا۔ وہ ایک فولاد کے کارخانے کا مالک تھا۔ لبنان میں اس کی مقامی سرمایہ دار کی حیثیت سے شہرت تھی۔ وہاں کے حکام، دوسرے اعلیٰ افسران اور خصوصاً پولیس والے اس کی عزت بھی کرتے تھے۔ اس کے سامنے جھکتے بھی تھے۔ آدمی پر جب زیادہ بوجھ ہو تب وہ جھکتا ہے۔ العطش ان کے سروں پر نوٹوں کی گٹھریاں رکھتا تھا۔

میں نے عزت علی کو مخاطب کیا۔ اس نے کہا "بھائی تم کہاں ہو۔ کچھ تو اپنا پتا ٹھکانہ بتاؤ۔ جہاں کہیں زبردست دھماکے ہوتے ہیں وہاں تمھاری یاد آتی ہے۔ ابھی ابھی رپورٹ ملی ہے کہ ڈیمور کے قلعے کے پاس ایک بحری جہاز دھماکے سے تباہ ہو گیا۔ اس سے پہلے ایک ہیلی کاپٹر میں بھی دھماکہ ہوا اُس کے بھی چیتھڑے اڑ گئے۔ کیا تمھارے بارے میں جو خبر گشت کر رہی ہے وہ درست ہے؟"

"میں اس وقت ڈیمور کے اسی ساحلی قلعے میں موجود ہوں۔ تم سے بہت جلد ملاقات کروں گا۔ فی الحال میرا ایک کام کرو۔ بیروت میں ایک بہت بڑا مقامی سرمایہ دار ہے۔ اس کا نام العطش ہے۔ اس کا فون نمبر معلوم کر کے فوراً رابطہ قائم کرو۔ میں تمھارے ذریعے اس کے دماغ میں پہنچنا چاہتا ہوں۔"

اس نے ٹیلیفون ڈائرکٹری کو کھولتے ہوئے کہا "اگر العطش کوئی مجرم ہے تو وہ کسی تہہ خانے میں جا کر چھپ گیا ہوگا۔ جب سے میں نے یہاں چھاپے مارنے شروع کیے ہیں، ایک زلزلہ سا آگیا ہے۔ تمام مجرم ایسے غائب ہو گئے ہیں جیسے پہلے یہاں کبھی تھے ہی نہیں۔ میرا خیال ہے مجرموں نے اس قلعے کے اطراف ڈیرا ڈال ہے۔ میرا انتظار کر رہے ہیں کہ میں باہر نکلوں یا پھر وہ کسی طرح قلعے میں داخل ہو سکیں۔"

"کہو تو میں آجاؤں؟"

"آسکتے ہو مگر ہیلی کاپٹر میں۔ تاکہ ہمیں قلعے کا گیٹ کھولنا پڑے۔ میں یہاں سی سرجنٹ سے کہہ دیتا ہوں یہ آدمی تمھارا استقبال کریں گے۔"

اتنی دیر میں اس نے فون نمبر معلوم کر کے ریسیور کو اٹھایا پھر نمبر ڈائل کیے۔ تھوڑی دیر بعد ہی کسی عورت کی آواز سنائی دی۔ یقیناً وہ اُس کی سکریٹری ہوگی۔ عزت علی نے کہا "میں مسٹر العطش سے ملنا چاہتا ہوں۔ بہت ضروری کام ہے۔"

"آپ کون ہیں؟"

"العطش سے صرف اتنا ہی کہنا کہ پولیس کا ایک آفیسر ہے۔ نام نہیں بتا سکتا۔ ویسے العطش سے میرے خاص مراسم ہیں۔ عزت علی کے متعلق بہت ضروری اطلاع دینا چاہتا ہوں۔"

اسے تھوڑی دیر انتظار کرنے کے لیے کہا گیا۔ پھر ایک مردانہ آواز سنائی دی "ہیلو، میں العطش ہوں۔ کیا کہہ رہے ہو؟"

"اب تک تو خیریت ہے لیکن یہ عزت علی، تمام جرائم پیشہ کو تنکوں کی طرح اڑائے لیے جا رہا ہے۔ میری اطلاع کے مطابق وہ آپ کے پیچھے بھی پڑ گیا ہے۔ کچھ ضروری معلومات حاصل کر رہا ہے۔"

میں اتنی دیر میں العطش کے دماغ میں پہنچ کر تصدیق کر چکا تھا۔ میرا اندازہ درست تھا۔ میں نے عزت علی سے کہا "فون بند کر دو۔ میرا کام بن گیا۔"

میں اس کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ہیلو ہیلو کہہ رہا تھا۔ لیکن عزت علی ریسیور رکھ چکا تھا۔ اس نے بھی ریسیور کو کریڈل پر پٹختے ہوئے سوچا "اونہہ، عزت علی میرے پیچھے پڑ گیا ہے کیا بگاڑ لے گا۔ میرے خلاف کوئی ثبوت نہیں ہے۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "سنا ہے ڈاکٹر ولیم برک کو بھی خود پر بڑا ناز تھا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ کوئی اس کے خلاف ثبوت فراہم نہیں کر سکتا۔ اس نے جہاں بھی اپنی اہم دستاویزات چھپا رکھی تھیں، عزت علی وہاں تک پہنچ گیا تھا۔"

وہ پریشانی سے سوچتا ہوا اپنے ایک پرائیویٹ کمرے میں پہنچا۔ دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی، وہاں اس کی اہم دستاویزات بھی ہیں اور ایک ٹرانسمیٹر بھی ہے جس کے ذریعے وہ براہِ راست ماسک مین سے رابطہ قائم کرتا ہے۔ یہ سوچ پڑھتے ہی میرا دل خوشی سے دھڑکنے لگا۔ میں نے اس کی سوچ میں پوچھا "یہ تو کبھی ہو نہیں سکتا کہ ماسک مین اپنے کسی ماتحت سے رابطہ قائم کرے۔"

"میں کوئی ماتحت نہیں ہوں۔ میں لبنان کا سب سے بڑا سرمایہ دار ہوں۔ پھر یہ کہ ماسک مین کی دکھتی رگ میرے ہاتھ میں ہے۔ اس نے ریڈ پاور کی تنظیم کو لبنان سے رخصت کر کے یہ ثابت کر دیا ہے کہ یہاں کی خانہ جنگی میں اس کا ہاتھ نہیں ہے حالانکہ میں اس کا دستِ راست ہوں۔ میرے متعلق صرف سابقہ ماسک مین جانتا ہے۔ اس کے سوا ریڈ پاور کی تنظیم کا ایک بھی باس میرے متعلق کچھ نہیں جانتا اور سابقہ ماسک مین پر تو موجودہ ماسک مین کو بھروسہ کرنا ہی پڑے گا۔ وہ سابقہ ماسک مین اپنے عہدے سے سبکدوش ہونے کے بعد کہاں گیا۔ کیا کر رہا ہے، یہ کوئی نہیں جانتا۔ اپنے عہدے سے ریٹائر ہونے والے یا سبکدوش ہونے والے افسران اپنے محکمے کا راز اپنے سینے میں دفن رکھنا جانتے ہیں۔ لہٰذا مجھ تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ اس اعتماد سے ماسک مین مجھ سے رابطہ قائم کرتا ہے۔"

اس کے سوچنے کے دوران ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم ہو چکا تھا۔ دوسری طرف سے کوڈ ورڈز پوچھے گئے۔ اس نے کوڈ ورڈز ادا کرنے کے بعد کہا "میں ہوں العطش۔ ماسک مین سے کہو فوراً مجھ سے رابطہ قائم کرے۔"

چند ساعتوں کے بعد ہی کسی کی آواز سنائی دی۔ اس کے دماغ میں پہنچنے کے بعد پتا چلا، وہ ماسک مین ہے۔ یہ تو کمال ہو گیا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا، اتنی آسانی سے اس کے دماغ تک پہنچ جاؤں گا۔ دوسری طرف العطش کہہ رہا تھا "میں پہلے ہی اعتراض کر رہا تھا کہ ہمیں ڈیمور کے قلعے کا محاصرہ نہیں کرنا چاہیے! اس طرح میں یا میرے آدمی عزت علی کی نظروں میں آجائیں گے۔ ابھی مجھے اطلاع ملی ہے کہ وہ میرے پیچھے پڑ گیا ہے اور میرے متعلق معلومات حاصل کر رہا ہے۔"

ماسک مین نے کہا "گاڈ ڈیم اٹ۔ یہ عزت علی مصیبت بن گیا ہے۔ ویسے کچھ کچھ سمجھ میں آ رہا ہے۔ اگر اس قلعے میں فرہاد موجود ہے۔ جیسا کہ دو دھماکوں سے ثابت ہو رہا ہے تو اسی نے عزت علی کو بلایا ہوگا ورنہ وہ اچانک لبنان پہنچے اور ڈاکٹر ولیم برک کے تمام اہم اڈوں پر چھاپے مارے، یہ ممکن نہیں ہے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہی اتنی گہری معلومات رکھ سکتا ہے۔"

"آپ ڈاکٹر ولیم برک کو جہنم میں بھیجیے۔ کیا عزت علی ہمارے

ان آدمیوں کے ذریعے مجھ تک نہیں پہنچ سکتا؟"

"ہاں، اب خطرہ لاحق ہوگیا ہے۔ وہ ایک کڑی سے دوسری کڑی ملاتا ہوا تم تک پہنچ جائے گا۔ بہتری اسی میں ہے کہ محاصرہ توڑ دو۔ اپنے آدمیوں کو واپس بلالو۔"

ان کا رابطہ ختم ہوگیا۔ یہ آدمی بھی عجیب چیز ہے۔ اپنے آپ کو اپنی دیواروں کے پیچھے چھپا لیتا ہے۔ سمجھتا ہے، اب کوئی اسے نہیں دیکھے گا۔ بالکل خرگوش کی سی فطرت ہے۔ وہ خطرے کے وقت عادتاً اپنا منہ کہیں چھپا لیتا ہے اور سمجھتا ہے شکاری سے چھپ گیا ہے۔ شکاری اسے نہیں دیکھ رہا ہے۔ بزدل لوگ خطرے کے وقت جانے کیوں آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔ سمجھتے ہیں آنکھیں بند کرکے وہ کسی کو نہیں دیکھ رہے ہیں اس لیے خطرات بھی انھیں نہیں دیکھ رہے ہیں۔ گنہگار گناہ کرتے وقت سوچتے ہیں، دروازے بند ہیں، کھڑکیاں بند ہیں، چاروں طرف اندھیرا ہے، خدا بھی نہیں دیکھ رہا ہے۔ وہ اپنی حماقت کو بڑے یقین کے ساتھ ذہانت سمجھتے ہیں اور خدا انھیں سمجھاتا ہے۔ تم مجھ سے کہاں چھپوگے۔ تمھیں تو مچھر بھی اندھیرے میں ڈھونڈ لیتے ہیں۔

انسان انسان سے اس لیے نہیں چھپ سکتا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے علوم کا سمندر دیا ہے۔ دنیا جہان کی ذہانت اس کے حصے میں آئی ہے۔ وہ کسی نہ کسی ہنر سے خفیہ باتیں معلوم کرلیتا ہے۔ وہ خلائی راکٹوں میں بیٹھے تب بھی اسکرین پر نظر آئے گا۔ زمین کی تہہ میں چلا جائے تب بھی اسے ڈھونڈا جا سکتا ہے۔ علم کی انتہا ٹیلی پیتھی نہیں ہے۔ جانے انسان ابھی اور کتنے علوم حاصل کرے گا جو حیرت زدہ کردینے کے لیے کافی ہوں گے۔ دنیا کا ہر علم چھپے ہوئے خزانوں کو، چھپی ہوئی ذہانت کو اور چھپے ہوئے انسانوں کو نمایاں کرنے کے لیے ہوتا ہے۔

آخر ماسک مین بھی بے نقاب ہوگیا لیکن میں نے اس کو مخاطب نہیں کیا۔ العطش اپنے ایک دستِ راست سے رابطہ قائم کرکے باتیں کررہا تھا۔ وہ دستِ راست قلعے کے باہر اپنے مسلح آدمیوں کے ساتھ پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔ اس کے ذریعے میں نے معلوم کیا، وہاں دور دور تک خیمے نظر آرہے تھے۔ مختلف ممالک کے یا تنظیموں کے لوگ صرف اس مقصد سے وہاں موجود تھے کہ میں قلعے کے باہر نہ آؤں یا دوسرے لفظوں میں خشکی کے راستے کسی دوسری جگہ نہ جاسکوں۔ اگر ہیلی کاپٹر وغیرہ کے ذریعے جاؤں گا تو فضائی راستے سے روکنے کے لیے دوسرے انتظامات کیے گئے تھے۔ اسی طرح بحری راستوں پر بھی ناکہ بندی کی گئی تھی جس کا انجام انھوں نے دیکھ لیا تھا ——— اس کے باوجود ان کے خیالات پڑھ کر معلوم ہورہا تھا کہ وہ باز آنے والے نہیں ہیں۔ ایک بحری جہاز تباہ ہوا ہے۔ دوسرے کئی بحری جہاز مختلف سمتوں سے آنے والے تھے۔ اس طرح مجھے فضائی راستے سے روکنے کے لیے جاسوسی اور جنگی طیارے استعمال کیے جانے والے تھے۔

العطش نے اپنے دستِ راست کو حکم دیا تھا کہ وہ گھیراؤ ختم کردیں اور واپس آجائیں لیکن میں کب واپس جانے کا موقع دے سکتا تھا۔ میں اس کے دماغ پر قابض ہوگیا۔ اس نے خیمے سے باہر نکل کر دیکھا۔ تقریباً سو گز کے فاصلے پر دوسری پارٹی پڑاؤ ڈالے ہوئے تھی۔ میں اسے ذرا آگے لے گیا اس کے ساتھ تقریباً چھ مسلح آدمی تھے۔ ہر ایک کے پاس ہینڈ گرینڈ وغیرہ بھی تھے۔ پھر اس نے دوسری پارٹی کو بلند آواز سے مخاطب کرتے ہوئے کہا "میں تمھیں پہلے بھی کہہ چکا ہوں، یہاں صرف ہم رہیں گے۔ ہم فرہاد تک پہنچیں گے۔ تم لوگوں کو یہاں سے چلے جانا چاہیے۔ میں آخری وارننگ دے رہا ہوں۔"

اس آخری وارننگ کے سلسلے میں دوسری طرف سے گالیاں دی گئیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دستِ راست نے میری مرضی کے مطابق پہلا ہینڈ گرینڈ پھینکا۔ پھر اس کے حکم کے مطابق اس کے ساتھی بھی یہی کرنے لگے۔ دوسری طرف کے پڑاؤ میں دھماکے ہورہے تھے۔ جوابی کارروائی شروع ہو گئی۔ وہاں سے بھی ہینڈ گرینڈ پھینکے جانے لگے پھر مسلسل فائرنگ ہونے لگی۔

میرا کام بن گیا تھا۔ اب میں دوسرے پڑاؤ کی طرف وہی ہنگامے کرانا چاہتا تھا۔ اس کے لیے میں نے اس کے چار آدمیوں کے ساتھ اسے دوسری طرف دوڑا دیا۔ صرف ایک کا دماغ میرے قابو میں تھا۔ باقی اس کے حکم کی تعمیل کر رہے تھے۔ وہاں بھی یہی سلسلہ ہوا۔

تیسرے پڑاؤ کی طرف سے چیخ چیخ کر کہا جارہا تھا "یہ کیا حماقت ہے۔ آپس میں ٹکرانا بند کرو۔ ورنہ ہم میں سے کوئی بھی زندہ نہیں بچے گا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی دستِ راست نے ایک ہینڈ گرینڈ اسی کی جانب پھینکا۔ وہ ہینڈ گرینڈ گویا ایک چنگاری تھی اس کے بعد شعلے بھڑکتے چلے گئے۔ ایک کیمپ سے دوسرے کیمپ اور دوسرے کیمپ سے تیسرے کیمپ

رجے تھے کیمپ میں یہی ہنگامے شروع ہوئے۔ اب کوئی سی کو روک نہیں سکتا تھا۔ جو لوگ اپنے بچاؤ کی خاطر ہاں سے فرار ہونا چاہتے تھے، دوسرے ان کا تعاقب رتے تھے۔ نتیجے کے طور پر فرار ہونے والے پلٹ کر حملہ رتے تھے، جوابی حملہ لازمی ہوجاتا تھا۔ ڈیمور شہر کی پولیس ہاں پہلے ہی پہنچی ہوئی تھی۔ غیر قانونی کیمپنگ کے سلسلے میں ن کا محاصرہ کرنے کے بعد ناکام واپس چلی گئی تھی۔ اس کے بعد فوج آئی تھی لیکن ایسے وقت آئی تھی جب ہنگامے شروع ہوچکے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ فوج کو بھی اپنی حفاظت کی در انھیں باز رکھنے کی خاطر فائرنگ کرنی پڑی۔

فوج کامیاب ہوگئی۔ پینتالیس منٹ کے اندر ہنگامے سرد پڑ گئے۔ سرد اس لیے پڑ گئے کہ ہنگامہ کرنے والے سرد پڑ گئے تھے۔ اب وہاں لاشیں ہی لاشیں نظر آرہی تھیں۔ زندہ بچنے والے فرار ہوگئے ہوں گے یا فوجیوں کی حراست میں ہوں گے۔

تھوڑی دیر بعد ہی ہمیں ٹرانسمیٹر کے ذریعے اطلاع لی کہ فوجی افسران قلعے کا دروازہ کھولنے کا حکم دے رہے ہیں اور فرہاد سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے ان فوجی افسران کی آوازیں سنیں۔ پھر ٹرانسمیٹر کے ذریعے کہا۔ "ان سے کہو، بحری جہاز، ہیلی کاپٹر اور قلعے کے اطراف ہونے والی تباہیوں کو پیشِ نظر رکھیں اور چپ چاپ اپنی بیرکوں میں واپس چلے جائیں ورنہ کوئی بھی زندہ واپس نہیں جاسکے گا۔ فرہاد نے اگر ضروری سمجھا تو خود ان کے پاس آکر ملاقات کرے گا۔ فی الحال قلعے کے باہر کوئی مسلح شخص نظر نہ آئے۔ یہ وارننگ صرف آدھے گھنٹے کے لیے ہے۔ اس کے بعد وہاں پایا جانے والا ہر مسلح شخص اپنے ہی ہتھیار سے خودکشی کرے گا۔"

میں عزت علی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ میرے پاس آنے کے لیے اپنے ہیلی کاپٹر میں جانا چاہتا تھا لیکن لبنان کے کئی افسران نے اس کا محاسبہ شروع کردیا۔ کسی نے پوچھا۔ "تم وہاں کیوں جارہے ہو؟ کیا فرہاد تمھیں اس قلعے میں آنے کی اجازت دے گا؟"

کسی نے پوچھا "اگر اجازت دے گا تو کیا اس سے تمھاری دوستی ہے؟ تمھارے اس سے دیرینہ تعلقات رہے ہیں؟"

یہ ایسے سوالات تھے جن کا صحیح جواب وہ نہیں دے سکتا تھا۔ اگر وہ کہتا کہ فرہاد سے دوستی ہے تو یہ بات کھل کر سامنے آجاتی کہ رسونتی اور سونیا اسی انٹرپول کے آفیسر کی مدد سے اپنے بچوں کو نیپال کی سرحد سے نکال لانے میں کامیاب ہوگئی تھیں۔ اس نے جواب دیا "فرہاد سے دوستی تو دور کی بات ہے، میں نے آج تک اس کی صورت نہیں دیکھی۔ اس کی آواز نہیں سنی اور بھلا سن بھی کیسے سکتا ہوں۔ شاید آپ لوگوں کو یہ نہیں معلوم کہ میں یوگا کا ماہر ہوں۔ فرہاد کی ٹیلی پیتھی مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ میں وہاں جاؤں گا تو وہ مجھ سے دشمنی نہیں کرسکے گا۔ دوستی ہی کرنا چاہے گا۔"

"کیا تم اسے کسی طرح یہاں لاسکوگے؟"

"میری پوری کوشش یہی ہوگی۔ میں جاؤں گا اور تقریباً دو چار گھنٹے میں واپس آجاؤں گا۔ آپ لوگ جانتے ہی ہیں، میں شام چار بجے کی فلائٹ سے لبنان چھوڑ دوں گا۔"

ایک آفیسر نے کہا "مسٹر عزت علی، میرے پاس بھی ایک ایسا شخص ہے جو یوگا کا ماہر ہے۔ فرہاد کی ٹیلی پیتھی اسے نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ لہٰذا آپ اسے بھی اپنے ساتھ لے جائیں۔ وہ آپ کے بہت کام آئے گا۔"

میں نے فوراً ہی اس آفیسر کے دماغ میں چھلانگ لگائی وہ بلیک شیڈو کا آدمی تھا۔ بلیک شیڈو ہر ماہ اسے اتنی رقم دیتا تھا جس کے عوض وہ انٹیلی جنس کا آفیسر اسے اپنے محکمے کی تمام خفیہ باتیں بتاتا رہتا تھا۔ میں نے اس شخص کے لب و لہجہ کو اچھی طرح یاد کرلیا۔ ادھر عزت علی نے جواب دیا "مجھے افسوس ہے، میں آپ کے کسی بھی یوگا ماسٹر کو اپنے ساتھ نہیں لے جاسکوں گا۔ پہلی بات تو یہ کہ میں جہاں جاتا ہوں، اپنی ٹیم کے ساتھ جاتا ہوں۔ ہیلی کاپٹر میں میری پوری ٹیم کے لیے گنجائش نہیں ہے صرف پانچ آدمی میرے ساتھ جارہے ہیں۔"

"مسٹر عزت علی! آپ جہاں بھی جاتے ہیں وہاں کی انٹیلی جنس اور پولیس والوں کا تعاون حاصل کرتے ہیں۔ آپ کا فرض ہے کہ آپ یہاں کی انٹیلی جنس سے بھی تعاون کریں۔"

"فرہاد علی تیمور اگر کوئی مجرم ہوتا اور آپ کے ملک کو کسی طرح نقصان پہنچاتا تو میں آپ کے ساتھ ضرور تعاون کرتا۔ آپ مجھے جواب دیں، کیا اس نے یہاں کے کسی قانون کے محافظ کو قتل کیا ہے۔ حکام میں سے کسی کے دماغ سے کھیلنے کی کوشش کی ہے یا اس حکومت کا کوئی راز چرا کر لے جارہا ہے آپ کوئی ایسا الزام اس کے خلاف عائد کریں۔ ثبوت پیش کریں میں اسے آپ کے سامنے حاضر کرنے کی کوشش کروں گا۔ کامیابی یا ناکامی خدا کے ہاتھ میں ہے۔"

"کیا یہ ثبوت کافی نہیں ہے کہ ابھی ابھی اس نے ایک

بحری جہاز کو اور ایک ہیلی کاپٹر کو تباہ کیا ہے۔ اسی کی ٹیلی پیتھی کے باعث قلعے کے اطراف سیکڑوں لوگ مارے گئے ہیں۔"

عزت علی نے کہا "پہلی بات تو یہ کہ قلعے کے باہر جو لوگ مارے گئے' وہ ایک دوسرے کی گولیوں سے اور بموں کی بلاسٹنگ سے ہلاک ہوئے ہیں۔ کوئی ثبوت ایسا نہیں ملتا کہ فرہاد نے ٹیلی پیتھی کا کارنامہ دکھایا ہو۔ اگر بحری جہاز اور ہیلی کاپٹر تباہ ہوا ہے تو اس کا تعلق آپ کے ملک سے نہیں ہے۔ آپ صرف لبنانی انٹیلی جنس کے ایک آفیسر ہیں۔ میں بین الاقوامی انٹیلی جنس سروس کا ایک اہم نمائندہ ہوں۔ اس لیے بین الاقوامی طور پر فرہاد نے کسی بحری جہاز اور ہیلی کاپٹر کو نقصان پہنچایا ہے تو اس کا محاسبہ کرنے کا حق مجھے حاصل ہوتا ہے آپ کو نہیں۔ پلیز میرے کام میں مداخلت نہ کریں۔"

میں نے عزت علی سے کہا "تم اپنی ٹیم میں سے ایک ایسے شخص کو ساتھ لاؤ جو میرے قد و قامت کا ہو۔ میں اس کے روپ میں نکلنا چاہتا ہوں۔"

اس نے تائید کرتے ہوئے کہا "آپ کا یہ ملک چھوڑ دینا بہتر ہے۔ چار ممالک کے جنگی طیارے بیروت ائیرپورٹ پر اترنا چاہتے ہیں۔ لبنانی حکام سے ان کا رابطہ قائم ہے اور وہ یقین دلا رہے ہیں کہ لبنانی حکومت کو ان کے طیاروں سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ وہ جنگی طیارے صرف فرہاد کو فرار ہونے سے روکیں گے تاکہ وہ فضائی راستے سے کہیں نہ جا سکے۔"

"تم یہاں آ جاؤ۔ پھر اس سلسلے میں باتیں ہوں گی۔"

میں حدیقہ کی خبر لینے ان مجاہدین کے دماغوں میں پہنچنے لگا جو لیلیٰ کے گائڈ آفیسر کو قیدی بنا کر رکھنا چاہتے تھے۔ پتا چلا، انھوں نے اس آفیسر کو اپنی گرفت میں لے لیا ہے اور ایک جگہ اسے قید کر کے رکھا گیا ہے۔ لیلیٰ کو سارہ آئزک کی حیثیت سے اس لیے چھوڑ دیا گیا ہے کہ وہ ان کے اور اسرائیلی حکمرانوں کے درمیان رابطہ قائم کرائے گی۔ رابطہ قائم کرنے کے لیے ٹرانسمیٹر کی ایک فریکوئنسی طے پا گئی تھی۔ اب لیلیٰ اس سلسلے میں کیا کر رہی ہے' یہ میں بعد میں معلوم کر سکتا تھا۔

میں نے ایک مجاہد کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ حدیقہ ہمارے قلعے سے بہت دور ایک جگہ کھڑی ہوئی تھی۔ اس کے ساتھ پانچ مجاہدین تھے وہ اسے سمجھا رہے تھے "قلعے میں داخل ہونا تقریباً ناممکن ہے۔ وہ تمھارے لیے قلعے کا دروازہ کھلوائیں گے تو دشمن بھی داخل ہونے کی کوشش کریں گے۔"

جواب میں حدیقہ نے ایک چھوٹی سی پرچی لکھ کر دی۔

اس نے لکھا تھا "قلعے کے باہر جن لوگوں نے محاصرہ کیا تھا' وہ سب کے سب آپس کی فائرنگ سے ہلاک ہو چکے ہیں یا فرار ہو گئے ہیں۔ میں وہاں جاؤں گی تو میرے پیچھے کوئی نہیں ہوگا۔"

ایک مجاہد نے کہا "یہ ہماری خوش فہمی ہوگی۔ دشمن پتا نہیں کتنے بھیس میں چھپے ہوئے ہیں۔ کس طرح تاک میں لگے ہوئے ہیں۔ ہم فرہاد صاحب کی بھلائی چاہتے ہیں تو فی الحال ہمیں ان سے دور رہنا چاہیے۔"

میں نے اچانک اسے مخاطب کیا "حدیقہ! میں تمھارے ساتھی کی زبان سے فرہاد بول رہا ہوں۔ تمھارے ساتھی درست مشورہ دے رہے ہیں۔ تم اس قلعے میں آنا چاہو گی تو میرے لیے مشکلات بڑھ جائیں گی۔ نہ تم آ سکتی ہو نہ میں باہر نکل سکتا ہوں۔ کوشش کر رہا ہوں' کسی طرح اس علاقے کو چھوڑ دوں۔ بلکہ اس ملک سے چلا جاؤں۔"

میری یہ بات سنتے ہی اس نے چونک کر سر اٹھایا۔ وہ چادر کے گھونگھٹ میں تھی۔ ایسے گھونگھٹ میں جسے اس کا چاہنے والا بھی اٹھا نہ سکا۔ اس کی ایک جھلک نہ دیکھ سکا۔ اور تو اور ہلکی سی آواز بھی نہ سن سکا۔ اس وقت بھی میرے جانے کی بات سن کر وہ جانے کیا کچھ کہنا چاہتی تھی۔ اس نے دونوں ہاتھ سینے پر رکھ لیے تھے۔ اپنے دل کو سنبھال رہی تھی۔ اس کا محبوب کبھی زندگی میں اس طرح نہیں آیا تھا جس طرح میں آیا تھا۔ اور آ کر اس سے دور جا رہا تھا۔ اس کا ملک چھوڑ رہا تھا۔ ایسے میں اس کی کیا حالت ہو رہی ہوگی۔ وہ جانتی ہوگی' اس کا خدا جانتا ہوگا۔

میں نے کہا "میں تمھارے دماغ میں ہوتا تو تمھارے دل کی حالت جان سکتا۔ افسوس تمھارے قریب ہو کر بھی دور ہوں۔"

میں نے ایک ذرا توقف کے بعد کہا "تم نے دیکھا ہوگا یا سنا ہوگا' میں ایک جگہ بیٹھا دشمنوں کو تباہ کر رہا ہوں۔ انھیں وارننگ دے رہا ہوں کہ قلعے کا محاصرہ نہ کریں۔ اس کے باوجود وہ باز نہیں آ رہے ہیں۔ میری ٹیلی پیتھی سے بچ کر رہنے کی کوشش کرتے ہوئے محاصرہ کرنے کے منصوبوں پر چپ چاپ عمل کر رہے ہیں۔ میری معلومات کے مطابق سمندری راستے سے ابھی کئی بحری جہاز اِدھر آنے والے ہیں۔ فضائی راستوں کو مسدود کرنے کے لیے کئی ممالک کے جنگی جہاز بیروت ائیرپورٹ پہنچنے والے ہیں۔ خشکی کے راستے میں اگرچہ میں نے قلعے کے اطراف پڑاؤ ڈالنے والے دشمنوں کو عبرت ناک سزائیں دی ہیں' اس کے باوجود اس قلعے سے دور رہ کر اور کون کون سے راستے مسدود کیے جائیں گے' یہ میں نہیں جانتا لیکن سمجھ سکتا ہوں اور تم بھی اس بات کو اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کرو۔"

وہ انکار میں سر ہلانے لگی۔ میں جو سمجھا رہا تھا اسے سمجھنے سے انکار کرنے لگی۔ محبت اپنے سوا کچھ نہیں سمجھنا چاہتی۔ سچ تو یہ ہے کہ میں بھی اس کے سوا کچھ اور سمجھنا نہیں چاہتا تھا لیکن حالات مجبور کر رہے تھے۔ جس انداز میں وہ مجھے ملی تھی، میں ابھی اسے چھوڑ نہیں سکتا تھا۔ میں اسے دور کر سکتا تھا نہ خود دور جا سکتا تھا۔

میں نے اس کے ساتھی کی زبان سے کہا "ذرا ایک طرف چلو' میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔"

وہ ایک طرف بڑھ گئی۔ اس کا ساتھی یعنی میں اس کے ساتھ جا رہا تھا۔ دوسرے مجاہدین سے ذرا دور جانے کے بعد میں نے آہستگی سے کہا "میں ابھی تمھارے جس ساتھی کے دماغ میں ہوں' اسے اچھی طرح ٹٹول کر اطمینان کر لیا ہے۔ یہ غدار نہیں ہے۔ ہماری باتیں کسی دوسرے تک نہیں پہنچائے گا۔ حدیقہ، اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دو۔ میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔"

یہ کہتے ہوئے اس کے ساتھی نے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا۔ وہ ایک دم پیچھے ہٹ گئی۔ وہ مانتی تھی کہ فرہاد اس سے گفتگو کر رہا ہے لیکن یہ بھی مانتی تھی کہ جو ہاتھ بڑھ رہا ہے' وہ فرہاد کا نہیں ہے۔ وہ خنجر چلانے والی مجاہدہ میرے سوا کسی کو اپنا ہاتھ نہیں دے سکتی تھی۔

میں نے کہا "سوری، میں بھول گیا تھا کہ میں صرف تمھارے ساتھی کے دماغ کو استعمال کر سکتا ہوں۔ اس کا جسم تو بہر حال اس کا ہی ہوگا۔ اس کے ذریعے تمھارا ہاتھ تھام کر مجھے بس ایسے ہی اطمینان ہوگا جیسے خواب میں تھام لیا ہو اور میرے تمھارے نصیب میں تو خواب ہی خواب ہیں۔ ہم نے جتنے یادگار لمحات گزارے وہ سب حقیقت سے کم نہیں تھے اور خواب سے زیادہ نہیں تھے۔"

وہ چپ تھی۔ میں اپنے جذبوں کا اظہار کر رہا تھا' وہ نہیں کر سکتی تھی۔ میں نے کہا "میں تمھیں چھوڑ کر جانا نہیں چاہتا۔ تم میری زندگی میں ایک خوشبو کی طرح آئی ہو۔ خوشبو کو آج تک کوئی نہیں پکڑ سکا۔ میں تمھیں پکڑنے میں ناکام رہا ہوں۔ میں اس محبت کی بھول بھلیوں میں ساری عمر گم رہوں گا۔ اس لیے چاہتا ہوں' زیادہ گم نہ رہو۔ تم میرے پاس رہو، میں تمھارے پاس رہوں۔ کیا تم میرے ساتھ اس ملک سے باہر جانا پسند کرو گی؟"

اس نے چونک کر سر اٹھایا۔ وہ سر اس طرح اٹھا رہا جیسے کچھ سوچ رہی ہو پھر اس نے سر کو جھکا لیا۔ دونوں ہاتھ چادر کے اندر گئے۔ پھر کاغذ اور قلم باہر آیا۔ اس نے کچھ لکھ کر اسے میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے پڑھا۔

"میرے جسم و جان کے مالک! عورت زمین اور آسمان کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ یہ وطن میری زمین ہے جہاں میں پاؤں جما کر کھڑی ہوں اور تم آسمان ہو، میرے سر پر اور میرے حواس پر چھائے ہوئے ہو۔

میں فلسطین میں پیدا ہوئی۔ یہاں میری آزادی کی جدوجہد مرتے دم تک جاری رہے گی۔ یا تو میں آزادی حاصل کر کے سرخ رو ہوں گی یا اسی زمین میں دفن ہو جاؤں گی۔ خدا کے لیے میری محبت کو نہ آزماؤ۔ البتہ یہ وعدہ کرتی ہوں' اگر میری زندگی میں آزادی نصیب ہو گئی تو میں اپنے آپ کو، اپنے مستقبل کو تمھارے حوالے کر دوں گی۔ پھر تم جہاں چاہو گے مجھے لے جا سکو گے۔"

میں نے وہ کاغذ پڑھنے کے بعد کہا "میں جانتا ہوں' تمھاری جیسی مجاہدہ اور مجاہدین اپنے خون سے آزادی کی تاریخ لکھ رہے ہیں۔ تم میرے ساتھ یہ ملک چھوڑ کر نہیں جا سکو گی اور میری سلامتی کا تقاضا ہے کہ فی الحال میں یہاں سے چلا جاؤں، وعدہ کرتا ہوں، جب بھی حالات سازگار ہوں گے' میں پھر تمھارے پاس آؤں گا۔ پلیز، میری اور اپنی مجبوریوں کو سمجھو۔"

اس نے ایک انگلی سے اس پرچی کی طرف اشارہ کیا جو ابھی تک میں اس کے ساتھی کے ذریعے پکڑے ہوئے تھا۔ میں نے اس پرچی کو دیکھا۔ نیچے لکھا ہوا تھا "خدا کے لیے کوئی ایسی تدبیر کرو کہ تمھیں یہاں سے نہ جانا پڑے اور تم سلامت بھی رہو۔ اس کے لیے میں کیا کر سکتی ہوں، مجھے بتاؤ۔ جب میں تمھاری سلامتی کے لیے جان پر کھیل جاؤں، دنیا سے اٹھ جاؤں تب تم چلے جانا۔"

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا "اچھی بات ہے' میں کوئی تدبیر سوچوں گا۔ اگر میں اس ملک کے کسی حصے میں چھپ کر رہ سکا تو تمھیں ضرور اطلاع دوں گا۔ آئندہ اگر تمھارا یہ ساتھی تمھارے ساتھ نہ رہے یا کسی دوسری مہم میں چلا جائے تو میں مجبوری کی حالت میں بزرگ جلیل القدر کے ذریعے تم سے رابطہ قائم کروں گا۔ اس بات کو یاد رکھنا۔"

اس نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا جیسے کہہ رہی ہو۔ "یاد رکھوں گی۔"

"اب مجھے اجازت دو۔ میں قلعے میں بہت مصروف ہوں۔ زیادہ دیر تک دماغی طور پر غیر حاضر رہوں گا تو نقصان

پہنچنے کا احتمال ہے۔"

اس نے یوں سر ہلایا جیسے جانے کی اجازت دے رہی ہو۔ میں نے کہا "میں تمھارا ہاتھ تھام کر پیار بھرے انداز میں رخصت نہیں ہو سکتا۔ یہ ہاتھ پرایا ہے اور میں اپنی حدیقہ کا ہاتھ اپنے ہی ہاتھوں میں لینا چاہتا ہوں۔ بہت جلد پھر آؤں گا۔ اس وقت تک کے لیے خدا حافظ، فی امان اللہ۔"

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ سی سرپنٹ میرے سامنے ایک کرسی پر بیٹھا ہوا مجھے غور سے دیکھ رہا تھا۔ میں نے مسکرا کر کہا "مجھے افسوس ہے۔ صبح سے تم مجھے اپنی فیملی کے ساتھ کھانے کے لیے کہہ رہے ہو اور وقت نہیں مل رہا ہے۔"

"میں سمجھ رہا ہوں۔ آپ بہت مصروف ہیں۔ یہ سمجھ میں نہیں آ رہا آخر آپ کھاتے کب ہوں گے؟"

میں نے ہنستے ہوئے اٹھ کر کہا "اب جتنی بھی مصروفیت ہو، پہلے میں تمھاری فیملی کے ساتھ کھانا کھاؤں گا۔ چلو۔"

وہ خوش ہو گیا۔ اس نے فوراً ہی انٹرکام کے ذریعے اطلاع دی۔ تمام مسلح گارڈ کو چوکنا رہنے کے لیے کہا۔ اور یہ وارننگ دی کہ یہاں سے رہائش گاہ تک جانے کے دوران اگر فرہاد کو کوئی نقصان پہنچا تو انھیں اذیت ناک موت کا سامنا کرنا پڑے گا۔

وہاں سے اس کی رہائش گاہ زیادہ دور نہیں تھی۔ میں دس منٹ میں پہنچ گیا۔ اس کی بیوی اور بچوں نے مجھے بڑی ہی گرمجوشی سے خوش آمدید کہا۔ وہ سب مجھے یوں دیکھ رہے تھے جیسے پہلی بار کسی انسان کو دیکھ رہے ہوں۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا "میں تم میں سے ہر ایک کی سوچ پڑھ کر بتا سکتا ہوں کہ اس وقت میرے متعلق کیا سوچا جا رہا ہے۔"

سرپنٹ کی شریک حیات نے پوچھا "کیا آپ کو اس بات کا اندیشہ نہیں ہے کہ ہم کھانے میں کچھ ملا کر دے سکتے ہیں؟"

"میں یہاں آنے سے پہلے تمھارے اور باورچی وغیرہ کے ذہنوں کو اچھی طرح پڑھ چکا ہوں۔ تم لوگ مجھ سے کسی طرح بھی دشمنی مول لینا نہیں چاہتے ہو۔ بلکہ زیادہ سے زیادہ اپنی دوستی کا یقین دلانا چاہتے ہو۔"

ہم میز کے اطراف بیٹھ گئے۔ پھر کھانے کے دوران ہنسنے بولنے لگے۔ میں جان بوجھ کر زیادہ سے زیادہ ہنسی مذاق کر رہا تھا تاکہ مسلسل دماغی تھکن دور ہو جائے۔ سی سرپنٹ کی بڑی بیٹی جو چودہ برس کی تھی، وہ بات بے بات پر ہنستے رہنے کی عادی تھی۔ لطیفے خوب یاد تھے۔ رہ رہ کر کہتی تھی "انکل میں آپ کو ایک لطیفہ سناتی ہوں۔ پھر وہ سنانا شروع کر دیتی۔ اس کا انداز بہت ہی معصومانہ اور پُر مزاح ہوتا تھا۔ میں بے اختیار ہنسنے لگتا تھا۔

میں نے کہا "سرپنٹ! فرض کرو میں دشمنی پر اُتر آتا، خدا نہ کرے تمھاری بیوی کو اور ان پیارے پیارے معصوم بچوں کو ہلاک کر دیتا تو پھر تمھارے پاس کیا رہ جاتا؟"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا "میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں۔ اس نے ہمیں عقل دی اور تمھیں بھی سوچ سمجھ کر عمل کرنا سکھایا ہے۔ اگر تم سمجھ داری سے کام نہ لیتے تو آج جانے میرا کیا حشر ہوتا۔"

"یہی کہ تم یہاں خالی ہاتھ بیٹھے رہتے۔ نہ بیوی ہوتی نہ بچے، صرف اسمگلنگ کا مال ہوتا۔ میرے دوست یہ اتنی بڑی دنیا بیوی کی وفا اور بچوں کی معصومیت سے خوبصورت ہے۔ اسمگلنگ کے مال سے کبھی خوبصورت نہیں ہوتی۔ آج تمھارے بیوی بچے محفوظ ہیں۔ کل کوئی مجھ سے زیادہ دشمنی پر اُتر آیا تو کیا ہوگا؟ تم یہ دھندا کیوں نہیں چھوڑ دیتے؟ تمھارے پاس کافی دولت ہے۔ کسی دوسرے ملک میں چلے جاؤ اور وہاں سکون سے اپنے بیوی بچوں کے ساتھ زندگی گزارو۔"

اس کی بیوی نے کہا "بھائی! آپ میرے بھائیوں سے بڑھ کر ہیں۔ میں بھی انھیں یہی سمجھاتی ہوں۔ کاش آپ کی باتوں کا اثر ہو جائے اور یہ سارے دھندے چھوڑ کر ہمارے ساتھ، صرف ہمارے ساتھ زندگی گزاریں۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں، تمھارے یہاں سے جاتے ہی اپنا ضروری سامان دوسرے ملک منتقل کر دوں گا۔ وہاں میرا بنک اکاؤنٹ بھی ہے۔ پھر میں بیوی بچوں کو لے کر چلا جاؤں گا اور گمنامی کی زندگی گزاروں گا۔"

میں نے ان سے باتیں کرنے کے دوران ایک ذرا عزت علی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا وہ ابھی تک وہاں سے روانہ نہیں ہوا تھا۔ میں نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

"کچھ نہیں۔ میں نے سوچا جب تم میرے آدمی کے میک اَپ میں آؤ گے تو اس کے لیے پہلے ہی ماسک تیار کر لوں تاکہ تمھیں میک اَپ میں دشواری نہ ہو۔ اور کوئی تم پر شبہ نہ کرے۔ یہ ماسک تیار ہونے ہی والا ہے، میرے آدمی بڑے ماہر ہیں۔ میں آدھے گھنٹے کے بعد یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا۔"

میں پھر دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ سرپنٹ کی بیوی نے میری طرف سوئٹ ڈش بڑھائی۔ میں نے کہا "میں کھانے کے بعد میٹھا نہیں کھاتا۔ اس کی جگہ چائے یا کافی پیتا ہوں۔"

"میں اپنے ہاتھوں سے کافی بنا کر لاتی ہوں۔"

وہ وہاں سے اٹھ کر چلی گئی۔ اس کی بڑی بیٹی میرے پاس آ کر کہنے لگی "انکل! آپ کو کیرم کھیلنا آتا ہے؟"

سرپنٹ نے ڈانٹ کر کہا "یہ کیا حماقت ہے۔ یہاں تمھارے انکل کی جان پر بنی ہوئی ہے۔ دشمن چاروں طرف سے گھیر رہے ہیں اور یہ تمھارے ساتھ کیرم کھیلیں گے؟"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "کیوں نہیں، میں اپنی بیٹی کے ساتھ ضرور کیرم کھیلوں گا۔"

اس کا بڑا بیٹا جان بلی بھی ہمارے کھیل میں شریک ہونے کے لیے تیار ہو گیا۔ میں نے کہا "بھئی میں کھیلنے کے لیے تو تیار ہوں لیکن تم میں سے کوئی جیت نہیں سکے گا۔"

جان بلی نے اپنے سینے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا "میں کیرم کا چیمپئن مانا جاتا ہوں۔"

سرپنٹ کی بیٹی نے کہا "یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ انکل سے بھلا کوئی کسی میدان میں جیت سکتا ہے۔ میں انکل کی طرف سے شرط لگانے کو تیار ہوں۔"

دونوں بہن بھائی میں شرط لگ گئی۔ ہم دوسرے کمرے میں آئے جہاں کیرم رکھا ہوا تھا۔ سی سرپنٹ بھی ہمارے ساتھ چلا آیا۔ حالانکہ بچکانہ کھیل تھا لیکن مجھ جیسا آدمی شریک ہو رہا تھا تو وہ کیسے دلچسپی نہ لیتا۔ آخر کھیل شروع ہوا۔ پہلا شاٹ جان بلی کا تھا۔ کھیل کے دستور کے مطابق وہ سفید گوٹ پاکٹ میں ڈالنے والا تھا لیکن بے اختیار کالی گوٹوں کو پاکٹ میں ڈالنے لگا۔ اس کی بہن نے تالی بجاتے ہوئے کہا "نشیم، فیم، کھیلنا تو آتا نہیں ہے اپنی گوٹ کے بجائے انکل کی گوٹوں کو پاکٹ میں ڈالتے جا رہے ہیں۔"

بلی نے پریشان ہو کر کہا "میں نشانہ تو ٹھیک لیتا ہوں۔ مگر اسٹرائیکر کالی گوٹ کی طرف چلا جاتا ہے۔"

سرپنٹ نے ہنستے ہوئے کہا "بیٹے خواہ مخواہ کھیل رہے ہو۔ تمھارے انکل کیرم کو ہاتھ بھی نہیں لگائیں گے اور جیتتے چلے جائیں گے۔ تم کھیلتے رہو گے اور ہارتے رہو گے۔"

دونوں بھائی بہن نے خوشی سے اور حیرانی سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا "اوہ گاڈ! ہم نے تو سوچا بھی نہیں تھا کہ کیرم ٹیلی پیتھی کے ذریعے بھی کھیلا جاتا ہے۔"

پھر میری بھتیجی نے میرے گلے میں باہیں ڈال کر جھومتے ہوئے کہا "انکل! مجھے بھی ٹیلی پیتھی سکھائیے نا، میں سب کو کیرم میں شکست دیتی چلی جاؤں گی۔ ساری دنیا میں میرا نام ہو جائے گا۔"

سرپنٹ نے کہا "اچھا تم کیرم کی فاتح بننے کے لیے ٹیلی پیتھی سیکھو گی۔"

میں نے بھی ہنستے ہوئے کہا "سرپنٹ! ابھی بچپن ہے۔ اگر ہم بڑے ان بچوں کی طرح معصوم خواہشوں کی حد میں رہیں اور اس سے زیادہ پاؤں نہ پھیلائیں تو یہ دنیا کبھی اتنی بُری نہیں ہو گی جیسی آج ہے۔"

اس نے اپنے تیسرے بچے کو اٹھا لیا۔ پھر اسے چومتے ہوئے کہا "اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ ہنر نہیں دیا کہ دوسرے کی سانسیں چھین کر اپنی زندگی کی معیاد بڑھا سکیں۔ اگر یہ ہنر آتا تو ہم زیادہ سے زیادہ جینے کی خواہش میں زیادہ سے زیادہ انسانوں کی ہلاکت کا باعث بنتے رہتے۔ میں قسم کھاتا ہوں، آج سے اتنا ہی چاہوں گا جتنی ضرورت ہو گی۔ اتنا ہی کماؤں گا جتنا بیوی بچوں کے لیے لازمی ہو گا۔ زیادہ کمانے کی دھن میں انسان ایک مہذب درندہ بن جاتا ہے۔"

اس کی بیوی میرے لیے کافی لے آئی۔ دور ہی سے کافی کی خوشبو بتا رہی تھی کہ بہت عمدہ ہے، میں نے اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے پیالی لی۔ چند سیکنڈ کے لیے خیال خوانی کی پرواز کی۔ پھر واپس آ کر سرپنٹ سے کہا "میرا دوست عزت علی..... ہیلی کاپٹر میں آ رہا ہے۔ اپنے آدمیوں کو ایک بار پھر تاکید کر دو، اس کا شایانِ شان استقبال کیا جائے اور اپنے ہی آدمیوں میں چھپے ہوئے دشمنوں سے ہوشیار رہیں۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی اسے نقصان پہنچا دے۔"

"میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔ میں خود جا رہا ہوں۔"

وہ جانے لگا۔ میں نے کہا "میں تمھارے گھر سے روانگی کے وقت ہی نکلوں گا۔ لہٰذا عزت علی کو یہیں لے آؤ۔"

وہ چلا گیا۔ میں نے کہا "مسز سرپنٹ! اب میں خیال خوانی شروع کروں گا تاکہ دماغی طور پر اپنے دوست عزت علی کے دماغ میں رہوں اور اس کی حفاظت کرتا رہوں۔ اس لیے تنہائی چاہتا ہوں۔"

"آپ میرے ساتھ دوسرے کمرے میں آئیں۔"

اس کی بیٹی نے کہا "انکل، میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گی۔ دیکھوں گی کس طرح خیال خوانی کرتے ہیں۔"

ماں نے ڈانٹ کر کہا "یہ کیا بچپنا ہے۔ انکل سے بہت دوستی ہو گئی۔ اب انھیں کام کرنے دو ورنہ تم لوگوں کی وجہ سے انھیں نقصان پہنچے گا۔"

میں نے اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر پچکارتے ہوئے کہا "میں اپنی بے بی کے پاس آؤں گا۔ بس تھوڑی دیر کے

لیے جارہا ہوں۔"

میں کافی کی پیالی اٹھائے مسٹر سرپنٹ کے ساتھ دوسرے کمرے میں آیا۔ وہ مجھے چھوڑ کر چلی گئی۔ میں نے دروازے کو اندر سے بند کیا اور کافی کی چسکی لیتا ہوا عزت علی کے پاس پہنچ گیا۔ اس کے چار ماتحت اس کے ساتھ ہیلی کاپٹر میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان ماتحتوں میں ایک عورت بھی تھی۔ میں نے کہا "مجھے اس ماتحت کی آواز سناؤ جس کا روپ میں اختیار کروں گا۔"

اس نے میری ہدایت کے مطابق اس سے گفتگو کی۔ میں نے کہا "کافی ہے۔ میں اس کے متعلق معلومات حاصل کررہا ہوں۔"

عزت علی کے وہ خاص ماتحت جو خاص مہم میں اس کے ساتھ رہتے تھے، معمولی لوگ نہیں ہوتے تھے۔ نہایت ہی تعلیم یافتہ، ہنرمند اور باصلاحیت ہوتے تھے۔ وہ کتنے ہی آزمائشی مراحل سے انھیں گزارنے کے بعد ان پر اعتماد کرتا تھا۔ لہٰذا ان میں سے کوئی ایسا نہیں تھا جس پر اعتماد نہ کیا جاسکے۔

میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ جس کا روپ اختیار کررہا ہوں، اس کے اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے اور ہنسنے بولنے کے انداز کیا ہیں۔ معلومات حاصل کرنے کے دوران وہ ہیلی کاپٹر قلعے کے اندر پہنچ گیا۔ میں دیکھ رہا تھا، سی سرپنٹ وہاں مسلح سپاہیوں کے ساتھ موجود تھا۔

اس نے بڑے سخت حفاظتی انتظامات کیے تھے۔ ہیلی کاپٹر کا پنکھا گردش کرتے کرتے تھم گیا۔ اس کا سلائیڈنگ ڈور ایک طرف سرکتا ہوا گیا۔ وہاں عزت علی اور پائلٹ کے علاوہ چار ماتحت نظر آرہے تھے۔ سب اس انتظار میں تھے کہ وہ بڑے اطمینان سے ہیلی کاپٹر سے اُتر آئیں گے اور سی سرپنٹ سے مصافحہ کریں گے لیکن اچانک ہی کوئی چیز اندر سے اچھل کر بلند ہوئی۔ پھر نیچے زمین پر آگئی۔ بلندی سے پستی میں آنے والی چیز اپنا توازن قائم نہیں رکھ سکتی۔ یقیناً لڑھکتی جاتی ہے لیکن وہ زمین پر پہنچتے ہی دونوں پاؤں جما کر کھڑی ہوگئی۔ دونوں ہاتھ کمر پر رکھ لیے۔ اس کا سینہ تن گیا تھا۔ گردن اکڑ گئی تھی۔ وہ یوں غرا کر سی سرپنٹ کو دیکھ رہی تھی جیسے کسی پر اعتماد نہ کرتی ہو۔ اپنی آنکھوں کی زبان سے وارننگ دے رہی تھی "خبردار، باادب انٹرپول کا فلائنگ آفیسر آرہا ہے۔"

وہ نیما تھی۔ اس سے پہلی ملاقات سنگاپور میں ہوئی تھی۔ وہ بین الاقوامی سراغرساں تنظیم انٹرپول کے چیف فلائنگ آفیسر عزت علی کی دستِ راست تھی۔ ابھی سی سرپنٹ اسے نظر بھر کر دیکھ بھی نہ سکا تھا کہ دوسرا ماتحت اچھل کر فضا میں قلا بازی کھاتا ہوا ہیلی کاپٹر کی چھت پر پہنچ کر کھڑا ہوگیا۔ اس کے بعد تیسرے نے بھی یہی کرتب دکھائے۔ وہ ہیلی کاپٹر کے دوسرے سرے کی چھت پر کھڑا ہوگیا۔ چوتھے نے قلا بازی کھائی اور ہیلی کاپٹر کے دوسری طرف پہنچ گیا۔ یوں دو ماتحت ہیلی کاپٹر کے دائیں بائیں تھے اور دو ماتحت اس کی چھت پر کھڑے ہوگئے تھے یعنی چاروں طرف سے یوں اس کا محاصرہ کرلیا تھا کہ ان کا باس باہر آتا تو چاروں طرف نظر رکھی جاتی۔

قارئین کو یاد آگیا ہوگا۔ وہ چاروں سنگاپوری بلیک بیلٹر تھے، جن پر عزت علی اندھا اعتماد کرتا تھا۔ وہ بھی اس کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچاتے تھے۔ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جہاں بھی وہ جاتا تھا اس کے وہ چاروں ماتحت ضرور اس کے ساتھ موجود رہتے تھے۔ میں نے سنگاپور میں ان کے لڑنے اور دشمنوں پر غالب آنے کا حیرت انگیز تماشا دیکھا تھا۔ ان کی رگوں میں جیسے پارا بھرا ہوا تھا۔ ایک جگہ ٹھہرتے نہیں تھے۔ ہمیشہ اچھلتے کودتے نظر آتے تھے۔ لگتا تھا بندر کی اولاد ہیں۔

عزت علی ہیلی کاپٹر سے باہر آیا۔ اس کے چاروں ماتحت اپنے جوتوں کی ایڑیاں بجاتے ہوئے اٹینشن ہوگئے۔ ان کی دیکھا دیکھی بے اختیار سی سرپنٹ کے تمام مسلح سپاہی بھی اٹینشن ہونے لگے۔ جیسے اسے گارڈ آف آنر پیش کررہے ہوں۔ حالانکہ ایسا کوئی پروگرام نہیں تھا۔ کچھ تو عزت علی کی شخصیت نے اور کچھ اس کے ماتحتوں کے ڈرامائی انداز نے انھیں متاثر کیا تھا اور وہ بے اختیار ایسا کرنے لگے تھے۔

سی سرپنٹ نے آگے بڑھ کر اس سے مصافحہ کیا۔ میں نے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ سرخ جرسی میں نظر آنے والا سی سرپنٹ ہے۔ وہ اس کے ساتھ سیدھا اس کی رہائش گاہ میں چلا آئے۔

میں نے اپنے بند کمرے کا دروازہ کھول دیا۔ ذرا سی دیر میں وہ مجھے اپنے سامنے نظر آیا۔ مجھ پر نظر پڑتے ہی وہ سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔ میں نے کہا "اس وقت میں کرسٹفر میکی کے روپ میں ہوں۔ تمھارا فرہاد۔"

میں نے دونوں بازو پھیلا دیے۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا آیا۔ پھر مجھ سے لپٹ گیا۔ کہنے لگا "محبوب کی طرح تڑپایا ہے۔ ہم سنگاپور میں تھے۔ پھر بنکاک میں تھے لیکن

ہماری ملاقات نہ ہوسکی۔ تم برما میں تھے، میں بھی وہیں موجود تھا لیکن قسمت میں ملاقات نہیں لکھی تھی۔ آج ملنا تھا سو آج مل رہے ہیں۔"

میں نے کہا "پہلے کام کی بات ہوجائے۔ یہ جو تم اپنے ساتھ سنگاپوری محافظوں کو لے کر آئے ہو تو ان کے قد پانچ فٹ سے زیادہ نہیں ہیں، میں ان میں سے کس کے روپ میں جاؤں گا؟"

اس نے میرے شانے کو تھپکتے ہوئے کہا "میرے دوست، تم بھول رہے ہو۔ میرا پائلٹ تمھارے قدوقامت کا آدمی ہے، تم اسی کے روپ میں جاؤ گے۔"

میں نے سی سرپنٹ سے کہا "اپنے مسلح جوانوں کو رہائش گاہ سے ذرا دور رکھو۔ کسی کو پتا نہ چلے یہاں کیا ہورہا ہے۔"

وہ پہلے ہی اپنے جوانوں کو تاکید کرچکا تھا۔ ایک بار پھر انھیں کہنے کے لیے چلا گیا۔ میں نے عزت علی سے کہا "اپنے اس پائلٹ کو بلالو۔ میں اسے سامنے بٹھا کر میک اَپ کروں گا۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں میک اَپ کا سارا سامان لے آیا ہوں۔ اس کا ماسک بھی ہے اور مختلف زاویوں سے اس کی تصویریں بھی موجود ہیں۔"

"آخر پائلٹ کو یہاں بلانے میں کیا قباحت ہے؟"

عزت علی نے مسکراتے ہوئے کہا "میں انسانی نفسیات سے کھیلنے کا عادی ہوں۔ میرے ماتحت ہیلی کاپٹر سے اُترتے ہی بازی گری کے کرتب دکھا رہے تھے اس کا مقصد یہی تھا کہ آس پاس کے تمام مسلح جوانوں اور سی سرپنٹ وغیرہ کی توجہ اپنی طرف مبذول کرلیں اور یہی ہوا۔ اس دوران وہ پائلٹ ہیلی کاپٹر کی سیٹوں کے درمیان چھپ گیا ہے۔ کسی نے اس کی طرف دھیان نہیں دیا۔ مجھے یقین ہے میرے پائلٹ کو سب نے نظر انداز کردیا ہے۔ اب تم پائلٹ بن کر جاؤ گے اور وہ راستے میں رسّے کے ذریعے ہیلی کاپٹر سے اتر جائے گا۔"

میں آئینے کے سامنے آکر بیٹھ گیا۔ عزت علی اٹیچی کھول کر میک اَپ کا سامان نکالنے لگا۔ میں نے ماسک کو ہاتھوں میں لے کر دیکھا۔ پھر اسے چہرے پر چڑھانا شروع کیا۔ اس دوران سوچ کے ذریعے کہا "میک اپ کرتے وقت میں خیال خوانی کے ذریعے گفتگو کروں گا تاکہ لب نہ ہلانے پڑیں۔ اس کے علاوہ دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں، کوئی اہم بات ہوگی تو خیال خوانی کے ذریعے ہی ہونا چاہیے۔ ابھی میں سونیا اور رسونتی سے باتیں کرنے جارہا ہوں۔ تم میری خیال خوانی کا خیال نہ کرنا۔ جب چاہو مخاطب کرلینا۔"

میں رسونتی کے پاس پہنچ گیا۔ میرے مخاطب کرنے پر اس نے کہا "مجھے تمھارے بارے میں سب کچھ معلوم ہے۔ میں وقتاً فوقتاً سرپنٹ کے پاس پہنچ کر تمھاری خیریت معلوم کرتی رہی ہوں۔ اِدھر سونیا اور مرجانہ کو دیکھو، سونیا کا بال تنظیم کے سربراہ سے رابطہ قائم کررہی ہے اور مرجانہ ریڈ پاور کے ایک باس سے۔"

پہلے میں سونیا کے پاس گیا۔ وہاں ٹرانسمیٹر کے ذریعے کا بال تنظیم کا سربراہ ری مونڈیل کہہ رہا تھا "مادام سونیا! جب سے آپ وادی میں گئی ہیں، آپ ہی سے گفتگو ہوتی رہی ہے۔ تھوڑی دیر کے لیے مادام رسونتی کو ہم سے گفتگو کرنے دیں۔"

"رسونتی وہی کہے گی جو میں کہہ رہی ہوں۔ بائی دی وے، یہ ابھی میرے پاس بیٹھی ہوئی ہے۔ اگر مناسب سمجھے گی تو تمھاری کسی بات کا جواب اسی کی زبان سے مل جایا کرے گا۔"

"ہم مادام رسونتی سے صرف اتنا پوچھنا چاہتے ہیں کہ ہم نے ان کے ساتھ کون سی برائی کی ہے؟ کب ان سے دشمنی کی ہے؟ جب فرہاد سے ان کی دشمنی تھی تب انھیں ہم نے سہارا دیا۔ ہر

طرح ان کی حفاظت کی۔ ان کا علاج کروایا لیکن مادام نے ہمیں اس کا صلہ کیا دیا۔ ان کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں ہمارے ملک میں بحال ہوئیں لیکن اس کا اظہار نہیں کیا۔ نیپال میں جاکر انکشاف کیا۔ ہم نے اسے بھی برداشت کرلیا۔ اس کے بعد وہ ہمارے ہاں کے ایک ڈمی فرہاد کو اصلی فرہاد کہتی رہیں حالانکہ وہ حقیقت جانتی تھیں مگر ہمیں دھوکا دیتی رہیں۔"

سونیا نے کہا" مسٹر ری مونڈیل! یہ ازل سے انسان کی فطرت ہے، جب وہ دوسروں پر کیچڑ اچھالتا ہے تو یہ بھول جاتا ہے کہ کیچڑ اچھالتے وقت اس کے ہاتھ گندے ہورہے ہیں۔ وہ اپنے گندے ہاتھوں پر دھیان نہیں دیتا۔ لہٰذا میں تمہاری توجہ تمہارے ہاتھوں کی طرف دلا رہی ہوں۔ تل ابیب میں جس وقت رسونتی اور اس کے بیٹے کو اغوا کیا جارہا تھا اور اس کے بیٹے کو گن پوائنٹ پر رکھا گیا تھا تو تم نے کہا تھا، پارس کو مرجانے دو۔ تم دشمنوں کو وہاں سے زندہ سلامت نہیں جانے دوگے۔ گویا کہ دشمن سے انتقام لینا تمہارے لیے اتنا ضروری تھا کہ رسونتی کے بیٹے کی قربانی دینے کو تیار ہوگئے تھے۔"

"انسان سے غلطی ہوتی ہے۔ ہم سے ایک غلطی ہوگئی اس کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ ہم بار بار غلطی کریں گے۔ ہم اسرائیلیوں نے سب سے پہلے آپ کی نئی مملکت کو تسلیم کرنے کا وعدہ کیا۔ سب سے پہلے آپ سے رابطہ قائم کرنے اور اپنے نمائندوں کو بھیجنے کی پیش کش کی۔"

تمہاری ہر پیشکش ہر دوستی کے پیچھے ایک فراڈ چھپا ہوتا ہے۔ تم سمجھتے ہو کہ ہمارے خلاف جو سازش کررہے تھے اس سے ہم بے خبر تھے۔ کیا تم نے ٹیلی پیتھی کو ایسا ہی ناکارہ علم سمجھ لیا ہے کیا تمہارے ربی اسفند یار نے ریموٹ کنٹرولنگ کے ذریعے سازش کرنے کی کوشش نہیں کی تھی؟"

دوسری طرف خاموشی رہی، سونیا نے کہا" چپ کیوں ہو، جواب دو۔ ہم اتنے نادان نہیں ہیں۔ ہم نے پہلے ہی معلوم کرلیا تھا کہ مرجانہ اور بلبا کے ہیلی کاپٹر کو تل ابیب کیوں واپس لایا گیا ہے۔ اس لیے کہ تمہارے ہاتھ فرہاد لگ گیا تھا۔ تم لوگ یقین کرنا چاہتے تھے کہ وہ فرہاد ہے یا نہیں۔ رسونتی نے تمہیں یقین دلادیا۔ اِدھر تم نے فراڈ کیا، اُدھر رسونتی نے فراڈ کا جواب دیا، اب بتاؤ تم سب کس حد تک فرشتہ ہو؟"

میں مرجانہ کے پاس پہنچ گیا۔ اُدھر ٹرانسمیٹر کے ذریعے ایک باس کہہ رہا تھا" مس مرجانہ! بہتر ہوتا کہ مادام رسونتی ہم سے دو باتیں کرلیتیں۔"

"رسونتی اس وقت میرے پاس بیٹھی ہوئی ہیں۔ ضروری سمجھیں گی تو تمہاری کسی بات کا جواب دیں گی ورنہ مجھ سے ہی باتیں ہوسکتی ہیں۔"

"اچھی بات ہے، اگر مادام رسونتی سن رہی ہیں تو میں ماسک مین کی طرف سے ایک اہم اطلاع دینا چاہتا ہوں۔ آج شام کو پیرس میں تمام بڑے بڑے ممالک کے سربراہان کی ایک اہم کانفرنس ہورہی ہے۔ اس کانفرنس میں مادام رسونتی اور مسٹر فرہاد علی تیمور کی موجودگی لازمی ہے۔ ہم سب کسی ایک نتیجے پر پہنچنا چاہتے ہیں۔ یہ آئے دن کے ہنگامے اور دہشت گردی کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔"

مرجانہ نے پوچھا" دہشت گردی سے کیا مراد ہے۔ کیا ہم دہشت پھیلاتے ہیں؟"

"ٹیلی پیتھی سے بڑھ کر شاید اس دنیا میں کوئی دوسری دہشت زدہ کردینے والی چیز نہیں ہے۔"

"تم بڑی طاقتوں کے پاس ایٹم بموں کا جانے کتنا ذخیرہ ہوگا۔ ابھی اس سے دہشت نہیں پھیل رہی ہے کیونکہ وہ ایک جگہ محفوظ ہیں۔ ان سے کسی کو نقصان نہیں پہنچ رہا ہے۔ جس دن کوئی دوسری طاقت تم لوگوں کو چھیڑے گی تم ان بموں کو ضرور دہشت بناکر پیش کروگے۔ فرہاد اور رسونتی کو چھیڑا جاتا ہے اس لیے ٹیلی پیتھی ایک دہشت بن جاتی ہے۔ یوں تو دنیا کی کثیر آبادی سانپوں سے دہشت زدہ ہوتی ہے لیکن اکثر زہریلے سانپ خود حملہ نہیں کرتے جب انھیں چھیڑا جاتا ہے تب وہ ڈسنے پر مجبور ہوجاتے ہیں۔ جب تک یہ حقیقت تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی ہمارے درمیان کبھی صلح صفائی نہیں ہو سکے گی۔"

"یہ باتیں فرہاد اور رسونتی کانفرنس میں کہہ سکتے ہیں۔ کیا ہم امید کریں کہ وہ ٹھیک سات بجے ہماری کانفرنس میں شریک ہوں گے؟"

"میں ابھی پوچھ کر بتاتی ہوں۔"

مرجانہ نے سونیا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا" ریڈ پاور کے ماسک مین کا پیغام ہے، آج شام سات بجے پیرس میں ایک اہم کانفرنس ہے اس میں رسونتی اور فرہاد کی شرکت لازمی ہے۔ تم کیا کہتی ہو؟"

سونیا کی اتنی اہمیت تھی کہ رسونتی اس کے مشورے کے بغیر کوئی جواب نہیں دے سکتی تھی۔ وہ بھی سونیا کو جواب طلب نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اس نے کہا" یہاں کا ہال تنظیم کے سربراہ ری مونڈیل بھی یہی پیغام دے رہے ہیں۔"

وہ اپنا ٹرانسمیٹر اٹھاکر مرجانہ کے پاس آگئی۔ پھر اس کے ٹرانسمیٹر کے پاس رکھتے ہوئے کہا" مسٹر ری مونڈیل اور ریڈ پاور کے باس کو ایک ہی جواب دیا جارہا ہے۔

اب سے پہلے بھی کتنی ہی کانفرنسیں ہوچکی ہیں۔ ہمارے درمیان یہ طے پایا تھا کہ ہم ایک دوسرے کو نہیں چھیڑیں گے۔ یہ کوئی زیادہ پرانی بات نہیں ہے۔ کچھ عرصہ پہلے ہی برما میں ایسا ہی ایک اجلاس ہوا تھا۔ فرہاد سے صلح صفائی کی کوشش کی گئی تھی۔ اس وقت رسونتی کو تنازعہ کا سبب بنالیا گیا تھا۔ آئندہ بھی کوئی تنازعہ پیدا ہوگا۔ تم عالمی اقتدار کی ہوس رکھنے والے کبھی یہ نہیں چاہوگے کہ تمہارے مقابلے میں کوئی سپر پاور ہو۔ ٹیلی پیتھی سپر پاور ہے۔ جب تک فرہاد اور رسونتی زندہ ہیں تم سب کبھی چین سے نہیں بیٹھوگے۔ بہرحال یہ دونوں تمہاری کانفرنس میں شام کو سات بجے موجود رہیں گے اوور اینڈ آل۔"

یہ کہہ کر اس نے دونوں ٹرانسمیٹرز کو آف کردیا۔ رسونتی نے کہا" تم خود سمجھتی ہو، ایسے کئی اجلاس ہوئے لیکن نتیجے میں دشمنی اور بڑھ گئی۔ فرہاد! تم موجود ہو۔ کچھ بولتے کیوں نہیں ہو؟"

میں نے مرجانہ کی زبان سے کہا" سونیا نے ہمارے اس اجلاس میں موجود رہنے کا جو فیصلہ کیا ہے وہ مناسب ہے۔"

سونیا نے پوچھا" تم کیسے جانتے ہو کہ میں نے کیا سوچ کر یہ فیصلہ کیا ہے؟ کیا تم موجود تھے؟"

"نہیں، مگر میں تمہارے انداز کو خوب سمجھتا ہوں۔ پہلے تو تم نے یہ سوچا کہ تمام دشمن برسوں سے ہمارے پیچھے بھاگتے بھاگتے تنگ آگئے ہیں، بیزار ہوگئے ہیں۔ کسی ایسے نتیجے پر پہنچنا چاہتے ہیں جہاں ان کی سلامتی ہو اور ہماری ٹیلی پیتھی سے ان کو نقصان نہ پہنچے۔ انھوں نے ہماری نئی مملکت کے سلسلے میں پہلے بھی رکاوٹیں پیدا کی تھیں۔ اب بھی رکاوٹ پیدا کرنے کی کوشش کی۔ اس کا نتیجہ انھوں نے دیکھ لیا۔ وہ ہم سے خائف ہیں۔ یہ سمجھ رہے ہیں، چاہے وہ ریموٹ کنٹرولنگ والا طریقہ اختیار کریں یا یوگا کے ماہروں کو ہمارے پاس بھیجیں ہم کسی طریقۂ کار سے، کسی بھی سازش سے زیر نہیں ہوسکیں گے۔ پچھلے ہفتے انھیں سب سے بڑا دھچکا یہ لگا کہ رسونتی کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں بحال ہوگئیں۔ اب دوسرا زبردست دھچکا یہ کہ فرہاد بھی ٹیلی پیتھی جانتا ہے اور اب تک وہ ان کی قید میں نہیں رہا تھا بلکہ وہ خوش فہمی میں مبتلا تھے یہ ایسی باتیں ہیں جو اب انھیں دوستی اور امن کی طرف مائل کررہی ہیں۔ امن انھیں تب ہی یاد آتا ہے جب وہ کمزوری محسوس کرتے ہیں۔ وہ ضرور کسی اچھے نتیجے پر پہنچنا چاہیں گے۔ ہماری بھی کوشش یہی ہوگی۔ ہم کوئی ایسا طریقۂ کار اختیار کریں گے کہ ان دشمنوں سے دور رہ کر پُرسکون زندگی گزار سکیں۔"

سونیا نے پوچھا" مختصر یہ کہ میں نے کانفرنس میں تم دونوں کی شرکت کا فیصلہ درست کیا ہے؟"

"بالکل درست لیکن اس سے پہلے ہمیں قاف کے تحفظ کی بھی ضمانت حاصل کرنی چاہیے۔ تم ٹرانسمیٹر کے ذریعے سپر ماسٹر، ماسک مین اور کاہال تنظیم کے سربراہ سے رابطہ قائم کرو۔ انھیں وارننگ دو۔ اگر دو گھنٹے کے اندر وادی کے اطراف سے محاصرہ ہٹایا نہ گیا تو جو بھی وہاں پایا جائے گا اس کی زندگی کی ضمانت نہیں دی جاسکے گی۔"

مرجانہ نے کہا" ہمیں تار کانٹوں سے باقاعدہ سرحدی لائن بنالینا چاہیے اور مختلف سرحدی مقامات پر اپنے مسلح جوانوں کی ڈیوٹی مقرر کرنا چاہیے۔"

"یہ تجویز بھی مناسب ہے لیکن اس وقت تک یومی اور واشلوڈ کی تیم وادی کے اطراف موجود رہے گی۔ میں اعلیٰ بی بی سے کہتا ہوں کہ وہ وادی میں رسونتی کے پاس چلی آئے اور ٹارزن علیا سے مل کر نئی مملکت کے سلسلے میں ضروری اقدامات کرے۔ اعلیٰ بی بی وہاں پہنچے گی اور سونیا وہاں سے نکل آئے گی۔"

سونیا نے پوچھا" کیا ارادہ ہے؟ مجھے یہاں سے نکل کر کہاں جانا چاہیے؟"

"آج شام اجلاس اٹینڈ کرنے کے بعد بتاؤں گا۔"

"کیا تم ابھی تک اسی قلعے میں ہو؟"

"ہاں، میرے پاس عزت علی موجود ہے۔ میں اس کے ساتھ یہاں سے بیروت ائیرپورٹ جاؤں گا پھر ہم پیرس جائیں گے۔ مجھے اپنی جگہ حاضر ہونا ہے۔ میں پھر ملاقات کروں گا۔"

سونیا نے کہا" ذرا ایک منٹ۔ یہاں بابا صاحب کے ادارے سے ماہرین آئے ہوئے ہیں۔ ان میں ایک پلاسٹک سرجری کا بھی طالب علم ہے۔ وہ میرے چہرے سے انا میریا کا میک اپ اتار دے گا۔ کیا مجھے اصلی روپ میں وادی سے باہر جانا ہوگا؟"

"یہ فیصلہ ابھی نہیں کرسکتا۔ بعد میں بتاؤں گا۔ ابھی انتظار کرو۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ اس وقت تک میک اپ مکمل ہوچکا تھا۔ میں ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کے روپ میں

آئینے کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ عزت علی نے مسکراتے ہوئے کہا "میں بھی میک اَپ کرنے میں تم سے کم نہیں ہوں۔ ویسے تم اس فن میں کامل ہو۔ کیا خیال ہے، اب چلنا چاہیے؟"

"ذرا سی مہلت چاہیے۔ ایک ضروری خیال خوانی رہ گئی ہے۔ اس کے بعد چلتا ہوں۔"

میں نے بزرگ جلیل القدر سے معلوم کیا۔ حدیقہ کہاں ہے؟ وہ اس کے متعلق نہیں جانتے تھے۔ میں اس کے ساتھی کے دماغ میں پہنچا جس کے ذریعے تھوڑی دیر پہلے گفتگو کر چکا تھا۔ وہ اسی کے ساتھ تھی۔ اور قلعے سے بہت دور جا کر ایک جگہ بیٹھی ہوئی تھی۔ قلعے کو اپنی نظروں میں رکھا تھا جیسے مجھے نکلتے ہوئے اور جاتے ہوئے دیکھے گی تو دوڑ کر چلی آئے گی۔

میں نے اس کے ساتھی کی زبان سے کہا "حدیقہ! میں فرہاد بول رہا ہوں۔"

وہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ اپنے ساتھی کی طرف سر گھمایا۔ میں نے کہا "تمھیں یہ سن کر افسوس ہوگا، میں یہاں نہیں رہ سکتا۔ رہوں گا تو اپنی زندگی کو خطرے میں ڈالوں گا۔ بولو کیا کہتی ہو؟"

وہ چپ رہی۔ میں نے کہا "میں نے بہت سی تدبیریں سوچیں۔ میرے ایک نہیں بے شمار دشمن ہیں اور وہ اتنے مکار ہیں کہ یہاں میری کوئی تدبیر نہیں چلے گی۔ وہ چھپ کر مجھ پر حملہ آور ہوں گے۔ ہم سوچ بھی نہیں سکیں گے اور وہ اپنا کام کر گزریں گے۔ ویسے میرا ایمان ہے، جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے۔ موت کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے۔ جب تک میرے مولا کی مرضی نہیں ہوگی میں نہیں مروں گا لیکن وہ مجھے نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ بے انتہا پریشانیوں میں مبتلا کر کے میری زندگی اجیرن کر سکتے ہیں۔"

حدیقہ نے ایک ہاتھ سے اپنے سر کو تھام لیا جیسے اپنے نصیب کو رو رہی ہو۔ قصہ حاتم طائی کی حسن بانو نے سات سوال پیش کیے تھے۔ اس کا پہلا سوال تھا "ایک بار دیکھا ہے دوسری بار دیکھنے کی ہوس ہے۔"

اور ہم ایک بار ملے تھے دوسری بار ملنے کی حسرت رہ گئی تھی۔

قصہ مختصر کرتا ہوں۔ میں بڑی آسانی سے عزت علی کے ساتھ ہیلی کاپٹر میں سوار ہو کر بیروت ائیرپورٹ پر پہنچا پھر وہاں سے چار بجے کی فلائٹ سے پیرس پہنچ گیا۔ اس دوران میں نے اعلیٰ بی بی سے رابطہ قائم کیا تھا۔ پتا چلا اس

نے دو ڈمی اعلیٰ بی بی وہاں سے روانہ کر دی ہیں۔ ایک تو وادی میں بھیجی گئی ہے۔ دوسری وادی کے اطراف یومی وغیرہ کی ٹیم کی طرف گئی ہے لیکن اصلی اعلیٰ بی بی خود پیرس میں موجود تھی۔

میں نے کہا "چلو اچھی بات ہے۔ جب تم پیرس میں موجود ہو تو بابا صاحب کے ادارے کے ہیڈ آف دی ڈپارٹمنٹ جناب شیخ الفارس غلام حسین البرقی کو ساتھ لے کر کانفرنس میں شریک ہو جاؤ۔ تم دونوں ہماری نمائندگی کرو گے اور ہم تمھارے دماغوں میں موجود رہیں گے۔"

پیرس پہنچنے سے پہلے میں نے ڈاکٹر شیفرڈ کو اطلاع دی تھی کہ میں اس کے بنگلے میں پہنچنے والا ہوں۔ جب میں سات بجے ڈاکٹر کے ساتھ بیٹھا باتیں کر رہا تھا اس وقت پیرس کے ایک بہت بڑے ریکریشن ہال میں اجلاس منعقد ہو رہا تھا۔ میں نے ڈاکٹر سے کہا "آپ میرے چہرے پر اپنا کام کریں۔ میں اجلاس میں شریک ہونے جا رہا ہوں۔"

میں نے شیخ الفارس غلام حسین البرقی کے دماغ میں پہنچ کر انھیں سلام کیا اور انھیں اپنی موجودگی کی اطلاع دی۔ اس اجلاس میں ایسے تمام ممالک کے اہم نمائندے شریک تھے جن کو اس بات کا اندیشہ تھا کہ فرہاد اور رسونتی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان کے سرکاری، نیم سرکاری اور جنگی رازوں تک پہنچ چکے ہیں۔

اجلاس کی ابتدا میں فرانسیسی حکومت کے نمائندے نے کہا "جناب شیخ الفارس غلام حسین البرقی، آپ ہمارے ملک میں رہتے ہیں۔ بابا فرید واسطی صاحب مرحوم نے ہمارے ہاں اتنا بڑا ادارہ قائم کیا ہے جو اپنے احاطے کے اندر ایک چھوٹی سی حکومت کی طرح ہے۔ آپ کے ہاں ہر طرح کے لوگ موجود ہیں۔ آپ کے ہاں ماہر انجینئر، ڈاکٹر، سائنسدان اور ایسے جدید آلات وغیرہ ہیں جن پر کوئی بھی حکومت اعتراض کر سکتی ہے لیکن ہم نے اعتراض نہیں کیا کیونکہ ادارے سے ہمیں کبھی نقصان نہیں پہنچا۔ ہمیں نہ تو پہلے آپ سے کوئی شکایت تھی نہ آج ہے لہٰذا ہم آپ سے موجودہ مسائل پر گفتگو نہیں کریں گے۔ آپ یہ بتائیں کیا فرہاد صاحب موجود ہیں۔ اگر نہیں تو ان کی موجودگی کے بغیر آپ کی نمائندگی بے مصرف ہو گی۔"

شیخ الفارس نے کہا "میں یہاں فرہاد علی تیمور کے نمائندے کی حیثیت سے موجود ہوں۔ سیاست اور دوسرے مسائل پر جو بھی گفتگو ہو گی، وہ میں اپنے تجربات کے مطابق کروں گا۔ رہ گئی فرہاد کی موجودگی کی بات تو وہ خود اپنی موجودگی کی

اطلاع دے رہے ہیں۔"

شیخ الفارس غلام حسین البرقی چند لمحوں کے لیے خاموش ہوئے۔ ان کی زبان سے میں نے کہا "اب میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔ اگر میری موجودگی پر کسی کو شبہ ہے تو میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے ثبوت فراہم کر سکتا ہوں۔"

ایک ملک کے نمائندے نے کہا "شیخ الفارس ابھی آپ اپنے طور پر گفتگو کر رہے تھے۔ اب فرہاد بن کر بول رہے ہیں۔ ہم کیسے یقین کریں کہ..."

اس کی بات ادھوری رہ گئی۔ میں نے کہا "آگے کہنے کی ضرورت نہیں۔ میں پیشگوئی کرتا ہوں کہ میری بات ختم ہوتے ہی آپ قہقہہ لگائیں گے، پھر سر کھجائیں گے۔ اس کے بعد خاموش بیٹھ جائیں گے۔"

میری بات ختم ہوئی۔ میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے میری پیشگوئی کے مطابق ایک قہقہہ لگایا۔ پھر اپنا سر کھجا کر خاموش ہو گیا۔ اس کے بعد میں نے شیخ الفارس کے ذریعے کہا "کیا ثبوت مل گیا؟"

سب لوگوں نے تائید میں سر ہلایا۔ اس کے بعد اعلیٰ بی بی نے کہا "میں رسونتی کی نمائندگی کر رہی ہوں۔ یوں سمجھ لیں اس وقت آپ کے سامنے رسونتی بول رہی ہے۔ جسے یقین نہ ہو میں اس شبہ کرنے والے کے ذریعے ثبوت فراہم کر دوں گی۔"

تقریباً سب ہی لوگوں نے کہا "ہمیں یقین ہے۔ اب اجلاس کی کارروائی شروع ہونی چاہیے۔"

میں نے کہا "کارروائی شروع ہونے سے پہلے میری ایک بات اچھی طرح سن لو۔ یہ ہماری آخری میٹنگ ہے۔ اس سے پہلے ہم ایسے کئی اجلاس کر چکے ہیں۔ میں جو اپنی آپ بیتی تحریر کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا تو میرے قارئین یہ پڑھ پڑھ کر بور ہوتے رہیں گے کہ آپ بیتی میں جب بھی کوئی اہم مسئلہ پیدا ہوتا ہے تو تمام ممالک کے اہم نمائندے اجلاس کرنے بیٹھ جاتے ہیں۔ ایک ہی بات بار بار ہوتی رہے یا ایک ہی واقعہ بار بار پیش آئے تو یکسانیت پیدا ہو جاتی ہے۔ میں خود یکسانیت کا قائل نہیں ہوں۔ لہٰذا میں آخری بار رسونتی کے ساتھ اس اجلاس میں شریک ہو رہا ہوں۔ اس کے بعد ہمارے درمیان دوستی، امن و آشتی کی کوئی بات نہیں ہو سکے گی لہٰذا جو کہنا ہے سوچ سمجھ کر کہا جائے۔"

ایک نمائندے نے کہا "ہم سب یہی چاہتے ہیں۔ ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ آپ اور مادام رسونتی کھل کر سامنے آجائیں اور کسی ایک ملک میں اپنی رہائش اختیار کر لیں تو ہم میں سے کسی کو آپ دونوں سے اندیشہ نہیں رہے گا۔"

شیخ الفارس نے پوچھا "آپ کو فرہاد اور رسونتی سے کس قسم کے نقصان کا اندیشہ ہے۔ یا اس سے پہلے ان دونوں نے آپ لوگوں میں سے کس کو نقصان پہنچانے میں پہل کی ہے؟ کیا آپ کوئی مثال پیش کر سکتے ہیں؟"

ایک ملک کے نمائندے نے کہا "ان کی ٹیلی پیتھی نے ہمارے کتنے آدمیوں کی جانیں لی ہیں۔"

دوسرے ملک کے نمائندے نے کہا "ان کی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہمارے ملک کا ایک اہم راز فاش ہو گیا۔"

ایک اور ملک کے نمائندے نے کہا "دنیا کے بیشتر ممالک ان دونوں کو اپنے ملک میں دیکھنا نہیں چاہتے۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ جہاں جاتے ہیں وہاں ہنگامہ آرائی ہوتی ہے اور اس ملک کا امن و امان غارت ہو جاتا ہے۔"

میں کچھ کہنا چاہتا تھا، شیخ الفارس نے کہا "بیٹے، تم خاموش رہو، مجھے بولنے دو۔ جہاں تمھاری ضرورت ہو گی تم کہنا۔"

انھوں نے کہا "دنیا میں بڑے بڑے جرائم کے ریکارڈ قائم ہوتے ہیں اور ہر جرم کا ایک پس منظر معلوم کیا جاتا ہے۔ پس منظر کے بغیر کوئی جرم سرزد نہیں ہوتا۔ اگر ٹیلی پیتھی کے

ذریعے کسی ملک کا راز فاش کیا گیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ فرہاد یا رسونتی بلیک میلر ہیں یعنی ایک کا راز چرا کر دوسرے تک پہنچاتے ہیں۔ اگر انھوں نے ایسا کیا ہے تو وہ مجرم ہیں۔ اگر انھوں نے ایک کا راز دوسرے تک نہیں پہنچایا ہے بلکہ اسے فاش کر دیا۔ تمام لوگوں پر ظاہر کر دیا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ انھیں للکارا گیا تھا۔ جس ملک کا راز فاش کیا گیا، اس کے تخریب پسندوں نے انھیں نقصان پہنچانے کی کوشش کی جس کا جواب انھوں نے اس انداز میں دیا تاکہ وہ ملک، وہاں کے حکام سنبھل جائیں اور انھیں آئندہ نہ چھیڑیں۔"

سب خاموشی سے شیخ الفارس کی باتیں سن رہے تھے۔ انھوں نے کہا "دوسرا الزام یہ ہے کہ ان دونوں نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے آپ لوگوں کے بہت سے آدمیوں کو ہلاک کیا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہلاک ہونے والے ان کے گلے لگنے گئے تھے یا گلا کاٹنے؟ فرہاد اور رسونتی کی صحت مندی اور دماغی حالت آج بھی طبی معائنے سے ثابت ہو سکتی ہے کہ یہ نارمل ہیں۔ نارمل انسان گلے لگنے والوں کا گلا نہیں کاٹتے۔ پہل ان دونوں کی طرف سے نہیں ہوئی۔ دشمنی کی گئی۔ لہٰذا دشمنی کی سزا نہیں دی گئی۔"

انھوں نے ایک ذرا توقف کے بعد کہا "اب رہ گئی یہ بات کہ کچھ ممالک ان سے شکایت کرتے ہیں کہ ان کی وجہ سے وہاں کا امن و امان غارت ہو گیا لیکن کیوں ہوا؟ فرہاد نے برما میں، سونیا نے اسرائیل میں اور رسونتی نے نیپال میں تباہی مچائی تو کیوں؟ اس کا ایک واضح جواب سب جانتے ہیں۔ سب اس حقیقت کو مانتے ہیں کہ فرہاد کی موت کے پروانے پر یہودیوں نے دستخط کرائے۔ تمام دنیا جانتی ہے، فرہاد نے آج تک کسی یہودی کی موت کے پروانے پر دستخط نہیں کرائے۔ اگر یہ چاہتے تو ٹیلی پیتھی کے ذریعے اُن کے سربراہ کی شہ رگ تک پہنچ جاتے اور آج بھی پہنچ سکتے ہیں لیکن یہ ایسا نہیں کرتے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ کبھی کسی کو نقصان پہنچانے میں پیش قدمی نہیں کرتے۔ انھیں چھیڑا جاتا ہے تو یہ جوابی کارروائی کرتے ہیں۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "شیخ الفارس غلام حسین البرقی نے جو دلائل پیش کیے ہیں انھیں جھٹلانے کی ہر ممکن کوشش کی جائے گی لیکن ایک بات کا جواب دیا جائے۔ جب فرہاد کی موت کے پروانے پر دستخط کرائے جا رہے تھے، کھلے عام یہ غیر قانونی، غیر اخلاقی کام ہو رہا تھا تو دنیا کے تمام ممالک خاموش کیوں تھے؟"

شیخ الفارس نے کہا "اس لیے خاموش تھے کہ ٹیلی پیتھی جاننے والا فنا ہو رہا تھا۔ یہ فرہاد سے، رسونتی سے اور دنیا کی کسی طاقت سے خوفزدہ نہیں ہیں صرف ٹیلی پیتھی سے خوفزدہ ہیں۔ یہ نہیں چاہتے کہ یہ دونوں ٹیلی پیتھی کے ذریعے دوسروں پر برتری حاصل کریں۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "بے شک، اس اجلاس کی ابتدا میں یہ بات کہی گئی ہے کہ فرہاد اور رسونتی کو کھل کر سامنے آنا چاہیے اور کسی ایک ملک میں رہائش اختیار کرنا چاہیے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انھیں وادیٔ قاف میں نئی مملکت قائم نہیں کرنی چاہیے اور اس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ ٹیلی پیتھی کسی محفوظ مقام پر نہ رہے۔ ٹیلی پیتھی کے چاروں طرف سرحد بندی نہ ہو۔ تخریب کار جب چاہیں سرحدی مشکلات سے گزرے بغیر بآسانی ٹیلی پیتھی جاننے والوں تک پہنچ جائیں۔ اسی لیے آپ انھیں کھل کر رہنے اور کسی ایک ملک میں رہائش اختیار کرنے کا مشورہ دے رہے ہیں اور یہ مشورہ ہمارے لیے، فرہاد کے لیے، رسونتی کے لیے قابلِ قبول نہیں ہے۔"

شیخ الفارس نے کہا "آپ تمام حضرات اس اجلاس میں دوستی کی بات کرنا چاہتے ہیں تو اپنے دماغوں سے یہ بات نکال دیں کہ ہماری نئی مملکت قائم نہیں ہوگی۔ وہ ہر حال میں ہوگی اور وادیٔ قاف میں ہوگی۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا مسکن وہی ہے اور وہی رہے گا۔ ہم نے نئی مملکت کے سلسلے میں متعلقہ ممالک کے پانچ پانچ نمائندوں کو دعوت دی تھی اور یہ وارننگ بھی دی تھی کہ ہمارے خلاف سازشیں ہوئیں تو پھر ہم کسی پر اعتماد نہیں کریں گے۔ ہم نے سازشیں کرنے والوں کا پول کھول دیا۔ وادیٔ قاف سے تمام نمائندے واپس بھیج دیے گئے ہیں۔ صرف فرانسیسی حکومت کے نمائندے موجود ہیں اور رہیں گے۔ وادیٔ قاف سے صرف فرانسیسی حکومت کا رابطہ رہے گا۔ اس سے دوستی رہے گی۔ اس پر اعتماد کیا جائے گا کیونکہ فرہاد اور رسونتی کی ٹیلی پیتھی کا، ان کی شخصیات کا تعلق بابا صاحب کے ادارے سے ہے اور یہ ادارہ فرانسیسی حکومت کی سرپرستی میں بڑی کامیابی سے چلتا رہا ہے اور ان شاءاللہ آئندہ بھی چلتا رہے گا۔"

ایک ملک کے نمائندے نے کہا "یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے ہماری نظروں سے چھپ کر رہیں گے۔ ہم سے اہم گفتگو نہیں کریں گے تو بات کیسے بنے گی؟"

اعلیٰ بی بی نے کہا "ٹیلی پیتھی جاننے والے نظروں کے سامنے آسکتے ہیں۔ شرط یہ ہے کہ تمھارے ملک کے اور تمھاری تنظیموں کے سربراہ بھی سامنے آجائیں لیکن تمھارے سربراہوں کو یہ خوف ہے کہ ان کے دماغ ٹیلی پیتھی کی مٹھی میں آجائیں گے اور ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو یہ اندیشہ ہے کہ روبرو آنے سے ان کے اطراف سازشوں کے جال بچھائے جائیں گے۔ پچھلی رات صرف اتنا سا انکشاف ہوا کہ فرہاد ڈیمور کے ساحلی قلعے میں موجود ہے تب سے قلعے کا مسلسل محاصرہ کیا جا رہا ہے۔ محاصرہ کرنے والے کئی طرح کے نقصانات اٹھا چکے ہیں۔ اس کے باوجود وہ باز نہیں آرہے ہیں۔ اگر فرہاد اور رسونتی کھل کر سامنے آجائیں تو آپ ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کریں گے۔ پہلی فرصت میں ان دونوں کو ختم کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔ لہٰذا سامنے آنے کی باتیں نہ کریں جو اہم بات ہے وہ بتائیں۔ مسئلہ کیا ہے، آپ لوگ کیا چاہتے ہیں؟"

ایک نے کہا "جو ہم چاہتے ہیں وہ آپ نہیں چاہتے۔"

شیخ الفارس نے کہا "اور جو ہم چاہتے ہیں وہ آپ نہیں چاہتے۔ اس طرح بات نہیں بنے گی۔"

ایک نے سوال کیا "پھر بات کس طرح بنے گی؟"

"اس طرح کہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو چھیڑا نہ جائے۔ آپ سب یہ آزما کر دیکھیں۔ اگر آپ امن پسندی سے کام لیں گے، دوست بن کر رہنے کا ثبوت دیتے رہیں گے تو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی طرف سے کبھی مخالفانہ اقدامات نہیں ہوں گے۔ ان کی طرف سے کسی کو نقصان نہیں پہنچے گا۔ یہ ہمارا وعدہ ہے ہم اس کے لیے تحریری معاہدہ بھی کر سکتے ہیں۔"

ایک ملک کے نمائندے نے کہا "آپ ہم سے امن چاہتے ہیں، دوستی چاہتے ہیں اور اس طرح اپنی نئی مملکت کو تسلیم کرانا چاہتے ہیں۔"

"ہرگز نہیں، ہم نئی مملکت کو کسی سے تسلیم کرانے کا شوق نہیں رکھتے۔ ہمارے تعلقات صرف فرانسیسی حکومت سے ہوں گے۔ کوئی حکومتی سطح پر آکر ہم سے دوستی کرنا چاہے گا تو ہم انکار کر دیں گے۔ آپ ٹیلی پیتھی سے خوفزدہ ہیں لہٰذا صرف فرہاد اور رسونتی سے دوستی کریں۔ وہ بھی آپ کی دوستی کا جواب دوستی سے دیں گے۔"

وہاں ایک ملک کا نمائندہ تھا۔ اس کے چہرے اور آنکھوں سے سفارتی ذہانت اور تجربات کی گہرائی کا پتا چلتا تھا۔ اس نے کہا "مسٹر شیخ الفارس! میں آپ کے ذریعے فرہاد علی اور رسونتی سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہم صرف تحفظ چاہتے ہیں۔ اس بات کا یقین دلایا جائے کہ اُن کی ٹیلی پیتھی سے ہمیں نقصان نہیں پہنچے گا۔"

"آپ لوگوں کو کس طرح یقین آسکتا ہے؟"

"سیدھی سی بات ہے، ہمارے درمیان تحریری معاہدہ ہو جائے۔ جس طرح مختلف ممالک کے درمیان یہ معاہدے ہو چکے ہیں کہ وہ ایک دوسرے کے خلاف انتہائی ناگزیر حالات میں بھی ایٹمی ہتھیار یا ایٹم بم استعمال نہیں کریں گے، اس طرح فرہاد اور رسونتی ہم سے معاہدہ کر لیں، وہ انتہائی ناگزیر حالات میں بھی ہمارے خلاف ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ نہیں کریں گے نہ ہی اس کے ذریعے ہمیں کوئی نقصان پہنچائیں گے۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "جناب! میں آپ کی بات کا جواب دیتی ہوں لیکن پہلے کچھ ضمنی سوالات ہیں۔ مثلاً یہ کہ آپ ایک نہایت ہی ذہین، سنجیدہ اور نارمل انسان ہیں کیا آپ کبھی خودکشی کریں گے؟"

اس عمر رسیدہ شخص نے جواب دیا "کبھی نہیں۔"

"لیکن آپ کے اندرونی معاملات پیچیدہ ہو سکتے ہیں۔ آپ کی گھریلو زندگی ناخوشگوار ہو سکتی ہے۔ آپ کی بیوی آپ کو اس حد تک پریشان کرے کہ آپ زندگی سے بیزار ہو جائیں۔ یا کوئی بلیک میلر آپ کی کسی کمزوری سے اس حد تک کھیلنا چاہے کہ آپ زندگی پر موت کو ترجیح دیں۔ ایسی صورت میں آپ یقیناً خودکشی کریں گے۔ یا آپ جیسا کوئی دوسرا شخص خودکشی کر سکتا ہے۔ کیا نہیں کر سکتا؟"

"ہاں، حالات کبھی ایسے پیچیدہ ہوتے ہیں۔ مسائل ایسے ناقابلِ حل ہوتے ہیں کہ آدمی موت کو ترجیح دیتا ہے۔"

"اگر ایسی صورت میں آپ خودکشی کر لیں اور یہ الزام عائد کیا جائے کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے خودکشی پر مجبور کیا گیا ہے تو کیا آپ یہ گواہی دینے کے لیے دوبارہ زندہ ہو سکتے ہیں کہ فرہاد اور رسونتی صرف دوست ہیں۔ انھوں نے دشمنی نہیں کی ہے؟"

"ہاں، ایسی صورت میں ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر شبہ کیا جا سکتا ہے لیکن جب ہمارے درمیان معاہدہ ہو جائے گا تو خودکشی کا کیس ہو یا کسی کی موت پُراسرار طریقے پر واقع ہو اور اس میں ٹیلی پیتھی کا شبہ ہو تو پہلے اس کی تصدیق کی جائے گی۔ اس کے متعلق تفتیش ہوگی۔ تب ہم الزام دیں گے ورنہ نہیں۔"

شیخ الفارس نے کہا "آپ کی بات معقول ہے۔ ہم

معاہدہ کرنے کے لیے تیار ہیں۔ اگر کوئی خودکشی کرے گا یا کسی کی موت پُراسرار طریقے سے ہوگی تو ہم بھی ٹیلی پیتھی کے ذریعے تفتیش کرائیں گے اور اصل مجرم کو سامنے لے کر آئیں گے۔"

ایک اور بزرگ نمائندہ نے کہا "ہم چاہتے ہیں ٹیلی پیتھی کا دائرہ کار محدود ہو۔ آپ ایک نئی مملکت قائم کر رہے ہیں۔ آپ لوگوں کو صرف اپنے ملک کے اندر ٹیلی پیتھی کو کام میں لانا چاہیے۔ مثلاً کوئی شخص آپ کی سرحد میں داخل ہو یا کوئی آپ لوگوں کے خلاف یا آپ کی نئی مملکت کے خلاف سازش کرے تو آپ اس کے خلاف کارروائی کر سکتے ہیں لیکن وادیٔ قاف کی سرحد کے باہر اس علم کو ممنوع قرار دیا جانا چاہیے۔"

مجھے یا رسونتی کو کچھ کہنے کا موقع ہی نہیں مل رہا تھا۔ شیخ الفارس اور اعلیٰ بی بی دونوں ہی اتنے ذہین اور تجربہ کار تھے کہ وہ ہم سے زیادہ مناسب جوابات دے رہے تھے۔ شیخ الفارس نے کہا "جناب! آدمی دماغ کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جب فرہاد یا رسونتی اپنی مملکت سے باہر کسی بھی ملک میں جائیں گے تو ان کے ساتھ ان کا دماغ بھی جائے گا۔ جب دماغ جائے گا تو ٹیلی پیتھی کا علم بھی جائے گا۔ ایسے میں اگر کسی نے ان سے دشمنی کی یا انھیں مجبور کر دیا کہ وہ علم استعمال کریں تو پھر کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ کسی بھی شخص کو اپنا دماغ، اپنی دماغی صلاحیتیں اور اپنے حاصل کیے ہوئے علوم کو استعمال کرنے سے روکے۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "جب ہم یہ معاہدہ کرنے کے لیے تیار ہیں کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے آپ میں سے کسی کو بھی نقصان نہیں پہنچے گا تو اس کا مطلب یہی ہوا کہ ٹیلی پیتھی خواہ وادیٔ قاف کی حدود میں رہے یا باہر رہے، اس علم کو منفی انداز میں کبھی استعمال نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی ہم نے پہلے کبھی اسے منفی انداز میں استعمال کیا ہے۔ ہماری تائید میں بہتیرے ثبوت موجود ہیں اور آئندہ بھی ہم ثبوت پیش کرتے رہیں گے۔"

"آپ کہتی ہیں ٹیلی پیتھی کو منفی انداز میں استعمال نہیں کیا جائے گا۔ ہم اسے مان لیتے ہیں۔ آپ بھی تسلیم کر لیں کہ فرہاد اور رسونتی کھل کر سامنے آئیں گے، ہمارے ملک کے بڑوں سے اور اہم حکام سے ملاقاتیں کرتے رہیں گے تو انھیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

اعلیٰ بی بی نے پوچھا "اور اگر نقصان پہنچا تو؟"

"تو ہم معلوم کریں گے کہ کس نے انھیں نقصان پہنچایا ہے۔ اس کو سزا دیں گے بالکل اسی طرح جس طرح کہ ٹیلی پیتھی کے خلاف الزام عائد کرنے پر تفتیش کی جائے گی۔"

شیخ الفارس نے کہا "ماضی میں رسونتی بارہا سامنے آتی رہی ہے لیکن فرہاد کب سامنے آتا رہا اور کب اس کی ڈمی آتی رہی، کوئی یہ حقیقت نہیں جان سکا۔ آئندہ بھی ان کے سامنے آنے پر اصرار کیا گیا تو آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ وہ خود آئیں گے۔ لہٰذا یہ بات اپنے دماغ سے نکال دیں کہ فرہاد اور رسونتی ہر ایک سے خود ملاقات کریں گے۔"

"دوستی کرنے اور امن قائم رکھنے کے لیے لازم ہے کہ آپس میں ایک دوسرے پر اعتماد کریں۔ ہم آپ پر اعتماد کرتے ہیں، آپ بھی ہم پر اعتماد کریں۔"

"میں کہہ چکا ہوں، فرہاد اور رسونتی سامنے نہیں آئیں گے. یہ اُن کی مرضی ہے جب چاہیں .... کھل کر سامنے آئیں جب چاہیں اپنی ڈمی پیش کر دیں۔ آپ دوسری باتیں کریں۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "یہ دوسری کوئی بات نہیں کر سکتے جب سے یہ انکشاف ہوا ہے کہ فرہاد علی تیمور ڈیمور کے ایک ساحلی قلعے میں موجود ہے اور اس کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں موجود ہیں اور یہ صلاحیت اس سے نہ کبھی چھینی گئی تھی نہ اسے یہودی کبھی قیدی بنا کر رکھ سکے تھے۔ یہودیوں کی خوش فہمی کے ساتھ ساتھ اُن کے دوستوں کی یہ خوش فہمیاں بھی ختم ہو گئیں کہ فرہاد کو قیدی بنایا جا سکتا ہے۔ اس کی صلاحیتیں چھینی جا سکتی ہیں اور کبھی کسی موقع پر اس کے ساتھیوں کو ٹریپ کیا جا سکتا ہے۔ نیپال میں پارس کے ساتھ رسونتی کو ٹریپ کرنے کی بین الاقوامی سازشیں کی گئیں۔ فرہاد کی موت کے پروانے پر تمام ممالک سے دستخط کرا لینے کے باوجود اسکی موت کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا۔ آپ سب اپنے اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں اور شرم کریں۔ اس کے بعد فرہاد اور رسونتی کو سامنے بلا کر نئی سازشوں کا اہتمام کریں۔"

میں نے بڑی دیر چپ رہنے کے بعد کہا "اب میرے بولنے کی باری ہے۔ اتنی دیر سے خاموش ہوں اور تم سب کے دماغوں کو باری باری پڑھتا رہا ہوں۔ تم میں سے ہر ایک کے دماغ میں یہ بات ہے کہ یہ اجلاس جو دوستی کے نام پر منعقد کیا ہے ایک چیلنج پر ختم ہوگا۔ ابھی تم لوگ دو ایسے نمونے پیش کرنے والے ہو جو ہمیں چونکا دیں گے۔ ہم ان سے سہمے رہیں گے اور ہماری راتوں کی نیندیں اڑ جائیں گی۔ پھر دیر کس بات کی ہے۔ کیوں وقت ضائع کیا جا رہا ہے؟"

سپر ماسٹر کے نمائندے نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا "میں یہ آخری بات کہنے آیا ہوں کہ آج سے سپر ماسٹر کی تنظیم کا کوئی بھی فرد تم دونوں کے راستے میں کبھی نہیں آئے گا۔ ہماری تمہاری نہ تو دوستی ہوگی نہ دشمنی۔ ہم سے کوئی تعلق نہیں رہے گا۔ ہم تمھیں اچھی طرح سمجھ گئے ہیں، ڈیمور قلعے کے آس پاس ہماری طرح کتنے ہی ممالک نے زبردست نقصانات اٹھائے ہیں۔ ان نقصانات کا شکوہ تم سے نہیں کیا جا سکتا کیونکہ انھوں نے کھل کر دشمنی نہیں کی تھی اور تم نے بھی کھل کر نقصانات نہیں پہنچایا۔ بہرحال یہ آخری بات آپ یاد رکھیں اور اپنے دشمنوں کی فہرست سے سپر ماسٹر کا نام خارج کر دیں۔ آج سے آپ کی داستان میں سپر ماسٹر کی تنظیم کا باب ختم ہو رہا ہے۔"

یہ کہہ کر وہ وہاں سے چلا گیا۔ اس کے بعد ماسک مین کے نمائندے نے اٹھ کر کہا "ہمارے ماسک مین کا بھی کم و بیش یہی فیصلہ ہے لیکن ایک ذرا فرق ہے۔ سپر ماسٹر کے نمائندے نے کہا ہے کہ نہ تو آپ لوگوں سے دوستی کرے گا نہ دشمنی کرے گا لیکن ہم دوستی کا موقع آئے تو ضرور کریں گے، دشمنی کبھی نہیں کریں گے اور دوستی کے لیے مجبور نہیں کریں گے۔ آپ کے سامنے نہیں آئیں گے۔ آپ کا راستہ نہیں روکیں گے یعنی ہر طرح سے ہمارا اور آپ کا راستہ الگ ہو گا۔ اگر کبھی اتفاق سے ہمارے راستے مل گئے تو ہم دوستوں کی طرح ایک دوسرے کو دیکھیں گے۔ ایک دوسرے سے بولیں گے۔ اس کے بعد رخصت ہو جائیں گے۔ آپ کی زندگی میں ماسک مین کا نام بہت آ چکا ہے۔ آپ سے درخواست ہے کہ اس نام کو بالکل ہی بھول جائیں۔ اپنی فہرست سے یہ نام خارج کر دیں۔ ہم پورے یقین سے کہتے ہیں، آج کے بعد ہمارے کسی آدمی سے آپ کو کبھی کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ آپ ٹیلی پیتھی کے ذریعے معلومات حاصل کریں گے تب بھی آپ کو پتا چلے گا کہ ہم آپ کے راستے میں حائل نہیں ہیں۔ لہٰذا آج ماسک مین کا آپ کو آخری سلام۔"

وہ بھی چلا گیا۔ اسرائیلی نمائندے نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا "ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ آپ ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کوئی جتنی دوستی نبھاتا ہے، اتنا ہی نقصان اٹھاتا ہے۔ ہم یہودیوں نے سب سے زیادہ دوستی نبھاتے رہنے کی کوشش کی اور ہمیشہ نقصان اٹھاتے رہے۔"

اعلیٰ بی بی کے ذریعے رسونتی نے کہا "فضول باتیں نہ کرو۔ ابھی تمہارا پول کھول کر رکھ دوں گی۔ تم لوگوں نے دوستی کی آڑ میں ہمیں جس قدر نقصان پہنچایا ہے اس کا اندازہ ہم کو بھی ہے اور تم کو بھی۔ تم سانپ بن کر ڈستے رہے ہو۔ اس قدر تو کوئی زہریلا سانپ بھی ڈسنے کے قابل نہیں رہتا۔"

"سوری مادام! میں بات بڑھانا نہیں چاہتا۔ دو لفظوں میں بات ختم کر رہا ہوں۔ ہم نے بھی آپ لوگوں سے بالکل علیحدگی اختیار کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ نہ آپ کے دوست بنیں گے نہ دشمن۔ آپ ٹیلی پیتھی کے ذریعے کسی وقت بھی معلوم کر سکتی ہیں۔ ہمارا کوئی آدمی، کوئی یہودی بچہ آپ کو کبھی کسی معاملے میں نقصان نہیں پہنچائے گا۔ اگر کسی معاملے میں ہمیں آپ سے نقصان پہنچتا ہو تو ہم اس کی نشاندہی کر دیں گے۔ تاکہ ہمارے درمیان کسی قسم کی غلط فہمی پیدا نہ ہو اور کسی نئی دشمنی کا آغاز نہ ہو۔ بہرحال میں اپنے یہودی اکابرین کی جانب سے، اسرائیلی حکام کی طرف سے ہمیشہ کے لیے دو الفاظ میں بات ختم کرنے آیا ہوں وہ الفاظ ہیں "خدا حافظ"۔"

وہ بھی وہاں سے چلا گیا۔ اس کے بعد مختلف ممالک کے نمائندے باری باری اٹھتے گئے۔ وہ مختلف انداز میں اپنی باتیں کہتے رہیں لیکن مقصد ایک ہی تھا کہ ہم ان کا نام اپنی فہرست سے خارج کر دیں اور ہمیشہ کے لیے ان سے تعلقات ختم کر دیں۔ ان سے نہ دوستی رہے نہ دشمنی۔

رفتہ رفتہ وہ کانفرنس ہال خالی ہوتا چلا گیا۔ آخر میں شیخ الفارس، اعلیٰ بی بی، فرانسیسی حکومت کا نمائندہ اور ان کے علاوہ دو اور شخص رہ گئے تھے۔ وہ کسی ملک کے نمائندے نہیں تھے۔ میں نے ابھی تک ان کے دماغوں میں جھانک کر نہیں دیکھا تھا کیونکہ کانفرنس جاری رہنے کے دوران انھوں نے ایک لفظ بھی نہیں کہا تھا۔ خاموش بیٹھے رہے تھے۔

اس اجلاس میں ہمارے درمیان جو باتیں ہوتی رہیں، وہ دوسری طرف سنی جاتی رہیں۔ دوسری طرف کہیں بہت دور مختلف ممالک کے اہم افسران اور اعلیٰ حکام وغیرہ بیٹھے ہوئے تھے اور اجلاس میں اپنے نمائندوں کے ذریعے ہونے والی گفتگو کو ان اسپیکروں کے ذریعے سن رہے تھے جو ہمارے اجلاس کے ہال والے مائک سے منسلک تھے۔

فرانسیسی نمائندے نے کہا "جناب شیخ الفارس غلام حسین البرقی صاحب! آپ نے، مسٹر فرہاد اور مادام رسونتی نے فرانسیسی حکومت پر جو اعتماد کیا ہے اس کے لیے ہم تہ دل سے شکر گزار ہیں۔ ہمارے بڑوں کی طرف سے ابھی مجھے پیغام موصول ہوا ہے کہ میں آپ کا شکریہ ادا کروں اور اس بات کا یقین دلاؤں کہ ہماری حکومت آپ اور آپ کے ساتھیوں سے ہر طرح کا تعاون کرے گی۔ خدا نے چاہا تو ہمارے تعلقات ہمیشہ خوشگوار اور دوستانہ رہیں گے۔"

اعلیٰ بی بی نے ایک شخص کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا "اور

آپ کی تعریف؟"

"میں بلیک شیڈو کی طرف سے آیا ہوں۔ اتنی دیر سے آپ کی باتیں اس ریکارڈر میں ریکارڈ کر رہا ہوں۔ اب میں اپنے باس بلیک شیڈو کا پیغام سناتا ہوں۔"

اس نے ریکارڈر میں سے وہ کیسٹ نکالا۔ پھر دوسرا کیسٹ لگا کر آن کر دیا۔ چند لمحوں کے بعد بلیک شیڈو کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا "ہیلو مادام رسونتی! ہیلو مسٹر فرہاد! مجھے افسوس ہے کہ اتنے واضح انداز میں میری آواز سننے، لب ولہجہ کو سمجھنے کے باوجود آپ دونوں میرے دماغ تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ میں نے ابتدا میں کہا تھا کہ میں ایک سایہ ہوں، وجود نہیں ہوں۔ اس سے زیادہ میں اور کہہ بھی کیا سکتا تھا، کیونکہ جس کے پاس پہنچا نہ جا سکے جسے کوئی چھو نہ سکے، جس کے دماغ میں ٹیلی پیتھی کی لہریں بھی نہ پہنچ سکیں۔ وہ پھر وجود نہیں رہتا، صرف سایہ رہتا ہے۔ جس دن تمھاری ٹیلی پیتھی کی لہریں میرے دماغ کو چھو لیں گی تو میں دماغ کو تسلیم کر لوں گا۔ بہرحال ابھی میں تم دونوں کے لیے ناقابلِ فہم ہوں۔

دنیا کی خطرناک ترین تنظیمیں اور بڑے بڑے ممالک میری تلاش میں ہیں۔ مختلف ذرائع سے مجھ تک یہ بات پہنچ رہی ہے کہ وہ میری ذہانت کا سودا کرنا چاہتے ہیں۔ اگر میں انھیں یہ راز یا طریقۂ کار بتا دوں کہ میں کس طرح ٹیلی پیتھی کی لہروں سے محفوظ رہتا ہوں تو وہ مجھے منہ مانگا معاوضہ دیں گے۔ میں ان سے سودا کر کے دنیا کا امیر ترین آدمی بن سکتا ہوں لیکن سوال پیدا ہوتا ہے، میں غریب کب ہوں؟

میرے پاس دولت کمانے کے بڑے وسیع ذرائع ہیں۔ کوئی مجھے لالچ نہیں دے سکتا۔ میری سب سے بڑی کامیابی یہ ہوگی کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے غلام بن جائیں۔ میرے اشاروں پر ناچتے رہیں اور وہ دن بہت جلد آنے والا ہے۔

آج کا یہ اجلاس اس لیے منعقد کیا جا رہا تھا کہ ٹیلی پیتھی کے دائرۂ کار کو بالکل محدود کر دیا جائے۔ جب مجھے اس اجلاس کا علم ہوا تو میں نے بھی بڑی بڑی تنظیموں سے اپیل کی کہ میرے نمائندے کو بھی اس اجلاس میں شریک ہونے کا موقع دیا جائے۔ کیوں کہ میں اتنی بڑی دنیا میں وہ واحد شخص ہوں جو ٹیلی پیتھی کے دائرۂ کار کو محدود رکھنے پر قادر ہے۔

اس اجلاس کے شریک ہونے والوں کا آخری فیصلہ تم لوگوں نے سن لیا۔ یہ آخری فیصلہ مجھے پہلے ہی بتا دیا گیا تھا کہ اب کوئی تم دونوں سے نہیں ٹکرائے گا۔ تمھاری دشمنی مول لینا پسند نہیں کرے گا۔ دوستی کے دوران بعض اوقات غلط فہمیاں بھی پیدا ہو جاتی ہیں لہٰذا تم سے دوستی بھی نہیں کی جائے گی، اسی لیے سپر ماسٹر، ماسک مین، اسرائیلی حکام اور دوسرے بڑے بڑے ممالک اور تنظیمیں تمھارے راستے سے ہٹ گئے ہیں۔ تمھارے دشمنوں کی فہرست میں ان کا نام نہیں رہے گا۔ جب یہ تم سے بات ہی نہیں کریں گے، تمھارے سامنے نہیں آئیں گے، تم سے ٹکرائیں گے نہیں تو تم خود ہی اپنی فہرست سے ان کے نام خارج کر دو گے۔ آج سے تم ایک نئی فہرست مرتب کرو گے۔ ایسے افراد کی فہرست جو ٹیلی پیتھی کا دائرۂ کار محدود کرنے کا گر جانتے ہیں، جو ٹیلی پیتھی سے براہِ راست مقابلہ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ تمھاری نئی فہرست میں جن لوگوں کا نام ہوگا وہ خواہ مخواہ تم سے دشمنی نہیں کریں گے۔ وہ صرف یہ چاہتے ہیں کہ دنیا میں کوئی بھی شخص ایک غیر معمولی صلاحیت کا اجارہ دار نہ بنے۔ ابتدا میں ایٹم بم صرف ایک ملک کے پاس تھا۔ اب مختلف ممالک کے پاس موجود ہے لیکن ٹیلی پیتھی ایسا علم ہے جو تم سے پہلے ماسٹر پویشنے کے پاس تھا۔ اب تم دونوں کے پاس ہے۔ تمھارے بعد کوئی اور اس دنیا میں نظر نہیں آ رہا ہے۔ ٹیلی پیتھی کی اجارہ داری تم دونوں نے قائم کر رکھی ہے۔ لہٰذا ہم یہ اجارہ داری ختم کریں گے۔ ٹیلی پیتھی کا علم یا تو بالکل عام ہوگا یا ہم اسے بالکل ہی نابود کر دیں گے۔

میرا یہ نمائندہ تمھارے سامنے بیٹھا ہوا ہے۔ تم نے اس کی آواز سن لی ہے۔ اب اس کے ذریعے جب چاہو مجھ سے رابطہ قائم کر سکتے ہو۔ دیٹس آل۔"

کیسٹ خاموش ہو گیا۔ اس کے نمائندے نے ریکارڈر کو آف کر دیا۔ اس نے جو کچھ بھی کہا تھا، اس کے جواب میں کچھ کہنا ضروری نہیں تھا۔ یہ درست ہے کہ ہم اس کے طریقۂ کار کو سمجھ نہیں پا رہے تھے کہ وہ کس طرح اپنی آواز سنانے کے باوجود ایک ایسا سایہ بنا رہتا ہے جس کا کوئی وجود نہ ہو، جس کا کوئی دماغ نہ ہو۔ ٹیلی پیتھی کی لہریں اس کے دماغ تک نہیں پہنچ پاتی تھیں۔ پھر بھی یقین تھا کہ ہم بہت جلد اس اسرار کو سمجھ لیں گے اور بلیک شیڈو تک پہنچ جائیں گے۔

میں نے کہا "بلیک شیڈو کا یہ چیلنج بلا تبصرہ ہے۔ وقت آنے پر جواب اسے مل جائے گا۔ اب یہ کانفرنس کے آخری صاحب کون ہیں۔ یہ بھی ابتدا سے خاموش بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہاں تو جناب، آپ کی تعریف؟"

اس نے مسکراتے ہوئے کہا "میں کسی کی نمائندگی کرنے آیا ہوں۔ بھلا میری تعریف کیا ہو سکتی ہے۔ میں اپنے مالک کا ایک ادنیٰ خادم ہوں۔ میرا مالک وہ ہے جو موت کو مٹھی میں بند کر لیتا ہے اور اپنے قاتل سے کہتا ہے، میں نے سانس روک لی ہے، مجھے مار سکتے ہو تو یہ کمال کر کے دکھاؤ۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "یعنی تمھارا مالک یوگا کا ماہر ہے۔ سانسوں کو قابو میں رکھنا جانتا ہے۔ اس لیے اسے کوئی نہیں مار سکتا۔ وہ اپنی طبعی موت مرے گا۔"

"مادام اعلیٰ بی بی، آپ نے درست سمجھا۔ میرا مالک صرف یوگا کا ماہر نہیں، بلکہ اتنا باصلاحیت ہے کہ سب اسے ماسٹر کی کہتے ہیں۔"

ماسٹر کی اس چابی کو کہا جاتا ہے جس سے تمام تالے کھل جاتے ہیں۔ وہ کہہ رہا تھا "ہمارا مالک ماسٹر کی ایک چیلنج ہے۔ تم کسی کے بھی دماغ کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے مقفل کر دو، وہ کھول لے گا۔ تم اپنے دماغ کو بند کر لو۔ تنویمی عمل اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے لاک کر لو۔ ہمارا ماسٹر کی اسے بھی کھول لے گا۔"

شیخ الفارس غلام حسین البرقی نے پوچھا "تمھارا یہ ماسٹر کی اب تک کہاں سو رہا تھا؟ اچانک کہاں سے بیدار ہو کر چلا آیا ہے؟"

"وہ پہلے بھی بیدار تھا مگر حفاظتی تدابیر میں مصروف تھا۔ وہ خود یوگا کے فن میں مہارت حاصل کر رہا تھا اور اپنی ٹیم کے ایک ایک فرد کو سانس روکنے کی مشقیں کرا رہا تھا۔ مسٹر فرہاد اور مادام رسونتی کے لیے اس وقت میں بھی ایک چیلنج ہوں۔ وہ میرے دماغ تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ مجھے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ نہیں کر سکیں گے۔"

"اچھا تو فرہاد سے دشمن بن کر ٹکرانے کے لیے کافی پہلے سے تیاریاں جاری تھیں۔"

"ماسٹر کی فرہاد کا دشمن نہیں ہے، ٹیلی پیتھی کا دشمن ہے۔ وہ نہیں چاہتا، کوئی بھی شخص ایک علم کے ذریعے سپر پاور بن جائے۔ ہمارے ماسٹر کی نے یہ پیغام دیا ہے کہ مسٹر فرہاد اور مادام رسونتی بلیک وادیٔ قاف کی حدود میں اپنی ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کرتے رہیں لیکن اس کے باہر کسی بھی ملک میں ان کی ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ نہیں ہوگا۔ اس سے کسی کو نقصان پہنچے یا نہ پہنچے لیکن ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنی برتری جتانے کی کوشش کی جائے گی تو وہ دن فرہاد اور رسونتی کا آخری دن بھی ہو سکتا ہے۔"

رسونتی نے اعلیٰ بی بی کے ذریعے کہا "تو پھر آج ہی کیوں نہ وہ آخری دن ہو جائے۔ ہم ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ ابھی کریں گے۔"

میں نے شیخ الفارس کے ذریعے کہا "میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں، ہمیں چھیڑا جائے گا تو ہم مظاہرہ کریں گے لیکن رسونتی! یہ چار دیواری میں چھیڑ شروع کر رہا ہے۔ اس چھیڑ چھاڑ کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ یہاں سے نکلنے کے بعد چیلنج کرنے دو۔ اس کے بعد ہم نمٹ لیں گے۔ میں جناب شیخ سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اجلاس پر تبصرہ فرمائیں۔"

شیخ الفارس غلام حسین البرقی نے کہا "اب تک جتنے اجلاس تمھارے سلسلے میں منعقد ہو چکے ہیں، ان کے مقابلے میں یہ آخری اجلاس مختلف اس صورت میں ہے کہ تمام پچھلے دشمنوں سے تعلقات ختم ہو چکے ہیں۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہم سپر ماسٹر، ماسک مین اور یہودیوں وغیرہ پر اعتماد کیسے کریں۔ کیا واقعی وہ ہم سے لاتعلق رہیں گے؟"

انھوں نے خود ہی اس سوال کا جواب دیا "ان کے لاتعلق ہونے کی بات اس طرح سمجھ میں آتی ہے کہ پرانے دشمن ہوں یا نئے، سب یہ چاہتے ہیں کہ تم دونوں کی اجارہ داری ٹیلی پیتھی پر نہ ہو۔ یا تو یہ عام ہو یا بالکل ختم ہو جائے۔ اس کے ذریعے تم دونوں سپر ملنے جاتے ہو۔ اس لیے دشمنوں نے متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا ہے کہ تم دونوں کو نئے دشمنوں کے حوالے کر کے وہ تم سے لاتعلق ہو جائیں اور نئے دشمن نئے حربوں کے ساتھ تمھارے مقابل آ رہے ہیں، اس لیے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ پرانے تمام دشمن واقعی تم لوگوں سے لاتعلق ہوں گے۔ تمھاری داستان سے اب سپر پاور، ماسک مین اور یہودی تنظیموں کے نام ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائیں گے۔"

وہ سوچ کے ذریعے یہ تبصرہ کر رہے تھے اور ہم خیال خوانی کے ذریعے سن رہے تھے۔ انھوں نے کہا "اب نئے دشمنوں کا انداز بالکل نیا ہوگا.... نئے اور پرانے دشمنوں میں یہ فرق ہے کہ پرانے دشمنوں کو قانونی تحفظ حاصل تھا۔ وہ بڑے بڑے ممالک سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کی تنظیمیں بھی بہت دور تک اپنی جڑیں مضبوط کیے ہوئے تھیں لیکن یہ نئے دشمن قانون کے تحفظ سے محروم ہیں۔ اگر کوئی بھی انھیں قانونی تحفظ دیتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ ملک ان کی حمایت کر رہا ہے۔ جب کہ آج فیصلہ ہو چکا ہے کہ کوئی تمھارے خلاف قدم نہیں اٹھائے گا اور نہ ہی تمھارے خلاف کسی کا ساتھ دے گا۔ اس طرح یہ نئے دشمن قانوناً کمزور ہیں۔ جب بھی تم لوگوں سے دشمنی کریں گے تو قانون سے نظریں بچا کر یا اس انداز میں کہ تم ان کے خلاف کوئی ثبوت فراہم نہ کر سکو اور نہ ہی یہ ثابت کر سکو کہ ان کے پیچھے کسی بڑے ملک کا یا کسی خطرناک تنظیم کا ہاتھ ہے۔"

جناب شیخ الفارس اور اعلیٰ بی بی وہاں سے اٹھ کر فرانسیسی حکومت کے نمائندے کے ساتھ جانے لگے۔ میں نے رسونتی سے کہہ دیا تھا کہ وہ اعلیٰ بی بی کے دماغ میں موجود رہے۔ فی الحال دو ہی دشمن نظر آ رہے ہیں ان پر نظر رکھے۔ ان کا یہ تبصرہ درست تھا کہ دشمن اب کھل کر سامنے نہیں آئیں گے۔ قانونی تحفظ حاصل نہیں کر سکیں گے لہٰذا جب بھی ان سے سامنا ہوگا یا وہ کوئی واردات کریں گے تو بہت ہی پُراسرار انداز میں کریں گے اور وہ پُراسرار

طریقے کیا ہوں گے، یہ تو آنے والا وقت ہی بتا سکتا تھا۔

شیخ الفارس اور اعلیٰ بی بی باہر آ کر ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ ہال کے برآمدے میں وہ تمام نمائندے نظر آ رہے تھے جو ہمارے راستے سے ہٹ گئے تھے۔ ان کے باس، ان کے سرغنہ، ان کے سربراہوں کے نام ہم نے اپنی فہرست سے خارج کر دیے تھے۔ تاہم وہ دُور ہی دُور سے اعلیٰ بی بی اور شیخ الفارس کو دیکھ رہے تھے۔ وہ دونوں فرانسیسی حکومت کے نمائندے سے رخصت ہو کر اپنی کار میں بیٹھ گئے۔ پھر وہاں سے روانہ ہوتے ہوئے شیخ الفارس نے کہا "فرہاد اور رسونتی! میری بات اچھی طرح سُن لو۔ آئندہ سارے جہاں کا درد اپنے جگر میں نہ رکھو۔"

اعلیٰ بی بی کار ڈرائیو کر رہی تھی۔ شیخ الفارس اس کے پاس بیٹھے ہوئے بلند آواز سے کہہ رہے تھے تاکہ اعلیٰ بی بی بھی سنتی رہے۔ اس نے تائید کرتے ہوئے کہا "ہاں، میرا بھی یہی مشورہ ہے۔ نہ جانے نئے دشمن دو ہیں یا دو ہزار یا دو لاکھ۔ یہ کتنے پُراسرار طریقوں سے ہمارے اطراف سازشوں کے جال بچھائیں گے، ہمیں کس انداز میں ختم کرنے کی کوشش کریں گے، یہ ہم نہیں جانتے۔ وہ کون ہیں؟ کہاں سے آئیں گے؟ کس طرح واردات کریں گے؟ ہم یہ بھی نہیں جانتے، لہٰذا ہمیں یا تو وادیٔ قاف تک یا بابا صاحب کے ادارے تک محدود رہنا چاہیے۔ اگر ہم اس سے باہر کسی ملک میں رہیں گے تو فی الحال ہمیں میک اپ میں رہنا ہوگا تاکہ دشمنوں کی نظروں میں نہ آئیں اور وہ ہماری لاعلمی میں ہم پر حملہ نہ کر سکیں۔"

شیخ الفارس نے کہا "فرہاد! آج یہ طے کر لو کہ تم صرف اپنی ذات سے اور اپنے چاہنے والوں سے دلچسپی رکھو گے۔ اس کے علاوہ کسی کے معاملے میں ایک ذرا بھی دلچسپی نہیں لو گے۔ اگر دلچسپی لو گے تو ایک طرف دوستی ہوگی لیکن دشمنی کی تعداد بڑھتی جائے گی۔"

میں نے کہا "لیکن جناب! ہمارے ایمان اور ہمارے جذبوں کا تعلق بھی کچھ بین الاقوامی معاملات سے ہوتا ہے۔ مثلاً فلسطین کا معاملہ۔"

"اسلامی جذبوں کی بات سوچو تو صرف فلسطین ہی نہیں، دنیا کی کتنی قومیں مظلوم ہیں۔ انسانی نقطۂ نظر سے دیکھو تو دُنیا میں اتنے مسائل نظر آئیں گے کہ انھیں انسانی ہمدردی سے حل کرنے کے لیے قدم قدم پر ٹیلی پیتھی کی اور تمھاری ضرورت ہوگی۔ تم کہاں کہاں، کس کس کا ساتھ دو گے؟ کتنی اُلجھنوں میں مبتلا ہو گے؟ کتنوں کو دشمن بناتے پھرو گے؟ میں بہترین مشورہ دے رہا ہوں۔ آج سے صرف اپنی ذات تک محدود رہو۔ اگر وادیٔ قاف نہیں جانا چاہتے تو جہاں بھی رہو گمنام رہو۔ خیال خوانی کم سے کم کرو۔ جب بھی اس کا مظاہرہ کرو تو کسی کو اس کا احساس نہ ہونے دو۔ آج سے دُنیا کو یہی معلوم ہونا چاہیے کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنے علم کے ساتھ گم ہو گئے ہیں۔"

میں نے کہا "ہم تو گمنام رہیں گے لیکن ہمارے تمام ساتھی اپنے چہروں سے، اپنی شخصیت سے پہچانے جائیں گے اور دشمن انھیں پریشان کریں گے یا ان کے ذریعے ہم تک پہنچنے کی کوشش کریں گے۔"

"فی الحال..... غیر معینہ مدّت کے لیے اپنے تمام ساتھیوں کو بابا صاحب کے ادارے یا وادیٔ قاف تک محدود کر دو۔"

رسونتی نے کہا "تقریباً تمام ہی وادیٔ قاف میں ہیں، یا بابا صاحب کے ادارے میں۔ صرف پومی اور واشورد کی وغیرہ وادی کے اطراف میں ہیں اور ان کا وہاں رہنا ضروری ہے۔"

"پومی اور واشورد کی دشمنوں سے بخوبی نمٹنا جانتے ہیں۔ انھیں وہیں چھوڑ دو۔"

میں نے کہا "صرف ثبانہ رہ گئی ہے۔ اگرچہ وہ کسی سے کمزور نہیں ہے۔ کئی دشمنوں پر بیک وقت بھاری پڑ سکتی ہے لیکن ہم نئے دشمنوں کے طریقۂ کار سے واقف نہیں ہیں۔ ثبانہ کو بھی بابا صاحب کے ادارے میں یا وادیٔ قاف میں رہنا چاہیے۔"

رسونتی نے کہا "وہ تمھارے بغیر وادی میں واپس نہیں آئے گی۔ تمہی اسے سمجھا سکتے ہو۔"

"میں اسے سمجھا دوں گا۔"

"ہمارے ساتھ آئندہ پیش آنے والے حالات پر قیاس آرائیاں ہوتی رہیں اور ان قیاس آرائیوں کے مطابق ہم منصوبے بناتے رہے۔ آخر میں میں دماغی طور پر ڈاکٹر شیفرڈ کے بنگلے میں حاضر ہو گیا۔ وہ میرے چہرے کو دوسرے انداز میں مکمل کر چکا تھا۔ چہرے کے اعتبار سے میں یورپ کا خصوصاً فرانس کا باشندہ لگتا تھا۔ میں نے اپنے آپ کو دیکھتے ہوئے پوچھا "ڈاکٹر! کیا تم نے کسی خاص شخص کا چہرہ بنایا ہے۔ کیا وہ اس دُنیا میں موجود ہے؟"

"میں نے اس بار کسی کی نقل نہیں کی۔ یہ میرا اپنا تخلیق کردہ چہرہ ہے۔ تم دنیا والوں کے لیے قطعی اجنبی ہو۔"

"مکمل اجنبی ہونے کا مطلب یہ ہوا کہ اب نئے سرے سے اپنے لیے شناختی کارڈ، پاسپورٹ اور دیگر ضروری کاغذات تیار کرانے ہوں گے۔"

"تمھارے لیے یہ کون سی بڑی بات ہے۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے سب کچھ کرا سکتے ہو۔"

"ڈاکٹر! حالات بدل گئے ہیں۔ اب ہمارے وہ دشمن نہیں رہے جو پہلے تھے۔ ایسے دشمن سامنے آ رہے ہیں جن کا طریقۂ کار معلوم نہیں ہے۔ ہم نے احتیاطاً ٹیلی پیتھی کا استعمال کم کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ ضرورت کے وقت اس طرح استعمال کریں گے کہ دوسروں کو خیال خوانی کا شبہ نہ ہو کوئی ہماری نشاندہی نہ کر سکے۔"

"یہ بہت ہی مناسب فیصلہ ہے۔ جتنا ٹیلی پیتھی کا استعمال کم ہوگا اتنے ہی دشمن کم ہوں گے۔ اگر تمھارے ساتھ مجبوری ہے تو کوئی بات نہیں۔ میں اپنے ذرائع استعمال کر کے تمھارے لیے شناختی کارڈ اور ضروری کاغذات تیار کرا سکتا ہوں۔ میں نے یہاں ایک نیا کاٹیج خریدا ہے اسے تم ہی آباد کر سکتے ہو۔ وہ یہاں سے پندرہ میل کے فاصلے پر ہے، جب تک چاہو آرام سے رہو۔ یہ اس کاٹیج کی چابیاں ہیں، وہاں ضروریاتِ زندگی کا تمام سامان موجود ہے۔ جو کمی ہوگی کل پوری ہو جائے گی۔"

"بابا صاحب کا ادارہ ہمیں دُنیا کے ہر ملک میں رہائشی سہولتیں اور آسائشیں مہیا کر دیتا ہے۔ پیرس ان کا ہیڈ کوارٹر ہے لیکن پیرس میں آپ ہی میری مشکلات کو آسان کرتے ہیں۔ آپ ہی میرے کام آتے ہیں۔"

میں نے اس سے چابیاں لیں۔ ایک ہزار ڈالر لیے، پھر کہا۔ "اب کار کا مسئلہ ہے۔ کیا رینٹ اے کار والوں سے رابطہ قائم کیا جائے؟"

"جب تم میرا کاٹیج استعمال کرو گے تو میری کار بھی استعمال کر سکتے ہو۔ اگر تمھارے بارے میں کوئی قانونی تحقیقات ہوگی تو پہلے میں اپنے ذرائع کا استعمال کر کے معاملے کو ختم کرنے کی کوشش کروں گا۔ ناکام ہوا تو ٹیلی پیتھی کو کام میں لے آنا۔ فی الحال اتنا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میری کار لو اور عیش کرو۔"

اس نے مجھے اس کاٹیج کا پتا بتا دیا تھا۔ میں نے کہا "اب سے دس منٹ بعد یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا۔"

"دس منٹ بعد کا مطلب یہ ہوا کہ تم اس وقت تک خیال خوانی میں مصروف رہو گے۔ کیا تم اس سے باز نہیں آ سکتے؟"

"ایک نہایت ہی ضروری کام ہے۔ اس کے بعد باز آ جاؤں گا۔"

میں ثبانہ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس سے گفتگو کیے ایک مدت گزر چکی تھی۔ جب میں نے مخاطب کیا تو پہلے اسے یقین نہیں آیا۔ وہ حیرانی سے آنکھیں پھاڑے خلا میں تکتی رہی۔ سوچتی رہی۔ "میں کیا سُن رہی ہوں۔ میرے دماغ میں فرہاد بول رہے ہیں۔"

"ہاں، میں بول رہا ہوں۔"

"رسونتی، تم فرہاد کے لہجے میں بول رہی ہو۔"

"میں فرہاد ہوں۔ جب خیال خوانی کے ذریعے ہماری پہلی ملاقات ہوئی تھی اور ہم نے جو باتیں کی تھیں، وہ کچھ تمھیں یاد ہوں گی کچھ مجھے یاد ہیں۔ میں وہی باتیں سُنا رہا ہوں۔ یہ ہماری ذاتی گفتگو تھی۔ اس کے متعلق رسونتی کو نہیں معلوم ہے۔ پھر تو تمھیں یقین آ جائے گا۔"

"ہاں تب مجھے یقین آئے گا۔"

میں نے اس کے چند جملے اُسے سنائے۔ وہ ایک دم سے خوش ہو کر بولی "میں یہ نہیں کہوں گی، بڑی دیر کی مہرباں آتے آتے۔ آنے والا مہربان خواہ کتنی ہی دیر کرے، انتظار کرنے والا انتظار کی ان تمام مسلسل اذیتوں کو اس ایک لمحے میں بھول جاتا ہے جب اسے اپنے محبوب کی آہٹ سُنائی دیتی ہے۔"

"میں تمھارے پاس آ گیا ہوں۔ تم اپنے متعلق بتاؤ۔ تم گہری تاریکی میں کیا کر رہی ہو، کہاں ہو؟"

"یہ تو میں بھی نہیں جانتی۔ تمھارے ایک ہم شکل کے فریب میں یہاں تک پہنچ گئی ہوں۔"

میرے ذہن میں ایک جھٹکا سا لگا۔ میں سمجھ گیا، ڈمی فرہاد تیار کرنے والا بلیک شیڈو ہی ہے۔ اسی کے کسی ڈمی فرہاد نے ثبانہ کو اپنے پیچھے لگایا ہوگا اور اسے کسی تاریک تہ خانے میں پہنچا دیا ہوگا۔ میں نے کہا "میں دشمنوں کو سمجھ گیا ہوں۔ ہمارے حالات جس تیزی سے بدل رہے ہیں اور جو اہم تبدیلیاں آئی ہیں، ان کے متعلق تمھیں بھی جان لینا چاہیے۔ ذرا توجہ سے سنو۔"

میں حالیہ کانفرنس اور اس کے نتائج کے متعلق تفصیل سے بتانے لگا۔ تمام باتیں بتانے کے بعد کہا "شیخ الفارس غلام حسین البرقی اور ہم سب کا فیصلہ یہی ہے کہ ہمارے تمام ساتھیوں کو یا تو بابا صاحب کے ادارے یا پھر وادیٔ قاف تک محدود ہو جانا چاہیے۔ ایسا نہ کرنے کی صورت میں جس طرح تم ایک دشمن کے جال میں پھنس گئی ہو، اس طرح دوسرے ساتھی بھی ٹریپ ہو سکتے ہیں، ایسا ہوتا رہے گا تو ہمیں لامحالہ ٹیلی پیتھی کا استعمال جاری رکھنا پڑے گا جبکہ ہم ٹیلی پیتھی کو بالکل ہی محدود کر دینا چاہتے ہیں۔ ایسی کوئی مثال یا ثبوت نہیں چھوڑنا چاہتے جس کے ذریعے ظاہر ہو کر ہم نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے دشمنوں کو چھیڑا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ بلیک شیڈو نے تمھیں قید کر رکھا ہے، میں جلد ہی وہاں سے تمھیں رہائی دلانے کی کوشش کروں گا لیکن شرط یہی ہے کہ تم میری بات مانو گی اور وادی میں واپس چلی جاؤ گی۔"

"نہیں فرہاد! ایسا نہ کہو۔ تمھیں تلاش کرتے کرتے یہاں تک پہنچی ہوں تو خیال خوانی کے ذریعے پا رہی ہوں۔ اگر تم پیرس میں ہو تو خدا کے لیے ایک بار مجھ سے ضرور ملاقات کرو۔"

"ایک بار ملو گی تو بار بار ملنے کو دل مچلتا رہے گا۔ ہمارے لیے فی الحال دوری مناسب ہے۔"

"میں وعدہ کرتی ہوں، مجھے صرف ایک بار ملنے کا موقع دو۔ اس کے بعد تمھارے حکم کے مطابق وادی میں واپس چلی جاؤں گی۔ صرف ایک بار فرہاد۔"

"اچھی بات ہے۔ پہلے میں تمھاری رہائی کی کوشش کرلوں۔"

میں بلیک شیڈو کے اس اسسٹنٹ کے دماغ میں پہنچ گیا جو کانفرنس میں موجود تھا۔ وہ اپنی رہائش گاہ میں آکر بلیک شیڈو کو ٹرانسمیٹر کے ذریعے کانفرنس کی رپورٹ سنا رہا تھا۔ اس نے تمام رپورٹ سننے کے بعد کہا "یقیناً فرہاد یا رسونتی تمھارے دماغ میں موجود ہوں گے۔ وہ پیچھا چھوڑنے والوں میں سے نہیں ہیں۔"

"ہوسکتا ہے، موجود ہوں۔"

"اگر موجود ہیں تو میں انھیں ثباتہ کے متعلق ایک خوشخبری سنانا چاہتا ہوں۔"

میں نے اس کے ماتحت کی زبان سے کہا "اب میں فرہاد بول رہا ہوں۔ جو خوشخبری تم سنانا چاہتے ہو وہ مجھے معلوم ہے۔ تمھارے پاس یہی ایک ہتھکنڈہ رہ گیا ہے۔ ہمارے کسی آدمی کو یرغمال بنا کر رکھ لو اور ہمیں مجبور یا کمزور بنانے کی کوشش کرتے رہو۔ پہلے تم نے سجاد کے ساتھ ایسا کیا۔ اب ثباتہ کے ساتھ کر رہے ہو۔ کیا پچھلی بار میں نے سجاد کی رہائی کی شرائط پیش کرتے ہوئے یہ نہیں بتایا تھا کہ مجھ سے تمھیں کس قدر نقصان پہنچ سکتا ہے؟"

"مسٹر فرہاد! تم نے کرسٹو فر میکی بن کر مجھے خوب اُلّو بنایا، لیکن یہ بار بار نہیں ہوسکے گا۔ اب میں بہت محتاط ہوگیا ہوں۔"

"کیا اتنے محتاط ہوگئے ہو کہ میں تمھیں نقصان نہیں پہنچا سکوں گا۔"

"یہی آزمانا چاہتا ہوں۔ تمھاری اطلاع کے لیے عرض ہے، اگر تم نے مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو جس طریقۂ کار پر عمل کرتے ہوئے تمھاری خیال خوانی سے محفوظ رہتا ہوں، وہ طریقۂ کار اور اس کا فارمولا ایک بہت بڑے ملک کے ہاتھوں... فروخت کردوں گا۔ مجھے اچھی خاصی رقم بھی ملے گی اور میں تمھاری دنیا سے دُور نکل جاؤں گا۔ یہ سارے اسمگلنگ کے دھندے اور باقی دس کرسٹو فر میکی کو خیرباد کہہ دوں گا۔ اب تو تمھارے بعد دس نہیں نو رہ گئے ہیں۔ تمھاری دُنیا سے دُور جاتے جاتے ثباتہ کو ان کے حوالے کردوں گا جن کے ہاتھوں اپنا وہ فارمولا فروخت کروں گا، پھر ثباتہ کو تم ان سے حاصل کرسکو تو جانے کتنے پاپڑ بیلنے پڑیں۔ بہر حال میں کبھی تمھارے ہاتھ نہ آسکوں گا۔ آئندہ ایک عام آدمی کی طرح بیوی بچّوں کے ساتھ عیش و آرام کی زندگی گزار دوں گا۔ کوئی سمجھ بھی نہ سکے گا کہ میں ہی وہ شخص ہوں جو اپنی ایک مخصوص تکنیک کے ذریعے فرہاد کو چیلنج کرتا رہا اور ٹیلی پیتھی سے اپنے آپ کو محفوظ رکھتا رہا۔"

"بلیک شیڈو! میں اپنی داستان کے وہ پچھلے تمام باب بند کر رہا ہوں جس میں پُرانے دشمنوں کے نام آتے ہیں۔ ان میں تمھارا بھی نام ہے۔ بہتر ہے تم بھی اسی طرح رخصت ہوجاؤ جس طرح دوسرے تمام دشمن روانہ ہوچکے ہیں ورنہ..."

اس کا قہقہہ سنائی دیا۔ پھر اس نے کہا "تم ورنہ کہہ کر صرف دھمکی دے سکتے ہو مگر میرے سائے تک نہیں پہنچ سکتے۔"

میں اس کے ماتحت کے دماغ سے واپس آگیا۔ اب میں نے دل میں عہد کر لیا تھا کہ اس کے پاس پہنچ کر ہی رہوں گا۔ میں نے شیخ الفارس غلام حسین البرقی سے رابطہ قائم کرتے ہوئے کہا "مجھے اس وقت بابا صاحب کے ادارے کے تمام نوجوان اور عمر رسیدہ طلباء و طالبات کی ضرورت ہے۔ میں بلیک شیڈو کو ہر حالت میں گھیرنا چاہتا ہوں۔ اس نے ثباتہ کو قیدی بنا کر رکھا ہے۔ وہ اپنی پچھلی شرط پر بضد ہے کہ میں اس کا آلۂ کار بن جاؤں اور وہ ہماری ٹیلی پیتھی سے فائدہ اُٹھائے ورنہ وہ ثباتہ کو ان ہاتھوں تک پہنچا دے گا جہاں اس مخصوص تکنیک کو پہنچا رہا ہے جس کے ذریعے وہ ہماری خیال خوانی سے محفوظ رہتا ہے۔"

"تم ہمارے ادارے کے تمام لوگوں کو کس طرح اس کی تلاش میں لگاؤ گے۔ اس کا پتا ٹھکانا نہ سہی، کچھ تو نقشِ قدم ملنے چاہییں، کچھ تو نشاندہی ہونی چاہیے۔"

"میں نشاندہی کرسکتا ہوں لیکن آپ پہلے مطمئن ہوجائیں کہ ادارے کے جتنے لوگوں کو اس کی تلاش میں روانہ کیا جائے گا وہ سب اعتماد کے قابل ہوں گے۔ اگر ان میں سے کسی نے بھی بلیک شیڈو تک یہ بات پہنچا دی کہ ہم اس کی ایک کمزوری سے واقف ہیں تو وہ محتاط ہوجائے گا۔ پھر ہماری گرفت میں نہیں آئے گا۔"

"تم اطمینان رکھو۔ ہم اپنے ادارے کے صرف بااعتماد لوگوں کو اس کی تلاش میں روانہ کریں گے۔ تمھیں یقین نہ ہو تو ان کے دماغوں کو چیک کر لینا، تم پورے طور پر مطمئن ہوجاؤ گے۔ اب بتاؤ اس کی کمزوری کیا ہے؟"

"وہ جب خاموش رہتا ہے یا کسی سوچ میں گم رہتا ہے تو میز کو انگلیوں سے بجاتا ہے۔ اکثر ایسا ہوا ہے کہ میں نے یا رسونتی نے جب بھی اس سے رابطہ قائم کیا تو ہماری گفتگو کے دوران وہ خاموش ہوجاتا تھا۔ انگلیوں سے طبلہ بجاتا تھا اور سوچ سوچ کر جواب دیتا تھا۔"

"یہ اس کی بہت بڑی کمزوری ہاتھ آگئی ہے۔ تم اطمینان

رکھو۔ ابھی ایک گھنٹے کے اندر ہمارے چھ سو طلباء و طالبات ہمارے دوسرے ماہرین اس ادارے سے پیرس کی طرف روانہ ہوجائیں گے پھر اس وقت تک اس کی تلاش میں مصروف رہیں گے جب تک وہ مل نہ جائے۔ ہم اسے کلبوں میں، تفریح گاہوں اور ایسے تمام مقامات پر تلاش کریں گے جہاں انسان فارغ اوقات میں بیٹھا رہتا ہے، وقت گزارتا ہے۔ فارغ اوقات میں انسانی فطرت کے مطابق ایسی ہی حرکت کرتا ہے جیسا کہ بلیک شیڈو کے متعلق معلوم ہوچکا ہے۔"

"جناب شیخ! اب تک ہم نے اس کے ماتحتوں کو جس ٹرانسمیٹر پر گفتگو کرتے سنا ہے، اس کا ریخ بتاتا ہے کہ بلیک شیڈو پیرس ہی کی حدود میں ہے۔ یہ نہایت ہی مناسب موقع ہے۔ جب تک وہ یہاں ہے ہم اسے تلاش کریں۔ ہوسکتا ہے کہ بعد میں وہ جگہ تبدیل کردے۔"

میں ڈاکٹر شیفرڈ کی کار میں بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہوگیا۔ اب میرا بھی مقصد یہی تھا کہ جب تک جاگ سکتا ہوں اور کار ڈرائیو کرسکتا ہوں اس وقت تک پیرس کی شاہراہوں کے اطراف کے ہوٹلوں میں اور بڑے بڑے کلبوں میں اور تفریحی مقامات میں جاکر اسے تلاش کرتا رہوں۔ ایسے لوگوں کو نظر میں رکھوں جو تنہائی کے وقت کسی نہ کسی بے اختیاری عمل میں مصروف رہتے ہیں۔

شیخ الفارس کے وعدے کے مطابق ایک گھنٹے کے اندر ادارے سے تمام طلباء و طالبات اور وہاں کے ماہرین بلیک شیڈو کی تلاش میں نکل چکے تھے۔ میں نے ان میں سے کئی طلباء و طالبات کے دماغوں کو اچھی طرح چیک کیا تھا۔ پھر مطمئن ہوگیا تھا۔ پیرس کے کتنے ہی مقامات پر ان طلباء و طالبات سے سامنا ہوا۔ ہم سب اسے بڑی تندہی سے تلاش کر رہے تھے۔ کوئی جگہ چھوڑنا نہیں چاہتے تھے۔ ہماری ناکامی اسی صورت میں ہوتی جب بلیک شیڈو بالکل ہی گوشہ نشین ہوجاتا۔ اگر وہ عادتاً ایسا ہوگا کہ لوگوں کی بھیڑ میں نہ جاتا ہو، آدم بیزار ہوکر کسی دوسرے روپ میں اپنے ماتحتوں سے بھی ملاقات نہ کرتا ہو۔

لیکن یہ بات سمجھ میں آنے والی نہیں تھی۔ وہ آدم بیزار نہیں تھا اور نہ ہی گوشہ نشین تھا کیوں کہ اس نے اپنی گفتگو کے دوران یہ کہا تھا کہ وہ فارمولا ایک بڑے ملک کے ہاتھوں فروخت کرنے کے بعد اپنے بیوی بچّوں کے ساتھ عیش و آرام سے کہیں ایک عام آدمی کی طرح زندگی گزارے گا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس کے بیوی بچے ہیں۔ جس کے بیوی بچے ہوتے ہیں وہ گوشہ نشین نہیں ہوتا۔ اگر خود آدم بیزار ہو تو بیوی اور بچّوں کی فرمائش پر یا ضد پر اسے کسی نہ کسی تقریب میں یا کسی نہ کسی تفریح میں حصہ لینا پڑتا ہے۔

تلاش کرتے کرتے آدھی رات گزر گئی۔ ایک بج گیا دو بج گئے۔ میں نے سوچا، اب تفریحی مقامات میں اسے تلاش کرنا، کسی کلب میں اس کی موجودگی کا یقین کرنا نادانی ہے۔ بلیک شیڈو جیسے مصروف لوگ اتنی رات تک تفریحات میں حصہ نہیں لیتے ہیں۔

اس دوران میں بار بار ادارے کے طلباء و طالبات سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ قائم کرتا رہا۔ دو بار مجھے دو جگہ سے اطلاع ملی کہ ایک شخص ایسا پایا گیا ہے جو لاموشئے ریستوران کی ایک میز پر انگلیوں سے طبلہ بجا رہا ہے۔ پھر ایک کلب سے بھی ایسی ہی اطلاع ملی۔ میں نے ایک طالب علم سے کہا۔ اس شخص کو کسی طرح مخاطب کیا جائے۔ اس نے میری ہدایت پر عمل کیا اور کسی بہانے سے اسے مخاطب کیا لیکن وہ میرا مطلوبہ دشمن نہیں تھا۔ اس شخص کو دیکھنے میں خود وہاں پہنچا تو پتا چلا کہ وہ میز پر انگلیوں سے نہیں بلکہ پوری ہتھیلیوں سے کبھی کبھی بے اختیار طبلہ بجاتا تھا۔

اب پورے پیرس میں یا پوری دنیا میں سروے کیا جائے کہ کتنے لوگ خاموشی کی حالت میں صرف میز پر یا کسی اور چیز پر طبلہ بجانے کے عادی ہیں۔ پیرس میں ایک شخص مل گیا تھا لیکن جس کی تلاش تھی وہ نہیں مل رہا تھا۔

رات کے تین بجے میں ثباتہ سے کہنا چاہتا تھا کہ سونے جا رہا ہوں۔ صبح بلیک شیڈو کو تلاش کروں گا۔ اسے جلد سے جلد اس کی قید سے رہا کراؤں گا۔ اس کے پاس پہنچتے ہی پتا چلا، وہ جہاں تاریک کمرے میں قید کی گئی تھی وہاں سے نکل گئی ہے۔ یہ میں بعد میں معلوم کرسکتا تھا کہ وہ کس طرح نکلی۔ فی الحال وہ زینے پر چڑھتی جا رہی تھی۔ میں نے پوچھا "کیا اس جگہ کو سمجھ رہی ہو، تم کہاں ہو؟ اور کس سمت میں جا رہی ہو؟"

"اب تک میں تہ خانے میں تھی۔ اس وقت تہ خانے کے زینے پر چڑھتی ہوئی اوپر جا رہی ہوں۔ روشنی میں پتا چلے گا کہ کہاں ہوں۔"

وہ زینے پر چڑھتے ہوئے ایک مسطح فرش پر پہنچ گئی تھی۔ اندھیرے میں دیوار سے لگی، راستہ ٹٹولتی ہوئی جا رہی تھی۔ اس تاریکی میں سامنے ایک دیوار آگئی۔ وہ اسے بھی ٹٹولتی ہوئی دوسری سمت بڑھنے لگی۔ ایک دروازہ محسوس ہو۔ وہ جس شخص کو بیہوش کرکے اپنی جگہ قید خانے میں چھوڑ آئی تھی، وہ اس کی فرمائش کے مطابق ایک کپ چائے لے کر آیا تھا۔

جہاں وہ قید کی گئی تھی وہاں ایک ٹیلیفون تھا جس کے ذریعے وہ کھانے پینے یا کسی چیز کی بھی فرمائش کرسکتی تھی۔ بہر حال

اس نے چائے لانے والے کو اذیتیں پہنچائی تھیں تو اس نے بتا دیا تھا کہ سیڑھیاں چڑھنے کے بعد ذرا دُور جاکر ایک دروازہ آئے گا۔ دستک دینے کے بعد اسے کھول دیا جاتا ہے۔ دوسری طرف دو مسلح جوان موجود رہتے ہیں۔

ثنا نے اس دروازے کے پاس پہنچ کر سوچ کے ذریعے کہا "تم بہت اچھے وقت پر آئے ہو۔ دوسری طرف مسلح پہرے دار ہیں، میں انھیں بولنے پر مجبور کروں گی۔ ایسے موقع پر رسونتی کو بھی ہونا چاہیے۔ ہوسکتا ہے ایک سے زیادہ آدمیوں کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کرنا پڑے۔"

"تمھارا مشورہ معقول ہے۔ ذرا انتظار کرو۔"

میں نے دوسرے ہی لمحے رسونتی کو مخاطب کیا۔ وہ سو رہی تھی۔ ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھی۔ میں نے کہا "فوراً ثنا کے پاس پہنچو۔ تمھیں رفتہ رفتہ اس کے حالات کا علم ہو جائے گا۔ فی الحال وہ ایک قید خانے سے نکل رہی ہے۔ اس کے راستے میں جو بھی مسلح پہرے دار آئیں گے، ان سے ہم دونوں کو نمٹنا ہے۔"

ہم نے ثنا سے کہا "ہم موجود ہیں۔ تم دروازہ کھلنے کے لیے کہو۔"

ثنا نے دروازے پر ہولے سے دو بار دستک دی۔ چائے لانے والے نے اسے یہی بتایا تھا۔ اس کے مطابق واقعی دروازہ کھُل گیا۔ دوسری طرف ایک مسلح نوجوان کھڑا ہوا تھا۔ ثنا کو دیکھتے ہی ایک دم سے چونک گیا۔ وہ کب چونکنے والی تھی۔ اس نے یکبارگی اس پر حملہ کیا۔ رات کے تین بج چکے تھے۔ دوسرا پہرے دار کرسی پر بیٹھا ہوا سو رہا تھا۔ لڑنے کی آواز سُن کر اس نے ایک دم سے ہڑبڑا کر دیکھا۔ پھر اپنی جگہ سے اُٹھنا چاہا۔ اس سے پہلے ہی اس کا ساتھی اس پہ آگرا تھا۔

وہ اس کی رائفل چھین چکی تھی۔ دونوں مسلح گارڈز جہاں تھے، وہیں رہ گئے۔ وہ نشانے پر رکھتے ہوئے بولی "خبردار! نہ کوئی حرکت نہ کوئی آواز۔ ایک لمحہ ضائع کیے بغیر بتادو، اس کمرے کے باہر کتنے لوگ ہیں؟"

وہ دونوں سہمی ہوئی نظروں سے رائفل کو دیکھ رہے تھے۔ ایک نے کہا "تم گولی چلاؤ گی تو دُور تک آواز جائے گی، مسلح پہرے داروں میں گھر جاؤ گی۔ تنہا کچھ نہیں کرسکو گی۔"

دوسرے نے کہا "بہتر ہے رائفل واپس کردو۔ کیا فائدہ ہوگا؟ ہمیں مارنے کے بعد تم بھی کسی کے ہاتھوں مرجاؤ گی۔"

"تم خواہ کتنی ہی کوششیں کرلو یہاں سے فرار نہیں ہوسکو گی۔ پھر ناکام کوشش کیوں کرتی ہو؟"

"اتنا نیک مشورہ دے رہے ہو تو میں کوشش نہیں کروں گی۔ اتنا بتادو باہر کتنے لوگ ہیں اور تمھارا باس کہاں ہے؟"

میں نے اتنی دیر میں معلوم کرلیا۔ اُن کے دماغ کہہ رہے تھے "اتنی بڑی کوٹھی میں صرف چار مسلح جوان ہیں۔ البتہ کوٹھی کے باہر کئی مسلح محافظ ہیں۔"

ایک کے دماغ میں رسونتی تھی، دوسرے کے دماغ کو میں ٹٹول رہا تھا۔ ثنا نے رائفل ان کے سامنے پھینک دی تھی، کیوں کہ وہ ہماری مرضی کے بغیر کوئی حرکت نہیں کرسکتے تھے۔ وہ ایک پہرے دار کے ہولسٹر سے ریوالور نکال کر ہماری خیال خوانی کے نتائج کا انتظار کر رہی تھی۔

آخر کار میں نے ایک پہرے دار کے ذریعے کہا "ثنا! اس کمرے کے باہر ایک راہداری ہے۔ دائیں طرف جہاں راہداری ختم ہوتی ہے وہاں ان کے پُراسرار باس کی خواب گاہ ہے۔ وہ اپنے باس کو پُراسرار اس لیے کہتے ہیں کہ ان کے سامنے وہ نقاب میں آتا ہے۔ اپنی آواز کبھی نہیں سناتا۔ البتہ بند کمرے سے اکثر اس کے احکامات سُنائی دیتے ہیں۔"

ثنا نے پوچھا "ان دو کے علاوہ یہاں اور کتنے ہیں؟"

"کوٹھی کے اندر پُراسرار باس کی خواب گاہ کے دروازے پر مزید دو پہرے دار ہیں یعنی تمھارے ان دو شکار کو ملا کر صرف چار ہیں۔ دو گونگے ہیں۔ صرف وہی گونگے، باس کے کمرے میں جاتے ہیں۔ اس کے لیے کھانے پینے کی چیزیں لے جاتے ہیں، کمرے کی صفائی کرتے ہیں۔ آج رات دس بجے دو عورتیں اس کے کمرے میں گئی تھیں شاید وہ اب بھی وہاں موجود ہوں۔ اگر ایسا ہے تو وہ باس اُن کی موجودگی میں جاگ رہا ہوگا۔ میں اُن گونگے پہرے داروں میں سے ایک کو ابھی یہاں لاتا ہوں۔"

وہ وہاں سے جانے لگا۔ ثنا نے اس سے پوچھا "فرہاد! یہ تم ہی جارہے ہو نا؟"

اُس نے دروازے سے پلٹ کر کہا "ہاں، اس وقت میں فرہاد ہوں۔ تم اس دروازے کے پیچھے رہو۔ میں ایک کو پھانس کر لا رہا ہوں۔"

میں اس شخص کے ذریعے گونگے پہرے داروں کے پاس پہنچا۔ اشاروں کی زبان سے انھیں سمجھایا کہ ایک ساتھی پہرے دار جانے کیسے فرش پر گر کر بے ہوش ہوگیا ہے۔ اسے طبی امداد کی ضرورت ہے۔

میرا خیال تھا، ان میں سے ایک اس بے ہوش پہرے دار کو دیکھنے جائے گا۔ خلافِ توقع دونوں ہی ادھر جانے لگے۔ انھیں اطمینان تھا کہ باہر سخت پہرہ ہے۔ کوئی اندر آکر دشمنی نہیں کرسکتا۔ میں نے رسونتی سے کہا "فوراً اپنے شکار کو فرش پر لٹا دو۔ اسے بظاہر بے ہوش نظر آنا چاہیے۔"

جب میں گونگے پہرے داروں کے ساتھ کمرے میں پہنچا تو وہ فرش پر پڑا نظر آیا۔ وہ دونوں تیزی سے چلتے ہوئے اس کے قریب پہنچے۔ اسی وقت ثنا نے پیچھے سے ایک کے سر پر ریوالور کے دستے سے بھرپور ضرب لگائی۔ دوسرے کو میں نے قابو میں کیا۔ کوئی اور وقت ہوتا تو ثنا ہاتھ پاؤں کی ورزش کے لیے اُن سے باقاعدہ جنگ کرتی مگر ہم جلد از جلد اس پُراسرار باس تک پہنچنا چاہتے تھے، جو شاید بلیک سنڈیکیٹ ہی ہوگا۔

دونوں گونگے بے ہوش ہوگئے۔ جس پہرے دار کو بیہوش بنایا گیا تھا، وہ اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ مجھے معلوم تھا کہ رسونتی اسے کنٹرول کر رہی ہے۔ اس سے کہا "تم ان پر نظر رکھو۔ اگر ہوش میں آنا چاہیں تو پھر سُلا دینا۔ ہم ابھی آتے ہیں۔"

میں اور ثنا پُراسرار باس کی خواب گاہ کے سامنے پہنچ گئے۔ دروازے سے کان لگا کر سُننے لگے۔ پہلے تو کچھ سُنائی نہ دیا پھر ہلکی سی نسوانی ہنسی کی آواز آئی۔ وہی دو عورتیں اندر موجود تھیں۔ باس یقیناً ہنستا بھی نہ ہوگا لیکن دوسروں پر ہنسنے بولنے کی پابندی نہیں تھی۔ اس کے اندازے کے مطابق رسونتی اور فرہاد وہاں نہیں پہنچ سکتے تھے۔ کیوں کہ کمرے کے اندر سے بولنے والی عورتوں کی آواز صرف گونگے سُن سکتے تھے اور ٹیلی پیتھی گونگوں کے لیے بے ضرر ہوتی ہے۔

اچانک واضح الفاظ میں آواز سُنائی دی۔ کوئی کہہ رہی تھی "مائی گڈنس، چار بج کر دس منٹ ہوگئے۔ اب تو میں سونے جارہی ہوں۔"

میں نے خواب گاہ سے ذرا دُور جاتے ہوئے ثنا کو اشارے سے بلایا۔ وہ قریب آئی تو بولا "میں خواب گاہ میں جارہا ہوں۔ تم اس شخص کو ریوالور کی زد پر رکھو اور دروازے کے قریب رہو جیسے ہی دروازہ کھلے اس باس کے سر پہ پہنچ جانا۔"

اس نے میری ہدایت کے مطابق اس شخص کو نشانے پر رکھا، جس کے دماغ پر میرا قبضہ تھا۔ میں اسے چھوڑ کر بولنے والی کے پاس پہنچ گیا۔ اس کی گھڑی میں چار بج کر دس منٹ ہوئے تھے۔ وہ جماہی لے رہی تھی۔ دوسری قریب ہی لیٹی ہوئی تھی۔ سامنے ایک نقاب پوش کرسی پر بیٹھا میز پر جھکا ہوا کچھ لکھنے میں مصروف تھا۔

اس عورت کی سوچ بتا رہی تھی۔ وہ تاریکی میں نقاب اُتار دیتا ہے۔ پھر ضروری کام سے میز تک جانے سے پہلے نقاب چڑھا کر روشنی کرتا ہے۔ وہ جماہی لے کر سونا چاہتی تھی، میں نے اسے بستر سے اُترنے پر مجبور کردیا۔ نقاب پوش کی پشت دروازے کی طرف تھی۔ اسے پورا یقین تھا، کوئی عورت اس کی اجازت کے بغیر دروازے کی طرف نہیں جائے گی۔ وہاں تک جانے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ ان کی ہر ضرورت کمرے کے اندر پوری ہوجاتی تھی۔

اور اگر کوئی دروازہ کھولتی تو باہر گونگے پہرے داروں سے سابقہ پڑتا، جو صرف اپنے باس کے اشاروں پر حرکت کرتے تھے۔ کسی اور کا حکم نہیں مانتے تھے۔ وہ دبے قدموں چلتے ہوئے، دروازے پر پہنچ گئی۔ پھر بڑی آہستگی سے ہینڈل کو تھام کر گھمانے لگی۔ ہلکی کلک کی آواز سنائی دی۔ نقاب پوش نے چونک کر سر گھماتے ہوئے دیکھا، وہ وہم وگمان میں بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ یکبارگی دروازہ کھُلا تھا۔ ایک پہرے دار لڑکھڑاتا ہوا اندر آکر فرش پر گرا تھا۔ ثنا نے اسے پیچھے سے لات ماری تھی۔ پھر اندر پہنچتے ہی ریوالور کا رُخ نقاب پوش کی طرف کردیا تھا۔

"خبردار! نہ کوئی حرکت، نہ کوئی آواز، ایک لمحہ ضائع کیے بغیر دونوں ہاتھ اوپر اٹھادو۔"

وہ ہاتھ اٹھانے کو کہہ رہی تھی اور میں اس کے پاؤں کی طرف دیکھ رہا تھا۔ نقاب پوش قدموں کے پاس رکھے ہوئے الارم کے بٹن کی طرف پاؤں لے جارہا تھا۔ میں نے پہرے دار کو فوراً فرش پر سے اٹھایا۔ پھر اس کے ذریعے اس پر چھلانگ لگائی، اُس پر آیا۔ کرسی سمیت اس کے ساتھ فرش پر گرتا ہوا، اسے کر لڑھکتا ہوا الارم سے دُور لے گیا۔

ثنا نے کہا "فرہاد! اب اس کا نقاب بھی اتار دو۔"

دروازہ کھولنے والی عورت حیرت زدہ اور خوفزدہ تھی۔ دوسری بھی ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھی تھی۔ میں نے نقاب کی طرف ہاتھ بڑھایا تو وہ

میں نے اس بہروپیا کی زبان سے کہا: ”ہم تمھارا وجود اس دنیا سے مٹانے سے پہلے یہ بتا دیں۔ صرف خدا کی ذات ایسی ہے جو منکشف بھی ہے اور پُراسرار بھی۔ تم خود کو پُراسرار بنانے کے لیے خدائی دعوے کر رہے تھے، اپنے آپ کو سایہ کہہ رہے تھے اور وجود سے خالی۔ جب کہ تم ہمارے سامنے موجود ہو۔“

میں نے ایک ذرا توقف کے بعد کہا: ”انسان پھر انسان ہے۔ وہ مزاج کا، فطرت کا اور قدرت کا تابع ہے۔ کوئی نہ کوئی بات کہہ دیتا ہے، کوئی نہ کوئی ایسی حرکت کرتا ہے جس سے وہ پُراسرار نہیں رہ سکتا۔ یہ جو تم صوفے پر ہاتھ رکھ کر ابھی تک انگلیاں بجا رہے ہو، تو ان انگلیوں کے ذریعے طبلہ بجنے کی آواز ہم نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے کئی بار سُنی اور تمھاری اس کمزوری کو یاد رکھا۔“

اس نے ایک دم سے گھبرا کر اپنے ہاتھ کو دیکھا۔ فوراً ہی مٹھی باندھ لی۔ اپنی انگلیوں کو جکڑ لیا کہ طبلہ نہ بجا سکیں۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا: ”پانی سر سے گزر چکا ہے۔ تم ڈوب چکے ہو۔ تمھارے سر پر ریوالور کی نال طبلہ بجانے والی ہے۔“

شباتہ نے کہا: ”وقت ضائع ہو رہا ہے۔ یہ اس طرح نہیں بتائے گا اور نہیں اس کی آواز سن کر کرنا ہی کیا ہے لہٰذا میں مار ہی ڈالتی ہوں اسے۔“

یہ کہہ کر اس نے ریوالور کے ٹریگر کو دبایا۔ ٹھائیں کی ایک زوردار آواز ایسے گونجی کہ دونوں سہمی ہوئی عورتیں خوف سے چیخنے لگیں۔ جس کی کنپٹی سے ریوالور لگا ہوا تھا اور کان کے قریب دھماکہ کیا گیا تھا۔ بھلا اس دھماکے سے وہ بے اختیار کیسے نہ چیختا۔ مارے دہشت کے اس کی چیخ نکل گئی: ”نہیں نہیں... مجھے نہ مارو... میں نہیں بولوں گا۔ اپنی زبان نہیں کھولوں گا، پلیز مجھے نہ مارو۔ آہ میں مر رہا ہوں۔“

پھر ایک دم سے سناٹا چھا گیا۔ وہ دیدے پھاڑ پھاڑ کر خلا میں تک رہا تھا۔ سوچ رہا تھا کیا وہ زندہ ہے؟ ابھی جو گولی چلی ہے کیا اس سے کام تمام ہو گیا ہے؟

میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا: ”بلیک شیڈو! تم زندہ ہی ہو ابھی۔“

اُس نے چونک کر اپنے بہروپیا کو دیکھا، گویا مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں نے کہا: ”تم نے میری ٹیلی پیتھی کا راستہ روکا تھا۔ میں تمھارے دماغ میں پہنچے بغیر تمھیں کیسے مار سکتا ہوں جیسے شباتہ تم نے بڑی ذہانت کا ثبوت دیا۔ اس کی زبان کھلوانے کے لیے اچھا طریقہ اختیار کیا۔“

بلیک شیڈو نے ہچکچاتے ہوئے پوچھا: ”کیا اس وقت تم ابھی میرے دماغ میں ہو، جو کچھ میں سن رہا ہوں وہ تمھارا ہی لب و لہجہ ہے؟“

”ہاں، میں فرہاد بول رہا ہوں۔ میرے پاس اتنا فالتو وقت نہیں ہے کہ تمھارے ساتھ ضائع کروں۔ مجھے جلد سے جلد تمھارا قصہ پاک کرنا ہے۔ اس کے بعد زندگی کے نئے سفر پر روانہ ہونا ہے۔“

وہ گڑگڑانے لگا: ”نہیں۔ فار گاڈ سیک، مجھے معاف کر دو۔ میں تمھیں بہترین دوست ہونے کا ثبوت دے سکتا ہوں۔“

”مجھے ثبوت کی ضرورت کبھی نہیں پڑتی۔ انسان کا چھپا ہوا دماغ میرے سامنے زبان کھولتا ہے۔ تمام ثبوت فراہم کر دیتا ہے۔ بلیک شیڈو! میں نے سوچا تھا جب بھی تم ملو گے تمھیں عبرت ناک سزا دوں گا۔ کتے کی موت ماروں گا لیکن افسوس ایسا نہیں کر سکتا۔ فرانسیسی حکومت ہم پر مہربان ہے۔ میں یہاں کے قانون کو اپنے ہاتھ میں نہیں لوں گا۔ تمھیں یہاں کے حکام کے حوالے کروں گا۔ وہی تمھیں سزائے موت دیں گے۔“

وہ گڑبڑا کر بولا: ”میں نے کیا جرم کیا ہے کہ مجھے موت کی سزا ملے گی؟“

”تمھارے خلاف جتنے ثبوت میں فراہم کر سکتا ہوں، کوئی اور نہیں کر سکتا۔ تم نے اپنے تمام سیاہ کرتوتوں کی تفصیل جہاں چھپا کر رکھی ہے وہ سب مجھے معلوم ہو سکتے ہیں۔ ابھی تھوڑی دیر میں تمھارے دماغ سے میں سب کچھ معلوم کر لوں گا۔“

وہ ایک دم سے اچھل کر کھڑا ہو گیا: ”نہیں، تم میرے دماغ میں نہیں آ سکتے۔ میں نہیں بتاؤں گا، کچھ نہیں بتاؤں گا۔ مجھے مار ڈالو یا خود ہی مر جانے دو۔“

اس نے اچانک ہی شباتہ پر چھلانگ لگائی۔ مقصد یہ تھا کہ شباتہ اسے گولی مار دے یا وہ ریوالور چھین لے۔ دونوں میں اس کا بھلا تھا۔ ریوالور ہاتھ آ جاتا تو وہ اپنے بہروپیا کو گولی مار دیتا۔ گویا کہ مجھے گولی مار دیتا اور شباتہ کو بھی زندہ نہ چھوڑتا لیکن شباتہ نے میدانِ عمل میں ہمیشہ محتاط اور چوکس رہنا سیکھا تھا۔ پھر وہ کامیاب کیسے ہو سکتا تھا۔ وہ ایک طرف ہٹ گئی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ چھلانگ لگاتا ہوا صوفے پر سے آیا پھر اُسے پیسٹے ہوئے فرش پر پہنچ گیا۔ میں نے کہا: ”بے وقوف! تم ریوالور چھین کر مجھے ہلاک کرو گے تو تمھارا بہروپیا مرے گا۔ میں زندہ ہی رہوں گا۔ رہ گئی شباتہ، اس سے تم خواہ مخواہ الجھ رہے ہو۔ یہ صرف وادی قاف کی شہزادی نہیں بلکہ پہاڑوں اور چٹانوں کی پالی ہے۔ اس پر حملہ کرنا تو دور کی بات ہے اسے تم چھو بھی سکو تو یہ تمھارے لیے اعزاز ہوگا۔“

وہ ابھی تک فرش پر اوندھا پڑا ہوا تھا۔ شباتہ نے ریوالور اس کے سامنے پھینکتے ہوئے کہا: ”مرنا ہی چاہتے ہو تو لو، ہمیں بھی مار ڈالو اور خود بھی مر جاؤ۔“

اس نے لپک کر ریوالور کو اٹھا لیا۔ بے یقینی سے کبھی ریوالور کو اور کبھی شباتہ کو دیکھنے لگا۔ پھر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ کہنے لگا: ”میں

ہاتھاپائی پر اُتر آیا۔“ شباتہ نے قریب آ کر کہا: ”شاید تم اس ریوالور کو کھلونا سمجھ رہے ہو۔ چلو میں تمھاری کھوپڑی میں سوراخ کر کے دکھاؤں کہ یہ واقعی ریوالور ہے۔“

اس کی نال کنپٹی سے لگ گئی۔ وہ ایک دم سے ساکت ہو گیا۔ میں نے بڑی آسانی سے نقاب اتار کر کہا: ”ماشاء اللہ چہرے پر کیا نور برس رہا ہے۔ یہاں سے اٹھو اور صوفے پر آرام سے بیٹھ کر بتاؤ، تمھاری تاریخ اور جغرافیہ کیا ہے؟“

وہ اٹھنے لگا۔ شاید اس خیال میں تھا کہ ریوالور ایک عورت کے ہاتھ میں ہے۔ اٹھنے کے دوران ریوالور پر جھپٹ پڑے گا۔ اس سے پہلے ہی شباتہ نے پیچھے سے آ کر ایک ہاتھ سے اس کی گردن کو جکڑ لیا تھا۔ اسے صوفے پر لا کر بٹھانے کے بعد ہی گردن چھوڑی تھی۔ ریوالور پھر کنپٹی سے لگ گیا تھا۔

میں نے آگے بڑھ کر دروازے کو اندر سے بند کرتے ہوئے کہا: ”میں نے اوپر سے نقاب اتار دیا۔ اب تم اندر کا نقاب اتارو تو معلوم ہو کہ کون ہو؟ میں تمھیں سوچنے سمجھنے کے لیے صرف ایک منٹ دے رہا ہوں۔“

میں نے ’سوچنے سمجھنے‘ کے الفاظ جان بوجھ کر استعمال کیے۔ تاکہ وہ اپنے حالات پر فوراً سوچے اور سوچنے کے دوران عادتاً بے اختیاری حرکت شروع کر دے۔

اور وہ شروع ہو گیا۔ اس کا ہاتھ صوفے کے ہتھے پر رکھا ہوا تھا۔ گہری پریشانی اور سوچ کے دوران اس کی دو انگلیاں حرکت کر رہی تھیں۔ اگر وہ انگلیاں میز پر حرکت کرتیں تو طبلے کی سی آواز آتی۔ صوفے پر سے آواز نہیں ابھرتی لیکن عمل وہی تھا، وہی تھا جس کی ہمیں تلاش تھی۔

بھید صرف خدائے برتر کے لیے ہے ورنہ دنیا کی ہر شے، ہر ذی روح منکشف ہے۔ بلیک شیڈو کیا چیز ہے؟

مجھ سے اب تک نبرد آزما ہونے والے دشمن میرے راستے سے نہ جانے عارضی طور پر ہٹ گئے تھے یا مستقل توبہ کر لی تھی۔ بہ الفاظ دیگر وہ ہم سے تھک ہار گئے تھے۔ لہٰذا داستان کے اس نئے موڑ پر پچھلے ابواب بند کر رہا ہوں۔

پہلا باب سپر ماسٹر... ٹھاہ۔

دوسرا باب ماسک مین... ٹھاہ۔

تیسرا باب اسرائیل اور دیگر دشمن ممالک... ٹھاہ۔

بلیک شیڈو کے دعوے کے مطابق وہ محض سایہ تھا۔ اس کا وجود نہیں تھا اور جو وجود ہمارے سامنے تھا، وہ آئندہ کسی بھی لمحہ نابود ہو سکتا تھا۔

لہٰذا بلیک شیڈو... ٹھاہ۔

کمرے میں گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ وہ دونوں عورتیں سہمی ہوئی نظروں سے شباتہ کو دیکھ رہی تھیں۔ ان عورتوں کا پُراسرار عاشق صوفے پر گم صم بیٹھا ہوا تھا۔ شباتہ ریوالور کو اس کی کنپٹی سے لگائے اس کے پیچھے کھڑی ہوئی تھی۔

اس کی کنپٹی سے ریوالور لگا تھا موت نہیں لگی تھی۔ موت تو اسے کہتے ہیں جو پلک جھپکنے سے پہلے آ جاتی ہے۔ وہ دھمکی نہیں دیتی، اپنے آنے کی اطلاع نہیں دیتی۔ ریوالور کنپٹی سے لگنے یا پھندا گلے میں پڑ جانے تب بھی موت نہیں آ سکتی۔ اور جب تک موت نہ آئے، اُس وقت تک آدمی اپنے بچاؤ کے سو جتن کرتا ہے۔

لیکن وہ کیا جتن کرے؟ اگر ٹیلی پیتھی سے بچنے کی بات ہوتی تو وہ اپنی مخصوص تکنیک استعمال کرتا۔ ناگہانی حملوں سے بچنے کے لیے مکان کے اطراف مسلح پہرے دار تھے۔ اس نے اپنی اصلیت کو اپنے وفادار اور جانباز حواریوں سے بھی چھپا رکھا تھا۔ اپنے خاص ماتحت کے سامنے بھی نقاب پہن کر آتا تھا— عیش کدے میں جب تک روشنی رہتی، چہرہ نقاب میں چھپا رہتا تھا۔ وہ کسی کو اپنی آواز نہیں سناتا تھا۔ غرض یہ کہ آج تک اس نے اپنے بچاؤ کے ہزار جتن کیے تھے۔ اور یہ تو ازل سے ہوتا آیا ہے جب تک انسان موت سے ڈرتا رہے گا تب تک موت سے بچنے کے ہزاروں جتن کرتا رہے گا۔

آج کیا کرے؟

کسی نے موت کو بولتے نہیں سنا۔ اگر وہ بولتی تو شباتہ کے سرد لہجے میں بولتی۔ وہ بول رہی تھی: ”کیا تم کبھی سوچ بھی سکتے تھے کہ ٹیلی پیتھی کو شکست دے کر ایک عورت کے ہاتھ سے مرو گے؟ جس طرح یہ جھوٹ نہیں کہ یہ ریوالور ہے اسی طرح یہ جھوٹ نہیں کہ میں موت کی نمائندہ ہوں۔ تم ہر حال میں مرو گے۔“

میں نے پہلی بار شباتہ کا ایسا سرد لہجہ سنا تھا۔ واقعی یوں محسوس ہوتا تھا جیسے لہجے کی صورت میں موت کانوں سے آ رہی ہوتی جسم کے اندر رگوں میں لہو کی طرح دوڑ رہی ہے اور وہ لہو سرد ہے اب تب میں سارا جسم سرد پڑ جائے گا۔

”بلیک شیڈو! میں نے تمھیں پہچان لیا ہے۔ کیا تم نہیں بولو گے، مرنے سے پہلے اپنی آواز نہیں سناؤ گے؟“

وہ آواز نہیں سنانا چاہتا تھا۔ خاموش تھا۔ وہ دونوں عورتیں بھی خاموش تھیں۔ کمرے کے باہر مسلح پہرے دار اپنے پُراسرار باس پر پڑنے والی افتاد سے باخبر ہوتے تو بھی کچھ نہ کر سکتے۔ وہ بھی خاموش رہتے۔ ان کے ہاتھوں میں ٹھائیں کرنے والے ہتھیار بھی گونگے ہو جاتے۔ شباتہ کے اطراف جتنے بھی زندہ لوگ تھے لیکن وہ سب خاموش تھے۔ کبھی کبھی موت کی دہشت زندگی کی زبان کاٹ دیتی ہے۔ اس وقت وہ زندہ انسانوں کے قبرستان میں کھڑی ہوئی تھی۔

جانتا ہوں تم میرے دماغ میں ہو مجھے گولی چلانے کا موقع نہیں دو گے لیکن میں ضرور چلاؤں گا۔"

اس نے دونوں ہاتھوں سے ریوالور کو مضبوطی سے تھام لیا پھر ٹرائیگر پر انگلی رکھ کر اسے دبایا۔ کھٹ کھٹ کی آواز سُنائی دی۔ ریوالور خالی تھا۔ ثباتہ مسکرا رہی تھی۔ اُس نے پتھر کی طرح ریوالور کو کھینچ کر مارا۔ وہ بیٹھ گئی۔ وہ اس کی ایک ساتھی عورت کی پیشانی سے جا ٹکرایا۔ وہ چیختی ہوئی چکرا کر گر پڑی۔ میں نے پوچھا "بلیک شیڈو! ابھی ثباتہ نے ایک فائر کیا تھا۔ آواز دُور تک گئی ہو گی۔ جو مسلح گارڈز کوٹھی کے باہر ہیں وہ اب تک نہیں آئے۔ کیا وہ تمھارے لیے کوئی خطرہ محسوس نہیں کر رہے ہیں؟"

"میں خود ہی اپنے طریقۂ کار پر پچھتا رہا ہوں۔ جب تک الارم کا بٹن نہ دباؤں اس وقت تک کوئی کوٹھی میں داخل نہیں ہوتا۔ صرف میرے چار مسلح گارڈ میری حفاظت کے لیے ہوتے ہیں۔ تم اس طرح میرے سر پر پہنچ جاؤ گے، میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ پلیز! ایک بار مجھے دوست بنا کر آزماؤ۔ میں نے سُنا ہے کہ ماسٹر کی نے تمھیں چیلنج کیا ہے۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں، تمھاری جگہ میں اس سے ٹکراؤں گا۔ میں معلوم کروں گا، وہ کون ہے اور کہاں پایا جا سکتا ہے؟"

"بلیک شیڈو! صوفے کو سیدھا کرو ..... اور آرام سے بیٹھ جاؤ۔ پہلے میں تمھارے دماغ کو پوری طرح کھنگال ڈالوں، اس کے بعد تمھاری بات کا جواب دُوں گا۔"

اُس نے صوفے کو سیدھا کیا پھر اس پر بیٹھتے ہوئے کہا "میں حاضر ہوں جو چاہو میرے دماغ کے تہہ خانے میں اُتر کر معلوم کر لو۔ لیکن ایک وعدہ کرو، مجھے فرانسیسی حکومت کے حوالے نہیں کرو گے۔"

"یہ تو میں ضرور کروں گا تاکہ تم اُن کی قید میں رہو۔ ہاں، یہ وعدہ کرتا ہوں، ماسٹر کی کے خلاف تم میرے کام آسکو تو تمھیں یہاں کی قید سے نکال کر جہاں چاہو گے پہنچا دوں گا۔"

ثباتہ نے پوچھا "فرہاد! کیا یہ ہمیں باتوں میں نہیں اُلجھا رہا؟"

"یہ چاہتا ہے کہ میں خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ کو پوری طرح کھنگال نہ سکوں۔ بہت سی باتیں راز بن کر رہ جائیں اور میں سطحی طور پر معلومات حاصل کر کے اس سے بحث کرتے ہوئے کسی طرح یہاں سے ٹل جاؤں۔"

"اگر ہم اس کے ساتھ دیر تک رہیں گے تو کیا یہ کسی نہ کسی طرح اپنے بچاؤ کی صورت نکال سکتا ہے؟"

"میں اس کے دماغ کو بڑی حد تک پڑھ چکا ہوں۔ یہ ہر طرح سے بے بس ہے۔ یہاں سے فرار نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی کسی اور طرح سے اپنے بچاؤ کی تدبیر کر سکتا ہے۔"

بلیک شیڈو نے کہا "فرہاد! تمھیں یہ مان لینا چاہیے، جب سے میں تمھیں چھپ کر چیلنج کر رہا ہوں تب سے میں نے تمھارے کسی ساتھی کو نقصان نہیں پہنچایا کسی کی جان نہیں لی۔ تمھیں چیلنج کر کے پچھتا رہا ہوں بہرحال جب میں نے تمھارے کسی ساتھی کی جان نہیں لی تو تم میری جان کے دشمن کیوں بننا چاہتے ہو؟"

"تم نے میرے ساتھیوں کی جان نہیں لی لیکن جتنے قتل کیے ہیں، جتنے خُون خرابے تمھارے ہاتھوں سے اور تمھارے ماتحتوں کے ذریعے ہوئے ہیں، وہ تمام مقتول بھی انسان تھے۔ لہٰذا خاموش بیٹھے رہو۔ میں تمھارے دماغ کو پڑھ رہا ہوں۔"

"ایک منٹ۔ پلیز ایک منٹ کی مُہلت دو۔ مجھے یہ بتاؤ تم اپنے وطن سے کتنی محبت کرتے ہو؟"

"زبان سے نہیں بتا سکتا، میرا دل جانتا ہے میرا خدا جانتا ہے تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"اگر میں تم سے یہ کہوں کہ چند پاکستانی نوجوان یہاں دہشت گردی کی ٹریننگ حاصل کر رہے ہیں اور تمھارے مُلک کے لیے نقصان دہ ثابت ہونے والے ہیں، تو کیا یہ معلومات فراہم کرنے پر مجھ سے کچھ رعایت کر سکتے ہو؟"

"میں نے کب تم سے کہا ہے کہ مجھے معلومات فراہم کرو۔ میں خود تمھاری سوچ کو پڑھ کر ایک ایک بات معلوم کر سکتا ہوں، ناؤ یو شٹ اَپ۔"

میرے شٹ اَپ کہنے کے باوجود وہ کچھ کہنا چاہتا تھا۔ میں نے اس کے دماغ کو ایک جھٹکا پہنچایا۔ وہ چیخ کر کر صوفے پر سے اُچھل کر کھڑا ہُوا پھر فرش پر گر پڑا۔ میں نے کہا "یہ پہلی وارننگ ہے، اب تم نے زبان کھولی اور مجھے ڈسٹرب کیا تو اس سے زیادہ اذیت پہنچاؤں گا چلو اب اُٹھ کر صوفے پر بیٹھ جاؤ۔"

وہ دماغی تکلیف سے دوچار تھا۔ اُس کے اُٹھنے اور صوفے پر بیٹھنے میں زیادہ دیر لگی۔ میں نے ثباتہ سے کہا "میں اس پہریدار کو کمرے سے باہر لے جا رہا ہوں اس کے بعد تم دروازہ بند کر دینا۔ میں کمرے کے اندر آجاؤں گا۔ رسونتی کو بھی لے آؤں گا۔"

میں پہریدار کو باہر لے گیا۔ ثباتہ نے دروازے کو بند کر دیا۔ اب وہ پہریدار حیران پریشان اپنے چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ یہ سمجھ تو رہا تھا کہ خیال خوانی کے ذریعے اسے ٹریپ کیا گیا تھا لیکن پریشان تھا کہ وہ زندہ رہتے ہوئے مُردوں کی طرح کہاں گم ہو گیا تھا۔

میں اسے سوچتا ہوا چھوڑ کر رسونتی کے پاس گیا۔ وہ دُوسرے پہرے دار کے دماغ میں موجود تھی۔ اس کے سامنے دونوں گونگے ابھی تک فرش پر بے ہوش پڑے ہُوئے تھے، میں نے کہا "رسونتی! انھیں ہوش میں لا کر ٹیلی پیتھی کے ذریعے جکڑ دو۔ انھیں گھن چکر بناتی رہو پھر میرے پاس چلی آنا۔ انھیں اِن کے حال پر چھوڑ دینا۔"

میں پھر بلیک شیڈو کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ چُپ چاپ بیٹھا سوچ رہا تھا "کیا فرہاد اس پہریدار کے جسم کے ساتھ باہر چلا گیا ہے؟ اگر چلا گیا ہے تو واپس کیسے آئے گا؟ کیا براہِ راست میرے دماغ میں پہنچ جائے گا۔ ثباتہ ابھی کمرے میں تنہا ہے کیا میں پھر اس پر غالب آنے کی کوشش کروں؟"

"کیا میں پھر تمھارے ذہن کو جھٹکا پہنچاؤں؟"

اپنے دماغ میں میرے لہجے کو محسوس کرتے ہی وہ کانپ گیا۔ جلدی سے کہنے لگا "نہیں نہیں۔ میں تو بس یُونہی سوچ رہا تھا، اب میں چُپ رہوں گا۔"

وہ چُپ رہا اور میں اس کے دماغ کو پڑھتا رہا۔ تقریباً آدھے گھنٹے تک معلومات حاصل کرتا رہا۔ اس کے جرائم کی بڑی لمبی فہرست تھی۔ چونکہ اب مجھے ایسے لوگوں سے رابطہ نہیں رکھنا تھا نہ دوستی کرنی تھی نہ دُشمنی لہٰذا میں نے اُن ہم وطنوں کے متعلق معلوم کیا جو وہاں دہشت گردی کی تربیت حاصل کر رہے تھے۔

تمام معلومات حاصل کرنے کے بعد میں نے اعلیٰ بی بی سے رابطہ قائم کیا، اس سے کہا "ہماری فہرست سے خارج ہونے والے دشمنوں میں آخری دشمن بلیک شیڈو رہ گیا تھا، اب وہ بھی میرے شکنجے میں ہے۔ فرانسیسی حکام سے رابطہ قائم کرو اور بلیک شیڈو کو اُن کے حوالے کر دو۔"

میں نے بلیک شیڈو کی کوٹھی کا پتا بتایا اور یہ بھی بتایا کہ ثباتہ وہاں موجود ہے، اسے اس کے حال پر چھوڑ دینا۔ میں اسے سمجھا بُجھا کر وادی میں واپس جانے پر آمادہ کر لوں گا۔"

"فرہاد! تم کہاں ہو، مجھے تو بتاؤ؟"

"ابھی تک لبنان میں ہوں۔ تمھیں فرانسیسی نمائندوں کے ساتھ وادی میں جانا چاہیے، وہاں تمھاری موجودگی لازمی ہے۔ بہرحال وہاں کی حکومت کے اعلیٰ افسران سے رابطہ قائم کرو، انھیں بلیک شیڈو تک پہنچاؤ لیکن تم خود نہ جانا کیونکہ اب میری ٹیم کا کوئی فرد ان پرانے دشمنوں کی طرف رُخ نہیں کرے گا۔"

میں نے اس سے جھُوٹ کہہ دیا تھا کہ لبنان میں ہُوں۔ اگر اسے پیرس میں میری موجودگی کا علم ہوتا تو وہ میرے پیچھے دوڑی چلی آتی۔ اعلیٰ بی بی کو نئے اور پرانے سبھی دشمن پہچانتے تھے۔ اس کے ذریعے وہ مجھ تک پہنچ سکتے تھے۔ پھر میرے قریب رہنے سے بہتر تھا کہ وہ وادی میں رہتی۔

میں نے بلیک شیڈو کے دماغ میں پہنچ کر کہا "اب صوفے پر سے اُٹھو اور اپنے مخصوص لب و لہجے میں کوٹھی کے باہر پہرہ دینے والوں کو مخاطب کرو۔ اُن سے کہو وہ اپنے تمام ہتھیار ایک جگہ ڈھیر کر دیں۔ پولیس کی ایک بھاری جمعیت کوٹھی کا محاصرہ کرنے والی ہے لہٰذا کوئی مقابلہ کرنے کی حماقت نہ کرے۔"

وہ گھبرا کر کھڑا ہو گیا۔ دونوں ہاتھ جوڑ کر ثباتہ کی طرف منہ کر کے گڑگڑاتے ہوئے کہنے لگا "نہیں فرہاد نہیں۔ پولیس والوں کو یہاں نہ بھیجو۔ قانون کے محافظوں کو میرا پتا نہ بتاؤ۔ دیکھو دنیا میں کوئی بات ناممکن نہیں ہے۔ ہم چاہیں تو ہماری دوستی ممکن ہو سکتی ہے۔"

ثباتہ نے کہا "میں فرہاد نہیں ثباتہ ہُوں، تم میری طرف ہاتھ جوڑ کر کیوں گڑگڑا رہے ہو؟"

وہ فوراً ہی دُوسری طرف پلٹ گیا لیکن اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ فرہاد کہاں ہے کس طرف مُنہ کر کے وہ فریاد کرے۔ میں جبراً اسے اس میز کی طرف لے گیا جہاں اس کی مخصوص ساؤنڈ ریکارڈنگ اور ساؤنڈ براڈکاسٹنگ مشین رکھی ہُوئی تھی۔ میں نے کہا "چلو اس طرح بولو جس طرح اپنی آواز ہم تک پہنچایا کرتے تھے۔"

وہ اتنی آسانی سے میری بات نہیں مان سکتا تھا۔ اُسے پھر ایک دماغی جھٹکا پہنچایا تو وہ تڑپ کر چیخنے لگا۔ نہیں نہیں کے انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہنے لگا "خدا کے لیے مجھے مُعاف کر دو۔"

"جو کہہ رہا ہوں اُس پر عمل کرو۔ اپنے آدمیوں کو ہتھیار پھینکنے کے لیے کہو۔"

آخر میں نے اسے مجبور کر دیا۔ وہ مشین کو آپریٹ کرنے لگا تب میری سمجھ میں آیا کہ وہ کس طرح اپنی ہی آواز کو اپنی خود ساختہ مشین کے مراحل سے گزار کر بدل دیا کرتا تھا۔ اس کے اس طریقۂ کار کو میں پہلے بیان کر چکا ہُوں لیکن میری طویل داستان کا تقاضا ہے کہ نئے قارئین کے لیے میں ایسی اہم باتوں کو ضرورتاً دوبارہ بیان کروں۔

بلیک شیڈو کے طریقۂ کار کو سمجھنے کے لیے آواز کے سفر کو سمجھنا ہو گا۔ آواز مُنہ سے نکلتی ہے، مائک سے گزرتی ہے اور اسپیکر کے ذریعے نشر ہوتی ہے۔ ہر آواز مائک سے لے کر لاؤڈ اسپیکر تک گزرتے گزرتے خاصی تبدیل ہو جاتی ہے مثلاً ساؤنڈ ریکارڈنگ مشین کے ذریعے آواز کی رفتار کو تیز کیا جا سکتا ہے۔

بلیک شیڈو نے صدا بندی کے سلسلے میں کچھ نئے تجربات کیے تھے۔ مائک سے لے کر اسپیکر تک اپنی آواز پہنچانے کے دوران مختلف آلات نصب کیے تھے جب وہ مائیک کے سامنے بیٹھ کر بولتا تو اس کی آواز مختلف آلات سے ٹکراتے ہوئے اپنے لب و لہجہ میں کمی بیشی کرتے ہُوئے آواز کے ٹیمپو میں ذرا سا اتار چڑھاؤ پیدا کر کے اسپیکر تک پہنچتی تھی۔ اس طرح وہ آواز جو مائیک کے پاس کچھ ہوتی تھی، اسپیکر تک پہنچتے پہنچتے کچھ اور ہو جاتی تھی۔

اب میں بلیک شیڈو کے دماغ میں بیٹھا ہوا تھا اور وہ مائک کے سامنے بیٹھا ہوا بول رہا تھا۔ اس کی اصل آواز اور لب و لہجہ اسپیکر تک پہنچتے پہنچتے بڑی حد تک تبدیل ہو رہا تھا۔ اگر میں اس کے دماغ میں نہ پہنچ پاتا اور پہلے کی طرح اسے تلاش کرتا رہتا اور اس کی آواز سُنتا تو اسی طرح چکراتا رہ جاتا۔ اس کے لب و لہجے اور آواز کو گرفت میں لے کر کبھی اصل آواز والے تک نہ پہنچ سکتا کیونکہ اس کی آواز اور لب و لہجہ مختلف آلات کی پیداوار تھا جو اسپیکر سے خارج ہو رہا تھا۔

میں نے اعلیٰ بی بی سے کہا۔ بلیک شیڈو کے دماغ کو کھنگال کر اچھی طرح معلوم کرچکا ہوں۔ یہ اُن سائنسدانوں میں سے ایک ہے جو فضا میں بکھری ہوئی آوازوں کو یک جا کرنے کا تجربہ کررہے ہیں۔"

"کتنے افسوس کی بات ہے کہ ایک سائنسدان اتنا بڑا مجرم بن گیا۔"

"کچھ لوگ جب کسی غیر معمولی تکنیک پر عمل کرنا سیکھ جاتے ہیں تو جرائم کی طرف مائل ہو جاتے ہیں' ویسے عادتاً ایک آدمی جس راستے سے جاتا ہے اسی راستے سے واپس بھی چلا آتا ہے۔ اگر ایک سائنسداں مجرم بن سکتا ہے تو وہی مجرم انسانیت کی بھلائی کے لیے سائنسداں بن سکتا ہے۔ اگر فرانسیسی حکومت کو اس کے بارے میں مکمل رپورٹ سنا کر سفارش کی جائے کہ فی الحال اس پر مقدمہ نہ چلایا جائے کہیں نظر بند رکھا جائے اس کے علم اور اس کی صلاحیتوں سے استفادہ کیا جائے۔"

اعلیٰ بی بی نے پوچھا۔"اگر فرانسیسی حکومت استفادہ کرے گی تو ہمیں کیا ملے گا۔ کیا ہم اسے بابا صاحب کے ادارے تک محدود کر کے اس کی صلاحیتوں سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے ؟"

"اٹھا سکتے ہیں لیکن یہ کسی حکومت کے زیر اثر رہے گا تو قانون کی پابندیاں رہیں گی۔ ہم اس کے پیچھے سر نہیں کھپائیں گے۔ حکومت اس سے نمٹ لے گی۔ جب وہ کوئی بڑا کارنامہ انجام دے گا۔ اور اس سے ہمیں فائدہ پہنچنے والا ہوگا تو بلیک شیڈو کا دماغ مجھ سے کتنی دُور ہوگا۔ پلک جھپکتے ہی میں اس کے دماغ سے وہ ساری صلاحیتیں نچوڑ کر بابا صاحب کے ادارے میں پہنچادوں گا۔"

اس وقت تک وہاں کے پولیس والوں نے کوٹھی کا محاصرہ کرلیا تھا۔ میں نے سونی سے کہا۔"میں نے تمھیں گہری نیند سے جگایا اور جس کام سے لگایا ہم اس میں کامیاب رہے۔ اب تم اپنی نیند پوری کرسکتی ہو۔"

"اب نیند نہیں آئے گی۔ کچھ اپنے متعلق تو بتاؤ۔ سونے سے پہلے سُنا تھا، لبنان کے ساحلی علاقے کے کسی قلعے میں ہو۔ وہاں بڑے ہنگامے ہوئے۔ اب پتا چلا پیرس میں بلیک شیڈو کے پیچھے پڑ گئے ہو۔ چلو اچھا ہوا۔ اس بلیک شیڈو کا قصّہ بھی ختم ہو گیا۔ کیا تم پیرس میں ہو ؟"

میں سونی سے چھپا نہیں رہ سکتا تھا۔ کسی وقت وہ خیال خوانی کے ذریعے گفتگو کرنے کے دوران پیرس کے ماحول کو سمجھ سکتی تھی۔ میں نے کہا۔"پیرس میں ہوں لیکن یہ بات کسی سے نہ کہنا۔"

"تمھارا حکم سر آنکھوں پر۔ کسی سے نہیں کہوں گی۔ کیا ثبانہ وہیں رہے گی ؟"

"میں اسے سمجھا کر جلد سے جلد وادیٔ قاف بھیجنے کی کوشش کروں گا۔"

وہ بڑی محبت سے بولی۔"فرہاد! تم کیوں نہیں آتے ؟ میں اپنے سوال کا جواب جانتی ہوں پھر بھی پوچھ رہی ہوں۔"

"میں تنہا بھٹکنے والا آدمی ہوں' اپنے ساتھیوں کے ساتھ کچھ دیر رہتا ہوں۔ کسی مہم میں شریک رہتا ہوں، پھر ان سے دور چلا جاتا ہوں لیکن اس بار ایسی بات نہیں ہے۔"

"پھر کیا بات ہے ؟"

"مجھے وادیٔ قاف سے صرف اس لیے دل چسپی ہے کہ ہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ایک اچھی پناہ گاہ مل رہی ہے خصوصاً تمھیں اور بچوں کو اطمینان رہے گا۔ میں بھی مطمئن رہوں گا۔ سچ پوچھو تو مجھے کوئی نئی مملکت قائم کرنے سے دل چسپی نہیں ہے۔ یہ سارا کام یہ ساری ذمہ داریاں اعلیٰ بی بی' سونیا، مرجانہ اور تم سب مل کر سنبھال لو گی۔ میں وادی سے باہر اس لیے بھی رہنا چاہتا ہوں کہ ایک نئے دشمن ماسٹر کی نے چیلنج کیا ہے۔ ہمیں یہ سمجھنا ہوگا کہ یہ پرانے دشمن جو شطرنج کی چال آگے بڑھاتے بڑھاتے پیچھے ہٹ گئے ہیں تو اس میں کیا مصلحت ہے۔ کیا ماسٹر کی ان کا کوئی خاص آلۂ کار ہے ؟ ان کا پروردہ ہے ؟ یا بذاتِ خود ایسی بلا ہے جو نہ جانے کب تک ہم سے جھپٹی رہے گی۔ نئے دشمنوں کو سمجھنے کے لیے مجھے تنہا بھٹکنے دو۔ میں سونیا کو وادی سے باہر بلانا چاہتا تھا۔ اب میں نے ارادہ بدل دیا ہے' اس سے کہو' وہیں رہے میں بعد میں اس سے رابطہ قائم کروں گا۔"

بلیک شیڈو کے دماغ نے ہولے سے پوچھا۔"فرہاد صاحب! کیا آپ موجود ہیں ؟" وہ معلوم کرنا چاہتا تھا، میں ہوں یا نہیں ! میں اتفاقاً اسی وقت اس کے دماغ میں پہنچا تھا۔ میں نے کہا۔ "موجود ہوں، تم کوئی شرارت کرنے کے متعلق نہ سوچو' یہ تمھارے لیے بہتر ہوگا۔"

سونی جاچکی تھی۔ پولیس والے کوٹھی کے اندر جاچکے تھے۔ ایک آفیسر خواب گاہ کے دروازے پر دستک دیتے ہوئے کہہ رہا تھا۔"مسٹر فرہاد! اگر آپ موجود ہیں تو ہمارے لیے دروازہ کھول دیجیے۔"

ثبانہ نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔ پھر اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔"یقیناً اعلیٰ بی بی نے میرے متعلق بتایا ہوگا۔"

"جی ہاں، کیا فرہاد صاحب بھی موجود ہیں ؟"

میں نے بلیک شیڈو کی زبان میں کہا۔"ہاں' میں اس کی زبان میں بول رہا ہوں' آپ اسے حراست میں لے لیں' میں اُن تمام مقامات کی نشاندہی کررہا ہوں جہاں سے آپ کو اس کے خلاف دستاویزی ثبوت مل سکتے ہیں۔"

میں نے اس آفیسر کے ساتھ پندرہ منٹ صرف کیے' تمام دستاویزی ثبوت فراہم کردیے۔ ایک خفیہ تجوری سے اس کے خلاف جو مواد دستیاب ہوا اس میں سے دو کیسٹ میرے کام کے تھے۔ پھر میں نے آفیسر سے کہا۔"آپ شہزادی ثبانہ کو اپنے ساتھ لے جائیں' یہ جہاں جانا چاہیں وہاں چھوڑ دیں۔ مہربانی ہوگی۔"

"فرہاد صاحب! آپ شرمندہ کررہے ہیں' ہم تو آپ کے خادم ہیں۔ ہم شہزادی صاحبہ کو نہایت عزت و احترام سے لے جائیں گے۔"

میں نے ثبانہ سے کہا۔"آفیسر کے ساتھ جاؤ۔ میں پیرس آرٹ گیلری کے سامنے والے پارک کے مین گیٹ کے پاس کار میں بیٹھا ہوا ہوں۔"

میں نے اُسے کار کا رنگ اور نمبر بتلائے اس کے بعد دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوکر اس کا انتظار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد وہ آفیسر کے ساتھ کوٹھی سے باہر آکر اس کی گاڑی میں بیٹھ رہی تھی۔ جب گاڑی اسٹارٹ ہوکر آگے بڑھنے لگی تو جیسے ایک قافلہ روانہ ہوا۔ اس کے آگے پیچھے کئی گاڑیاں تھیں۔ ان گاڑیوں میں بلیک شیڈو اپنی ساتھی عورتوں اور تمام ماتحتوں کے ساتھ سفر کررہا تھا۔

میں نے ثبانہ کے ذریعے آفیسر سے کہا۔"آج ایک بہت بڑا مجرم آپ کے ہاتھ آیا ہے یقیناً یہ بات چھپی نہیں رہ سکتی۔ اب تک جانے کتنے بڑے بڑے مجرموں کو پولیس کے کامیاب آپریشن کی اطلاع مل چکی ہو گی۔ ابھی ان کی نظریں ہم پر ہوں گی۔ اگر میں کہیں راستے میں اُترنا چاہوں تو کیا مجرموں کی نظر میں نہیں آؤں گی ؟"

آفیسر نے کہا۔"میرا خیال ہے مجرموں کو یہ نہیں معلوم ہے کہ بلیک شیڈو نے آپ کو حراست میں رکھا تھا اور اس وقت آپ میرے ساتھ سفر کررہی ہیں۔ ہم ابھی اس قافلے سے جُدا ہو جائیں گے کسی اسنیک بار کے سامنے گاڑی روک کر کافی پئیں گے۔ اگر کوئی ہماری نگرانی کررہا ہوگا تو پتا چل جائے گا اور پتا نہ بھی چلے تو نگرانی کرنے والے یہی سمجھیں گے کہ اس پولیس آفیسر کی کوئی گرل فرینڈ ہے جس کے ساتھ وہ گھوم رہا ہے۔"

اس نے اپنی گاڑی اس قافلے سے جُدا کرلی' دوسرا راستہ اختیار کیا۔ ثبانہ نے کہا۔"میں کسی اسنیک بار سے کافی پینے کے بعد آرٹ گیلری کے سامنے والے پارک میں جاؤں گی۔"

"آپ جہاں جائیں گی' پہنچادوں گا۔"

میں نے ثبانہ کے ذریعے سوال کیا۔"کیا آپ ماسٹر کی کے متعلق کچھ جانتے ہیں ؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔"آپ میرا امتحان لے رہی ہیں۔ بھلا ماسٹر کی کے متعلق کون نہیں جانتا ؟"

ثبانہ نے حیرانی سے پوچھا۔"کیا واقعی ؟ آپ ہمیں بتائیں پلیز۔ ہم اس کے متعلق بہت کچھ جاننا چاہتے ہیں۔"

"شہزادی صاحبہ ! کیا آپ مذاق فرمارہی ہیں یا واقعی سنجیدہ ہیں ؟ بھئی ماسٹر کی کے متعلق کیا جانتا ہے۔ ماسٹر کی اس چابی کو کہتے ہیں جس سے تمام تالے کھولے جاسکتے ہیں۔"

ثبانہ نے ایک گہری سانس لی۔ میں نے بھی سر پیٹ لیا۔ پھر ثبانہ کے ذریعے کہا۔"میں اس ماسٹر کی کے متعلق پوچھ رہی ہوں' جو اپنے آپ کو ایک بہت پُراسرار مجرم کہتا ہے اس نے فرہاد کو چیلنج کیا ہے۔"

آفیسر نے کہا۔"تعجب ہے۔ میری معلومات کے مطابق ایسا کوئی مجرم نہیں ہے جو خود کو ماسٹر کی کہتا ہو۔"

وہ ایک اسنیک بار کے سامنے رُک گئے۔ ثبانہ نے سوچ کے ذریعے پوچھا۔"کیا تم موجود ہو ؟"

"میں تمھارے پاس ہوں۔"

"مجھے افسوس ہے تمھارے پاس پہنچنے میں دیر ہورہی ہے اور تمھیں انتظار کرنا پڑ رہا ہے۔"

"مصلحت اندیشی یہی ہے۔ تمھیں بہت محتاط رہ کر دشمنوں کی عدم موجودگی سے مطمئن ہوکر میرے پاس آنا چاہیے۔ خواہ کتنی ہی دیر ہو' میں انتظار کرتا رہوں گا۔"

زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا، وہ پیرس آرٹ گیلری کے سامنے گاڑی سے اُتر گئی۔ آفیسر نے گاڑی آگے بڑھادی۔ وہ پارک کی طرف آرہی تھی۔ میں اپنی کار سے اُتر کر کھڑا ہوگیا۔ اس کی رہنمائی کرنے لگا۔"تم صحیح سمت آرہی ہو۔ میں نیلے رنگ کی کار کے پاس کھڑا ہوا ہوں لیکن تم مجھے پہچان نہیں سکو گی۔"

"کیا تم میک اپ میں ہو ؟"

"ظاہر ہے' میں اصلی چہرے کے ساتھ اتنی آزادی سے نہیں گھوم سکتا۔"

وہ باتوں کے دوران میری کار کے قریب آگئی۔ مجھے دیکھتے ہی ٹھٹک گئی۔ میں بھی اسے گم صُم ہوکر دیکھنے لگا۔ ایک طویل عرصے کی شناسائی تھی لیکن پہلی بار آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ پیرس روشنیوں کا شہر ہے۔ یہاں کبھی رات نہیں ہوتی شاید اس لیے نہیں ہوتی کہ دیکھنے والی آنکھیں حسن کو پوری تفصیل سے دیکھ سکیں۔

الف لیلوی داستانوں میں کوہ قاف کی حسین پریوں کے متعلق پڑھا تھا۔ پڑھنے کے دوران اُن پریوں کا تصوّر بھی کیا تھا لیکن تصوّر میں دیکھنا اور زندہ تصویر کو سر سے پاؤں تک دیکھنا اور بات ہے۔ کیا معلوم تھا کہ کوہ قاف کی ایک حسین پری میرے نام بھی رکھی گئی ہے۔

میں نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے اپنا ہاتھ بڑھایا۔ وہ فوراً ہی ہاتھ اٹھا کر بولی۔"رُک جاؤ۔ میں کیسے یقین کروں کہ اپنی منزل کے سامنے ہوں ؟"

میں نے خیال خوانی کے ذریعے کہا۔"اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہوسکتا ہے کہ میں تمھارے دماغ میں پہنچ کر تمھارے سامنے اپنی موجودگی کا یقین دلا رہا ہوں۔"

اس نے جھجکتے ہوئے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دیا، لیکن مجھے غور سے دیکھ رہی تھی۔ اس نے بارہا سوچا تھا جب بھی میرا سامنا ہوگا تو وہ دوڑتے ہوئے آئے گی اور بڑے پیار سے مجھ میں جذب ہو جائے گی لیکن ملاقات یوں ہورہی تھی کہ میں رواں رواں اس کا تھا، مگر اجنبی سا تھا۔

میں نے ہنستے ہوئے کہا "دنیا کی ہر چیز اپنی مخصوص شکل سے اور ہر آدمی اپنے ذاتی چہرے سے پہچانا جاتا ہے۔ تمھیں رفتہ رفتہ مجھ پر اعتماد ہوگا۔ فی الحال اتنا اعتماد تو ہے کہ میرے ساتھ چل سکتی ہو۔"

وہ مسکرا کر بولی "تمھارے ساتھ ہی چلنے آئی ہوں۔"

ہم اگلی سیٹوں پر بیٹھ گئے۔ میں نے گاڑی اسٹارٹ کی پھر اس کاٹیج کی طرف روانہ ہوا جسے ڈاکٹر شیفرڈ نے میرے لیے مخصوص کر دیا تھا۔ اُس نے پوچھا "کہاں چل رہے ہو؟"

"اگر ہم کہیں نہ رکیں، صرف چلتے ہی رہیں تو کیا تھک جاؤ گی؟"

"میں آخری سانس تک چلتی رہوں گی مگر تمھارے متعلق جانتی ہوں، چلتے چلتے ساتھ چھوڑ دیتے ہو۔ کتنی بےچاریاں آج بھی تمھاری راہ تک رہی ہوں گی۔ اُن بےچاریوں کو تو چھوڑو جن کی سب سے زیادہ اہمیت ہے، سونیا اور رسونتی، اُن کے ساتھ تم کتنی دیر تک چلتے رہے ہو؟"

"میں حالات سے مجبور ہوں۔"

"حالات سے نہیں اپنے مزاج سے مجبور ہو۔"

"میرے مزاج کو سمجھتے ہوئے بھی شریکِ حیات بننا چاہتی ہو؟"

"ہم لڑکیاں بچپن سے اپنے قبیلوں میں ایسے ہی مردوں کو دیکھتی ہیں اور پسند کرتی ہیں جو شاعر نہیں ہوتے، شہ زور ہوتے ہیں۔ مزاج کے سخت ہوتے ہیں۔ وہ عورت کو صرف پھولوں کی سیج پر ساتھ نہیں رکھتے، میدانِ جنگ میں بھی ساتھ ساتھ رکھتے ہیں۔ جب اس سے دُور جاتے ہیں تو پلٹ کر پوچھتے تک نہیں۔ خط لکھنا تو اکثر لوگ جانتے ہی نہیں۔ جو جانتے ہیں وہ دو حرف لکھنے کی زحمت نہیں کرتے لیکن ہم مطمئن رہتی ہیں کہ ہمارا شہ زور جہاں بھی گیا ہے ہمارے ہی پاس آئے گا۔ ہم اپنے محبوب، اپنے شوہر میں اپنے باپ کی جھلک ضرور دیکھنا چاہتی ہیں۔ میں چاہتی ہوں تم میرے بابا کی طرح ستر شادیاں کرو۔"

"اوہ مائی گاڈ! اس کے لیے مجھے دوبارہ پیدا ہونا پڑے گا۔"

ہم کاٹیج کے سامنے پہنچ گئے۔ گاڑی سے اُتر کر اُسے لاک کیا۔ پھر کاٹیج کے مقفل دروازے کو کھول کر اندر پہنچے۔ وہ نہایت سلیقے سے آراستہ کیا گیا تھا۔ ایک نظر ڈالتے ہی وہاں ضرورت کی تمام چیزیں نظر آئیں۔ کچن میں بھی کھانے کا کافی سامان موجود ہوگا۔ میں نے کہا "صبح ہونے والی ہے، میں نے پچھلے دن دوپہر کو سی سرجنٹ کی فیملی کے ساتھ کھانا کھایا تھا۔ اس کے بعد کھانے کا موقع ہی نہیں ملا۔"

"مائی گڈنس، میں ابھی تمھارے لیے کچھ تیار کرتی ہوں۔ آؤ ذرا کچن میں چل کر دیکھیں۔"

ہم کچن میں پہنچے۔ وہاں کھانے کا سبھی سامان موجود تھا۔ میں نے کہا "میں صرف بھوکا نہیں، نیند کا مارا بھی ہوں۔ لہٰذا کچھ پکانے کا تکلف نہ کرو۔ ڈبے کا کھانا گرم کر لو۔ اس وقت وہی چلے گا۔"

وہ بھی پچھلے دن سے بھوکی تھی۔ قید کے دوران غصے سے کھانا نہیں کھایا تھا۔ ہم کھانے کے لیے بیٹھ گئے۔ اس دوران وہ بار بار مجھے دیکھتی رہی۔ جب نظر ملتی تو فوراً ہی نظریں جھکا لیتی یا مسکرا کر کہتی "وادی میں تمھاری ایک تصویر میں نے چھپا کر رکھی ہے وہی چہرہ تلاش کر رہی ہوں۔ اگر تمھارے چہرے پر یہ نقاب عارضی ہے تو اُتار دو۔ کل پھر میک اپ کر لینا۔ میں تمھیں جی بھر کے دیکھنا چاہتی ہوں۔"

"میرے بس میں ہوتا تو تمھاری خواہش پوری کر دیتا۔ چہرے پر عارضی پلاسٹک سرجری ہے، اسے سرجری کے ماہرین صرف آدھے گھنٹے کے اندر تبدیل کر سکتے ہیں لیکن ہم تم نہیں کر سکتے۔ یہ سراغرساں یا فلمی شعبے کا میک اپ نہیں ہے کہ چلتے پھرتے چہرہ تبدیل کیا اور جب چاہا اپنے اصلی رُوپ میں آ گئے۔"

"ایک وعدہ کرو۔ جب تک تمھارا اصلی چہرہ نہ دیکھ لوں، اس وقت تک تم مجھے وادی میں جانے کے لیے نہیں کہو گے۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ پتا نہیں مجھے کب تک اس چہرے کے ساتھ رہنا ہوگا۔ جانے کب تک پرانے دشمنوں کو آزماتے رہنا ہوگا۔ آئندہ وہ ہمارے راستے براہِ راست یا بالواسطہ آ سکتے ہیں۔ مجھے احتیاطاً چھپ کر رہنا ہوگا اور چھپنے کا یہی مناسب طریقہ ہے۔ میں تمھارے سامنے ہوں مگر تمھارے سامنے نہیں ہوں۔"

اچانک حدیقہ یاد آ گئی۔ وہ بھی میرے سامنے تھی مگر نہیں تھی۔ وہ میری زندگی میں بڑے ہی انوکھے انداز سے آئی تھی۔ اُس کی یاد آتے ہی دل اُس کی طرف کھنچا جاتا تھا اور میں یقین سے کہتا ہوں جب بھی وہ یاد آیا کرے گی مجھے ایسے طلسم کدے میں پہنچا دے گی جہاں خواب حقیقت ہوتے ہیں اور حقیقت خواب سی ہوتی ہے۔

اگر میں شبانہ کو ایسے ہی انوکھے انداز سے متاثر کرتا تو وہ بھی سب کچھ پا کر کچھ نہ پاتی۔ اور کچھ نہ پانے کا خیال آتا تو دماغ کہتا کہ اس نے سب کچھ پا لیا ہے۔ جو حقیقت ہوگی وہ خواب کی طرح محسوس ہوتی رہے گی۔ جب تک میں اصلی رُوپ میں دوبارہ اسے نہیں ملوں گا، اس وقت تک وہ ایسی ہی بھول بھلیوں میں بھٹکتی رہے گی اور اپنے آپ سے پوچھتی رہے گی، جسے پا لیا تھا وہ اجنبی تھا یا اپنا؟

لڑکیاں بڑی محتاط ہوتی ہیں۔ زندگی میں پہلی بار کسی کے لیے پیار کا دروازہ کھولنے سے پہلے اسے اچھی طرح جانچ پرکھ لیتی ہیں، پہچان لیتی ہیں اور شبانہ میری ٹیلی پیتھی کے ذریعے پہچان رہی تھی مگر چہرے سے شناسائی حاصل نہیں ہو رہی تھی، اس لیے وہ محتاط تھی۔ آرٹ گیلری کے سامنے اس نے ایک بار اپنا ہاتھ مجھے پکڑایا تھا۔ اس کے بعد پھر موقع نہیں دیا۔ بڑی محبت اور بھرپور اپنائیت سے رہنے کے باوجود مجھ سے دُور دُور رہی۔

میں بہت عرصے کے بعد بڑے اطمینان، بڑی بےفکری سے

تمام دن سوتا رہا۔ شام کے چھ بجے بیدار ہوا۔ غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر لباس تبدیل کیا پھر شبانہ سے کھانے کے لیے پوچھا، اس نے کہا "ڈائننگ ٹیبل پر چلے آؤ میں نے اپنے ہاتھوں سے پکایا ہے۔"

کھانے کے دوران میں نے کہا "وادی میں سونیا، رسونتی، اور مرجانہ ہیں۔ اعلیٰ بی بی وہاں پہنچ گئی ہوگی۔ تمھیں بھی وہاں رہنا چاہیے تاکہ وادی کو نئے سرے سے مستحکم کرنے کے سلسلے میں تم اُن کے ساتھ بھرپور تعاون کر سکو۔"

"مجھے وادی کے انتظامی اُمور سے کوئی دلچسپی نہیں ہے اور نہ ہی میں اس سلسلے میں کوئی تجربہ رکھتی ہوں۔"

"دماغ تو رکھتی ہو، تم ذہین ہو اور جنگجو طبیعت کی مالک ہو۔ وہاں دشمنوں سے نمٹنے کے لیے تمھاری موجودگی ضروری ہے۔"

"میں بحث نہیں کروں گی لیکن ایک وعدہ کرو۔ جب بھی تم اپنا چہرہ تبدیل کرنے جاؤ گے اور اصلی رُوپ میں آؤ گے تو سب سے پہلے مجھے بلاؤ گے۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں سب سے پہلے تمھیں اپنے پاس بلاؤں گا۔"

میں نے ڈائننگ ٹیبل کے پاس سے اُٹھتے ہوئے کہا "کھانے کے بعد مجھے چائے اچھی لگتی ہے۔"

"ابھی لاتی ہوں۔"

میں ٹی وی لاؤنج میں بیٹھ گیا۔ دنیا کی مشہور شخصیتیں کبھی گمنام نہیں رہتیں اور نہ ہی گوشہ نشینی اختیار کر سکتی ہیں۔ ان کے انٹرویو، اُن کے بیانات، ان کی تصویریں اخبارات میں اور رسائل میں آئے دن شائع ہوتی رہتی ہیں پھر ٹی وی کے ذریعے انھیں دیکھا جاتا ہے۔ ریڈیو کے ذریعے ان کی آوازیں سُنی جاتی ہیں۔ اسی طرح میں بھی انھیں دیکھتا، سنتا اور پڑھتا رہتا ہوں۔ اور کسی وقت بھی اُن کے دماغوں میں پہنچ سکتا ہوں۔ اسی طرح میں فرانسیسی حکومت کے ایک اعلیٰ افسر کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے اسے مخاطب کیا تو اسے یقین نہیں آیا۔ مجھے یقین دلانا پڑا۔ تب اس نے کہا "سر! یہ میری عزت افزائی ہے کہ آپ میرے پاس آئے ہیں۔ فرمائیے حکم دیجیے۔"

"جیسا کہ آپ کو علم ہے شہزادی شبانہ پیرس میں ہیں۔"

"یہ بھی ہماری عزت افزائی ہے اگر ہمیں شہزادی صاحبہ کی میزبانی کا شرف حاصل ہو جائے تو....."

میں نے بات کاٹ کر کہا "ابھی پرانے دشمنوں کے لگائے ہوئے زخم بھر رہے ہیں اور نئے دشمنوں کے زخم لگنے والے ہیں۔ ان حالات میں شہزادی شبانہ کا منظرِ عام پر آنا مناسب نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں جب آپ کے اعلیٰ افسران ٹی خاف میں جائیں تو اپنے ساتھ شہزادی کو بھی لے جائیں۔"

"ضرور، ہم ضرور انھیں اپنے ساتھ لے جائیں گے۔"

"اعلیٰ بی بی کے ساتھ آپ کی حکومت کے چند اہم افراد یہاں سے جا چکے ہیں، آپ لوگوں کا دوسرا ہیلی کاپٹر کب جائے گا؟"

"ہم کل صبح کچھ ضروری سامان لے کر جا رہے ہیں۔ بارٹر غلبا اور مادام رسونتی نے وہاں ایئرپورٹ بنانے کی اجازت دے دی ہے۔ اس سلسلے میں کل سے ہمارے ہیلی کاپٹر دن میں دو چکر ضرور لگایا کریں گے۔"

"کل شہزادی یہاں سے جائے گی۔"

"ہم اُن کے لیے ایک خصوصی ہیلی کاپٹر یہاں سے روانہ کریں گے مگر اُن سے ملاقات کہاں ہوگی؟"

"کل صبح دس بجے شہزادی شبانہ پیرس آرٹ گیلری کے سامنے موجود رہیں گی جہاں پچھلی رات تمھارے ایک افسر نے انھیں پہنچایا تھا۔"

خیال خوانی کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ شبانہ میرے لیے چائے لائی تھی۔ میں نے بتایا کل صبح دس بجے وہ جا رہی ہے۔ وہ ایک دم سے اداس ہو گئی۔ میں نے اس کی اداسی کو نظرانداز کرتے ہوئے کہا "میں ضروری خیال خوانی میں مصروف رہوں گا۔ ایک گھنٹے بعد تم چاہو تو تفریح کے لیے باہر چل سکتے ہیں لیکن تمھیں چہرے پر ہلکا سا میک اپ کرنا ہوگا تاکہ یہاں شہزادی کی حیثیت سے نہ پہچانی جا سکو۔"

میں چائے کی چسکی لیتا ہوا بلیک شیڈو کے دماغ میں پہنچ گیا۔ میرا مقصد اس سے چھیڑ چھاڑ کرنا نہیں تھا نہ ہی میں اپنے معاملات میں اُسے زیادہ لانا چاہتا تھا۔ صرف اس کے دماغ سے اُن پاکستانیوں کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا جو دہشت گردی کی تربیت حاصل کر رہے تھے۔

میں نے پولیس والوں کو اس کے خلاف تمام دستاویزی ثبوت لے جانے کا موقع دیا تھا لیکن وہ دو کیسٹ اپنے پاس رکھ لیے تھے، جن کے ذریعے دہشت گردوں کے دماغوں میں پہنچ سکتا تھا۔ بلیک شیڈو نے بتایا کہ فلاں کیسٹ میں فلاں کی آواز ریکارڈ کی گئی ہے۔

میں نے وہ کیسٹ نکالا، اسے ریکارڈر میں لگایا پھر اس میں سے ابھرنے والی آواز کو سننے لگا۔ چند لمحوں کے بعد میں نے ریکارڈر کو آف کر دیا۔ اب میں ایک پاکستانی کریم داد عرف کرمو کے دماغ میں تھا۔

دہشت گردی کیا ہے؟ دہشت گرد کون لوگ ہوتے ہیں؟

قارئین! اس سے پہلے کہ میں اپنی داستان کے نئے موڑ پر نئے باب کا اضافہ کروں آپ سے دہشت گردی کے متعلق اہم باتیں کرنا چاہتا ہوں تاکہ آپ میری داستان کے پس منظر کو اچھی طرح سمجھ سکیں۔ انگریزی میں ایک مقولہ ہے: "ون پرسنز ٹیررسٹ از این آدر پرسنز ہیرو۔"

یعنی جو ایک کے لیے دہشت گرد ہوتا ہے وہی دوسرے کے لیے ہیرو بن جاتا ہے۔ یہ بات ایسی ہی ہے جیسے کوئی اپنے ملک میں حکومت تبدیل کرنے کے لیے تحریک چلائے تو باغی یا تخریب کار کہلائے لیکن جو لوگ تبدیلی لانا چاہتے ہیں ان کی نظروں میں وہی

تخریب کا ہیرو یا لیڈر کہلائے گا۔

سیاست میں جتنی باتیں بنائی جاتی ہیں اتنی کسی اور شعبے میں نہیں بنائی جاتیں۔ اسی طرح مذاہب میں جس طرح مسلمانوں کو بدنام کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اتنی کسی اور مذہب کے لیے نہیں کی جاتی۔ صاف ظاہر ہے کہ اسلام غیر مسلموں کی نظروں میں زیادہ کھٹکتا ہے۔ اس کی تازہ ترین مثال یہ ہے کہ ٹی ڈبلیو اے کی پرواز ہائی جیک ہونے کے بعد امریکہ نے بیروت ائرپورٹ کا بائیکاٹ کیا تھا اور ہائی جیک کرنے والوں کے لیے "مسلمان دہشت گرد" کی اصطلاح استعمال کر رہا تھا جبکہ یورپ سے امریکہ تک دہشت پھیلانے والے عیسائیوں کا کوئی شمار نہیں ہے۔ پولینڈ اور چلی میں حکومت کے خلاف تخریبی کارروائی کرنے اور دہشت پھیلانے والوں کو ہمیشہ کیتھولک چرچ میں پناہ ملتی رہی ہے کسی نے اُن کے لیے عیسائی دہشت گرد کی اصطلاح استعمال نہیں کی۔

یہ سچ ہے کہ کوئی مذہب دہشت گردی نہیں سکھاتا۔ بڑی دلچسپ بات یہ ہے کہ جب سے راجیو گاندھی نے امریکہ کا دورہ کیا ہے تب سے امریکہ میں سکھوں کے خلاف مہم چلائی جا رہی ہے، وہاں کے اخبارات میں یہ الفاظ لکھے جاتے ہیں "سکھوں نے راجیو کی ماں کو قتل کر دیا۔"

جب امریکہ کے کیتھولک صدر جان ایف کینیڈی کو قتل کیا گیا تو امریکی اخبارات نے یہ کبھی نہیں لکھا کہ ایک پروٹسٹنٹ عیسائی نے جیکولین کے شوہر کو قتل کر دیا۔

یعنی اپنے معاملات میں مذہب اور رشتوں کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ کسی اخبار نے کبھی یہ نہیں لکھا کہ موہن داس گاندھی کو ایک ہندو دہشت گرد نے گولی ماری تھی۔

کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ایک نظریے کے حامل افراد کے لیے اگر کوئی مجاہد یا ہیرو ہوتا ہے تو دوسرے نظریے کے حامل افراد کے لیے وہی مجاہد دہشت گرد کہلاتا ہے۔

اس طرح یہ واضح ہو جاتا ہے کہ دہشت گردی دو دھاری تلوار ہے جو ایک طرف نیکی کے لیے برائی کی گردن اُڑاتی ہے تو دوسری طرف برائی کے لیے نیکی کو کاٹتی ہوئی نظر آتی ہے۔ اس داستان میں ایسے ہی کردار نظر آتے ہیں جو اُجلے فرشتے بھی ہیں اور کالے فرشتے بھی۔

کرم داد عرف کرمو چک ۲۱۲ کا رہنے والا تھا۔ بچپن میں عیدا بدمعاش اس کے حواس پر چھایا ہوا تھا۔ پولیس والے بھی اس کے آگے دم نہیں مارتے تھے۔ جب وہ آٹھ برس کا تھا تو اس کا باپ اُسے ماں بن کر بھی پالتا رہا کیونکہ ماں گھر سے چلی گئی تھی۔ اکثر وہ پوچھتا تھا۔

"ابا! میری ماں کہاں ہے؟"

اس کا باپ سمجھاتا تھا "ماں کو یاد نہ کر۔ وہ اچھی عورت نہیں تھی اور جو اچھی عورت نہیں ہوتی وہ گھر کی چار دیواری میں نہیں رہتی۔"

اس کا باپ ایک معمولی کسان تھا۔ صبح سے شام تک کھیتوں میں محنت کرتا تھا۔ چونکہ کرم داد چھوٹا سا تھا لہٰذا باپ اسے بھی کھیتوں میں لے جاتا تھا۔ ایک دوپہر وہ کھیت میں کام کر رہا تھا اور کرم داد ایک درخت کے سائے میں بیٹھا ہوا تھا۔ تب اس نے عیدا پہلوان کو دیکھا۔ اس نے آتے ہی کہا "چل اوئے کرم داد میرے ساتھ چل۔"

اس کا باپ کھیت پر سے دوڑتا ہوا درخت کے پاس آیا، پھر عاجزی سے بولا "عیدے! کیوں میرے پیچھے پڑ گیا ہے۔ پہلے میری بیوی کو لے گیا، اب میرے بچے کو لے جانا چاہتا ہے۔"

عیدے نے اس کے باپ کا گریبان پکڑ کر اپنی طرف کھینچتے ہوئے پوچھا۔ "تو اپنی عورت کو اپنے گھر کیسے لایا تھا؟"

اس کے باپ نے سہم کر جواب دیا "نکاح پڑھا کر لایا تھا۔"

"نکاح میں تیری عورت نے قبول کہا تھا؟"

"ہاں کہا تھا۔"

"اس کا مطلب یہ ہے تیری عورت تجھ سے راضی تھی۔"

"ہاں مجھ سے راضی تھی۔"

"وہ راضی تھی تو اسے اس کے باپ کے گھر سے لے آیا۔ اب وہ مجھ سے راضی ہے، میں تیرے گھر سے اپنے گھر لے آیا۔ بول تجھے کیا اعتراض ہے؟ تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے میں راضی خوشی کا سودا کرتا ہوں۔"

اس کے باپ نے گڑگڑا کر کہا "مگر میرا بیٹا تیرے ساتھ جانے کے لیے راضی نہیں ہے پھر کیوں زبردستی کر رہا ہے؟"

"میں ایسے چھوکروں پر تھوکتا ہوں، پر کیا کروں وہ نہیں مانتی ہے۔ کہتی ہے میں اسے اس کی گود میں پہنچاؤں تو وہ مجھ سے نکاح پڑھائے گی۔"

اُس کے باپ نے جھٹکے سے اپنے گریبان کو چھڑا لیا۔ پھر غصے سے لرزتے ہوئے پوچھا "وہ مجھ سے دشمنی کیوں کر رہی ہے، وہ مجھے چھوڑ کر چلی گئی۔ میں نے اس پر تھوک دیا۔ اب میرے بچے کو چھیننا چاہتی ہے یہ کبھی نہیں ہو سکتا یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ میں کبھی اسے جانے نہیں دوں گا۔"

"کیا تو میرا راستہ روکے گا؟"

"میں اپنے بچے کے لیے موت سے ٹکرا جاؤں گا لیکن اسے ایک بدکار عورت کے پاس نہیں جانے دوں گا۔"

اُس نے ہنستے ہوئے کہا "کیوں ناراضی کر رہا ہے۔ ابھی تیرے سامنے ایک لمبی عمر پڑی ہے کسی اور سے شادی کر لے اور بچے پیدا کر لے۔ کیوں اپنی جان کا دشمن بن رہا ہے۔"

"عیدے ایسی بات میں تجھے سمجھا رہا ہوں کیوں اپنی جان کا دشمن بنتا ہے۔ کسی بھی مظلوم کو اس کی برداشت کی حد تک ستا۔ اس پر ظلم کر لیکن اتنا نہیں کہ وہ زندگی سے بیزار ہو کر موت کی پروا کیے بغیر پلٹ کر حملہ کر بیٹھے۔"

اس نے ہنستے ہوئے پوچھا "تو اور مجھ پر حملہ کرے گا؟"

یہ کہتے ہی اس نے ایک اُلٹا ہاتھ اس کے باپ کے منہ پر رسید کیا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے جا گرا۔ جہاں وہ گرا تھا وہیں کدال پڑی ہوئی تھی اس نے فوراً ہی اسے اُٹھا کر غصے سے لرزتے ہوئے کہا "میں آخری بار سمجھا رہا ہوں یہاں سے چلا جا۔"

"اور میں بھی آخری بار سمجھا رہا ہوں" اس چھوکرے کو لے جانے دے روکنے کی کوشش نہ کر۔"

"اسے تو قانون بھی مجھ سے الگ نہیں کر سکتا۔ یہ اللہ کی دین ہے میرے گھر کا چراغ ہے، وہ مالک دیتا ہے تو عجب انداز میں دیتا ہے۔ وہ عورت بے وفا تھی لیکن وہی یہ چراغ روشن کر گئی۔ یہ چراغ میرے نام ہے اور میرے ہی نام رہے گا۔"

عیدے نے اس کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی کدال کو دیکھا پھر کہا "مجھے تیری جوانی پر ترس آتا ہے تو اس کدال سے اپنی قبر کھود سکتا ہے میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ ویسے ایک شرط پر تو اپنے بیٹے کو حاصل کر سکتا ہے۔"

اس نے فوراً ہی پوچھا "کیا شرط ہے؟"

"کوئی سا بھی انعام حاصل کرنے کے لیے لوگوں کو ایک دوسرے کے مقابلے میں دوڑنا پڑتا ہے۔ وہاں تک پہلے جانا پڑتا ہے جہاں انعام رکھا ہوتا ہے۔ وہ دُور گھنا آم کا درخت ہے۔ ہم وہاں جائیں گے تیرا بیٹا یہیں اسی جگہ بیٹھا رہے گا۔ ہم وہاں سے دوڑتے ہوئے آئیں گے جو پہلے پہنچے گا وہی اس چھوکرے کو اپنے ساتھ لے جائے گا۔"

اس کے باپ نے اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی کدال کو بے بسی سے دیکھا۔ وہ کدال زمین پر چلاتا آیا تھا۔ آج تک کسی انسان پر چلانے کے متعلق سوچا بھی نہیں تھا۔ اس کے سامنے کھڑا ہوا عیدا، پہلوان بھی تھا اور غنڈہ بھی۔ پتا نہیں کتنے خون کر چکا تھا۔ تھانے والے اسے اپنی پناہ میں رکھتے تھے۔ دوسرے لفظوں میں قانون بھی اس کے آگے بے بس تھا۔ اگر وہ عیدے کی یہ شرط نہ مانتا تو وہ اسے عدالت کے دروازے تک پہنچنے نہ دیتا۔

اس نے چند لمحوں تک عیدے کو گھورتے رہنے کے بعد پوچھا "کیا تو سچ کہہ رہا ہے۔ اگر میں پہلے اپنے بیٹے کے پاس پہنچ جاؤں تو تو اس سے دستبردار ہو جائے گا؟ پھر کبھی اس کا مطالبہ کرنے نہیں آئے گا؟"

"میں زبان دیتا ہوں۔ کبھی اس کا مطالبہ نہیں کروں گا۔"

"اور وہ بے وفا عورت تجھ سے نکاح پڑھانے پر آمادہ نہ ہوئی تو؟"

"میں عورتوں کے زیادہ نخرے برداشت نہیں کرتا۔ جب یہاں ہار جاؤں گا تو کیا اس عورت کے سامنے بھی ہارنا پسند کروں گا؟"

اس کے باپ کو یقین ہو گیا۔ وہ کدال کو ایک طرف پھینک کر عیدے کے ساتھ گھنے آم کے درخت کی طرف جانے لگا۔ کرم داد اگرچہ بچہ تھا۔ یہ اچھی طرح سمجھ نہیں سکتا تھا کہ اس کی ماں اس کے باپ کو چھوڑ کر عیدے کے ساتھ کیوں چلی گئی ہے اور اب اس کے لیے جھگڑا کیوں ہو رہا ہے، اس کے باوجود وہ باپ کی محبت میں سمجھ رہا تھا کہ جھگڑا نہیں ہونا چاہیے اور اگر ہو ہی رہا ہے تو اس دوڑ میں باپ جیت جائے اور بدمعاش پیچھے رہ جائے۔

وہ دونوں آم کے گھنے درخت کے پاس پہنچ گئے تھے۔ کرم داد نے دُور باپ کی طرف دیکھتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے جیسے کہہ رہا ہو "ابا مجھے آ کر گود میں اُٹھا لو۔"

اسی وقت دونوں نے ایک ساتھ دوڑ لگائی۔ اس کا باپ بچپن ہی سے کھیتوں کی ناہموار زمین پر چلتا رہا تھا۔ محنت کرتا رہا تھا ناہموار زمین پر آسانی سے دوڑ بھی سکتا تھا۔ اور وہ دوڑ رہا تھا۔ عیدے سے آگے نکل رہا تھا پھر اچانک ہی اوندھے منہ گر پڑا۔ عیدے نے اپنے کاندھے پر سے چادر لے کر آگے جانے والے کی ٹانگوں میں الجھا دیا تھا۔ اس کے گرتے ہی وہ خود بھی رُک گیا تھا، پوچھ رہا تھا "ارے یہ کیا ہوا؟ اتنی جلدی گر پڑے؟ بیٹا بہت دُور ہے، اُٹھو آگے دوڑو۔"

وہ فوراً ہی اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر اُسے گھور کر دیکھنے کے بعد دوڑنے لگا۔ عیدا پھر اس کے ساتھ دوڑ رہا تھا۔ اس بار وہ دونوں ساتھ ساتھ تھے، پھر اچانک ہی عیدے نے ایک اُلٹا ہاتھ اس کے باپ کے منہ پر رسید کیا۔ یقیناً بھرپور ہاتھ پڑا ہو گا۔ اس کے باوجود وہ نہ رُکا۔ دشمن خواہ اسے قدم قدم پر مارتا رہتا، پھر بھی اس سے آگے نہ نکل سکتا کیونکہ دشمن کو کھیتوں میں دوڑنے کی عادت نہیں تھی۔

اب وہ اپنے بیٹے کے پاس پہنچنے ہی والا تھا۔ شاید دس گز کا فاصلہ رہ گیا تھا اور عیدا اس سے بہت پیچھے تھا۔ اسے ٹانگ سے ٹانگ نہیں مار سکتا تھا۔ اپنی چادر پھینک کر اسے الجھا نہیں سکتا تھا۔ بعض اوقات اپنے پیار کے رشتوں تک پہنچنے کے لیے اپنے پیارے لہو تک پہنچنے کے لیے آدمی کو گدھوں کی طرح دوڑنا پڑتا ہے اور وہ دوڑ رہا تھا۔ فاصلہ کم کر رہا تھا۔

شاید کوئی چھ گز کا فاصلہ رہ گیا ہو گا، اچانک دوڑتے دوڑتے وہ ایک دم سے رُک گیا۔ اس کے حلق سے کراہ نکلی۔ دونوں ہاتھ تکلیف کی شدت سے پھیل گئے۔ منہ آسمان کی طرف اُٹھ گیا۔ اس کے بعد وہ اوندھے منہ زمین پر گر پڑا تب کرم داد نے دیکھا اس کے باپ کی پشت میں ایک خنجر پیوست تھا۔

وہ ابا کہہ کر چیخنا چاہتا تھا لیکن آواز حلق میں پھنس کر رہ گئی تھی۔ وہ خوف کی شدت سے لرز رہا تھا۔ کبھی باپ کو اور کبھی عیدے کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی سُرخ گھورتی ہوئی آنکھیں دیکھنے کے بعد دوبارہ نظریں ملانے کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ اِدھر باپ موت سے لڑ رہا تھا، اپنے لہو اور اپنے کھیتوں کی مٹی میں لتھڑ رہا تھا۔ آہستہ آہستہ رینگتا ہوا بیٹے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ کبھی وہ اپنا ایک ہاتھ بڑھاتا تھا جیسے بیٹے کو چھو لینا چاہتا ہو۔

محبت کبھی کبھی خاک کا کیڑا بنا دیتی ہے۔ مٹی میں لوٹ پوٹ کر رینگنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ وہ رینگتے رینگتے بیٹے کے بالکل قریب

پہنچ گیا۔ بس اب چھو لینا چاہتا تھا کہ آخری سانس نے ساتھ چھوڑ دیا۔ اُس کا آگے بڑھا ہوا ہاتھ دھپ سے زمین پر گر پڑا۔ وہ بے دم ہو چکا تھا۔

کرم داد کے دماغ میں آندھیاں سی چل رہی تھیں۔ بس دو ہی منظر دکھائی دے رہے تھے کہ باپ دوڑتا ہوا قریب پہنچ رہا تھا۔ مگر قریب پہنچتے پہنچتے اوندھے منہ گر پڑا تھا۔ خنجر پشت میں پیوست تھا۔ دوسرے منظر میں باپ رینگتے رینگتے بالکل قریب آ گیا تھا۔ اُسے چھو لینا چاہتا تھا لیکن اس کا ہاتھ بے دم ہو کر زمین پر گر پڑا تھا وہ گم صم ہو کر اس بے جان باپ کو دیکھ رہا تھا جو ابھی ابھی جان دار تھا ابھی ابھی اُسے بیٹا کہہ کر اُس کے پاس آ رہا تھا۔

اچانک عیدا اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے لے جانے لگا وہ جانا نہیں چاہتا تھا مگر انکار کی جرأت بھی نہیں تھی۔ وہ جاتے جاتے باپ کو پلٹ کر دیکھتا جاتا تھا۔ جب تک مٹی پر پڑی ہوئی لاش نظر آتی رہی وہ دُور تک دیکھتا گیا۔ پھر اُس پر نیم سکتہ سا طاری ہو گیا۔ اُسے اتنا ہی یاد ہے کہ عیدا اسے ایک پولیس والے کے پاس لے گیا تھا۔ اس کی بڑی بڑی مونچھیں تھیں اور اس کے سامنے دُوسرے پولیس والے بڑے ادب سے کھڑے ہوئے تھے۔ پتا نہیں وہ اور عیدا آپس میں کیا کھسر پھسر کرتے رہے۔ پھر اس مونچھوں والے افسر نے عیدے کی پیٹھ ٹھونکتے ہوئے کہا "ادئے فکر نہ کر یہ مُنڈا قابو میں رہے گا، تو سارا کام چٹکی بجا کر ہو جائے گا۔"

پھر وہ دونوں کرم داد کو ایک کمرے میں لے گئے۔ وہاں اسے ڈانٹنے ڈپٹنے لگے۔ عیدے نے کہا "ہم تمھیں جو کہنے کے لیے سمجھا رہے ہیں وہی بات گاؤں والوں کے سامنے کہنا۔ اگر اس سے زیادہ کچھ بولو گے تو تمھارے باپ کی طرح تمھیں بھی جان سے مار ڈالوں گا۔"

کرم داد لرز گیا۔ وہ اسے سمجھانے لگے۔ اسی کے مطابق وہ بولنے لگا۔ صبح سے شام ہو گئی۔ جب دونوں کو یقین آ گیا کہ لڑکا وہی بولے گا جو اسے سکھایا گیا ہے تو پھر عیدا وہاں سے چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد ہی گاؤں کے کچھ لوگ یہ رپورٹ درج کرانے آئے تھے کہ ایک لاش کھیتوں میں پائی گئی ہے۔ وہاں کا زمیندار بھی آیا تھا۔ پھر کرم داد کو دیکھ کر بولا "یہ تو مرنے والے کا بیٹا ہے۔ یہ کیسے آ گیا؟"

کرم داد نے روتے ہوئے کہا "میرے ابا کو چار آدمی مارنے کے لیے آئے تھے۔ وہ سب منہ پر کپڑا لپیٹے ہوئے تھے میں کسی کو پہچان نہیں سکتا تھا۔ میں وہاں سے جان بچا کر بھاگنے لگا۔ بھاگتے بھاگتے ادھر آیا تو پولیس والوں نے مجھے پکڑ لیا۔"

تھانیدار نے کہا "میں نے اس لڑکے کا بیان لکھ لیا ہے، اب تمھارے ہی پاس جانا چاہتا تھا۔ تم گاؤں والوں کے ساتھ آ گئے چلو اچھی بات ہے۔ اس لڑکے کے بیان پر کوئی اعتراض ہو تو مجھے بتاؤ۔ کسی پر شبہ ہو تو ہم اس کے خلاف کارروائی کریں گے۔"

زمیندار نے کہا "جب لڑکا کہتا ہے کہ قاتلوں کو پہچان نہیں سکتا اور قاتل ایک نہیں چار تھے تو ہم کیا کہہ سکتے ہیں؟ کس پر شبہ کر سکتے ہیں؟ البتہ اس کی ماں عیدے پہلوان کے ساتھ بھاگ گئی ہے ہو سکتا ہے اسی پہلوان سے اس کے باپ کا جھگڑا ہو گیا ہو۔"

تھانیدار نے ہنستے ہوئے کہا "اوّل تو عیدا لاہور گیا ہوا ہے صبح میرے سامنے ہی بس پر سوار ہوا تھا۔ میرا ایک سپاہی اس بات کی گواہی دے گا کیونکہ وہ بھی اس کے ساتھ کسی ضروری کام سے لاہور گیا تھا۔" بہرحال عیدے کی طرف سے شبہ ہٹ گیا۔ اب قاتلوں کی تلاش تھی اور یہ پولیس والوں کا معاملہ تھا۔ چونکہ کرم داد کا اور کوئی نہیں تھا لہٰذا اسے اس کی ماں کے حوالے کر دیا گیا۔

اُسے اچھی طرح یاد نہیں ہے کہ وقت کیسے گزرتا گیا۔ اُس کی ماں نے عیدے سے شادی کر لی تھی اور وہ لاہور آ گئے تھے۔ وہاں معلوم ہوا کہ عیدے کی پہلی بھی ایک بیوی ہے اور اس سے دو لڑکے اور ایک چار برس کی لڑکی ہے۔ وہ سب بڑے عیش و آرام سے رہتے ہیں۔ لڑکے بڑے اسکولوں میں پڑھنے کے لیے جاتے ہیں۔ عیدے نے کرم داد اور اس کی ماں کو بھاٹی گیٹ کے قریب ہی ایک کرائے کے مکان میں رکھا تھا۔ اپنے دونوں بیٹوں کی طرح اسے تعلیم دلانا ضروری نہیں سمجھا تھا اس لیے ایک لوہار کی دکان پر رکھوا دیا تھا تاکہ کچھ کام سیکھ لے۔

بارہ برس گزر گئے۔ آٹھ برس سے لے کر بیس برس کی عمر تک پہنچتے پہنچتے وہ فولاد بن گیا تھا۔ لوہار تھا، ہتھوڑے چلاتا تھا اور ہتھوڑے کی طرح بولتا تھا۔ کوئی بات اس کے مزاج کے خلاف ہو تو غصے میں بپھر جاتا تھا۔ اس دوران اس نے اپنی ماں سے بے پناہ نفرت کی تھی اور عیدے کو تو وہ ایک آنکھ نہیں دیکھ سکتا تھا لیکن مجبوراً دیکھتا تھا۔ اپنے آپ کو تولتا تھا اور سمجھنے کی کوشش کرتا تھا کہ کب عیدے پر بھاری پڑ سکتا ہے۔

پہلوان کی پہلی بیوی اور بچے کچھ اور زیادہ ہی عیش و آرام سے رہنے لگے تھے۔ اُن کی دو دو کوٹھیاں تھیں، دو دو کاریں تھیں۔ پتا نہیں کیا کاروبار کرنے لگے تھے کہ دن بدن دولت مند ہوتے جا رہے تھے۔ وہ کرم داد اور اس کی ماں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ کبھی اپنے گھر کی دہلیز کے سامنے آنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ اس کی ماں نے عیدے سے شکایت کی تو اس نے نفرت سے جواب دیا "میرے لڑکے ٹھیک کہتے ہیں۔ تم میرے اس گھر کی طرف کبھی نہ جانا۔ تمھاری وہ حیثیت نہیں ہے۔"

"میری حیثیت کیوں نہیں ہے۔ میں نے تم سے نکاح پڑھایا ہے میں تمھاری بیوی ہوں۔ تم جتنا کماتے ہو اس میں میرا بھی حصہ ہے۔"

"بکواس بند کرو۔ تمھاری جیسی بے وفا اور بدکار عورت کسی کی بیوی نہیں ہو سکتی۔ تم اپنے پہلے شوہر کو دھوکا دے سکتی ہو تو مجھے بھی بڑھاپے میں چھوڑ کر جا سکتی ہو۔"

کرم داد سب کچھ سنتا تھا، دیکھتا تھا اور اندر ہی اندر آتش فشاں کی طرح کھولتا رہتا تھا لیکن اب اس کی ماں خاموش

رہنے والی نہیں تھی۔ اس نے دھمکی دی کہ وہ قانون کا سہارا لے گی کسی وکیل کی خدمات حاصل کرے گی اور اپنا حق وصول کر لے گی۔

یہ اس کی ماں کی پہلی اور آخری دھمکی تھی۔ دُوسرے دن جب وہ کسی وکیل کی خدمات حاصل کرنے جا رہی تھی تو اچانک ہی ایک گاڑی اسے کچلتی ہوئی چلی گئی۔ کس کی گاڑی تھی؟ کون ڈرائیو کر رہا تھا، کوئی نہ دیکھ سکا۔ جس سڑک پر یہ حادثہ پیش آیا، وہاں کوئی پولیس والا بھی نہیں تھا۔ ایسا کوئی ہمدرد نہیں تھا جو گاڑی والے کا پیچھا کرتا۔ ایسے وقت سبھی ہمدردی سے کتراتے ہیں۔ پولیس اور تھانوں کے جھمیلوں میں پڑنا نہیں چاہتے۔

جس طرح اس کے باپ کا قتل ہوا تھا اور ایک لمبی چوڑی تفتیش کے بعد اس کیس کی فائل بند کر دی گئی تھی اسی طرح ایک دن اس کی ماں کے حادثے یا قتل کے سلسلے میں تفتیش ہوتی اور وہ فائل بھی بند کر دی جاتی۔ کرم داد کو اپنی ماں سے نہ پہلے محبت تھی نہ اسکی حادثاتی موت نے ذرا سی محبت پیدا کی۔ اس نے بے دلی سے اُس کی آخری رسُومات ادا کیں اور دُوسرے دن سے اپنے کام میں لگ گیا۔

جس دن وہ کام پر گیا اسی دن دس بجے سامنے والے دکاندار نے کہا۔ "کرمو! تیرا فون آیا ہے، کوئی تجھے پوچھ رہا ہے۔"

وہ سڑک پار کر کے دکان میں آیا پھر ریسیور اُٹھا کر بولا "جی میں کرم داد بول رہا ہوں، آپ کون ہیں؟"

دوسری طرف سے سوتیلے بھائی کی آواز سنائی دی، وہ غراتے ہوئے کہہ رہا تھا "خاک کے کیڑے کو خاک ہی میں رہنا چاہیے۔ سر اُٹھانے سے کچل دیا جاتا ہے۔ تیری ماں نے اپنے حقوق مانگنے چاہے وہ اپنے انجام کو پہنچ گئی۔ اگر تو نے کبھی ایسا کرنے کی کوشش کی تو تیرا بھی یہی انجام ہو گا۔"

اُس نے غصے سے لرز کر پوچھا "اچھا تو یہ تم لوگوں کا کمینہ پن تھا؟"

"بکواس مت کر۔ تو کبھی ہمارے خلاف ثبوت فراہم نہیں کر سکے گا۔ یہ کبھی ثابت نہیں کر سکے گا کہ میں نے فون پر اپنے جرم کا اقرار کیا تھا۔"

یہ کہتے ہی دوسری طرف ریسیور رکھ دیا گیا۔ وہ ہیلو ہیلو کہہ کر چیختا ہی رہ گیا۔ پھر اس نے غصے سے ریسیور کو پٹخ دیا۔ اس روز وہ کام نہ کر سکا۔ غصے میں بھرا دن بھر لاہور کی سڑکوں اور گلیوں میں گھومتا رہا۔ شام کو اُس نے ایک دکان سے لانبا سا چاقو خریدا پھر اُسے اپنے لباس میں چھپا لیا۔

شام گزر گئی رات آ گئی مگر گناہ اور جرم کے لیے آدھی رات زیادہ مناسب ہوتی ہے۔ وہ انتظار کرنے لگا۔ اس کی بھوک مر گئی تھی۔ اس نے صبح سے ایک گھونٹ پانی نہیں پیا تھا، بس انتقام کی پیاس تھی۔ وہ پیاس اُسے کشاں کشاں اس کوٹھی کے سامنے لے آئی حالانکہ رات کے دس ہی بجے تھے۔ ایک کار اس کوٹھی سے نکل کر جا رہی تھی۔ اس نے تیزی سے نکل کر جاتی ہوئی کار کی پچھلی سیٹ پر عیدے پہلوان اور اس کے ایک بیٹے کو دیکھا۔ دُوسرا بیٹا کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ کوٹھی کے تینوں مرد کہیں جا رہے تھے۔ صرف اس کی سوتیلی ماں اور بہن کوٹھی میں ہوں گی۔

وہ ایک لمبا چکر کاٹ کر پچھلے حصے میں آیا وہاں سے دبے قدموں چلتا ہوا دروازے کے پاس پہنچا۔ دروازہ اندر سے بند تھا۔ وہ جانتا تھا کوٹھی میں کام کرنے والے ملازم صرف دو ہیں ایک شام کو چلا جاتا ہے دُوسرا خانساماں رات کا کھانا کھلانے کے بعد جاتا ہے۔ ایک دربان کی ڈیوٹی مین گیٹ پر ہوتی ہے تاکہ رات کو بڑے صاحب یا اُن کے صاحبزادے کار میں آئیں تو اُن کے لیے گیٹ کھولے اور بند کرے۔

وہ کوٹھی کے اندر جانے کا راستہ تلاش کرتا ہوا ایک طرف آیا ادھر اُوپری منزل کی بالکونی نظر آ رہی تھی۔ اس کے ساتھ ہی ایک سیوریج پائپ نظر آ رہا تھا۔ وہ اس کے سہارے چلتا ہوا بالکونی تک پہنچ گیا۔ اندھیری رات تھی۔ ادھر کے بلب روشن نہیں تھے۔ کوئی اسے دیکھ نہ سکا۔ وہ بالکونی کے کھلے ہوئے دروازے سے ایک بیڈ روم میں داخل ہو گیا۔ کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ ایک پردے کی آڑ میں چھپ کر انتظار کرنے لگا۔ ذرا دیر بعد ہی اسے دُوسرے بیڈ روم سے آوازیں سُنائی دیں۔ دو عورتوں کی آوازیں تھیں۔

دوسرے بیڈ روم میں عیدا پہلوان کی پہلی بیوی اور اس کی بیٹی تھیں۔ اس شاندار کوٹھی اور ان کی امارت کے پیش نظر اب وہ عیدا پہلوان نہیں بلکہ عید محمد کہلاتا تھا۔ اس کی بیوی پوچھ رہی تھی، "ریحانہ! تم نے بالکونی والا دروازہ بند کر دیا ہے؟"

"ابھی جاؤں گی تو بند کر دوں گی۔"

"میں پہلے بھی سمجھا چکی ہوں رات کے وقت دروازے کھلے نہ چھوڑو۔"

"وہ تو اوپری منزل میں ہے۔ بالکونی سے بھلا کون آئے گا۔"

"چور ڈاکو سُرنگ بنا کر چلے آتے ہیں اور تم بالکونی کے دروازے کی بات کر رہی ہو۔"

اِن باتوں کے دوران کرم داد اُن کے سروں پر پہنچ گیا۔ اس سے پہلے کہ اُن کے حلق سے چیخ نکلتی، اُس نے چاقو کی نوک کو سوتیلی ماں کی گردن پر رکھتے ہوئے غرا کر کہا "خبردار! تم میں سے کسی نے آواز نکالنے کی کوشش کی تو ایک کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

ریحانہ نے منہ پر ہاتھ رکھ لیا جیسے بے اختیار نکلنے والی چیخ کو دبا رہی ہو۔ اس کی ممی نے پوچھا "تت۔۔۔ تم کرم داد ہو نا؟"

"ہاں! مجھے آخری بار اچھی طرح دیکھ لو۔ میں وہی ہوں جس کا حق مارا جا رہا ہے۔ میں وہی ہوں جس کے باپ کو پہلے قتل کیا گیا۔ اس کے بعد اس کی ماں کو ٹھکانے لگایا گیا۔ کیا ایسا کرتے وقت تم سب اپنی موت کو بھول گئے تھے؟"

ریحانہ کا ہاتھ اسی طرح منہ پر تھا۔ اس نے دبی زبان سے کہا۔ "ہم نے تو کچھ نہیں کیا۔ ہم قسم کھاتے ہیں تمھاری ماں حادثے میں مری ہے۔"

اس نے ریحانہ کو پہلی بار دیکھا تھا۔ کوئی اور وقت ہوتا تو وہ اُس کو دیکھتا ہی رہ جاتا لیکن دماغ میں آندھیاں چل رہی تھیں ۔۔۔ وہ انتقام کی آگ میں جل رہا تھا۔ اُس نے غرا کر کہا۔ "بکواس مت کر۔ آج صبح تیرے بھائی نے فون پر اعتراف کیا ہے اور چیلنج کیا ہے کہ میں اُسے اپنی ماں کا قاتل ثابت نہیں کر سکتا۔ یہ سچ ہے میں تیرے باپ کو بھی اپنے باپ کا قاتل ثابت نہیں کر سکا تھا لیکن جواباً انتقام تو لے سکتا ہوں۔"

وہ کچھ کہنا چاہتی تھی۔ اُس نے ڈپٹ کر کہا۔ "اب ایک لفظ نہ کہنا۔ آنکھیں بند کر۔"

وہ گھبرا کر بولی۔ "کک۔۔۔۔ کیوں؟"

"تو اپنی آنکھوں سے اپنی ماں کو قتل ہوتے نہیں دیکھ سکتی۔"

"نن۔۔۔ نہیں، پلیز ہمیں معاف کر دو تمھیں یقیناً غلط فہمی ہوئی ہے اور اگر میرے بھائیوں نے ایسا کیا ہے تو تمھیں قانونی کارروائی کرنی چاہیے۔"

"میری ماں قانونی کارروائی کرنے جا رہی تھی؛ اس کا انجام میں نے دیکھ لیا۔ تو آنکھیں بند کرتی ہے یا نہیں؟"

اُس نے ایسے سفاکانہ انداز میں پوچھا کہ ریحانہ نے بے اختیار آنکھیں بند کرلیں۔ دُوسرے ہی لمحے اُسے اپنے منہ پر گرم گرم چھینٹے محسوس ہوئے۔ اُس نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں، پتا چلا وہ گرم لہو کے چھینٹے تھے۔

وہ ایک دم سے ساکت ہوگئی۔ مُنہ سے آواز نہ نکل سکی۔ اگر چیخنا چاہتی، تب بھی یہ خوف اس کی آواز بند کر دیتا کہ چیخنے پر وہ قاتل اس پر بھی حملہ کرے گا۔

وہ چند منٹ تک گم صم بیٹھی رہی جیسے بولنا بھول گئی ہو۔ یا پھر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے کے باوجود اُسے کچھ نظر نہ آرہا ہو اور جب کچھ نظر نہ آئے تو انسان کیا دیکھ سکتا ہے۔

پھر اس کے حلق سے ایک کراہ نکلی۔ کرم داد نے اس کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر جھٹکا دیا تھا۔ اب اس کا خون آلود چاقو اُسے اپنی آنکھوں کے قریب نظر آرہا تھا۔ اس نے پوچھا۔ "تو زندہ رہنا چاہتی ہے یا مرنا؟"

"نن۔۔۔ نہیں مجھے نہ مارو۔ پلیز! میں مرنا نہیں چاہتی۔"

"تو موٹی موٹی کتابیں پڑھتی ہے نا؟"

اس نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ کرم داد نے پوچھا۔ "تو نے یہ بھی پڑھا اور سُنا ہوگا کہ سوتیلے باپ کی بیٹی سے شادی ہو سکتی ہے، اپنے علم سے بتا مجھ سے تیری شادی ہو سکتی ہے؟"

"ہاں ہو سکتی ہے۔ مم۔۔۔ مگر میں نہیں کروں گی۔ مجھے چھوڑ دو۔"

"شادی کرے گی زندہ رہے گی۔ نہیں کرے گی مرے گی۔ بول کیا چاہتی ہے؟"

وہ اس کا مُنہ تکنے لگی۔ اس نے بالوں کو جھٹکا دے کر اُسے وہاں سے اُٹھایا پھر بے دردی سے کھینچتا ہوا دوسرے کمرے کے دروازے تک آیا۔ وہاں پہنچ کر اس نے کہا۔ "آج سے بیس برس پہلے تیرا باپ ایک عورت کو اس کے شوہر کے گھر سے اپنے گھر میں لے آیا تھا۔ اُسے معلوم ہونا چاہیے کہ اسی طرح کوئی اس کی بیٹی کے ساتھ بھی کر سکتا ہے۔"

اُس نے ریحانہ کو زور کا دھکا دیا۔ وہ کمرے کے فرش پر اوندھے منہ گر پڑی۔

دوسری صبح وہ کرائے کے بوسیدہ سے مکان میں گہری نیند سو رہا تھا۔ پولیس والے پہنچ گئے۔ زور زور سے دروازے کو کھٹکھٹانے لگے۔ اُس نے فوراً ہی اُٹھ کر دروازہ کھولا۔ قانون کے محافظوں کو دیکھ کر پہلے تو ذرا گھبرایا پھر ڈھیٹ بن گیا۔ پولیس انسپکٹر نے پوچھا۔ "تمھارا نام کرم داد ہے؟"

"جی ہاں۔"

"پچھلی رات تم کہاں تھے؟"

"میں فلم کا آخری شو دیکھنے گیا تھا اس کے بعد یہاں آکر سو گیا۔"

"ابھی تمھارے جھوٹ اور سچ کا پتا چل جائے گا ہمارے ساتھ چلو۔"

اس نے بحث نہیں کی۔ دروازے کو تالا لگایا اور اُن کے ساتھ تھانے پہنچ گیا۔ وہاں اُسے شناختی پریڈ میں کھڑا کیا گیا۔ اس قطار میں اس کے علاوہ نو بندے تھے۔ وہ سب کسی نہ کسی علاقے کے بدمعاش تھے۔ اُن پر قاتل ہونے کا شبہ تھا۔ اس نے تھوڑی دیر بعد اپنے سوتیلے باپ عید محمد عرف عیدے کو اپنے دو قد آور جوان بیٹوں کے ساتھ دیکھا۔ اُن کے ساتھ ریحانہ بھی تھی وہ سر جھکائے ہوئے تھی۔ باقی تینوں کرم داد کو گھور کر دیکھ رہے تھے۔ پھر وہ چپکے چپکے ریحانہ سے کچھ کہنے لگے مگر وہ یُوں خیالوں میں کھوئی ہوئی تھی جیسے قریب بولنے والوں کی آوازیں سُنائی نہ دے رہی ہوں۔ وہ کہیں دُور پہنچی ہوئی ہو۔ پھر پولیس آفیسر نے کہا۔ "بی بی! تم ایک طرف سے اِن بدمعاشوں کو دیکھتی جاؤ۔ پہچاننے کی کوشش کرو۔ پچھلی رات کون تمھاری کوٹھی میں آیا تھا۔"

وہ پولیس آفیسر کے ساتھ قطار کے ایک سرے پر پہنچ گئی۔ اس نے ابھی تک سر اُٹھا کر کسی کو نہیں دیکھا تھا۔ کرم داد پر بھی نظر نہیں پڑی تھی۔ اور وہ سوچ رہا تھا۔ بُرا پھنس رہا ہے۔ ایسے وقت وہ ریحانہ کو نہ چاقو سے دھمکا سکتا ہے اور نہ ہی اسے گھور کر دیکھ سکتا ہے۔ ذرا بھی ایسی ویسی حرکت کرے گا تو پولیس والے اس کی پٹائی شروع کر دیں گے پھر اسے حوالات میں پہنچا دیں گے۔ وہاں سے جیل خانے پہنچا دیں گے۔ مقدمہ ضرور چلے گا۔ پھانسی ضرور ہوگی۔

ریحانہ قطار میں کھڑے ہوئے مجرموں کو ایک سرے سے دیکھتی آرہی تھی۔ کرم داد قطار میں ساتویں نمبر پر تھا۔ ریحانہ کے آنے میں دیر ہو رہی تھی۔ جتنی دیر ہو رہی تھی اتنی ہی گھبراہٹ بڑھتی جا رہی تھی۔ اگرچہ وہ موت سے ڈرتا نہیں تھا لیکن پریشانی یہ تھی کہ اس نے دشمنوں سے پوری طرح انتقام نہیں لیا ہے۔ اس کے باپ کا قاتل زندہ ہے اور اُس کی ماں کو قتل کر کے چیلنج کرنے والا سوتیلا بھائی اس کی نگاہوں کے سامنے موجود ہے۔

وہ آرہی تھی۔ قریب آرہی تھی۔ ہر مشتبہ شخص کے سامنے ذرا دیر کھڑی رہتی، اسے غور سے دیکھتی پھر آگے بڑھ جاتی۔ آخر وہ اس کے سامنے پہنچ گئی۔ چند سیکنڈ تک اُن کی نظریں ملتی رہیں پھر ریحانہ نے نظریں جھکا لیں، وہاں سے آگے بڑھ گئی۔ کرم داد کے بعد کھڑے ہونے والوں کو دیکھتے ہوئے گزرنے لگی۔ آخر میں اُس نے سر ہلا کر کہا۔ "ان میں کوئی نہیں ہے۔"

اس کے بڑے بھائی نے غصے سے کہا۔ "کیا تم کرم داد کو نہیں پہچانتی ہو؟"

اس نے معصومیت سے پوچھا۔ "کون کرم داد؟"

"وہی جو ہمارا دشمن ہے ہمارا سوتیلا ہے۔"

"اس کا نام میں نے سُنا ہے لیکن چہرہ آج تک نہیں دیکھا۔ پھر میں کیسے پہچان سکتی ہوں؟"

دُوسرے بھائی نے کہا۔ "اس شخص کو تو پہچان سکتی ہو جو پچھلی رات ہماری کوٹھی میں آیا تھا جس نے ہماری ماں کو قتل کیا ہے تم کیسی بے غیرت ہو کیا اپنی ماں کے قاتل سے انتقام نہیں لو گی؟"

"ضرور لوں گی۔ اگر وہ نظر آجائے۔"

پولیس آفیسر نے کہا۔ "سوری مسٹر! آپ اپنی بہن کو مجبور نہیں کر سکتے کہ وہ جبراً کسی کا نام لے۔"

"لیکن آفیسر! آپ نے ہم سے وعدہ کیا تھا کہ۔۔۔۔۔"

آفیسر نے اس کی بات کاٹ دی۔ کہا۔ "بیشک وعدہ کیا تھا، میں اب بھی کرم داد کو گرفتار کرنے کے لیے تیار ہوں لیکن آپ کی بہن اسے شناخت کرنے سے انکار کر رہی ہے اور اس بات پر بضد ہے کہ قاتل کوئی اور ہے میں زبردستی اسے کس طرح حراست میں لے سکتا ہوں۔"

کرم داد کو چھوڑ دیا گیا لیکن ساتھ ہی تاکید بھی کی گئی کہ وہ لاہور سے باہر نہ جائے۔ کسی وقت بھی اسے تھانے میں طلب کیا جا سکتا ہے۔ اسے قانون کی سختیوں کی پروا نہیں تھی۔ وہ زندگی میں پہلی بار حیرانی سے ریحانہ کے متعلق سوچ رہا تھا۔ اُسے انسانوں پر اور انسانی رشتوں پر ایک ذرا اعتبار نہیں تھا۔ وہ اکثر یہی کہتا تھا۔ "سب مطلب کے بندے ہوتے ہیں۔ وقت آنے پر سانپ سے زیادہ زہریلے بن جاتے ہیں۔"

اس نے شام کو کوٹھی کے نمبر پر فون کیا۔ دوسری طرف گھنٹی بجتی رہی، پھر کسی نے ریسیور اُٹھا کر کہا۔ "ہیلو، کون ہے؟"

یہ اُس کے سوتیلے بھائی کی آواز تھی۔ کرم داد نے پھنسی ہوئی سی آواز میں کہا۔ "میں صادق صاحب سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"سوری رانگ نمبر۔"

دوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا۔ اس نے ایک گھنٹے بعد پھر فون کیا۔ اس بار ریحانہ کی آواز سُنائی دی۔ اس نے آہستگی سے کہا۔ "میں ہوں۔"

دوسری طرف خاموشی چھا گئی۔ پھر کرم داد نے کہا۔ "کیا تم ریحانہ ہو؟"

دُوسری طرف "ہوں" کی ہلکی سی آواز سُنائی دی۔ اس نے پوچھا۔ "تم نے مجھے پہچاننے سے انکار کیوں کر دیا؟"

جواباً خاموشی رہی۔ اس نے پھر پوچھا۔ "جواب دو۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے تم مجھے سزا سے کیوں بچا رہی ہو؟"

دُوسری طرف سے ایک گہری سانس لینے کی آواز سُنائی دی۔ وہ آہستگی سے بولی۔ "میں نہیں جانتی میرا گھرانہ شریف ہے یا نہیں ہے لیکن مجھ میں شرافت ہے۔ تمھارے ساتھ ظلم ہوا میرے ساتھ بھی ظلم ہُوا ہم دونوں ایک ہی کشتی کے مسافر ہو گئے پھر میں کس مُنہ سے تمھیں قانون کے حوالے کرتی؟"

یہ کہتے ہی اس نے ریسیور کو رکھ دیا۔ کرم داد اپنے ہاتھ میں ریسیور کو یُوں تکنے لگا جیسے ریحانہ کا منہ تک رہا ہو اور اُسے سمجھنے کی کوشش کر رہا ہو۔

اس رات وہ بڑا بے قرار رہا۔ پچھلے دِن انتقام لینے کی بے چینی تھی۔ ایک قتل کرنے کے بعد انتقام کی آگ اور بھڑک گئی تھی لیکن ریحانہ کے انداز نے اس کے سوچنے کا انداز بدل دیا تھا۔ وہ اگرچہ انتقام کے متعلق اب بھی سوچتا تھا لیکن اُس پر ریحانہ کا تصور حاوی ہو جاتا تھا۔ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اسے کھُلی آنکھوں سے اپنے سامنے دیکھتا تھا۔ پلکیں جھپکانے کے بعد پتا چلتا تھا وہ نہیں ہے صرف اُس کی یادیں اور باتیں ہیں۔

وہ رات کے پچھلے پہر تک جاگتا رہا۔ کبھی اِدھر سے اُدھر ٹہلتا رہا کبھی بستر پر کروٹیں بدلتا رہا۔ صبح ہونے کے قریب اس کی آنکھ لگ گئی۔ پتا نہیں وہ کب تک سوتا رہتا۔ اچانک ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھا۔ دروازے پر دستک سنائی دے رہی تھی۔ شاید پھر پولیس والے آگئے تھے، اُس نے فوراً ہی اٹھ کر دروازہ کھولا۔ سامنے ریحانہ اسکول کے یونیفارم میں کھڑی ہوئی تھی۔ اس کے ہاتھ میں کتابوں کا بڑا سا بیگ تھا۔ اس نے حیرانی سے پوچھا۔ "تم؟"

وہ جواب دینے سے پہلے اندر آگئی، پھر بولی۔ "اس گلی کے لوگ مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔"

اس نے دروازے کو بند کرتے ہوئے پوچھا۔ "تم کیوں آئی ہو؟ یقیناً تمھارے بھائی تمھارے پیچھے آتے ہوں گے۔"

"میں اسکول جانے کے لیے نکلی تھی۔ آج تک ایسا نہیں ہُوا کہ اسکول جانے کے لیے نکلوں اور بھائی میرا پیچھا کریں۔"

اُس نے گھور کر پوچھا۔ "تم کیوں آئی ہو؟"

وہ یکبارگی آگے بڑھی اور اس کے بازو سے لگ کر رونے لگی۔ کرم داد حیران پریشان تھا۔ جوں کا توں کھڑا رہا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا، کوئی لڑکی اس سے لگ کر رونا شروع کردے تو اُسے

کیا کرنا چاہیے۔ وہ روتی رہی۔ وہ بُت کی طرح گم صم کھڑا رہا۔ آخر وہ آنسو پونچھتے ہوئے بولی "تم نے ظلم کیا ہے۔ میں نے تمھارا کیا بگاڑا تھا؟ میں نے کبھی تم سے دشمنی نہیں کی۔ آج بھی تمھارے خلاف اپنے باپ اور بھائیوں کا ساتھ نہیں دے رہی ہوں پھر تم نے مجھے اس مقام پر کیوں پہنچا دیا کہ تمھیں دشمن بھی نہیں سمجھ سکتی۔ تمھیں دوست بنانا چاہوں تو اپنا نہیں سکتی۔ بتاؤ میں کیا کروں؟ خدا کے لیے کچھ تو بولو۔ پتھر کیوں بن گئے ہو۔"

"مم۔۔۔ میں کیا بولوں؟"

"اپنے دین ایمان سے کہو، تم نے مجھے کھلونا تو نہیں سمجھا ہے؟ مجھے چاہتے ہو نا؟"

"میں کیا بتاؤں میں نے کسی کو نہیں چاہا۔ کوئی اس دنیا میں چاہے جانے کے قابل نہیں ہے سب مطلبی ہوتے ہیں۔"

"میں نہیں ہوں۔ میں تمھیں کیسے یقین دلاؤں کہ مجھے کیا ہو گیا ہے۔ میرے اسکول کا یہ آخری سال ہے۔ امتحان سر پر ہیں۔ میں کتاب کھول کر پڑھنے بیٹھتی ہوں تو صفحے پر تمھاری صورت نظر آتی ہے۔ مجھ سے کچھ پڑھا نہیں جاتا۔ پڑھتی ہوں تو سمجھ میں نہیں آتا۔"

"میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے، تم کیا بول رہی ہو۔۔۔ میں کیا کرسکتا ہوں۔"

"کم از کم یہ تو کرسکتے ہو کہ دشمنی ختم کرنے کی کوشش کرو۔ میں اپنے ڈیڈی کو، اپنے بھائیوں کو سمجھاؤں گی تم بھی صلح صفائی کا راستہ اختیار کرو۔"

"یہ ناممکن ہے۔ تمھارے باپ نے میرے باپ کو قتل کیا تھا میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

"اوہ خدایا! میں کیا کروں، وہاں بھی اسی طرح سوچا جا رہا ہے۔ میرے بھائیوں نے تمھارے پیچھے دشمن لگا دیے ہیں۔ چونکہ کل ہی ممی کا قتل ہوا ہے اس لیے کچھ روز تک تمھیں چھیڑا نہیں جائے گا۔ تمھیں ڈھیل دی جا رہی ہے۔ اچانک ہی تم پر حملہ ہوگا اور تمھیں ختم کر دیا جائے گا۔"

اُس نے حیرانی سے پوچھا "تم اپنے بھائیوں کے خلاف مخبری کر رہی ہو۔"

"اور کیا کروں؟ تمھیں قتل ہوتے نہیں دیکھ سکتی ہوں اور نہ ہی بھائیوں کی جان جاتے دیکھ سکتی ہوں۔ تم سب مجھے عزیز ہو۔ کیا مجھ سے وعدہ نہیں کرسکتے کہ میرے ڈیڈی کو اور میرے بھائیوں کو قتل نہیں کروگے میں تمھاری حفاظت کا سامان لائی ہوں۔"

"کیا لائی ہو؟"

اس نے اپنی کتابوں کے بستے میں ہاتھ ڈالا۔ پھر اس میں سے ایک چھوٹا سا پستول نکالا۔ دوسری بار ہاتھ ڈال کر مٹھی بھر پستول کی گولیاں نکالیں۔ اسے دیتے ہوئے کہا "رکھ لو۔ جب کوئی تم پر حملہ کرے تو گولی چلا دینا۔ حملہ کرنے والے بھاگ جائیں گے۔"

"تعجب ہے۔ تم اپنے بھائیوں کو قتل ہوتے نہیں دیکھنا چاہتیں اور اُن کے لیے یہ پستول بھی دے رہی ہو۔"

"میں اپنے بھائیوں کے لیے نہیں دے رہی ہوں۔ وہ کبھی تمھیں قتل کرنے کے لیے براہِ راست نہیں آئیں گے، انھوں نے کرائے کے قاتلوں کو اچھا خاصا معاوضہ دیا ہوا ہے۔"

اس نے پھر بستے میں ہاتھ ڈال کر نوٹوں کی گڈیاں نکالیں اور کہا "یہ دس ہزار ہیں۔ کتاب کے بستے میں اس سے زیادہ نہیں لاسکتی تھی۔ وہ تمھیں کسی جگہ کام نہیں کرنے دیں گے۔ اپنے ذرائع استعمال کرکے ٹھوکریں کھانے اور فاقے کرنے پر مجبور کریں گے۔"

کرم داد ہاتھ میں پستول لے کر سوچ رہا تھا۔ اُس کی باتیں سُن رہا تھا لیکن اس کا دماغ منصوبے بناتا جا رہا تھا۔ پھر اُس نے کہا "میں ایک شرط پر تمھارے ڈیڈی اور بھائیوں کو قتل نہیں کروں گا۔"

"میں تمھاری ہر شرط ماننے کو تیار ہوں۔"

"تم انھیں ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر میرے پاس آجاؤ۔"

وہ خلافِ توقع ایک دم سے خوش ہوکر بولی "سچ؟ کیا تم ہمیشہ کے لیے مجھے اپنا لوگے؟"

اُس نے تعجب سے پوچھا "کیا تم انھیں میری خاطر چھوڑ دوگی؟"

"تمھاری خاطر بھی اور اپنی خاطر بھی۔ تاکہ وہ زندہ سلامت رہیں۔ دشمنی ختم ہو جائے۔ ہم یہاں سے کہیں دُور چلے جائیں گے میں اپنے ساتھ اتنی دولت لاسکتی ہوں کہ ہم یہ ملک چھوڑ کر کسی دوسرے ملک جاسکتے ہیں۔"

اس نے مسکراتے ہوئے ریحانہ کو دیکھا۔ اسے خیال آیا کہ زندگی میں پہلی بار مسکرا رہا ہے جب سے باپ کو اس کے سامنے قتل کیا گیا تھا تب سے شاید وہ نہیں مسکرایا تھا۔ کبھی بھولے سے ہونٹوں پر مسکراہٹ آئی ہو تو یہ الگ سی بات ہے۔۔۔ ورنہ بچپن سے اُس کے دماغ میں رہ رہ کر سنسناہٹ سی ہوتی تھی۔۔۔ اچانک ہی وہ غصے میں آجاتا تھا۔ خود اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اُسے غصہ کیوں آتا ہے۔

اس نے کہا "اگر میرے پاس اتنی دولت ہو جائے کہ میں تمھیں کسی دوسرے ملک میں لے جاسکوں تو یہاں کی دشمنی بھول جاؤں گا۔"

"واقعی، جب تم یہاں کے ماحول سے دور ہو جاؤگے، اپنے دشمنوں کو نہیں دیکھوگے۔ اُن کے متعلق کچھ نہیں سنوگے تو تمھیں غصہ نہیں آئے گا۔ تم انھیں معاف کر دوگے۔"

"تو پھر رقم کب لا رہی ہو؟ کیا نقد لاؤگی یا زیورات؟"

"مجھ سے جو بھی ہوگا روز لایا کروں گی۔ اس دوران تم اپنا پاسپورٹ وغیرہ بنوالو۔"

"ہم اندازاً کتنی رقم لے جاسکیں گے؟"

"پچیس لاکھ سے تیس لاکھ روپے تک۔"

کرم داد کی سانس اُوپر کی اوپر رہ گئی۔ اس نے حیرانی سے پوچھا۔ "ہم اتنی رقم یہاں سے کس طرح لے جائیں گے؟"

"میں تمھیں بعد میں بتاؤں گی۔ کیا اتنی دولت حاصل کر لینے کے بعد تم میرے باپ اور بھائیوں کو معاف نہیں کروگے؟"

"ہاں معاف کر دوں گا مگر یہ بتاؤ تم مجھے زیادہ چاہتی ہو یا اپنے باپ اور بھائیوں کو؟"

وہ پاس آگئی۔ بڑے ہولے سے بولی "میں تمھیں دل و جان سے چاہتی ہوں۔"

"پھر اپنے باپ سے اور اپنے بھائیوں سے اتنی محبت کیوں جتاتی رہو؟"

"میں اُن کے ہاں پیدا ہوئی، اس ماحول میں پلی بڑھی، جوان ہوئی مجھے اُن سے یقیناً محبت ہوگی۔"

"اگر ایک طرف میری اور ایک طرف تمھارے باپ کی زندگی کا سوال ہو، ہم میں سے کسی ایک کی جان بچانا ہو تو کسے بچاؤگی؟"

"یہ بے تکا سوال ہے۔ انسان جب پیدا ہوتا ہے تو مختلف رشتوں سے مختلف طرز کی محبتیں کرتا ہے۔ تمھاری جو محبت ہے وہ میں کسی کو نہیں دے سکتی اور ایک بیٹی کی باپ سے جو محبت ہے، وہ میں تمھیں نہیں دے سکتی۔ بھائیوں سے بہن کے ناتے جو محبت ہے وہ صرف انہی کیلیے مخصوص ہے۔ لیکن کسی کو کسی پر ترجیح دینے کی بات آئی تو یہ حقیقت تمھارے سامنے ہے۔ میں تمھاری خاطر ان سب کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ دینے کو تیار ہوں کیا اس کے بعد بھی مجھ سے میری محبت کا ثبوت طلب کروگے؟"

وہ خاموش رہا۔ خاموشی سے اس کی محبت طلب کرتا رہا۔ پھر ساڑھے بارہ بجے ریحانہ نے کہا "اسکول کی چھٹی کا وقت ہو گیا ہے۔ میں ایک بجے تک گھر پہنچ جاتی ہوں۔ مجھے جانے دو۔"

وہ دروازہ کھولنے کے لیے آگے بڑھا۔ اُس نے پکڑ لیا۔ وہ جاتے جاتے بھی نہیں جانا چاہتی تھی۔ کہنے لگی "تم نے کیا جادو کر دیا ہے میں مجبور نہ ہوتی تو یہاں سے کبھی نہ جاتی۔ میری عجیب حالت ہے۔ تنہا رہتی ہوں تو تم ہی تم میرے دل اور دماغ میں گونجتے رہتے ہو۔"

سچ تو یہ ہے کہ وہ بھی اس کے دماغ میں گونجتی رہتی تھی۔۔۔ لیکن اس قدر نہیں کہ دیوانہ بنا دیتی۔ اس کی دیوانگی صرف انتقام کے لیے تھی، اس نے ریحانہ کو رخصت کرتے وقت یہ بھی نہ پوچھا کہ دوسرے دن آئے گی یا نہیں؟ وہ جانتا تھا کچے دھاگے سے بندھی آئے گی۔

وہ دوسرے روز ہی نہیں، ہر روز بلاناغہ آنے لگی۔ کبھی پندرہ ہزار، کبھی بیس ہزار، کبھی پچیس ہزار لایا کرتی تھی۔ کرم داد کے تو عیش ہوگئے تھے۔ دشمنوں کے گھر سے حسن کی دولت بھی مل رہی تھی اور نوٹوں کی گڈیاں بھی۔ اس نے ایک ہی ہفتے میں اپنا پاسپورٹ وغیرہ تیار کروالیا، پھر ریحانہ سے کہا "اب بتاؤ ہم پچیس تیس لاکھ روپے کس طرح یہاں سے لے جائیں گے؟"

ریحانہ نے کہا "میں ایک اہم راز تمھارے سامنے کہہ رہی ہوں، وعدہ کرو، بھرپور طریقے سے میرا ساتھ دوگے۔ اگر تم نے دھوکا کیا تو ہم دونوں مارے جائیں گے ورنہ ساری زندگی عیش کرتے رہیں گے۔"

"کیا اب بھی تمھیں میری محبت کا یقین نہیں ہوا؟ میں تمھاری خاطر یہ ملک چھوڑنے کے لیے تیار ہوگیا، اپنے دشمنوں کو معاف کر رہا ہوں۔"

تب ریحانہ نے کہا "میرے دونوں بڑے بھائی اسمگلر ہیں وہ یہاں سے خاصی مقدار میں چرس لے جاتے ہیں۔ پاکستان میں اور یورپ کے دو بڑے ملکوں میں اُن کا بھاری بینک بیلنس ہے۔"

"چرس کس طرح لے جاتے ہیں؟"

"اپنے دوست سیاحوں کی ایک ٹیم بنا کر خشکی کے راستے ویگن کار میں جاتے ہیں۔ کمال یہ ہے کہ اُن دوست سیاحوں کو بھی اسمگلنگ کا علم نہیں ہوتا۔"

"پھر مال کیسے لے جاتے ہیں؟"

"میکلوڈ روڈ پر ایک بہت ہی ماہر موٹر مکینک ہے۔ وہ گاڑی کی باڈی میں اس طرح چرس کو چھپاتا ہے کہ پاکستان سے یورپ تک کسی بھی سرحدی چوکی والوں کو شبہ نہیں ہوتا۔"

"وہ سیاحوں کی ٹیم بنا کر کیوں جاتے ہیں؟"

"بار بار میرے بھائیوں کے جانے سے پولیس والے کسٹم والے ان پر شبہ کرسکتے ہیں۔ اس بار میں اپنی آنٹی کی فیملی کے ساتھ جاؤں گی۔"

"کیا تم اس سے پہلے بھی جاچکی ہو؟"

"ایک بار گئی تھی۔ موجودہ سفر میں آنٹی وغیرہ کو اسمگلنگ کا علم نہیں ہوگا۔"

"کیا وہی چرس لے جائی جائے گی؟"

وہ ہاں کے انداز میں سر ہلا کر بولی "چرس تو گاڑی کی باڈی کے اندر لے جائیں گے۔ اس کے علاوہ بارہ لاکھ روپے کے ہیرے ہیں انھیں بھی لے جاؤں گی۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا "تم کیسے لے جاؤگی؟"

آج سے دس دن کے بعد ستائیس تاریخ کو ہم یہاں سے روانہ

ہوں گے۔ روانگی سے پانچ دن پہلے میرے بائیں بازو کا آپریشن ہوگا۔"

"آپریشن کیوں؟"

وہ اپنے بائیں بازو کو دکھاتے ہوئے بولی۔ "میرے بھائیوں نے اور ڈیڈی نے مجھے اطمینان دلایا ہے، کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ مجھے بے ہوش کر دیا جائے گا۔ اس حصے سے تھوڑا گوشت نکال کر ہیرے رکھے جائیں گے پھر اوپر سے پلاسٹک سرجری کی جائے گی۔"

وہ تعجب سے اسے دیکھ رہا تھا، اس نے کہا۔ "تم سے ملنے کے بعد پتا چل رہا ہے، میں اب تک کنوئیں کا مینڈک تھا۔ کنوئیں سے باہر اتنی بڑی دنیا ہے اور اتنے بڑے بڑے تماشے ہوتے ہیں، یہ آج ہی پتا چلا۔"

"تم میرے ساتھ ملک سے باہر نکلو گے تو صحیح معنوں میں دنیا دیکھو گے۔"

"میں کس طرح تمھارے ساتھ جا سکوں گا جب کہ تمھاری آنٹی کی فیملی ساتھ ہوگی اور تمھارے بھائی مجھے کسی طرح گوارا نہیں کریں گے۔"

"میں ستائیس تاریخ کو یہاں سے روانہ ہوں گی۔ تم اس سے پہلے تہران پہنچو گے اور وہاں میرا انتظار کرو گے۔"

"میں کہاں جاؤں گا؟ کہاں انتظار کروں گا؟"

"فکر نہ کرو۔ میں ساری باتیں سمجھا دوں گی۔ تمھیں مختلف پتے نوٹ کراؤں گی۔ تم ان میں سے کسی پتے پر مجھے مل سکو گے۔"

"پھر کیا ہوگا؟"

"ہم جب کار میں تہران پہنچیں گے، وہ ایک ایسے ہوٹل کے پارکنگ ایریا میں موجود رہے گی جہاں ہم لنچ یا ڈنر کے لیے اندر جائیں گے۔ میں کسی بہانے باہر آ جاؤں گی۔ ہم اس کار میں بیٹھ کر دور کہیں فون بوتھ میں جائیں گے۔ وہاں سے تم اس ہوٹل کے فون نمبر پر میری آنٹی وغیرہ کو دھمکی دو گے اور کہو گے کہ کار چوری ہونے کی رپورٹ درج کرائی گئی تو ریحانہ کی لاش ملے گی۔"

"کیا خوب ترکیب ہے۔ اس طرح وہ رپورٹ درج نہیں کرائیں گے اور ہم اس کار میں بیٹھ کر ایران کی حد سے آگے نکل جائیں گے۔"

"جب میرے بھائیوں کو اغوا ہونے کا علم ہوگا تو وہ چپ چاپ مجھے اور کار کو ڈھونڈ نکالنے کی کوشش کریں گے لیکن قانون کا سہارا نہیں لیں گے کیونکہ کار میں سمگلنگ کا مال چھپا ہوگا اور انھیں میری طرف سے بھی فکر رہے گی کیونکہ میرے پاس بارہ لاکھ کے ہیرے ہوں گے۔"

"کتنا جامع منصوبہ ہے، واقعی تم نے شیطانوں کے سائے میں پرورش پائی ہے۔ اگر تمھارے باپ اور بھائی شیطان ہیں تو تم... شیطان کی خالہ ہو۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "میری برائی کر رہے ہو؟"

"تعریف کر رہا ہوں۔ اگر کوئی ڈاکے ڈالتا ہے قتل کرتا ہے یا سمگلنگ میں کامیاب ہوتا ہے تو اس کے دھندے سے تعلق رکھنے والے اس کی تعریفیں کرتے ہیں۔ یہ نہیں کہتے کہ اس نے بہت بڑا جرم کیا ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ اس نے شیطان کو بھی مات دی ہے۔ جرائم کی دنیا میں ہمیشہ شیطان کے حوالے سے تعریفیں کی جاتی ہیں۔"

حالات نے کرم داد کے اندر شیطانی نفرت اور غصہ بھر دیا تھا۔ اسے سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ دشمنوں سے کس طرح انتقام لینا چاہیے، اور خود کو کس طرح برتر رکھنا چاہیے۔ اب وہ رفتہ رفتہ سب کچھ سیکھتا جا رہا تھا۔ روانگی سے پانچ دن پہلے ریحانہ کہہ چکی تھی کہ دو دن تک اس سے ملاقات نہیں کرے گی کیونکہ آپریشن کے بعد گھر میں آرام کرے گی۔ ان دو دنوں میں کرم داد بھی ایک پرائیویٹ کلینک میں بیمار کی حیثیت سے داخل ہوگیا۔ وہ ایک بہت بڑے ڈاکٹر کا کلینک تھا۔ ڈاکٹر اپنے پیشے میں بڑی مہارت رکھتا تھا۔ شہر میں کافی مقبول تھا۔ سب اُسے عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے لیکن بنیادی طور پر وہ لالچی تھا۔ یہ بات کرم داد کو معلوم ہوئی تھی۔ اس نے پچیس ہزار روپے اس کے سامنے رکھ دیے اور کہا۔ "میں چوبیس تاریخ کو آپ کے کلینک سے غیر حاضر رہوں گا لیکن آپ اور میرے پرائیویٹ کمرے کی نرس اس بات کے گواہ رہیں گے کہ میں یہاں موجود تھا۔"

بائیس تاریخ کو ریحانہ کے بائیں بازو کا آپریشن ہوا۔ وہ دوسرے دن تک گھر میں آرام کرتی رہی۔ کرم داد نے اسے بتا دیا تھا کہ چوبیس تاریخ کو اس کی ملاقات اس کلینک کے پرائیویٹ روم نمبر چھ میں ہوگی۔

وہ اسی پروگرام کے مطابق کلینک میں پہنچ گئی۔ وہ صبح آٹھ بجے آئی تھی۔ کرم داد نو بجے تک اس کے ساتھ پرائیویٹ روم میں رہا۔ پھر یہ کہہ کر باہر گیا کہ میں ابھی آتا ہوں۔ وہ اسی کمرے میں اس کا انتظار کرنے لگی۔ وہ ڈاکٹر کے پرائیویٹ روم میں آیا۔ ڈاکٹر موجود نہیں تھا۔ وہی نرس تھی جس کی ڈیوٹی کمرے میں رہا کرتی تھی۔ اس نے پانچ ہزار میں اس نرس کو خرید رکھا تھا۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "لڑکی خاصی حسین بھی ہے اور مالدار بھی، خوب چارا پھینکا ہے۔"

"تم ذرا باہر جاؤ۔ میں ضروری فون کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ کرم داد نے ریسیور اُٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ تھوڑی دیر بعد دوسری طرف سے مسٹر عید محمد عرف عیدا پہلوان کی آواز سنائی دی۔ اس نے پوچھا۔ "کیا تم مجھے آواز سے پہچان سکتے ہو؟"

دوسری طرف سے غرا کر پوچھا گیا۔ "ہوں، تو تم ہو کرمو—"

"اب میں بھی کرمو نہیں رہا۔ تمھاری طرح مسٹر کرم داد بن گیا ہوں۔ تمھیں ایک دھماکہ خیز اطلاع دینا چاہتا ہوں۔ اس سے پہلے مجھے بتاؤ تمھارے آس پاس کوئی ہے تو نہیں اور اگر ہے تو اپنے آپ کو قابو میں رکھنا۔ میری طرف سے ملنے والی اطلاع کا رد عمل خطرناک ہو سکتا ہے۔ اگر شور مچاؤ گے یا کسی سے کچھ کہو گے تو بہت بڑا نقصان اٹھاؤ گے۔ میں نہیں چاہتا کہ تمھارے بیٹوں کو اس کا علم ہو۔"

"تم کیا بکواس کر رہے ہو؟"

"یہ سوال کرنے سے پہلے ذرا دیکھو، تمھاری بیٹی گھر میں موجود ہے؟"

"نہیں، وہ اپنی آنٹی کے یہاں گئی ہے۔"

"وہ آنٹی کے ہاں بھی نہیں ہے۔ تم اسے ہر جگہ تلاش کرو۔ جب نہ ملے تو یقین کر لینا کہ اس کی زندگی میرے ہاتھوں میں ہے۔ تم چاہو تو وہ زندہ ملے گی ورنہ میں اس کی لاش پہنچا دوں گا۔"

دوسری طرف چند لمحوں تک خاموش رہی پھر اس نے کہا۔ "اگر یہ مذاق ہے تو اسے ختم کرو اور اگر سنجیدہ ہو تو میں تمھیں وارننگ دے رہا ہوں، اگر میری بیٹی کو کچھ ہوا تو......"

وہ بات کاٹ کر بولا۔ "تو مجھے بھی قتل کر دیا جائے گا۔ کیا فرق پڑے گا۔ میرے ماں باپ میری آنکھوں کے سامنے قتل ہوئے۔ میں اپنی آنکھوں کے سامنے خود قتل ہو جاؤں گا لیکن یہ اتنا آسان بھی نہیں ہے۔ میں نے تم جیسے شیطان کے مظالم سہتے سہتے خود شیطان بننا سیکھ لیا ہے۔"

"سنو کرم داد! جو ہو چکا اسے بھول جاؤ۔ دشمنی ختم کر دو۔ میری بیٹی کو واپس کر دو۔ میں تمھیں اتنی رقم دوں گا کہ تم کوئی اچھا سا کاروبار کر سکو گے۔"

"کیا یہ کاروبار کم ہے کہ تمھاری بیٹی میرے پاس ہے اور میں لاکھوں کا مطالبہ کر سکتا ہوں۔"

"تم ہوش میں نہیں ہو ورنہ یہ سمجھ سکتے کہ مجھے ہمیشہ بیٹی ذات سے نفرت رہی ہے۔ وہ پیدا ہوگئی تو مجبوراً میں نے اسے برداشت کر لیا۔ اگر وہ مر جائے گی تو میرے لیے کوئی خاص فرق نہیں پڑے گا۔"

"کیا بارہ لاکھ کا نقصان بھی برداشت کر لو گے؟"

دوسری طرف پھر خاموشی چھا گئی۔ اس کے بعد پوچھا گیا۔ "تم کیا کہہ رہے ہو۔ کیسے بارہ لاکھ؟"

"وہی جو تمھاری بیٹی کے بائیں بازو میں تعویذ کی طرح بندھے ہوئے ہیں۔"

پھر دوسری طرف گہری خاموشی چھا گئی۔ کرم داد نے کہا۔ "میں تمھاری بیٹی کو قتل کر دوں تو انتقام کی پیاس بھی بجھے گی اور تمام ہیرے بھی ہاتھ آئیں گے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ دو لاکھ میں سودا ہو سکتا ہے مجھے یہ رقم دے دو اور اپنی بیٹی کو ہیروں سمیت لے جاؤ۔"

عیدے نے کہا۔ "مجھے یقین نہیں آ رہا جب بارہ لاکھ کے ہیرے تمھیں مل سکتے ہیں، تم انتقام کی پیاس بجھا سکتے ہو تو پھر دو لاکھ میں سودا کیوں کر رہے ہو؟"

"اس کی دو وجوہات ہیں۔ ایک تو مجھے تمھاری بیٹی سے دشمنی نہیں ہے۔ اس نے میرا کوئی نقصان نہیں کیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ میں ہیروں کے معاملے میں اناڑی ہوں۔ میں نہیں جانتا انہیں کہاں فروخت کرنا چاہیے کس طرح ان سے رقم حاصل کرنی چاہیے۔ اگر مجھے دو لاکھ روپے مل جائیں تو میں ان جھمیلوں سے خود ہی دُور ہو جاؤں گا۔"

"ریحانہ کہاں ہے؟"

"پہلے دو لاکھ روپے۔"

"مل جائیں گے۔ اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ مجھے دھوکا نہیں دو گے؟"

"دن کی روشنی میں لین دین ہوگا۔ میں آج دوپہر کو ٹھیک تین بجے وہاں مل سکتا ہوں۔ وہ جگہ تمھاری جانی پہچانی ہے۔"

"کون سی جگہ؟"

کرم داد نے ٹھہر ٹھہر کر کہا "چک نمبر ۲۱۲۔"

دوسری طرف پھر خاموشی چھا گئی۔ وہ گڑبڑا کر بولا "چک نمبر ۲۱۲ کیوں؟ اتنی دور کیوں؟"

"تم اچھی طرح جانتے ہو۔ اُدھر کے کھیت ان دنوں میں ویران پڑے رہتے ہیں۔ شاذ و نادر ہی کوئی اُدھر جاتا ہے۔ میں اسی ویرانے میں سودا کروں گا۔ ایک بات اچھی طرح یاد رکھو۔ تمھارے دونوں بیٹوں کو ہمارے معاملات کا علم نہ ہو۔ تم تنہا آؤ گے۔ پولیس کا کوئی آدمی نظر آیا تو اپنی بیٹی کے ساتھ تم بھی جان سے جاؤ گے۔"

"کرم داد! ہم یہاں بھی سودا کر سکتے ہیں۔"

"میں فضول باتیں کرنا نہیں چاہتا۔ میں نے کہہ دیا ہے چک نمبر ۲۱۲، ٹھیک دوپہر کو تین بجے۔ اگر تم نہ آئے تو چار بجے اپنی بیٹی کی لاش اُٹھانے ضرور آؤ گے۔"

وہ ریسیور رکھ کر اپنے پرائیویٹ کمرے میں آگیا۔ ریحانہ اس کا انتظار کر رہی تھی۔ وہ بارہ بجے تک اس کے ساتھ وقت گزارتا رہا اور قیاس آرائی کرتا رہا کہ عیدا پہلوان اس شہر میں اپنی بیٹی کو ہر اس جگہ تلاش کر رہا ہوگا جہاں وہ پائی جا سکتی ہے۔ اپنے رشتے داروں کے ہاں اس کی سہیلیوں کے ہاں تلاش کرنے کے بعد یقین ہو جائے گا کہ ریحانہ دشمن کے قبضے میں ہے اور اسے دو لاکھ روپے لے کر چک نمبر ۲۱۲ کی طرف جانا ہی ہوگا۔

وہ خون کے رشتوں کو نظر انداز کر سکتا تھا، بارہ لاکھ روپے کے ہیروں کو بھول نہیں سکتا تھا۔ اس کے لیے بے چینی اتنی ہوگی کہ تین بجے سے پہلے ہی وہاں پہنچے گا۔ ریحانہ بارہ بجے اس سے رخصت ہونا چاہتی تھی۔ محبت کرتے کرتے ساڑھے بارہ بجا دیے جب وہ رخصت ہوئی تو یہ بھی فوراً وہاں سے ٹیکسی میں روانہ ہو گیا۔

اس دلچسپ داستان کے

باقی واقعات

تیرھویں حصے

میں ملاحظہ کیجیے